فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم

قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
اکمل زبان افضل دوران عالم المتقی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی دامہ الله العلی القوی
مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو عاجز نوازی کر
نہیں ہے آسرا تیرے سوا احسان و مردم کا
پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو ایسا
کہ آسانی سے ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اول توبہ کا بیان

رباعی

یا رب میں ہوں شیطان کی شرارت سے تباہ
اور نفس کی شامت سے ہوں رہین گناہ
توفیق یہ دے تو اپنے احمد کے طفیل
میں توبہ نصوح پہ ہوں مائل یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ کرنی خداے تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنا سالکوں کے راستے کی ابتدا ہے اور واصلین کی متاع گراں بہا اور مریدوں کی راہ پر قدم رکھنے والوں اور حق سے پھرے ہوؤں کے لیے مفتاح استقامت اسی کو تقرب کے زینوں میں سے اول زینہ کہتے ہیں یہی مطلع اصطفا ہے اور انبیا کے واسطے خصوصاً بہت ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہی منبع اجتبا اور چونکہ مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہیں اسلیے کہ آدم زاد ہے لیکن اگر باپ نے جبر نقصان کیا ہو اور تلافی مافات میں دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہے کہ دونوں باتوں میں باپ کا مشابہ ہو اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی خطا کے بعد سلسلۂ ندامت ہلایا اور دونوں ترک اشتغال کیا اسی سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ذرا بھی

صرف خطا کرنے میں اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ سے گریز کرے بیشک وہ خطا وار ہے اور ناخلف ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا فقط ملائکہ مقربین کا ہے اور محض شر کرنا شیطان لعین کا اور شر میں پڑ کر پھر خیر کیطرف پھرنا انسان کا کام ہے اسلیے کہ انسان کی سرشت میں دونوں خصلتوں کی آمیزش پائی جاتی ہے محض خیر کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہے اور صرف شر کرنیوالا شیطان اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع میں انسان ہے اب اسکو دو باتیں تو حاصل ہو گئیں یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کر دیا اور انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونے کی حجت قوی ہے کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص شر ہی کرتا رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا نسب ثابت کرتا ہے باقی رہا محض خیر کرنے سے فرشتے کیطرف منسوب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہیں ہے اسلیے کہ اوسکی طینت میں شر خیر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اوسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہے یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آگ سے تو اصل جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے خالص کرنے کے لیے دونوں آتشوں میں سے ایک میں جلانا ضروری ہے پس جبتک انسان کا قابو چل سکتا ہے اوسکو چاہیے کہ دونوں آگوں میں سے کم جلنے کی برداشت کرے اور اوسکو اختیار کرے اور جو بڑی سخت اوسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے یہ مہلت کہاں جب اسکے کہ آخرت یا دوزخ میں ڈالنا ہو جاتا ہے ۔ اور جب توبہ دین میں یہ شی ہے تو ضروریات سے ہے کہ شرح میں اوسکا لانا اور اسکی حقیقت اور شروط اور سبب اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جاتا ہے اوسکا بیان کرنا واجب ہوا اور یہ سب باتیں چار فصلوں میں بیان ہونگی ۔

فصل اول بیان میں توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگوں پر ہر حال میں اوسکے علی الفور واجب ہونے کے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانوں پر ۔

بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف میں جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزوں کا نام ہے جو بترتیب پائی جاتی ہیں اونمیں سے اول علم ہے دوسرا حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہے جو اوسنے عالم ملک اور ملکوت میں جاری کر رکھی ہے اب ان میں سے ہر ایک کو سمجھنا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہے کہ اس بات کو جانے کہ گناہوں کا ضرر بہت بڑا ہے اور یہی گناہ آدمی میں اور اوسکے محبوب کے درمیان میں حجاب ہوتے ہیں جب یہ بات یقین غالب سے دل پر چھا جاتی ہے تو اسکے جاننے سے دل کو محبوب کے

فوت ہو جانے کا رنج ہوتا ہے اسلیے کہ دل کو جب یہ خبر ہوئی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا پھر اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اوسیکا فعل ہوگا تو اوس فعل پر افسوس کریگا اور اس رنج کا نام ندامت ہے اور اسکو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہے تو اوس سے ایک اور حالت دل میں پیدا ہوتی ہے جسکو ارادہ و قصد کہتے ہیں اور یہ ارادہ ایسے فعل کا ہوتا ہے جسکو تعلق تینوں زمانوں سے ہے زمانہ حال سے تو اسطرح تعلق ہے کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اوسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اسطرح کہ جس گناہ سے محبوب ملا اوسکو عمر بھر کو ترک کر دے اور زمانہ ماضی سے اسطرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اوسکا جبر نقصان کرے غرضکہ ان سب باتوں کا منشاء اول علم ہوتا ہے یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اس بات کے سچ جاننے کا نام ہے کہ گناہ زہر مہلک ہیں اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہے کہ دل پر ایسی طرح غالب ہو کہ اوسمیں مجال شک نہ رہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چمکتا ہے تو اوسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ دل میں ندامت کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے اور دل پر صدمہ گذرتا ہے اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اوسکو سوجھتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محجوب ہوگیا جیسے کوئی اندھیرے میں ہو اور اوسپر کچھ ابر میں سے خواہ پردے میں سے آفتاب نکل جائے اور اوسکی چمک میں اپنے محبوب کو دیکھے کہ مرا جاتا ہے اوسوقت اوسکے دل میں آتش محبت شعلہ زن ہوگی اور یہ حرارت اسکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسیطرح ہنگام ندامت کے وقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ محبوب تدارک اسکا عمل میں لانا چاہیے اسیوجہ سے آدمی قصد تدارک مافات کرتا ہے خلاصہ یہ کہ توبہ ان تین چیزوں مرتب کا نام ہے جو ایک دوسرے سے علی الترتیب ہوتی ہیں اول علم دوسرے ندامت سوم قصد ترک گناہ زمانہ حال و استقبال میں اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعے کو توبہ کہتے ہیں اور اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہیں اور علم کو اوسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو اوسکا ثمرہ قرار دیتے ہیں اسی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الندم توبۃ اسلیے کہ ندامت کے واسطے ضرور ہے کہ کسی علم سے ہوئی ہوگی اور بعد اوسکے ثمرہ بھی مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شے ہے وہی قائم مقام اپنے سب کے ہے اور ضمنا علم اور قصد ترک اسکے دونوں طرفین اسمیں شامل ہو گئے اور اسی اعتبار سے کسی نے توبہ کی تعریف یہ بھی کی ہے کہ توبہ یہی کہ خطا ماسبق پر باطن کا گداز ہونا اس تعریف میں صرف رنج دل کا

ایسے لوگوں کے لیے حاجت نص منقول کی ہو، الغرض بیان اس امر کا
شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہے تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا
چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونوں کو ملا کر دیکھتا ہے تو معلوم کر لیتا ہے کہ
بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانا کہ واجب وہ ضروری چیز ہے
جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کے لیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز
کے کرنے یا نہ کرنے سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اوسکے واجب ہونے کے کچھ
معنی نہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا یہ صرف ایک بات ہی بات ہے
کیونکہ جن چیزوں سے ہماری غرض حال میں یا استقبال میں متعلق نہیں اونکے کرنے خواہ نہ کرنے
میں ہمکو مشغول ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہم پر اونکو واجب کرے یا نکرے اس سے
معلوم ہوا کہ واجب سے وہی چیز مراد ہے جو ذریعہ وصول سعادت ابدی کا ہو
یعنی واجب سمجھے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت میں سواے دیدار الٰہی کے اور کوئی
نہیں اور جو اوس سے محجوب رہا وہ بدبخت ہے اوسکے درمیان اور اوسکی آرزو کے درمیان
آڑ ہوگی آتش فراق اور نار دوزخ سے جلیگا اور یہ بھی جان لے کہ سواے اتباع شہوات اور
اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی قطعاً جدا ہونے والی کی محبت کے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ
سے دور نہیں کرتی اور سواے کاٹ ڈالنے علاقہ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور
تمامتر متوجہ ہونے کے اللہ کیطرف تاکہ اوسکے ذکر سے ہمیشہ انس ہو اور اوسکے جلال و جمال کی
اپنی طاقت کے موافق جانکر اوس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اوس سے نزدیک کرنے والی
نہیں اور یہ بات بھی دلنشین کرلے کہ جن گناہوں سے خدا سے منہ پھیرنا اور اوسکے دشمن یعنی ابلیس
لعین کی اتباع کرنی ہوتی ہے اونہیں کے باعث میں بھی محجوب اور راندہ درگاہ ہوجاتا ہے گناہ گاری
باتوں کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات میں شک نکریگا کہ قرب الٰہی سے پہونچنے کیواسطے
دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بعید سے پھرنا انہیں تین باتوں سے حاصل ہوگا
یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ جب تک یہ نہیں جانیگا کہ گناہ موجب دوری ہونے کے
اسباب ہیں ندامت نہیں آنیکی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہوگا اور
جب تک درد نہوگا تب تک اوس سے رجوع کرنا معلوم اور نہ رجوع کرنے کے معنی پختہ ارادہ عزم
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے کے لیے وہ تینوں باتیں ضروری ہیں یعنی

ایمان

ایسا وقت کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو شخص اس شبہ سے غافل
چنانچہ اکثروں کا یہی حال ہے تو اونکے لیے تقلید و اتباع میں بہت گنجایش ہے اور یہی سبب
ذریعہ ہے ورطہ ہلاکت سے ساحل نجات پر پہونچ سکتا ہے پس اس توبہ کے باب میں قول الہی
اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چاہیئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون
لعلکم تفلحون یعنی سب ایمان والو توبہ کا حکم عام ہوا اور دوسری جگہ ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا توبوا
الی اللہ توبۃ نصوحا معنی نصوح یہ ہیں کہ خالص اللہ کے واسطے ہو اور آمیزش کسی طرح کی نہ ہو مشتق ہے
نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت شریف دال ہے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں التائب حبیب اللہ والتائب من الذنب کمن لا ذنب له
اور ایک حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سفر میں ناموافق اور مہلک جنگل میں ہو
اور اسکے ساتھ اوسکی سواری ہو جسپر اوسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو پھر وہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور
جاگے تو سواری نہ پاوے اور اوسکو ڈھونڈنے لگے یہاں تک کہ جب بھوک پیاس اور دھوپ کا
غلبہ ہو اور اوسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ میں جہاں تھا وہاں ہی لوٹ جاؤں اور وہیں مر رہوں
اور وہاں پہونچکر سو رہے کہ اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر مرجاوے اور جب آنکھ کھلے تو دیکھے کہ
جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی
اوس سے زیادہ خدای تعالی بندہ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے - اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں
کہ یہ شخص شدت خوشی میں جو شکر خداوندی بجالاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یوں نکلے کہ
الہی تو میرا بندہ ہے میں تیرا پروردگار ہوں اپنی خوشی میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نہ رہے
اور حضرت حسن رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول
کی تو اونکو فرشتوں نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام اونکے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ اے آدم خدای تعالی نے جو آپکی توبہ قبول فرمائی تو آپکا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت
آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیل اگر بعد قبول توبہ کے مجھسے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا
کہاں ہے اوسیوقت اونپر وحی ہوئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت کی
ارث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی اونمیں سے مجھکو پکاریگا میں اوسکی سنونگا جیسے تیری سنی اور
جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اوسپر بخل نہ کرونگا کیونکہ میں قریب و مجیب ہوں اے آدم
توبہ کرنیوالوں کو قبروں سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اوٹھاؤنگا جو دعا کرتے ہونگے

قبول ہوگی۔ اور اخبار و آثار اس باب میں بیشمار ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے
کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ اس بات کا علم ہو کہ گناہ و معاصی مہلک چیزیں اور خدا تعالیٰ سے دور
کرنے والی ہیں یہ بات وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہوجاتی ہے تو توبہ کی
تعریف میں جو علم مذکور ہے اوس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت مذکور دور ہو جاوے اور اسکے
واجب ہونے میں کچھ خلاف نہیں اور منجملہ تعریف توبہ کے چھوڑنا معاصی کا زمانہ حال میں اور
عزم اونکے ترک کا استقبال میں اور تدارک تقصیرات زمانہ گذشتہ کا ہے اسکے وجوب ہونے میں
بھی کسی طرحکا شک نہیں باقی رہا ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر سو وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن
وندامت تو توبہ کی جان ہے تلافی اسی سے پوری ہوتی ہے وہ کیسے نہ واجب ہوگی اسلیے
کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عمر خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف
میں ضائع ہوئی اوسکے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ دل کا حزن کرنا امر ضروری
قبضۂ اختیار میں نہیں تو اوسکو واجب کہنا کس طرح متصور ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ سبب اس
رنج کا یہی ہوتا ہے کہ محبوب کے فوت ہونیکا علم قطعی ہوجاتا ہے اور آدمی اس علم کے سبب حاصل
کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی جہت سے علم واجبات میں داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود
نفس علم کو پیدا اور حادث کرسکتا ہے کیونکہ یہ امر محال ہے بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ
اور قدرت اور قدرت والا یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اسکے فعل سے
موجود چنانچہ ارشاد ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ اور ارباب بصیرت کے نزدیک یہی حق ہے
باقی سب گمراہی ہے پھر یہاں سوال ہوتا ہے کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نکرنے کا بھی
اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں اختیار ہے مگر اس اختیار ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کل چیزیں
خدا کی مخلوق نہیں بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو حاصل
ہوا ہے اوسمیں وہ مجبور ہے مثلاً خدا تعالیٰ نے آدمی کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا اور لذیذ
کھانے کو پیدا کیا اور معدے میں خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل میں یہ دانست
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے
اس کھانے میں کچھ ضرر ہے یا نہیں اور اسکے مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھ
کوئی ایسا امر مانع ہے یا نہیں جس سے غذا کا کھانا متعذر ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہیں
پس جب اتنے اسباب جمع ہوچکے تب ارادہ کھانیکا ہوتا ہے تو یہی ارادہ پانا بعد تردد کے

اور

اور بعد غلبہ خواہش خدا کے اختیار کرتا ہے اور جب اسکے سبب پورے ہوجاتے ہین تو وہ بھی ضرور آتی
موجود ہوتا ہے مثلاً جب خدای تعالی کے پیدا کرنے سے ارادے مین پختگی آتی ہے اور موقت پا
کھانے کیطرف ضرور پڑھتا ہے کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ و قدرت کے فعل کا بر روے کار آنا
ضروری ہے اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہے تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا
کرنے سے تھین تو حرکت ہاتھ کی بھی اوسکی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہے جب اول
خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہوچکے اور یہ دونون بھی خدا کی مخلوق ہین لیکن ان
مخلوقات مین ایک ترتیب خاص خداوند کریم نے رکھدی کہ خالق مین اوسی ترتیب عادت سے موافق
ہمیشہ انتظام رہتا ہے مثلاً ہاتھ مین حرکت لکھنے کے لیے نہین پیدا کرتا جب تک کہ اوسمین قدرت
اور حیات اور ارادہ نہین پیدا کرتا اور ارادہ نہین پیدا کرتا جب تک کہ خواہش و رغبت نفس
نہین پیدا کرتا اور یہ رغبت جب تک خوب نہین اوٹھتی جب تک کہ مراد کا علم نہین پیدا کردیتا کہ
لکھنا نفس کے موافق ہے خواہ حال مین یا مآل مین اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہے تو اور سبب پیدا
کرتا ہے جنکا مآل حرکت و ارادہ اور علم پر آتا ہے غرض کہ علم اور خواہش طبع کے بعد اکا ارادہ
ہوتا ہے اور قدرت و ارادے کے بعد حرکت واقع ہوتی ہے اور ہر فعل مین اسطرح کی ترتیب ہے
اور یہ سب چیزین خدا کی پیدائش سے ہین لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کیواسطے شرط ہین اسی لیے
بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہے مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہے اور علم
بعد حیات کے اور حیات بعد جسم کے تو جسم کی پیدائش شرط ہے حدوث حیات کی نہ یہ کہ حیات
جسم مین سے پیدا ہوتی ہے اور حیات کی پیدائش شرط ہے علم کی پیدائش کی نہ یہ کہ علم حیات سے
نکلتا ہے بلکہ محل مین قبول استعداد جب ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو اسیطرح علم کی پیدائش شرط ہے
پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہے بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہے جو زندہ
اور عالم ہو غرض کہ ممکن کے سوا کوئی چیز وجود دنیاوی مین داخل نہین ہوتی اور امکان مین ایسی ترتیب ہے
جسمین تبدیل نہین ہوتی اسواسطے کہ اوسکی تبدیل محال ہے پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہے
اور اس شرط کے سبب سے محل مین لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہوجاتی ہے پھر وہ وصف خدا کی
عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت پانے کے بعد موجود ہوجاتا ہے اور چونکہ شرطون کے سبب سے
لیاقت مین ترتیب ہوتی ہے تو خدای تعالی کے کرنے سے ممکنات کے موجود ہونے مین بھی ترتیب
ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات و حوادث کے لیے محل ہے اور یہ حوادث قضای الہی مین جو

پل مارنے کے مانند ایک امر کی بابت ہے ترتیب کلی سے مرتب ہیں جن میں تبدیل نہیں ہوتی اور انکا
ظہور تفصیل وار متعلق بحکم و اندازہ الٰہی ہے کہ اوس سے تجاوز نہیں کرتے چنانچہ خداے تعالیٰ
قدر میں اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ اور قضاے کلی ازلی کو اس آیت میں ارشاد فرمایا وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَۃٌ
کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ اور بندے اس قضا و قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہیں اور منجملہ قدر کے پیدا
کرنا حرکت کا ہے کاتب کے ہاتھ میں بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اوسکے ہاتھ میں جسکو
قدرت کہتے ہیں اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور عزم کے اوسکے نفس میں جسکا نام قصد ہے اور
بعد پیدا کرنے واقفیت مرغوب چیز کے جو اوسکو ادراک ہے جیسا باطن ملکوت سے منارہ میں
باطن کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہیں جو زیر فرمان تقدیر مسخر ہے تو جو لوگ عالم ظاہری میں رہ کر
عالم غیب و اسرار سے محجوب ہیں یوں کہنے لگتے ہیں کہ اے شخص تونے حرکت کی اور تونے تیر پھینکا
اور تونے لکھا وغیرہ مگر سرادقات ملکوت اور پردہ ہای غیب سے ندا ہوتی ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اور یہاں اون لوگوں کی عقل حیران ہوتی ہے جو دائرہ
عالم ظاہری میں اسی باعث سے بعضے یوں کہتے ہیں کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعضے اس بات کے
قائل ہیں کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہے کچھ علاقہ تقدیر سے نہیں اور بعض متوسط اس بات پر
جھکے ہیں کہ بندے کے افعال کسب کے طور پر ہیں اور اگر ان لوگوں کے واسطے آسمان کے
دروازے کھول دیے جاویں اور عالم غیب و ملکوت انکو سوجھے تو جان لیں کہ ان میں ہر ایک
فرقہ من وجہ سچا ہے مگر قصور سب کو شامل ہے کہ اس امر کی کسیکو نہیں سوجھی اور نہ تمام بات
کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اوس روزن سے جو عالم غیب کی طرف
کھلا ہوا ہے نور کی چمک آوے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے اپنی غیب کی
بات پر کسیکو واقف نہیں کرتا سوا اوس رسول کے جسکو اوسنے پسند کیا ہو اور ظاہر ہے کہ اپنے بعض غیبوں کو
بھی مطلع کر دیتا ہے جو زمرۂ پسندیدگان میں داخل ہو اور جو شخص سلسلۂ اسباب و مسببات کو حرکت
دے اور اونکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے کی
مسبب الاسباب پر کس طرح سے ہے تو اوسپر راز تقدیر آشکارا ہو جاوے اور یقینا جان لے کہ سوا
خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہیں۔ اب چونکہ ہمارے بیان میں ایک طرح کا تناقض ظاہر میں
معلوم ہوتا ہے یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو من وجہ سچا بتایا اور پھر ہر ایک میں
قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور میں منافات ہے اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھاتے ہیں

اسکے لیے مثال سے سمجھاتے ہیں فرض کرو کہ چند اندھوں نے یہ سنا کہ فلان شہر میں ایک عجیب
جانور جسکا نام ہاتھی ہے آیا ہے اور اونھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اوسکو دیکھا اسلیے
اونھون نے آپس میں کہا کہ اوسکو پہچاننا اور ٹٹولکر دیکھ لینا ضرور ہے غرض اونمین سے چند اندھے تلاش
کرکے اوسکے پاس پہونچے اور اوسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اوسکے پانون پر پڑا اور
بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا جب وے پھر کر باقی
اندھون کے پاس آئے تو اونھون نے کیفیت ہاتھی کی اونسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جسنے
پانون ٹٹولا تھا اوسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردرے ستون کی مانند ہوتا ہے مگر اوس سے کچھ نرم
ہوتا ہے جسنے دانت کو چھوا تھا اوسنے یہ کہا کہ جیسا تم کہتے ہو ہاتھی ویسا نہیں بلکہ وہ سخت
چکنا ہوتا ہے نرمی اوسمین نام کو نہیں اور چکنا ہوتا ہے کھردرا نہیں اور ستون کی مانند نہیں جیسا نہیں بلکہ گول
جیسا ہوتا ہے جسنے کان ٹٹولا تھا اوسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردرا ہوتا ہے لیکن ستون یا دانت کی طرح
نہیں ہوتا موٹے چمڑے کیطرح پھیلا ہوا ہوتا ہے تو ہر ایک اور کچھ بھی نہیں یا ان سبکے جھوٹ لگا
سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے موجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہے اب اگر ان سبکے بیان کو
دیکھو تو سب وجہ صحیح ہے کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اوسنے بیان کیا اور سبنے ہاتھی کی پوری حقیقت
کو نہ کہا سبکے بیان میں قصور ہے کہ کنہ صورت کسیکو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہئے
اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہے اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ میں جا پہونچا ہے اور
اوسکے امواج کو جنبش دیتا ہے اور ہماری غرض اوسکے بیان سے نہیں لہذا مناسب ہے کہ جس
بیان کے درپے تھے اوسکو لکھیں یعنی توبہ واجب ہے اور اوسکے تینون اجزا یعنی علم اور ندامت اور
ترک سبھی واجب ہیں اور ندامت اسی جہت سے وجوب میں داخل ہے کہ یہ اون افعال الٰہی میں واقع ہے
جو بندے کے علم اور ارادے سے گھرے ہوئے ہیں یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہے
اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اوسکو شامل ہوتا ہے

تیسرا بیان اس بات میں کہ توبہ فوراً واجب ہے

توبہ کے فوراً واجب ہونے میں کسیطرح کا شک نہیں اسلیے کہ معاصی کو مہلک سمجھنا اصل ایمان میں
داخل ہے اور ایمان اوسیوقت واجب ہے اور اس واجب کا ادا کرنیوالا وہی ہوگا جو اس بات کو
ایسی طرح جانے کہ اوسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہیں ہے
انکا تعلق عمل کا نہیں ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہے اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ

اوس سے تغیب قلب پیدا ہوتا ہے بسبب ترک کے جسکی علت خالی نظر مین آوے گی اوس سے عمدہ برائی
بھی ہوگی اب بیان کرتا ہون کہ ضرر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ اوس سے ترغیب
گناہون کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہون کو نہ چھوڑیگا اوسمین جیسا ایمان کا نقص ہوگا اور یہی مراد ہے
اس حدیث شریف مین لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ اسمین ایمان سے یہ مراد ہے کہ زنا جو سبب
ناراضامندی خدا کا ہے اور اوس سے دور کرتا ہے اس بات کا ایمان زناکار مین نہین رہتا یہ غرض
نہین کہ اوس سے وہ ایمان جاتا رہا ہے جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہے مثلاً خدا کو جاننا اور اوسکی توحید
اور صفات اور کتب اور رسولون پر جو ایمان ہے وہ منافی زنا نہین ہے جو اس سے یہ ایمان زنا سے
نہ جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہے اسکو مت کھانا پس اگر وہ
شخص کھا گیا تو اوسکو یون کہینگے کہ طبیب کا معتقد نہین اس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ وہ شخص
طبیب کے وجود پر یا اوسکے معالج ہونے پر ایمان نہین رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ طبیب جو کہتا
ہے کہ یہ زہر مہلک ہے اس قول کو نہین مانتا کیونکہ اگر اوسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا
کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہے اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہین بلکہ اوسکی کچھ اوپر ستر قسمین ہین
جنمین کی اعلی قسم گواہی کلمہ طیب کی ہے اور ادنی قسم راہ مین سے ایذا کو دور کرنا ہے جیسے
کوئی یون کہے کہ انسان ایک ہی طرح کے موجود نہین بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہین اونمین سے
اعلی قسم قلب اور روح ہے اور ادنی قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے یا یون طور کہ مونچھین کتری ہوئی
ناخن کٹے ہوئے چرک و میل سے جلد صاف ہوتا کہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہوجاوے
جو چھوٹے ہوئے اور اپنے پاخانے مین آلودہ بری صورت کے بیٹھے ہین ناخن اور کھر بڑھے ہوتے
ہین اور یہ مثال بہت ٹھیک ہے کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہے اور اوسمین شہادت توحید اگر
نہو تو بالکل باطل ہوجاتا ہے جیسا انسان روح کے نہونے سے بیکار ہے اور جو شخص صرف شہادت
توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہے جیسا انسان مین روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤن آنکھ اور
دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اسطرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب المرگ
ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ رہگئی ہے اوسیطرح کی مدد اور قوت
اعضا سے اوسکو نہین پہونچتی وہ جلد پرواز کرجاتی اسیطرح جسکو صرف کلمہ طیب اور رسالت ہی
کی شہادت ہوگی اعمال مین قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہے کہ ذرا سی تند ہوا سے اوسکے
ایمان کا درخت جڑ سے اوکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنیکے وقت جو اہوال پیش آتے ہین

ترجمہ نہین زنا کرتا زنا کرنے والا جب بھی کرتا اور اس حال مین کہ وہ مومن ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ

اشتعال

یعنی گناہ کرتا ہے او سپر بطریق اولی واجب ہے کہ اوس سے رجوع کرے اور اوسکا تدارک
جب تک کہ اوس سے بن سکے یعنی ایام حیات تک عمل مین لاوے اسلیے کہ اس بات سے یہ خوف ہے
کہ کہین آخرت نہ جاتی رہے حالانکہ وہ ایک شی باقی ہے اور اوسمین دولت پایدار اور سلطنت
ناز و نعیم ہے اور اوسکے نہ ملنے مین آگ دوزخ کی اور عذاب جحیم لیتے دونون بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی
زندگی کے ایام کو اوس سے کچھ بھی نسبت نہین اسلیے کہ اوسکی مدت کی انتہا ہی نہین جب حال یہ
تو گنہگار کو چاہیے کہ توبہ کیطرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہونکا زہر ایمانکی روح پر
تاثیر کر جاوے اور پھر طبیبون کے ہاتھ سے اوسکا علاج نکل جاوے اور اوسکے بعد کوئی پرہیز اثر
کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کارون مین لکھا جاوے اور اس آیت کا مصداق
ہے إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھاجاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہین کیونکہ
یہ تو بیان کردیا گیا کہ ایمان کچھ اوپر ستر طرح پر ہے اور یہ کہ زانی حالت ایمان مین زنا نہین کرتا اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا جو شاخ اور فرع کے مثل ہے وہ خاتمہ کے وقت
اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہون باوجودیکہ اعضا فرع روح
ہین مگر اونکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل بدون
شاخون کے قائم نہین رہتی اور بدون اصل کے شاخون کا وجود بھی نہین ہوتا اور اصل اور فرع مین
سوای ایک فرق کے اور کچھ فرق نہین وہ یہ ہے کہ وجود اور بقای فرع دونون وجود اصل کو
چاہتے ہین مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہین لیکن بقای اصل کے واسطے فرع کا ہونا ضرور ہے
اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ آپس مین لازم ملزوم ہین
ایسا نہین کہ ایک دوسرے کی حاجت نہو اگرچہ علوم مکاشفہ رتبہ اصل کا رکھتے ہین اور علوم معاملہ
بجای فرع کے ہین اور علوم معاملہ اگر آدمی کو عمل پر آمادہ نکرین تو اونکا نہ ہونا ہی
اچھا ہے اسلیے کہ جو تاثیر اونسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان ہونگے اور حجت ہونگے
اور اسی بنا پر اگر عالم شخص مجرم کرے تو اوسکا عذاب بنسبت جاہل کے بہت زیادہ ہوگا [illegible]
اس باب مین جو اخبار وارد ہین وہ ہم باب العلم مین لکھ چکے ہین

چوتھا بیان اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین تمام ہے کوئی [illegible]

قطعاً عاصی ہوئین جاننا چاہیے کہ عموم وجوب توبہ اس آیت سے ثابت ہے جسمین کہ خطاب عام ہے
وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی سمجھ مین آتا ہے اسواسطے
کہ توبہ کے معنی یہ ہین کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اوس سے رجوع کرنا
چاہیے اور یہ رجوع شخص عاقل ہی سے ہوسکتا ہے اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہے جب
شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے کے لیے شیطان کے وسیلے ہین
اونکی اصل کامل ہو چکتی ہے کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہے اور بنا اوسکی
عقل سن بلوغ ہی پر پہونچنے سے پوری ہوجاتی ہے اور اوسکا آغاز سات برس کی عمر سے
ظاہر ہونے لگتا ہے لیکن شہوت اور غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہین اور یہ سب لشکر شیطان ہے
اور عقل لشکر ملائکہ ہے جب دونون اکٹھے ہوتے ہین تو انمین باہم لڑائی قائم ہوتی ہے کیونکہ
دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور
نور و تاریکی جمع نہین ہوتے پس جو انمین سے غالب ہوجاتا ہے وہ دوسرے کی بیخ کنی کردیتا ہے
اور چونکہ شہوت صغر سن ہی مین کامل ہوجاتی ہے تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی بچھ جاتا ہے
اسی لیے دل کو عادۃً مقتضیات شہوت سے انس و الفت غالب ہوجاتی ہے اور اوسنے نکلنا دشوار
ہوتا ہے پھر جب نور عقل ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالی کے گروہ و جماعت مین سے ہے اور اوسکے
اولیا کو اوسکے دشمنون سے بتدریج بچاتی ہے پس اگر اوس مین قوت و کمال نہوا تو سلطنت شیطان کی
باقی رہا اور اوسنے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید مین مذکور ہے لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا اور اگر
عقل کامل اور قوی ہوے تو اول کام اوسکا یہ ہوتا ہے کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع کرتی ہے
اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہے اور عادات کو چھوڑاتی ہے طبیعت کو زبردستی عبادات پر لاتی ہے
اور یہی غرض توبہ سے ہے یعنی توبہ مین جو رجوع پایا جاتا ہے وہ یہان بھی متحقق ہوا کہ جس راہ کا
رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہے اوس راستہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی راہ پر لا ڈالا اور چونکہ
یہ امر ہر انسان مین ضروری ہے کہ اوسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہے یعنی لشکر شیطان کا تسلط
ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے پہنچ جاتا ہے تو جو کام شہوات کی موافقت سے اوسنے کیا
سبکی ہین اونسے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق مین ضروری ہے خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے
یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو مخصوص تھی بلکہ یہ تو حکم ازلی ہے
جو جنس انسان پر لکھدیا گیا ہے اوسکے خلاف ہونا ممکن نہین جب تک کہ سلسلہ عادت الہی کا

اسطرح جاری ہے اور اب تو تم نہین کہ بدلے غور منکو جو شخص بالغ ہوا اگر وہ کفر و جہالت پر ہے
تو ان باتون سے توبہ اوسپر واجب ہے اور اگر ماں باپ کی تبعیت سے مسلمان ہے مگر حقیقت
اسلام سے غافل اور نادان تو اوسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہے اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے
اسلیے کہ اسکے ماں باپ کا اسلام اسکو کچھ فائدہ نکریگا جب تک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے
کے بعد اپنی عادات سے اور شہوات کے لیے بلا وجہ مطلق العنان ہونے کی الفت سے رجوع کرنا
لازم ہے یعنی رعایت اللہ تعالی کے حدود کی ہر ایک حال مین خواہ دینا ہو یا روکنا اور کرنا ہو یا
باز رہنا ہو خواہ اوسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حدود سے باہر پڑے اور یہ قسم توبہ کی
سب اقسام سے دشوار تر ہے اسمین اکثر لوگ عاجز ہو کر بیٹھ رہے ہین غرض یہ سب اقسام رجوع اور
توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے حق مین فرض عین ہے ایسا کوئی شخص
خیال مین نہین آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہو جسطرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا
نہوے اسطرح اونکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین - اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور
ہرحال مین یہ ہے کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے خالی نہین اسلیے کہ اوس سے انبیا تک خالی نہین
جیسا کہ قرآن و حدیث مین انبیا کی خطا اور اونکی توبہ اور خطاؤن پر رونے کا ذکر موجود ہے اور
اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نہ بچیگا
اور اگر دل مین کسی قصد نہوگا تو وسوسہ شیطان سے نہ بچیگا کہ وہ خیالات پریشان دل مین ڈالتا
رہتا ہے جنسے یاد الہی سے غفلت ہوتی ہے اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا تو اس بات سے
نہ بچیگا کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت مین غفلت و قصور ہو اور یہ سب باتین
نقصان کی ہین اور ہر نقصان کا کوئی سبب ہے اوس سبب کو چھوڑنا اور اوسکی ضد اختیار کرنا
اوس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہے اور یہی غرض توبہ سے ہے اور آدمی کے حق مین
تصور نہین ہو سکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین
اصل نقصان کچھ نہ کچھ ہر ایک مین موجود ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلة سبعین مرة اور جبکہ
خدای تعالی نے اونکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر
پس جب آپ کا یہ حال ہو تو دوسرون کا کیا حال ہوگا یہان اگر یہ اعتراض ہو کہ یہ کیفیت جو خطرات و خیالات
طاری ہوتے ہین یہ ایک نقصان کی بات ہے اور کمال یہی ہے کہ قلب ان سے خالی رہے

اسطرح

اسیطرح کہ جلال الٰہی کی معرفت میں قصور ہونا نقصان ہے مگر جسقدر معرفت زیادہ ہو اوسیقدر
کمال ہے ایسا ہی ہر ایک اسباب نقصان سے کمال کیطرف ترقی کرنی ظاہر ہے کہ رجوع کہلاویگی
اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہسکتے ہیں اور مطابق مذکورہ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہیے حالانکہ یہ
چیزیں فضائل ہیں واجبات میں فرض نہیں کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہیں تو پھر ان امور سے ہر حالمیں
توبہ واجب ہونے کے کیا معنی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتدا سے
پیدایش میں اتباع شہوات سے ہرگز نہیں بچا اور اوس سے توبہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ اتباع
شہوات صرف آیندہ کو چھوڑ دے بلکہ کمال توبہ یہ ہے کہ زمانہ ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی
جو کوئی شہوت کا اتباع کرتا ہے اوس سے دل پر ایک تاریکی آجاتی ہے جیسے آئینہ پر مونہہ کی بھاپ
تیرگی آتی ہے پس اگر یہ اتباع شہوات پے در پے ہوتا ہے تو سیاہی دل میں پختہ زنگ ہوجاتی ہے کہ
جیسے مونہہ کی بھاپ اگر برابر آئینہ پر پڑتی رہے تو زنگ لگ جاتا ہے اور شہوات سے زنگ لگنا
دل پر قرآن مجید میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کلا بل ران علیٰ قلوبہم ما کانوا یکسبون
اور زنگ اگر بہت ہوگا تو پھر دل پر مہر ہوجاتی ہے جیسے آئینہ پر زنگ بہت دنوں چھوڑ دیے
جانے سے مہر ہو جاتا ہے اور اوسکو بگاڑ دیتا ہے کہ پھر قابل صیقل اور جلا نہیں رہتا ایسا ہی معلوم
ہوتا ہے کہ دل اوسکا بنا ہوا ہے تو جسطرح کہ آئینہ کی صفائی کے واسطے یہ کافی نہیں کہ آیندہ
آگے کو بھاپ اور سیاہی نہ ڈالیں بلکہ پہلے بھاپ اور زنگ کا مٹانا اوسمیں صورت نظر آنیکے لیے
ضرور ہے اسیطرح جلای دل کے لیے بھی اسیقدر کافی نہیں کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑ دے
بلکہ ضرور ہے کہ جو تاریکی پہلے گناہوں کی دل پر آگئی ہے اوسکو بھی مٹا دے اور جسطرح کہ دلپر
گناہ کے باعث تاریکی آتی ہے اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے
وہ تاریکی دور ہوتی ہے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا
اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ہر حال میں اپنے دل سے آثار گناہوں کے مٹانے کی حاجت ہے
کہ نیکیاں کرکے اونکو دور کرے کیونکہ نیکیوں کے آثار گناہوں کے آثار کی ضد ہیں اول ہوسکنگے تو
پچھلے جاتے رہینگے یہ اوس دل کا حال ہے جسمیں اول صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے
تاریک ہو جاوے لیکن دل ہی اول جلا کرنا ہو سخت چاہتا ہے جیسے آئینے پر سے زنگ اوٹھانا
... کا کام نہیں الا اول ہی اول اوسکا آئینہ بنانا ہو سکے بڑا اور محنت چاہتا ہے غرض کہ یہ اشغال طول
طویل ہیں کبھی آدمی ان سے علیحدہ نہیں ہوتے اور انہی کا نام توبہ ہے پس اسمیں ایک حق چاہیے کی

حدیث: بدی کے پیچھے بھلائی کر بھلائی اوسکو مٹا دیگی ۱۲ ترمذی روایت ابوذر باتفاق روایت ... [illegible]

معلوم ہوئی کہ ہر حال میں آدمی توبہ کا محتاج ہے اب دوسری شق کو لکھتے ہیں کہ ہر حال میں فوری توبہ
کے کیا معنی ہیں تو جاننا چاہیئے کہ واجب کے دو معنی ہیں ایک واجب تو وہ ہے جو شرع کے حکم فتوے
سے مشہور ہے اور اوسمیں سب لوگ شریک ہیں اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ اگر تمام خلق اوسکو ادا کرے
تو عالم خراب نہو مثلاً نماز و روزہ وغیرہ اور یہ احتمال کمال اس قسم کے واجب میں اصلاً نہیں ہوسکتے کیونکہ
اگر بالفرض سب لوگوں پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنے کا ڈرین تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو
ترک کر دینگے اور پھر سرے سے تقویٰ ہی نرہیگا کیونکہ جب معیشت کیجانب نظر رہیگی تو تقویٰ کیونکر
رہسکیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت نہ پاویگا اور ہر ایک اپنے بیشہ کا کسب میں
مصروف رہیگا غرض کہ شرع میں واجب وہ مقرر ہے کہ سب لوگ اگر اوسکو کرنے لگیں تو نظام
عالم میں خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہے کہ مقام محمود تک پہنچنے میں اور قرب رب العالمین کے حاصل ہونے
کے لیے ضروری ہو اور جن چیزون سے ہمنے توبہ کرنے کو لکھا ہے وہ سب اسی دوسری قسم کے
لیے واجب ہیں اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیئے جیسا کہتے ہیں کہ نماز نفل میں طہارت واجب ہے
اسکے یہ معنی ہیں کہ جو نفل پڑھنی چاہیئے اوسکے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ بدون اوسکے اوس
نفل کا ثواب نہیں مگر جو شخص کہ نماز نفل ہی سے محروم ہے اور اس عبادت سے بہرہ اندوز ہونا نہ چاہے
تو نفل کی جہت سے طہارت واجب نہیں یا اسطرح کہتے ہیں کہ آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤن انسان کے
وجود میں شرط اور ضروری ہیں یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اوسکے واسطے یہ اعضا ضروری
ضرور ہیں کہ اپنی انسانیت سے متمتع ہو اور عضا کی بدولت دنیا میں حیات عالیہ کو پہونچ سکے پھر اگر
کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہوکر گوشت کے لوتھڑے یا کپڑے کے پتلے کیطرح پڑا رہنا
منظور کرے تو ایسی زندگی کے واسطے یہ اعضا ضروری نہیں پس اول واجبات جو سب لوگوں پر فرض
ہیں اونسے صرف نجات ملجاتی ہے اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے اتنا ہی کرنا چاہیئے اور
نجات محض کے سوا جو اور سعادات ہیں اونکو ایسے اعضا سے تعبیر کرنا چاہیئے کہ زندگی کی آرائش
نجات کی اونھیں سے ہے اور اونھیں کیواسطے انبیا اور اولیا اور علما و اکابر سعی کرتے رہے اور
اونھیں کے حصول کے لیے لذائذ دنیاوی کو یک لخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
ایکبار لیٹنے کیوقت اپنے سر کے نیچے پتھر رکھ لیا تھا آپکے پاس شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ آپنے تو دنیا ترک کی تھی آپنے فرمایا کہ پھر تونے کیا دیکھا جو ایسا کہتا ہے کہ دنیا ہوا اوسنے عرض کیا
کہ پتھر کو تکیہ بنانا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیوں نہیں رکھتے آپنے پتھر سر کے نیچے سے نکالکر

پھینک

پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپ کا پتھر کو پھینکدینا اوس لذت سے توبہ کرنا تھا اب ہم پوچھتے
ہیں کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شریعت میں واجب نہیں اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مخطط کو نماز میں مخل پاکر اوتار ڈالا اور تسمہ کے نئے تسمے کو بسبب
شغل جانبکے پرانا تسمہ پھر ڈال لیا پھر کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں اوس شریعت میں جو آپنے عام
لوگوں پر مقرر کی ہیں واجب نہیں اور اگر معلوم تھا تو اونسے رجوع کیون کیا اس سے معلوم ہوا کہ
نزاکتی جہت سے واقف ہوا کہ آپنے ان باتوں کو اپنے دل میں ایسا موثر پایا کہ اونکی تاثیر مقام محمود
سے جو قابل پہونچنے کی مانع تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بسبب دودھ پینے کے جو معلوم کیا کہ وہ
ناجائز سے آیا تھا حلق میں ہاتھ ڈالکر اوگلدیا اور کوشش کی کہ اوسکے ساتھ قریب تھا کہ روح نکل جاے کیا اونکو
فقہ کا یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھولکر پی لینے میں گناہ نہیں ہے اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہیں پھر اوس
پینے سے کیون رجوع کیا اور حتی الامکان معدے کو اوس سے خالی کرنا کیون چاہا اوسکا سبب یہی تھا
کہ اونکے دل میں یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور ہے اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز اس خطرے کو بجز
صدیقوں کے اور کوئی نہیں جانتا اس لئے ان لوگوں کے حالات میں تامل کرنا چاہیے جو سب لوگوں سے
زیادہ خداے تعالی کو اور راہ خدا اور عذاب خدا اور فریب خدا کو جانتے تھے اور ان احوال
سے بچکر زندگانی دنیا کے مغالطے سے تو ایک فریب سمجھنا چاہیے اور خداے تعالی پر مغالطہ کھانے
سے بار بار ڈرنا ہوگا یہ وہ اسرار ہیں کہ اگر کسی شخص کے دماغ میں انکی بو پہونچ جاتی ہے اوسکو معلوم ہوجاتا
ہے کہ راہ خدا کے واسطے ہر شخص پر توبہ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اوسکو ملے اور توبہ بھی
فورا بدون مہلت کرے سچ فرمایا ہے ابوسلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیہ ایام حیات میں
صرف اسوجہ سے رویا کرے کہ زمانہ ماضی بدون طاعت ضائع ہوگیا تب بھی شایان ہے کہ اوسکو
رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیہ عمر میں بھی جہل کے باعث انہیں باتوں کے مرتکب ہوں جنکے زمانہ
گذشتہ میں ہوے تھے اونکا کیا حال ہوگا - اور یہ انھوں نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کے
ملک میں کوئی عمدہ جوہر آجاتا ہے اور بیفائدہ ضائع ہوجاتا ہے تو اوسپر ضرور ہی روتا ہے اور اگر
اوسکے جانے کے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور
کرو تو ہر ایک ساعت عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہے کہ اوسکا کچھہ عوض اور بدل نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سعادت ابدی پر پہونچا دے اور شقاوت
دائمی سے بچالے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت میں

ایجاد کرے تو ظاہر ہے کہ بڑا ہی خسارہ ہے اور اگر اوسکو معصیت الٰہی میں ضائع کرے تو سراسر
اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روئے تو جہالت ہے اور جہالت کی مصیبت
سب مصیبتوں سے بڑھکر ہے کیونکہ مصیبت جہل مصیبت والے کو معلوم نہیں ہوتی کیونکہ خواب غفلت
اوسمیں اور اوسکی معرفت میں حائل ہوتی ہے اور افسوس کہ سب آدمی اس دنیا میں سرشار ہیں
جب موت آویگی تب جاگینگے اوسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی اور مصیبت والے کو
اپنی مصیبت کی مگر اوسوقت تدارک کہاں میسر ہو سکتا ہے بجز اوسکے حسرت و ناامیدی کے
اور کچھ ہاتھ میں نہوگا بعض عارفین فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر
ظاہر ہو کر بتلاتے ہیں کہ تیری زندگی کی ایک ساعت ہی رہی ہے اور مہلت ایک لحظہ کی بھی تاخیر نہ ہوگی تو بندہ
کو اسقدر حسرت و ندامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اوسکے پاس تمام دنیا ہو تو اوسکو دینا منظور
قبول کرے بشرطیکہ عمر میں ایک ساعت کا اضافہ ہو جاوے جسمیں تدارک اپنی تقصیر کا کرلے
مگر اوسوقت مہلت کہاں اور آیت وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ سے اول یہی معنی مراد لیے گئے ہیں
اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي
إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا اجل قریب سے مراد یہ ہے
کہ جب بندہ پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دو
کہ اوسمیں اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کروں اور اپنے نفس کو اچھا توشہ
دے لوں ملک الموت جواب دیتا ہے کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کیے اور تجھکو دنیا میں زمانہ
مل چکا ہے پھر کہتا ہے کہ اچھا ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہے بہت سی ساعتیں بیکار
گذر چکیں اب ساعت کی بھی مہلت نہیں ملیگی اسکے بعد اوسپر دروازہ توبہ کا بند کر دیا جاتا ہے اور جان حلق تک
آجاتی ہے سانس سینے میں پھنسنے لگتا ہے اور تدارک کے فوت ہونے سے ناامیدی اور حسرت و ندامت کو
گھونٹ پیتا ہے کہ میں نے ناحق عمر کھوئی ان دہشتوں کے صدمات میں اصل ایمان میں اضطراب
واقع ہوتا ہے پس جب جان نکلنے لگتی ہے تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر میں اچھا لکھ رکھا ہے
تو روح توحید پر نکلتی ہے اسیکا نام حسن خاتمہ ہے اور اگر معاذ اللہ سابقہ ازلی میں شقاوت کا
قلم اسکے نام جاری ہے تو شک اور اضطراب پر روح پرواز کرتی ہے اور یہ خاتمہ بد ہوا اسی کی
شان میں ارشاد الٰہی ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ اور یہ ارشاد ہوا إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ [illegible]

کہ زمانہ توبہ کا گناہ کے بعد متصل ہوتی ہے اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اوس پر ندامت کرے اور اوسکے
متصل ہی عمل نیک بجا لاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گذرنے سے دل پر اوس گناہ کا زنگ اثر
کر جاوے اور پھر قابل چھٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اور یہی باعث ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ مین
تاخیر مت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہے جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہین کرتا اور آج کل پر ٹالتا
رہتا ہے وہ دو بڑے خطرون مین مبتلا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ گناہون کی تاریکی اگر پے در پے دل پر آویگی
تو زنگ اور مہر ہوکر پھر قابل محو کرنے کے نہوگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصہ مین مرض یا موت کے پنجہ مین
اسیر ہو جاویگا تو مہلت تدارک کی نملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ
صِیَاحِ اَہْلِ النَّارِ مِنَ التَّسْوِیْفِ اور جو شخص ہلاک ہوے وہ ٹالنے ہی کے سبب ہوے غرضکہ دل کا سیاہ ہونا تو
سر دست اور نقد اوسکو موجود ہے اور طاعت سے اوسکی جلا کرلی اور دیا ہے یہان تک کہ
موت آوے اور خدا کے پاس گندگی دل لیکر جا پہنچے حالانکہ نجات اوسی شخص کو ہوگی جسکے دل مین
زنگ نہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خدا تعالی کی امانت ہے اور زندگی بھی اور اوسکی اثنا
اسیطرح سب بالا بیات امانت خداوندی ہین پس جو شخص امانت مین خیانت کریگا اور اس خیانت کا
تدارک نکریگا تو اوسکا انجام خطرناک ہے بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو
دو بھید بطریق الہام سنادیتا ہے ایک تو یہ کہ جب بچہ پیٹ سے نکلتا ہے تو اوس سے ارشاد
فرماتا ہے کہ اے بندے تجکو مین نے دنیا مین پاک و صاف بھیجا ہے اور تیری عمر تیرے پاس
امانت رکھی ہے اور تجکو اوسکا امین مقرر کیا اب مین دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور
مجھسے کس حال مین ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے
بندے جو امانت مین نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اوسمین کیا کیا اگر اوسکی اب تک حفاظت کی
اور عہد پر جما رہا ہے تو مین بھی اپنا قول پورا کرون اگر اوسکو ضائع کردیا تو مین مطالبہ اور عتاب کرون
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اَوْفُوْا الْعَهْدَ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ اور اس آیت مین وَالَّذِيْنَ
هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ

پانچوان بیان اس باب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین تو وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہی
جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول کے معنی سمجھ لے تو پھر اس بات مین شک نرہے کہ ہر ایک توبہ صحیح
مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہین اور انوار قرآنی سے فیضیاب ہین جانتے ہین

اور قلب سلیم یعنی جس میں مرض نہو وہ حضرت اللہ تعالی کے نزدیک مقبول ہوتا ہے اور آخرت میں اوسیکو
قرب میں مزہ اوڑاویگا اور دیدار الٰہی کو اپنی چشم غیر فانی سے دیکھنے کی لیاقت اوسی میں ہے اور نیز اہل
لوگون کو معلوم ہے کہ باعتبار اصل فطرت کے دل بے روگ پیدا ہوتا ہے اور اوسکی سلامتی صرف
گناہون کی تاریکی اور غبار کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہے اور اونکو یہی معلوم ہے کہ
آتش ندامت اوس کدورت کو جلا دیتی ہے اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو دور کر دیتا ہے
اور اوس نور کے سامنے تاریکی معاصی کی کچھ تاب نہیں جیسے کہ رات کا اندھیرا دن کے اوجالے کے
سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہیں
رہتی اور جسطرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہیں کرتا اسیطرح بادشاہ حقیقی بھی قلب
کدورت آگین کو اپنے قرب میں رہنے کے لیے نہیں پسند کرتا اور جسطرح کہ ادنی کامون میں کپڑے کا
استعمال کرنے سے میل وسیرہ جلد آجاتا ہے اور پھر گرم پانی اور صابون سے دھونے سے صاف
ہو جاتا ہے اسیطرح دل کا استعمال اگر شہوات میں کیا جاتا ہے تو اوسپر میل آجاتا ہے اور حرارت ندامت
اور آب سرشک سے طاہر ونظیف ہو جاتا ہے اور جو دل کہ پاک وصاف ہو وہ مقبول ہوتا ہے
جیسے صاف وشستہ کپڑا مقبول ہوا کرتا ہے تو اب آدمی پر صرف دل کا پاک وصاف اور
لائق قبول رکھنا چاہیے تا کہ بموجب حکم ازلی مقبول ہو جاوے اسی قبول کا نام فلاح ہے جو اس
آیت میں مذکور ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور جو شخص سرسری تحقیق اونکے دیکھنے سے بھی
زیادہ اس بات کو نہیں جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا
کرتی ہے کہ ایک کو اگر مجازاً اندھیرا کہیں جیسے جہالت کو کہا کرتے ہیں تو دوسرے کو لفظ
نور سے تعبیر کرینگے جیسے علم کو کہا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت میں مناسبت اتفاق
ہرگز نہیں ہو سکتے تو ایسا شخص ناواقف دین سے گویا صرف پوست پر قانع ہے اور فقط نام
دین کا سن لیا ہے حقیقت دین سے دل پر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس
کی حقیقت اور اوسکی صفات سے بھی جاہل ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نجانے وہ
دوسرے کو بطریق اولی نجانیگا کیونکہ قلب ہے دوسری چیز کو پہچانتا ہے پس جو اپنے قلب ہی کو
نجانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہے کہ توبہ درست صحیح نہیں ہوتی کہ دل شفاف نہیں ہوتا
وہ ایسا ہے جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہیں جاتا یا صابون سے
کپڑا دھونے سے میل نہیں جاتا ہاں اگر میل کی تہ کپڑے کے جگر میں گھس جاوے تو

تو پھر جماؤں سے اوسکو دور نہیں کر سکتے اسیطرح اگر گناہوں کے پے در پے ہونے سے دل
زنگ آلود ہو جاویگا تو ایسا دل رجوع کرتا ہے نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتا ہے
اور یہ کیا ہو سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا دھوبی زبان سے کہے کہ میں نے کپڑا دھویا اوسکے
صرف کہنے سے کپڑا صاف ہو جاویگا جب تک کپڑے میں جو میل ہے اوسکے چھڑانے کی
تدبیر استعمال میں نہ لاویگا مگر یہ حال اہل توبہ سے باز رہنے والے کا ہے اور کچھ ویسا بھی نہیں بلکہ
اکثر خلق پر چونکہ دنیا پر گرے ہوئے ہیں اور خدای تعالی سے بالکل پھرے ہوئے یہی حالت
غالب ہے اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور
حدیث کی دلیل نہیں ہوتی اوسکا چنداں اعتماد نہیں ہوتا اس لئے ہم یہاں مذکورہ آیات و اخبار و آثار
سے تقویت دیتے ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
اور فرمایا غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ اور سوا اسکے بہت سی آیات قبول توبہ میں وارد ہیں اور
حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدای تعالی بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہے تو یہ حدیث قبول پر بڑھ کر زیادتی سے
دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص رات میں صبح تک گناہ کرے اور جو
دن میں رات تک گناہ کرے ایسے گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے کیواسطے خدای تعالی اپنا ہاتھ
پھیلایا کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے گناہ کی
توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہے اور طالب شئے کا قبول کرنے والے سے بڑھکر ہے کیونکہ بعض قبول
کرنے والے طالب نہیں ہوتے مگر طالب کو قبول کرنیوالا ہونا لازم ہے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے
لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتَّى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ اور فرمایا کہ بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اور اوسکے سبب
جنت میں داخل ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات کسطرح ہے آپ نے فرمایا کہ گناہ سے تائب
ہوکر اوس سے گریز کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور فرمایا کَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ
اور فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی آپ نے
فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر عرض کیا یا رسول اللہ جب میں گناہ کرتا تھا
تو جبکہ خدای تعالی دیکھتا تھا یا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں دیکھتا تھا یہ سنتے ہی حبشی نے ایک
نعرہ مارا کہ اوسکے ساتھ اوسکی روح پرواز کر گئی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جب شیطان کو

اپنی درگاہ عزت سے نکالدیا تو وہ خواستگار مہلت ہوا اوسکو قیامت تک کی مہلت ملی پھر اوسنے
عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جب تک آدمی کے بدن مین جان ہوگی جب تک مین اونکے
دل سے نہین نکلونگا ارشاد ہوا کہ مجھکو بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ جب تک اونمین جان رہیگی
تب تک اونکی توبہ منظور کرونگا اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
كَمَا يُذْهِبُ الْمَاءُ الْوَسَخَ اسیطرح اخبار بیشمار قبول توبہ مین وارد ہین - اور آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت سعید
بن المسیب رض فرماتے ہین کہ شان نزول اس آیت کی فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ
کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث قدسی کو روایت
کرتے ہین کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ گناہگارونکو مژدہ سنادو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو مین قبول
کرونگا اور صدیقین کو ڈرادو کہ اگر اونپر مین اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے حق اتنے بڑے ہین کہ بندہ ان سے ادا نہین ہو سکتے لیکن صبح کو توبہ
کرتے ہین شام کو توبہ کرتے ہین اسوجہ سے امید عفو ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین
کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اوسکو یاد کرکے دل مین خائف ہو تو وہ قصور اوسکے نامۂ اعمال سے
محو ہوجاتا ہے اور روایت ہے کہ انبیای بنی اسرائیل مین سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا
اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تونے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا اونھون نے
عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہے اور مین مین ہون قسم ہے تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچاویگا تو مجھسے
دوبارہ قصور بیشک ہوگا اللہ تعالی نے اونکو دوبارہ قصور کرنے سے محفوظ کردیا اور بعض اکابر کا
قول ہے کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور ہمیشہ نادم رہتا ہے یہانتک کہ جنت مین
داخل ہوتا ہے اوسوقت شیطان کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو مین اسکو گناہ مین مبتلا نہ کرتا اور حبیب
بن ثابت رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر اوسکے گناہ پیش کیے جاوینگے جب اوسکے
سامنے آوینگے تو کہیگا کہ مین انہی سے ڈرا کرتا تھا اور وہ قصور اسی سے معاف ہوجاویگا اور روایت ہے
کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رض سے سوال کیا کہ مین نے ایک گناہ کیا ہے میری توبہ بھی قبول
ہوگی کہ نہین آپنے اوسکی طرف سے مونہہ پھیر لیا پھر متوجہ ہوکر با چشم تر اوس سے فرمانے لگے
کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین سب کھلتے ہین اور بند ہوتے ہین مگر دروازہ توبہ پر ایک فرشتہ متعین
وہ بند نہین ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کیے جا اور نا امید نہ رہا کر

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ	این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور عبد الرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہے کہ ایکبار اونکی مجلس میں ذکر توبہ کا فرکا اور اس آیت کا
قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ہوا او نھون نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال اوس سے
زیادہ اچھا ہوا اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد
پھر اسلام لانا اور حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ میں تمسے جو حدیث کہتا ہوں وہ
یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہوں یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے
کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ ندامت کرتا ہے تو پلک مارنے سے بھی جلدتر وہ گناہ اوس سے
دور ہوجاتا ہے اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ توبہ کرنیوالوں کے پاس بیٹھو اسواسطے کہ اونکے
دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ خدا تعالی
میری مغفرت کب کریگا لوگوں نے پوچھا کہ کب کریگا اونھوں نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کریگا
اور بعضوں کا قول ہے کہ اگر میں توبہ سے محروم رہوں تو زیادہ خوف کرتا ہوں بہ نسبت اسکے
کہ مغفرت سے محروم رہوں اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت بھی ہوجاویگی
اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جسنے خدا تعالی کی عبادت بیس برس کی کی
پھر اوسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینہ میں جو دیکھا تو داڑھی میں سفیدی نظر آئی اور برا
معلوم ہوا جناب الہی میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری طاعت کی اور بیس برس تک
نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو تو قبول فرماویگا اوسکو ایک
آواز سنی کہ کہنے والا نظر نہ آیا مطلب اسکا یہ تھا کہ تونے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھے دوست
رکھا اور جب تونے ہمکو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھکو چھوڑ دیا اور تونے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی اب
اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے کچھ
بندے ایسے ہیں جنھوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور اونکو توبہ کا
پانی دیتے ہے یہانتک کہ ندامت اور حزن کا پھل اوپر لگا پس بن جنون کے دیوانہ ہوگئے
اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا و رسول کے
عارف وہی ہیں پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر اونکے
دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہائے جبروت کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے
اور ندامت کے چھپر کے سایہ میں بیٹھکر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
اونکے نفسوں پر خوف چھا گیا یہانتک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک کیا

دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتی کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی
اور انکی روحین جنت کی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریای حیات مین جو کھیے اونہ
نا امیدی وواویلا کے خندقون کو پایا اور بیہوای نفسانی کے پلون کو پار اوترے تو میدان علم مین
جا پہونچے اور چشمہ حکمت سے سیراب ہوے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان
چڑھایا اور بحر سلامتی مین لنگر ڈالا کہ ساحل رحمت اور مغفرت پر پہونچ گئے اسقدر بیان
کافی ہے اسباب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو وہ بات ہے
جو معتزلہ کہتے ہین کہ خداے تعالی پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہم
جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اسطرحکا وجوب ہے جیسا کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون
سے دھویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پیوے تو پیاس کا جانا واجب ہے یا پانی اگر
مدت تک کسی سے روک لیا جاوے تو پیاس لگنی واجب ہے اور اگر ہمیشہ پیاسا رہے تو مر جانا
واجب ہے غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین معتزلہ کی مراد کے موافق ان باتون مین سے کسی چیز
ایسا وجوب نہین جیسا وہ خداے تعالی پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہی ہے کہ اللہ تعالی نے
طاعت کو کفارہ گناہ بنایا ہے اور نیکی کو مٹانے والی بدی کی پیدا کیا ہے جیسا کہ پانی کو پیاس
بجھانے کے لیے بنایا ہے اور اوسکی قدرت سے اسکے خلاف کی بھی گنجایش ہے بشرطیکہ
اوسکی مشیت سابقہ ازلی مین بھی ایسی ہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین الا جس چیز پر اوسکا
ارادہ ازل مین ہو چکا ہے اوسکا ہونا بیشک واجب ہے ہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ توبہ
کرنے والون مین سے ہر ایک کو قبول توبہ مین شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین
شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ وہ شک اسکی یہ ہے کہ
شرائط صحت توبہ کے لیے ضروری ہین اونکے وجود مین شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور
شرائط دقیق جنکا بیان عنقریب آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور شرطین اکثر موہوم ہوتی
ہین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہے جیسا کہ جلاب پینے والا دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہے
کہ آوینگے یا نہین اوسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہے کہ شرائط اسہال کے باعتبار حال اور حکم
پاسے گئے یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اوسکے جوش دینے کی پانی ٹھیک تھی یا نہین اور اسہال کی قوت
دوا مین سب اچھی ہین یا نہین اسیطرح کی باتین توبہ مین بھی ہین کہ خوف دلاتی ہین اور قبول
ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اوسکی شرطون مین آگے مذکور ہوگا

فصل دوم اوس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ و کبیرہ ہین

واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑنے کے ہین اور کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اوسکو
جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ کے درجے کو پہونچتے ہین وہ بھی واجب ہے
اس سے معلوم ہوا کہ گناہون کا پہچاننا واجب ہے۔ گناہ اوس چیز کو کہتے ہین جو کسی کام کے کرنے
یا نہ کرنے مین مخالفت امر الٰہی کی پائی جاوے اور اوسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الٰہی کو
ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے حالانکہ ہماری غرض یہ نہین ہے اسی لیے بطریق اجمال

گناہ کے اقسام اور روابط تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کی صفات کے۔ تو ہم نے باب
عجائب قلب مین لکھا ہے کہ انسان کے اوصاف اور اخلاق بہت سے ہین مگر جنسے گناہ
وجود مین آتے ہین وہ صفات منحصر چار مضمونون مین ہین ربوبیت و شیطانیت اور بہیمیت اور درندگی
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان مین
اپنا اثر جداگانہ چاہتی ہے مثلاً سکنجبین انگبین اور سرکہ اور زعفران سے تیار کیجاوے تو وہان
ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چارون صفتون کا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت
مقتضی ان امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و توانگری
اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر بلندی چاہنا یہان تک کہ گویا یہ کہنا چاہتا ہے انا ربکم
الاعلیٰ اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ پیدا ہوتے ہین کہ لوگون کو اونکی خبر بھی نہین ہوتی اور اونکو
گناہون مین شمار نہین کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلکات اور اکثر گناہون کی جڑ ہوتے ہین چنانچہ اونکو
بالاستیعاب جلد ثالث مین ہم لکھ چکے ہین دوسری صفت شیطانی ہے جس سے یہ باتین پیدا ہوتی ہین حسد
اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بری بات کا حکم کرنا اور [illegible] فعل سے روکنا ہین اور
نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اور اس سے یہ قباحتین متفرع ہوتی ہین
شدت حرص اور طمع و شہوت شکم و شرمگاہ کے پورا کرنے کی خواہش اور اسکی شاخین ہین زنا اور اغلام اور
چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا اکٹھا کرنا چوتھی صفت درندگی ہے اور اس
سے یہ برائیان نکلتی ہین غضب اور کینہ اور لوگون پر پل پڑنا اور گالی سے چڑھ جانا اور قتل کرنا اور کسیکا
مال ضائع کرنا۔ اور انہین سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہین۔ اور اصل پیدایش مین یہ چارون صفتین
بتدریج آئی ہین سب سے پہلا صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اوسکے بعد صفت درندگی ظاہر ہوتی ہے

اور یہ دونوں یعنی جب ہوکر عقل کو مکر اور فریب اور حیلے میں لگاتے ہیں اور اوسی سے صفت شیطانی کا ظہور
ہوتا ہے پھر سب سے آخر میں صفات ربوبیت یعنی فخر و تعلی اور عزت و کبریا کی خواہش اور سب لوگوں پر
حاوی ہو جانے کا قصد ابھرتا ہے غرضکہ مبدا گناہوں کا اور منبع عصیان تو یہی چار باتیں ہیں
پھر انہیں سے اعضا پر گناہ پھیل پڑتے ہیں تو بعضے گناہ خاص متعلق بدل ہیں مثلاً کفر اور بدعت اور
نفاق اور لوگوں کی برائی دل میں رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق بآنکھ و کان ہیں اور بعضے متعلق بہ شکم
و شرمگاہ اور بعضے ہاتھ پاؤں سے متعلق ہیں اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہیں اسلیے
انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں

دوسری تقسیم گناہوں کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو خدا تعالی کے اور بندہ کے
درمیان ہیں اور ایک وہ کہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں پس جو گناہ حقوق خدا تعالی سے
متعلق ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے نماز و روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا اور جو حقوق
عباد سے متعلق ہیں وہ ایسے ہیں جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی
دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق لیتا ہے یا اوسکے نفس کو یا غیر کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو
یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا اسطرح ہے کہ بہکا کر بدعت کی طرف راغب کرے اور گناہوں
کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جنسے اللہ پر جرأت کرنے لگے جیسے بعضے واعظوں کا
دستور ہے کہ رجا کی جانب کو خوف کی جانب پر اتنا غلبہ دیتے ہیں کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے
غرضکہ جو گناہ متعلق بندوں سے ہیں اونمیں بہت دشواری ہے اور جو خدا کے اور بندے کے
درمیان ہیں بشرطیکہ شرک نہوں اونمیں عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے
الدواوین ثلاثۃ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک دیوان اول سے غرض یہی گناہ ہیں جو بندہ
اور خدا کے درمیان ہیں اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد
مقصود ہیں کہ انکی بازپرس ضروری ہوگی تا آنکہ معاف کیے جاویں

تیسری تقسیم گناہوں کی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہیں یا کبیرہ اور انکی تعریف میں لوگوں کے قول
بہت مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ صغیرہ کوئی گناہ نہیں بلکہ جسمیں مخالفت امر الہی کی ہوگی وہ
کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور حدیث سے ثابت ہے
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم و ندخلکم مدخلا
کریما اور فرمایا الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم اور حدیث شریف میں فرمایا الصلوات الخمس

وہ لوگ خدای تعالی کو اور اوسکی صفات اور کتابون اور رسولون کو نہ پہچانینگے تو ہمیشہ کی
سعادت اونکو نہین مل سکتی اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا
لِيَعْبُدُونِ یعنی پیدا نہین کیا مین نے جن اور انس کو مگر اس غرض سے کہ وہ میرے بندے ہو جاوین اور بندہ اوسوقت
بندہ ہوتا ہے جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی پہچانے اور اپنے رب کو اور
اپنے نفس کو بھی ضرور ہی جانے پس رسولون کو بھیجنے سے مقصود اصلی اور یہی واصلی یہی ہے لیکن
یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہین ہوتا اوسی کی مراد ہے اس حدیث سے اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ
الْآخِرَةِ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت مین مقصود ہے اسلیے کہ دنیا
وسیلہ ہے دین کا اور جو چیز دنیا مین سے متعلق بآخرت ہے وہ دو چیزین ہین ایک جان دوسری
مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کے لیے تین چیزین ہوئین اور انکا فقدان سب ضرور ہوا اول معرفت الٰہی کی
حفاظت دلون پر دوسرے جان کی حفاظت بدنون پر تیسرے مال کی حفاظت لوگون کے پاس اور یہ تینون چیزین [illegible]
بھی ہے یعنی سب سے بڑا کبیرہ وہ ہے جو معرفت الٰہی کا مانع ہوا اور اوس سے اوتر کر وہ ہے جو
جان مین لوگون کے خلل انداز ہوا اور اوس سے کمتر وہ ہے جس سے باب معیشت کا اوسی پر جسپر
دنیا سے بند ہو جاوے اور یہ تین باتین ایسی ہین کہ کسی بات مین انمین اختلاف نہین ہو سکتا
اسلیے کہ یہ نہین ہو سکتا کہ خدای تعالی کسی پیغمبر کو بھیجے اور اوسکے بھیجنے سے دنیا و دین مین
اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اونکو ایسی بات کا حکم کرے جو مانع اوسکی معرفت اور اوسکے
رسولون کی معرفت کا ہو یا جانون خواہ مالون کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ
مراتب کبائر تین قسم ہین اول وہ جو مانع معرفت الٰہی اور معرفت رسول کی ہو وہ کفر ہے اور اس سے
بڑھکر کوئی کبیرہ نہین کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندہ کے درمیان ہے وہ جہالت ہے اور
جس ذریعہ سے کہ قرب الٰہی ہوتا ہے وہ علم و معرفت ہے اور جسقدر معرفت ہوتی ہے اوسیقدر
قرب ہوتا ہے اور جتنی جہالت ہوتی ہے اوتنا ہی بعد ہوتا ہے اور قریب جہالت کے کہ کفر ہی
کہتے ہین مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور ناامید ہونا اوسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتین بھی
عین جہل ہین اسلیے کہ جو خدای تعالی کو جانتا ہے اوس سے نہین ہو سکتا کہ اوسکے عذاب سے
مامون ہو یا اوسکی رحمت سے ناامید اور اسی رتبہ کے قریب سلسلہ اقسام بدعت ہین جو خدای تعالی
کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہین اور انمین سے بعض ایک دوسرے سے شدید ہین
اور انکا تفاوت ویسیقدر ہے جسقدر کہ اونسے جہالت بڑھنے مین فرق ہے اور جسقدر کہ اونکا

مخالف

(۱) یعنی نہین بنایا جن اور آدمی کو مگر اپنی بندگی کو ۱۲

(۲) دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہ حدیث ان لفظون کے ساتھ مرفوعاً نہین ملی ۱۲

تعلق خدا ہی تعالیٰ کی ذات اور اوسکی شریعتوں اور اوامر اور نواہی سے ہے اور انکو مراتب بعینہا یہی یا مقتضیات
قرآن میں مذکور ہونے کے تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ قطعاً معلوم ہے کہ جو کبائر قرآن شریف میں
مذکور ہیں ان میں داخل ہیں اور ایک وہ کہ معلوم ہے کہ کبائر مذکورۂ قرآنی کے ذکر میں داخل نہیں
تیسری قسم وہ ہے جسکے کبائر قرآنی میں داخل ہونے میں شک ہے اور اس قسم میں سے شک کا
دور کرنا ایک طمع لاحاصل ہے دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانوں سے ہے کیونکہ جان کے باقی
رہنے سے زندگی کا قیام ہے اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہے تو بالضرور قتل کرنا
کبیرہ ٹھہرا اگرچہ کفر کی نسبت کم ہے اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہوتا ہے اور قتل سے وہ ذریعہ
مفقود ہو جاتا رہتا ہے یعنی بلحاظ حیات دنیاوی وسیلہ معرفت الٰہی ہے اور قتل سے اوسکا انعدام
کرنا ہوتا ہے اور قریب قتل ہاتھہ پاؤں کا کاٹ ڈالنا اور کسی فعل کا جو ہلاک کا موجب ہو
حتی کہ زدوکوب اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل سے مرتبہ میں کمتر ہے اور باقی افعال
جو ہلاک کا موجب ہوجاویں متفاوت ہیں کسی میں شدت زیادہ ہے کسی میں کم اور اوسی قبیل میں
حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہے اغلام تو اسوجہ سے کہ اگر بالفرض تمام آدمی عورتوں کو چھوڑ کر
مردوں ہی سے کرنے لگیں تو نسل انسانی منقطع ہو جائے تو یہ اسطرح کہ جو انسان کا ایجاد کا
کبیرہ ہے ویسی ہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا اوس سے اگرچہ اصل وجود باقی
نہیں ہوتا مگر نسب پریشان ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے سے وراثت جاتی رہتی ہے اور
آپس میں مددگار ہونا وغیرہ امور کہ ان ہی سے انتظام زندگی وابستہ ہے سب جاتے رہتے ہیں
بلکہ زنا کے مباح ہونے کی صورت میں انتظام ہونے کی کون صورت ہے جانوروں میں تو دیکھا کہ
نہیں جب تک کہ اونکے نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت
سے اصلاح مقصود ہو اوس میں اصلاً زنا مباح نہیں ہوسکتا پھر زنا قتل سے مرتبہ میں کم ہونا چاہیے
کیونکہ اوس سے نہ دوام وجود میں خلل ہے نہ اصل وجود کا مانع الا نسب کو ضائع کرتا ہے
اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہے جو موجب اسکے کشت وخون کے ہوں اور اغلام کی نسبت
اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیہ شہوت اسمیں دونوں طرف سے ہوتا ہے اسلیے اسکا وقوع
کثرت کے ساتھ ہے اور ضرر بھی زیادہ تیسرا مرتبہ اموال کا ہے کہ باعث معیشت خلق ہیں
تو جائز نہیں کہ آدمی دوسرے کا مال جسطرح چاہے چورا کر یا چھینکر یا اور کسی اور طرح سے لے
بلکہ اونکی حفاظت بھی ضرور ہے کہ نفوس کا باقی رہنا اونہی سے ہے مگر اتنی بات ہے کہ مال

مناسب ہین اور اسقدر ہمکو قطعاً معلوم ہے کہ سواے زنا کے لوگون کو اور کسی قسم کی گالی
دینی اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھر وغیرہ سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھڑوا دینا
داخل کبیرہ نہین کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہون کی سترہ منقول ہین اور یہ چیزین اون
سترہ مین مذکور نہین تو پھر بھاگنے اور حقوق والدین کو بھی اگر کبیرہ سے نہین توقف کیا جاے
تو کچھ بعید نہین لیکن البتہ حدیثین اونکو کبیرہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا جاتا ہے اس لحاظ سے کبیرہ
شمار مین داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ جسکا
کفارہ پنجگانہ نماز نہو سکے اور اوسکی تین قسمین ہین ایک تو وہ کہ قطعاً معلوم ہے کہ نماز پنجگانہ اوسکا
تدارک نہین کرسکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ اوسمین توقف کیا جاے
اور جنکے بارے مین توقف ہے وہ بھی دو قسم ہین ایک تو ایسے ہین کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے
کیطرف گمان غالب ہے اور ایک یہ کہ شک کیجے اور یہ شک ایسا ہے کہ بدون نص کے جاتا
جا نہین سکتا اور چونکہ اب بالکل حدیث آنے کی توقع نہین اسلیے اوسکا شک نکالنا محال ہے
اب اگر یون کہو کہ تمھاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہے تو پھر شریعت
حکم ایسی چیز سے متعلق کسطرح ہوا جسکی تعریف جاننی محال ہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جتنے احکام
کہ اوسپر دنیا مین کوئی حکم متعلق ہے ابہام تو اوسمین بھی آسکتا ہے اسلیے کہ احکام شرعی کی
تو دنیا ہی ہے اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونے کی جہت سے کوئی خاص حکم دنیا مین نہین بلکہ جو
حدین مقرر ہین اونکے نام جدا جدا ہین جیسے چوری اور زنا وغیرہ یہ نہین کہ صرف کبیرہ ہونے کی
کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہے کہ نماز پنجگانہ سے اوسکا کفارہ نہو اور یہ امر متعلق
آخرت سے ہے اسلیے اوسکا مبہم رکھنا لائق ہے تاکہ لوگ ڈرتے رہین اور خطرہ پر نماز پنجگانہ کا تکیہ
کرکے صغیرہ گناہون پر بھی جرأت نکرین اور آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ سے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سو یہ بات ہر حال مین
نہین بلکہ اس شرط سے مشروط ہے کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی
شخص کسی عورت پر قادر ہو اور اوس سے مباشرت بھی کرسکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور صرف
دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اوسکے دل مین اثر کرنے خواہ ہاتھ لگانے
سے ہوگی اوسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدہ کے ساتھ روکنے سے نور زیادہ ہوگا اور
یہی معنی کفارہ یعنی عوض ہونے کے ہین لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت سے نہ کر سکتا

عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہیگا تو ایسے حال میں کفارہ نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح
جو شخص شراب کی خواہش نہیں رکھتا تھا کہ اگر اوسکو مباح بھی ہوجاوے تو نہ پیوے تو ایسے
شخص کا شراب سے محترز ہونا اون چھوٹے گناہوں کا کفارہ نہوگا جو شرابخواری کی ابتدا میں ہوتی ہیں
جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہاں جو شخص کہ شراب کی خواہش رکھتا ہے اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا
تھا مگر ان سے تو باز نہیں آتا اور شراب کو نفس پر زور دیکے نہیں پیتا تو البتہ شرابخواری سے بچنا
کرنا تماشے ہے کہ اوسکے دل سے اوس تاریکی کو دفع کردیگا جو راگ سننے سے دل پر آتی ہے اور
یہ سب احکام اخروی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ انمین سے بعض محل شک مین باقی رہیں اور متشابہ
کی قسم میں داخل ہوں کہ جنکی تفصیل معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ہم معلوم اور نص بیان نہیں کرتی اور نہ تعریف جامع کہ جو
کی تمیز ہو بلکہ الفاظ مختلف مذکور ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہے اور ایک رمضان دوسرے
رمضان تک کا کفارہ ہوتا ہے سوا تین گناہوں کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد لوگوں نے
پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ ترک سنت جماعت سے نکل جانا ہے
اور نقض عہد یہ ہے کہ کسی کی بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اوس سے لڑے کہ اسی طرح
الفاظ وارد ہیں کہ شمار کو حصر میں منحصر نہیں جامع اور شامل ہے تو ظاہر ہے کہ ہمیشہ مبہم
رہیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت اوسکی قبول ہوتی ہے جو کبائر سے بچتا اور قبول شہادت
میں صغیرہ گناہوں سے بچنا شرط نہیں اور قبول شہادت ایک حکم دنیوی ہے اور تمنے کہا تھا
کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہادت کا قبول ہونا خاص کبیرہ کے
ساتھ نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً جو
شخص مزامیر سنے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھے اور چاندی سونے کے برتن
میں کھاتا پیتا ہو تو سب ائمہ کے نزدیک اوسکی گواہی مقبول نہوگی حالانکہ ان چیزوں میں
کوئی بھی کسیکے نزدیک کبیرہ نہیں۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیوے تو میں
اوسکو حد ماروں گا مگر اوسکی شہادت کو رد نکرونگا اس مسئلہ میں حد لگانے کے اعتبار سے تو نبیذ
پینے کو کبیرہ ٹھیرایا مگر اوسکے باعث شہادت کو رد نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا
قبول کرنا یا نکرنا مخصوص صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہیں بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے
عدالت کے ناقض ہیں جبکہ ایسی باتوں کو کہ آدمی بحسب عادت اکثر بچ نہ سکے مثلاً

غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتوں میں جھوٹ بولنا
اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزوں کا کھانا اور لڑکے اور
غلام کو گالی دینا اور تادیب کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ انکو مارنا اور ظالم بادشاہوں کی
تعظیم کرنی اور بدکاروں سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی ضروری کی تعلیم سے سستی کرنی
وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہیں کہ ہر ایک گواہ میں انمیں سے تھوڑی بابت ضرور ہی پائی
جاتی ہیں بلکہ البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مدنظر کر کے لوگوں سے علاحدہ جا بیٹھے اور مدت تک
نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہاں تک کہ اگر پھر لوگوں میں آملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت
میں تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہوں سے خالی ہو سکتا ہے اور اگر گواہی میں ایسے ہی لوگوں کی قبول کا
اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادتیں سب جاتے رہیں۔ حاصل یہ کہ
حریر پہننا اور مزامیر کا سننا اور نرد کھیلنا اور شراب خواروں کے پاس وقت خواری بیٹھنا اور
اجنبی عورتوں کے ساتھ علاحدہ رہنا اور اسی طرح کے اور صغیرے اس قسم میں داخل نہیں اور یہاں
لحاظ چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت میں نہ کبیرہ پر نظر کیجاتی ہے نہ صغیرہ پر بلکہ اتنی بات
ہے کہ ان صغائر میں سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مواظبت اور اصرار کریگا تو رد شہادت میں
اسکی تاثیر ہو جاویگی مثلاً اگر کوئی لوگوں کی غیبت اور عیب چینی کو اپنی عادت بنا لے
یا بدکاروں کی صحبت میں اشتغال پر اصرار کرے تو شہادت اسکی جائز نہ ہوگی سو صغیرہ گناہ
اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے ایسے ہی امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہے جیسے کوئی شطرنج
کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار اور مداومت کرے تو صغیرہ ہونگے۔

ف مترجم کہتا ہے کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعی رح میں گناہ مباح ہے اور چونکہ مصنف رح
مذہب شافعی رکھتے ہیں اسواسطے مثال میں شطرنج کو لکھا اور حضرت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک
اس قسم کے سب کھیل حرام ہیں جیسے کتب فقہیہ میں تصریح موجود ہے۔

دوسرا بیان اس باب میں کہ آخرت میں درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کی حسنات اور
سیئات کے اوپر کسطرح ہوگی۔ واضح ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم اسرار
اور غیب کا نام ہے اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہے اور آخرت سے مراد وہ
حالت ہے جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو حالتوں اور حالتوں کا نام ہے
جنمیں سے قریب کو دنیا کہتے ہیں اور اوس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے

آخرت میں ذکر چکے ہیں یعنی اب اگرچہ ہم کلام دنیا میں کرینگے لیکن غرض ہماری یہ ہے کہ بیان
آخرت یعنی عالم اسرار کا کریں اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر میں بدون مثال بیان کرنیکے
نہیں ہو سکتا اور اسیواسطے خدای تعالی ارشاد فرماتا ہے وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها
الا العالمون اور اسکی یہ وجہ ہے بقول شاعر کہ دنیا خواب است زندگانی [illegible]
دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل میں ایسی ہے جیسے آدمی کا خواب مقابل بیداری کے اور یہی مضمون
حدیث شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا اور جو بات کہ
بیداری میں ہوتی ہے وہ خواب میں جب معلوم ہوتی ہے تو مثال کیطرح معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ
اوسکی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے اسیطرح آخرت کی بیداری میں جو باتیں ہونگی وہ دنیا کے خواب میں
بطور مثال ہی کے ظاہر ہو سکتی ہیں یعنی خواب کیطرح اونکی پہچان ہوگی [illegible] تعبیر میں ہو سکتی اور
تعبیر خواب کی [illegible] ہم بیان کیے دیتے ہیں کہ اصل بات خواب میں کسطرح معلوم ہوا
کرتی ہے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن سیرین رحمہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ
میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں مہر ہے اور اوس سے میں لوگوں کے منہ پر اور شرمگاہوں پر
مہر کرتا ہوں آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ تو موذن ہے کہ رمضان میں صبح صادق کے ہونے
سے پہلے اذان دیتا ہے اوس نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور ایک دوسرا شخص آیا
اوس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ تیل کو زیتون میں ڈالتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرے اگر کوئی
لونڈی خریدی ہو تو اوسکا حال دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہے کیونکہ تیل کی اصل زیتون ہیں
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس جاتا ہے اوس شخص نے جو تحقیق کیا تو معلوم
ہوا کہ اوسکی لونڈی واقع میں اوسکی ماں تھی کہ اوسکے صغر سن میں پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور
شخص نے پوچھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں موتیوں کے گنٹھے سوروں کی گردن میں پہناتا ہوں آپ نے
فرمایا کہ تو حکمت کی باتیں نااہلوں کو سکھلاتا ہے اور واقع میں بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ نے
ارشاد فرمایا تھا ان تعبیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل کو کسطرح بیان کرتے ہیں اور مثل سے
ہماری یہ مراد ہے کہ اگر اوسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو
اور اگر اوسکی صورت ظاہری پر خیال کریں تو جھوٹی ہو جیسا کہ پہلی تعبیر میں اگر موذن صرف ظاہر
انگوٹھی کو دیکھتا اور اوس سے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل اوس سے
کبھی نہیں صادر ہوا تھا لیکن اوسکے مفہوم اور مصداق کو جو دیکھا تو صحیح تھا کیونکہ مہر کرنیکا اصل

مقصود روکدینا ہے اور اسکا قلب مشخص ہوا تھا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہے کہ
لوگوں سے اونکی عقل کی مقدار پر کلام کرو اور لوگوں کا اندازہ عقل یہ ہے کہ وہ سوتے ہوئے
ہیں اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اوس شے کی مثال سے ہوتا ہے اسلیے انبیا علیہم السلام
بھی لوگوں سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہیں جس سے اصل معنی تو سمجھ جاویں کہ اندر اوکے
کچھ اور نکلتا ہو مگر لوگوں کو مرنے کے بعد جب جاگینگے تو معلوم ہوگا کہ اوسکا فرمانا سچا تھا اور
اوس سے غرض صحیح فلاں چیز تھی مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن
ایسی ہی مثال ہے کہ جسکو عالموں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا جاہل کی سمجھ اوسی مقدار پر پہنچتی ہے
جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے اسلیے کہ وہ اوس تفسیر سے جسکو تاویل کہتے ہیں بے خبر ہے جو
خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہیں اور حدیث و قرآن کی تفسیر امثال کا نام تاویل ہے تاویل کی نادانی
کا ثمرہ جاہل پر یہ ہوتا ہے کہ ان الفاظ حدیث کے موجب خدای تعالیٰ کے ہاتھ اور انگلیاں قرار
دیتا ہے معاذ اللہ من ذلک اسیطرح دوسری حدیث ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ میں جاہل صورت
کی شکل و صورت و رنگ سمجھکر خدای تعالیٰ کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے حالانکہ وہ ان سب باتوں سے
منزہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صفات الٰہی میں لغزش کھا گئے یہاں تک کہ کلام الٰہی کو
از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے اسیطرح دوسری صفات کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ اور امور آخرت
میں جو مثالیں حدیثوں میں وارد ہیں تو منکر اونکی تکذیب کرتے ہیں اسوجہ سے کہ ظاہر الفاظ اونکے
نزدیک مقصود ہے اور اوسمیں تناقض پایا جاتا ہے مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے یجاء
بالموت یوم القیامۃ کانہ کبش املح فیذبح تو ملحد احمق اوسکو نہیں مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہے
اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہے تو عرض کا جسم
بنجانا بالجبر محال ہے اور کیا بات ہے مگر خداوند کریم نے ان بیوقوفوں کو اپنے اسرار کی حقیقت
سے بمراحل دور رکھا ہے اور فرمایا وما یعقلھا الا العالمون۔ بیچارہ جاہل یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر
کوئی کسی سے کہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے کہ اوسکو [illegible]
اور وہ ذبح ہوگیا ہے اور معبر سنکر جواب دیوے کہ تو نے خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ
وبا علیحدہ ہو جاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے نا امیدی
ہو جاتی ہے تو اس مثال میں تعبیر دینے والا سچا ہوتا ہے اور خواب دیکھنے والا بھی سچا اور اسکی
اصل یہ ہے کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہے اور سونے کے وقت روحوں کو لوح محفوظ کی باتوں پر

۱ مومن کا دل درمیان دو انگلیوں کے ہے خدا کی انگلیوں میں سے اسکی سند جلد سوم میں گذر گئی

۲ اللہ تعالیٰ نے انسان کو [illegible]

۳ قیامت کے روز موت کو مثل مینڈھے کے صورت پر لاویں گے اور ذبح کریں گے بخاری و مسلم بروایت ابو سعید

رنج کی شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو
اختیار دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑ دے یا گیند بلا چھوڑ دے تو اسکو بادشاہت کے
چھوڑنیکا کچھ رنج نہ ہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان میں دوڑنا مجکو ہزار تخت شاہی سے بہتر ہے
اسیطرح جس شخص پر شہوت شکم غالب ہو اوسکو کہا جاوے کہ تو یا ہریسہ یا حلوا کھایا کر یا کوئی ایسا
کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہوں تو وہ ہریسہ اور حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ
یہی ہے کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہے جس سے کہ جاہ و شوکت کی لذت معلوم ہوتی ہے اسمیں
وہ بات صرف موجود ہے جس سے لذت کھانے کی معلوم ہوتی ہے اور یہی چوپایوں کا حال
ہوتا ہے جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتے ہیں اور صفات ملائکہ جو اونکی ضد ہیں اون میں
ظاہر نہیں ہوتیں اور صفات ملکی انسان میں ہوتی ہیں تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہیں پاتا اور
نہ کوئی چیز سوا بعد و حجاب کے اوسکو باعث رنج و ایذا ہو۔ اور جسطرح کہ ہر ایک عضو ایک غرض خاص
کے لیے ہے مثلاً زبان نطق کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے اسیطرح یہ صفت قلب کے لیے
اور جسکو قلب نہوگا اوسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک بھی نہ ہوگا جیسے کہ اگر
کان اور آنکھ نہو تو اوسکو لذت آواز اور حسن صورت و رنگ معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ
ہر ایک انسان یہ قلب رکھتا ہو اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہ قول
کیسے ٹھیک ہوتا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے
منتفع ہو وہ قلب کا والا ہے اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہیں جو سینہ کی
پسلیوں میں ہے بلکہ اوس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کہ عالم خلق
سے ہے اوس لطیفے کا عرش ہے اور سینہ اوسکی کرسی ہے اور تمام اعضا اوسکے عالم اور
مملکت ہیں اور یہ جہان خلق اور امر دونوں خدا ہی کے ہیں لیکن لطیفہ مذکورہ جسکی شان ہے
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یہ وہ امیر اور سلطان ہے اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق پر ترجیح رکھتا ہے
اور اول دوسرے پر امیر ہے۔ اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن اچھا ہو
اور جو اوسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے
اور اوسوقت بندے کے دماغ جان میں اون معانی کی ادنیٰ لپٹ پہونچیگی جو اس حدیث
میں مراد ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اور جو لوگ کہ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اوٹھا
ہوئے ہیں یا جو کہ تاویل کے طریقوں میں تنگ ہوئے ہیں دونوں کے حال پر رحم کیجیے کہ

ف۲۱ اسمیں موجودات کی جگہ ہے اور اسکی یہیں دلیل ہے

ف۲۲ ... قرب الٰہی ...

ف۲۳ ... انسان کی ... صورت ... اسکی سند ...

دونون مین فرق حقیقت امر سے محروم ہے مگر الفاظ ظاہری والون پر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم
بقدر معصیت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین اونپر زیادہ تر معصیت ہے
اور حقیقت امر اللہ کا فضل اور حکمت ہے جسکو چاہے دیوے اوسمین کسیکا اختیار نہین
ہے چونکہ ہم ایسے مطالب مین آپڑے ہین کہ علم معاملات کی نسبت کہ اعلی ہین اور ہمکو بیان علم
معاملات کا منظور ہے اسلیے اصل مقصود کیطرف عنان التفات پھیرتے ہین کہ اس بیان سے
معلوم ہوا کہ وجہ ہلاک کا اونھین لوگون کو ہوگا جو جاہل رہے خدا تعالی سے
اور اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین زائد از شمار ہین [illegible]
دوسرے درجہ اون لوگون کا ہے جنکو عذاب ہوگا پر وہ فرق ہے کہ اصل ایمان تو رکھتے تھے
کامل ایمان کہ مقتضا کے موافق عمل نہ کیا [illegible] اصل ایمان توحید ہے یعنی سوا خدا کے
اور کسیکی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے تو اوسکا معبود بھی خواہش
ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہے اصل توحید اوسکے دلمین [illegible] اصل توحید یہ ہے
جب کلمہ لا الہ الا اللہ اور اس قول خداوندی قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون کے معنی
ایسے سمجھے اسطرح کہ غیر اللہ کو بالکل چھوڑ دے اور اس آیت کے معنی بھی یہی ہین ان الذین
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جب یہ سمجھ لیا ہے توحید کے راہ راست پر [illegible]
اور تلوار کی دھار سے تیز جب اس پر قائم ہوئے تو توحید کامل ہوتی ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے
زیادہ تیز جیسا کہ پل صراط آخرت کا ہوگا اسواسطے ہر ایک آدمی مین کچھ نہ کچھ میل ہوتا ہے اور راستی
ضرور ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک بشر کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضرور کرتا ہے گو کسی قدر سے ہی
کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہے جسقدر کہ آدمی کا میل
راہ راست سے ہوا اوسیقدر یہ بات مقتضی اس امر کی ہے کہ درجات قرب مین بھی نقصان ہوگا اور
اور ہر نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوتی ہین ایک آگ اس نقصان کی باعث کمال کے جاتے
رہنے کی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مجید مین مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو
راہ راست سے مائل ہوگا اوسکا دوہرا عذاب دو طرح سے ہوگا اسیقدر اسکی شدت اور ہلکا پن
اور زیادہ دیر تک رہنا خواہ کم رہنا دو باتون پر منحصر ہے اول تو ایمان کی قوت اور
ضعف پر دوم اتباع خواہش نفس کی کثرت و قلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے ان
دونون باتون مین سے ایک ضرور ہی رکھتا ہے اور اسی وجہ سے آتش کا گذر بھی ضروری ہے

چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے ف۱ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اور یہیں لحاظ اکابر سلف خوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یقین ڈرتے ہیں کہ ورود آتش تو موجب وعدہ الٰہی یقینا ہے اور اوس سے نجات مشتبہ ہے ف۲ حضرت حسن رحمہ نے جب وہ حدیث بیان کی جسمین اوس شخص کا حال ہے کہ دوزخ سے ہزار برس کے بعد نکلیگا اور یاحنان یامنان کہکر پکاریگا تو فرمایا کہ کیا خوب ہو جو وہ شخص میں ہی ہوں یعنی اوسکا نکلنا تو قطعا ہوگا گو مدت ہی کے بعد ہو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب آخر میں جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی میں دوزخ کے پار ہوجاوینگے چنانچہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعضے لوگ بجلی کیطرح گذر جاوینگے اور اونکو ذرہ بھی توقف دوزخ میں نہوگا اور ایک لحظہ اور سات ہزار برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہیں مثلا لحظہ سے زیادہ پہر اور اوس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور پھر مہینا اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا تفاوت اس حساب سے جیسا معلوم ہوچکا ہے اور یہی زیادتی کا حال ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہا نہیں اور ادنی عذاب یہ ہے کہ حساب میں اونچھا دیا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندوں اہل تقصیر کو حساب میں تنگ گیری کیا کرتے ہیں اور پھر معاف کر دیتے ہیں یا کوڑے لگوا کر یا اور کسیطرح کا عذاب کیکر چھوڑ دیتے ہیں اور سوا ان دو اختلاف کے عذاب میں ایک اور اختلاف ہے کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسیکا مثلا صرف مال ہی لیا اور کسیکا مال بھی لیا اور اولاد قتل ہوئی اور اوسکے گھر کی عورتیں لونڈی بنائی گئیں اور رشتہ داروں کو تکلیف دی گئی زبان اور ہاتھہ اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے وغیرہ اسیطرح آخرت کے عذاب میں بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہے مگر اختلاف عذاب کا بسبب اختلاف قوت وضعف ایمان اور کثرت وقلت طاعات اور کمی بیشی گناہوں کے ہوگا پھر جسقدر گناہوں کی برائی شدید اور کثیر ہوگی اوسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی ویسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب کشف کو باوجود دلائل قرآنی یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے ف۳ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور اس سے ف۴ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور اس سے ف۵ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور اس سے ف۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور سوا اسکے اور بہت سی آیات واحادیث میں جنسے معلوم ہوتا ہے

ف۱ اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہونچے گا اوپر اوسکے ہے یہ اوپر پروردگار تیرے کے واجب مقرر کیا ہوا پھر بچاوینگے ہم ان لوگوں کو کہ پرہیز کرتے ہیں اور چھوڑ دینگے ہم ظالموں کو بیچ اوسکے گھٹنوں کے بل گرے ہوے ۱۲

ف۲ احمد و ابو یعلی بروایت انس ۱۲

ف۳ اور نہیں ہے رب تیرا ظلم کرنیوالا بندوں پر

ف۴ آج بدلا دیا جاویگا ہر جی جیسا کیا ۱۲

ف۵ اور یہ کہ کوئی نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ کوشش کی ۱۲

ف۶ سو جسنے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اور جسنے کی ذرہ بھر برائی

کہ اعمال کی جزا مین ثواب و عقاب عدل کے ساتھ ہونگے جسمین ظلم نہوگا اور عفو و رحمت کی جانب
ترجیح ہیگی جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي اور کلام مجید مین فرمایا
وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا
حسنات اور سیئات سے دلائل شرعی اور نور معرفت دونون سے کمایۂ ثابت ہے مگر تفصیل اوسکی
البتہ صرف گمان غالب ہے اور اوسکی دلیل یہ ہے کہ ظاہر اور ایک طرح کا الہام ہے جو چشم عبرت
دیکھنے کے نور سے دل مین پیدا ہوتا ہے ۔ اب ہم کہتے ہین کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کرکے
تمام کبائر سے اجتناب کرے اور سب فرائض کو یعنی ارکان پنجگانہ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے
اور اوسکے ذمے صرف چند صغیرہ ہی ہون جنپر اوسنے اصرار نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اوس سے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہوگا اسلئے کہ جب نیکیون کا پلہ
سیئات سے بھاری ہوجاویگا کیونکہ اخبار مین وارد ہے کہ نمازہای پنجگانہ اور جمعہ اور رمضان
مبارک کے روزے بیچ کی خطاؤن کو کفارہ ہوجاتے ہین اور کبیرون سے بچنا تو قرآن
ثابت ہے کہ صغیرون کا کفارہ ہوتا ہے اور ادنی درجہ کفارہ ہونیکا یہ ہے کہ اگرچہ عذاب
کو دفع نکرے تو عذاب کو تو دفع کرے اچھیں شخص کا حال اگر مثل مذکور بالا ہوگا اوسکا پلہ بھاری
ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونیکے
اچھی چیز پر ہوجاتے ہان زمرہ مقربین یا اصحاب یمین مین لاحق ہونا اور جنت عدن خواہ
فردوس مین داخل ہونا منحصر اقسام ایمان پر ہے اسلئے کہ ایمان کی دو قسمین ہین ایک تقلیدی
جیسے ایمان عوام کا ہے کہ جو کچھ سنتے ہین اوسکو سچ جانتے ہین اور ہمیشہ اوسی پر رہتے ہین
دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہے اور اوسمین سب موجودات جسطرح
پر کہ اصل مین ہین منکشف ہوتے ہین اور واضح ہوجاتا ہے کہ سب کا مرجع خدای تعالیٰ کیطرف ہے
اسلئے کہ موجود سوا خدای تعالیٰ اور اوسکے صفات و افعال کے اور کچھ نہین تو اس قسم کے ایمان
والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلیٰ سے قرب نہایت نزدیکی کا رکھتے ہین اور فردوس اعلیٰ انکا
مقام ہوگا پھر انکے بہت سے صناف ہونگے بعضے آگے بڑھے ہوئے ہونگے بعضے نہین کیونکہ
غرض کہ جتنا تفاوت اونکی معرفت مین ہوگا اوتنا ہی اونکے قرب مین ہوگا معرفت مین درجات
عارفین کے بیحد ہین اسلئے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہے اور اوسکی معرفت
دریای ناپیدا کنار ہے جسکا ساحل ہے نہ تھاہ پھر اوسمین جو لوگ غوطے لگاتے ہین وہ

مدار اونکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اوسکا وزن اور طول و عرض نہین بلکہ مقصود اوسکی مالیت ہے اسیطرح اوسکی روح مالیت ہے اور گوشت و پوست اوسکا جسم ہے تو سو روپیہ اوسکے وزن کو باعتبار وزن روحانی کے ہین نہ باعتبار وزن جسمانی کے اور جو شخص کو مالیت نقد کی اور اونٹ کی جانتا ہے اوسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہے یہان تک کہ اگر اوسکو سو روپیہ کی عوض ایک جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور قیمت سو روپیہ ہو تا دیدیا اور کہتا کہ مین نے اوسکو دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی راستی سوا جوہریون کے اور کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف انکے نزدیک معلوم ہوتی ہے اور اسکے لیے سوائے نظر ظاہر کے ایک اور قوت باطنی کی بھی حاجت ہے اسی وجہ سے اس قول کو لڑکا اور گنوار اینکار کرینگے کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہے اور اونٹ کا وزن اوس سے ہزارون گنا زیادہ ہے تو یہ شخص جو کہتا ہے کہ مین نے دس گنا دیا جھوٹ کہتا ہے حالانکہ حقیقت مین یہی دونون جھوٹے ہین مگر اونکے نزدیک یہ بات سمجھنی بہت دشوار ہے دونون کو وہ اوسوقت مین آجاوے جب کہ روح جوہر اور مال کی معلوم ہوتی ہے اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعلیم کے آتی ہے اوسوقت اونکو اوس قول کی راستی معلوم ہوتی ہے اسیطرح عارف آدمی یقین کرتا ہے اس حدیث شریف کی نہین سمجھ سکتا کہ دنیا کی وسعت کی نسبت جنت کیسطرح ملیگی حالانکہ یہ تقریر کرتا ہے کہ یہ جنت مضمون احادیث جنت آسمانون مین ہے اور آسمان دنیا مین شمار ہوتے ہین تو پھر جنت اوسکی دس گنی کسطرح ملیگی یہی حال اوس بالغ کا ہے جو لڑکے کو سمجھاوے کہ جوہر کسطرح بڑا ہے یا جوہری گنوار کو سمجھاوے کہ جوہر مین یہ قیمت ہوتی ہے اور جسطرح کہ جوہری کسی گنوار یا نادان کو قدر جوہر سمجھانے مین قابل رحم ہے اسیطرح جو عارف کسی غبی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھاوے تو وہ بھی قابل رحم ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارحموا ثلاثة عالما بین الجهال ... و غنی قوم افتقر و عزیز قوم ذل اور اسی سبب سے انبیا بھی اپنی امت مین قابل رحم ہین کہ نقصان ... کی نسبت سے جو کچھ انکو صدمے ہوتے وہ اونکے حق مین اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمایش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی اونپر آپڑی تھی اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف سے کہ البلاء موکل بالانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل یعنی بلا کو اس حدیث مین مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کے سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے مراد مصیبت و ایذا

(۳) بلا مین سب سے زیادہ انبیا اور اولیا پھر جو انکے مشابہ ہون ... ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے سعد بن ابی وقاص ... ۱۲

مراد یہ ہے جو انکھون کے ساتھ معاملہ پڑنے سے ہوتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے
لوگون سے کام پڑا تھا کہ جتنا اونھون نے اونکو خدا کی طرف بلایا اتنا ہی اونکو نفرت ہو کر شر
زیادہ ہوتی یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگون کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا
کہ خدائے تعالی رحم کرے میرے بھائی موسی پر کہ لوگون نے اونکو اس سے زیادہ ستایا تھا پھر اونھون نے
صبر کیا۔ پھر جسطرح کہ انبیا کو منکرین سے کام پڑتا ہے اور اسی سے اونکی آزمایش ہوتی ہے اسیطرح
اولیا اور علما کو بھی جاہلون سے کام پڑتا ہے اور اونکے امتحان کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے
کہ اولیا کبھی کسی طرح کی ایذا سے خالی نہین ہوتے اونکا کبھی امتحان لیا جاتا ہے یہان طور کہ شہر
سے نکالدیے جاتے ہین سلاطین وقت کے سامنے اونکی چغلی کھاتے ہین کچھ لوگ اونکے کفر پر
گواہی دیتے ہین اور کچھ بد دین کہتے ہین۔ اور یہ تو ضروری ہی ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہین
وہ جاہلون کے نزدیک کافر ہین جیسے کہ اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے میں ڈالے تو جاہل
اوسکو بیوقوف بتا دیں اور ہنسی اڑاوینگے جب تمکو یہ تحقیق معلوم ہو چکی اب ایمان لانا چاہیے کہ واقع میں
جو مضمون حدیث شریف مین مذکور ہے کہ دوزخ سے پیچھلا شخص جو نکلیگا اوسکو دس حصے دنیا کے
برابر ملیگا بیشک درست و سچا ہے اور خبردار کہین ایسا نہو کہ تصدیق کو منحصر ایسی چیزون پر کرو جو
حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہین ایسا کروگے تو خاصے دو پایون کے گدھے ہوگے اسلیے کہ
حواس خمسہ سے جاننے مین تو گدھا بھی تمہارا شریک ہے تمکو جو گدھے سے تمیز ہے تو وہی لطیفہ
کی جہت سے ہے جو آسمانون اور زمینون اور پہاڑون پر پیش ہوا اور سب نے اوسکے اوٹھانے سے
انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہے وہ اسی لطیفہ سے معلوم ہوتی ہے جس سے آدمی
گدھے اور تمام حیوانون سے ممتاز ہے پس جو شخص اوسکو بیکار کردے اور اوس سے کام نہ لے
اور محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کرکے آگے نہ بڑہے صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو
وہ اپنے نفس کو خرابی مین ڈالتا ہے۔ اے برادران دینی تم اپنے تئین بچاؤ اسلیے کہ جو شخص صرف
محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو بھول جاویگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے قابل ادراک
نہین اور جو خدا کو بھولیگا خدائے تعالی اوسکو اوسکا نفس بھلا دیگا یعنی بے ترقی اوپر کے سب
منزلگی بہائم ہی مین رہجاویگا اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اوس مین اوسنے خیانت کی
اور اوسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپ کو اوسکے انتقام کے لیے پیش کیا بلکہ ایسے شخص کا حال
تو بہیمے سے بھی برا ہوگا اسواسطے کہ بہیمہ کو مرنے پر چھٹی تو ہو جاویگی اور اس شخص کا یہ حال ہوگا

(حاشیہ: بخاری روایت ابن مسعود)
(حاشیہ: [illegible])

سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم جنس نقد کے عوض کے باب میں لکھ چکے ہیں اور وہ وعدین جو وعید میں
جاوینگے تو اوسکی غالبا وجہی ہوگی کہ لوگوں کے حق اونکے ذمہ رہینگے اور یہ حقوق بموجب شرع
شریف کے چھوٹ نہیں سکتے باقی اقسام گناہوں کے قابل عفو و تکفیر ہیں چنانچہ روایت ہے کہ
بندہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اوسکی نیکیاں اتنی ہونگی کہ اگر اوسکے پاس رہتیں تو
جنتی ہوتا مگر اوسوقت اہل حقوق جنپر اوسنے ظلم کیا ہوگا کھڑے ہونگے بعضوں کو تو گالی دی ہوگی
بعضوں کو مارا ہوگا بعضوں کا مال لے لیا ہوگا پس اسکی نیکیوں میں سے ان لوگوں کو دیا جاویگا
یہانتک کہ اوسکے پاس ایک نیکی بھی نہ بچیگی فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیاں تو
ہوچکیں اور ابھی طالب بہت باقی ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ان لوگوں کی بدیاں لیکر
اسکی بدیوں پر اضافہ کردو اور دوزخ کے نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھدو اور جسطرح کہ آدمی دوسرے
کے بدلے اوسکی بدیوں کے سبب ہلاک ہوتا ہے اسیطرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیاں ظلم کے بدلے
میں آتی ہیں تو اوسکو نجات ہوجاتی ہے ابن جلا بغوی کے حال میں لکھا ہے کہ اونکو کسی
بھائی نے اونکی غیبت کی بعد اوسکے معاف کرانے کے لیے آدمی بھیجا اونھوں نے فرمایا
کہ میں معاف نہیں کرونگا میرے نامۂ اعمال میں اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں ہے
اور یہ بھی کہا کہ غیبت اور بہتان اور بھائیوں نے مجھکو کہا تو اونکے حق میں گناہ ہیں کہ میرے لیے
حسنات ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنے نامۂ اعمال کو اونسے زینت دوں
سعادت و شقاوت میں لوگ مختلف ہونگے مگر یہ نہ سمجھو کہ ہر ایک فرشتے کا لکھا تو ہے
اسباب کے لکھا ہے جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہے کہ بیشک مرجاویگا اسکا مرض قابل علاج
نہیں اور دوسرے بیمار کو کہتا ہے کہ اوسکی بیماری بہت خفیف ہے اور علاج بھی آسان
قول طبیب کا ان دونوں کے حق میں باعتبار اکثر احوال کے ہے ورنہ بعض اوقات قریب المرگ
زندہ ہوجاتا ہے اور خفیف مرض والا چلبستا ہے طبیب کو خبر نہیں ہوتی غرضکہ یہ امر اللہ تعالی
کے بھیدوں میں سے ہے جو زندہ آدمیوں کی روحوں میں ہے
اور مسبب الاسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر پر اونکو مرتب کر رکھا ہے آدمی کو
اونکی پہچان سکے اسیطرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب مقرر ہیں کہ اونکی اطلاع
آدمی کی طاقت سے باہر ہے جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہے اوسکا نام
اور جو موجب ہلاک ہے اوسکو غضب و انتقام سے تعبیر کرتے ہیں اور اونکے سوا ایک اور

فرقہ کو یہ کہنا کہ یہ بھی اعراف مین قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہے مثلاً لڑکون کو کفار کے اعراف
مین رہنے کا حکم مظنون ہے یقینی نہین اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت مین ہے اولیا
و علما کے رتبے کی ترقی اسقدر ہے تک بعید ہے۔ علاوہ ازین لڑکون کے باب مین اخبار بھی
مختلف ہین یہان تک کہ جب ایک لڑکا مر گیا حضرت عایشہ رضنے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیون
مین سے ایک چڑیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ تمھین کیسے معلوم ہوا

اس صورت مین اشتباہ اس مقام مین غالب ہے

چوتھا تیسرا فلاح والون کا ہے یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب اور
سابق ہین اسلیے کہ مقلد کو اگر فی الجملہ کسی مقام مین جنت کے فوز ہوگا بھی تو اصحاب یمین
ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ انکو ملیگا وہ بیان سے باہر ہے اور جسقدر بیان
ہو سکتا ہے وہ وہی جو قرآن شریف مین مذکور ہے خدای تعالی کے بیان سے زیادہ کیا
کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم مین نہین ہو سکتی اوسکو خدای تعالی نے بطور اجمال ارشاد
فرما دیا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا
أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ اور عارفون کا مقصود وہی [illegible]
جو کسی بشر کے دل پر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور و قصور اور میوہ جات اور دودھ اور شہد اور
شراب اور کنگن و زیور جو جنت کی اشیا ہین وہ بیچارے عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر اونکو یہ چیزین
دیجاوینگی تو اونھین پر قناعت نکرینگے بلکہ طالب لذت دیدار الٰہی ہونگے کہ نہایت سعادت اور
انتہای لذت وہی ہے اور اسیواسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رغبت
جنت مین کیا ہوگی اونھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ حاصل یہ کہ ان لوگون کے دلون مین
صاحب خانہ یعنی خداوند کریم کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ اونکو خانہ یعنی جنت اور اوسکی آرایش
کی کچھ پروا نہین بلکہ سوای محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہان تک کہ اپنے نفس سے بھی اوسکے
عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے
کی فکر مین ڈوبا ہو اس حال مین اوسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ اوسکو پہنچا ہو
ذرا نہین معلوم ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب کہتے ہین یعنی اسکی نوبت اس درجے کو
پہونچ گئی کہ سوائے محبوب کے اور کوئی چیز اسکے پیش نظر نہین نہ دل مین غیر محبوب کی گنجائش باقی
تا کہ اوسکی طرف التفات کرے وہ غیر خواہ اسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت

آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دل مین نہین آسکتی ہے جیسے کہ صورت
رنگت آواز کی بہ سے اندیشے آدمی کے دل پر مفہوم نہین ہوتی لیکن اگر اوسکے کان و آنکھ کا
حجاب دور ہوجاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین پیشتر سے
دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسیطرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہے اسکے اوٹھنے سے اوسکو
لذت عجایبات غیبیہ کی معلوم ہوتی ہے اور اس مضمون کا ادراک ہوتا ہے کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ
الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ بس مقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہے اور اللہ ہی کو توفیق ہے

تیسرا بیان اس باب مین کہ کونسی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے

جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہوجاتا ہے اونمین سے ایک اصرار و مواظبت ہے
اور اسی بناپر کہا گیا ہے کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ
کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے
اگرچہ پھر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہے بنسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت
کی جاوے اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے درپے گرا کرے تو اوسپر
نشان پڑ جاویگا اور اگر سارا پانی اوسی مقدار جتنا قطرون مین گرا ہے ایک دفعہ پتھر پر ڈالدیا
جاوے تو کچھ نشان نہوگا اسی تاثیر کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
خَيْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جیسا اس
حدیث سے پایا گیا وہ عمل دائمی گو قلیل ہو نافع ہوتا ہے اسیلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو
آدمی ایک ہی بار کرے اور پھر چھوڑ دے وہ دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم دیتا ہے اسیطرح گناہ صغیرہ پر اگر
آدمی دوام کرے تو اوسکی تاثیر دل کو میلا اور تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات شاذ ہے
کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبارگی دفعتاً ہوجانا بدون اسکے کہ اوس سے پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ
نہ کیے کم پایا جاتا ہے مثلاً زانی جو زنا کرتا ہے تو یہ کم ہوتا ہے کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات
زنا نہ کرے اسیطرح قاتل یکایک قتل نہین کر بیٹھتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو
اسیطرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب مین ضمناً ابتدا و انتہا مین صغیرہ بھی پائے جاتے ہین اور اگر بالفرض
کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اوسکے ارتکاب مین صغیرہ نکرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی ہوجاوے اور
دوبارہ اوسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو غالبًا اوسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے
بنسبت اوس صغیرہ کے جسپر انسان عمر بھر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہوجانے کا

ہے کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ سمجھیگا وہ
خدا تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیر جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا
اسواسطے کہ گناہ کو بڑا جاننا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت نفرت اوس گناہ کی موجود ہے
اسلیے اوسکی تاثیر بھی دل میں خوب نہیں ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ دلکو اوسکے ساتھ الفت ہے اور اسی وجہ سے دل میں اوسکا اثر بہت ہوتا ہے اور دلکا تاریک
ہونا مطلب بھی یہی ہے کہ دل میں روشنی ہوجائے اور خطاؤں سے جو خوف ہے کہ دل پر سیاہی نہ آوے
اور یہی وجہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت میں ہو جاتی ہے تو اوسپر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ
غفلت کا دل پر تاثیر نہیں ہوتی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا ہے
کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سرپر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر
مکھی بیٹھی اور اوسکو اوڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جس گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی وہ وہ
گناہ ہے کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ جو میں نے کیے ہیں ایسے ہی
ہوتے اور ایماندار کے دل میں گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہے کہ اوسکو خدا تعالی کے جلال کا
علم ہوتا ہے جب اوسکو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے اس گناہ سے اوسکی نافرمانی کی تو صغیرہ کو بھی نظر یقین
میں کبیرہ سمجھتا ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا خیال
مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ کسنے بھیجا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو مت دیکھ
بلکہ اس بات کا لحاظ کر کہ اوس جناب سے تونے کسکا مقابلہ کیا ہے۔ اور اسی اعتبار سے بعض
عارفوں کا منقول ہے کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہیں جس امر میں مخالفت الہی ہو وہ کبیرہ ہی ہے
اسیطرح بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ اونھوں نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل
کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم اونکو زمانہ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم میں مہلکات سے سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بخوبی
کامل معلوم تھا اسلیے چھوٹے گناہ بھی اونکے نزدیک باعتبار جلال خداوندی کے کبیرہ سے تھے
اور اسی وجہ سے عالم سے بعض باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں بہ نسبت جاہل کے اور عامی
سے بعض باتیں درگذر کر دی جاتی ہیں نہ عارف سے کیونکہ گناہ اور مخالفت اسقدر بڑے
ہوتے ہیں جسقدر کہ کرنے والے کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اور ایک سبب صغیرہ سے کبیرہ
ہونے کا یہ ہے کہ گناہ کرکے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ یہ مجھکو مہلت ملنا خدا کی

نعمت کے سبب سے ہوا اور اس بات سے غافل ہو کہ یہ قصور موجب شقاوت ہے پس جسقدر کہ صغیرہ کا
آدمی کو مزہ معلوم ہوگا اوتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی مین اوسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک
کہ بعض گناہگار ایسے ہوتے ہین کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہین اور اوسکے ارتکاب سے نہایت
شیخی بگھارتے ہین مثلاً مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیون تمنے دیکھا ہمنے فلان شخص کو کیسا فضیحت کیا
اور کیسے عیب بیان کئے کہ خجالت زدہ کر دیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو
ہمنے کھوٹی چیز کیسی بیچ ڈالی اور اوسکو فریب دیا اور اوسکے مال مین کیسا اوسکو دھوکا دیا اور کیسا الو
بنایا وغیرہ اس قسم کی باتین ایسی ہین کہ ان سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اسلئے کہ گناہ ہلاک کرنے والے
ہوتے ہین جب آدمی اونمین مبتلا ہو جاتا ہے اور شیطان کی بن پڑتی ہے کہ اوس سے اپنی مرضی
کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہے کہ دشمن جیتا اور غالب ہوا اور
اپنے آپ کو دوری خدا تعالی سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ
اتفاق سے ٹوٹ جائے اور اوسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اسوجہ سے خوشی ہو کہ اسکا رنج دوا پینے کا
جاتا رہا تو اوسکے اچھا ہونے کی توقع نرہیگی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ ہے
کہ خدا کی پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کو اوسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہان تک
گناہ کے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ نجانے کہ مہلت دینے سے خدا تعالی کو یہ منظور ہے
کہ اور زیادہ گناہ کرلے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص موجب عنایت سمجھا ہے معاذ اللہ
کہ خدا تعالی کے عذاب سے مامون ہے اور خدا پر مغالطہ کھاتا ہے سو ایسون ہی کو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
ویقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر اور ایک سبب
صغیرہ گناہ کو کبیرہ ہو جانیکا یہ ہی کہ گناہ کرکے اوسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلئے کہ
اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرتا ہے اور دوسرے غیر شخص کو اوس گناہ کی رغبت
دیتی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین یہ ہوتین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہو گیا
اور اگر اس دوسرے کے کہنے پر اتنی بات اور کرے کہ اوسکے لیے سامان اس قصور کا جمع
کرے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ
سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر اون لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور
کیا جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر اونھون نے صبح کو اوٹھکر خدا کے پردے کو توڑ ڈالا اور اپنے
گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہونگے یہ وجہ ہے کہ صفات و انعامات خداوندی مین

ایک یہی ہے کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور عیوب کو چھپاتا ہے اور پردہ فاش نہیں فرماتا
تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اول تو آدمی کو
گناہ ہی نہ کرنا چاہیے اور اگر کرے ہی تو دوسرے کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور
یہی بلحاظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور بعض سلف کا قول ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے بڑھکر
نہیں کرتا کہ اوسکی معصیت میں مدد کرے اور پھر اوس فعل کو اوسپر آسان کردے اور ایک
وجہ کبیرہ ہو جانے کی یہ ہے کہ گناہ کرنے والا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ
کرے اسطرح کہ اوسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگیں تو یہ گناہ اوسکے حق میں کبیرہ ہو جاویگا
مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری میں سوار ہو یا شبہ کا مال لے یا بادشاہوں کے
پاس آمدورفت رکھے اور اونکے حال کو برا نجانے بلکہ اونکی موافقت کرے یا مسلمانوں کی عزت میں
زبان درازی کرے یا مناظرہ میں سخت سست بکے یا کسیکو خفیف کرنے کا ارادہ ہو یا علوم
میں سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ وغیرہ جس
اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہیں کہ لوگ اونکی سند کیا کرتے ہیں عالم تو مرجاتا ہے مگر اوسکی برائی
باقی رہتی ہے اور مدتوں تک جہان میں پھیلاتی رہتی ہے تو کیا خوب آدمی ہے وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی
اوسکے ساتھ ہی مرجاویں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایک طریق برا نکالے تو اوسپر
خود اوسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور اون لوگوں کا گناہ جو اوس فعل کے مرتکب ہوں حالانکہ اونکے
وبال سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالی فرماتا ہے
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ آثار وہ نہیں اعمال کو کہتے ہیں کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے
عامل کو پہونچتے رہیں اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ عالم کی خرابی دوسروں کے
اتباع سے ہوتی ہے اوس سے اگر لغزش ہوجاتی ہے تو توبہ کرلیتا ہے مگر لوگ اوس بات کو
کرنے لگتے ہیں اور جہان میں منتشر کردیتے ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ عالم کا قصور مثل
کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اوسپر سوار ہوں اونکو بھی
ڈبوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک عالم لوگوں کو بدعت سے ایسا
گمراہ کیا کرتا تھا پھر اوسکو توبہ نصیب ہوئی اور ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالی نے
اوس وقت کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اوس سے کہدو کہ اگر تیرے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو

ف ۱ منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھاویں بات بری اور چھڑاویں بھلی ۱۲

ح ۲ مسلم بروایت جابر ابن عبد اللہ ۱۲

ف ۳ ہم لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے ۱۲

البتہ

البتہ مین معاف کر دیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو
گمراہی کے باعث دوزخ مین ڈالدیا۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے
لیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہیین اول تو یہ کہ گناہ کو سرے سے ترک
کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر نہ ہونے پاوے اور جسطرح کہ علما
کے حق مین گناہون کے باعث وبال زیادہ ہوتا ہے اسیطرح انکی نیکیون کا ثواب بھی دوسرون کے
اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی رغبت چھوڑ دے
اور دنیا سے تھوڑی شے پر قناعت کرے اور کھانا بقدر بسر اوقات کھاوے اور کپڑا پرانا پیوند دار پہنے
اور یہ باتین اسکا اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرین تو جتنا ثواب اونکو ملیگا
وہ سب اسکو بھی ملیگا اور اگر خود عالم زینت کا راغب ہوگا تو اور سب لوگ بھی اوسکی پیروی
ضرور اودہر کو جھکینگے اور سامان ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال حرام کے اکٹھا نہین
ہو سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے ترک سے جیسے نفع زیادہ
ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے
اسیقدر کافی ہے جو یہان تک مذکور ہوئی

تیسری فصل اس باب مین کہ توبہ کامل کیا ہے اور اوسکے شرائط اور آخر عمر تک اسکی ہمیشگی کے ذکر مین

بیان اول توبہ کامل کا حال یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ تین امور کو کہتے ہین
جو موجب عزم و قصد کا ہوا اور یہ ندامت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا
اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہو جاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینون اجزا توبہ یعنی علم
اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کیلیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور
دوام کے لیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو ذکر کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان کی
جو عنقریب آویگا اول ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے
فوت ہونے کی اطلاع سے اوسکو ہوتا ہے اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ حسرت و اندوہ بے پایان کا
ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے
عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہوکر اسپر بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ
گذریگا اور مصیبت ہوگا اب ہم پوچھتے ہین کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش
دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے نازل ہونے کی ہے

اور خدا اور رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ اگر ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہیں اگر کسی شخص سے کہدے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اوس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجاویگا تو اوسیوقت اوسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھو کہ نہ تو بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور نہ طبیب خدا اور رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور نہ موت دوزخ کی آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ میں پہنچانے پر اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت و الم وہ کرنا چاہیے جس قدر رنج و ندامت زیادہ ہوگا اوسیقدر گناہوں کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل میں آنسو کثرت سے نکلیں اور حدیث شریف[ح] میں وارد ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کہ اونکے قلب نرم ہوتے ہیں اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہوں کی حلاوت کے بدلے تلخی پیدا ہو جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کی عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے حالات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے بہت برسوں تک عبادت میں کوشش کی مگر اوسکی توبہ کے قبول کا ظاہر نہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے خواہان سفارش ہوا اونہوں نے جناب باری میں اوسکے لیے دعا کی خداتعالی نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ اگر تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اوسکی سفارش کرینگے تب بھی اوسکی توبہ قبول نکرونگا جبتک اس گناہ سے کہ توبہ کی ہے اوسکا مزہ اوسکے دل میں رہیگا۔ اب یہاں اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو مرغوب ہوتے ہیں اونکی تلخی دل میں کسطرح جاگزین ہوگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ کسی نے شہد کھایا جسمیں زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم ہوا مگر پھر بیمار پڑا اور مرض بڑھگیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے۔ اب اگر پھر اوسکے سامنے شہد آوے جسمیں ویسا ہی زہر ملا ہوا ہو اور اوسکو نہایت درجے کی بھوک ہو اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اوسکا نفس اس شہد سے نفرت کریگا یا نہیں اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان کے خلاف ہے کیونکہ بیماری کے بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکسان ہونے سے اوس سے بھی نفرت کریگا چنانچہ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنے والا جو گناہوں کی تلخی دلمیں پاتا ہے اوسکو بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ اول وہ اسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک گناہ کا مزا تو شہد کیطرح لذیذ ہے مگر اوسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جبتک اسکا اعتقاد نہو

[ح] یہ حدیث مرفوعاً ہمنہیں ملی اور یہ قول عون بن عبداللہ کا ہے ابن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲

ب

تب تک توبہ صحیح اور سچی نہیں ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہے اسلیے توبہ کا
وجود اور توبہ کرنے والے بھی کمیاب ہیں سب کا یہی حال ہے کہ البتہ گناہوں سے روگردان
اور گناہوں پر مصر اور کسل کرنیوالے ہیں غرضکہ شرط کمال ندامت کی وہی ہے جو اوپر مذکور
ہوئی اوسکی مداومت موت تک چاہیے اور نیز مذکورہ کو جمیع گناہوں میں یکساں جاننا چاہیے
کیونکہ پہلے اوسکا مرتکب ہوا ہو مثلاً اگر شربت کے ساتھ زہر کھانے والا ٹھنڈے پانی میں بھی
ویسا ہی زہر جان لے تو پھر کر اوسکو بھی نہ پیگا اسلیے کہ اوسکو ضرر شربت سے نہیں ہوا تھا
بلکہ زہر کی چیز جو شربت میں تھی وہ پانی میں بھی موجود ہے اسیطرح تائب کو وہی کا نقصان کسی خاص
گناہ سے مثلاً چوری یا زنا سے اسوجہ سے نہیں تھا کہ یہ اس خاص فعل سے سرزد ہوا بلکہ اسوجہ سے تھا
کہ مخالفت امر الٰہی کی ہوئی اور یہ بات ہر ایک گناہ میں موجود ہے باقی رہا قصد جو ندامت سے
پیدا ہوتا ہے یعنی ارادہ تدارک تو اوسکو تین زمانوں یا ہستیوں سے علاقہ ہے ارادہ تدارک زمانہ حال میں
اس بات کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اوسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہو
اوسوقت ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اس بات کا خواہاں ہے کہ جو پہلا قصور ہوگیا اوسکا
تدارک کرے اور زمانۂ مستقبل سے اس بات کا متعلق ہے کہ موت کے وقت تک مداومت طاعت اختیار
اور گناہ کا تارک رہے اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہے کہ فکر
کرکے یہ بات معلوم کرے کہ میں کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی رو سے جب
یہ بات معلوم ہو جائے تو روز بلوغ سے اوسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اوسکا ایک ایک سال اور مہینا
اور دن اور سانس تلاش کرے کہ اونمیں کون کونسی طاعات میں مجھسے قصور ہوا یا کتنے گناہ
مجھسے سرزد ہوئے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہیں پڑھی یا ناپاک کپڑے میں پڑھی تھی یا شرط
نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اوس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نماز جو
فوت ہوگئی ہوں اونکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہوں
اونکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے
اور اگر روزہ حالت سفر میں افطار کیا ہو اور پھر اوسکے عوض کا نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات کو
نیت نہ کی ہو اور ایسے روزوں کی قضا نہ کی ہو تو اسیطرح کہ جتنے ہوں اونکا شمار تحقیق اور
اٹکل سے معلوم کرکے اونکو قضا رکھے۔ اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ کب
میری ملک میں آیا کیونکہ زکوٰۃ تو لڑکے کے مال پر بھی واجب ہے اسمیں بلوغ کی قید نہیں پھر

بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ
لگایا ہو تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اوسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اوسکو
بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کرے اور شراب پی ہو
تو شربت شدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہوں کا
شمار غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہوں کے خلاف ہو اوسکا سلوک کرے مثل
سمجھنا چاہیے مرض کا علاج اوسکی ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل پر کسی گناہ سے آگئی ہو وہ بجز ایسی نیکی کے جو
اوس گناہ کی ضد ہو مرتفع نہوگی اور ضد مرتفع ہوتی ہے اوسمین مناسبت ہوا کرتی ہے اسلیے یون آیا ہے
کہ [illegible] نیکی [illegible] مٹا دیتی ہے [illegible] سفیدی آتی
باقی [illegible] آسان ہے [illegible]
[illegible] گناہون کے [illegible] زیادہ [illegible]
کرے گو یہ بھی گناہون سے محو کرنے مین خالی تاثیر سے نہین اب رہی یہ بات کہ گناہ اونکی
ضد سے کیون دور ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے اور
دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اوسکی طرف اشتیاق کرے
تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایذا و مصیبت مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اوسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو
وہ بھی اوسکے حق مین کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہے
چنانچہ یہ مضمون احادیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہین کہ اونکا کفارہ صرف
رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اوسکا کفارہ ہوتا ہے اور
حضرت عائشہ رض سے جو حدیث مروی ہے اوسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندہ کے
گناہ زیادہ ہوتے ہین اور اعمال اوسکے کفارے کے لیے نہین ہوتے تو اللہ تعالی اوسپر
بہت سے رنج ڈال دیتا ہے وہی اوسکے گناہون کا کفارہ ہو جاتے ہین اور کسی کا قول ہے
کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اوسکو نہین پہچانتا وہ گناہون کی تاریکی ہے اور
اونسے رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی ہیبت سے خوف ہو
یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور
یہ گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کیونکر ہوگا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت
گناہ ہے اور انسے محروم رہنا اوسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضا کے بموجب متمتع ہوتا

تو پورا قصور ہوتا۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں گئے
آپ نے اونسے پوچھا کہ اوس دردمند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال میں
چھوڑا حضرت جبریل نے فرمایا کہ تمہارا اتنا رنج کیا جتنا سو عورتوں کو ہو جنکے بچے مر گئے ہوں آپ نے
پوچھا کہ پھر اسکا ثواب خدا کے یہاں اونکو کتنا ہوگا اونھوں نے فرمایا کہ سو شہیدوں کا ثواب
ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی بندہ کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہیں یہاں تک حال اون
گناہوں کا ہوا جو بندہ میں اور خدا تعالی میں ہوں اب حقوق عباد کو سننا چاہیے کہ اونمیں
بھی خدا تعالی کا حق ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالی نے بندوں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے
پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ خدا تعالی کی مخالفت پہلے کریگا غرض جو قصور اس
قسم کے ہوں اونمیں سے حقوق الہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور حسرت کرے اور آیندہ کے
ویسا کام نکرے اور جو نیکیاں اون قصوروں کی ضد ہوں اونکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگوں کو
ستایا ہو تو اونپر احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال میں سے کفارہ کے لیے
خیرات کرے اور اگر کسیکی غیبت یا طعن تشنیع کی ہو تو اوسکی ثنا کرے مثلاً دینداری جو اوس
اپنے ہمسروں کی خوبیاں اچھی ہوں اونکو ظاہر کرے اور اگر کسیکو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے
اسمیں بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہے اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے نابود
اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد کرنے میں وہ حیات اوسکو حاصل ہوتی ہے جو خاص
اوسکے نفس کے لیے ہو اسلیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہے کہ قابل ہوں وجنسیت کے
اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہیں کرسکتا اور کفارہ اور جو کہ ایسا ہی یہ
طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے شریعت میں اوسکی نظیر موجود ہے مثلاً کفارہ قتل نفس میں آزاد
کرنا غلام کا اسیوجہ سے ہے کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہرحال حقوق عباد میں صرف
یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرے یا اوسکے مقابل نیکی کرے بلکہ
اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہیں یا مال
یا عزت سے یا دل سے اور متعلق بدل سے ہماری غرض ایذا محض ہے۔ اب ہر ایک کی تفصیل
سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہے یا یوں ہو کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اوسکی توبہ یہ ہے
کہ خونبہا مستحق شخصوں کو دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ داروں سے دلا دے
جب تک مستحق کو خونبہا نہ پہنچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا۔ اور اگر قتل عمد موجب

مرتکب

تو اوسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسیکو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل پر واجب ہے کہ
مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اوسکے اختیار مین کردے
چاہے وہ معاف کرے چاہے مار ڈالے اور بدون اسبات کے اور کسیطرح بری الذمہ
نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی نہین جیسے زنا اور چوری اور
شرابخواری اور راہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خداتعالی کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی ہے
ان صورتون مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش
کردے اور ولی سے سوال کرے کہ خداتعالی کا حکم مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہے
کہ جیسا خداتعالی نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے دے اور اپنے نفس پر ان اعمال
کی سزا قائم کرے جسطرح سے ہوسکے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ عفو
حقوق خداوندی کا موقوف ہے اور نزدیک سے ہوسکتا ہے اور اگر ان صورتون مین بھی حاکم تک
نوبت پہونچا دیگا اور اپنے اوپر حد جاری کرادیگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور
خداتعالی کے نزدیک مقبول ٹھہرے گی چنانچہ مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ
مجھسے زنا ہوگیا اور مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کردین آپ نے اونکا کہنا
پھیر دیا انکار فرمایا دوسرے روز پھر آکر اسیطرح عرض کیا اوس دن بھی آپ نے ٹال دیا جب تیسرے روز
پھر عرض کیا تو آپ نے اونکے لیے گڑھا کھدوایا اور سنگسار کرادیا اونکے بابمین لوگون کے
دو فریق ہوگئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال مین ہوئی کہ گناہون نے چارطرف سے
گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرقہ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام
امت مین اسکی توبہ تقسیم کیجاوے تو منقسم ہوسکتی ہے اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہے کہ اوسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ مجھسے زنا ہوا ہے آپ مجھکو پاک کردیجیے
آپ نے اوسکا کہنا پھیر دیا انکار فرمایا دوسرے روز اوسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیون نہین پاک
فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہین مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہے آپنے فرمایا کہ جبتک تیرے
بچہ نہولیگا تب تک حد جاری نہوگی جب بچہ پیدا ہوچکا تو اوسکو ایک کپڑے مین لپیٹکر لائی اور عرض کیا کہ بچہ یہ ہے جسکا
آپنے فرمایا کہ جا اسکو دودہ پلا جبتک بچہ کا دودہ نہ چھڑایا جائیگا حد نہوگی جب بچہ کا دودہ چھٹا تو وہ بچہ کو لیکر آئی

ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھٹ گیا اور اب یہ کھانا کھانے لگا
آپ نے اوس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور اوسکے لیے سینے تک گڑھا کھدوایا اور
لوگوں کو حکم سنگسار کرنے کا دیا جب خالد بن ولید نے آکر ایک پتھر اوسکے سر میں مارا تو خون کی
چھینٹیں اونکے چہرے پر پڑیں اونھوں نے اوسکو گالی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی
گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اوسکی بھی مغفرت
ہو جائے پھر آپ نے حکم دیا تو اوسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی فائدہ مکس اوس ظلم کو کہتے ہیں
جو عشر لینے والا لوگوں سے کیا کرتا ہے اور حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مکس لینے والا جنتی
نہوگا اس حدیث میں مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہر چند قابل دخول بہشت
نہیں مگر اوسکی بھی مغفرت ہو جائے فقط غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے کے
بھی ہو سکتی ہے مگر قصاص اور حد قذف میں مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہے
اور مال کا حال یہ ہے کہ اگر کسی کا مال غصب یا خیانت یا معاملہ میں غبن کرنے سے لیا ہو مثلاً
کسیکو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری
کم دی ہو یا نہ دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہے اور اسمیں کچھ قید بلوغ کی
نہیں بلکہ روز پیدائش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے
کہ لڑکے کے مال میں اگر اس قسم کا مال آ جائے تو بعد بلوغ کا اوسکا علیحدہ کرنا واجب ہے
بشرطیکہ اوسکے ولی نے اوسمیں کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نکریگا تو ظالم ٹھہریگا اور
اوسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی میں لڑکا اور جوان یکساں ہیں اسلیے شروع پیدائش
سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اوسکا حساب قیامت پر جا پڑے
اور مواخذے میں پھنس جائے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتا اوسکا حساب
قیامت میں بہت لمبا ہوتا ہے جب اسطرح حساب کر چکے تو گمان غالب اور قدر طاقت سے جو
معلوم ہو جائے کہ میرے ذمہ لوگوں کا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہے
اسامی وار لکھ لے اور پھر شہر دیار میں گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر
یا معاف کرالے یا اوسکا حق جتنا ہے حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالموں اور تاجروں پر دشوار ہے
اسلیے کہ وہ سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہو سکتا نہ اونکے وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں

لیکن

لیکن اوسپر بھی واجب ہے کہ حتی الامکان اس باب مین سعی کرین اور اگر اس سے عاجز ہو
تو اسکا اور کوئی علاج نہین بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز
حقدار کا حق اوسنے ادا ہو سکے اور اوسکے نامۂ اعمال مین سے حقدارون کے پلے مین
رکھدیے جاوین تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگون کے اپنے ذمے ہون اونہین کے موافق حسنات
بھی ہون ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقدارونکے گناہ اسکے ذمے کردیے جاوینگے
اور دوسرون کے گناہون کے بدلے مارا پڑیگا پس جو شخص حقدارون کے حقوق ادا کرنے
چاہے اوسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی مین کاٹے لیکن
بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق جتانے مین گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہین شاید بہت کم کا زمانہ
ایام ظلم کے مقابل ہو اسلیے ضرور ہوا کہ جسقدر سیئات کیواسطے مستعد تھا اوس سے زیادہ حسنات
کیواسطے مستعد رہے کیونکہ گناہون کے لیے وقت بہت تھا اور حسنات کے لیے معلوم نہین
شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اوسکا مالک بھی معلوم ہو تو اوسکے
حوالہ کردینا چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اوسکو خیرات کردینا چاہیے اور اگر مال حلال اور
حرام ملگیا ہو تو اسکل سے جسقدر مال حرام ہو اوسکو نکالکر خیرات کردینا چاہیے چنانچہ اوسکی تفصیل
باب حلال اور حرام مین گذر چکی ۔ باقی رہا دلونکا ایذا دینا کہ لوگون کے سامنے ایسی باتین کرے
جنسے اونکو ایذا ہو یا غیبت کسیکی کرے تو اوسکا تدارک یہ ہے کہ جسپر کچھ زبان درازی کی ہو یا
دل دکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھکر معاف کراوے اور اگر کوئی اونمین سے مرگیا ہو
یا مفقود الخبر ہوگیا ہو تو اوسکا تدارک کچھ نہین بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تا کہ قیامت کو
عوض کے وقت حسنات سے دے سکے اور جو کوئی ملجاوے اور بخوشی خاطر معاف کردے تو
اوسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اوسکا کفارہ ہوجاویگا مگر اوسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو اور
جو کچھ زبان سے اوسے کہا ہو وہ بیان کردے مبہم معاف کرانا کافی نہوگا کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اوسکا دل معاف کرنے کو
نہین چاہتا ہے اور قیامت پر چھوڑتا ہے کہ اوس روز اوسکی حسنات مین سے عوض لے لونگا
یا میرے قصور اوسکے ذمے چلے جاوینگے پس اگر مبہم قصور کوئی ایسا ہو کہ اوسکے بیان کرنے
سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسیکی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسیکی منکوحہ سے یا زبان سے
اوسکو ایسا عیب لگایا ہو جو اوسکے مخفیہ عیبون مین سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتون کو اگر اوسکے

سامنے بیان کریگا تو اوسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت میں راہ معافی کرانے کی مسدود ہوگئی
مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہجاویگی اوسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ
مردہ اور مفقود و غائب کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور پوشیدہ رکھنا ایک نیا قصور ہے
اوسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے اوسکے سامنے قصور کا ذکر کیا
اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اوسکا وبال یا جرم کے عوض ہوگا اسلیے کہ وہ دوسرے کا حق اوسکا
باقی ہے اس صورت میں مجرم کو چاہیے کہ اوسکے ساتھ بڑی خوشی سے پیش آوے اور اوسکے کام
خدمت اور حاجات میں کام آوے اور اوسکے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے
اوسکا دل اسکی طرف مائل ہوجاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں

شعر ببخشش اسیر است آدمی زادہ ہمیشہ ... باحسان توان کرد وحشی بقید

تو جب کوئی شخص خطا کے سبب اچٹ جاتا ہے وہ سلوک سے راضی ہوجاتا ہے
اوس شخص کا دل مجرم کیطرف سے نرمی اور دوستی دیکھیگا تو معاف کرنے کے لیے راضی
ہوجاویگا اور اگر اسپر بھی اصرار معاف نکرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور عذر خواہی
اون حسنات سے ہوگی جنسے قیامت میں قصور کا عوض ہوسکیگا اور کل حق کی خوشی اور
رضامندی اور دلجوئی اور نرمی میں اوسیقدر کوشش کی جتنی کہ اوسکی ایذا میں کی تھی یا اوسکے
کے وقت اگر برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت میں عوض ہوسکیگا مثلاً اگر دنیا میں کوئی
کسیکا مال ضائع کرے اور اوتنا ہی مال لاکر مالک کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف
کرے تو حاکم اوس مال کے لینے مالک کو اجازت دے لینے کی کر دیگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو
اسیطرح میدان قیامت میں جب احکم الحاکمین اور عادل ترین عادلین کا حکم جاری ہوگا تو وہاں
بھی ایسا ہی حکم ہوگا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے امتوں میں ایک شخص تھا جسنے ننانوے ۹۹ آدمیوں کو
قتل کیا تھا اوسنے پوچھا کہ جہان میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ فلاں
راہب ہے وہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ننانوے آدمی جان سے مار ڈالے ہیں توبہ بھی
مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہیں اوسنے راہب کو بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کیے
پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگوں نے بتلادیا کہ فلانا عالم ہے وہ اوسکے
پاس گیا اور کہا کہ میں نے سو آدمی قتل کیے ہیں میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں عالم نے فرمایا

کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین
مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی اونکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راستہ طے کر چکا اوسکو موت نے آلیا اور
رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر دل سے
متوجہ الی اللہ ہو کر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی
کوئی کام اچھا نہین کیا اسلیے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اسی اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان
وہان پہونچا وہ دونون فریق نے اوسکو اپنے معاملہ کا پنچ کر دیا اوسنے کہا کہ دونون زمینونکا
فاصلہ معلوم کرنا چاہیئے جسطرف کا فاصلہ کم ہو اوسیطرف شمار کرنا چاہیئے جب فاصلہ دیکھا گیا
تو جس زمین مین اوسکو جانا منظور تھا اوسکا فاصلہ کم ٹھہرا اسی واسطے سے رحمت کے فرشتون نے
اوسکی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اوس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو
اوسی کے لوگون مین محسوب ہوا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ خدا تعالی نے اوس زمین کو دور
ہونیکا اور اوسکو قریب ہو جانیکا حکم کیا اور پھر فرشتون کو حکم فرمایا کہ دونون کا فاصلہ
دیکھو تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلے پر تھی اسلیے معاف کر دیا گیا الغرض
معلوم ہوتا ہے کہ نجات کی صورت یہی ہے کہ حسنات کا پلہ بھاری ہو گو ذرہ ہی ہو اسی واسطے
تائب کیواسطے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہان تک بیان اوس قصد کا تھا جو زمانہ
گذشتہ سے متعلق ہے اب جو قصد کہ زمانہ آیندہ سے متعلق ہے اوسکو سننا چاہیے کہ تائب کو
چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد مستحکم کرے کہ اون گناہون کی طرف کبھی رجوع نہ کریگا
اور نہ اون جیسونکا کبھی مرتکب ہوگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ فلان میوہ ضرر
کرتا ہے اور پکا ارادہ کرلے کہ جب تک بیماری سے اچھا نہوگا کبھی میوہ نہ کھاویگا اور
اوسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ دوسرے وقت اوسپر غلبہ شہوت ہو جانیکے
تائب جبھی کہلاویگا جب توبہ کے وقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین پوری
جب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کم خوابی اور قوت حلال اختیار کریگا
پس اگر اوسکے پاس مال موروثی حلال موجود ہو یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات
کے موافق حاصل کرلیتا ہے تو اوسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام گناہونکی
جڑ ہے اگر حرام خواری پر اصرار کیے جاویگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس مین

اپنی میں بانٹی چیزیں نہیں چھوڑ سکتا اور سے مال حلال پر کفایت نہیں ہو سکتی اور یہ مال شبہ
اور اس سے چھوٹ سکے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص خواہش کو چھوڑ سکے نہیں تو اسکا ہوا ادر شیطان
کیواسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کرے تو پھر اس میں مبتلا ہوگا اور ایک اور بزرگ
فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرکے سات برس تک بچا رہے تو پھر کبھی اس میں مبتلا
نہ ہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر عالم نہ ہو تو جو چیزیں اوسکو زمانہ آئندہ میں فرض
یا اوس پر حرام ہے اوسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر ذلت اختیار نہ کریگا تو
جسکا نام ہے وہ بھی کامل نہ ہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہوں سے توبہ کرلیگا مثلاً زنا اور
غصب سے توبہ کرلی لیکن مطلق توبہ نہیں بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ درست نہیں
اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے اور درست کا انکار اس طرح کہ جو شخص اسکو نادرست کہتے ہیں
فرقے سے پوچھتے ہیں کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمہاری یہ غرض ہے کہ آدمی اگر
گناہوں کو چھوڑ دے تو اوسکے لیے مفید نہیں بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونوں یکساں ہیں تو یہ
تمہاری صریح غلطی ہے اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ گناہوں کی کثرت عذاب کی کثرت کا سبب ہے اور انکی کمی
کمی عذاب کا سبب ہے اور جو درست بتلاتے ہیں اوسے ہم پوچھتے ہیں اگر تمہاری یہ غرض ہے
کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا موجب اسقدر قبول کا ہے جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجے کو
پہونچ جاوے تو یہ بھی غلطی ہے کیونکہ نجات اور فوز سب گناہوں کے چھوڑنے سے
حاصل ہوتی ہے اور خفیہ اسرار خدا کی ہیں ہم کلام نہیں کرتے مگر ظاہر کے اقتضا سے فریق ثانی
یہی ہے اب اگر فریق اول یوں کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہے کہ توبہ ندامت کا نام ہے
اور گناہ پر جو آدمی ندامت کرتا ہے اسی جہت سے کرتا ہے کہ اوس میں نافرمانی خدا تعالی کی
ہے مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہیں کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ معصیت
الٰہی کا سبب ہے جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہرے تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ چوری پر
ندامت کرے اور زنا پر نہ کرے کیونکہ دونوں میں خدا کی نافرمانی موجود ہے تو ندامت جیسا
ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے کی تلوار سے قتل ہونے پر
درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اوسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد محبوب کے
جانے کا ہے وہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ضائع ہو جب گیا اسلیے کہ
اپنے محبوب کے جانے نہ جانے کا درد ہوتا ہے اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہے تو

نافرمانی ہے سب پر برابر پایا جاتا ہے ایک پر ہو اور ایک پر نہو اسکے کیا معنی اسلیے کہ ندامت
اوسی حالت کا نام ہے جو اس علم کے بعد آتی ہے کہ نافرمانی سے محبوب ہاتھ سے نکل جاتا ہے
خوب سمجھ لو یہ نہیں کہ بعض گناہوں پر توبہ یعنی ندامت ہو اور بعض پر نہو اور اگر یہ ممکن ہو تو اسکا بھی
قائل ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص یوں توبہ کرے کہ دو مشکوں میں سے ایک مشک کی شراب سے توبہ
کرتا ہوں نہ دوسرے کی تو یہ توبہ درست ہو اور اگر یہ بات محال ہے اسوجہ سے کہ نافرمانی دونوں
مشکوں کی شراب میں ایک ہی ہے اور مشکیں صرف ظروف ہیں اونکے جدا ہونے سے حکم جدا
نہیں ہو سکتا اسیطرح چوری زنا وغیرہ سب گناہ اسباب نافرمانی خدا کے ہیں اور مخالفت امر میں
شریک ہیں تو ہم جو توبہ کہ ہونا درست کہتے ہیں اوسکے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالی نے گناہوں کے
بخشنے کا وعدہ کیا ہے وہ رتبہ بغیر ندامت نہیں ملیگا اور ایک ہی قسم کے گناہوں میں
کو ایک پر ندامت ہو اور ایک پر نہو تو توبہ کا حاصل ہونا ندامت کے بعد ایسا ہے جیسا ایجاب و قبول
کے بعد ملک کا حاصل ہونا ہے اور جب تک ایجاب و قبول تمام نہیں ہوتا تو معاملہ بھی نادرست ہوتا اور
بیع وغیرہ ملک کا اوسپر مترتب ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا اسیطرح جب تک ندامت اون سب
گناہوں کی کہ گناہ باعث نافرمانی ہیں نہ ہو تب تک اوسکا ثمرہ توبہ بھی نادرست ہوگی اور گناہ ہونیکا نافرمانی
الٰہی ہونا سب معاصی کو شامل ہے کسی کی تخصیص نہیں اسیواسطے اسکی تحقیق یہ ہے کہ ترک اور ندامت میں
فرق ہے صرف چھوڑ دینے کا ثمرہ تو یہ ہے کہ جس چیز کو چھوڑ دیگا اوسیکا عذاب منقطع ہوجائیگا
اور ندامت کا ثمرہ یہ ہے کہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہے مثلاً اگر چوری چھوڑ دیگا تو جس چوری کو
چھوڑیگا اوسیکا عذاب بھی اوسکو نہوگا یہ نہیں ہوگا کہ پہلے جو چوری کی تھی اس چھوڑنے سے
وہ بھی محو ہوجائے بلکہ اوسکے محو ہونے کیواسطے ندامت ضرور ہے تو یہ تقریر البتہ عمدہ ہے
اور اس بات کو چاہیے ہے کہ منصف آدمی اسکی تفصیل بیان کرے جس سے سارے مطالب کھل جاویں
اسلیے ہم کہتے ہیں کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو صرف گناہ کبیرہ سے ہو
صغیرہ سے نہو یا صغیرہ سے ہو اور کبیرہ سے نہو یا بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہو صورت اول
ممکن ہے اسطرح کہ توبہ کرنے والا جانتا ہے کہ گناہ کبیرہ خدا کے نزدیک بڑے ہیں
اور اونسے اوسکا غصہ جلد ہوتا ہے اور صغیروں پر عفو جلد راہ پاتا ہے تو اب ممکن ہے کہ وہ شخص
بڑے گناہوں سے توبہ کرے اور اونپر نادم ہو جیسے کوئی بادشاہ کے حرم کے ساتھ
کچھ قصور کرے اور اوسکے خانہ کو بھی مثلاً مارے تو اسکو حرم کی گستاخی کا خوف زیادہ ہوگا

جانور کے مارنے کو حقیر جانیگا اور جتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے باب میں خدای تعالی سے
دور کرنیکا اعتقاد زیادہ ہوتا ہے اوسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع میں ایسا ہونا ممکن
پہلے زمانوں میں تائب بہت گذرے ہیں حالانکہ کوئی اونمیں معصوم نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ
کے لیے عصمت ضرور نہیں اور اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی طبیب بیمار کو شہد سے تو زیادہ ڈراوے
اور شکر سے کم ڈراوے اور اسی طرح شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ اوسمیں ضرر سب
کچھ بھی ضرر نہیں کرتی تو بیمار طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا یا شکر سے نہیں کریگا اور
اگر شہوت کے غلبہ میں دونوں کو کھالیگا تو نادم بہت شہد کھانے پر ہوگا شکر پر نہیں ہوگا غرض
کہ اس صورت کا پایا جانا محال نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کبیرون سے توبہ کرے اور
بعض سے نکرے یہ بھی ممکن ہے کیونکہ آدمی کے اعتقاد میں یہ بات ہوتی ہے کہ بعض کبیرے بہ نسبت
بعض کے شدید اور سخت ہیں مثلاً کوئی شخص قتل و غارت اور ظلم اور لوگوں کے حق دبانے
سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فروگذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف اللہ تعالی
کے ہیں اونپر عفو جلد ہو سکتا ہے غرضکہ جیسا کبیرہ اور صغیرہ میں فرق تھا اور اوس لحاظ سے صورت
اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت میں کم و بیش ہیں اور
اونمیں خود بھی تفاوت متحقق ہے اور مرتکب کے اعتقاد کی وجہ سے بھی تفاوت ممکن ہے اور
اسی لحاظ سے آدمی کبھی ایسے گناہوں سے کبھی توبہ کرلیتا ہے جنکا تعلق بندہ سے ہے مثلاً شراب
پینے سے تائب ہوتا ہو زنا سے نہیں ہوتا کیونکہ اوسکو اس بات کا اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب سب برائیوں کی
کنجی ہے اور اگر اوسکے پینے سے عقل لغزش کھا جاتیگی تو نادانستہ سب گناہوں کا مرتکب
ہو جاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن میں ہوگی اوسیقدر اوسکو خوف پیدا ہوگا
جس سے آگے کو نہ پیے اور گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہے کہ ایک صغیرہ یا چند
صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اصرار کیے جاوے
مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کیطرف دیکھنے سے یا ایسے ہی گناہ سے توبہ
کرے مگر شراب خواری پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اوسکے امکان کی وجہ یہ ہے
کہ کوئی ایماندار ایسا نہیں جو اپنے گناہوں سے نہ ڈرتا ہو اور اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو
کسیکو تھوڑی ہوتی ہے کسیکو زیادہ لیکن جسقدر گناہ میں اوسکو لذت ہوتی ہے اوسیقدر خوف
کے باعث دل میں رنج نہیں ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہے اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے

گر زور ہونے کی بحالت خواہ غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبہ شہوت اسباب سے
لذت قوی رہتی ہے اسواسطے گو ندامت ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی کہ اوس سے آدمی
متحرک ہو عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی ہے سچ ہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف ہے
تو خوف غالب ہو کر شہوت کو دبا لیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے
اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اوس سے صبر نہیں کر سکتا مگر غیبت اور جھوٹی
اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہیں ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ غیبت
وغیرہ کا استیصال ہو سکتا ہے قوی کا نہیں ہو سکتا تو اوس خوف کے باعث عزم
ترک ایسے افعال کا البتہ کر لیگا جن کی رغبت کم ہوتی ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض
گناہوں میں غالب ہو جاتا ہے کہ بعض پر قادر ہوا ہے تو ایسا نہیں ہے کہ اوسکے قابو کا ہو رہوں
اور یا کہ وہ بھی چھوڑ دوں بلکہ بعض گناہوں میں تو اوس سے مجاہدہ کروں گا اور غالب آؤں تاکہ شاید
اوس میں غالب آنا کفارہ بعض گناہوں کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہ ہو تو کبھی نماز پڑھتا اور
روزہ رکھتا اوسکا سمجھ میں نہیں آتا اور اگر اوس سے یہ کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر
غیر خدا کے لیے ہے تو نا جائز ہے اور اگر خدا کیواسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کیواسطے چھوڑ دے
کیونکہ خدا کا حکم دونوں چیزوں کا ایک سا ہے پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق
کا نہ کرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب وہ دیگا کہ خدای تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور میں
اگر دونوں کو بجا لاؤں تو دو عذاب سے بچونگا لیکن ایک امر کی بجا آوری میں تو میں قدرت شیطان
کے دبانے کی رکھتا ہوں اور دوسرے کی بجا آوری میں عاجز ہوں تو جسمیں قادر ہوں
اوس سے شیطان کو مغلوب کرتا ہوں اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ خدای تعالی اوس
مجاہدے کو کفارہ اوس تقصیر کا کرے جسمیں میں عاجز ہوں غرضکہ اس بات کے امکان میں کچھ
شک نہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت اور معصیت کا نہو اور
اوسکی وجہ سوا اسے تقریر مذکورہ بالا کے کچھ اور نہیں اور جب یہ بات سمجھ گئے تو یہ بھی معلوم ہوگیا
کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہوں میں ممکن ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا
تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہے علاوہ ازیں حدیث شریف جو مذکور ہے
اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ اسمیں یہ شرط نہیں کہ سب گناہوں پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث
اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ میں سب گناہوں سے تائب نہیں فرمایا

اس تحقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جاتا رہا کہ دو مشکوں مین سے ایک مشک کی شراب سے توبہ
کرنی غیر ممکن ہے اسوجہ سے کہ ان دونوں کا حال شہوت کے باب مین اور خدای تعالی کے
غضب مین گرفتار کرنے کے باب مین یکسان ہے - ہان یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی شراب خواری سے
توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الہی کے تقاضا کے اعتبار سے ان دونوں مین
فرق ہے اسیطرح بہت گناہوں سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نہ کرے تو ہو سکتا ہے اسلیے کہ
کثرت گناہوں کو کثرت عقوبت مین تاثیر ہوتی ہے تو خوف ادنی عقوبت سے بعض شہوتین خدا
کیواسطے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش مین اس خوف کا کچھ اثر نہین ہوتا اوسکو نہین چھوڑتا
جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کرے تو وہ گو کہ اسنے یہ جرأت کر لی ہوتا ہے
اور زیادہ یہ جرأت نہین کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہے اور کم کو یہ سمجھتا ہے کہ
مضر نہین جانتا اسواسطے اوسکو نہین چھوڑتا - حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات ممکن ہے کہ آدمی ا
چیز سے تو توبہ کرے اور اوسکے مثل سے توبہ نہ کرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف
اوسکے جنس سے توبہ نہین کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبہ شہوت کے اور جب
یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد مین موجود ہو جاتا ہے تو اوسکے موجب اوسکا حال بھی دونون
مذمت مین مختلف ہوتا ہے اور اسی سے ترک آیندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا
اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہوا اور عزم ترک کو نباہے تو اون لوگون مین ہوگا جنکو اپنے گناہ دیکھ لیا
کو اوسنے طاعت الہی سب اوامر و نواہی مین نکی ہو - اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے
نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی مین اوس سے توبہ کرے تو اوسکی توبہ درست ہوگی یا نہین
تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اوس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک اوس
افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہے اور جسپر قدرت ہی نہین وہ خود ہی چھوٹ
جاتے ہین یہ کچھ اسکے چھوڑنے سے نہین چھٹے لیکن ایک بات ہے کہ اگر بعد نامردی کے اوسکو
اپنے زنا کے ضرر کی حقیقت اچھی طرح ہو گئی اور اسکی وجہ سے ایسی حسرت و ندامت اوسکو
ہوئی کہ اگر بالفرض اوسکی شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا ضعیف ہو جاتی تو
ایسی صورت مین امید ہے کہ یہ توقع ہو کہ اوسکا قصور معاف ہو جاوے اور یہ ندامت اوسکا کفارہ ہو جاوے کیونکہ
اسمین تو کچھ خلاف نہین کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مر جاتا تو تائب ہوتا
ہوتا گو اوسپر کوئی ایسی حالت طاری نہین ہوئی جسمین ہیجان شہوت ہوتا اور تقاضا شہوت کو

سامان مہیا ہوتے مگر اوسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہین کہ اوسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ
گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اوس سے باز رہتا اس سے
معلوم ہوا کہ نامرد کے حق مین ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہین مگر یہ کہ اوسکو اپنے
نفس کا حال معلوم نہین اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہین رکھتا وہ اپنے نفس کو اوسکے
خوف سے اوسکے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہے حالانکہ خداے تعالی اوسکے دل کا حال اور
مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے شاید اوسکی توبہ قبول کرلے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ قبول فرمائے - اور حال اس کا یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کے لیے
دو باتین چاہیے اول حسرت ندامت دوم ترک … کے لیے اوسکو مجاہدہ کی ضرورت
اور صورت مفروضہ مین زوال شہوت کی وجہ سے مجاہدہ نہین ہو سکتا لیکن اگر ندامت
اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کردے تو کچھ محال نہین اور اگر ایسا نہ
تو اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنون
زندہ رہے اور ان دنون مین چند بار ہین اس قصور کی تمنا مین اپنے نفس پر مجاہدہ کرے
الا ظاہر شرع سے … شرط مفہوم نہین ہوتی - اب اگر دو تائب فرض کیے جاوین جنمین سے
ایک کو تو میل گناہ کیطرف نہین رہا اور ایک کو خواہش ہے مگر وہ نفس پر مجاہدہ کرکے
اوسکو روکتا ہو تو انکے ایک دوسرے کی فضیلت مین علما کا اختلاف ہے احمد بن ابی الحواری اور
ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل بتلاتے ہین اس وجہ سے کہ اوسکو توبہ کے ساتھ
مجاہدے کی زیادتی ہے اور علماے بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہین اس نظر سے کہ وہ
اگر توبہ مین سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہے بنسبت مجاہد کے کہ اوسمین گناہ
کی ایک بیخ لگی ہوئی ہے اور ان دونون فریق کے قول مین کچھ ایک اچھی سے ہے مگر
نفس الامر اچھی طرح کسی مین بھی نہین اور اس باب مین تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ
کیطرف نہین رہا اوسکی وجہ دو ہین ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصد سے میل نہ پاتا ہو
تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اس بات کی
دلیل ہے کہ یہ شخص بڑا زبردست ہے اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ اوسکا
یقین بھی قوی ہوگا اور دین بھی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض ارادہ کا
قوی ہونا ہے جو یقین کے اشارے سے پیدا ہوتا ہے اور اوس شہوت کی بیخ کنی کرتا ہے

جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہے غرضکہ مجاہدے سے دین و یقین کی قوت یقیناً معلوم ہوتی ہے باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہے اسلیے کہ اگر توبہ مین سستی کرے تو گناہ نہ کیگا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا اس مقام مین صحیح نہین بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیے کہ نامرد شہوت کے خطرے سے مامون ہے اور لڑکا افضل ہے بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہے اور مفلس آدمی اوس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنون کی استیصال کرتا ہے اسلیے کہ مفلس کا کوئی دشمن ہی نہین اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک بار مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتین ایسے شخص کیا کرتے ہین جو سیدھے سادے ہون وظاہر پر اپنی نظر رکھتے ہون اور یہ نجانتے ہون کہ عزت اور بڑی بڑی خطرے کی جگہون مین حاصل ہوتی ہے ہر چاکہ گل ہست آنجا خارہست خود مشہور ہے بلکہ ان لوگون کا قول ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہو وہ فن شکار مین افضل ہے اوس شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونون ہون اسلیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو خطرہ موجود ہے کہ گھوڑا شرارت کرکے کہین پٹک دے اور ہاتھ پاؤن توڑدے اور کتا شرارت کرکے کہین کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جسپر قدرت ہوگا اور دونون کو سدھانا جانتا ہوگا وہ شکار مین دوسرے سے اعلی ہوگا اور شکار ملنا اسیکو زیبا ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ یہ نو اصل گناہ کا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو اور اول مجاہدہ سچا کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہو یہان تک کہ شریعت کے ادب کے محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان مین نہ آتی ہو اور غلبہ دین کے باعث ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اوسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا اور یہ جو کہتے ہین کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو اونکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہین ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہے کہ مجاہدہ خود تو مقصود نہین بلکہ اوس سے دشمن کا اپنے آپ سے علیحدہ کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نسکے تو راہ دین کے چلنے سے نروکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمہاری جیت ہے اور اگر اوس سے لڑائی جھگڑا قائم ہے تو فتح نہین ہوئی ابھی دہلی دور ہے مثلاً اگر ایک شخص دشمن کو پکڑکر غلام بنالے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہے اور طریق نجات نہین جانتا

تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلیٰ ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھاوے
کہ دونوں اپنی اپنی حرکات ناشایستہ چھوڑ کر اوسکے پاس سو رہیں اور دوسرا شخص اونکی تادیب ہی
میں ابھی مشغول ہو تو ظاہر ہے کہ اول ہی شخص بڑھکر ہوگا - اور اس باب میں بعض لوگوں نے غلطی کی اور
اونھوں نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلیٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نجانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے کہ رستے
کے عوائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی
بیخ کنی ہو اور بالکل اونکو نابود کر دیا جاوے اور اسی گمان پر اونھوں نے اپنے نفس کا امتحان لیا
اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اس بات کے قائل ہوئے کہ یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا
جانا اور اباحت کا مذہب اختیار کیا اور شہوات کے اتباع میں ہمہ تن بیباک کر دی حالانکہ یہ سب باتیں
جہالت اور گمراہی کی ہیں اور اسکی تقریر ہم نے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں لکھی ہے
اب اگر یہ کہو کہ اگر تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اوسکا ذکر نہیں کرتا اور دوسرا گناہ کو
پیش نظر رکھتا ہے اور ہمیشہ اوسکو سوچ کرتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں جانا تھا ہے تو ان دونوں میں
افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب میں بھی لوگ مختلف قول کہتے ہیں بعضوں کا
قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہیں
کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دے اور یہ دونوں قول ہمارے نزدیک درست ہیں
مگر دو حالوں سے متعلق ہیں اور صوفیوں کے کلام میں ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ اونمیں
ہر ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہیں دوسرے کے حال سے
اونکو غرض نہیں ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہیں اور علم کے
اعتبار سے یہ بات صوفیوں کی بڑا نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلیٰ اور
لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے اونکے قول کو دیکھو تو کامل ہے بایں وجہ کہ جب آدمی اپنی ہی
نفس کو دیکھتا رہیگا تو اوسکو دوسرے کے حال سے غرض نہو گی کیونکہ طریق الی اللہ اوسکے
حق میں اوسکا نفس ہے اور منازل وہی رستے کے نفس کے حالات ہیں تو اس نظر سے دوسرے کے
حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہیں اور کبھی بندے کا رستہ خدا کی طرف رستے سکھانے سے
ہوتا ہے اسلیے کہ اوسکی طرف رستے بہت ہیں گو بعضے نزدیک ہیں اور بعضے دور اور اصل ہدایت
میں سب شریک ہیں مگر خدا کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہیں
کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اوسپر رونا کرنا ابتدائی کے حق میں کمال ہے اسلیے کہ اگر ابتدائی گناہ کو

بھول جاویگا تو اوسکو خوب سوزش ہوگی اور اسی وجہ سے اوسکا ارادہ بھی قوی ہوگا اور شوق زیادہ
ہو جائیگا اور اگر گناہ کو یاد رکھیگا تو اوسکا خوف وابستہ رہیگا اس بات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت
نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت محل کمال ہے اور سالک طریق کے لیے
نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے
اور طرف دھیان ہی نہیں چاہیے مثل مشہور ہے کہ راہ سے کانٹے نہیں کٹتی اگر سالک کی ابتداؤں میں
پہونچنے کے آثار معلوم ہوں اور انوار معرفت اور غیب کی جھلک منکشف ہو جاوے تو اوسمین ذوق
ہو جاویگا اور پھر اوسکو یہ گنجایش نہوگی کہ اپنے پچھلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہے
بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے میں نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اوترنا
مدت تک حیران پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اوترکر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے
کہ ہائے افسوس میں نے اسکا پل کیون توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ بیجا ہوگا اور دیر اوسمین
جو وقت ہوگی اوس سے یہ حرج علاوہ ہے ہان اگر پار اوترنے کے وقت سفر کا وقت نہ رہا
مثلاً رات کا وقت ہو کہ اوسمین نہیں چل سکتا یا راستے میں اور بہت سی نہرین ہوں جنکے پار
ہونے میں رات کو خطرہ ہو تو اوسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب آہ و واویلا
وگریہ وزاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی حرکت کبھی عمل میں نلاوے تو کیا مضائقہ ہے
لیکن اگر اوسکو ایک ہی خرابی میں اسقدر تنبہ ہو گیا ہو جس سے اوسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نکریگا تو ایسے شخص کے حق میں راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکے
روتا رہے اور وہان ہی رکا رہے اور یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طریق اور مقصد اور عائق اور
چلنے کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہم نے اشارۃً باب علم میں اور جلد ثالث میں بیان کیا ہے
بلکہ ہمارے عندیے میں تو دوام توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا
رہے تاکہ رغبت آخرت اور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزوں میں جنکا نظیر دنیا
میں موجود ہو مثلاً حور وقصور میں بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رغبت مجازی
حور وقصور کی پیدا ہو جاتی ہے حقیقی کیطرف نہیں رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف فکر لذت دیدار
الٰہی کیا کرے جسکا نظیر دنیا میں نہیں اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہو جاتا ہے
اور مبتدی کو اوس سے نقصان ہوتا ہے اسیوجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق میں افضل
معلوم ہوتا ہے اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق میں تمکو یہ وجہ تامل ہو کہ حضرت داود

علیہ السلام نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیا کے نفس پر قیاس کرنا
نہ چاہیے تھی ہے کیونکہ انبیا اپنے اقوال و افعال میں کبھی اس درجے کی کمی کرتے ہیں جو اونکی امت
کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ اونکی بعثت صرف امت کے ارشاد کے لیے ہے تو فعل
و قول سے کدورت دیکھکر شفیع ہو وہ اونکو کرنا پڑتا ہے گو اونکے درجے سے وہ اوتر کر ہو
دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتاتے تھے اوسکو آپ بھی اوسکے قصد سے
کرتے تھے گو اونکو اوسکی حاجت نہ تھی وہ مجاہدہ اور ریاضت سے فارغ تھے مگر اونکا یہ فعل اسوجہ سے
تھا کہ مرید کو ریاضت سہل ہو جائے اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہے انما انسی لا نسی
ولکنی انسی لاسن ع اور ایک روایت میں ہے کہ انما اسھو لاسن اور اس امر کا تعجب
نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیا کے ساتھ دنیا میں ایسی ہوتی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کے
ظل عاطفت میں ہوتا ہے یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے ساتھ ہوتے ہیں باپ
اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہے تو جانتے ہی ہو کہ کیسی ہی آواز توتلا ہے مثلاً آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کو جبکہ اونھوں نے چھوہارا صدقے کا اوٹھا کر
لڑکپن میں اپنے موہنہ میں رکھ لیا ارشاد فرمایا کخ کخ یعنی تھو تھو حالانکہ آپ کی فصاحت اس
بات سے قاصر تھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارے کے پھینکنے کے لیے فرماتے مگر چونکہ آپ نے
جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرما کر اونکی ہی توتلی زبان کر کے
ارشاد فرمایا۔ اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہے تو اونکے لیے سیٹی یا اور آواز
مثل بہائم و پرند کے استعمال کرتا ہے تاکہ اونکے سکھلانے میں سہولت ہو۔ اسطرح کے دقایق
سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ اوس میں عارفوں کے قدم لغزش
کھا جاتے ہیں غافلوں کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالی اپنے کرم و لطف و احسان سے توفیق ہدایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ میں لوگوں کے اقسام کا

جاننا چاہیے کہ توبہ کرنے والے توبہ کے باب میں چار طبقہ ہیں اول طبقہ تو یہ ہے کہ گنہگار گناہ
سے توبہ کرے آخر عمر تک اوسی پر جما رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہے اوسکا تدارک کرے اور
گناہوں کے دوبارہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاوے سوا اون لغزشوں کے جنسے آدمی بشر ہونیکے
سبب سے عادتاً خالی نہیں ہوتا اور کبھی گناہ کا خطرہ نہ گذرے پس توبہ پر جما رہنا اسکا نام
اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہیں کہ خیرات میں آگے نکل گیا اور اچھی باتوں کو بھلائیوں سے بدل لیا

اسی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہیں اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہیں جو اپنے پروردگار
کے سامنے ایسی طرح جاویگا کہ یہ اوس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگوں کیطرف
اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ بِذِکْرِ اللہِ تَعَالٰی وَضَعَ
الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَوْزَارَھُمْ فَوَرَدُوا الْقِیَامَۃَ خِفَافًا کیونکہ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اونپر بوجھ تھا ذکر نے
اونکا بوجھ اوتار دیا پھر اس طبقے کے کئی مراتب ہو سکتے ہیں مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ خواہش
توبہ کی اوسوقت اوسکے شہوات معرفت کے قہر میں دبگئیں اب نہ اونکو اوسکے نفس سے
چندان نزاع ہے نہ سابق کی عادت سکے لیے اوس سے فراغت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا
نزاع اونکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدۂ نفس اور رد شہوات میں تاخیر نہ کرتا ہوگا پھر نزاع
کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت و اختلاف مدت و اختلاف انواع کے متفاوت ہیں
اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہے مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں توبہ کرکے جلدی
مرجاتے ہیں ایسوں کے حال پر غبطہ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ میں نہوا اور
بعض ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کے بعد مدتوں جیتے ہیں اور نفس پر مجاہدہ و صبر کرتے رہتے ہیں
اور توبہ پر ثابت رہتے ہیں اور بہت سے حسنات بجا لاتے ہیں ایسے لوگوں کا حال اعلی اور
افضل ہے اسواسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کے لیے ایک نیکی ہوتی ہے بلکہ اوس علماء کا
تو یہ قول ہے کہ گنہگار جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ جبتک محو نہیں ہوتا جبتک
عاصی دس بار اوس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑے پھر جنہوں نے یہ
شرط لگائی وہ وراء قیاس ہے الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمیں شک نہیں کہ اسکی تاثیر بہت ہوگی
پھر بھی مرید کمزور کو مناسب ہے کہ اس چال چلے یعنی اول شہوات کو ہیجان میں لاوے اور سب
اسباب موجود کرلے یہانتک کہ قدرت گناہ کرنے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ
میں اس سے محفوظ رہوں تو ایسا نکرنا چاہیے اسلیے کہ ایسی صورت میں غالب یہی ہے کہ شہوت
کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہوجاوے اور توبہ کو توڑکر گناہ میں مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے
حق میں توبہ کا طریق یون مناسب ہے کہ معصیت کی ابتدا ہی سے کنارہ کرے جسسے گناہ
آسان ہوجاتا ہے یہانتک کہ راہ شہوت اوسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اوسکے
ساتھ ہی جتنا ہوسکے شہوت کے توڑنے میں کوشش کرے تاکہ اوسکی توبہ صحیح ہو اور
دوسرا طبقہ ایسا تائب ہے جو اصول طاعات کی بجا آوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر

ح سبقت لے گئے بڑھ کر مفرد یعنی اللہ تعالی کا ذکر کرنے والے جو کہ ذکر نے انکا بوجھ اوتار رکھا اسلئے قیامت میں ہلکے پھلکے ہونگے ۱۲ ترمذی بروایت ابوہریرہ

استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہوں سے خالی نہیں جو اوس سے بے قصد و ارادہ صادر ہو جاتے ہیں
یعنی اپنے کام کاج میں اون گناہوں میں پھنس جاتا ہے یہ نہیں کہ پہلے سے اوسکا ارادہ پختہ کیا ہو
اور جب کبھی اوس سے اسطرح کا گناہ سرزد ہوتا ہے تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور شرمندہ
ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے اور نئے سر سے ارادہ مصمم کرتا ہے کہ اب اون اسباب سے بچتا رہونگا
جو مجھے گناہوں میں مبتلا کردیں ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا زیبا ہے اسلیے کہ جو احوال مذمومہ
آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہیں اونپر اوسکو ملامت کرتا ہے ہر چند طبقہ اول اعلی تھا
اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے میں بھی تامل نہیں اور اکثر تائبوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہے اسلیے
کہ بدی انسان کی سرشت میں خمیر ہے اوس سے جدا ہونا قریب محال کے ہے الا انسان سے اتنا
ہو سکتا ہے کہ کوشش کرے کہ اپنی خیر بنسبت شر کے زیادہ کرے یہانتک کہ پلہ حسنات کا بھاری
ہو جاویگا پلہ بدیوں کا بالکل خالی رہنا نہایت مشکل ہے بہر حال ایسے لوگوں کیلیے خدا تعالی
نے وعدہ نیکی اور فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ
إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ تو پس جو خیر کہ آدمی سے بے دل چاہے سرزد ہو جاوے
چاہیے کہ وہ لمم میں داخل ہو جو معاف ہے اور فرمایا وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ یعنی وہ جو لوگ کہ ظلم کرتے ہیں اپنی
جانوں پر جو اونکی ثنا فرمائی اسوجہ سے ہے کہ اون لوگوں نے بعد کو ندامت کی اور اپنے
نفس کو ملامت اور اسی جیسے مرتبے کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں جو حضرت علی
کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں خیارکم کل مفتن تواب
اور دوسری حدیث میں ہے المؤمن كالسنبلة يفيء احيانا ويميل احيانا
اور ایک حدیث میں ہے کہ ایماندار کے لیے ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہو جاوے
ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہیں ٹوٹتی اور نہ ایسے
قصور والا زمرہ میں اصرار کرنے والوں کے داخل ہے۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو درجہ
تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہے جیسا کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہ جو میوے
اور گرم غذا بھی کبھی کھا لیتا ہوا اور مداومت اونپر نکرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نرہیگا یا کوئی فقیہ
کسی طالب فقہ کو مایوس کردے کہ تجھکو فقہا کا درجہ نملیگا اسوجہ سے کہ تو کبھی کبھی سبق کو
دہراتا نہیں نہ یاد کرتا ہے حالانکہ اوس سے یہ امر بہت کم اور تھوڑے ہی وقت کیلیے

ایسی باتوں سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہیں تو اس سے یہی سمجھا جاویگا کہ اوسکی قسمت میں
علم نہیں ہے اور اگر اوسکے لیے سامان تحصیل کا سب خاطر خواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہوگی کہ ازل میں
اسکا نام عالموں میں لکھا ہوگا۔ یہی حال آخرت کی سعادت کا حسنات سے اور وہاں کا عذاب سیئات
سے تعلق میں جیسے مرض اور صحت غذا اور دوا سے مرتبط ہیں یا جاہل ہونا فقہ کا جس سے
دنیا کے مراتب اعلیٰ حاصل ہیں کاہلی سے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہو
ہیں اسیطرح کہ منصب پاسکتا وہ فقہ پڑھنا اور علم میں بڑھنا اوسی نفس کو حاصل ہوتا ہے جو مدت تک
فقہ سیکھنے میں لگا رہا ہو اور فقیہ ہو گیا ہو اسیطرح ملک آخرت اور اوسکی دولت اور خدای تعالیٰ کی
نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہے جو مدت تک محنت کر کے پاک وصاف ہوا ہو خدای تعالیٰ کو
منظور تھی یہ ازل سے اسیطرح مقرر فرمائی ہے اور اسواسطے ارشاد فرمایا ونفس وما سوٰیہا
فالہمہا فجورہا وتقوٰہا قد افلح من زکّٰہا وقد خاب من دسّٰہا یعنی جب بندہ کسی گناہ میں
مبتلا ہو اور گناہ نقد اور توبہ ادھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہے۔ اور ایک حدیث میں
وارد ہے کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہے یہانتک کہ لوگ اوسکو جنتی کہنے
لگتے ہیں اور اوسمیں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے لیکن نوشتہ ازلی
غالب ہوتا ہے پھر وہ شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے اس سے
معلوم ہوا کہ خوف خاتمہ کا توبہ سے پیشتر ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ
کا خاتمہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اوسی سانس سے موت ملی ہوئی ہو اسلیے ضرور ہوا کہ انفاس کی بھی
نگہبانی رہے ورنہ ممنوع چیزوں میں مبتلا ہو جاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت میں کریگا جسمیں کچھ فائدہ نہو

شعر کر لے غافل زندگی میں نیکی جتنی ہو سکے | ورنہ وقت نزع تو ارمان ہی لیجائیگا

چوتھا طبقہ وہ ہے کہ توبہ کرے کچھ روز جارہے پھر گناہ کا یا گناہوں کا مرتکب ہو بدون
اسکے کہ دل میں توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ کرنے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کیطرح اتباع شہوات
میں ڈوبا ہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والوں کے زمرے میں ہے اور اوسکا نفس امارہ
بالسوء یعنی بدی کا حکم کرنے والا ہے اور خیرات سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے
برا ہونے کا ہے خدا جانے کیا ہو اگر معاذ اللہ برائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی
بدبختی کی کچھ انتہا نہیں اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہانتک کہ توحید پر مرا تو اوسکو توقع دوزخ
کی آگ سے رہائی کی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہیں کہ خدای تعالیٰ کسی سبب

خفیہ ہے کہ باعث جسکی اوس شخص کو اطلاع نہو اوسکو معاف فرماوے جیسے کوئی شخص کسی اوجاڑ جنگل میں جا
جاوے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہیں کہ اتفاق سے اوسکو ملجاوے یا مثلاً کوئی
شخص گھر میں بیٹھ رہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاوین جیسے انبیا علیہم السلام کو
حاصل تھے تو یہ بھی محال نہیں خدا تعالی کی قدرت سے ممکن ہے مگر طاعات کے عوض میں
خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہے جیسا کوئی محنت اور بحث سے علم کا خواہان ہو یا تجارت
کی مشقتین خشکی و تری کی اوٹھانے سے مال کا طالب ہو اور باوجود اعمال کی خرابی کے
مغفرت کا طالب ہونا اور اوسکا متوقع ہونا ایسا ہے جیسے ویرانون میں خزانہ کا ڈھونڈھنا
اور فرشتون کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہر چند محال نہیں الا بعید از عقل ہے اور کوشش کر کے
بعد بھی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہوجاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اوسکی مغفرت ہوجاوے
تب بھی غنیمت ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ آدمی سب محروم ہین سوای عالمون کے اور عالم
محروم ہین سوا عاملون کے اور عامل سب محروم ہین سوا مخلصون کے اور مخلص لوگ
بڑے خطرہ میں ہین — اور جس طرح کہ ارباب دانش کے نزدیک ویسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہے کہ
جو اپنا گھر اوجاڑ کر مال ضائع کر دے اور اپنے نفس و خاندان کو بھوکا چھوڑ دے اس توقع پر کہ
عجب ہے کہ خدا تعالی اپنے فضل سے اس کھنڈر میں ہی کہیں سے خزانہ عنایت فرماوے
گو اس شخص کی یہ توقع خدا تعالی کی قدرت کہ محال نہیں ہے اسیطرح جو شخص اللہ تعالی کے
فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور سچا اور طاعت میں قصور اور گناہون پر اصرار کرتا ہے
مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک بیوقوف اور عقلا میں بڑا احمق سمجھا جاتا ہے
اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہے کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی سے پیرایہ میں
رواج دیتا ہے یعنی کہتا ہے کہ خدا تعالی کریم ہے اور مجھ ایسے آدمی سے اوسکی جنت کچھ
تنگ نہیں ہوگی اور میرے گناہ سے اوسکا کچھ ضرر نہیں — لیکن باوجود اس قول کے روپیہ
کی تلاش میں خشکی اور تری کی سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہے اور اگر اوس سے کہا جاتا ہے کہ
خدا بھی تعالی کریم ہے اوسکے خزانہ کے روپیہ تمہاری حاجت سے قاصر نہیں اور تم بھی
اگر تجارت میں سستی کرو تو تمہارا کیا ضرر ہے اسلئے تم گھر میں بیٹھے رہو خدا تعالی تمکو ایسی
جگہ سے روزی دیگا جہان سے تم جانتے بھی نہیں کہنے والے کو احمق بنا دیگا اور اس سے مسخر
کر یگا اور کہیگا کہ آسمان سے سونا اور چاندی تو نہیں برستا یہ چیزین ہاتھ پاؤن کے ہلانے سے

گریہ وزاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہے
ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے حتی کہ سب لوگون پر ذلت ظاہر ہو جاوے اور اوسکا طور
یہ ہے کہ جسقدر برائی اوسنے کرتا ہوا وسکو کم کر دیوے اسواسطے کہ بھاگے ہوئے غلام کو دوسرے
غلامون پر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہے اوسکو تو ہر دم یہ خیال چاہیے ؎ بر درآمد بندہ بگریختہ
آبروی خود زعصیان ریختہ ۔ اور خیر دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے
اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یون کہے رب ظلمت نفسی و
عملت سوءًا فاغفر لی ذنوبی کہ مضمون ان اشعار مین ہے شعر یا رب چنانکہ جرم بار اور گذاشتہ اگر گنہگار ہم تو آمرزگار
تو ناکو کاری بابد کرده ایم ۔ جرم بے انداز بے حد کرده ایم ۔ مغفرت دارم امید از لطف تو ۔ زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
اور اقسام استغفار کے جو ہم نے باب دعا وذکر مین لکھے ہین اونکو بہت کہنا ہے ۔ اور بدن سے
کفارہ کرنے کا طور یہ ہے کہ طاعات اوسے بجا لاوے اور صدقات اور اقسام عبادات ادا کرے
اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرے تو توقع ہے کہ وہ گناہ
معاف ہو جاوے چار کام تو دل کے اعمال مین سے ہین اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم
گناہ سے احتراز کرنے کا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اوسکے
بخشے جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال مین سے ہین اول یہ کہ گناہ کے بعد
دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانہ کے بعد ستر بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
پڑھے سوم کچھ صدقہ دینے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات مین ہے کہ وضو کامل کرکے
مسجد مین جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض مین چار رکعتون کا مذکور ہے اور ایک حدیث
شریف مین ہے کہ جب کوئی برائی کرے اوسکو چاہیے کہ اوسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اوسکی
مکافات ہو جاوے پوشیدہ برائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے عوض ظاہر اور
اسی بنا پر یہ قول ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہین اور ظاہر صدقہ
دینے سے دن کے اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے سب کچھ کیا مگر زنا نہین کیا جو خدای تعالی کا
حکم ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرمائیے آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا
صبح کی نماز نہین پڑھی اوسنے عرض کیا کہ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ نیکیان برائیون کو
کھو دیتی ہین اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا سے کم مباشرت عورتون کی گناہ صغیرہ ہے

۱۲

اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہے اور کبیرہ گناہ نماز سے نہیں محو ہوتا چنانچہ حدیث
شریف میں ہے کہ اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ کَفَّارَاتٌ لِّمَا بَیْنَہُنَّ اِلَّا الْکَبَائِرَ غرض ہر حال
آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی خطاؤں کو جمع کیا کرے اور
انکے دور کرنے میں محنت کرکے اوتنی ہی حسنات کیا کرے - اب اگر یہ کہو کہ حدیث
شریف میں مذکور ہے کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے اور اوسپر اصرار کرتا جاتا ہے وہ گویا
خدای تعالی کے ساتھ ہنسی کرتا ہے یعنی جب تک کہ اصرار کا عقدہ حل نہوگا تب تک استغفار
کیسے مفید ہوگا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہوں
اور بعض کا قول ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹوں کی توبہ ہے اور حضرت رابعہ
عدویہ رحمہا فرماتی ہین کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے ان روایات میں کونسا
استغفار مراد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استغفار کی فضیلت میں اخبار بشیار وارد ہیں چنانچہ ہم اونکو
ذکر باب ادعیہ و اذکار میں لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ خداوند کریم نے
استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ
ارشاد ہوا وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ
اسی جہت سے بعض صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہین تھین ایک پناہ تو چلی گئی
یعنی وجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم میں نرہا اور ایک ابھی باقی ہے یعنی استغفار موجود ہے
اگر وہ بھی نرہیگا تو ہم ہلاک ہوجاوینگے - اب ہم کہتے ہین کہ جو استغفار کہ جھوٹوں کی توبہ ہے
وہ صرف زبانی استغفار ہے اسطرح کہ دل کی شرکت اوسمین کچھہ نہو جیسے عادۃ براہ غفلت کہدیا
کرتے ہین کہ استغفر اللہ یا جب آگ دوزخ کا بیان سنا تو کہدیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ
دلمین کچھہ اسکی تاثیر ہو اسمین صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے اوس سے کچھہ فائدہ نہیں ہاں
اگر اوسکے ساتھہ دل سے خدا کیطرف تضرع اور انکسار کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص
اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو یہ البتہ ایک حسنہ ہے اور اسمین لیاقت اس بات کی ہے
کہ برائی کو دور کرسکے اور اخبار جو فضائل استغفار میں وارد ہین اونمین اسی استغفار سے غرض ہے
یہان تک کہ ارشاد فرمایا مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً اس حدیث مین
استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے - اور توبہ اور استغفار کے بہت سے درجات ہین اور اول
درجات بھی خالی از فائدہ نہیں گو آخر تک نوبت نہ پہونچی اسی بنا پر حضرت سہیل تستری فرماتے ہین

سنہ ۳ ترمذی بروایت ابو موسی ۱۲

جو استغفار کرتا ہو وہ گناہ کا مصر نہیں کہلاتا گو دن میں ستر بار دوہراوے ۱۲ جلد اول باب الاذکار ترمذی ۱۲

کہ بندے کو ہر حال میں ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے تو اوسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ
سب چیزوں میں مالک ہی کیطرف رجوع کرے مثلاً گناہ میں مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا
پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور توبہ کے بعد عرض کرے
کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو
قبول کر۔ اور کسی شخص نے اونسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہے جو گناہوں کو مٹا دیتا ہے آپنے
جواب دیا کہ استغفار کا شروع تو ندامت ہے پھر انابت پھر توبہ ہے انابت سے اعمال بدن کے
مراد ہیں مثل دوگانہ و دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور خلوص نیت وغیرہ
مراد ہیں اور توبہ سے یہ غرض ہے کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی
ناواقفیت اور اوسکے شکر گذار ہونے کا قصور جو اوس میں ہے اوس سے مغفرت کا خواہاں ہو تاکہ
وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اوسکا ٹھکانا بنے پھر توبہ کے بعد دوسرا مقام اختیار کرے یعنی
توبہ پر ثابت رہنا پھر بیان اوسکے بعد فکر اوسکے بعد معرفت اوسکے بعد مناجات اوسکے بعد
مصافات اوسکے بعد موالات اوسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے ہیں یہ سب مقامات استغفار
پر مرتب بتدریج ہوتے ہیں اور یہ بات اوسی بندے کے دل میں ٹھہرتی ہے جسکی غذا علم ہو
اور قوام ذکر الٰہی اور توشہ رضا اور اوسکا رفیق توکل ہو پس اپنے دل کیطرف خدای تعالےٰ نظر
عنایت سے دیکھکر اوسکو عرش پر اوٹھا لیتا ہے اوسکا مقام اور محل ہے کہ اوٹھانیوالوں کا
مقام ایک ہو جاتا ہے اور نیز اونسے کسی نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ التائب حبیب اللہ
آپنے فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہے جب وہ باتیں اوسمیں پائی جاویں جو اس آیت میں مذکور
ہیں اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْآمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور فرمایا کہ حبیب اوسکو کہتے ہیں کہ جو چیز اپنے
حبیب کو بری معلوم ہو اوسکے گرد نہ پھٹکے — حاصل یہ ہے کہ توبہ کے ثمرے دو ہیں اول
گناہوں کو مٹانا یہانتک کہ ایسا ہو جاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں دوسرے ثمرہ
درجات کا ملنا ہے تاکہ حبیب ہو جاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات متفاوت ہیں بعض میں
اصل گناہ بالکل زائل ہو جاتا ہے اور بعض میں صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہے ان درجات کا
اختلاف بسبب اختلاف مراتب توبہ کے ہے اور حاصل یہ کہ اول استغفار کرنا اور ندامت سے دل کو
کرنا اگرچہ ابتدائی درجات میں اثر کرتے ہیں کہ مقبول نہیں تاہم فائدہ سے خالی نہیں

گمان نہ کرنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم برابر ہے بلکہ ارباب مشاہدہ اور
اہل دل کو قطعاً معلوم ہو گیا ہے کہ قول خداوندی فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ
بیشک سچ ہے ہر ذرہ خیر میں کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے جیسے کانٹے میں ایک طرف ایک
چانول ڈالدو تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اگر اسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا چانول اگر
ڈالدیں تب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ چانول اگر زیادہ بھی اوسمیں ڈالے جاوین
تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ یہ قطعاً محال ہے یہی حال حسنات اور ذرات خیر کا ہے کہ اونسے بھی میزان
اعمال میں پلہ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہے اور بہت سی ہو کر سیئات کا پلہ اونکے مقابل میں
اوٹھ جاتا ہے پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال میں تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر جان کر
فروگذاشت نہ کرے اور نہ کسی ادنی گناہ کو قلیل سمجھکر اوسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بیوقوف
عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ میں ایک گھڑی میں صرف ایک تاگا کات سکتی ہوں اور
ایک تاگے سے کونسا مال جمع ہو جاویگا یا کیا کپڑا تیار ہوگا اور اس احمق کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا میں
جتنے کپڑے ہیں سب ایک ایک تاگے ہی سے بنے ہیں اور تمام دنیا خود بھی باوجود اتنی وسعت کے
ذرات ہی سے بنی ہے غرضکہ تضرع اور استغفار دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہے جو خدا کے نزدیک
ہرگز ضائع نہیں ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہے کہ صرف زبان ہی سے استغفار کرنا بھی حسنہ ہے اسلئے کہ
کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہے کہ وہ اوس وقت میں کسی
مسلمان کی غیبت یا کلام فضول کے لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہے گو
عمل قلبی کی نسبت ناقص ہے مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہر صورت افضل ہے چنانچہ
بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر
جاری ہو جاتی ہے حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہے اونھوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ
اوس نے تمھارے ایک عضو کو خیر میں لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر میں نہ لگایا نہ فضول کا
عادی فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہے اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت
مثل امر طبعی ہو جاتی ہے تو موجب بہت سے گناہوں کے دفع کی ہوا کرتی ہے مثلاً ایک شخص
استغفار کا عادی ہے وہ جب کسی سے کوئی جھوٹ بات سنیگا فوراً کہہ اٹھیگا استغفر اللہ
اور جسکی عادت لغو گوئی کی ہوگی وہ جلدی سے یہی کہیگا کہ تم بڑے بیوقوف ہو یا کیسا برا
جھوٹ تمھارا ہے یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ کہنے کا ہے وہ جب کسی شریر کی شرارت کے

کہ ارتکاب گناہ سے نہیں بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہیں ایک اصرار کرنے والے دوسرے
اور ہماری غرض یہ ہے کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج بیان کریں اور اوسکی دوا بتاویں اسلیے
ہم کہتے ہیں کہ شفاء توبہ بدون علاج میسر نہیں ہوتی اور اوپر کہا کہ اسباب مرض کے خلاف
کرنے کا نام علاج کرنا ہے تو جو شخص مرض سے واقف نہ ہوگا وہ علاج سے بھی جاہل ہوگا اور
اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا اوسکی دوا یہی ہے کہ اوس سبب کو
دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہے اب اگر مرض
اصرار کو لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اوسکا سبب غفلت اور شہوت ہے جسمیں غفلت سب
برائیوں کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ
فِی الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ بہرحال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اوسی سے اوسکا علاج ہو سکیگا
اور چونکہ غفلت کی ضد علم ہے اور شہوت کی ضد محرکات شہوت کے چھوڑنے پر صبر کرنا ہے تو
توبہ کا علاج بھی اوس معجون سے ہوگا جسمیں حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو اوسیطرح
کہ سکنجبین میں شیرینی شکر کی اور ترشی سرکے کی اکٹھی رہتی ہے مگر اون سے علاج کرنا یہاں
مقصود اور فائدہ دونوں چیزوں کا ملحوظ رہتا ہے اور اسباب صفرا کے ہیجان میں لانے اا
مشاغل ہو جاتے ہیں اسیطرح جب دل میں مرض اصرار ہو اوسکے علاج میں بھی فائدہ معجون کے دونوں
اجزا کا یعنی علم اور صبر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے علم میں تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہے کہ
اصرار کے دور کرنے میں ہر ایک علم کارآمد ہے یا کوئی علم مخصوص اسکے لیے ضروری ہے تو
معلوم کرنا چاہیے کہ علوم شرع سب امراض دلی کے علاج ہیں الا ہر ایک مرض کے لیے ایک
علم مخصوص ہے جیسا کہ علم طب سب مرضوں کے علاج میں فی الجملہ نافع ہے مگر ہر علت کے لیے
ایک خاص علم چاہیے اسیطرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے پس ہم خاص وہی علم لکھتے ہیں جو
اس علاج میں کام آوے اور اوسکو بدن کے امراض کی مثال پر لکھتے ہیں تاکہ سمجھ میں جلد آوے
اب ہم کہتے ہیں کہ مریض آدمی کو کئی باتیں تصدیق کرنی پڑتی ہیں اول یہ کہ اس بات کو مانے
کہ مرض اور صحت دونوں کے لیے کچھ سبب ہیں اور وہ سبب خداوند کریم نے ہمارے اختیار میں
رکھدیے ہیں اس سے اصل طب کا یقین ہوتا ہے جسکو یہ یقین نہیں ہوتا وہ علاج بھی نہیں
کرتا اور مستحق موت کا ہوتا ہے اسیطرح اصرار میں اول ایمان اصل شرع پر ہونا چاہیے یعنی اس
بات کو جانے کہ سعادت اخروی کا بھی ایک سبب ہے جسکو طاعت کہتے ہیں اور شقاوت کا

یعنی یہی ہیں پورے غافل آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں ۱۲

سبب

بھی ایک سبب ہے جسکو نسبت بولتے ہین اس ایمان کا ہونا ضرور ہے خواہ بطور تحقیق ہو یا بطور
تقلید دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہے
جو دوا بتلاتا ہے ٹھیک ہوتی ہے جھوٹ نہین کہتا نہ دھوکا دیتا ہے اسیطرح اسبات کو صرف علم
طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہے اسیطرح امراض روحانی کو ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے صادق ہونے پر چاہیے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ویسا ہی ہوگا اسکے خلاف نہوگا
تیسرے یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سننا چاہیے کہ کس کس چیز کے کھانے اور کونسی باتون
سے پرہیز کو منع کرتا ہے تاکہ پرہیز کا خوف دل مین سما جائے اور اسکے باعث پرہیز پر آمادہ ہو
اسیطرح امراض روحانی کو اون آیات و اخبار کا سننا اور بتانا چاہیے جنمین ترغیب تقوی کی اور
ڈرانا گناہون کے مرتکب ہونے اور خواہش نفس کی پیروی سے ہو اور جو کچھ اس باب مین
اوسکی بابت وارد ہوا ہے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو جس سے صبر کو قوت ہو اور وہی خیر پیدا کرنا
علاج مین کام چوتھے یہ کہ مریض کو چاہیے کہ طبیب جو کچھ اسکے مرض خاص کے لیے بتاوے
اور جس چیز سے پرہیز کو کہے اوسکے لیے لازم کرلے اور مریض وہ بیان کرے یعنی اول تفصیل اپنے
اعمال و افعال اور اکل و شرب کی معلوم کرے کہ انمین سے کونسے مرض خاص کے لیے
کونسی چیز مضر ہے اسواسطے کہ ہر ایک مرض کو ہر چیز سے پرہیز ضروری نہین نہ ہر ایک شے مضر ہے
بلکہ ہر ایک مرض خاص کے لیے علاج بھی خاص ہے اور علاج بھی خاص اسیطرح ہر ایک انسان تمام
شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہین ہوتا بلکہ ہر مومن کے لیے ایک گناہ یا چند گناہ خاص
ہوتے ہین اسکو صرف اسقدر جاننا ضرور ہے کہ یہ گناہ ہین پھر یہ جاننا چاہیے کہ ان سے کیا
آفات کیا ہین اور انسے دین مین کسقدر نقصان ہوتا ہے پھر علم اس بات کا چاہیے کہ انسے
صبر کسطرح ہوسکتا ہے پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوچکے اونکا تدارک کیسے ہو تو وہ
معلوم وہ ہین جنکو خاص علما ہی جو وارث مرسلین ہین جانتے ہین۔ پس گنہگار کو جب اپنا
گناہ معلوم ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے روگ کا علاج کسی طبیب یعنی عالم دین سے شروع کرے
اور اگر اوسکو نہ معلوم ہو کہ جس فعل کا مین مرتکب ہوں وہ گناہ ہے تو عالم کو چاہیے کہ اوسکو
یہ بات سمجھا دے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ہر ایک عالم ایک ولایت یا شہر یا محلہ یا مسجد
یا مجمع کا کفیل ہو جائے کہ وہاں کے لوگوں کو دین بتلا دے اور جو باتین انکو نفع یا ضرر دینے والی ہین
اور جو مفید ہوں سب جدا جدا سمجھا دے اسباب سعادت اور شقاوت کو بتلا دے

اور اس بات کا منتظر رہے کہ کوئی پوچھے تو بتاؤن بلکہ خود لوگون کو اپنے پاس بلا کر وعظ کا
کفیل ہو اسلیے کہ علما وارث انبیا ہین انبیا علیہم السلام نے لوگون کو انکی جہالت پر چھوڑا
بلکہ مجمعون مین انکو پکارتے اور شروع مین اونکے گھر گھر پھرتے اور ایک ایک کو تلاش
کر کے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضون کو اپنے مرض کا حال معلوم نہین ہوتا مثلاً اگر
کسیکے مونہہ پر برص کے داغ ہون اور آئینہ اوسکے پاس نہو تو اوسکو اپنے مرض کا حال معلوم
ہوگا جبتک کہ کوئی دوسرا شخص نہ بتلاوے۔ اور یہ بات سب علما پر فرض عین ہے اور تمام
سلاطین پر فرض ہے کہ ہر ایک گاون اور محلے مین ایک فقیہ متدین مقرر کر دین جو لوگون کو
دین سکھلایا کرے کیونکہ آدمی سب جاہل ہی پیدا ہوتے ہین تو دعوت اسلام اصل اور فروع
کے لیے پہنچنی ضروری ہے اور دنیا ایک بیمار خانہ ہے اسلیے کہ جو اوسکے اندر ہے وہ خود
مردہ ہے اور جو اوسپر موجود ہے وہ بیمار ہے اور دل کے بیمار نسبت بدن کے بیمارون کے
زیادہ ہین اور علما طبیب ہین اور سلاطین اس بیمار خانہ کے منتظم ہین جو بیمار کہ علاج سے
اور عالم کی بتائی ہوئی دوا کو پذیرا نکرے وہ سلطان کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ اوسکے
شر سے لوگون کو بچاوے جیسے کوئی مریض پرہیز نہین کرتا یا دیوانہ ہوجاتا ہے تو طبیب
اوسکو پاگل خانے کے داروغہ کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ اوسکے ہتھیار اور بیڑیان ڈالکر
اپنے آپ کو اور تمام خلق کو اوسکے شر سے بچاوے۔ اور دل کے مرض جو بدن کی نسبت
زیادہ ہو گئے ہین اوسکی تین وجہین ہین اول تو یہ کہ دل کے مریض کو یہ معلوم نہین ہوتا کہ
مین مریض ہون دوسرے یہ کہ انجام اس مرض کا دنیا مین مشاہدہ نہین ہوتا بدن کے مرض کا
انجام تو سب دیکھتے ہین کہ موت ہوتی ہے جس سے طبیعت کو نفرت ہے اور موت کے بعد کا
احوال کسیکو نہین سوجھتا اور گناہون کا انجام دل کی موت ہے جو دنیا مین معلوم نہین
پڑتی اسواسطے نفرت گناہون سے کم ہوتی ہے گو مرتکب کو معلوم بھی ہو کہ مین گناہ کرتا ہون
اور یہی وجہ ہے کہ دل کے مرض کے لیے تو خدا کے فضل پر توکل سوجھتا ہے اور بدن کے
مرض کے لیے علاج مین خوب کوشش کرتے ہین کسی دوا پرہیز نہین کرتے اور تیسری وجہ
جو مرض لاعلاج ہے وہ یہ ہے کہ طبیب نایاب ہے اسلیے کہ اس مرض کے طبیب عالم ہین اور
اور وہ اس زمانے مین مرض سخت مین مبتلا ہین کہ جسکے علاج سے تھک گئے ہین اور یہ بات کہ وہ
مرض سب مین موجود ہے اسلیے اوسکا نقصان ظاہر نہین ہوتا تو خواہ مخواہ خلق کو بتانا پڑتا

اور ایسی باتیں اونکو بتاتے ہیں جس سے اونکا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مہلک تو محبت دنیا
اور یہی مرض طبیبوں پر غالب ہے پس یہ طبیب مریضوں سے کہنے کے لیے ہو رہے ہیں فردا یا دامرگ عیسی آنکہی
بیماری ہے یہ لوگ خلق کو محبت دنیا سے نہیں ڈراتے اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اور ونکو تو
علاج بتاتے ہو اپنے آپ تو اس سے بچو اسی وجہ سے یہ مرض پھیل گیا اور بڑی وبا چھا گئی لوگ
تباہ ہو گئے دوا کا نام نہ رہا طبیب کا نشان بلکہ طبیب دکانوں میں طرح طرح سے مشغول ہو گئے
کیا خوب ہوتا جو یہ لوگ نصیحت کرتے تو دنیا نت ہی چھوڑ دیتے اگر اصلاح نہ کرتے تو بگاڑا ہی نہ
کرتے بلکہ اگر چپ رہتے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بہت خوب تھا کیونکہ جب یہ کچھ کہتے ہیں تو
تمام وعظ میں زیادہ تر غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگوں کے دل ہماری طرف رجوع ہوں
اور اس بات کا حاصل ہونا بدون اسکے نہیں ہو سکتا کہ اونکا توقع مغفرت کی باتیں ہوں اور اسباب
رجا کو ترجیح دیں اور رحمت کے دلائل ذکر کریں اسلیے کہ یہ باتیں کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور
طبیعت پر ہلکی گذرتی ہیں ایسے وعظ سنکر جو لوگ گھروں کو پلٹتے ہیں تو اور زیادہ جرأت گناہ
کی ہو جاتی ہے اور اللہ کے فضل پر تکیہ بڑھ جاتا ہے اور ازانجا کہ جب طبیب غلط علاج ہووے
تو ظاہر ہے کہ جو طبیب جاہل یا خائن ہوگا تو اوسکا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جہاں موقع کسی دوا کا
وہاں اور کچھ لکھ دیگا پھر امید رجا اور خوف دونوں دوائیں ہیں مگر دو شخصوں کے لیے ہیں جنکے
جدا جدا مرض ہوں پس جس شخص پر خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کر دے اور اپنے نفس کو جو تاب
نہو سکے اوسکی تکلیف دے اور بالکل عیش و زندگی کو نفس پر تنگ کر دے تو ایسے شخص کی کثرت
خوف کو اسباب رجا بیان کرنے سے کم کرنا چاہیے تاکہ حد اعتدال پر آجاوے اسیطرح جو شخص
گناہوں پر مصر ہو اور توبہ کا متمنی مگر نا امیدی اور یاس کے سبب توبہ نکرتا ہو اور گناہان گذشتہ کو
بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج میں بھی اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہیں تاکہ اوسکو طمع توبہ کے
قبول کی ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہوں میں خوب ڈوبا ہوا ہو اور باوجود اسکے خدا کے
فضل پر مغرور ہو اوسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہے جیسا حرارت والے کا علاج
شہد سے کرنا کہ شفا حاصل ہو یہ طریق جاہلوں اور غبی لوگوں کا ہے غرضکہ طبیبوں کا فساد مرض
لا علاج کیے ہوے ہے کہ اوسکی کچھ تدبیر نہیں اب ہم وعظ کا وہ طریق بتلاتے ہیں کہ جس سے
مرض اصرار میں لوگوں کو نفع ہو ہر چند وہ بہت طویل ہے کہ اوسکا بیان کامل ممکن نہیں تاہم
اوسکی وہ اقسام جنسے لوگوں کو گناہوں کے ترک کرنے پر آمادگی ہو اور اصرار کو چھوڑ دیں

لکھتے ہیں ہم جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمیں بیان کرنی وعظ میں ضرور ہیں اول یہ کہ قرآن شریف
میں جو آیات کہ عاصیوں اور گناہگاروں کے خوف دلانے کے لیے مذکور ہیں اونکو ذکر کرے
اسی طرح احادیث میں جو روایات اسطرح کی ہیں اونکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور ہر شب جب شفق ڈوبتی ہے دو فرشتے چار آوازوں سے ایک ایک
دوسرے کا جواب دیتے ہیں اول ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا یہ خلق پیدا نہ ہوتی پھر دوسرا
کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق ایسے پیدا ہوتے کہ جان لیتے کہ کس واسطے پیدا ہوئے ہیں
پھر پہلا کہتا ہے کہ کاش ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ کس واسطے پیدا ہوئے ہیں تو اپنے
علم کے بموجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت میں یہ قول یوں آیا ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو
لوگ آپس میں بیٹھکر جو سمجھ جانا تھا اوسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہے کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ
اپنے علم کے بموجب عمل نہ کرتے تو اپنے عملوں سے توبہ ہی کر لیتے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
جب بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنا فرشتہ بائیں سے کہتا ہے بایں وجہ کہ وہ اوس پر حاکم ہے
کہ چھ ساعت تک اس عمل کو مت لکھنا اس عرصہ میں اگر اوسنے توبہ واستغفار کیا تو نہیں
لکھتا ہے ورنہ لکھ لیتا ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین
جس جگہ ہوتا ہے وہ خدا سے اجازت چاہتی ہے کہ مجکو حکم ہو تو اوسکو دھسا دوں اور اوسکے
سر پر کا آسمان اجازت چاہتا ہے کہ مجکو حکم ہو تو اوسپر لوٹ پڑوں اون دونوں کو اللہ تعالی
فرماتا ہے کہ میرے بندے سے باز رہو اور اوسکو چھوڑ دو تمنے اوسکو نہیں پیدا کیا اگر تم اوسکو پیدا
کرتے تو تمکو اوسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور میں اوسکو معاف کر دوں یا اس گناہ کے عوض
کوئی عمل صالح کرے اور میں اس گناہ کو بھی اوسکے پاداش میں نیکی سے بدل دوں بس اس قول
شریف میں یہی معنی مراد ہیں إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ
أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ اور حضرت عمر رضہ سے حدیث مروی ہے کہ مہر کرنے والا عرش کے پایہ سے
لٹکا ہوا ہے جب بہت سی بیحرمتیاں ہوتی ہیں اور حرام چیزیں حلال سمجھی جاتی ہیں اللہ تعالی
مہر کرنے والے کو بھیجدیتا ہے وہ دلوں پر مہر لگا جاتا ہے جو چیزیں دلوں کے اندر ہوتی ہیں
وہ اوسمیں رہ جاتی ہیں اور حضرت مجاہد رضہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ دل کی مثال ایسی ہے
جیسی ہتھیلی کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ
اونگلیاں بند ہو جاویں جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی اوسکا قفل ہے۔ اور حضرت حسن کا

قول ہے کہ بندے کے اور خدای تعالی کے درمیان گناہونکی ایک حد معلوم ہے
جب بندہ اوس پر پہونچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اوسکے دل پر مہر کر دیتا ہے اور پھر کبھی توفیق
نیک کام کی نہیں دیتا اسیطرح اخبار و آثار گناہوں کے نسبت اور تابعین کی طرح میں بیشمار
ہیں واعظ کو چاہیئے کہ اسطرح کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعوی وراثت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آپنے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی نہیں تھا صرف علم
و حکمت کو چھوڑا ہے اور ہر ایک عالم کو اوسمیں سے اوسیقدر ملا ہے جسقدر کو اوسنے قبول کیا
اور وسعت (?) حاصل پایا دوسری قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ
ہیں کہ گناہوں کے سبب اونپر کیسے مصائب گذرے اسطرح کی حکایات دل پر بہت تاثیر کرتی ہیں
اور نفع بخش بہت ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت کیا کیا تکلیفیں
اوٹھائیں بہشت سے نکالے گئے یہانتک کہ روایت ہے کہ جب آپنے درخت میں سے کھایا
تو لباس بہشتی بدن پر سے اوتر گیا اور سب شرمگاہ ننگی ہوگئی بلکہ تاج اور سہرا کو شرم آئی کہ آپکے
سر سے مفارقت کریں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تاج سر سے اوتارا اور سہرا
پیشانی پر سے کھولا پھر عرش کے اوپر سے آواز ہوئی کہ تم دونوں میرے پاس سے اوتر جاؤ
جو میرا نافرمان ہے اوسکا میرے پاس ٹھکانا کہاں حضرت آدم علیہ السلام نے روکر حضرت حوا
علیہا السلام کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ گناہ کی اول شامت یہ ہے کہ حبیبوں کے پاس سے نکالے گئے
اور روایت ہے کہ سلیمان بن داود علیہ السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی اوس
تصویر پر جو اونکے گھر میں چالیس روز پوجی گئی اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک
عورت نے آپسے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپنے
وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر ویسا نکیا اور بعض فرماتے ہیں کہ قصہ یہ تھا کہ اوس عورت کی خاطر
دلمیں یہ آیا تھا کہ فیصلہ میں اوسکے باپ کو جتا دیں بہرحال خطا کی عوض چالیس روز کے لیے
آپکی سلطنت چھن گئی اور آپ برے حال سے بھاگے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کے لیے
ہاتھ پھیلاتے تھے تو ٹکڑا نملتا تھا اگر لوگوں سے کہتے کہ مجکو کھانا دو میں داود کا بیٹا
سلیمان ہوں تو لوگ مارکر اور گالیاں دیکر نکالدیتے روایت ہے کہ ایک بڑھیا کے گھر سے
آپنے کھانا مانگا اوسنے جھڑک دیا اور منہ پر تھوک دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک بڑھیا نے
ایک پیشاب کا گھڑا آپکے سر پر اولٹ دیا ہے شعر عزیزیکہ ہرکز درش سر بتافت + بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

پھر جب حکم الٰہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ میں سے نکلی اور چالیس روز یعنی مدت عقوبت
کے بعد آپ نے اوسکو پہنا تب تو پرند جب آپ کے سر پر سایہ کرکے کھڑے ہوئے اور جن اور شیاطین و
وحوش صید پاس آگئے انمین سے بعض نے جو آپ کی خدمت میں کسیطرح کا قصور یا گستاخی کی تھی
معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمھارے افعال گذشتہ پر ملامت ہے نہ اس معذرت پر
تحسین یہ بات ایک آسمانی تھی جسکا ہونا ضرور تھا۔ اور بنی اسرائیل کے قصوں میں مذکور ہے
کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر میں نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اوس عورت کے لانے کے لیے
بھیجا اثنای راہ میں اوسکے نفس نے براہ نفسانیت اوس عورت سے اپنا مقصود چاہا مگر اوس غلام نے
اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے روک رکھا اور اوسکی خواہش کا مغلوب ہوا اللہ تعالی نے اوسے اوس تقوی
کی بدولت اوسکو بنی اسرائیل کا پیغامبر کردیا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصوں میں لکھا ہے کہ
آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ خدای تعالی نے آپ کو علم غیب کسلیے عنایت فرمایا
اونھون نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ میں نے خدا کے واسطے گناہ چھوڑ دیے اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپ نے اپنے قمیص کیطرف دیکھا اور کہا کہ اوسکا اچھا بنا
ہوا ہے اوسکو گرادیا آپ نے پوچھا کہ تو نے یہ کیون کیا میں نے تو تجھکو نہیں حکم کیا تھا اوس نے عرض کیا
کہ ہم آپ کی اطاعت جبھی کرتے ہیں جب آپ خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور روایت ہے کہ
خدای تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ میں نے تم سے
یوسف کو تم سے کیون جدا کیا اونھون نے عرض کیا کہ نہیں الٰہی نہیں ارشاد ہوا کہ اسوجہ سے کہ
تمنے اوسکے بھائیون سے کہا تھا اخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون تم نے
بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے توقع کیون نکی اور بھائیون کی غفلت کو کیون بیان کیا میری حفاظت کا
کیون خیال نکیا پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہے کہ میں نے یوسف کو تم سے کیون واپس کیا عرض کیا نہین
فرمایا کہ تمنے جب مجھسے توقع کی اور یہ کہا عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا اور نیز یہ کہا کہ
اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تیاسوا من روح اللہ میں نے اونکو تم سے ملا دیا
اسیطرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی مصاحب سے حبس میں ارشاد فرمایا تھا الخ
ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالی اوس قصہ کو اسطرح ارشاد فرماتا ہے فانساہ الشیطن ذکر ربہ
فلبث فی السجن بضع سنین اور اسطرح کے حکایات بیشمار ہیں قرآن و احادیث میں جو کچھ
وارد ہیں تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کے طور پر نہیں بلکہ اوسے عبرت اولی الابصار و اہل بصیرت

مردان ہوشیار مقصود ہے کہ انکو دیکھکر جانیں کہ جب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ
فروگذاشت نہیں ہوئے تو اور لوگوں سے کبیرہ کس طرح درگذر کیے جاوینگے البتہ اونکی سزا
دنیا ہی میں ہو گئی آخرت پر کچھ نہ رکھا یہ بات اونکی سعادت کے باعث ہوئی اور شقی لوگوں کو
مہلت دیجاتی ہے تاکہ خوب گناہ کرلیں اور یہ بھی دلیل اونکی جہالت کی ہے کہ دنیا کی سزا سے بچنے کو
اور آخرت کا عذاب شدید اور بڑا ہے اونکے عمل کی پاداش ایسی سخت عذاب کو چاہتی ہے
اسلیے مہلت دیجاتی ہے اس قسم کی باتیں مصر لوگوں کے سامنے زیادہ کہنی چاہییں تاکہ

کہ توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے یہ اکثر مفید پڑتی ہیں

تیسری قسم یہ کہ لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ گناہوں پر دنیا میں عقوبت پہنچنے
ہونے کی توقع ہوتی ہے اور جسقدر کہ بندے پر مصائب پہنچتے ہیں وہ گناہوں کی شامت سے
ہوتے ہیں اسلیے اکثر آدمی امر آخرت میں سہل انگاری کرتے ہیں اور خدای تعالی کے عذاب
دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہیں تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگوں کو اسی قسم کی
باتوں سے راہ راست پر لایا جاوے کیونکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گناہوں کی نحوست دنیا ہی
میں آدمی پر آتی ہے جیسا کہ قصہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام میں گذرا بیان یہ
کہ بعض اوقات شامت گناہوں میں روزی تنگ ہو جاتی ہے کبھی لوگوں کے دلوں سے
اپنی منزلت اوٹھ جاتی ہے دشمن غالب ہو جاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ بندہ
گناہ کرنے کے باعث رزق سے محروم ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میری
دانست میں گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھول جاتا ہے اور یہی مراد ہے [illegible]
میں کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اوسکی عقل اوس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور پھر کبھی
پاس نہیں آتی اور بعض اکابر کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص
ہونے کا نام نہیں بلکہ لعنت یہ کہ آدمی ایک گناہ سے نکلکر دوسرے اوسی جیسے یا اوس سے
زیادہ میں مبتلا ہو اور واقع میں بھی اونھوں نے درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم
کر دینا اور رحمت سے دور کرنا ہیں پس جب آدمی کو توفیق خیر نہ ملے اور بدی کے لوازم مہیا ہوں
تو ظاہر ہے کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عنایت نہ ہونا کیسا بڑا حرمان ہے علاوہ اسکے
ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کیطرف بلاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اوسکے
باعث اوس رزق سے محروم رہتا ہے جو اسکی غذای روحانی ہوتی اور کارآمد ہوتا یعنی [illegible]

بیٹھنا علما کا جو ہمیشہ گناہوں سے بچے ہیں اور ہمنشینی صلحا کی میسر نہیں ہوتی بلکہ اپنے نفس سے خدا ان کو
ناخوش رہتا ہے تاکہ صلحا بھی اوس سے ناراض رہیں۔ بعض عارفین کے حال میں لکھا ہے کہ وہ
اپنے کپڑے اوٹھائے ہوئے کیچڑ میں جاتے تھے اور پاؤں کو الگ رکھتے تھے کہ پھسل نہ جاوے
الا اونکا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے پھر اونھوں نے کیچڑ میں دھنسے ہوئے جاتے تھے اور روتے تھے
کہ یہی حال بندے کا ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچتا جاتا ہے اور گناہ کی کوشش کرتا ہے یہاں تک
کہ ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر تو بالکل گناہوں میں دھنس جاتا ہے اس قول سے یہ
بات پائی جاتی ہے کہ گناہ کی عقوبت ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو جائے اور
دنیا کے مصائب عارفین کے نزدیک ادنی عقوبت گناہوں کی ہیں چنانچہ حضرت فضیل رحمہ نے فرمایا کہ
آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم اشنا جنس ہو تو جان لے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے
اور بعض اکابر رحمہ کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بھی بگڑ جاوے تو میں یہی جانوں کہ
میرے ہی قصور کی جہت سے ہے اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ کی عقوبت
اپنے گھر کے چوہے میں بھی جانتا ہوں اور بعض صوفی راوی ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں
ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور کھڑا ہو کر اوسکے جمال کو تاکنے لگا اتنے میں میرے پاس
ابن جلا دمشقی آئے اور میرا ہاتھ پکڑا مجھکو شرم آئی اور بات بنا کر اونسے عرض کیا کہ ایسی
صورت دیکھکر تعجب تھا کہ سبحان خدا کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ میں جاویگی انہوں نے
میرا ہاتھ دبایا اور فرمایا کہ چند روز بعد اسکی سزا تجھکو ملیگی راوی کہتے ہیں کہ تیس برس بعد مجھکو اوسکی
سزا ملی کسی مصیبت میں گرفتار رہا۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں کہ احتلام ہونا بھی
ایک عقوبت ہے اور فرمایا کہ کسی آدمی کو جو نماز جماعت نہیں ملتی تو کسی گناہ کے مرتکب ہونے کے
سبب یہ امر ظہور میں آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے ما انکرتم من زمانکم فبما غیرتم من اعمالکم
سچ کہا ہے جسنے کہا ہے شامت اعمال ما صورت نادر گرفت اور ایک حدیث قدسی میں آیا ہے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب بندہ اپنی شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو ادنی
سزا یہ ہے کہ اوسکو اپنی مزہ دار مناجات سے محروم کر دیتا ہوں۔ اور ابو عمرو بن علوان سے
ایک قصہ منقول ہے سب قصہ تو بہت طویل ہے الا اوسمیں یہ مضمون لکھا ہے کہ میں ایک روز
نماز پڑھتا تھا اثنائے نماز میں میرے دل میں خواہش ابھری اوسکی سوچ بہت دیر تک کیا
یہاں تک کہ اوس سے خواہش لونڈے بازی کی پیدا ہوئی فوراً میں زمین پر گر پڑا اور تمام جسم

سیاہ ہو گیا لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر میں چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام میں
صاف کرتا تھا مگر سیاہی بڑھتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر میں حسب الطلب حضرت
جنید بغدادی کے موضع رقہ سے بغداد کو گیا جب انکی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ تجھے شرم
نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر تیرا نفس ایسی شہوت میں ڈوبا کہ تجھکو مغلوب کر کے حضوری الٰہی سے
نکال دیا اگر میں تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہ ہوتا تو تو خدا کے
سامنے اوسی کالے رنگ سے جاتا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید رحمہ نے میرا حال کس طرح معلوم
کیا میں تو رقہ میں تھا اور آپ بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔ اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ
کرتا ہے تو اوسکا چہرہ دل سیاہ ہو جاتا ہے پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو سیاہی ظاہر بدن پر بھی
معلوم ہونے لگتی ہے تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہوتا ہے تو سیاہی اندر رہتی اور
بڑھتی ہے یہاں تک کہ تمام باطن سیاہ ہو کر مستحق آتش ہو جاتا ہے۔ اور دنیا میں گناہوں کی آفات
فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب میں بہت اخبار وارد ہیں بلکہ دنیا میں بھی کچھ گناہ کی نحوست
شامت ہے کہ گناہ کے بعد اوسکی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو
گناہ کی عقوبت میں ہے اور اوسپر اسی طرح صبر کرنے سے محروم رہتا ہے تاکہ پھر بھی دوبارہ مبتلا ہو جاوے
اور اگر کوئی نعمت ملے تو اوسکے حق میں مہلت ہو اور اوسپر شکر سے محروم کیا جاتا ہے تاکہ ناشکری
پر عقوبت کیجائے مگر مطیع کا حال اسکے خلاف ہے اوسکے حق میں طاعت کی برکت سے جو نعمت
ہوتی ہے وہ جزاء طاعت ہوتی ہے اور اوسکے شکر کی توفیق اوسکو مرحمت ہوتی ہے اور جو
مصیبت اوسپر آتی ہے تو اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اوسپر صبر کرنے سے درجات بڑھتے ہیں
چوتھی قسم جو وعظ میں بیان کرنے کی ہے یہ ہے کہ جو جو عقوبتیں علیحدہ علیحدہ گناہوں پر
وارد ہیں اونکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی برائی اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور
کبر اور حسد کی برائی جدا جدا کرے کہ ہر ایک میں بیشمار روایتیں وارد ہیں الا اتنا خیال چاہیے کہ جو
شخص جس چیز کا اہل ہو اوس سے اوسی چیز کا حال بیان کرے بے موقع بیان کرنا ایسا ہے کہ
بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور
رنگ اور حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا ہے عالم بھی اسی طرح
قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کرے اور انہیں کا حال بیان کرے تاکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں

عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے مگر بہت نہو آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور ایک
اور شخص نے جو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو وصیت کیجیے تو آپ نے فرمایا
عَلَیْکَ بِالْیَاسِ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ھُوَ الْغِنٰی وَاِیَّاکَ وَالطَّمَعَ فَاِنَّہُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ
وَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَاِیَّاکَ وَمَا تَعْتَذِرُ مِنْہُ اور ایک اور شخص نے آپ سے وصیت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ بہت
مت بولا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رح سے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ
میں وصیت کرتا ہوں کہ تو دنیا اور آخرت میں بادشاہ رہنا اوسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھکو کیسے
میسر ہوگی آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گویا کہ سائل اول میں علامات غضب معلوم فرماتے تھے اسلیے اوسکو غصہ کرنے سے منع فرمایا اور
دوسرے سائل میں علامات لوگون سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائیں اوسکو ویسا ہی
حکم فرمایا تیسرے میں علامات کلام کے بدل اوڑانے کی پائیں اوسکو اوسی کے مناسب جھوٹ سے منع
بولنے کا فرمایا۔ اور حضرت محمد بن واسع رح نے بھی اپنے سائل میں علامات حرص بفراست معلوم
کرکے اوسیکے موافق وصیت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت معاذ رح سے عرض کیا کہ مجھکو وصیت
فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو میں تیرے لیے جنت کا کفیل ہوں گویا آپ کو بفراست
اوسکا سخت دل ہونا معلوم ہو گیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم
بن ادہم رح سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آدمیون سے علاحدہ رہا کر اور آدمیون کے ساتھ
رہا کر اور اچھے آدمیون کی ضرورت اسلیے ہے کہ پھول جو آدمی کا کام ہے اور سب آدمی آدمی
نہیں ہوتے آدمی گذر گئے اور بھوت رہگئے انکو آدمی کیسے جانیں کہ آدمیونکی ہتک کرتے رہتے ہین

شعر اینچہ بس جستیم و کم دیدیم و بسیار است و نیست | نیست جز انسان درین عالم کہ بسیار است و نیست

تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنی فراست سے اوس شخص میں علامت آفت ملاقات معلوم کی
اور جو حال اوسپر اوسوقت غالب تھا اوسکو سنا دیا اور غالب حال ویسے ہی تھا کہ لوگونکو ایذا
دیتا تھا۔ غرضکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیے نہ لائق شان قائل کے۔ اور حضرت معاویہ رض
نے حضرت عائشہ رض کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ آپ لکھ بھیجیں جسمیں کوئی نصیحت مختصر ہو
حضرت عائشہ رض نے جواب میں لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدا ہی تعالی کی رضامندی لوگونکی ناراضی پر
چاہے اللہ تعالی لوگون کی مشقت سے اوسکو بچا دیتا ہے اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی

(حاشیہ) ۱ سکا ساحب ۱۲ ... مسند طبی ... کرذی ۱۲ ... نظر ... [illegible] ... بن ماجہ ... حدیث ... ۱۲

لوگون کی رضامندی مین چاہتا ہو اللہ تعالی اوسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہے والسلام
اس خط سے فہم و فراست حضرت عایشہ رضی کی دیکھنی چاہیے کہ کس طرح پر اوسی آفت کو لکھا
جسکے درپے حکام و امرا ہوتے ہین یعنی لوگون کی طرفداری اور اونکی رضاجوئی اکثر لوگونکو ملحوظ
رہتی ہے اور ایک دفعہ اور آپنے حضرت امیر رضی کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ
خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالی تمکو لوگون سے بچاویگا اور جب
لوگون سے ڈروگے تو اللہ کے سامنے تمھارے لیے اونکی کچھ پیش نجائیگی والسلام۔ ان روایات سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہر ناصح و واعظ پر ضرور ہے کہ اوسکی توجہ اس بات کیطرف مصروف ہو کہ مخفی
پوشیدہ کو فراست سے جان لے اور احوال مناسب بیدار وقت کو سمجھاوے تاکہ جو امر ضروری
ہے اوسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہے علاوہ اوسکے
جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اوسمین مشغول ہونا تضیع اوقات ہے یہان یہ سوال ہو سکتا ہے
کہ اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو یا اوسے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال
معلوم نہین تو واعظ کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونون صورتون مین واعظ ایسا
بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت
ہوتی ہے خواہ ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہو اور علوم شرع مین یہ بات
ممکن ہے اسلیے کہ وہ بطور غذا اور دوا دونون ہین غذا تو سب لوگون کے لیے ہین اور دوا
اونکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو سعید خدری رضی
سے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمایئے آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ یہ ہر ایک
بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسیکو کہتے ہین
اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین نور ہوگا اور آسمان کے لوگون مین
تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا
اور ایک شخص نے حضرت حسن رضی سے پوچھا کہ مجکو وصیت فرمایئے آپنے فرمایا کہ خدا کی بات کی
بڑائی کر خدا ہی تعالی تیری عزت کریگا۔ اور لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنی
زانو بھڑایا کر اور اونسے مجادلت کر ورنہ تجکو برا سمجھینگے اور دنیا مین مقدار قوت بشری رکھ لے
اور باقی جو کمائی بچے اوسکو آخرت کے لیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ
لوگون کے ذمہ ڈالے اور اونکی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو

ایسا مت رکھ جس سے تنہائی میں خلل ہو اسلیے کہ تنہا رہنا دوسرے سے افضل ہے - اور بیوقوفون کو
پاس مت بیٹھ اور نہ دو رخے آدمی سے مل - اور یہ بھی اونھون کی نصیحت ہے اپنے فرزند کو کہ
بدون تعجب کے مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اوسکا
حال مت پوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسرے کا مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہے کہ تیرا مال
وہ ہے جو مرنے سے پہلے لوگون کو دیجائے اور دوسرے کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے اور فرزند
جو رحم کرتا ہے اوسپر رحم ہوتا ہے اور جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات
کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو بری بات کہتا ہے گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہین
روکتا وہ ندامت اوٹھاتا ہے شعر زبان برید بکنج نشستہ صم بکم * بہ از کسیکہ نباشد زبانش اندر حکم
اور کسی شخص نے ابو حازم رح سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے اونھون نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ
اگر بالفرض اوسمین تجکو موت آجاوے تو اوسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو
فعل اسطرح کا ہو کہ شاید اگر اوسکے ارتکاب کیوقت موت آجاوے تو مرنے کو معیوب جانے
ایسے کام سے اجتناب کیا کر - اور حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا
کہ مجکو وصیت فرمائیے اونھون نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کر غصہ صورت مت کیا کر اور بار
رہو کہ دوسرون کو تم سے فائدہ ہو کسیکو ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کرو اور بے فائدہ
مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو اونکی خطاؤن کا عیب اور
طعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے - اور ایک شخص نے محمد بن کرام رح سے
وصیت چاہی تو اونھون نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی میں اتنی کوشش کرنی چاہیے
جتنی اپنے نفس کی رضامندی میں کوشش کرتے ہو - اور ایک شخص نے حامد لفاف سے
وصیت کے لیے عرض کیا تو اونھون نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید
کے لیے بنواتے ہو کہ کسیطرح کی گرد اوسپر نہ پڑنے پاوے سائل نے پوچھا کہ دین غلاف سے
کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام بلا ضرورت
کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگون سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت حسن بصری رح نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے
اللہ تعالی خوف دلاتا ہے اور ڈراتا ہے اوس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمہارے
پاس اسباب موجود ہے اوس میں سے آگے کیواسطے لے لو اور موت پر جب تجھکو یقین آئیگا تو معلوم ہوگا والسلام

اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے حضرت حسن بصری رحمہ کو لکھا کہ آپ مجھکو کچھ وعظ و
نصیحت کیجئے اونکے جواب مین آپ نے اونکو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اور اگر کوئی بات [illegible]
اوسکو رد کرو گے اور حضرت [illegible] بن عبد اللہ رحمہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کی خدمت مین لکھا
کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے [illegible] دنیا [illegible]
[illegible] امیر المؤمنین [illegible]
جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام سے دوا کی شدت پر صبر کیا کرتا ہے اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا
اولیا کی اور اوسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہے اوسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہے اور اعدا کو
دغا دیتی ہے اور پیشتر بعض عاملون کو آپ نے لکھا کہ تمکو قدرت بندون پر ظلم کرنے کی
حاصل ہے تو جب کبھی ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمہارے اوپر بھی خدا قادر ہے اور یہ بات
خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگون پر تم جور و ستم کرو گے وہ اونپر گذر جاویگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی
جان لو کہ خدای تعالی مظلومون کے انتقام مین ظالمون کو پکڑیگا والسلام ۔ حاصل یہ کہ وعظ
عام اسطرح کا ہونا چاہیئے اور جسکا حال معلوم نہو اوسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیئے اسلئے
کہ یہ نصیحتین مثل غذاؤن کے ہین جس سے ہر ایک کو فائدہ پہونچ سکتا ہو اور ان آثار کے اسطرح کے وعظ
نایاب ہین اسیلئے باب وعظ بالکل مسدود ہوگیا اور معاصی فساد غالب ہوگئے لوگون کو ایسے
واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین چکناتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور
جو بات کہ اونکے حوصلۂ عقلی کے موافق نہین اونکو بھی تکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون کی

یعنی وعظ کے مجمع میں حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلوں سے خالی کرکے سننے کی
طرف متوجہ ہو اور جو سنے اوسکو خوب سمجھنے کے لیے غور کرے اس سے بہت بیشک خوف
پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اوسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور یہ اسباب علاج
کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدای تعالی کی توفیق اور اس امر کو اوسپر آسان کردینا اضافہ ہوگا
پس جو شخص اپنا دل لگا کر سنیگا اور خوف سے واقف ہوکر خدای تعالی سے ڈریگا اور حظ
ثواب کا طالب ہوگا اوسکی بات کو سچ جانیگا تو خدای تعالی اوسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہنچا دیگا
اور جو شخص اس باب میں بخل کریگا اور اپنا کان بند کریگا اور بے پروائی برتیگا اور نیک بات کو
جھٹلاویگا اوسکو خدای تعالی آہستہ آہستہ سختی میں پہنچا دیگا پھر دنیا کی لذتیں جو اوس
اسکے کچھ کام نہ آوینگی جب ہلاک ہوکر گڑھے میں جا پڑیگا انبیا کا کام اسی قدر کہنا ہے کہ
طریق بیان کردیں باقی دنیا و آخرت دونوں خدا ہی کے ہیں — اب اگر کوئی یوں کہے کہ اس
تقریر کا مال ایمان پر چار یا اسواسطے کہ ترک گناہ بدون صبر کے ممکن نہیں اور صبر بدون
واقفیت خوف کے ممکن نہیں اور خوف بدون علم کے نہیں ہوتا اور علم بدون اسکے حاصل نہیں ہوتا
جب یہ باور کرے کہ گناہوں کی تصدیق ہو اور دنیاوی ضرر کی تصدیق ہو یعنی اللہ و رسول کی
تصدیق ہے جسکا نام ایمان ہے تو گویا خلاصہ تقریر یہ ہوا کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ
اسلیے کرتا ہے کہ اوسکو ایمان نہیں رہا حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہے کہ جو اصرار والے کو
ایماندار نہ کہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصرار میں ایمان مفقود تو نہیں ہوتا بلکہ ضعف ایمان
سے یہ حرکت ظاہر ہوتی ہے اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہے کہ گناہ کرنا سبب خدا کی
دوری کا اور عذاب اخروی کا ہوتا ہے پھر جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اسکی کئی وجہیں ہیں
وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعدہ ہے وہ موجود نہیں نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی
کی سرشت اسطور پر ہے کہ اوسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہے وتنا غائب سے نہیں ہوتا اسلیے
موعود چیز کی تاثیر اوسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہے دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو
گناہوں کی باعث ہوتی ہیں انکی لذتیں نقد ہیں جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہیں اور انکی
عادت و الفت ہو جانے سے قوت و غلبہ پاجاتی ہیں اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت
ہوتی ہے اور حال کی لذت آیندہ کے خوف سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے کَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

شک ہوتا ہے اسکا نام کفر ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتاوے کہ فلانی چیز تمہارے
حق مین مضر ہے اور مریض اوس طبیب کا معتقد نہو کہ اسکو طب آتی ہے تو وہ بالضرور اوسکے
قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہرحال اوسکے کہنے کی پروا نکریگا اور نہ اوسکی بات مانیگا
اسیکا نام کفر ہے اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے
غائب ہونے مین تو یہ سوچے کہ جو چیز شدنی ہے وہ ہو کر رہیگی آنے والی چیز جلدی آتی ہے
اگر تامل سے دیکھے تو فردا نزدیک ہے اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمے سے نزدیکتر تو کیا
معلوم ہے شاید قیامت بھی نزدیک ہو جسوقت آگئی ہو تو ابھی موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اوسکے
دل مین سوچے کہ دنیا مین آئندہ کے خوف سے اپنے فی الحال تعب و مشقت اوٹھاتے ہین
مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جاوین تونگری کا سفر کرکے نفع حاصل کرتے ہین کہ
اوسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے
حق مین مضر ہے اس سے تو مر جاویگا تو گو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ تر
کیون نہو مگر موت کے خوف سے اوسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک گھڑی کا
ہوتا ہے بشرطیکہ اوسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہے اور دنیا کے
وجود کو ازل اور ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہے کہ ایک نصرانی کے
قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اوسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا
تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو
معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتلاتا ہو
اور اوسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اوسکا گواہ اور یہ کہ میرے
نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو جاوے حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز
دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہے
یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبہ لذت ہو تو بزور اوسکو نفس سے چھوڑا دے اور یون کہے کہ جب مین اس
لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابدالآباد کی لذت
کیسے چھوٹیگی اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اوٹھا سکتا تو دوزخ کی تکلیفون کی برداشت کیسے
ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون مین کدورت اور تغیر ہوتا ہے اور کوئی خالی از رنج
نہین جسمین صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے غم سے کیسے صبر ہوگا اور یہ [illegible]

کرنے کے لیے آج کل کرنے کا علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی
کہ ہم نے توبہ کے وقت کو کیون ٹالا علاوہ ازین ٹالنے والا اپنے کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہے
جو اسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کر لیتا ہے کہ مین آگے کو موجود رہونگا اور توبہ کر لونگا پھر کیسے
معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جب تک مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے
جیسا اب نہین چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبۂ شہوت وہ
آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی ہو جانے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاوے
کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بہ نسبت اوسکے کہ جسکی عادت
نہین ہوتی اور اسی وجہ سے ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہین کیونکہ وہ ایک سی صورت کی دو چیزون
مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے کہ دن ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات انہین ہمیشہ
دشوار ہے اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے اوکھاڑنا چاہے
اور جب اوسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط پاؤن جمے ہوے شاید ہے کہ نہین اوکھڑیگا تو یون کہے کہ ایک
برس اور اوسکو چھوڑ دون پھر اوکھاڑونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہیگا
مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاونگا مجھ مین کمزوری آتی جاویگی تو اسکی نادانی
اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کمزور تھا جب تو اوسکو
نہ اوکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جائے اور آپ کمزور پڑے ایسے وقت مین کیسے
عہدہ برآ ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے کہہ دیا اسکی ایسی مثل ہے
کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر بنا دے اور توقع کرے
کہ خدا ہی تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ بتلا دیگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ
وہان کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈالدے اور
باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھ نہ کرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع
ہے کہ غارتگرون کو غافل کر دے یا اونپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آوین اور اگر
آوین تو دروازے ہی پر مر جاوین ایسی مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرون کا غافل ہونا
خواہ مر جانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کرے اپنا مال
ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا اوسپر بھروسا اور
تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق

ہوتے ہین پس اسکا علاج وہ اسباب ہین جنسے صدق رسول کا جانا جاتا ہے اور وہ اگرچہ
طول طویل ہین مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہون اونسے اوسکا علاج ہوسکتا ہے مثلاً
اوس سے یون کہا جائے کہ جس امر کو انبیا علیہم السلام نے کہ معجزات اونسے صادر ہوئے ہین
سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا اوسکو تو ایسا محال جانتا ہے
جیسا دو جگہ مین ایک ہی وقت ایک شخص کا ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ مین ایسا ہی
محال جانتا ہون تو اوسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالباً ایسا عقلا مین کوئی نہوگا اور
اگر جواب دے کہ مجھے اوسکے ہونے مین شک ہے تو اوس سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گہر مین کہانا
چھوڑ جاوے اور کوئی آدمی تجھسے کہے کہ تیرے پیچھے اس کہانے مین سانپ نے
اپنا منہ ڈالکر زہر اوگلدیا ہے اور تجھکو اوسکی بات مین شک ہو اور تجھکو وہم ہو کہ وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ
تو ایسی صورت مین اوس کہانے کو تو کہا لیگا یا باوجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دیگا پس وہ
یہی جواب دیگا کہ مین اوس کہانے کو نہ کہاؤنگا اسواسطے کہ مین یہ سوچونگا کہ اگر یہ شخص
اوسمین جھوٹ کہتا ہے تو صرف اسیقدر نقصان ہے کہ وہ کہانا جاتا رہا اور اوسپر صبر کرنا
اگرچہ مشکل ہے مگر ہوسکتا ہے اور اگر اوسنے سچ کہا ہے تو میری زندگی جاتی رہیگی اور
موت ظاہر ہے کہ بنسبت کہانے سے صبر کرنے اور اوسکے تلف ہوجانے کے بہت
سخت ہے تو اوس سے کہنا چاہیے کہ سبحان اللہ ایک جھوٹے آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہے کہ
اوسمین یہی احتمال ہے کہ شاید کسی لالچ سے کہدیا ہو اور تمام انبیا علیہم السلام کا قول
باوجود معجزات کے اور سب اولیا اور علما اور حکما بلکہ تمام فہیم عقلا کا قول نہین مانتا حالانکہ
تو جانتا ہے کہ عاقلون مین کوئی ایسا تہا جسکو قیامت کا یقین نہو اور ثواب عذاب کو درست
سچا نجانتا ہو گو کیفیت مین ان اشیا کی اونمین اختلاف ہو مگر انکے وجود کے سب قائل ہین اب اگر
یہ لوگ سچے ہین تو بیشک تجھپر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ ابدالآباد تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہین
تو تیرا کچھ حرج نہین صرف اتنا ہوگا کہ بعض شہوات اس دار فانی پر کدورت کے تجھسے فوت
ہوجاوینگے پس اگر وہ شخص عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اوسکو کچھ گنجایش توقف نہ رہیگی
اسواسطے کہ مدت زندگی ابدالآباد کے ساتھ کچھ نسبت نہین بلکہ اگر تمام دنیا مین چنا بہرا ہوا
اور فرض کرو کہ ایک پرندہ دس لاکھ برس کے بعد اوسمین سے ایک دانہ اوٹھالے تب بھی انجام کو
فنا ہوجاویگی بخلاف ابدالآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہوگا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے دن

شہوات سے صبر کرنے کے سعادت ابد الآباد کی حاصل کرنے میں کیسے سستی کریگا - اور تقریر اوس
بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اوس شخص سے فرمائی تھی جسکی
عقل امور واقعی کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اوسکو امر آخرت میں شک تھا آپ نے اوس سے ارشاد
فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم اور تو دونوں بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہے ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا
حاصل یہ ہے کہ عاقل آدمی مستقبل اہوال و بہشت کے مقامات میں وہ راہ اختیار کرے جسمیں امن ہو اب اگر یہ پوچھو
کہ یہ باتیں تو بدیہی ہیں مگر بدون تامل کے حاصل نہیں یہ باتیں تو دلوں پر کیا آفت ہے کہ اس
باب میں فکر چھوڑ دیا ہے اور اوسکو گران جانتے ہیں اور دلوں کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی
طرف کیا ہے خصوص ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اوسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب
یہ ہے کہ فکر کی مانع دو باتیں ہیں ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہے جو عذاب اخروی
اور اوسکے اہوال و شدائد اور گنہگاروں کی حسرت اپنے اوپر کہ جنت سے محروم رہنے کی بابت میں
کرے مگر یہ فکر آدمی کے دل میں کانٹا ہے اسی وجہ سے دلکو اوس سے نفرت ہوتی ہے اور
دنیاوی امور میں فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت و راحت اوٹھاتا ہے - دوسرے یہ
کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہو کہ جسوقت آدمی مشغول ہوتا ہے تو لذائذ دنیاوی اور قضائے شہوات سے
روکتا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک دم میں شہوت کسی چیز کی نہ ہوتی ہو
یہی شہوت کبھی اوسپر مسلط ہو کر عقل کو مغلوب کرلیتی ہے اسی وجہ سے اوس شہوت کے حیلہ کی
تدبیر میں لگا رہتا ہے اور یہی اوسکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی تدبیر اسکا لیے یا اوس شہوت وغیرہ
اور فکر میں یہ بات کہاں ہو سکتی ہے - بہرحال ان دونوں مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے
کہے کہ تو کتنا سخت اور غبی ہو کہ موت اور اوسکے مابعد کی فکر سے بچتا ہے اور اوسکی یاد سے رنج
اور دکھ اٹھاتا ہے اور اوسکے آنے کو چھپا جاتا ہے جب آپڑیگی تو کیسے سہیگا سختی موت اور بالآخر
پانے کی بھی برداشت نہیں ہوتی اسی سے رنج پاتا ہے اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کے فوت
ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جانے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا
بہت سخت اور گران ہوگا اسلیے کہ اول تو اون لذات کی کچھ پایان نہیں دوسرے اون میں کسی طرح کی
مشقت یا کدورت نہیں اور لذات دنیاوی ناپایدار ہیں اور نہ خالی از کدورت تو انمیں لذت کہاں
کہ کدورت کبھی نہیں ہو سکتی البتہ گناہوں سے توبہ کرکے طاعت الہی پر متوجہ ہو نفس سے لذت
مناجات الہی اور اوسکے معرفت و طاعت سے آرام پانا اور زیادہ انس پانا بڑی عمدہ لذت ہے

کہ اگر مطیع کو عمل کی جزا سوا اس حلاوت کے اور کچھ نہ ملتی تب بھی کافی تھی پھر جب اسپر اور جنت کی
نعمتیں بھی موعود ہوں تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہو کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہیں میسر آتی
لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اوسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہو جاویگا جتنا شر کا عادی
پہلے تھا تو البتہ شاہد مقصود سے ہم آغوش ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اوسی چیز کو قبول کرتا ہے
جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہو سکتا ہے اور شر کا بھی - حاصل یہ کہ فکر اسطرح کی ہیں
جنسے خوف اور بڑھتا ہے جو باعث جوش قوت صبر ہے اور یہ فکر ہیں ان کی وعظ سے
اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بے شمار سے دل پر آجاتی ہیں ابھرتی ہیں اور پھر
موافق طبع ہو جاتی ہیں اور دل کو اونکی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو سبب کہ طبیعت اور ان
فکروں میں موافقت کا ہے اوسکو توفیق کہتے ہیں اسلئے کہ توفیق اسیکا نام ہے کہ ارادہ
میں اور مطلب یعنی اوس طاعت میں جو آخرت میں نافع ہو موافقت ہو جاوے چنانچہ ایک شخص
دلائل میں مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کوفہ سے ہو کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
خدمت میں عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمایا آپنے فرمایا کہ چار ارکان پر اوسکی بنا ہے
اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک اور جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو
کھلا کھلی کریگا اور علما کو برا جانیگا اور جو اندھا ہوگا وہ ذکر کو بھول جاویگا اور جو غفلت کریگا
وہ راہ راست سے پھر جاویگا اور جو شک کریگا وہ آرزوؤں سے دغا میں پڑیگا اور حسرت اور ندامت
اوسکو آدبائیگی اور جس چیز میں اوسکو شک تھا وہ خدا کیطرف سے اوسپر ظاہر ہو جاویگی یہ بیان ہم
بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہیں اور اسقدر توبہ کے باب میں کافی ہے اور اسلئے کہ صبر
ایمان کا رکن ہے چنانچہ صبر دوام توبہ منحصر ہے اسلئے اوسکا بیان علیحدہ باب میں ضروری ہوا اب توبہ خدا کی حسن
توفیق سے تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان میں

رباعی کہ دولت سرمدی تجھے ہو منظور
کر صبر اور شکر دل سے حتی المقدور
ہوتا ہے خدای پاک صابر کا رفیق
نعمت کا اسے دیتا ہے جو ہوتا ہے شکور

یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف
شکر اور بہ انتہا کہ اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں صبور اور شکور دونوں نام ہیں تو صبر و شکر کا
اوصاف الٰہی اور اسمائے حسنی میں داخل ہونا تحقیق ہے اور ان دونوں سے جاہل رہنا

گویا ایمان کے دونوں حصون سے جاہل رہنا ہی یا خدا کے دو وصفون سے غافل رہنا اور بدون ایمان کے قریب خدا کے حاصل ہونیکی کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچانے کس چیز اور کس شخص پر ایمان چاہئیے غیر ممکن ہو جو اس بات کے پہچاننے میں سستی کرے وہ صبر اور شکر کی معرفت سے بھی بیبہرہ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہر جانا ایمان کے دونوں حصون کا بہت ضرور ہے اسیلیے ہم اس باب میں صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہین یا ہیں خیال کہ دونوں میں ارتباط و مناسبت زیادہ ہو اس باب میں دو فصلیں ہین

فصل اول صبر کے ذکر مین اسمین سات بیان ہین

بیان اول صبر کی فضیلت مین اللہ تعالی نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید مین کچھ اوپر ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کیطرف منسوب کیا ہے اور اوسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا اور فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیون کا ثواب سوای صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور روزہ چونکہ روزہ بھی صبر ہی میں داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ اس حدیث قدسی مین روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہین فرمایا اور ثواب صبر مین ارشاد فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہون جیسا کہ ارشاد ہوا وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ اور تیسری جا صابرین کیلیے ایسی باتین اکٹھی فرمائین جو اور کسی کیلیے نہین چنانچہ ارشاد ہے أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ الی آیت میں ہدایت اور رحمت اور صلوۃ صابرون کے لیے ایک جا ہین غرضکہ صبر کی فضیلت مین جتنی آیات وارد ہین سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب مین بہت وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزین کہ تمکو کم عنایت ہوئی ہین انمین مین سے یقین اور صبر ہین اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ وافی

ملا ہے اوسکو اگر تہجد اور روزہ نفل نہ ملے تو کچھ پروا نہ کریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو
تو مجکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم میں سے میرے پاس ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے
جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو
برا جانوگے اوس وقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اوس حال میں صبر کریگا اور ثواب کی
نیت کریگا اوسکو ثواب پورا ملیگا بعد اسکے آپنے یہ آیت پڑھی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا
اور ایک حدیث میں فرمایا الصبر كنز من كنوز الجنة اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان
کیا ہے آپنے فرمایا کہ صبر ہے اور ایمان کو صبر فرمانا ایسا ہے جیسا ایکبار آپنے حج کے
باب میں فرمایا تھا کہ الحج عرفة یعنی بڑا رکن حج کا عرفہ ہے اسیطرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہے
اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملوں میں بہتر وہ ہیں جنپر
نفسوں کو جبر ہو اور ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرو اور ایک میرا خلق یہ ہے کہ میں صبور ہوں
اور عطاء رح ابن عباس رض سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصار پر داخل ہوئے تو اونسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمر رض نے
عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپنے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہے تو انصار نے عرض کیا
کہ ارزانی پر شکر کرتے ہیں اور مصیبت پر صابر اور حکم الٰہی پر راضی آپنے فرمایا کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی
ایماندار ہیں اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو نہیں ملیگی جب اوس
چیز پر صبر کروگے جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان کریما واللہ یحب الصابرین اس باب میں احادیث بہت
ہیں اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر رض نے جو خط حضرت ابو موسیٰ اشعری کو
لکھا تھا اوسمیں یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک دوسری
سے بہتر ہے صبر کرنا مصیبتوں پر اچھا ہے مگر اوس سے افضل یہ ہے کہ جو چیز خدا نے حرام کی ہے
اوسپر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہے کیونکہ نیکیوں میں سے عمدہ تقویٰ ہے اور وہ

دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون اور بہائم سے معلوم نہین ہو سکتا سوا اسکے کہ جسمین جا انسان ہے ملائکہ اور بہائم مین نہین ہو سکتا ملائکہ مین اونکے کمال کی جہت سے اور بہائم مین اونکے نقصان کے سبب سے اوسکی تفصیل یہ ہے کہ بہائم پر شہوات مسلط کر دیئے گئے ہین جو اونپر غالب ہین اونکی حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور اونمین کوئی ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اوسکو اوسکے مقتضی سے روکے اور شہوت کے مقابلہ مین اوس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاتا ہے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ شوق حضرت ربوبیت کا اونکو ہے اور درجہ قرب سے خوش ہین اونکے اندر شہوت نہین کہ کوئی جو اس درجہ اور شوق سے اونکو روکے اور نہ اونکو کبھی ایسے اشغال کی احتیاج کہ اونکی مدافعت پر غالب ہون جو اونکو حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے شہوات ہی کی جہت سے دو چیزین نہین اور انسان کا حال یہ ہے کہ ابتدا سے اوسکو ناقص لڑکا پیدا کیا ہے اوسوقت سوا خواہش غذا کے جسکی اوسکو احتیاج ہوتی ہے اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین کی پھر بعد چند سے اوسمین خواہش کھیل اور آرایش کی پیدا ہوتی ہے پھر نکاح کی شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ شہوات ترتیب وار ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام ہے کہ جن دو لشکرون مین اختلاف ہو اور ضدیت ہو اونکے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر اونمین سے دوسرے کے مقابل جا ہے ابھی جسکے کا نام صبر ہے مگر لڑکپن مین صرف ایک ہی لشکر شہوات کا ہوتا ہے جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث انسان کو اشرف بنایا ہے اور اوسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہے اسلیے جب اوسکا وجود کامل ہو جاتا ہے اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہے اوسپر دو فرشتے معین کرتا ہے کہ ایک اوسکو ہدایت کرے اور دوسرا اوسکی کمک کرتا ہے انہین دو فرشتون کی مدد سے انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہے علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انہین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین اول صفت تو معرفت خدا اور رسول کی دوم شناخت انجام کی مصلحتون کے یہ باتین اوس فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جسکو کام ہدایت اور شناخت کرانے کا ہے بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا اور رسول کی ہے نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اوسکو اوسی چیز کی راہ سوجھتی ہے جو بالفعل اوسکی خواہش کے موافق ہو اور اسی وجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسیکی تلاش اوسکو نہین ہوتی یہانتک کہ اگر کوئی دوا نافع اوسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اوسکی طلب

ہر گز نہ ہوگی اور نہ اوسکو سمجھا سکی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہے کہ اتباع شہوات کا نتیجہ
حق میں انجام کو برا ہے لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہیں جب تک کہ اوسکو قدرت شہوت کے
چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزیں ایسی ہیں کہ انسان اونکو جانتا ہے مگر دفع نہیں کرسکتا
جیسے مرض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال میں اوسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت پڑے
جس سے شہوات کو دھکا دیے اور اوسنے اسقدر مجاہدہ کرے کہ اونکی دشمنی کو اپنے نفس سے
علیحدہ کرے اس غرض کے لیے اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری کی
رکھے اور اوسکی تائید و تقویت ایسے لشکروں سے کرے جو نظر نہ آتے ہوں اور یہ لشکر اس بات پر
مامور ہے کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہے اور کبھی قوت پکڑتا ہے اور اسکا
کمزور اور زور آور ہونا اوسیقدر ہے جسقدر کہ بندے کو اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک
ہوتی ہے جسطرح کہ نور ہدایت خلق میں اتنا مختلف ہے کہ جسکی کچھ انتہا نہیں اب ہم اس صفت
انسانی کا جس سے کہ اوسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے میں بہائم پر امتیاز ہے باعث
دینی نام رکھتے ہیں اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوے کہتے ہیں اور تصور
کرنا چاہیے کہ ان دونوں چیزوں یعنی باعث دینی اور باعث ہوے یا شہوت میں لڑائی ہے
اور کبھی وہ غالب ہوتا ہے اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہے اور باعث
دینی کو کمک فرشتوں سے پہونچتی ہے جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہیں اور باعث
شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہے جو اللہ تعالی کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں پس صبر کی حقیقت
یہ ہے کہ باعث شہوت کے مقابلہ میں باعث دینی ثابت قدم رہے پھر اگر ثابت رہکر ہمیشہ کو
مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ ہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا
اور زمرہ صابرین میں لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و نحیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اوسکو
دفع نہ کرسکا تو شیطان کے تابعین میں داخل ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا
چھوڑنا وہ عمل ہے جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہے باعث شہوت کے
مقابلے میں اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا حال ہے جو شہوات کی عداوت اور مقتضیات کے
جاننے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا و
آخرت میں دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہیں پس جب اس معرفت کا یقین ہے ایمان کہتے ہیں

قوی ہوتا ہے تو باعث دینی بھی قوی ہوتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب
ہوتا ہے تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہیں تو رفتہ رفتہ ترک شہوت کمال کو
جبھی پہونچیگا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل و حریف ہے قوی ہوگا اور انجام
شہوت کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا۔ اور وہ دونوں فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے
فضل سے ان دونوں لشکروں کے کفیل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اسلیے پیدا
کیا ہے اور ہر ہر شخص پر آدمیوں میں سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہیں اور انکو کراماً کاتبین
کہتے ہیں اور چونکہ ہادی فرشتے کا رتبہ دوسرے فرشتے کی نسبت زیادہ ہے تو گویا
کہ وہ داہنی طرف ہوا اور داہنی میں اشرفیت ہے اسکو بائیں پر اسلیے ہادی داہنی طرف ہے اور دوسرا
بائیں طرف ہے بندہ غفلت کرنے اور فکر کرنے میں اور کتا ہوں میں مطابق انسان ہوتا اور مجاہدہ
کرنے میں بندہ کے دو حال ہیں جب غفلت کرتا ہے تو داہنے فرشتے سے گویا منہ پھیرتا ہے
اور اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے اسلیے وہ اسکا منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہے اور جب فکر
کرتا ہے تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اوس سے ہدایت کا مستفید ہو تو اس طور سے
گویا اوس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے اور
جب گناہوں میں مطلق انسان رہتا ہے تو بائیں فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اوسکی مدد کا
خواہاں نہیں ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے یہ اسی لحاظ سے وہ اسکی
برائی لکھدیتا ہے اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اوس فرشتے سے مدد کا خواہاں ہے
اسی لحاظ سے وہ اوسکے لیے نیکی لکھدیتا ہے اور چونکہ نیکیوں اور بدیوں کا وجود انہیں دو
فرشتوں کے لکھنے سے ہوتا ہے اسیواسطے اونکو کراماً کاتبین کہتے ہیں کرام تو اس وجہ سے
کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہے اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہیں اور کاتب
اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیئات کو لکھتے اور جن صحیفوں پر کہ یہ لکھتے ہیں وہ سر قلب میں لپٹے ہوئے ہیں
الاسرار قلب سے مخفی ہیں یہانتک کہ اس عالم میں اونپر اطلاع نہوگی اسلیے کہ وہ دونوں فرشتے اور
اونکے خط اور نوشتے اور جو کچھ اونسے متعلق ہے عالم غیب و ملکوت سے ہیں نہ عالم ظاہری
نہیں اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل دیکھے جانے کے چشم ظاہری سے اس عالم میں نہیں پھر
نامجات مخفی دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغریٰ میں اور ایکبار قیامت کبریٰ میں اور
قیامت صغریٰ سے ہماری غرض حالت موت ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے

الخ من مات فقد قامت قیامتہ اس قیامت مین بندہ اکیلا مبتلا ہوتا ہے اور اسی مین اس سے کہا جاتا ہے
ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ اور ارشاد ہوتا ہے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا
اور قیامت کبری جو تمام خلق کی جامع ہوگی وہان آدمی تنہا نہ ہوگا بلکہ غالبا حساب مجمع کے
سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پرے کے پرے
جاوینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے وحشت چھوٹی قیامت کی ہے اور جتنی
وحشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین ہونگے اونکی سب کی مثال و نظیر چھوٹی قیامت مین
موجود ہے مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبری مین ہوگا اوسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے
کہ جو زمین خاص اوسکے لیے ہے یعنی اوسکا بدن وہ مرنے پر ہلا دیا جاتا ہے تو اسکے حق مین
زلزلہ زمین کا موجود ہو گیا اسلیے کہ اگر کسی ملک مین زلزلہ آئے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال
آیا گو اوسکے پاس پڑوس والون کو اوسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا اونہین لوگون کے
حق مین شمار ہوگا جنکو اوس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار سے کہ گھر خواہ اور کسی چیز کو اوس
صدمہ ہوا ہوگا اوسکے حق مین زلزلہ پکا ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اوسکا نقصان
جبھی ہے جب اوسکا گھر ہلجائے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اوسکا کیا نقصان
ہے اب اگر موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہے اور بدن
زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہے کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے اوسکے حصے مین
جسقدر مٹی خاص ہے وہ اوسکا بدن ہے غیر کا بدن اوسکے حصے مین نہین اور جسمین یہ بیٹھا
بیٹھا ہوا ہے وہ بدن کا ظرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے
اوسکی یہی وجہ ہے کہ یہین بدن اوسکے سبب سے نہ لغزش کیا جاتا ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی اور
ہلتی رہتی ہے اوس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اوس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا
بہر حال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسقدر ہے کہ اوسکے بدن کو جنبش ہوتی ہے جو
اوسکی مٹی اور زمین خاص ہے اب جسطرح زمین کیواسطے اور سامان ہوتے ہین اسیطرح زمین یعنی بدن مین
اونھین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل
آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اوس مین کے ستارے ہین اور پسینے کا
بہنا دریا ہے اور بال روئیدگی اور ہاتھ پانون درخت اوس زمین کے ہین اسیطرح سب چیزون کو
قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہو جاتے ہین تو یہ قول صادق

ح۱ جو کوئی مرگیا اوسکی قیامت ہوچکی ۱۲ بروایت ابن ابی الدنیا و دیلمی بسند ضعیف ۱۲

ح۲ اور آگئے تم ہمارے پاس اکیلے جیسے بنایا تھا ہم نے تمکو پہلی بار ۱۲

ح۳ تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ۱۲

کمال کی منازل میں پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہو کر شکم کی رحم سے وسعت عالم
عالم میں قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے اب قیامت کبری کو قیامت صغری کے
خصوص کیطرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو رحم سے اور جس عالم میں کہ بندہ بعد
موت کے پہنچتا ہے اسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی وسعت
بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسی آخرت کو دنیا کی نسبت کر قیاس کرنا چاہیے اسلیے قرآن مجید میں ارشاد ہوا
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا
کرنے کے ہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدائشوں کی منحصر دو میں نہیں ہے اور اسکی
طرف اشارہ ہے اس قول میں وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ غرضکہ جو شخص دونوں قیامتوں کا
مقر ہے وہ دونوں عالم ظاہری اور باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونوں کا یقین
رکھتا ہے اور جو شخص صرف قیامت صغری کا مقر ہے اور کبری کو نہیں مانتا اسکی ایک آنکھ
پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان کو دیکھتا ہے اسکا نام جہل و گمراہی ہے اور یک چشم دجال کی پیروی
پس آدم بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت میں ہم سب برابر ہیں لوگو بہت سے تمہارے خطرے
خوف کے مقامات درپیش ہیں تو پھر غفلت کے کیا معنی اگر بالفرض جہالت و گمراہی کو قیامت
قیامت کبری کا اعتقاد نہیں تو قیامت صغری کیا تھوڑی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہیں سنی
کفی بالموت واعظا کیا یہ نہیں سنا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کیوقت کیا کرب تھا
کہ فرماتے تھے اللھم ھون علی سکرات الموت کیا اس بات کی شرم نہیں آتی کہ موت کے
آنے میں توقف سمجھکر بیوقوفوں اور غافلوں کی پیروی کرتے ہو جنکی شان میں یہ آیت ہے
مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَ
لَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ان غافلوں کا یہ حال ہے کہ اگر مرض انکو خوف دلانے کو آتا ہے تو اوس سے
نہیں ڈرتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا ہے تو اوس سے عبرت نہیں پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالی نے
فرمایا ہے يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ پھر اگر اونکو یہ گمان
ہو کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہینگے تو اونکو یوں ارشاد ہوا أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ
أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ اور اگر یہ سمجھے ہوں کہ مرجاتے ہیں اور نیست ہوکر معدوم ہوجاتے ہیں
اونکا وجود کہیں نہیں تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ
پھر آیات خداوندی سے اونکے اعراض اور روگردانی کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے

پھر آیت سے اعراض کرتے ہیں پھر کہا وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

اس بات کو جو ہم کہہ چکے ہیں یہ تقریر اسی امر کیطرف اشارہ کرتی ہے جو علوم معاملہ سے اعلیٰ ہیں
اسلئے غرض اصلی کیطرف رجوع کرکے ہم کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہوگیا کہ صبر باعث دینی کے ثبات کا
نام ہے مقابلے میں باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیوں کا ہے اسوجہ سے کہ اونپر کراماً کاتبین
مقرر ہیں اور وہ فرشتے لڑکوں اور دیوانوں پر کچھ نہیں لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر اونکی
طرف حق تعالیٰ دہ کے لیے توجہ کیجاوے تو نیکی لکھتے ہیں اور اگر اوس سے روگردانی کیجاوے تو بدی
لکھتے ہیں اور چونکہ لڑکوں اور مجنونوں میں التفات کی استعداد نہیں ہوتی تو اونسے ظہور متوجہ
ہونے کا خواہ روگردانی کا بھی متصور نہیں ہوسکتا اور کراماً کاتبین سوا توجہ اور روگردانی کے
اور کچھ نہیں لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگوں کے لیے لکھتے ہیں جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی
کرنے کی ہو ہاں بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوجاتا ہے اور بتدریج حد
بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آناً فاناً زیادہ ہوتی جاتی ہے مگر
یہ ہدایت ناقص ہے اسکے موجب عمل نہ کرنے سے آخرت کے ضرر سے خبردار رہتا ہے دنیا کے
ضرر سے نہیں بچتا مثلاً اگر ایسے وقت میں نماز نہ پڑھے تو اوسپر زد و کوب کیجاویگی مگر آخرت میں
کچھ عقاب اوسپر نہوگا اور نہ اوسکے لیے کوئی نامۂ اعمال لکھا جاتا ہے جو آخرت میں کھولا جاویگا
بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہو اور کراماً کاتبین کیطرح نیک بخت ہو تو
اوسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اوسکے دل کے صحیفے پر لکھدیا کرے یعنی اوسکو اول
خوب یاد کرادے کہ دل پر نقش حجر ہوجاوے پھر اوس صحیفے کا پھیلانا چاہیے کہ اگر کام قابل تعریف ہے
تو اوسکی تعریف کرے ورنہ زد و کوب سے سزا دے جب مربی کا لڑکے کے حق میں یہ طور ہوگا تو وہ
شخص فرشتوں کی عادت کا وارث ہے اور اونکو لڑکے کے حق میں استعمال کرکے درجہ
قرب الٰہی کا فرشتوں کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت میں ہوگا اور
اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ باتین سے
اشارہ آپنے اپنی دو انگشت مبارک کیطرف فرمایا

تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی
تصدیقات پر بولتے ہیں اور کبھی اون اعمال پر بولتے ہیں جو اون تصدیقات کے باعث

سرزد ہوتے ہیں اور کبھی دونوں کے مجموعے پر بولتے ہیں اور چونکہ معارف کے بھی بہت اقسام ہیں
اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اسلیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا چنانچہ
اسکی تشریح باب قواعد العقائد جلد اول میں لکھی گئی ہے مگر صبر کو نصف ایمان کہتے ہیں تو دو
اعتبار سے کہتے ہیں اور ایمان کے دو ہی معنی اس بنا پر کہ مقتضی ہیں کہ صبر نصف ایمان ہو
اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال دونوں پر بولا جاتا ہے اس صورت میں
ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی ہوا کرتے ہیں کہ
جو بندے کو خداے تعالی کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہیں اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہے یقین سے یہ
امر معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید اور ترک
اور بجا آوری طاعت کی بدون صبر کے ممکن نہیں ہوسکتی یعنی اسکے کہ باعث دینی کو باعث ہوا اور
کسل کے مقابلے کرنے کیلیے کام میں لایا جاتا ہے اور اسی کا نام صبر ہے پس اس اعتبار سے صبر
نصف ایمان ٹھیرا اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِيْتُمُ الْيَقِيْنُ وَعَزِيْمَةُ الصَّبْرِ دوسرے معنی یہ ہیں کہ
ایمان ان احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہیں نہ معارف پر اب تمام حالات بندہ کی دو قسم
ہیں ایک وہ کہ دنیا و آخرت میں اسکی نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہوں اور بندہ کو جو بات
مضر چیزوں کے لحاظ سے حالت صبر ہے اور نافع چیزوں کی نسبت دیکھیے تو حالت شکر ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہے جیسے کہ پہلے معنی کے
اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ ایمان کے
دو نصف ہیں ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی مرفوعا روایت کی گئی ہے اور ازانجا کہ صبر کنایہ ہے باعث دینی کے باعث ہوا کے مقابل
ثابت رہنے کا اور باعث ہوا کی دو قسمیں ہیں ایک باعث شہوت کیطرف سے
اور ایک غضب کیطرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کیلیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور
اگر درد دینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا تو غضب کیطرف سے ہوگا اور روزہ میں صرف
روکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہے مقتضاے غضب سے صبر کرنا
اوسمیں دخل نہیں اسیلیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ کیونکہ کمال صبر
اوس صورت میں ہے کہ دواعی شہوت و مقتضیات غضب دونوں سے صبر کیا جاوے

ف ۵ جن چیزوں کا یقین ... تو وہ یقین اور قدر صبر ... اوپر گذر گیا ۱۲

ف ۶ روزہ آدھا صبر ہے ... باب العلوم جلد اول میں گذر ۱۲

اور روزہ میں صرف ایک شق سے صبر ہے اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان
تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہے — حاصل یہ کہ شریعت میں جو اعمال
اور احوال کے حدود مقرر ہیں اور انکی نسبت ایمان کیطرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان
ہوئی ہے اونکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات میں اصل یہ ہے کہ اول ایمان کے اقسام معلوم
ہونے چاہییں تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی روسے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ
سمجھنا دشوار ہے اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان اون چیزون کا جن پر صبر کیا جانے کے لحاظ سے صبر کا اور اوسکے نام ہونے میں
جاننا چاہیے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں اول تو صبر بدن سے کرنا مثلاً بدن پر مشقتوں کا متحمل ہونا
اور اوس پر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتیں ہیں یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے
فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجا لانا اور دوسرے کی
مثال جیسے سخت مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم بھی کبھی محمود
ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال عمدگی دوسری قسم صبر میں ہے یعنی صبر نفسی یا
کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوے سے روکے ہے — پھر اس قسم میں اگر
صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے ہوگا تو اوسکا نام عفت ہے اور اگر کسی اور بات سے ہو تو
ہر ایک کا مرہ چیز سے صبر کیلیے جدا نام ہے مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اوسکو صبر ہی کہتے ہیں
اور اوسکی ضد وہ حالت ہے جسکو جزع و فزع کہتے ہیں یعنی تقاضا ہوے کو مطلق العنان
کر دینا کہ خوب چیخے اور پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر تونگری کی برداشت کرنے میں
صبر ہو تو اوسکو ضبط نفس کہتے ہیں اور اوسکی ضد اترانا ہے اور اگر صبر مقام جنگ اور
قتال میں ہو تو اوسکو شجاعت کہتے ہیں جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصے کے
پینے میں ہو تو اوسکا نام حلم ہے جسکی ضد غضبناکی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو
تو اوسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ رکھنے میں ہو تو اوسکو
رازداری اور جس شخص میں یہ صفت ہو اوسکو رازدار کہتے ہیں اور اگر صبر عیش کی اندازہ حاجت سے زیادہ ہو
تو اوسکا نام زہد ہے جسکی ضد حرص ہے اور اگر ہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اوسکو
قناعت کہتے ہیں اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر اخلاق صبر میں داخل ہیں
اسی جہت سے جب ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان کو سوال کیا کہ وہ کیا ہے

آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال میں سب میں بڑا
اور گران صبر ہی ہے جسطرح کہ حج کو آپ نے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان میں
سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا کر فرمایا اور سب کا نام صابر ہی رکھا ہے جیسا کہ
ارشاد ہوا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ
اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ باساء سے غرض فقر و مصیبت اور ضراء سے وقت افلاس اور حین الباس سے وقت مقاتلہ
ہے یہ اقسام صبر کے کہ بخلاف متعلقات کے باعث جدا نام سے مسمی ہوتے ہیں اور جو شخص کہ
الفاظ سے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہیں اسلیے سمجھتا ہے کہ
انکے معانی میں بھی فی الحقیقت اختلاف ہوتا ہوگا حالانکہ ان الفاظ سے جو معانی ہیں انکی ذات
و ماہیت ایک ہی ہے غلطی وہ ہوتی ہے اور جو شخص کہ سیدھا چلتا ہے اور نور الٰہی سے دیکھتا ہے تو
اوسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر اونکی حقیقت سے ماہر ہو کر الفاظ کیطرف متوجہ ہوتا ہے
اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوتے ہیں تو اصل معانی ہی ہیں اور الفاظ تابع ہیں اور جو
شخص فرع سے اصل کا طالب ہو وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونوں فریق کی طرف اشارہ
کلام مجید میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ
سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسلیے کہ انکا ... سے
ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

پانچواں بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے

واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوے کی نسبت کر دیکھیں تو اوسکے تین احوال ہوتے ہیں
ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوے کو بالکل زیر کر دے اوسمیں کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے اور یہ
بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہے ایسی ہی صورت میں یہ کہا جاتا ہے مَنْ صَبَرَ ظَفِرَ
اور اس رتبے کے پہونچنے والے بہت کم ہیں اور اگر ہیں تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہیں کہ خداوند
کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدہ پر جمے رہتے ہیں اور راہ راست کو کبھی نہ چھوڑا اور نہ اوس طرف سے
منہ موڑا اور اونکے نفسوں کو باعث دینی کے مقتضا سے اطمینان ہے انہیں لوگوں کا پکارنے والا
پکاریگا یٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً دوسری حالت یہ ہے
کہ ہوے کے دواعی غالب ہو جاویں اور باعث دینی کی منازعت اونکے ساتھ بالکل نہ رہے بس
آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالہ کرے اور مجاہدہ سے مایوس ہو کر کوشش سے

باوجودیکہ لوگ زمرہ غافلین میں ہیں اور کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں یہی لوگ ہیں جو
بندۂ شہوات ہوگئے ہیں اور بدبختی کا جو زور اونپر ہوا تو اپنے دلوں پر جو اسرار الٰہی اور امر ربانی
میں سے تھے اعدای الٰہی کو مسلط کر دیا انہیں کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں وَلَوْ شِئْنَا
لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
انہیں لوگوں نے آخرت کو بدلے زندگی دنیا کو مول لیا اور گھٹی کمائی اور جب کوئی شخص ایسوں کو ہدایت
کرنا چاہے تو اوسکو یہ حکم ہے فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ اور اس حالت کی پہچان یا سرع زیادہ اسیری معیار ہے اور آرزوں سے مغرور
ہونا ہے اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنْ أَتْبَعَ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللّٰهِ اور اس
حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہوں
مگر مجھ سے ہو نہیں سکتی اسواسطے اوسکی طمع بھی نہیں کرتا یا اشتیاق توبہ نہو تو یہ کہتا ہے کہ خدای
غفور اور رحیم اور کریم ہے پھر توبہ کی کیا حاجت ہے اوس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہوگئی
اور اوسکو صرف ایسے ہی باریک حیلے نکالنے میں لگاتا ہے جنسے اپنی شہوت پوری کرسکے اور اوسکی
عقل شہوات کے ہاتھ میں ایسی گرفتار ہوئی ہے جیسے کوئی مسلمان کافروں کی قید میں ہو
اور وہ اوس سے سور چراوین اور شراب کی حفاظت اور اوسکا اوٹھانا اوسکے ذمہ کردین ایسے
شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اوس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑ کر کافر کے
حوالہ کرے اور اوسکا مقید کردے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے کہ جس شخص کا غالب
رہنا چاہیے تھا اوسکو ایسے کا مسخر کر دیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاکمی
اور غالب رہنا اسواسطے شایاں ہے کہ اوسمیں معرفت دین اور باعث دینی موجود ہے اور کافر کو
مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اوسمیں دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہے۔ اور مسلمان کا حق
اپنے نفس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تر واجب ہے پس جب اوس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت
اور لشکر ملائک میں سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کردیگا جو گروہ شیاطین میں سے ہو
اور خدای تعالی سے دور کرتی ہو تو یہ شخص بعینہ ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافروں کے
حوالہ کردے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اوسکے سب سے عزیز لڑکے کو
پکڑکے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کردے استدلال کیا چاہیے کہ اس بات میں

کیسی ناشکری پائی جاتی ہے کتنی بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہے اور یہ مثال اسلیے مناسب ہے
کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہے اور تمام روئے زمین میں عمدہ چیز
اللہ کی مخلوق میں سے عقل ہے تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت ناشکری ہے
تیسری حالت یہ ہے کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوی کو ایسا شخص
مجاہدین ہی میں ہے فتح پانے والوں میں نہیں اور اس قسم کے لوگوں کا حال اس آیت میں مذکور ہے
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ یہ تینوں حالتیں باعتبار قوت و ضعف کے ہیں
اور آدمی پر تین حالتیں اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزوں کے ہو سکتی ہیں اول یہ کہ تمام شہوات پر
غالب ہو جاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہ ہو اور آیت
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا کو اس تیسری حالت والوں کی شان میں کہنا بہتر ہے اور
جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ چوپاؤں کے مانند بلکہ اون سے بھی گمراہ تر ہیں اسلیے کہ
بہیمہ کیواسطے معرفت اور قدرت نہیں پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضائے شہوات کا مجاہدہ
کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اوسکو بیکار رکھا ایسے واقع میں ناقص و بدبخت
بلاشک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پا کر درجہ کمال کو حاصل نہ کرے ۔ اور آسانی اور دشواری
کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدون انتہائی
محنت اور سخت مشقت کے اوس پر مداومت ممکن نہو اسکا نام تو صبر کرنا ہے دوسری وہ کہ
بدون شدت اور محنت کے حاصل ہو جاوے یعنی نفس پر ادنیٰ زور ڈالنے سے تحمل صبر کا ہو جاوے
کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے ۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقویٰ کرتا ہے اور
انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى اور اس تقسیم کو
ایسی جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہو
تو کم زور کو ذرا سے حملے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اسطرح کہ پچھاڑنے میں کچھ تکان ہوگی نہ
ماندگی نہ سانس چڑھے گا نہ اوسطرح کا اضطرار پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی
ہوگا تو اوسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوی کی
کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے ۔ غرضکہ
جب شہوات بالکل دفع ہو جاتے ہیں اور باعث دینی مسلط ہو کر حاوی ہو جاتا ہے اور طول

ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد

وہ ذلت سے صبر کرنا آسان پڑتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا مین
عنقریب مذکور ہوگا یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسیلیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰہَ عَلَی الرِّضَا فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِی الصَّبْرِ عَلٰی مَا تَکْرَہُ خَیْرٌ کَثِیْرٌ
اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ
توبہ کرنے والون کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا
اوس کام سے جو خداے تعالی اوسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور باب محبت مین
ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبہ محبت خدا کے مرتبے سے بڑھکر ہے جسطرح کہ مقام رضا مقام صبر
اشرف ہے اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہوسکتے ہین یعنی مصائب اور بلایا پر صبر کرنے مین
اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے کئی کئی قسم ہے بعض فرض ہے اور بعض نفل اور بعض
مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے
اور جو ایذا کہ شرعًا ممنوع ہو اوسپر صبر کرنا حرام ہے مثلاً کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھ کاٹے یا
بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ اوسپر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد برائی
کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور جو کچھ دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے
اور اگر وہ ایذا شرعًا مکروہ ہو حرام نہو تو اوسپر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی
کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانکر یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہین
بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین۔

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونیکا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گزیر نہین ہر حالمین اوسکی حاجت ہے
جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے
یا تو اوسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اوسکو حاجت صبر کی دونون حالونمین ہے
اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو مفصل بیان کرتے ہین قسم اول
یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال و جاہ کا ہونا اور بہت سا
جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار و مددگار و خدمت گزار بہت سے ہونے اور تمام
لذائذ کا موجود ہونا ہے ان احوال مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر
لذات دنیاوی مین پڑکر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور اونمین مطلق العنان اور ڈوبا رہیگا تو گو وہ
لذائذ مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر پہونچا دینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے

کہ جب اپنے آپ کو غنی جانتا ہے تو طغیان کرتا ہے چنانچہ کلام مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَيَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى یہانتک کہ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا پر تو ہر ایک صبر کرتا ہے
مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے - اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ صبر
کرنا عافیت پر بنسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب احوال دنیا صحابہ رض کو پیش
آئے تو اونہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان مصیبت اور فقر میں مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو
ہمنے صبر کیا مگر جب فتنہ عافیت و توانگری میں مبتلا ہوئے تو ہمنے صبر نہ کیا - اسی واسطے
خداوند کریم نے مال اور اولاد اور زوجہ کے فتنے سے اپنی کتاب پاک میں خوف دلایا ہے اور
ارشاد فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ
وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ
مَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ اور جب آپ نے اپنے نواسے جگر گوشہ امام حسن رض کو دیکھا کہ کرتے میں الجھ کر گر پڑے
تو منبر سے اوتر کر گود میں اوٹھا لیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ سچ فرماتا ہے اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ میں نے جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو اپنے آپ کو نہ روک سکا یہانتک کہ اسے اوٹھا لیا
اسکا نتیجہ ارباب دانش سمجھ گئے ہیں کیا ہے معلوم ہوا کہ مرد وہی ہے جو عافیت پر صبر کرے اور
عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اوسکی طرف رغبت نہ کرے اور یہ جانے کہ یہ چند روزہ ودیعت
جلد مجھ سے جاتی رہیگی اور اوس سے زیادہ خوش نہ ہو اور تنعم اور لذت اور لہو و لعب میں نہ پڑے
بلکہ جو انعام اللہ کے اسپر ہیں اونکے حقوق اللہ تعالیٰ کے ادا کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ میں
دینے سے اوسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسروں کو اعانت کرکے اوسکا حق اور زبان سے
سچ بولکر اوسکا حق ادا کرے اور اسطرح کا صبر شکر کے متصل ہے جب تک آدمی شکر پر قائم نہ ہو
تب تک یہ صبر کامل نہ ہوگا چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہے
کہ اسمیں قدرت موجود ہے ورنہ عصمت بی بی بے چادری مشہور ہے جسکو قدرت ہی نہو وہ
اگر صبر نکرے تو کیا کرے اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسیکی فصد کھولتا یا پچھنے
لگائے تو مریض کو صبر کرنا آسان ہوگا بنسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا
آدمی اگر کھانا اوسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کرسکتا ہے بنسبت اس صورت کے کہ
عمدہ کھانا لذیذ اوسکے سامنے ہو اور اوسکو قدرت بھی کھانیکی ہو اسی لحاظ سے فتنہ
عافیت کا سخت تر ہے دوسری قسم جو خواہش اور طبیعت کے ناموافق ہو اوسکی تین قسمیں ہیں

اور یہ صبر بھی سخت ہے اور غالبًا اس آیت میں بھی صبر مراد ہے نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا یعنی جن لوگون نے عمل کیے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونے کے یعنی اب صبر کی حاجت یہ ہے کہ عمل کا افشا نہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہین اونسے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اوسکا اثر نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ اور فرمایا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر صبر نکریگا اوسکا عمل باطل ہوگا۔ اطاعت کی کی دو قسمین ہین فرض اور نفل اور دونون مین صبر کی حاجت ہے اور اللہ تعالی نے انکو اس آیت مین جمع فرما دیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اقارب کو دینا مروت اور صلہ رحم ہے اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے۔ اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا ضروری ہے اور اللہ تعالی نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت مین جمع کر دیا ہے وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ السُّوْءَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ هَوَاهُ اور معاصی خواہ کیسے ہون لوازم سے ہین اور صبر کے اقسام مین زیادہ شدید اون معاصی پر صبر کرنا ہے جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہون اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہو جاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر ہین کہ ایک دوسرے کی کمک کرتے ہین اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہین اسلیے وہ اونکے قلع وقمع پر قادر نہین ہوتا پھر اگر وہ گناہ اون افعال مین سے ہون جنکے کرنے مین کچھ دقت نہین ہوتی بآسانی ہو سکتے ہین تو اونسے صبر کرنا نہایت دشوار ہے مثلاً زبان کو گناہون مثل غیبت اور جھوٹ اور خصومت اور اشارۃً یا صراحۃً اپنے نفس کی تعریف کرنی وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلون کو ایذا دین اور اون کلمات سے جو بقصد تحقیر و تذلیل کہے جاوین اور مردون کا ذکر کرنا اور اونپر خواہ اونکے علوم اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا ان سب سے صبر کرنا بہت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر مین تو یہ غیبت ہین مگر باطن مین اپنے نفس کی ثنا پائی جاتی ہے ایسے گناہ مین نفس کو دو چاٹ ہوتی ہین ایک تو دوسرے کا نہونا دوسرے اپنا ہونا انھین دونون باتون سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت مین ہے اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جسکا آدمی کو حکم ہے انھین دونون شہوتون سے اجتماع اور

ف۱ خوب ہے کیا بدلا کام والون کو جو ٹھہرے رہے ۱۲

ف۲ اور ضائع مت کرو اپنے کیے ۱۲

ف۳ مت ضائع کرو اپنی خیراتیں احسان رکھکر اور ستاکر ۱۲

ف۴ اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کو ۱۲

اور زبان کے ہلانے میں دقت ہوتی اور محاورات میں عادی ہو جانے سے صبر ایسی باتوں پر
مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہیں جانتے نہ دلوں میں ان امور کی کچھ قباحت ہے کیونکہ اکثروں کا
روز مرہ ہی ہو گیا ہے اور سب لوگوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا
کپڑا پہنے تو لوگ نہایت برا جانیں لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگوں کو برا کہے جاوے
تو [illegible] حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص
کسی کام میں اپنی زبان نہ روک سکے اور اوسکے معاصی سے صبر نہ کر سکے تو اوسپر گوشہ نشینی اور تنہائی
واجب ہے کہ اسکے سوا اوسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہیں اسلئے کہ اکیلے رہنے میں صبر کرنا
اس سے آسان ہے کہ لوگوں میں رہکر سکوت پر صبر کرے۔ اور جیسا جس فعل کا باعث قوی
یا ضعیف ہو گا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہو گا۔ اور زبان ہلانے کی نسبت جنبش
قلبی آسان ہے دل کی حرکت اوس سے بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی میں بھی باقی رہتی ہے سو وسوسوں
سے صبر ہونا ہرگز ممکن نہیں الا اوس صورت میں کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہو جاوے اور
طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ورنہ جب تک کسی خاص شے میں اپنی فکر کو
نہ لگاوے گا وسواس کا دور ہونا اوس سے ممکن نہ ہو گا۔ صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار
وابستہ نہ ہو مگر انکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسیکو کسی نے فعل یا قول سے ایذا دی یا
اوسکے نفس یا مال میں کوئی قصور کیا تو اوسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے
اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نہ سمجھا کرتے
جب تک کہ ایذا پر صبر نہ کرتا تھا اور کلام مجید میں انبیا کیطرف سے خدا تعالیٰ انہیں کے جواب میں ارشاد ہے
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایکبار کچھ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ ایسی تقسیم نہیں ہے جس سے خدا کی رضا منظور
ہووے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے
میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ انکو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انہوں نے صبر کیا
اور کلام مجید میں جابجا آپکو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ
اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ
بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ اور فرمایا وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے ان کی باتوں سے سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور رہ سجدہ کرنیوالوں میں

اور البتہ سنو گے اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کاموں میں ہے

اس قسم میں غرض یہی ہے کہ مکافات میں صبر ہو اور سوچے کہ مکافات سے صبر کرنے کا بڑا رتبہ ہے اللہ تعالی نے
قصاص وغیرہ میں حقوق کے معاف کرنے والون کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وَإِنْ عَاقَبْتُمْ
فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ۲ میں نے انجیل میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے
بدلے ناک یعنی جیسی برائی کوئی تم سے کرے اوسیقدر تم اوس سے کرو لیکن میں یہ کہتا ہون کہ تم برائی کا
بدلا شرارت دو بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے رخسار پر مارے تو اوسکے سامنے بایان کردو اور جو کوئی تمہاری
چادر لے لے تو اوسکو تہبند بھی دیدو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو تم دو میل اوسکے ساتھ جاؤ
ان سب روایتون میں ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگون کی ایذا پر صبر کرنا مراتب میں
اعلی ہے اسلیے اس صورت میں باعث دینی کے مقابلے میں غضب اور باعث شہوت دونون ہوتے ہین
تو دونون کو مغلوب کرنا تھوڑا کام نہین صورت سوم ایسے امور جنکی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندے کے
اختیار میں نہین جیسے عزیزون کا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور کسی عضو کا
بیکار ہوجانا اور تمام اقسام کے مصائب کہ اوپر صبر کرنا مقامات صبر میں سے اعلی مقام ہے حضرت ابن
عباس رض فرماتے ہین کہ قرآن مجید میں صبر تین صورت پر ہے اول ادای فرائض پر اوسکا ثواب
تین سو درجے ہین دوم صبر خدا کی حرام کی ہوئی چیزون سے اوسکے لیے چھ سو درجے ہین سوم
صبر مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت اوسکے لیے نو سو درجے ہین اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل
میں سے ہے دوم کی نسبت کیا جو ویکہ وہ فرائض میں سے ہے اسوجہ سے افضل ہے کہ [illegible]
میں ہے تو ہر ایک ایماندار صبر کر سکتا ہے مگر مصیبت پر وہی صبر کریگا جسکو سرمایہ صدیقون کا
حاصل ہوگا اسلیے کہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہے اور اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون
دعا مانگتے کہ أَسْأَلُكَ مِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيَّ بِهِ مَصَائِبَ الدُّنْيَا اس سے معلوم ہوا کہ
اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم
محبوب جانتے ہین اوسپر صبر نہین کرسکتے تو جو ہمکو بری معلوم ہوتی ہے اوسپر کیسے صبر کرینگے
اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کے بدن
خواہ مال میں یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہون اور وہ اوسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو
قیامت کو مجھے شرم آتی ہے کہ اوسکے لیے ترازو کھڑی کرون یا نامہ اعمال پھیلاؤن و ایک

۱ اگر بدلہ دو تو برابر دو اور جتنی تمکو تکلیف ہوئی اور اگر صبر کرو تو بہتر ہو صبر والون کو ۱۲
۲ مل اوس سے جو تجھ سے قطع کرے اور دے اوسکو جو تجھکو نہ دے اور معاف کر اوسکو جو تجھ پر ظلم کرے ۱۲ جلد دوم میں گذر چکی ۱۲
۳ میں تجھ سے ایسا یقین مانگتا ہون جس سے تو مجھ پر دنیا کی مصیبتیں آسان کردے ۱۲ روایت کیا ترمذی و نسائی و حاکم نے بروایت ابن عمر
۴ ابن عدی کی روایت اسکی سند ضعیف ۱۲

حدیث شریف میں ہے کہ انتظار الفرج بالصبر عبادۃ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب
کسی بندہ کو مصیبت پہونچے اور وہ بموجب حکم الٰہی انا للہ وانا الیہ راجعون کہے
اور یوں کہے اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا تو خدای تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور
حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ مجھکو آنحضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ خدای تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام
فرمایا کہ اے جبرئیل جسکی میں دونوں آنکھیں لے لوں اوسکا بدلہ کیا ہے اونھوں نے عرض کیا سبحانک
لا علم لنا الا ما علمتنا ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر میں رہے اور میرے
دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ جب میں اپنے
بندہ کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے عیادت کرنے والوں سے
میری کچھ شکایت نہیں کرتا تو میں اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہوں اور خون کے عوض
عمدہ خون عنایت کرتا ہوں اور جب اوسکو شفا دیتا ہوں تو کوئی گناہ اوسکے ذمہ نہیں ہوتا
اور اگر اوسکو وفات دیتا ہوں تو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں اور حضرت داؤد علیہ السلام
جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اوس غمزدہ کا بدلا کیا ہے کہ جو تیری رضامندی کی خواہش سے
مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ اوسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اوسکے
بدن سے نہ نکالوں اور ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جب
اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اوس سے لے لیتا ہے اور بندہ اوسکے
عوض میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اوس نعمت کے عوض میں جو کچھ عنایت فرماتا ہے وہ
اوس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہے بعد اوسکے آیت پڑھی انما یوفی الصابرون اجرہم
بغیر حساب اور حضرت فضیل رح سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا ہے قضاء
حکم پر لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبہ سے
زیادہ کی تمنا نہیں کرتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت شبلی رح شفاخانہ میں محبوس ہوا تھے تو اونکے
پاس کچھ لوگ گئے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اونھوں نے عرض کیا کہ آپکے دوست ہیں زیارت کو
آئے ہیں آپ نے اونکو ڈھیلوں سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپ نے فرمایا
کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب میں ایک رقعہ
تھا کہ ہر گھڑی اوسکو نکالکر دیکھ لیا کرتے اوس میں لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا
اور روایت ہے کہ فتح موصلی رح کی بی بی ایکبار پھسل پڑیں اور اونکا ناخن ٹوٹ گیا وہ

ہنس رہیں لوگوں نے پوچھا کہ تمکو تکلیف نہیں معلوم ہوتی اونھوں نے کہا کہ اوسکے ثواب کا
مزہ میرے دل سے تلخی درد کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان
علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقوی پر تین باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے اول جو چیز
نہیں ملی اوسمین اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اوسکو پہونچی اوسمین اچھی طرح رضا دینا
تیسرے جو چیز ملکر جاتی رہی اوسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ وَمَعْرِفَۃِ حَقِّہٖ اَنْ لَّا تَشْکُوْ وَجْعَکَ وَلَا تَذْکُرْ مُصِیْبَتَکَ اور منقول ہے کہ ایک شخص
ایک روز آستین میں کچھ لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو ہمیانی نپائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہو گئی
آپنے فرمایا کہ جسنے لی ہے خدای تعالی اوسکو اوسمین برکت دے شاید اوسکو مجھسے زیادہ اوسکی
ضرورت ہوگی۔ اور ایک شخص بزرگ راوی ہیں کہ مین سالم مولی ابی حذیفہ رض کے پاس اوس
حال مین گیا کہ اونمین کچھ جان باقی تھی مین نے پوچھا کہ تمہین پانی پلاؤن اونھون نے کہا کہ
مجھکو تھوڑا سا دشمن کی طرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال مین رکھدو کیونکہ مین روزہ سے ہون
اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی لونگا۔ سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر مذکور ہوا
اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین درجہ صبر کسطرح ملے کہ امر اختیاری نہیں اضطراری ہے اور یہ اس سبب سے
اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل مین مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار مین
داخل نہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ صابرون کے درجے سے آدمی جبھی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع
کرے اور منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس
اور فرش اور غذا مین عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتین آدمی کے اختیار مین ہین ان سب سے
احتراز واجب ہے اور بحکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے
پینے وغیرہ کی تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسیطرح کا فرق نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ شے میرے
پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لے لی چنانچہ رمیصا ام سلیم سے روایت ہے[۲ح] کہ وہ فرماتی ہین
کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہ رض موجود نہ تھے مین نے اوٹھا کر گھر کے ایک
گوشے مین کو کرکے اوسپر کپڑا ڈالدیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ رض تشریف لائے مین اوٹھی اور اونکا
کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کسطرح ہے مین نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال مین ہے
اور یہ اسلیے کہا کہ جبسے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ لی تھی جیسے اوس شب وفات کو تھی
پھر مین نے اپنے آپکو اور روزون کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہانتک کہ وہ مجھسے ہم بستر ہوئے

[۱ح] خدای تعالی اور اوسکے حق کی شناخت میں سے یہ بات ہے کہ تو اپنے درد کی شکایت نکرے اور مصیبت کا ذکر نکرے ۱۲ یہ حدیث مرفوع ہے بعض علماء نے ابن ابی الدنیا سے بروایت سفیان بعض فقہا کا قول نقل کیا ہے ۱۲

[۲ح] بخاری و مسلم نے روایت انس سے [illegible] ۱۲

پھر بیوی نے اونسے کہا کہ دیکھو ہمارے ہمسایہ کی بات کہ اوسکو ایک چیز مانگے ملی تھی جب مالک نے
مانگی تو رونے اور چیخنے لگی تو غل مچانے لگا حضرت ابوطلحہ رض نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر
ایسا کیا پھر بیوی نے کہا کہ تمہارا فرزند خدا کی طرف سے عاریت تھا اللہ تعالی نے اوسکو لے لیا
اونھوں نے الحمد للہ کہا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی انکو اس رات کے معاملے میں برکت دے
راوی کہتے ہیں کہ بعد اوس کے مسجد میں میں نے اونکے سات لڑکے دیکھے کہ سب
قاری قرآن تھے اور جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں خواب میں جنت میں
داخل ہوا تو وہاں ابو طلحہ کی بی بی رمیصا کو دیکھا - اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ صبر
جمیل یہ ہے کہ مصیبت والا دوسروں میں پہچانا نہ جاوے اور جو شخص پر دل جلنے اور آنسو بہنے
سے صابروں کی حد سے نہیں نکلتا اسلیے کہ یہ باتیں بشریت کے تقاضا سے ہیں اور موت تک
انسان ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اس سے ہمکو
منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ ان هذه رحمة وانما يرحم الله من عباده الرحماء بلکہ یہ امر مقام
رضا سے بھی خارج نہیں کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا ہے وہ درد کی ناگواری
اور بیتابی سے رونے کی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد میں آنسو بھی نکل پڑتے ہیں اور انشاء اللہ
اسکا بیان باب رضا میں آویگا - اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص کہ
خدا تعالی کا حق اوس چیز میں پہچانتا ہے جو خدا تعالی نے اوس سے لی ہے وہ اوس
بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدا تعالی نے اوسکے لیے باقی رکھی ہے اوس میں اوس
حق کی حفاظت جانے اور جان لو کہ جو تم سے پہلے گذر گیا وہ تمہارے لیے باقی ہے اور جو تمہارے
بعد رہیگا اوسکو تمہارے بابت میں ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابروں کا ثواب بہت میں اوس
نعمت کی نسبت کہ بڑھا ہے جو مصائب پہنچنے سے اونپر ہوتی ہے - غرضکہ ثواب کی
نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت ٹل گیا تو صابروں کا درجہ پاویگا ہاں صبر کا کمال انہی میں
کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتوں کو چھپاوے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانوں
میں سے ہی مصائب اور دردوں اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا ۔ ان تقسیمات سے ظاہر ہوا کہ
احوال و افعال میں صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا فراغت نشین ہو وہ بھی

یعنی اور خدا اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں ہی پر رحم کیا کرتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم از انس

صبر سے بے پروا ہوگا ظاہر میں تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن میں وساوس شیطانی پر صبر
کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہین لینے دیتا اور اکثر باتین جو دل مین آتی ہین وہ یا ایسی چیزون کے
باب مین ہوتی ہین جو گذر چکین اور اونکا تدارک ممکن نہین یا آیندہ چیزون کے باب مین کہ اگر مقدر
مین ہونگی تو ضرور ملینگی بہرحال ان دونون صورتون مین وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار
اور سرمایہ اوسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ
ہوگا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے اللہ تعالی کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا
فکر غرض ہے جس سے خدای تعالی کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت
جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی مین منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع مین نہین آتا بلکہ
شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلون کی صورتین سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ اپنے شخصون سے
نزاع کرتا ہی جو تمام عمر مین ایک دفعہ بھی اوسکے خلاف مرضی ہوے ہون یا جسکی طرف وہم
بھی نزاع کا ہو یہ سمجھے میرے مقصود مین مخالفت کریگا اور اوس سے کوئی علامت بھی اس
باب مین ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگون سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل اور اولاد ہی
کیون ہو اوسکو مخالف فرض کر لیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ اونکو کسطرح زجر اور قہر کیجیے اور کس
اونکی مخالفت کے حیلون کا جواب دیجیے اسیطرح ایک شغل دائمی مین رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کا
دو لشکر ہین ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہے اور سائر کی حرکت کا
نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہے اور انسان کھنکھناتی مٹی
ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری مین آگ کے ساتھ مٹی اکٹھی ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور
آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہین ہو سکتی کہ بھڑکے اور نہ ہلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے
مقتضا سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہے اس بات کا حکم
ہوا تھا کہ جس چیز کو خدای تعالے نے مٹی سے پیدا کیا اوسکو سجدہ کرکے مطیع ہو اور اوسکے
مگر اوسنے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کی وجہ یون بیان کیا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِیْنٍ پس جب اوس ملعون نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر
اونکی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا اونکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہے کہ دل پر جو وسواس اور
طیران اور جولانی کرتا رہتا ہے اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اوسکا باز رہنا گویا
منقاد و مطیع انسان کا بننا ہے کہ انسان سے دیکر یہ حرکتین چھوڑ دین اور واقع مین سجدے کی جان

ترجمہ تو نے مجھکو آگ سے بنایا اور اوسکو مٹی سے

انقیاد و اطاعت ہی ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدہ کا جسم ہے اور اصطلاحی پہچان
سجدہ کی زمین پر رکھنے کو مقرر کر لیا ہے ہو سکتا تھا کہ اصطلاح میں اسی سر رکھنے کو حقارت کی
علامت ٹھہرا لیتے جیسے مونہہ کے بل گر پڑنا کسی امیر کبیر کے سامنے عادۃً گستاخی متصور ہوگا
غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف و در مروارید اور پوست و مغز میں تمیز کرے
ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جائے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ شیطان کو مہلت ملگئی ہے تو قیامت تک ایسا نہوگا کہ آدمی کو وسواس دلانے سے
باز رہے اور اسکا انقطاع ہو جائے اگر ہوگا تو اسکا اور فکر آدمی کو ہے تب البتہ اوس ملعون کی
گنجایش آدمی میں نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندوں میں داخل ہوتا ہے جو بموجب
نص قرآنی کے شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہیں اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ دل میں ذکر
الٰہی بھی ہو اور شیطان بھی اوسمیں ہو اسواسطے کہ شیطان انسان میں خون کیطرح پھرتا ہے
ایک سیال چیز ہے اور اوسکا سیلان ایسا ہے جیسے پیالے میں ہوا اس اگر کوئی یہ چاہے کہ
پیالے میں سے ہوا بھی نکلجائے اور پانی وغیرہ اوسمیں کچھ نہ بھرا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ امر
ناممکن ہے بلکہ جسقدر پانی پیالے میں پڑیگا اوسیقدر ہوا اوسمیں سے نکلجاویگی اسیطرح جو دل کسی
عمدہ فکر دینی سے پر ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ
بھی خدا سے غافل ہوگا اوسکا جلیس سوا شیطان کے کچھ نہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نکریگا
جس سے اوسکا دل امر مباح میں مشغول ہو اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر میں وہ بیکار رہیگا
الا دل اوسکا خالی نہوگا اوسمیں شیطان گھونسلا بنا کر انڈے بچے دیگا پھر اوسکے بچے بھی
کھا کر دوبارہ انڈے بچے نکالینگے اسیطرح اوسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی
جاویگی اسلیے کہ اوسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجائے تو کیسے
بھڑکتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی جاتی ہے اور کہیں نہیں ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی
بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس میں شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہے جیسا
سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جسطرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ
نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہوجاتی ہے

اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکی شہوت ہے
اور وہ نفس کی ایک صفت ہے اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھنے
کیوقت تصوف سے سوال کیا تو اونھون نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہے کہ اگر اوسکو
مشغول نرکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہے یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت کا نہ لو تو وہ اپنا
دھندے میں پھنسا دیتا ہے حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال یہی ہے کہ
ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ
صبر دائمی ہو کہ بجز موت کے منقطع نہیں ہوتا اللہ تعالی ہمکو اپنی توفیق نیک اپنے کرم و احسان سے نصیب فرماوے

ساتوان بیان صبر کی دوا اور ان چیزوں میں جن سے کہ صبر پر مدد ملے

واضح ہو کہ جس خدا نے بیماری بھیجی ہے اوسی نے اوسکی دوا بھی اوتاری ہے اور شفا کا وعدہ
فرمایا ہے اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور امر دشوار ہے مگر اوسکا حاصل ہونا بذریعہ علم و عمل کے
ممکن ہے اور علم و عمل ایسے مفردات ہیں کہ امراض قلوب کی سب دوائیں انہی سے بنتی ہیں لیکن ہر
مرض کے لیے علم و عمل جدا جدا چاہیے اور اقسام صبر کے مختلف ہیں تو جو علتیں کہ
مانع صبر ہیں وہ بھی مختلف ہیں اسیواسطے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج نام ہے ضد بیماری
اور جو حالت ہو اوسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہے اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو
طوالت چاہتا ہے مگر طریق علاج ہم بعض مثالون میں بتلاتے ہیں مثلاً آدمی شہوت
زنا سے صبر کرنے کا محتاج ہے اور یہ شہوت اوسپر ایسی غالب ہے کہ اوس سے اپنی شرمگاہ
نہیں روک سکتا یا شرمگاہ کو روکتا ہے آنکھ کو روک نہیں سکتا یا اوسپر بھی قادر ہے تو نفس
قابو نہیں کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات میں پھنسا رکھتا ہے اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ
کی مواظبت میں وجہ نہیں ہونے پاتی تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ باعث دینی اور
باعث ہوی میں کشتی ہوتی رہتی ہے اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ دونون کشتی والون سے ایک
جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اوسکی تقویت کرنی چاہیے اور
دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض میں صبر کا حاصل کرنا منظور ہے اور صبر جبھی
حاصل ہوتا ہے جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت
دیجاوے اور دوسرے کو کمزور کیا جاوے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث شہوت کے کمزور کرنے
کے تین طریق ہیں اول تو یہ کہ اوسکی قوت کی اصل دیکھیں کہ کہان سے اوسکو زور پہونچتا ہے

تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائیں ہیں باعتبار اقسام اور کثرت کے
پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اسطرح کہ ہمیشہ روزہ رکھیں اور افطار کے
وقت کچھ تھوڑی سی غذا کم زور جنس کی کھالیں مثلاً گوشت وغیرہ غذائیں جنسے شہوت ہو ترک
کر دیں دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہوں اونکو دور کرنا چاہیے یعنی جہاں شہوت کا
باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کو حرکت ہوتی ہے اور دل سے شہوت کو تو اس سے
احتراز ضرور ہے بایں طور کہ عزلت اختیار کریں اور جہاں شہوت کی اچھی صورتوں کے دیکھنے کا
وہاں سے گذر ہو تو آنکھیں بچا لیں حدیث شریف میں ہے کہ النظر سہم مسموم من سہام ابلیس
اور یہ تیر وہ ہوا ہے ابلیس کا چلایا ہوا ہے کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہیں بچاؤ اسکا آنکھیں بند کرنا
یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہے وہاں سے نکل جاویں اور یہ تیر وہ ہاتھوں کو آرام دینے والی فوجوں
مارتا ہے یعنی جب آدمی خوب صورتوں کی سمت سے ٹلا دیگا تو تیر شیطان فرار ادہر کو گاتے پھر
یہ کہ نفس کو مباح چیز اوسی جنس کی جسکو خواہش ہے دیکر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مذکورہ میں
نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مباح میں موجود ہو
پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہے یہ علاج اکثروں کے حق میں مفید ہے بجز ان کی اکثر مردوں کی
شہوت کا استعمال اس سے نہیں ہوتا ہے اسواسطے حدیث شریف میں وارد ہے علیکم بالباءة
فمن لم يستطع فعليه بالصوم فان الصوم له وجاء غرض کہ غذا موقوف کرنی سے کاٹ ہونا
آدمی کو کمزور کر دیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تینوں علاجوں میں سے ایسا ہے جیسا
سرکش جانور یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا ندیں تاکہ ضعیف ہو کر اوسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا
علاج ایسا ہے جیسا کتے سے گوشت کو چھپا دیں اور جانور سے دانہ تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش
کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور و کتے کی مرغوب چیزوں سے تھوڑی سی اوسکو دیں
تاکہ اتنی قوت اوسمیں رہے کہ تادیب پر صبر کر سکے ۔ اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے
ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ دین و دنیا میں اوسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو اخبار
کہ صبر کی فضیلت میں اور دین و دنیا میں اوسکے انجام کے بہتر ہونے میں آگے لکھے گئے ہیں
اونمیں کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ثواب مصیبت کا فوت ہونا ہر ایک
چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اسیوجہ سے ایسی مصیبت پر اوسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اوسکے
پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اوسکے پاس رہتی اور اوسکا حاصل ایسی چیز ہوئی

لازم ہے کہ جو کوئی استطاعت نکاح کی نہ رکھتا ہو اور جس کو طاقت ہو تو وہ روزہ رکھنا اوپر لازم کرے کہ روزہ رکھنا اوسکے حق میں خصی ہونا ہے جلد دوم باب النکاح میں دیکھو

جو ہمیشہ موت اوسکے ساتھ ابدالآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوتی کہ کوئی شخص بیع سلم
اصلاح کرے کہ نکمی چیز دیوے اور آیندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اوسکو اوس
ادنی شئے پر غم کرنا نچاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہے اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی
معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہوجاتی ہے
اور بہت جوش و ہیجان پیدا ہوتا ہے اور اوسکے ضعف سے اوسمین ضعف آجاتا ہے اور
اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کیا کرتے ہین جو عزیمت صبر کا محرک ہے مگر بفحوای حدیث
مذکورہ سابق آدمیون کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوے ہین - دوسرا طریق یہ ہے
کہ باعث دینی کو باعث ہوی سے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہان تک کہ فتح کا مزہ
اوسکو معلوم ہو اور ایکبارگی اوسپر دلیر ہوجاوے اور اوسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نسمجھے کیونکہ
عادت اور مہارت محنت کے کامون کی اون قوی کو مضبوط کردیتی ہین جنسے وہ اعمال صادر
ہوتے ہین اور اسی وجہ سے طاقت پلہ دارون اور کسانون اور سپاہیون کی زیادہ ہوتی ہے
اور جو محنت کا کام کرتے ہین وہ درزیون اور عطارون اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہین
اسلیے کہ ان لوگون کے قوی مہارت سے مضبوط نہین ہوتے - ان دو علاجون مین سے پہلا علاج
تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر تو پچھاڑو گے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع و اقسام
کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحرون سے حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل
کو کہا تھا کہ اگر تم جیتو گے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی
اور سپہ گیری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اوسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کردیتے ہین
تاکہ اوسے الفت ہو اور جرأت و قوت بڑھے - پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ
ہی چھوڑدے اوسمین باعث دینی کمزور ہوجاویگا اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت کو ضعیف
اور قلیل ہی ہو اوسپر بھی غالب آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر
عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہوسکتا ہے - یہ سب طریق علاج کا صبر کی
تمام اقسام مین اور ہر چند سب کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے
حدیث نفس سے مخصوص ایسے شخص پر جو اسیکا ہو رہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے
عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس
ادھر سے اودھر لیے پھرتا ہے اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہین کہ ظاہری و باطنی علاقون

قوت کر زن و فرزند و مال و جاہ و دوست آشنا سے یکسو ہوا اور قدر قلیل قوت لیکر کسی گوشہ میں
بیٹھ رہے اور اسی پر قانع بھی ہوا اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمہ تن ہمت اپنی
طرف کر لیگا یعنی درمیان بجز خدا تعالے کے اور کسی چیز کا نہ رہیگا اور جب دل پر یہ خیال
غالب ہوگا تو یہ بھی کار آمد نہیں جب تک کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور
عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت الٰہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ نصیب ہوگا
تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشا کشی میں مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو
تو مجاہدات کی ضرورت رہیگی اور اوراد و وظائف ہر لحظہ میں برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور
ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نرہے اور اسکے ساتھ ہی بتکلف دل کو حاضر رکھے کیونکہ ظاہر
کے ورد و وظیفہ سے مشغولی دل نہیں ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب سیر باطن
کریگا تو صرف بعض اوقات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات میں کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا
بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو
اور ملنے والی کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت میں خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت
پڑتی ہی ہے جو اسباب معیشت میں اعانت کرے غرض یہ سب باتیں مانع ذکر و فکر ہیں اور
چند امور ضروری اور بھی ہیں کہ انکی نسبت کر زیادہ ضروری ہیں مثلاً کھانے اور لباس کے لیے
اسباب معاش میں مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تیاری کا
ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اوسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقوں کے
قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صاف ہی رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات میں
دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار الٰہی ملکوت آسمان و زمین کے
ایسے منکشف ہوتے ہیں کہ باوجود علائق کے مدت دراز میں اونکا سوان حصہ بھی نہیں
منکشف ہوتا اور اس رتبے پر عارف کا پہونچنا اقصاے مراتب میں سے ہے جسپر کہ انسان
اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف الٰہی کے وارد ہونے کی
احوال و اعمال میں معلوم نہیں اوسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات
تھوڑی سی محنت میں بڑا شکار ہاتھ لگجاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت میں تھوڑا ہی
ملتا ہے اور اسمیں اپنی کوشش کو کچھ دخل نہیں صرف کشش الٰہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے
اعمال کے مقابل ہے اور بندے کا اختیار اوسپر کچھ نہیں ہاں بندے کا اختیار اتنا ہے کہ

اپنے آپ کو مستعد اوس کشش کا کردے باین طور کہ اپنے دل سے جو باتین کہ دنیا کیطرف کھینچنے والی ہین
اونکو قطع کردے اسلیے کہ کشش اوپر کو جبھی ہوگی جب نیچے کے تناو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ
حدیث شریف مین انہین علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہے کہ فرمایا ان لربکم فی ایام
دهرکم نفحات الا فتعرضوا لها اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان نفحات اور جذبات الہی کے لیے
اسباب آسمانی ہین کیونکہ خدا ہی تعالی فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور
کشش الہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظرون سے غائب ہین
ہمکو معلوم نہین کہ کسوقت اللہ تعالی رزق کے اسباب ہم پر آسان کریگا تو صرف ہمکو اسیقدر چاہیے
کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت معین کے رہین جیسے کوئی زمین کو درست کر
اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈالدے تو اوسکو یہ مفید نہوگا جبتک کہ مینہ نہ برسے
اور اوسکو معلوم بھی نہین کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہے
کہ کوئی برس مینہ سے خالی نہین رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہے اسیطرح کوئی سال
اور مہینا اور دن جاذبہ یزدانی اور کشش و نفحہ رحمانی سے بھی خالی نہین گزرتا پس بندے کو
چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اوسمین تخم ارادت بوے
اور مہب ریاح رحمت کے سامنے کردے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات مین مینہ
برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع اوقات شریفہ اور اجتماع
ہمت اور قلوب کی مساعدت کے وقت زیادہ تر ہے مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا
رمضان وغیرہ ساعات اجابت مین اسلیے کہ ہمتین اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول
رحمت الہی ہین کہ اونکی طفیل سے قحط سالی مین مینہ برس جاتا ہے جب پہاڑون کے اطراف
اور سمندرون کی جوانب سے اونکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہے تو خزاین
ملکوت سے بارش مکاشفات اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہے بلکہ احوال
و معارف آدمی کے ساتھہ دلمین موجود ہین مگر اسوجہ سے کہ علائق اور شہوات اوسمین اور
اون معارف مین حجاب ہوتے ہین اسلیے اونکی طرف پروا نہین کرتا اس صورت مین آدمی کو
اتنی ہی حاجت ہے کہ اوس حجاب کو دور کردے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگین
اور ظاہر ہے کہ زمین کے پانی کا کھودکر نکالنا اسیطرح سہل و قریب تر ہے کہ کھودکر پانی نکال
کردیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اوسمین لانا دقت رکھتا ہے خصوصاً ایسی جگہ سے

ف ۵ تمہارے رب کو تمہارے زمانہ کے دنون مین نفحات ہین سن لو کہ تم اونکے سامنے ہوجاؤ ... بیان مین گذرتی

اوس سرزمین کی نسبت پست ہوا اور چونکہ معارف ایمانی دل مین حاضر ہین اور انسان
اونکی طرف سے بے پروا ہوکر اونکو بھولا ہوا ہے اسلیے خدا ہی تعالی نے تمام معارف
ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور فرمایا
وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ پس وساوس اور شواغل کا یہ علاج ہے اور یہ مرتبہ
درجات صبر مین سے سب سے بعید ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وساوس پر صبر
کرنے سے مقدم ہے حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہے
مگر حق کے مقابل مین خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور نفس سے گریز کرکے اللہ تعالی کیطرف
جانا اور بھی سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے اس قول مین اول
آپنے شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمایا ہے اوسکے بعد خلق کے چھوڑنے
کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہے
اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تفوق اور حاکم ہونیکا مزہ دنیا کی سب لذات سے عاقلون کے
نفس پر غالب ہے اور یہ چیز کا کسطرح غالب نہوتا لاکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب
انسانی کو بالطبع محبوب اور مطلوب ہے اور وہ صفت اوصاف الٰہی مین سے ہے جسکو ربوبیت
کہتے ہین اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہے کہ اوسمین مناسبت امور ربوبیت
سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور قلب کو محبت
ربوبیت کی ہونی بری نہین بلکہ اوسکی مذمت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شیطان لعین جو عالم
امر سے دور کرنے والا ہے اوسکو بہکا کر دھوکے مین ڈالدیتا ہے یعنی وہ مردود قلب پر
اس وجہ سے حاسد ہے کہ یہ عالم امر سے کیون ہے اسیوجہ سے اوسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہے ورنہ
طلب ربوبیت مین دل کیلیے کچھ برائی نہین بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر
واقع مین ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بقا چاہتا ہے جسکو فنا نہو اور ایسی عزت کا طالب ہے
جسمین ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہے جسمین خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہان ہے جسمین
افلاس نہو اور اوس کمال کا متمنی ہے جسمین نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان
انکا طالب ہو تو کسیطرح قابل مذمت نہین بلکہ بندے پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا
طالب ہو جسکا اور چھور نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہے وہ برتری اور عزت اور کمال کا
خواہان ضرور ہوتا ہے لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہے جسمین اقسام کے رنج ملے ہوئے ہین

اور پایہ کا اب مگر جلد و شتاب ہے یہ ملک تو دنیا میں ہے اور ایک ملک وہ ہے جسمیں دوام
اور بقا ہے اور کدورت و الم نام و نشان کو اوسمین نہین نہ کسیکے روکنے سے موقوف ہو
مگر وہ دیر کو ملیگا اوسکا نام ملک آخرت ہے اور از انجاکہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہے اور حال کی
چیز کو مآل پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کیطرف راغب دیکہکر اسی ملک موجود
دنیاوی کو اوسکی نظروں میں آراستہ کیا اور اوسکے فراغ میں حمق و علوم کرکے آخرت کے باب میں
اوسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوئے ملک آخرت کی توقع اوسکے دل میں ڈالدی
چنانچہ حدیث شریف میں ہے وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى
پس جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ تو اوسکے مغالطے میں آکر حتی الوسع دنیا کی عزت و سلطنت
کی طلب میں مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اوسکے جال میں نہ آیا کیونکہ اوسکو
اوس لعین کی گھاتین خوب معلوم تھین اسلیے اوسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی
خداوند کریم نے اول قسم کے لوگوں کا حال کلام مجید میں یوں ارشاد فرمایا کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور فرمایا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ
يَوْمًا ثَقِيْلًا اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ
مِّنَ الْعِلْمِ اور جبکہ شیطان کا تمام خلق میں پہیلگیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے رسولوں کے پاس بھیجا اور انکو
راہ اوس دشمن کے ہلاک کرنے اور بہکانے کا بتلادیا اسلیے تمام انبیا علیہم السلام خلق کو اس ملک و سلطنت [illegible]
کے اگر بالفرض ملی بھی جاوے تو تھوڑی ملا اور ملتا تو فانی ہے حقیقی ملک کیطرف بلانے میں مشغول ہوے چنانچہ
اونھین کا ارشاد خلق کو کلام مجید میں مذکور ہے کہ اونھوں نے یہ فرمایا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ غرضکہ توریت و انجیل و زبور اور
قرآن و صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسلیے اوتری ہیں
کہ خلق کو سلطنت الٰہی کیطرف بلاوین اونکو منظور یہی ہے کہ سب لوگ دنیا میں بھی شاہ ہوں اور آخرت میں بھی
بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اوسمیں زہد اختیار کرین اور تھوڑی شے پر قناعت کرین
اور آخرت کی بادشاہی سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے وہ بقا حاصل کرین
جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور مستحق اوس چیز کے ہوں جو اس عالم
مین مخفی ہے اور کوئی نفس اوسکو نہین جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کیطرف بلاتا ہے

اسلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی اون سے فوت ہوجاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت
دو سوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے
پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اوسکی طرف رغبت کرتا ہے اور اگر کسیکے پاس رہتی تو اوسپر بھی حسد
کرتا مگر اوسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین
اور تمام اسباب جاہ کے لیے ایسا ہی کچھ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا
مل بھی گئی تو عمر فنا ہوجاتی ہے گویا یہ صورت پیش آتی ہے حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا
وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتَاهَا اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيْدًا
كَاَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ اور اسکی مثال دوسری جگہ فرمائی ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ
اور زہد دنیا مین چونکہ حریت کی سلطنت ہے اسلیے شیطان نے اوسپر حسد کی اور آدمی کو اوس سے
روکدیا۔ اور زہد کو سلطنت اسیوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور
غضب کا مالک ہوجاوے اور یہ دونون چیزین باعث دینی اور اشارہ ایمان کے مطیع ہوجاوین
تو واقع مین سلطنت اسکو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہوجاتا ہے ورنہ اگر یہ دونون
غالب ہوے تو انسان بندہ شکم خواہ بندہ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہوجاتا ہے اور چوپایہ
کیطرح اوسکی قید مین پڑجاتا ہے شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہے جدہر چاہتی ہے اودہر
لیے پھرتی ہے۔ مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو
سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہوکر گمان کرتا ہے کہ ربوبیت کو پہونچ
جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی معکوس ہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تصور
ہوسکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھ حاجت ہے اونھون
جواب دیا کہ مین تم سے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمہاری سلطنت سے بڑی ہے اوسنے
پوچھا کہ کسطرح اونھون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اوسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے
اونھون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج وشکم کے بندے ہو اور مین ان سب کا مالک ہون
وہ میرے غلام ہین اس سے معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہے اور اسیکے باعث
سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطہ مین آگیے اونکو دنیا و آخرت
دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزون کامیاب ہوئے

اب جسوقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہوئے اور شیطان کے دھوکا دینے کا طریق اور اوسکا تعمیہ اور تلبیس بھی معلوم ہوئی تو آدمی پر ایک وجاہ دنیا وی سے اعراض کرنا اور اوسکی فوت ہونے پر رضا پر ہونا آسان ہو گیا اسواسطے کہ اوسنے سمجھ لیا کہ جو شخص سلطنت پاویگا اوسے سلطنت آخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتون کو جانکر ساتھ بالوہیت مانوس ہونے کے بعد جانے اور اوسکے اسباب کا مباشر ہونا عادت کی وجہ سے اوسکے دل مین جما ہوا ہو تو ایسے شخص کے لیے فقط ان باتون کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہوگا جب تک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ بڑھا وے اور عمل کیواسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہ سے بھاگ جاوے جیسا کہ غلبۂ شہوت مین اون صورتون کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے جو محرک شہوت ہون اور جو شخص ایسا نکریگا وہ وسعت زمین کی نعمت مین جو خدا ہی تعالیٰ کی دی ہے اوسکا ناشکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيْهَا دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا تکلیف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہون مثلاً اگر بناؤ سنگار کا عادی ہو تو اوسکو بتکلف موقوف کرے اور زولیدہ بالون کی سی طرح ہو جاوے اور لباس پر تکلف کو چھوڑکر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر پہنا کرے اسیطرح ہر ایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست مین بدل ڈالے صرف مقتضاے حاجت کے موافق ہر ایک سے کرے اور عادت گذشتہ کی ضد بنتا جاوے یہانتک کہ یہ نئے افعال و احوال بھی طبیعت مین جم جاوین اور یہ انہین کا عادی ہو جاوے اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو اونکی ضد پیدا کرے تیسرے یہ کہ علاج کرنے مین تلطف اور تدریج کا لحاظ رہے ایسا نکرے کہ ایکبارگی پہلے سے کی حقارت و ذلت اختیار کرے اسلیے کہ طبیعت انسانی مین وحشت بھی ہوتی ہے اور اسکے اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہین پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب نفس بقیہ پر قانع ہو جاوے تو اونمین سے کچھ اور چھوڑے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑکر بالکل استعمال کرے یہانتک کہ جو صفات کہ اوسمین جمے ہوے ہون وہ سب جاتے رہین رفق و تدریج اور آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ اِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ مَتِيْنٌ فَاَوْغِلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ وَلَا تُبَغِّضْ اِلٰى نَفْسِكَ عِبَادَةَ اللّٰهِ اور اس حدیث مین بھی اسیکی طرف ایما ہے لَا تُشَادُّوْا هٰذَا الدِّيْنَ فَاِنَّ مَنْ يُّشَادَّهٗ يَغْلِبْهُ اب اس بیان کے جو کچھ وسواس اور شہوت و جاہ سے صبر کرنے مین

کے معنی اسمین زمین کی کشادگی کے وطن چھوڑنا جاوے ہاں ۱۲

یعنی یہ دین مضبوط ہے اسمین نرمی سے داخل ہو اور اپنے نفس پر خدا ہی تعالیٰ کی عبادت کو گران مت کرو ۱۲ جلد اول باب دوم مین گذری ۱۲

ذکر کیا ہے اوس بیان پر اضافہ کر لو جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں طریق مجاہدہ
کے قوانین کے حال میں لکھ آئے ہیں اور پھر سب کو دستور العمل کر لو تاکہ سب اقسام صبر مفصلہ
سابق کا علاج معلوم ہو جاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جدا جدا طویل ہے۔ اور جو شخص کہ تدریج کی
مراعات مد نظر رکھیگا صبر اوسکو ایسے حال پر پہنچا دیگا کہ بدون اوسکے اسکو چین نہ پڑیگا
جیسا کہ پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہو جاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی
وہ مبغوض ہو جاویگی اور جو ناپسند تھی اوسکے بدون صبر نہ کر سکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ
اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہو سکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول بزور پڑھنے بٹھلاتے ہیں اور جبراً قہراً
سیکھتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اوسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم میں مشغول رہنے پر صبر نہیں
کر سکتا مگر جب اوسکو عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو پھر معاملہ الٹا ہو جاتا ہے کہ
کھیلنے پر صبر کر سکتا ہے مگر علم سے صبر نہیں کر سکتا اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس روایت میں جو
بعض عارفین سے منقول ہے کہ اونھون نے حضرت شبلی رح سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت تر ہے وہ
اونھون نے فرمایا کہ خدا کے باب میں صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہیں اونھون نے فرمایا کہ خدا
واسطے صبر کرنا اوسنے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں آپنے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول
رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر ہے آپ ہی بتلائیے
عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح
فنا ہو جاوے سچ ہے **شعر** عشق شور انگیز باید مرد را + تا صلائے درد ہا این مرد را
اور ارشاد خداوندی اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا کے معنی میں بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ
صبر کرو خدا کے باب میں اور مصابرت کرو خدا اور لگے رہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بعض لوگوں کا
قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا رنج و عنا ہے اور صبر بخدا دوام و بقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے
اور صبر از خدا جفا **شعر** صبر کرنا جملہ چیزون میں گنا جاتا ہے خوب + لیک تجھسے صبر کرنا رکھتا ہے [illegible]

علوم و اسرار صبر کی شرح ہو چکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں

فصل دوم شکر کے ذکر میں اسمین تین ارکان ہیں اول میں خود شکر کا بیان ہے دوسرے میں
نعمت کی تعریف اور اوسکے اقسام خاص و عام کا ذکر تیسرے میں اس بات کی کیفیت کہ شکر اور
صبر میں سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول خود شکر کا ذکر اور اسمیں چار بیان ہیں

اول بیان شکر کی فضیلت میں

جاننا چاہیے کہ خداوند کریم نے اپنی کتاب میں شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے
باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے کہ
فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ تو ایسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا
کمال فضیلت پر دال ہے اور فرمایا مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ اور فرمایا
وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ اسمیں صراط مستقیم کے معنی بعض مفسرین نے طریق شاکرین لکھے ہیں اور چونکہ شکر
رتبہ عالی رکھتا ہے اسلیے اوس ملعون نے خلق کو برا کہا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ
اور خدای تعالی نے ارشاد فرمایا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ اور شکر کے ساتھ زیادتی
نعمت کو قطعاً ارشاد فرمایا اور اسمیں استثنا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيدَنَّكُمْ
حالانکہ پانچ اور چیزوں میں یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے
اور توبہ قبول کرنے میں استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ
اِنْ شَاءَ اور فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ اور يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
اور يَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ اور وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ اور [illegible]
شکر [illegible] اسمیں فرمایا [illegible]
اور کہیں تو شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت میں سے اسلیے کہ خدای تعالی اپنے آپکو
فرماتا ہے وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ یعنی خدای تعالی صاحب شکر اور حلم والا ہے علاوہ اسکے شکر
کلام اہل جنت کا شکر ہی ہے چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا
وَعْدَهُ اور وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور احادیث بھی شکر کے باب میں
بہت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ
اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ میں ایکبار حضرت عائشہ رض کی خدمت میں گیا اور
عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے دیکھا ہو وہ مجھسے
بیان فرمائیے وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ کونسی حالت آپکی عجیب نہ تھی سب حالتیں
عجیب ہی تھیں ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر لحاف میں میرے ساتھ
لیٹے یہانتک کہ اونکا بدن مبارک میرے بدن کو لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی مجھکو چھوڑ دے

صابرون کے وصف میں اونکو یہ پہونچی ہے کہ اونکا گھر دار السلام ہے جب اوس میں داخل
ہونگے میں اونکو شکر کا الہام کرونگا جو سب کلامون سے بہتر ہے اور شکر کرنے کے وقت اور
زیادہ کی طلب کرونگا اور اپنی طرف نظر کرنے سے اونکو زیادتی رتبہ عنایت کرونگا۔ اور
جب وعیدون کے باب میں آیت الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اوتری تو حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ کونسا مال ہم رکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ لِسَانًا
ذَاكِرًا وَقَلْبًا شَاكِرًا یعنی مال کے عوض میں قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا ارشاد فرمایا اور حضرت
ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شکر نصف ایمان ہے

یعنی چاہیے کہ تم میں سے کوئی زبان ذاکر اور دل شاکر حاصل کرے ۱۲ جلد دوم باب النکاح میں گذری ۱۲

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت میں - واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل میں سے
ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتون سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل تینون میں
سے اصل علم ہے اوس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل - علم سے
یہ غرض ہے کہ نعمت کو منعم کیطرف سے جانے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام سے خوش ہو
اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب منعم کو ہو اوسپر قائم رہے پھر عمل کا تعلق قلب سے بھی ہے
اور اعضا اور زبان سے بھی اس لیے ان سبکا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ماہیت پوری
معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف میں منقول ہیں کسی میں پورے معنی شکر کے نہین
آئے امر اول علم ہے وہ تین باتون کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اوس نعمت کا اپنے
حق میں نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اوسکے صفات کا جن سے کہ وہ اس انعام کا اوسپر
ہوا اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزین ضروری ہیں ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور
ایک وہ جسپر منعم کے قصد و ارادے سے نعمت پہونچتی ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے لیکن
یہ امر سوای خدا کے اورونکے لیے ہے خدا کے باب میں علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتیں
خدا کیطرف سے ہیں اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اوسکی طرف سے مسخر ہیں
اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر اسلیے کہ وہ دونون اسمین داخل ہیں کیونکہ ایمان کی
معرفتون میں شروع کا رتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جاننے کا ہے اور جب ایک ذات کو پاک جان لیا
تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اوسکے سوا جتنی ہیں وہ اس صفت کی
نہیں اسکا نام توحید یعنی خدا کو ایک جاننا ہے پھر اسکے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزین عالم میں
موجود ہیں وہ اسی واحد سے موجود ہیں یعنی ہر شئے اوسیکی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت اون

دونون معرفتون کے بعد ہوتی ہے اسلیے اسکا رتبہ ان دونون سے بڑھکر ہوا کیونکہ تنزیہ
تقدیس اور توحید کے سوا کمال قدرت اور افعال میں یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور اسی واسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے اوسکو
دس نیکیان ہیں اور جو لا الہ الا اللہ کہے اوسکو بیس اور جو الحمد للہ کہے اوسکو تیس اور
ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ اور فرمایا
لیس شیء من الاذکار یضاعف ما یضاعف الحمد للہ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ
نیکیان صرف ان کلمات کو زبان پر ہی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ انکے معانی دلمین
آوین بلکہ اصل یہ ہے کہ سبحان اللہ کلمۂ تقدیس ہے اور لا الہ الا اللہ کلمۂ توحید اور
الحمد للہ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خدای واحد برحق کیطرف سے ہین
پس نیکیان ان تینون باتون کی معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام مین
ہین نہ صرف زبان کے ہلانے کی عوض مین رہے اسیقدر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ معرفت پوری جب
ہوتی ہے جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا اور یہ شخص
اگر اس انعام کے ملنے اور اپنے پاس پہونچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا
تو اوسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا اور بہر وجہ سے اوس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے
نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اوسکی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے امیر خواہ وزیر کیطرف سے اور
اسیوجہ سے اوسکی خوشی بھی دونون پر بٹ جاویگی تو شکر بادشاہ کے حق مین پورا نہوگا ہان اگر
یہ جانیگا کہ یہ نعمت ملنی وہ بادشاہ کے فرمان کی جہت سے ہے جسکو اوسنے اپنے قلم سے
کاغذ پر لکھا تو اس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا اور کمال شکر مین نقصان ہوگا
اسلیے کہ اوسکو قلم اور کاغذ کے باعث تو خوشی نہوگی اور نہ اونکا شکر کیونکہ اونکا خود کا دخل کچھ
اس انعام مین کچھ نہین اگر ہے تو اسوجہ سے ہے کہ یہ دونون چیزین بادشاہ کے زیر حکم ہین اسیطرح
اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ انکو بادشاہی دیوان سے کچھ اختیار نہین ہے اگر خزانہ کا
اختیار ہوتا اور بادشاہ کا زور نہوتا یا معزول ہونیکا انکو خوف نہوتا تو کچھ بھی نہ دیتے تو اسی طرح
دیکھنے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کیطرف منسوب رہیگی
وکیل وخزانچی مثل کاغذ وقلم متصور ہونگے اسیطرح جو شخص خدای تعالی کو جانے اور اوسکے
افعال کو سمجھے اور اوسکو معلوم ہوجاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے اوسکے امر کے تابع ہین

جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں اور بعض حیوانات کو اختیار ہے وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہیں اسلئے
کہ خدای تعالی نے اونپر اختیار کی دواعی کو مسلط کر دیا ہے کہ کام کریں خواہ چاہیں یا نہ چاہیں
جیسا خزانچی کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا اور اگر خود اوسکا اختیار ہو تو کسیکو خاک
بھی نہ دے اسیطرح اگر کسی شخص کو خدای تعالی کی نعمت دوسرے شخص کے ہاتھوں پہونچے تو جاننا
چاہیے کہ وہ اوسکے پہونچانے کیلیے مضطر تھا اسلیے کہ خدای تعالی نے اوسپر ارادے کو مسلط
کر دیا اور اوسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اوسکے دل میں یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین میں
اسیمیں ہے کہ یہ چیز فلان شخص کو دوں بدون اسکے میسر ہو وہ مال کا پورا اوسکا خدای تعالی نے
پیدا کیا تھا اور اوسکے دل میں پیدا کیا تھا اب اوسکو فعل کرنے کی کیا وجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ
جو کوئی کچھ دیتا ہے تو صرف اپنے فائدے کیلیے دیتا ہے دوسرے کے فائدہ و دوسرے کی غرض
نہیں اگر اوس شخص سے اوسکا کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکالتا دیکھ کر دوسرے کو کچھ
دیتا ہے تو وہ دوسرے پر انعام نہیں کرتا بلکہ اوسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اوسکو
توقع ہے کرتا ہے معلوم ہوا کہ منعم اصل میں وہی ہے جس نے اوسکو انعام کیلیے مسخر کیا اور
اوسکے دل میں اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جو اوسکا باعث اوسکے دوسرے کو کچھ پہونچانے کا ہے ان
باتوں کو آدمی اسیطرح پہچانے تو خدا کو اور اوسکے افعال کو بھی پہچانیگا اور موحد ہوکر اوسکی
شکرگزاری پوری ادا کریگا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت
موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات میں جناب باری سے عرض کیا الہی تو نے آدم کو اپنے
ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات کیے اونسے تیرا شکر کسطرح ادا ہوا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اوس نے ان تمام باتوں کو میری ہی طرف سے جانا اور یہی جاننا اوسکی شکرگزاری تھی
اس سے ظاہر ہوا کہ شکرگزاری میں ضرور ہے کہ سب نعمتوں کو خدای تعالی کیطرف سے جانے
اور اگر اسمیں کچھ شک کریگا تو نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسلیے انسان کو چاہیے کہ صرف
منعم ظاہری ہی پر نہ پھولے اور اوسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان حال
فرح ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص رہیگا۔ امر دوم وہ حال ہے
جو اصل معرفت سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی
اوسکے ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی بذاتہ ایک شکر ہے جیسا کہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت
شکر اوسوقت میں ہوتی ہے کہ حاوی اپنی شروط کی ہو اور شرط اوسکی یہ ہے کہ خوشی صرف

منعم سے ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسیکی سمجھ میں نہ آوے اسلیے اوسکے لیے
ہم ایک مثال لکھتے ہیں کہ مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہے اور کسی شخص کو گھوڑا انعام میں
دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہے صورت اول تو
یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہے اور سواری کے قابل اور
اپنی غرض کے موافق اور نفیس اور اصیل ہے پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ
سے کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو حتی کہ اگر گھوڑا اوسکو جنگل میں ملجاتا تب بھی ایسا ہی خوش
ہوتا جیسا اب ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ اوس سے اس وجہ سے خوش ہو کہ اوس نے یہ جانا کہ
بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اوس پر شفقت ہے اور
اوسکی منزلت شاہی میں اوسکی جگہ ہے یہاں تک کہ اگر گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور
اوسکو دیتا یا جنگل میں پڑا ملجاتا تو پھر کچھ خوشی نہوتی کیونکہ اوسکا مطلب صرف گھوڑا لینا نہ تھا بلکہ
بادشاہ کے دل میں جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور گھوڑے کی اوسکو چنداں پروا
نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اسکا ملنا ایک امر حقیر تھا تیسری صورت یہ ہے کہ خوشی اس وجہ سے
ہو کہ اسپر سوار ہو کر خدمت سفر کو برداشت کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ زیادہ تقرب
حاصل ہو اور کیا عجب ہے کہ درجہ وزارت پر ترقی ہو جاوے یعنی وہ صرف اسی بات پر قناعت
نکرے کہ بادشاہ کے دل میں میری اتنی جگہ ہے کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسیقدر تو عنایت کافی ہو
بلکہ یہ چاہتا ہے کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسیکو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے
پھر وزارت کا جو خواہاں ہے تو وزارت بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ اوس میں بھی اسکا مقصود
یہ ہے کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہو یہاں تک کہ اگر اوس سے کہدیا جاوے
کہ خواہ وزیر ہو کر پاس نہ ہو خواہ پاس ہو اور وزارت کے مستحق نہ ہو تو وہ دوسری شق کو
اختیار کریگا یہ تین درجے ہوئے جنمیں سے اول میں تو معنی شکر پائے ہی نہیں جاتے اسواسطے
کہ اوس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہے اور اوسکی خوشی بھی گھوڑے ہی تک ہے
دینے والے سے نہیں اور یہ حال ایسے لوگوں کا ہے جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہیں
کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہے ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہیں اور درجہ دوم اگرچہ
معنی شکر میں داخل ہے اور اوسکی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہے مگر منعم کی ذات کے
اعتبار سے یہ خوشی نہیں بلکہ اس جہت سے ہے کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آگے کو

انعام کا باعث ہوگی اور یہ حال ان علما کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا شکر و عبادت بجا لاتے ہیں
اس وجہ سے کہ اوسکے عذاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہیں جب یہ دونوں درجے تم نے
ناقص جانے تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے میں پائے جاتے ہیں یعنی بندے کی خوشی
نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اون نعمت کے باعث خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور ہمیشہ
جوار رحمت میں فروکش ہوکر بدوام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہے یہ چوتھا مرتبہ ہے اور اوسکی
پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہو سوا اوسی شی کے جو آخرت کی کھیتی اور اوسکی
معین ہوں اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلاتی ہے اور اوسکی راہ سے روکے ایسی چیزوں سے رنج کرے
اسواسطے کہ اوسکی غرض نعمت سے کچھ نہیں کہ نعمت ناگوار لذیذ ہے خواہ عمدہ نفیس جیسے
تیسرے درجے والے کو کہ وہ بھی نعمت سے غرض تھی بلکہ اوسکی خوشی اسوجہ سے تھی کہ اپنے آقا اور بادشاہ
کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہونا ہوگا یہی حال یہاں بھی سمجھنا چاہیے
چنانچہ حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم
خواص رحمہ فرماتے ہیں کہ عوام لوگ شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص اون کے
احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہیں معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیاء کے
محسوسات اور آواز وغیرہ میں جانتا ہے اور دل کے فرحت سے خالی ہے اسلیے کہ دل تندرستی
کیوقت سوائے ذکر خدا اور اوسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور
غیر چیز سے بھی اوسکو مزہ ملتا ہے جب بیمار ہوا اور بُری عادتوں کا روگ رکھتا ہو جیسے بعضے
لوگوں کو مٹی کھانے سے مزہ ملتا ہے بعض بیمار شیرین چیز سے منہ بناتے ہیں اور تلخ کو شیرین
جانتے ہیں اسیطرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہیں ملتا۔ غرض کہ شکر نعمت خداوندی
ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو تو تیسرے درجے کی خواہش کرے ہم اگر بعض مرتبہ
جانتے نہیں ہیں تو دوسرے درجے کو اختیار کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی میں نہیں دوسرے
اور تیسرے درجے میں بڑا فرق ہے جیسے ایک کا مطلب بادشاہ سے یہ ہو کہ
کہ گھوڑا دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا پانا ہے تا کہ خدمت سلطان کرے
دونوں مقصود میں بڑا فرق زمین و آسمان سے ہے اسیطرح جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہے کہ
اوس پر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتوں کا طالب اس لحاظ سے ہے کہ اونکے ذریعے سے
مدارج قرب الٰہی حاصل ہوں ان دونوں میں بہت فرق ہے تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی

معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہے اور اوسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا کے
ساتھ متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیئے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق مین نیت خیر
اور سلوک کرنیکا ارادہ ضمیر رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر
دال ہون چاہیئے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ اونکو نعمت الٰہی جانکر اوسکی طاعت مین
لگانے اور اونسے اوسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھون سے ادائے شکر یہ ہے کہ
اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اوسکو چھپانے اور کانون کا شکر یہ ہے کہ جو شئے ناسزا
سنے اوسکو افشا نکرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ نہ کہے جو شکوے ہین جنسے اظہار
خدا سے راضی ہونیکا پایا جاوے اسطرح کہ حمد سے ادا ہو خدا کی نعمتون کا اظہار ہوتا
اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اوسنے جواب مین عرض کیا کہ خیریت سے ہون پھر آپنے
دوسری بار بھی پوچھا اور اوس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اوسنے
عرض کیا کہ مع الخیر خدا کی حمد کرتا ہون اور اوسکا شکر کرتا ہون آپنے فرمایا کہ مجھکو یہی
منظور تھا کہ تم یہ کہو اور اکابر سلف آپس مین مزاج پرسی کرتے تھے اونکا مدعا یہی ہوتا
کہ اپنی زبان سے شکر الٰہی نکلوائین دونون کو ثواب ملے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے
مستمع باعث ہو کہ شکر کہلایا اوسکا مطیع ہونا اونکی غرض یہ نہ تھی کہ اونکا اوسکے اظہار شوق
ریا کرین اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہین یا شکر کریگا یا شکایت
یا سکوت اول صورت مین مطیع ہوگا اور دوسری صورت مین اہل دین سے نہایت برا ہے
اسلئے کہ شکایت شاہنشاہ کی کہ جسکے قبضۂ قدرت مین سب کچھ ہے مملوک کمینہ کے پاس
جسکو کچھ بھی قابو نہین نہایت قبیح ہے بندے کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت
اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کرسکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے
تو خدا ہی تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اوسکے ٹالنے پر قدرت
رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل ہے تو اوسکی عزت ہے اور
دوسرے کے سامنے اوسکی شکایت کرنے مین ذلت خصوصاً ایسی صورت مین کہ جب وہ دوسرا آپ بھی
اوسی جیسا ہو اور کچھ نہ کرسکتا ہو اوس سے شکایت مالک کی نہایت برا ہے بلکہ
ضرور ہوا کہ ہر حال مین اوسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۔ اور دوسری جگہ فرمایا إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا ادا بھی شکر گزاری میں داخل ہے روایت ہے
کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اونمین سے ایک جوان
آدمی کچھ عرض کرنے کو اوٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور
پھر اوس سے چھوٹا اسطرح بترتیب گفتگو کرنی چاہیے اوسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین
اگر یہ ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا
آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اوسنے عرض کیا کہ ہم نہ آپ سے مانگنے آئے ہیں نہ آپکے
خوف کے باعث آئے ہیں اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہنچ گئی تو مانگنے کی کیا
حاجت اور آپ کی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا ضرورت ہم جو آئے ہیں تو صرف
آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہیں زبان سے ادائے شکر کر کے چلے جاوینگے
غرضکہ یہ تینوں امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہیں اور انہیں سب سے حقیقت شکر کی
محدود ہو جاتی ہے اب بعض لوگوں نے جو شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ
منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول زبانی اور بعض
احوال قلب کا لحاظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے
اوسکی ثنا کرے اسمیں صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ
بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتوں کو شکر کے
شامل ہے اسمیں سے صرف عمل زبان کا نکل جاتا ہے اور حمدون بن یحیی کا قول اس
باب میں یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے میں طفیلی جانے اسمیں
صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر میں معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رح نے
تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ سمجھے اسمیں
صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگوں کے اقوال سے اونکے احوال معلوم
ہوتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ معانی مختلف ہیں اسیلے اقوال انکے مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا قول دو حالتوں میں
دو طرح کا ہوگیا اسلیے کہ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جو حالت اونپر غالب ہوتی ہے یا جو اوسکے
... جسکا ارشاد کیا کرتے ہیں تا کہ اپنی کار آمد باتوں میں مصروف رہیں اونکی باتیں مشغول سنا

۱؎ بیشک جنکو پوجتے ہو اللہ کے سوا مالک نہیں تمھاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اوسکی بندگی کرو اور اوسکا حق مانو ۱۲

۲؎ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا بندے ہیں تم جیسے ۱۲

خواہ ایسا کلام فرماتی ہیں جو سوال کے محال کے لائق ہو تو جسقدر کی حاجت اوسکو دیکھتے ہیں اوسیقدر
کہدیتے ہیں غیر حاجت بیان نہیں فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتین اوسپر طعن کی
وجہ سے لکھتے ہیں یا یہ کہ شکر میں جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اوسمین اونکو انکار تھا بلکہ اوسکا انکار تو کوئی
عاقل ہی نہ کریگا ہان غایت مافی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل
زبان میں ان سب امور پر حاوی ہے یا نہیں یا بعض معانی انمین سے مقصود بالذات ہیں اور باقی
اوسکے لوازم اور توابع میں سے ہیں اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت میں کچھہ نہیں آتا ہے اسلیے
ہمکو بیان لغت بھی کچھ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ اوس میں کچھہ وقت دیا جاتا

تیسرا بیان اس امر کی توضیح میں کہ خدا ے تعالی کے بارہ میں شکر کے کیا معنی ہیں
شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ شکر اوسی جگہ متصور ہوتا ہے جہان منعم ہوا اور اوسکو شکر سے کچھہ فایدہ ہو
مثلاً بادشاہون کا شکر جو ہم کرتے ہیں تو کئی طرح سے ہوسکتا ہے اور ہر ایک طرح میں اونکا کچھ نہ کچھ
مطلب ہے اول تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اوسمین بادشاہون کا یہ فائدہ ہے کہ لوگون کے
دلون میں اونکی جگہ زیادہ ہوجاتی ہے اور خلق میں اونکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے
آوازہ اور جاہ بڑھتا ہے دوم یہ کہ آدمی خدمت سے شکر کرتے ہیں تو اوسمین اونکی بعض غرضون
اعانت ہوجاتی ہے سوم نوکرون کی صورت سے اونکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر
کرتے ہیں تو اس امر سے اونکے حشم کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرضکہ شکر کے
سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور خدا ے تعالی کے بارہ میں اس امر کا
ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خدا ہی تعالی سب غرضون اور مطلبون سے پاک ہے اوسکو
حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہیں اوسکے سامنے
رکوع سجدہ کرتے رہین تو اس صورت میں ہمارا شکر کرنا خدا کیواسطے ایسی طرح کہ اوسکو کچھہ بہرہ
اوسمین نہو ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر کرنے کے لیے ہم اپنے گھرون میں اکر سوئین
یا رکوع اور سجدہ کرین کیونکہ یہ شکر ایسی ہی ہین جنمین اوس بادشاہ کو کچھہ بہرہ نہیں اسلیے کہ اوسکو
کچھہ علم غیب نہیں کہ ہمارا احوال جانے اور خداوند کریم کو بندے کے کسی فعل میں سے کچھہ بہرہ اور
حظ نہیں اسلیے شکر بھی اوسکے حق میں چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے
کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کی نعمتون میں سے دوسری نعمت ہیں کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت
اور ارادہ و خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہیں اور خود حرکت یہ سب اللہ تعالی کی

پیدا کئے ہوئے اور اوسکی نعمت ہین پس اوسکی نعمت کا شکر اوسکی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے
فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا دیا اور ہمنے ایک دوسری سواری اوسکی لیکر سواری کی
یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا بھی ہمین دیا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر ہوگا بلکہ ہمکو
اول و دوم دونون عطاؤن کے شکر کی حاجت ہوگی۔ پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہوگا وہ بھی
نعمت ہی ہوگی اور اسیطرح سلسلہ وار کارخانہ رہیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے
حق مین ان دونون وجہون پر کوئی شکر محال ہے شعر از دست و زبان کہ برآید کہ عہدۂ شکرش بدر آید
اور ان دونون باتون مین ہمکو کچھ شک نہین کیونکہ شرع سے ان دونون کا ثبوت پایا جاتا ہے
پس کوئی ایسی سبیل چاہیئے جسمین یہ خرابی بھی لازم نہ آئے اور ادائے شکر بھی ہو اس شبہے کے
جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت داؤد اور حضرت موسی علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا اسلئے
اونہون نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی ہم تیری نعمت کا شکر کسطرح ادا کرین کیونکہ
شکر کرینگے تو تیری نعمتون مین سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت
ہوگی جسپر شکر واجب ہو خدا تعالی نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر کر چکے
اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب تمکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی طرف سے ہے تو مین تم سے
شکر کی جگہ اسی بات سے خوش ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم
سمجھ گئے مگر مضمون وحی کا کچھ مطلب ہماری سمجھ مین نہ آیا کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہین کہ خدا تعالی
کا شکر کرنا محال ہے اور یہ نہین سمجھتے کہ اس محال کو جان لینا شکر کیسے ہوگا کیونکہ جان لینا بھی
ایک نعمت الہی ہے وہ شکر کیسے ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے
یا جیسے کوئی بادشاہ وقت سے دوسری نعمت قبول کرے وہ نعمت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات
سمجھ مین نہین آتی اگر اسمین کوئی راز ہے تو اوسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیئے کہ یہ بات فہم سے قریب ہو
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس بھید کے بیان کرنے سے معارف مین بات جا پڑتی ہے اور علوم معاملہ
وہ جدا ہین اونکا بیان ان علوم کے مناسب نہین تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان
کئے دیتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اس باب مین دو اعتبار ہین ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت
وجود کا ہے جس سے یقینی طور معلوم ہوتا ہے کہ شاکر و مشکور اور محب و محبوب ایک ہی چیز ہے
اور یہ نظیر ایسے لوگون کی ہے جو جانتے ہین کہ سوائے خدا تعالی کے اور کوئی موجود نہین
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ انکے دل مین نقش ہے اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ مین

ازلاً اور ابداً سچ جانتے ہیں اور درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیے اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے
جسکی بذات خود قیام ہو اور اس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ اوسکا پایا جانا محال ہے کیونکہ
موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام نہ ہو وہ بذات خود
موجود بھی نہ ہوگا اور اگر اوسکا قیام غیر سے ہے تو اوسکا وجود بھی غیر سے ہوگا سوا اوسکے
کہ اگر صرف اوسکی ذات پر نظر کریں اور غیر کا دھیان نہ کریں تو اوسکو وجود یقیناً نہ ہوگا کیونکہ
موجود تو وہی ہے جسکا اپنی ذات سے قیام ہے اور قائم بالذات اوسکو کہتے ہیں کہ اگر اوسکے
غیر کو معدوم فرض کیا جائے تو اوسکے وجود میں کسی طرح کا خلل نہ آوے وہ بذات خود قائم رہے پھر اگر
اس طرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم کرتا ہے تو اوسکو قیوم
کہتے ہیں اور قیوم سوا ذات پاک کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ سوا
حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقی نہیں اور وہ ذات واحد پاک کی ہے جب یہ بات اہل تحقیق نے
دیکھی تو معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا معبود اور محبوب وہی ذات واحد ہے اسلیے وہی شاکر ہے اور وہی
مشکور اور وہی محب ہے اور وہی محبوب ہے یہی وجہ تھی کہ جب کسی نے یہ آیت پڑھی اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا
نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ تو فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ہی نے صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اس
میں اشارہ ہے کہ جب اپنی ہی دی ہوئی چیز پر تعریف اونکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی
اسلیے جس نے ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوے اسی طرح شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ
آیت سنی یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ تو فرمایا کہ بیشک اونکو چاہتا ہے اور چاہتے بھی وہ [illegible] سچ
چاہتا ہے کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی محب ہے وہی محبوب ہے
اور یہ مقام نہایت اونچا ہے جب تک اوسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جب تک سمجھ میں
نہ آویگا اوسکی ایسی سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف سے محبت ہوتی ہے تو واقع میں اپنا نفس محبوب ہے
اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہے تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہے اور والد جب اپنے بیٹے سے
اس نظر سے محبت رکھتا ہے کہ میرا لڑکا ہے تو واقع میں اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے اب تامل کرو تو جتنی چیزیں
سوا خدا تعالیٰ کے موجود ہیں وہ سب باری تعالیٰ کی تصنیف اور صنعت ہیں پس ظاہر ہے اگر کسی کو خود اوسکا
محبوب جانا تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اوسکو اپنی ہی ذات [illegible]
محبت ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ محبت حق ہے غرضکہ یہ تمام اعتبار توحید سے دیکھنے کی
صورت میں ہیں اور صوفیہ کرام اس حال کو فنا فی نفس کہتے ہیں یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ

فنا ہو کہ سوا خداے تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور جس شخص کی قسم میں یہ بات نہیں آئی
وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا اس شخص کا سایہ چار ہاتھ لنبا ہو اور دن بھر شکم
سیرون روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور اور باتیں جہالت کی کہکر اون پر
ہنستے ہین اور اونکی تقریر کے معانی نہیں سمجھتے۔ عارفون کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جاہلون
کے لیے باعث خندہ ہین اور اوسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا
کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْا
اِلٰی اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَکِهِیْنَ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ
وَمَا اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو اونکی خندہ سے
بڑھکر ہے چنانچہ ارشاد ہے فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ
عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے تو اونکی
امت اون سے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو
ہم بھی اسکی عوض تم سے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کیطرف نظر مذکورہ بالا
نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنا مین نقش حاصل ہوا ہے پس جو لوگ اس رتبے پر نہین
پہونچے اونکی دو قسمین ہین۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہین
جانتے اور اس بات کو برا جانتے ہین کہ اونکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونون
آنکھون سے اندھے ہین اندھے اور اوسکے لئے اس جہت سے ہین کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے والا ہے اور
جتنی چیزین موجود ہین وہ سب اوسیکے باعث موجود ہین اوسکو نہ مانا اور ان نامعقولون نے اوسی پر
اقتصار نکیا بلکہ اوسکے مقابل مین اپنے نفسون کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا
کہ ہمکو کچھ قیام نہین نہ وجود اونکا وجود اسلیے ہے کہ دوسرے نے اونکو ایجاد فرمایا ہے اپنے
آپ سے موجود نہین ہوے اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیزین بہت فرق ہے
اور موجود ہی چیزین ہین یا موجود کیا یا ایجاد کی اشیا جنمین سے موجود حق ہے اور ایجاد
کی ہوئی چیزین بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز ہلاک
اور فانی یہانتک کہ جب کوئی بھی نرہیگا تب ذات پاک ہی رہیگی دوسری قسم کے
لوگ اندھے تو نہین مگر کانے ہین یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہین اور اوسکے

وہ جو گنہگار ہین سو ایمان والون سے ہنستے اور جب ہو نکلتے اون پاس آپس مین آنکھین مارتے اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتین بناتے اور جب اونکو دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ بہک رہے ہین اور اونکو نہین بھیجا اون پر نگہبان ۱۲

اس مقام کا یعنی اعوذ بعفوک من عقابک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خدای تعالیٰ کے فعل کو
مشاہدہ فرمایا کہ عرض کیا گویا کہ اسوقت بجز خدا تعالیٰ اور اوسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہیں
فرمایا تھا اسلیے اوسکے فعل کی مدد سے اوسکے فعل سے پناہ مانگی پھر اس مقام سے ترقی کی اور
مشاہدہ افعال سے فنا ہوکر ان افعال کے مصدر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا
کہ اعوذ برضاک من سخطک رضا اور سخط دونوں صفات ہیں پھر اسمیں بھی نقصان توحید
ملاحظہ فرمایا تو اوسنے بھی ترقی اور مشاہدہ صفات سے مشاہدہ ذات پر ترقی فرمایا کر فرمایا اعوذ بک
منک اسمیں ذات الٰہی کی طرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہیں مگر چونکہ اسمیں بھی
اتنی بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنے والا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا کرنے والا دیکھا تو اسکو بھی
خلاف مذاق توحید سمجھکر اوسنے بھی ترقی کی اور عرض کیا لا احصی ثناء علیک انت کما
اثنیت علی نفسک پس لا احصی سے تو نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہوکر اوسکے
مشاہدہ سے خالی ہوگئے اور انت کما اثنیت علی نفسک سے یہ معلوم ہوتا
کہ ثنا کرنے والا اور جسکی ثنا کیجاوے وہ ذات واحد ہے باقی سب کچھ ایک ہی ہیں اور یہ سب کا
ادھی سے نکلا اور اوسیکی طرف رجوع رکھتے ہیں اور سوا اوسکی ذات کے اور سب فانی ہیں چونکہ
ابتدائے مقام کی صورت یہ ہے کہ انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی میں
حاصل ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالیٰ اور اوسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا اور آپ کا دستور تھا
کہ جب آپ کسی ایک مقام سے دوسرے پر ترقی فرماتے تھے تو درجہ اول کو بنسبت دوسرے کے بعید اور دوری
خدای تعالیٰ سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے پہلے مقام سے استغفار فرماتے اور اوسکو اپنے سلوک کے
مقام میں نقصان تصور فرماتے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں انہ لیغان علی قلبی
استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے
کہ ہر روز آپ ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور اونمیں جو پہلا
مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت سے باہر تھا مگر چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اوسمیں نقصان تھا
اسلیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ
خدا تعالیٰ نے آپکے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں پھر کیوں آپ اسقدر ریاضت کرتے ہیں
اور اتنی محنت فرماتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں بندہ شاکر نہوں اسکے یہ معنی ہیں
کہ کیا میں طالب زیادہ مقامات کا نہوں کیونکہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ

ح یہ حدیث اول باب میں گذر چکی ہے یہاں مکرر بیان ہوئی ہے اور وہاں اسکا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے یعنی ترجمہ حدیث کا اور اسکی تفسیر بھی وہاں مذکور ہے ۱۲

مسلم برو ابیت اغر مزنی اور اوسمیں فی الیوم الف مرۃ ہے ۱۲

ح یہ حدیث بقیہ حدیث ثمانیہ کا ہے جو اوسکے بیان میں پیشتر گذرا ۱۲

فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ مین جا پہنچے
اسلیے وہان سے باگ روک کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اوسکی طرف رجوع کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ انبیا علیہم السلام اس غرض سے بہیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کیطرف
جسکا بیان اوپر گذرا بلاوین مگر لوگون سے اوس تک پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت
گہاٹیان ہین اور شریعت تمام و کمال طریق اوس مسافت کے چلنے اور اون گہاٹیون سے
طے کرنے کا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور ہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدہ کے اقتضا سے
الہی شکر اور ناشکری جدا جدا معلوم ہوتے ہین - اور یہ بات بدون مثال سمجہ مین نہ آویگی
اسلیے ہم ایک مثال سے سمجہاتے ہین کہ فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے اپنے کسی غلام کو
گہوڑا اور دوسری سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کیواسطے بہیجا کہ قطع مسافت کر کے دربار
سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے
کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ کام کریگا اور بعض خدمات سے بے فکری ہو جاویگی اور دوسری
صورت یہ ہے کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہین ہے اوس غلام کی ضرورت دربار مین ہے
نہ اوسکے آنے سے سلطنت بڑہے کیونکہ اوس سے کوئی ایسی خدمت نہین ہو سکتی جس سے
بادشاہ کو بیفکری ہو جاوے اور نہ اوسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہے پس اوسکو سواری
اور زاد راہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہے کہ وہ قریب ہو کر سعادت حضور سے مشرف ہو
اور خود اوسکا فائدہ ہو یہ غرض نہین کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندونکو خداے تعالی کی نسبت
صورت دوم سمجہتے ہین تصور کر لینا چاہیے اول صورت تو خداے تعالی پر محال ہے اسلیے
کہ خداے تعالی کو کسیکی طرف کچھ حاجت نہین اور دوسری صورت محال نہین - پہر یہ جاننا چاہیے
کہ پہلی صورت مین بندہ صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر نہوگا جبتک
کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اوس سے لینی منظور ہے بجا نہ لاوے اور دوسری صورت مین تو بادشاہ کو
خدمت کی مطلق پرواہی نہین مگر پہر بہی شاکر اور کافر ہو سکتا ہے شکر تو اسطرح ہوگا کہ جو چیز
بادشاہ نے دی ہے اوسکو ایسے مصارف مین لگاوے جو اوسکو محبوب ہون نہ اپنی حرص یا نفسی
چیزون مین اور کفر اسطرح ہے کہ جو مالک کو منظور تہا اوسمین استعمال نکیا اوسکے انعام کا ذکر یعنی
یا تو اوسکی عطا کو بیکار محض چہوڑ دیا یا ایسے مصارف مین لگایا جنسے اوسکا بعد زیادہ ہو جاوے
پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گہوڑے پر سوار ہوا اور زاد راہ کو راہ ہی مین خرچ کیا تو آقا کا

شاکر ہوگا کیونکہ اوسنے اس نعمت کو اوسکی چاہتی بات مین صرف کیا یعنی جسطرح پر کہ غلام کا نفع اوسکو
محبوب تھا اوسیطرح اون اشیا کا استعمال کیا اور اگر غلام نے اوسکی سواری پر سوار ہوکر بادشاہ
کی سمت سے پشت پھیرکر چلدے اور زیادہ دور ہوجاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اوسکے
انعام کو ایسے امور مین خرچ کیا جو اوسکے آقا کو اسکے حق مین برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق مین
اور اگر بیٹھ رہا اور سوار ہوا نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہوگا کہ آقا کے
انعام کو معطل و بیکار رکھا اگرچہ بہ نسبت دور ہونیوالے کی بہ نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے
خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتدای پیدایش مین شہوات کے استعمال کے محتاج ہین تاکہ اونکے بدن
پورے ہوجاوین اور شہوات کے سبب دربار اعلی سے بعید ہوجاتے ہین اور اونکی سعادت
اسمین ہے کہ اوس سے قریب ہون پس اونکے لیے ایسی نعمتین بھی مہیا فرمائین کہ درجہ قرب کے
ملنے کے لیے اونکے استعمال پر قادر ہین اور اسی بعد و قرب کو خداے تعالی نے اسطرح ارشاد
فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی کی
نعمتین ایسے آلات ہین جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجہ سعادت قرب الہی
حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہے خداے تعالی کو کچھ نفع نہین چاہیے بندہ قریب
چاہیے جیسا کہ ہیچ ہے ؎ من نکردم خلق تا سودے کنم ÷ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم
اب بندے کو اختیار ہے اگر اوسکی نعمتون کا استعمال طاعت مین کریگا تو شاکر ہوگا کہ مولی کی
مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اوسکی نافرمانی مین استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اوسکو
اسکے لیے منظور نہ تھی اور اسکے حق مین جو اسکے نزدیک بہتر تھی وہ اسنے اختیار کی وَلَا يَرْضَى
لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ خود فرماتا ہے اور اگر اون نعمتون کو بیکار رکھے نہ طاعت مین لگاوے نہ معصیت مین
تو بھی کفران نعمت ہے کہ نعمت کو تلف کرتا ہے۔ اور جو چیز دنیا مین مخلوق ہوئی ہے وہ
اسلیے ہے کہ بندہ اوسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الہی حاصل کرے اس سے
معلوم ہوا کہ ہر ایک طاعت کرنے والا اپنی طاعت کے بموجب شکر اون نعمتون الہی کا کرتا ہے
جنکو طاعت مین استعمال کیا ہے اور جو کہ مطیع نہین ہے کہ جسنے استعمال ہی نہین کیا یا نافرمانی
کہ اونکو طریق بعید مین صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اوسکی مرضی کے موافق کام نہ کرنے مین
زیادتی کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت دونون کو مشیت ایزدی شامل ہے مگر اچھا معلوم ہوتا

(۱۲۰) ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ پر پھر پھینک دیا اوسکو نیچون سے نیچے مگر جو یقین لائے اور کین بھلائیان سو اونکو نیگ ہے بے انتہا ۱۲
اور پسند نہین کرتا اپنے بندون کی منکری ۱۲

اور نہ اسکا علم ہو یا مشیت کے علاوہ ہے یعنی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے بعضی یا مکروہ
اور اس حقیقت کے بیان کی آیتوں میں تقدیر کا راز ہے جسکا افشا کا حکم نہیں
اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر شاکر کو بہرہ شکر سے نہیں تو شکر
کیسے ہوگا اوسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اوسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی
شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اس لیے کہ شکر سے تو ہماری
مراد وہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جس طرح اوسکو محبوب ہوا اوسی طرح صرف کرے
پس جب نعمت الٰہی اوسی کے فعل سے ایسی جگہہ صرف ہوئی ہو اوسکو محبوب تھی
تو مراد حاصل ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کیونکہ محل اوس فعل کا انسان ہے
اسیواسطے انسان کی ثنا کیجاتی ہے اور ثنا کا ہونا دوسری نعمت خدا کی ہے انسان پر
کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اوسکے دو کاموں میں سے ایک کام اس
بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل و محبت میں صرف کیا جائے تو ہر حال میں اوسکو شکر چاہیے
اور انسان کو جو ثنا کرتے ہیں تو اسی غرض سے کرتے ہیں کہ وہ فعل شکر ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ
موجب شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اوسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ
عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ اوسکا وجود
آدمی میں قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کرسکتا پھر اوسکو ثنا کرتے ہیں سے یہی مطلب ہے
کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اسلیے ہے کہ خالق نے اوسے شے بنا دیا اور اگر خود اسے شے
جیسے میں گمان کرے کہ میں اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہوں تو محض ناچیز ہے لیکن اگر
اوس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جسنے کہ شکر کی شے ہونا عنایت فرمایا ہے تب تو البتہ
شے ہے اسلیے کہ آدمی کو شے بنایا ہے اور اوسکے بنانے کا لحاظ اوٹھا دیا جائے تو وہ
میں لاشے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضی نے پوچھا کہ جب سب
چیزیں ازل سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپنے فرمایا کہ اعملوا
فکل میسر لما خلق لہ اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکور بالا کیطرف ہے
پس مطلب یہ ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونیکی جگہہ اور اوسکے افعال کا محل ہے
گو خلق خود بھی اوسکے افعال ہی میں سے ہے لیکن خدا تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل
ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں ... بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ...

افعال الٰہی میں سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جاوے کہ
عمل کرنا مفید ہے اب لوگونکا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے
یعنی علم ہی سے کہ باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی
فعل الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت اعضا بھی خدا کے افعال میں ہے اسیطرح سب باتیں اوسکے افعال
میں سے ہیں مگر ایک دوسرے کا سبب ہیں یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا
پیدا ہونا حیات کے لیے شرط ہے یعنی عرض پہلے جسم کی زمین پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی
پیدائش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدائش کے لیے شرط ہے یہ سب افعال
خدا ہی تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہیں انکو سبب ہونے سے
مقصود یہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجب ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے قابل ہونے کے لیے
شرط ہیں کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا ہو جیسے زندگی جب ہو جب اول جوہر ہو چکے اور علم کے
قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہو لے اور ارادہ اوسوقت ہو جسوقت علم پیشتر آ چکے
اسطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو رتبہ توحید کا ہم اوپر لکھ آئے اوس تک ترقی کر جائیگا۔ اب یہاں
یہ اعتراض ہے کہ جب ہمارے اختیار میں کچھ نہیں سب کچھ خدا ہی تعالیٰ ہی کو اختیار ہے تو
ہمکو ہمیں کیوں حکم ہوا ہے کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب عقاب ہوگا ہم پر عتاب کی وجہ کیا
شعر ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی ٭ چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم میں ایک اعتقاد و سکے آنے کا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے
پیدا ہونے خوف کا اور جوش خوف باعث ہے ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خدا ہی تعالیٰ
مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب اسباب میں خدا ہی تعالیٰ نے مقرر فرمادی
پس جو شخص کہ ازل میں سعید لکھا گیا ہے اوسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہیں
یہانتک کہ سلسلہ وار اوسکو جنت میں پہونچا دیتے ہیں اور اسی سے اشارہ ہے حدیث نبوی کو
بالا میں کہ کل مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ اور جسکے نام پر نیکی کا قلم ازل میں جاری نہیں ہوا
وہ کلام خدا اور حدیث مصطفیٰ اور نصائح علما سے دور بھاگتا ہے اور کان نہیں دھرتا اور سننے
کی جہت سے جانتا نہیں اور نجاننے کے باعث خوف نہیں کرتا اور جب خوف نہیں کرتا تو میل دنیا
کیسے چھوڑیگا اور جب تک نہ چھوڑیگا تب تک شیطان کے گروہ میں رہیگا جنکا قرار گاہ
دوزخ ہے اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت میں

یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہے اور رات سے آرام چین کا حاصل ہونا کیونکہ دن میں روشنی کی
وقت حرکت ہو سکتی ہے اور اندھیرے کے وقت سکون پیدا ہوتا ہے غرضکہ آفتاب کی
حکمتون مین سے ایک یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اوسکے سوا اوسمین اور بہت سی حکمتین ہین جنکی تفصیل
ہین اسیطرح بادل اور مینہ کی حکمت کو معلوم کرنا ہے کہ اوس سے زمین میں طرح طرح کا سبزہ اگتا ہے
جو چوپایون اور انسانون کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتین جو خلق کی سمجھ میں آوین خداے تعالیٰ
نے بھی ابر و مینہ کی قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہین وہ حکمتین جنسے کہ عقل کی فہم قاصر ہے
ارشاد نہین فرمائین چنانچہ ارشاد ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا
الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا
وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
اور ستارون یعنی ثوابت اور سیارون کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اوسکو عام لوگ نہین جانتے
اور جسقدر کہ انکی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اونسے آسمان کی زینت ہے تاکہ آنکھین اونکو
دیکھکر لذت یاب ہون اور اسکی طرف خداے تعالے نے بھی اشارہ فرمایا ہے اس آیت میں إِنَّا زَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ حاصل یہ کہ تمام اجزاے عالم کے خواہ آسمان ہو یا ستارے
یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاے حیوانات سب کے ہر ایک ذرے میں
بہت سی حکمتین موجود ہین ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتین ہر ذرہ میں پائی جاتی ہین
اعضاے حیوانات کی حکمتین بھی بعضی ایسی ہین کہ معروف ہین جیسے یہ معلوم ہے کہ آنکھ دیکھنے
کے لیے ہے پکڑنے کو نہین ہاتھ گرفت کو ہے چلنے کو نہین پاؤن رفتار کیواسطے ہے سونگھنے کو
نہین اور علی ہذا القیاس لیکن اعضاے باطنی مثلاً انتین اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگین اور
پٹھے اور جھلیان وغیرہ اور جو باتین کہ ان اعضا میں ہین مثلاً بعضون مین خلو ہے اور بعضون میں نہین
پیچ ہو بعضے ایک دوسرے مین جال کیطرح ہین بعضون کا رخ اور طرف کو ہے بعضے پتلے ہین
بعضے گاڑھے یا اوراسیطرح کے صفات تو انکی حکمتین سب لوگون کو معلوم نہین اور جو لوگ
جانتے ہین وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کچھ تھوڑا ہی جانتے ہین چنانچہ خود فرماتا ہے
وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو
ایسی وجہ سے استعمال نکریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اوس طرح پر جو اوس سے
مقصود ہے تو وہ اوس چیز میں نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو

ف: اب نگاہ کرے آدمی اپنے کھانے کو کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر پھر اوگایا اوس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجورین اور باغ گھنے اور میوے اور دوب کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چوپایون کا ۱۲

ف: ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہین ۱۲

ف: اور تمکو خبر دی ہے سو تھوڑی سی ۱۲

اپنے ہاتھ سے مارا تو اوس شخص نے ہاتھ کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اوسکو اسی لیے
دیئے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے نہ اسواسطے مخلوق نہین
ہوئے کہ دوسرے کو اوس سے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھیگا وہ آنکھ کی
نعمت مین ناشکر ہوگا اور نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ دیکھنا انھین دونون چیزون سے
ہوتا ہے اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اون سے ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین
اسکو مفید ہون اور جو چیزین مضر ہین دین و دنیا کی ہون اونسے بچے پس اس شخص نے اون
دونون کو ایسی جگہ استعمال کیا جو اونسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدائش خلق اور
دنیا اور اوسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ اون اسباب کی اعانت سے خدا تک پہنچین
اور بدون محبت الہی اور انس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے فائدون سے علیحدہ ہوکے
خدا تک پہنچ نہین سکتے اور انس بدون ہمیشہ یاد الہی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے
جو دوام فکر سے حاصل ہوتی ہو حاصل نہین ہوتی اور ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پائیداری کے
ممکن نہین اور بدن بے غذا کے باقی نہین رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا
تیار نہین ہوسکتی اور یہ بدون پیدائش آسمانون اور زمین اور پیدائش تمام خلق کے اعضاء
ظاہری اور باطنی کے تمام نہین ہوسکتی یہ سب چیزین بدن کے لیے ہین اور بدن نفس کی
سواری ہے اور خدا کی طرف رجوع کرنیوالا وہی نفس ہے جسنے مدت تک عبادت اور
معرفت کرکے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ غرضکہ جو شخص کہ اون اشیاء مین سے سواے طاعت الہی کے
اور کسی چیز مین استعمال کریگا تو وہ خداے تعالی کی نعمت کا اون لوازم و اسباب مین
ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کے لیے ضروری تھے۔ اب ہم حکمتون کی ایک مثال
لکھتے ہین جسمین بہت خفا نہین تاکہ آدمی اوس سے اور باقی کو قیاس کرکے طریق
شکر اور ناشکری نعمتون کا معلوم کرے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالی کی نعمتون مین سے
ایک یہ ہے کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ اونسے انتظام دنیا قائم ہے اور ہرچند وہ دونون
پتھر ہین کہ بذاتہ اونسے کوئی نفع نہین ہوتا نہ کہانے مین آتے ہین نہ پینے اور پہننے مین مگر
خلق کو انکی ہر وقت نہایت احتیاج ہے اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے
اور لباس اور دوسری حاجات مین بہت سی چیزون کی ضرورت رہتی ہے اور کبھی جسکی

ترجمہ
اور مین نے نہین پیدا کیا
جن اور آدمی کو مگر واسطے
بندگی کے ۱۲

چیز سے خود حاجت پوری ہوتی ہے اور بعض حاجت کی چیز ایسے پاس رکھتا ہے مثلاً اوسکے پاس
زعفران ہے اور اوسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہے اور جسکے پاس اونٹ ہے
شاید اوسکو اوسکی ضرورت نہو اور زعفران کی حاجت ہو تو ان دونوں میں مبادلہ کی
ہونا چاہیے اور مقدار عوض کی تعیین بھی ہونی ضرور ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اونٹ کا مالک
ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالے نہ کریگا اور اونٹ اور زعفران میں کچھ مناسبت
بھی نہیں جس سے یہ کہہ سکیں کہ اونٹ کی برابر زعفران وزن یا صورت میں دینی چاہیے اور ایسے ہی
جو شخص کپڑے کی عوض میں گھر مول لیا چاہتا ہے یا گھوڑے کی عوض آٹا یا گدھے کی
عوض غلام لیا چاہتا ہے تو ان چیزوں میں کچھ مناسبت نہیں اسی لیے یہ نہیں معلوم ہو سکتا
کہ مساوات کے حساب میں مساوات کس طرح ہوگی اور معاملات بہت ہی تنگی اس وقت سے کہ دو
کپڑے کے لیے حاجت ایک متوسط چیز کی ہوگی جو ان اشیا مختلفہ متناسبہ میں حکم مساوات
کر سکے کہ اگر اوسکی نسبت کر دونوں چیزوں کو دیکھا جاوے تو مساوی اور غیر مساوی معلوم ہو جاوے
تو اسلیے خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا کہ یہ دونوں سب مالوں میں متوسط حاکم ہیں
اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہہ سکیں کہ یہ اونٹ سو روپیہ کا ہے اور اتنی زعفران
سو روپیہ کی ہے اور دونوں چونکہ مساوی ایک ہی چیز میں کی ہیں اسلیے آپس میں برابر
ہیں اور روپیہ اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ انکے خود سے کوئی غرض متعلق نہیں
اور اگر یہ بھی کسی کام جیسے پوشش وغیرہ میں آتے تو جس معاملات کے ہوتے تو ایسے معاملہ والے کے
حق میں اونکو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق میں نہوتی اور انتظام نہو پاتا پس جبکہ اللہ تعالی نے
انکو اسواسطے پیدا کیا کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاویں اور اموال مختلفہ متباینہ
درمیان مساوات پیدا کریں اور یہ حکمت بھی انمیں رکھی کہ ان سے تمام اشیا حاصل ہو سکیں
کیونکہ یہ دونوں محبوب ہیں اور اونکی ذات سے کوئی غرض نہیں نکلتی اور انکی نسبت سب
مالوں کیطرف ایک ہی ہے تو ان دونوں کا مالک ہونا گویا تمام چیزوں کا مالک ہونا ہے
ایسا نہیں جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اوسکے پاس صرف کپڑا ہی ہے اگر مثلاً اوسکو
حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہے
شاید اوسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوئی
کہ ظاہر میں تو کچھ نہو اور باطن میں سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ظاہر میں

لوہا اور جست وغیرہ کافی نہیں اور جسکو یہ حکمت یوں نہیں معلوم ہوتی اسکو زبان حال سے
رسالت مآب سے ندا آئی کہ من شرب فی آنیة من ذهب وفضة فکانما یجرجر فی بطنه
نار جهنم کہ اسی طرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی میں معاملہ سود بیاج کرے وہ بھی کافر نعمت اور
ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونوں چیزیں وسیلہ دوسری چیزوں کا بنی ہیں اپنی ذات خاص سے فائدہ
کے لیے نہیں بنی تو جو کوئی انہیں میں خود ہی تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنا دیگا
کیونکہ نقد کو ایسی چیز کے واسطے لینا جسکے واسطے وہ وضع نہیں ہوا ظلم ہے اور جس شخص کے پاس
کپڑا ہے اور نقد نہیں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی عوض غذا اور سواری نہیں لے سکتا کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کی عوض بیچیگا
تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود پر پہنچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اسکی
ذات سے کچھ غرض نہیں ہوتی اوسکا حال آگے میں ایسا ہے جیسا حرف کلام میں جسکی تعریف
نحو والے کہتے ہیں کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنے کے لیے آوے جو غیر میں ہوں یا نقد کو اموال
میں مثل آئینے کے رنگوں کے لیے سمجھنا چاہیے لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اوسکو اوسکا
بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہوا اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کرے تو نقد اوسکی قید میں
پہنچیگا اور گویا وہ اسکے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا محبوس کرنا ظلم ہے
اور نقد کو اپنے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہیں کہ اوسکے بیچنے کو اپنا مقصود ٹھیرا لیا اور
یہ صاف ناانصافی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانا اور روپیہ اشرفی بدل لینا اور
اور روپیہ کی عوض پیسا ہی لینا کیوں درست ہوسکے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک سے
جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہیں نکلتا مثلاً اشرفی کی اگر یہ قسم نہ بنائی جاویں
تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا کرنے سے حاجات پوری ہو سکتی
ہیں ورنہ ایک ہی حاجت میں اشرفی ترک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہو وہ روپیہ
سے نہیں اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہیں ہیں اگر اسکے مبادلے سے منع کیا جاوے
تو مقصود خاص میں خلل ہوگا یعنی آسانی ذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا نہ رہیگا اور ایک
روپیہ کی بیع اوسی جنس روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمیں کسی عاقل کو رغبت نہیں
ہوتی نہ کوئی تاجر اسمیں مشغول ہو اسلیے کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ
زمین پر رکھکر پھیر اوٹھالے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمیں ضائع نہ کریگا

۱؎ جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ میں آگ دوزخ کی غٹ غٹ اتارتا ہے بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲

ہو دین میں داخل ہے یعنی جنس نشہ آور ہے جسطرح کہ اصل ہر مست علامت عالمی ہے کہ باعث [illegible]
حکمت خفیہ کی جو تقدیریں ہیں یہ ایک مثال ہے اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے
یعنی جو چیز کسی حکمت کے لیے بنی ہے اوسکو اوس حکمت سے پھیر لینا ہے اور یہ بات نہیں
جانے گا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان میں یہ آیت ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ
خَيْرًا كَثِيرًا اور جن دلوں میں کہ شہوات کے کوڑے لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہیں
وہ ان حکمتوں کے دیکھنے سے محروم ہیں [illegible] اہل عقل کی
یہی [illegible] اگر نہ [illegible] آدم کے دلوں پر شیاطین [illegible] تو وہ
تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب کو دیکھتے [illegible] مثال [illegible] تو [illegible]
حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل [illegible] کو خیال کرنا چاہیے کہ وہ یا شکر ہوگا
یا ناشکری ان دونوں سے سوا کوئی تیسری چیز نہ ہوگی اور ناشکری [illegible]
عوام کی فہمائش کے لیے [illegible] وہ اور بعض کو [illegible] کہتی ہے حالانکہ [illegible]
مثلاً اگر کوئی [illegible] ہاتھ سے استنجا کرے تو دونوں ہاتھوں کی نعمت کا ناشکر ہوا اسلیے کہ اللہ
نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک کو دوسرے سے زیادہ قوی [illegible] دیا تو جو
قوی ہے وہ زیادہ شریف کام کے لائق ہے اور [illegible] عدل ہے [illegible]
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ واقع ہے پھر جیسے دو ہاتھ تقسیم کیے ویسے انسان کو اپنے افعال کا
محتاج کیا جنمیں سے بعض شریف ہیں مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہیں مثلاً نجاست کا دور
کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائیں ہاتھ سے لے اور نجاست داہنے ہاتھ سے دور کرے تو جو
شریف چیز تھی اوس سے خسیس کام لیا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اوس سے اوسکو محروم کیا
اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہے اسیطرح اگر کوئی قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے
یا پاخانہ پھرتے وقت اوسکی طرف کو منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اطراف اور وسعت
عالم میں پیدا کی ہے اوسکا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اوسنے جو بنائی تو اسلیے کہ آدمی اپنی حرکات
میں تنگ نہ ہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو اسی طرح تقسیم کیا کہ بعضی طرف میں کچھ شرف
نہیں رکھا اور بعض میں یہ شرف رکھا کہ اوس طرف خانہ کعبہ بنایا جسکو اپنی طرف نسبت [illegible]
فرمایا تاکہ آدمی کا دل اوس طرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قبلہ اوسکا
متعین رہے اور ثبات کے سبب تمام بدن سکون و وقار کے ساتھ ہو [illegible] طرح

بقدر حاجت کھاوے جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کی دعوت کرے پس اگر ایک شخص لقمہ
اپنے ہاتھ میں لے اور انگلیوں میں چھپا لے اتنے میں آیا اور غلام آتا ہے اور اوسکا چھیننا چاہے
تو نہ ہو سکیگا نہ اسلئے کہ لقمہ کے سبب اوس غلام اول کی ملک ہوگیا ہے کیونکہ قبضہ اور قصد
دونوں ہوا کیے ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ سب غلاموں کی حاجت کو کافی نہیں تو
عدل اسکا مقتضی ہو کہ جب کوئی مرجح اور خصوصیت پایا جاوے تو وہ لقمہ اوسکے لیے
خاص ہوا اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہے کہ اول غلام سے تعلق ہو گئی اسلیے جس غلام میں
یہ خصوصیت نہ ہوگی اوس لقمہ سے منع کیا جاویگا اور سوائے اوس شخص کی مزاحمت کرنیوالے کا
اسیطور پر خدا کا امر بندوں میں سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مال دنیا کی
زائد از حاجت اپنے گھر رکھے اور جن اللہ کے بندوں کو اوسکی حاجت ہو اونکو نہ دیوے تو وہ
شخص ظالم ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جنکی شان میں یہ آیت ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
اور اللہ کا راستہ اوسکی طاعت ہے اور خدا کی طاعت میں خلق کا توشہ مال دنیا ہی ہے
کیونکہ اونکے سبب اونکی ضرورات مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہیں ہاں یہ بات حکم فقہی کی
حد میں داخل نہیں اسواسطے حاجات کی مقادیر پوشیدہ ہیں اور زمان آیندہ میں اونکا اس پر
مطلع ہونے میں نفوس مختلف ہیں اور عمروں کی انتہا معلوم نہیں اس لحاظ سے عوام کو اس
امر کی تکلیف دینی ایسی ہے جیسے لڑکوں سے کہیں کہ وقار کے ساتھ رہو کہ سوا کلام
ضروری کے اور کچھ مت بولو جانا کہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے
اسلیے ہم نے اونکے کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکوں کے لیے جو ہم نے کھیل کود کو
مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہے اسیطرح عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ میں
میانہ روی اور دینے میں بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہے یہ اس لحاظ کر کہ اونکی سرشت میں بخل ہے تو
اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ امور نہایت حق ہیں اس بخل سرشتی پر خدا تعالیٰ بھی اشارہ
فرماتا ہے إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا الآیہ یہ بات ہے کہ درست حق ہو اور اوسے
نام کو ظلم نہیں عدل ہی عدل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے بندوں میں مال لیکر اونمیں
اوسیقدر رکھے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنی ہر ایک بندہ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار
تا کہ حضور میں بادشاہ حقیقی کی پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے لے اور دوسرے

(ف) اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتے اوسکو اللہ کی راہ میں سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی ۱۲

سوا محتاج کو دیوے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا
ناشکر اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہے کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس
ہوگا وہ دنیا و آخرت میں اوسپر وبال ہوگا پس جو شخص تمام اقسام موجودات میں خدای تعالی کی
حکمتونکو سمجھتا ہے وہ وظیفہ شکر کے ادا پر قدرت رکھتا ہے اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو
بہت سے دفتر چاہئیں اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہاں اسقدر ہم نے اسواسطے لکھدیا تاکہ
وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہو جاوے وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور
سبب ابلیس کی خوشی کا اس اپنے قول سے معلوم ہو وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ تو جو شخص
ان سب باتوں مذکورہ بالا کو سمجھیگا اوسکو معنی اس آیت کے معلوم ہو جاوینگے اور ان سب کے سوا
یہاں اور بھی امور ہیں کہ انکی انتہا کا نہ پایا اور کیسے مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے
اور تفسیر آیتوں کی اور معنی لفظی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہے جانتا ہے اور اس تقریر سے
ظاہر ہوتا ہے کہ معنی الفاظ اور تفسیر میں کیا فرق ہے اگر یہ کہو کہ حاصل تمہاری تقریر کا یہ ہوا
کہ خدای تعالی نے ہر شی میں ایک حکمت رکھی ہے اور اوسکا تمام ہونا بندونکا اختیار بندوں کے
بعض افعال کو بنایا کہ غایت حکمت اوسکی سے حاصل ہو اور بعض افعال کو مانع اور خلاف حکمت کا
بنایا تو جو فعل مقتضا حکمت کے موافق ہوگا اور حکمت اپنی مراد وہ تعالی کی تک پہونچ جاوے
وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ خلاف ہوا اور اسباب کو تعالی تک پہونچنے نہ دے وہ ناشکری ہے
یہ تو سمجھ میں آیا مگر اعتراض اس تقریر میں باقی رہا وہ یہ ہے کہ بندہ کا فعل جو وہ شکر کرتا ہے ایک حکمت کا
پورا کرنے والا اور دوسرا اوسکا مخالف یہ بھی خدای تعالی کا فعل ہے تو بندہ بیچ میں کہاں آ کودا
کہ کبھی شاکر کہلاتا ہے اور کبھی کافر اسکا جواب جاننا چاہیے اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اسکی
تحقیق ہونے کمال کے لیے ایک موج خیز دریا انتہا علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم تھوڑے رموز و
اشارات سے طرف اسکے مبادی کی لکھ چکے ہیں اسبابی ایک عبارت مختصر میں اوسکا حال
اور غایت لکھتے ہیں جو شخص کہ پرندوں کی گفتگو سمجھتا ہے وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو شخص
نہیں چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ملکوت کی جو ہیں پرندوں کیطرح اوڑ کر
پس ہم کہتے ہیں کہ خدای تعالی کے جلال اور کبریا میں ایک صفت ہے جس سے خلق اور اختراع
نکلتا ہے اور یہ صفت ایسی نہیں کہ واضع لغت کی آنکھ اوسکو دیکھ سکے اور کسی ایسے الفاظ سے
اوسکو بیان کرے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اوسکے جلال کی سمجھی جاوے اور چونکہ اوس صفت کی

شان عالی ہے اور واضعین لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ اونکی آنکھ اوسکے مبادی اشراق تک پہنچی
ہو سکے اسلیے عالم مین اوسکے لیے کوئی لفظ مشہور جس سے وہ بیان ہو سکے نہین بنا واضعین لغت
کی آنکھ اوس سے نیچے پڑ گئی جیسے شپرک کی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کیونکہ اس وجہ سے
نہین کہ کوئی قصور نور مین ہوتا ہے بلکہ اس جہت سے کہ خود شپروں کی بینائی مین ضعف ہوتا ہے
تو جن لوگون نے کہ اوس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھین کھولین تھین وہ اس بات کے بیان پر
مضطر ہوے کہ ہر چند لفظ حقیقی اسکے واسطے بنا معلوم نہ تھا جو زبان کا اہل لغت مین مروج ہے
اوس مین سے کوئی لفظ مجازاً اور استعارةً ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ تو شان مبادی جمال
اوس حقیقت کے مبادی کا سمجھ مین آوے اسلیے اوسکے واسطے لفظ قدرت استعارہ کر لیا تاکہ
ہمکو بھی جرأت گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خدا تعالی کی ایک صفت خاص قدرت ہے جس سے
کہ پیدا کرنا اور اختراع صادر ہوتا ہے پھر خلقت وجود مین آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص
مین منقسم ہوتی ہے اور جس صفت سے کہ خلقت مین یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہے وہ دوسری
صفت خدا تعالی کی ہے اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلی صفت کا گذرا اسکے لیے
بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اوسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا
اس لفظ مین اوس صفت الہی کا حال اون لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہین
جملاً مفہوم ہوتا ہے اور لفظ مشیت اوس صفت کی اصل حقیقت سے اوتنا ہی قاصر ہے جیسا کہ
لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا ۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر
ہوتے ہین وہ بھی دو قسمون مین منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہے اونکی
پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسطرف ٹہر جاوین اور انمین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے
ساتھ علاقہ ہے کیونکہ انجام تو انکا یہی ہے کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل
ہو جاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہے اوسکے علاقے کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا
اور جو غایت کے اسطرف توقف کرنے والا ہے اوسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹہرا لیا
اور بعضون کا یہ قول ہے کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی رو سے ہر ایک مین
وہ خاصیت ہے جو جملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت و الفاظ کی سمجھ مین آتی ہی
پھر بندگان خدا جو اوسکی خلق و اختراع مین سے ہین اونکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت
ازلی اونکے حق مین اسطور ہوتی ہے کہ وہ کام کرین جس سے حکمت اپنی غایت پر پہونچے اور

یہ امر اونکے حق مین ٹھہرایا ہوتا ہے کہ دوا ہی اور یہ باعث ویسے ہی اونکے سامنا کر دیئے جاتے ہین
اور ایک شخص کہ مشیت ازلی اونکے باب مین یون ہوئی ہے کہ اونکے فعل کے کام سے جو حکمت کے اعلیٰ
امور مین غایت تک پہونچا دین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہے
جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہے اوسکا نام رضا ٹھہرالیا ہے اور پہلے فریق کی نسبت کے لیے
لفظ غضب استعارہ کیا ہے تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اوس سے وہ فعل ظاہر ہوا
کہ اوسکے باعث حکمت معطل ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اوسکو کفران کہتے ہین اور اوسکے ساتھ
لعن اور مذمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا ہوئی اوس سے وہ فعل صادر ہوا کہ اوسکے سبب
حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اوسکو شکر کہتے ہین اور زیادتی رضا کے لیے اوسکی
مدح و ثنا کا اضافہ ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال ہی خدا تعالیٰ نے دیا اور اوسی نے ثنا کی اور اوسی نے
اوسی نے دی اور اوسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کے جمال اور کپڑون کی
صفائی کرے اور خلعت فاخرہ اوسکو پہنا دین فرمائے اور جب سب طرح کی زینت کرچکے
تو اوس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت لڑکے تو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے اور تیری صورت کیسی
صاف ہے تو حقیقت وہ آپ ہی زیبائش دینے والا ہے اور آپ ہی تعریف کرنے والا اور اگر
واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف سبب ظاہر ہوئی مدح و ثنا ہے
اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہے اور اسباب و مسببات کا تسلسل یون ہی چلا آیا ہے
جسطرح کہ رب الارباب و مسبب الاسباب نے مقرر کر دیا ہے اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ
اور حکمت اور حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آئے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے
اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اوس سے بھی کمتر مین ہوتا ہے اور اوسکے
باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہوچکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس تفصیل قضا
کے لیے لفظ قدر ٹھہرالیا ہے پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہے اور قدر اوس تفصیل
کے لیے ہوا ہی جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے
کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ تعجب ہے
اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا رہا۔ اور بعض
اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نہین رکھتے
نہ اوسکو بالتفصیل حیطۂ خیال مین لاسکتے تھے تو جس طرح مین کہنے کی اونکو طاقت تھی اوسی

اونکو روک دیا گیا اور پھر خاموشی اونکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپکے رہو تم اسواسطے نہیں پیدا ہوئے ہو
اوس دربار کی شان یہ ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یُسْئَلُوْنَ اور بعضوں کے دلوں پر جو ایک
لہر انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے اونکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے
تجلی پائی تو اونکا نور دوبالا ہوگیا اور اس نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے اونکی نظر میں
چمکنے لگا اور سب چیزوں کو اونھوں نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع میں ہیں اونکو یہ
حکم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے آداب سے متادب ہوا اور چپ رہو اور جب کچھ ذکر تقدیر کا ہو تو زبان بند
کرو کیونکہ دیوار کے بھی کان ہیں اور تمہارے پیچھے وہ لوگ ہیں جنکو ضعف بصر ہے تم ضعیفوں
کی سی چال چلو اور آفتاب کی روشنی سے شپرچشموں کے لیے پردہ مت اوٹھاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے
پس اللہ تعالیٰ کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے منتہا کی اونچ سے آسمان دنیا پر اترو تاکہ
تم سے ضعفاء انس کریں اور تمہارا نور جو پردے کی آڑ میں ہے اوسکی چمک سے بہرہ یاب ہوں
جیسے شپر بقیہ نور آفتاب اور ستاروں کے نور سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور جیسے زندگی کو
اونکے وجود اور احوال برداشت کر سکتے ہیں اوس سے زیست کرتے ہیں کو ویسی زیست اونکو
بیشتر نہیں جو کہ پھر نور آفتاب میں آمد و رفت کرنے والوں کی ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کے
مانند ہو جاؤ جنکی شان میں شعر ہے ه شراب پاک پیا میں تو گرا اوس میں + کی کے جام ہو ہی نصیب ہی خاک کو
غرض قدر کا بھید اور انتہا اس خلق و اختراع کی یوں ہوتی ہے اور یہ کہ پوشیدہ ہوا اور اسکو وہی
سمجھیگا جو اوسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل ہوگا تو اوسکو کہولکر خود دیکھ لیگا اوسکو حاجت
کسی کے بتانے والے کی نہیں اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہے مگر اوسکے لیے
ایک حد معین ہے جب راستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرندہ بھی
اوڑ سکتا ہے مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہیں کھینچ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہوا اور پانی موج زن
ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اوس سے گزرنا دشوار ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص فن شناوری
میں پکا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ پیچھے اندھے کو پار اوتار سکے
کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو اوتار نے کی قدرت رکھتا ہے یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو کوئی
ان پر سیر کرتا ہے اوسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر کی طرف وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے کو
زمین پر چلنے سے ہے اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہے مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہیں آتا بلکہ
بزور یقین حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

اوس سے پوچھا نہیں جاتا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاوے گا ۱۲

یعنی طبرانی نے بروایت ابن مسعود اس مضمون کو نقل کیا ہے ۱۲

عرض کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ
اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ رموز و اشارات ہیں محبت اور توکل اور رضا اور
شوق اور شکر اور کفران کے مضمون میں علم معاملہ میں اس سے زیادہ لکھنا شایان نہیں۔ خداوند
کریم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ
الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی لوگوں کا عبادت کرنا ہی اونکے حق میں غایت حکمت ہے پھر
بتلا دیا کہ فرشتے دو قسم کے ہیں ایک تو مقرب ہیں اونکا نام جبرئیل اور روح القدس اور
امین ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور مطاع اور امین و مکین ہے اور دوسرا
[illegible] جسکا نام ابلیس ہے وہ راندہ درگاہ ہے اور قیامت تک کی مہلت پا چکا ہے
[illegible] دکھانے کو جبرئیل پر حوالہ کرتا ہے قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
[illegible] عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور بہکانے کو ابلیس کی طرف منسوب فرما کر ارشاد
فرماتا ہے لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ اور بہکانا کہا ہے کہ بندوں کو [illegible]
[illegible] دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اوس شیطان کی طرف منسوب کیا [illegible]
اور اوس بہکانے کے معنی یہ ہیں کہ بندوں کو غایت حکمت تک پہنچا دینا یہاں [illegible]
[illegible] کیا جو اوسکا محبوب تھا۔ اور عادۃً بھی اسکی مثال ہو سکتی ہے
[illegible] کسی بادشاہ کو دو آدمیوں کی ضرورت ہے ایک پانی پلانے والا اور ایک پچھنے لگانے والا
[illegible] والا اور اسکے پاس دو غلام ہیں تو وہ جھاڑو اور پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو اون
دونوں میں برا اور کم تر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اوسکو دیگا جو اون میں اچھا اور کامل اور اوسکے
نزدیک محبوب تر ہوگا۔ اب کوئی یہ کہے کہ میں جو فعل کرتا ہوں وہ برا ہی ہے اور فعل میرا ازل [illegible]
[illegible] ہوتا ہوں پھر خدا کا فعل کیسے ہو سکتا ہے اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا خطا ہے
بلکہ خدا ہی تعالیٰ ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ برے فعل کو مخصوص شخص سے کرنے لگتا ہے
اور اچھے فعل کو اچھے شخص سے یہ بھی تتمہ اوسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اوسکا عدل کبھی تو ایسی باتوں
پورا ہوتا ہے جنمیں انسان کو کچھ دخل نہیں اور کبھی انسان ہی [illegible] کامل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی
[illegible] اسکے افعال اسکے [illegible] اوسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب کا [illegible]
سب اوسکے فعل ہیں جنکو اوسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اون سے افعال عدل کے
سرزد ہوتے ہیں مگر چونکہ آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا اسلیے اوسکو [illegible] گمان [illegible]

اعانت کرے خواہ ایک واسطے سے یا کئی واسطون سے اوسکا نام نعمت کہنا صحیح اور درست ہو
اسلیے کہ اوسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب کہ لذات کہ سعادت اخروی کی معین
ہوتی ہین اونکا نام نعمت ہے اونکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور دنیا
اونکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت مین دونون مین
نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بد خلقی سوم وہ کہ دنیا مین
مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے اتباع شہوت کی لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون
اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت انمین سے اول جو حال و مآل
مین نافع ہے وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہے وہ اوسکی ضد ہے
اور وہ مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کو نافع اور مآل کو مضر ہے وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے
نزدیک بڑی مصیبت ہے گو جہال اوسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اوسکو
نعمت جانیگا اور جب واقف ہوجاویگا تو جانیگا کہ یہ میرے حق مین بلا ہے اور جو چیز حال مین
مضر اور مآل مین نافع ہو وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہے اور جہال کے نزدیک بلا ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اوسکا ذائقہ برا ہوتا ہے مگر انجام کو مرض سے شفا
کہ وہ دوا ہی علت دفع مرض کا مضمون ہوتا ہے اور صحت اور تندرستی کا منشا ہوتی ہے پس لڑکا
ناواقف اگر ایسی دوا پلایا جاتا ہے تو اوسکو وبال جانتا ہے اور عاقل اوسکو نعمت تصور کرتا ہے
اور جو شخص اوسکو وہ دوا پلاتا ہے یا اوسکا سامان مہیا کردیتا ہے اوسکا ممنون و مشکور ہوتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ ماں مشفقہ اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی اور باپ اوسکا خواہان
ہوتا ہے کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہے اور مادر کو فرط محبت اور نقصان
عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہے اور لڑکا ناواقفیت کے باعث مان کا ممنون ہوتا ہے
اور اوسی سے مانوس ہوتا ہے اوسکو اپنا شفیق سمجھتا ہے اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہے
لیکن اگر اوسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ مان باطن مین دشمن ہے اور ظاہر مین دوست اسلیے
کہ خون نکلوانے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے
کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہے اور
ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہے مگر دوست جاہل یہی وجہ ہے کہ اوسکے ساتھ

ایسا کام کرتا ہے جو دشمن بھی نہ کرے یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہے جو انجام کو
نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ سب ایک وجہ سے ہین
ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہے ایسا کم ہے کہ جو اسباب بہتر ہین وہ
صاف ہون یا کہ ہون مثلاً مال و اہل اور اولاد اور اقارب و جاہ اور دوسرے اسباب سب
اسی طرح کے ہین مگر اونکی تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہے مثلاً مال
اور جاہ اور دوسرے اسباب ہین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے
حق مین اونکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و نفع
برابر ہو ایسا ہی ہوا اور یہ تینون باتین ہین کہ لوگون کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہین بعضے
آدمی نیکبخت اس طرح کے ہین کہ اچھے مال سے کہ بہت سا ہو فائدہ اوٹھاتے ہین یعنی اللہ کے
راستے مین اور خیرات مین اوسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے
پاس ہو تو اوسکے حق مین نعمت ہے اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے
ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اوسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہین
تو ایسے شخص کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اوسکے حق مین مصیبت ہے تیسری تقسیم جتنی خیرات
یعنی نیک باتین ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہون
دوسری وہ جو غیر چیز کے لیے محبوب ہون تیسری وہ کہ بذاتہ خود بھی محبوب ہون اور غیر کے
حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی لذت اور اوسکے
وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہوگی اس سعادت کی طلب اسلیے
نہین ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسرے سعادت کے حاصل ہونے کا ہو بلکہ اسکی طلب بذاتہ و بالذات
ہونے کی جہت سے ہے دوسری وہ کہ اوسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود
اوس سے کچھ سروکار نہین جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجات اس سے پوری نہوا کرتین تو یہ دونون
اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور اونکی طرف جلد آدمی کو پہونچا دیتی ہین اسی لیے
جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہوگئے ہین یہانتک کہ اونکو جمع کرکے گاڑتے ہین
اور ریا کے ساتھ خرچ کرتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور ان
لوگون کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو چاہتا ہے اور اوسکی محبت کے باعث
اوسکے قاصد کو بھی چاہتا ہے جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہین جب

ہوتے ہوئے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جائے اور عمر بھر اوس
رہگذر ہی میں پڑا رہے اور ہمیشہ قاصد کی خبرگیری اور رعایت و شفقت کیا کرے حالانکہ یہ
نہایت جہالت اور گمراہی ہے تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونوں ہو مثلاً صحت اور سلامتی
کہ انسان اسلیے چاہتا ہے کہ اوسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہے
یا لذات دنیاوی تمام و کمال سے حاصل ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے اسلیے چاہتا ہے لیکن
بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہے اس سے غرض نہیں کہ وہ دوسری چیز کے
حاصل ہونے کا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤں کی
سلامتی چاہا کرتا ہے حالانکہ پاؤں کی سلامتی اسلیے ہوتی ہے کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہے
مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہے اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہے اب ان تینوں اقسام میں
خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہے جو بذاتہ محبوب ہے اور جو چیز کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہے وہ بھی
نعمت ہے مگر اول سے کمتر ہے لیکن جو چیز کہ مطلوب غیر ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا
چاندی تو انکو بذات خود مفید ہونے کی جہت سے نعمت نہیں کہتے بلکہ اس جہت سے نعمت
کہلاتے ہیں کہ وہ وسیلہ اور اغراض کے ہیں تو اس صورت میں ہر ایسے ہی شخص کے حق میں
نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون انکے ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اوسکی مراد علم اور عبادت ہوگی
اور اوسکے پاس بقدر ضرورت بسر اوقات کے لیے موجود ہے تو اوسکے نزدیک سونے اور
ڈھیلے میں کچھ فرق نہوگا اور اوسکا وجود و عدم یکساں معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے
ہونے سے یہ نوبت پیش ہوتی ہو کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق میں یہ
مال نعمت نہیں نقمت ہے چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات کی تین قسمیں ہیں
اول لذیذ جنکا نفع اوسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو
احوال میں اچھی معلوم ہو اور برائی بھی تین قسم کی ہیں ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر
کی دو قسمیں ہیں مطلق اور مقید خیر مطلق اوسکو کہتے ہیں جسمیں تینوں اوصاف خیر کے جمع ہوں
جو اوپر بیان کیے ہیں مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہیں اور جمیل اور
لذیذ بھی اور شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہے مگر جاہل کو اپنی
جہالت سے ایذا کی جب خبر ہو جب اوسکو یہ معلوم ہو کہ میں جاہل ہوں اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے
ہم عمر ہمرتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً رنج نقصان کا پاویگا کہ میں کیوں

کم ہوں اور اس رنج سے شوق علم کا او بھر جاتا کیونکہ وہ ضروری ہوتا ہے۔ پھر بعد شوق کے
کبھی بالفعل تحصیل علم سے حسد اور کبر اور شہوات ہوتے ہیں سبب دو چیزوں کی کشاکشی میں
شخص پھر گیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہے تو جہالت کا الم رہیگا اور اپنے آپ کو ناقص جاننے کا
اور اگر سیکھنے میں مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانے
کا رنج سہیگا غرض کہ یہ شخص ہمیشہ بیشک عذاب الیم میں رہیگا اور دوسری قسم منفعت کہ جس میں
کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ اوصاف شر کے ہوں مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہے
جیسے کوئی انگلی بیکار ہو اور سڑنے لگی ہو اوسکا کاٹنا اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہے جیسے حمق کہ بعض
احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ استراح من لا عقل له
یعنی بے عقل آدمی چین سے رہتا ہے کیونکہ اوسکو انجام کا اہتمام نہیں ہوتا ہے اسی واسطے
راحت میں رہتا ہے یہاں تک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کہ من وجہ مضر ہوتی ہے
من وجہ نافع ہوتی ہے جیسے دریا کے غرق کے وقت مال کو دریا میں پھینک دینا کہ یہ پھینکنا اس
مال کو مضر ہوتا ہے مگر نفس کو نفع ہے کہ اوسکی نجات ہوجاتی ہے یعنی بوجھ ہلکا ہونے کے باعث
کشتی بچ جاتی ہے۔ پھر نافع چیز دو قسم پر ہے ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت
اخروی تک پہونچانے میں اور اسیسے ہماری غرض علم و عمل ہے اور انکا ضروری ہونا اس وجہ سے
کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہیں اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے
لیے کہ کبھی دوسری چیزیں بھی اوسکو ساکن کرسکتی ہیں پانچویں تقسیم یہ ہے معلوم ہو جاوے کہ
نعمت نام لذت کا ہے اور لذتیں اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہیں یا غیر میں بھی پائی جاتی
ہیں تین طرح کی ہیں اول عقلی دوسرے بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ مشترک ہیں سوم بدنی کہ
حیوانات اونمیں مشترک ہیں عقلی لذتوں کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو
اوس سے لذت ہوتی ہے کان اور آنکھ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ
اوس سے نہیں اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام
عقل ہے قلب کے ساتھ خاص ہے اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتوں میں اشرف ہے
نہایت کمتر ہے اوسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم و حکمت سے سواے عالم اور حکیم کے اور
کوئی لذت نہیں پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہیں گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم بنتے ہیں
اور اوسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے خواہ دنیا میں

زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے نزدیک مردہ ہے گو جاہلوں کے نزدیک زندہ ہو اور اسی
بنا پر شہداء خدای تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اور کھاتے ہیں خوش ہوتے ہیں اگرچہ بدن سے
مردہ ہیں دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہیں جیسے ریاست اور غلبہ کی
لذت کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے تیسری لذت جسمین انسان سب
حیوانات کا شریک ہے جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتوں سے ادنی اور خسیس ہے
مگر وجود اسکا بہت ہے اور یہی وجہ ہے کہ جتنی حیوانات زمین پر ہیں سب اسمین شریک ہیں یہانتک
کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہیں اور جو اس سے تجاوز کرتا ہے وہ شخص
لذت غلبہ میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ لذت عاقلوں سے بہت ہی چسپاں ہے جب اس سے تجاوز
کرتا ہے تو اول لذت پر پہونچتا ہے اوسوقت آدمی پر سب لذتوں سے زیادہ لذت علم و حکمت
غالب ہوتی ہے خصوصًا معرفت الٰہی اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت کی لذت نہایت
ہوتی ہے اور یہ رتبہ صدیقین کا ہے اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہے جب دل میں سے
غلبہ و حب ریاست نکلتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جو چیز صدیقین کے سرون سے سب میں
آخر کو نکلتی ہے وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص سے توڑنے پر تو اکثر عابد بھی
قدرت رکھتے ہیں مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقون ہی کا کام ہے پھر اوس شہوت کا
بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی نہو اور کسی حال میں اوسکا احساس نہونے پاوے
غالبًا کہ انسان کے مقدور سے خارج ہے ہان یہ صورت ہو جاتی ہے کہ معرفت الٰہی کی
لذت اکثر حالات میں ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ اوسکے باعث لذت ریاست کچھ نہین
سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہیں کہ عمر بھر ایسی ہی رہے بلکہ اوسمین کچھ کمی بھی ہو جاتی ہے
اور ایسی صورت میں انسان کیطرف صفات بشریہ رجوع کر آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محبت
غلبہ و ریاست یعنی ضرور رہتی ہے مگر دبی ہوئی رہتی ہے ایسی نہیں ہوتی کہ نفس کو ورغلا کر
عدل سے منحرف کر دے ۔ اس اعتبار سے دل کی چار قسمیں ہیں ایک دل وہ ہے کہ سوا
خدای تعالی کے اور کسی سے محبت نہیں کرتا اور نہ بدون زیادتی معرفت الٰہی اور اوسکی فکر کے
آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اوسکو خبر ہی نہیں کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہیں اور خدای تعالی
سے انس ہونے کے کیا معنی ہیں اوسکی لذت صرف جاہ و ریاست و مال و تمامی شہوات
بدنیہ سے ہے تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خدای تعالی سے مانوس ہی رہتا ہے اور اوسکی معرفت

اور فکر سے لذت پاتا ہے مگر کبھی بعض اوقات اوسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہیں
چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات میں تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہے الا کبھی کبھی علم اور
معرفت سے بھی لذت پاتا ہے انمیں سے اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہے اگر اوسکا وجود
ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے بشر کی طاقت سے باہر ہے کہ اس صفت سے متصف ہو
اور دوسرے دل سے دنیا بھری ہے اور تیسرا اور چوتھا دل بھی موجود ہیں مگر کم ہیں اور یہ ہمیشہ
شاذ و نادر ہی رہینگے اور باوجود ندرت کے قلت و کثرت میں فرق ہر زمانہ میں ہوتا جاویگا
یہانتک کہ اس قسم کے دل اون زمانوں میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے
قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہے اوتنا ہی یہ دل کم ہوتے
جاتے ہیں یہانتک کہ قیامت آجاوے اور اللہ تعالی کو جو امر کرنا ہے وہ کر گذرے اور وجہ
اس قسم کے دلوں کے کمتر ہونے کی یہ ہے کہ ایسا دل ہونا آثار سلطنت آخرت سے ہے اور ظاہر ہے
کہ بادشاہ بہت نہیں ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے تو جیسا دنیا میں ملک
اور جمال میں فائق ایک ہی دو ہوتے ہیں اور باقی لوگ اونسے کم ہوتے ہیں اسیطرح
ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہونے چاہئیں اسلیے کہ دنیا آخرت کا آئینہ ہے کیونکہ دنیا
عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم غیب کا اور جسطرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے والے کی
صورت کے مطابق ہوتا ہے اسیطرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے
اندر کی تصویر اگرچہ وجود میں مرتبہ ثانی رکھتی ہے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے تب اوسکی صورت
بنتی ہے مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہے کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہیں
سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے میں ہے اول دیکھتا ہے اور اوس عکس سے اپنا چہرہ جو [illegible]
اوسکو سمجھتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود میں تابع تھی یعنی عکس وہ
جاننے کے باب میں متبوع اور مقدم ہو گئی اور جو چیز وجود میں پیچھے تھی وہ شناخت میں مقدم
ہو گئی لیکن اسطرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا میں ہو سکتا ہے اور دنیا کے لیے یہ ضروری بھی ہے
اسیطرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہے پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا
تو اس ملک کی کسی چیز کو نہیں دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نکر جاتے ہوں اسی گذر کا نام
عبرت ہے جسکا خدای تعالی نے خلق کو ارشاد فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ اور بعضے
ایسے ہیں کہ اونکی بینائی کی پھوٹی ہے اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی میں محبوس ہے

(۱۳) سورۂ حشر [illegible]

اونکے قیدخانے کی طرف کو عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قیدخانہ ایسی
آگ سے لبریز ہے جو دلوں ہی پر جھانکتی ہے مگر آدمی کو جو اوسکی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اوسکے اور اوس آگ کے درمیان میں حجاب ہے جب وہ حجاب موت سے دور
ہو جاویگا تب اوسکی تکلیف معلوم ہوگی اور یہی بات خداے تعالی نے اون لوگوں کی زبان
سے کہلوائی جنکا امر حق ہی سے گویا کہ دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں
مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہے جسکو علم الیقین کہتے ہیں اور کبھی ایسے ادراک سے
جسکو عین الیقین کہتے ہیں اور عین الیقین سواے آخرت کے اور کہیں نہ ہوگا اور علم الیقین دنیا
میں بھی کبھی ہوتا ہے مگر اونہیں لوگوں کو جو نور یقین سے بہرہ کامل رکھتے ہیں اسواسطے اللہ تعالی
فرماتا ہے کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ یعنی دنیا میں ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ یعنی
آخرت میں اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت کی رکھتا ہے وہ
کبھی ہلاک نہ ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے قابل کم ہوا کرتا ہے تیسری تقسیم جو سب نعمتوں کو حاوی ہے سو
یہ ہے کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اوس غایت مقصود بالذات تک
غایت سے سعادت آخرت مراد ہے جو چار باتوں کو شامل ہے اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم
سرور جسمیں غم نہو سوم علم جسمیں جہل نہو چہارم تو انگری جسکے بعد افلاس نہو انہیں چاروں باتوں کو
نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش
الآخرة یہ الفاظ ایکبار سختی کے وقت ارشاد فرماتے تا کہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے یعنی جسوقت
غزوہ خندق میں خندق کی تیاری کے وقت شدت سے تکلیف تھی اوسوقت آپنے فرمایا
تا کہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ وقت سرور بھی فرماتے تا کہ نفس مائل سرور دنیا نہو اور وہ
فرماتے تھے جب حجۃ الوداع میں لوگ ہالے کیطرح اوس ناقہ مہر خوبی کے گرد کھڑے ہوے تھے
اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الہی میں تجھسے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ کمال نعمت کیا ہے اوسنے عرض کیا
کہ نہیں آپنے فرمایا کہ کمال نعمت جنت میں داخل ہونا ہے۔ اور وسائل کی چار قسمیں ہیں اول
وہ جو سب سے زیادہ خاص ہوں جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قریب میں ان فضائل نفس کے
قریب ہوں جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو انکے قریب ہوں مگر بدن میں نہوں جیسے
اسباب بدن کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور

ہو اور نفس کے جامع ہوں جیسے توفیق اور ہدایت ہیں پس ان چاروں کو مفصل بیان کیا جاتا ہے
اول قسم اخص مسائل یعنی فضائل نفسی ہیں اور اگرچہ اوسکے فروع بہت ہیں مگر حاصل اونکا
دو میں آجاتا ہے اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی دو قسمیں ہیں اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالی
اور اوسکی صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک
چھوڑنا مقتضائے شہوات و غضب کا جسکو عفت کہتے ہیں دوسرے مقتضائے شہوت کے
ارتکاب اور ترک کرنے میں عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا ہو کہ جہاں قدم اٹھانا چاہیے وہاں اقدام کرے
اور جہاں ٹھہرنا چاہیے وہاں باز رہے بلکہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ ہو
جسکو خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبان پر اسطرح اوتارا ہے الا تطغوا فی المیزان واقیموا
الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان اس صورت میں اگر کوئی شہوت کے دور کرنے کے لیے
اپنے آپ کو خصی کرلے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نکرے
یا غذا چھوڑ دے یہانتک کہ عبادت اور ذکر و فکر میں ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان
عدل کے خلاف کر چکا اور جو شہوت پیٹ اور شرمگاہ میں ڈوبا رہے وہ زیادتی پر کہلاویگا اور
صورت عدل یہ ہے کہ وزن کا خالی ہونا اور بھرنا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونوں پلہ
میزان کے برابر رہیں کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی جو
خدای تعالی سے قریب کرتے ہیں وہ چار چیزیں ہیں علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت
اور یہ چاروں باتیں اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسرے قسم فضائل کے کامل نہیں ہوتیں
اور فضائل بدنی بھی چار ہیں اول تندرستی دوسری قوت تیسرے جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا
اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل
ہوتی ہیں اور وہ بھی چار چیزیں ہیں اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور ان
فضائل میں سے کسی سے آدمی منتفع نہیں ہوسکتا جب تک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنی
وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی اور فضائل نفسی کے ہوں حاصل نہوں اور وہ بھی
چار ہیں اول خدای تعالی کی ہدایت دوم اوسکا ارشاد سوم اوسکی تسدید چہارم تائید جب کہ
نعمتوں کی ہمنے چار قسمیں لکھی تھیں اور پھر ایک ایک میں سے چار چار چیزیں ہوئیں تو معلوم ہوا
کہ نعمتیں سب سولہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمیں سے بعض نعمتیں بعض کی طرف محتاج ہیں
خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال [illegible]

سعادت اخروی ایک نعمت ہے اور اوسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہے تو یہ حاجت
ضروری ہے کیونکہ اوس تک رسائی انسان کی بدون ان دو باتون کے نہین ہوسکتی اسلیے کہ
انسان کو وہی ملیگا جو کماویگا اور جو دنیا مین زاد کرلیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح
فضائل نفسی کو حاجت ہے علوم کی اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری
درکار ہے اور جسطرح حاجت مین کوئی اجمالی فائدہ ہوتا ہے ضروری نہین اوسکی مثال یہ ہے کہ نفسی
نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی اونکو خارجی نعمتون کی طرف حاجت ہوتی ہے مگر یہ حاجت ضروری
نہین بلکہ نافع ہے اور کام بہت نکلتا ہے مثلاً مال و جاہ و اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر یہ نہ صرف
آدمی کو حاصل نہون تو کیا عجب ہے بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہوجاوے اور طریق آخرت کے
لیے جو ان خارجی نعمتون کی حاجت پڑتی ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اسباب قائم مقام آلہ کے
سمجھنے چاہیین کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو یا مثل آلہ کے تصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی کو
لیجیے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اوسکا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہے ورنہ
محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اوسکے پاس قوت بشری کی ضرورت کچھ نہو تو
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدون ہتھیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی
باز شکار پکڑنا چاہے اور اوسکے پر نہون اور اڑنا چاہتا ہو ایسے ہی کے لیے یہ شعر ہے شعر

شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭

غرض افلاس سے یہ ہوگا کہ مفلسی مین
کوئی کام آدمی سے نہین بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسرے تردداتین
مبتلا رہتا ہے ذکر و فکر نہین کرنے پاتا فضیلت حج و زکوۃ اور دوسرے خیرات و صدقات سے
محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہوجاتی ہین اور مقصود تک
پہونچنا نہایت آسان ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح
اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شے ہے
اونھون نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہین سائل نے پوچھا کہ
اور کہو حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہے خوف والے کو کچھ عیش نہین پھر سائل نے
پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہے اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہین
اوسنے پوچھا کہ اور فرمائیے کہا کہ اور نعمت جوانی ہے کہ بڑھاپے کی زندگی بھی بے مزہ ہے
پس اس قول مین حکیم نے دنیا کی نعمتون کیطرف اشارہ ہے مگر اسی اعتبار سے کہ آخرت پر

ان کے امرا اونکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین اونکی محبت ڈالی یہان تک کہ اونکی عزت و جاہ پھیل گئی اور اوسوقت نعمت کم تھی جب لوگ اونکو ایذا دیتے تھے اور یہانسے نکلنے یہان تک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین کچھ حکمتین باریک تھیں۔ اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمۃ من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہی مین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپ کو گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک نعمت ہے اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اوسکا نسب ملے جو ظالم اور دنیادار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ مین ملتا ہو یا ائمہ علما اور صلحا جو علم و عمل مین معروف تھے اونسے ملتا ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اونکی بھی بہت حاجت ہے مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ علم و عمل انہین سے تمام ہوتا ہے اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہے کہ افضل سعادات یہ ہے کہ آدمی طاعات الٰہی مین بہت زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ دراوقت ہے کہ وہ بھی نعمت ہے یا نہین کیونکہ اوسمین یہ کہہ سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہے کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا الا تامل معلوم ہوتا ہے کہ ہرچند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اوسکے بہتر ہونے مین کچھ شک نہین دنیا مین تو اوسکا نفع ظاہر ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر

گفت خاموش ہر انکس کہ جمالے دارد	ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش

اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہے اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور طبیعتون کو اوس سے نفرت ہوتی ہے بخلاف خوبصورت کے کہ اوسکی حاجت جلد پوری کیجاتی ہے اور دلون مین اوسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہے اس نظر سے گویا جمال بھی مال و جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہے اسلیے کہ اوسمین ایک طرح کی قدرت پائی جاتی ہے کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے

نسائی و حاکم بروایت انس ۱۲ مترجم

مسلم بروایت واثلہ بن اسقع و ترمذی بروایت عباس و ابن عباس ۱۲

ابن ماجہ بروایت عائشہ ۱۲

دارقطنی بروایت ابی سعید ۱۲

یہ حدیث احیاء کے الفاظ سے ترمذی سے بروایت ابی بکرہ نقل کی ہے

زیادہ قادر ہے اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہے وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے
بذریعہ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہے دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت
پائی جاتی ہے کیونکہ جب نفس کا نور خوب چمکتا ہے تو اوسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن آپس میں
موافق ہی ہوتے ہیں اسواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیاں معلوم کرنے کے لیے بدن کی
ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہے کہ اوس سے
حال باطن کا کھل جاتا ہے اسلیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اوسکا اثر چہرے اور آنکھ پر آجاتا ہے
مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر دل میں ہوتا ہے تو اوسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم ہوتا ہے اور یہی
وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کی اچھے ہونے کا کہا کرتے ہیں
اور بعضوں کا قول ہے کہ دنیا میں جتنے بدصورت ہیں اونکے لیے یہی کافی ہے کہ صورت [illegible]
ہیں روایت ہے کہ ایک بار خلیفہ مامون نے کچھ امیدوار فوج میں بھرتی کرنے کو سامنے بلائے
ایک بدصورت آدمی اون میں تھا اوس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان میں اوسکی لکنت ہے
اوسکا نام دفتر سے خارج کیا اور کہا کہ روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہے تو خوبصورتی
حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت کا موجب ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر
اچھا ہے نہ باطن اور حدیث شریف میں ہے کہ اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوهِ[1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب تم قاصد بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا
یہ لکھتے ہیں کہ جب نمازی برابر ہوں سب کے درجات برابر کسی چیز میں سب مساوی ہوں تو امامت کے واسطے
بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی پر احسان جتا کر ارشاد فرمایا ہے
کہ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ[2] اور یہ روایت مشہور ہے اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ[3]
یعنی اللہ تعالیٰ خود بھی اچھا ہے اور خوبی ہی اوسکو محبوب ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض
جمال سے وہ جمال نہیں جو محرک شہوت ہو اوسطرح کا جمال عورت کا ہوتا ہے بلکہ جمال سے یہ غرض ہے
کہ آدمی میانہ قد درست قامت گوشت میں معتدل اعضا متناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگوں کو
اوسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہ ہو۔ اب یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال
اور جاہ اور نسب اور اہل اور اولاد سب نعمتیں داخل معلوم ہوتی ہیں حالانکہ خدای تعالیٰ نے
مال و جاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ[4]
اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ[5] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونوں کی

(۱) بہتری کو خوبصورت لوگوں کے پاس تلاش کرو ۱۲
(۲) زیادہ کشادگی دی عقل میں اور بدن میں ۱۲
(۳) اللہ تعالیٰ جمال والا ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے ۱۲
(۴) بعضی تمہاری بی بیوں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے سو اون سے بچتے رہو ۱۲
(۵) تمہارے مال اور اولاد بھی ایک بلا ہے جانچنے کو ۱۲

مذمت فرمائی ہے اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی
مذمت مین فرماتے ہین کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہین اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہو
جو اوسکو اچھا کر دے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے
جب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزین نعمت کیسے ہوئین اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص
علوم کو الفاظ منقول اور رایون سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہے اوسپر
گمراہی غالب ہوتی ہے جب تک کہ نور الٰہی سے ہدایت پا کر ان علوم کو اصل با ہیئت پر حمل
نہ کرے اور جب اونکی حقیقت معلوم ہو جاوے تو نقل کو اوسکے مطابق خواہ تاویل سے کرلے
یا تخصیص سے اب یہان جو ہم لکھتے ہین تو ان چیزون کو نعمت ہونے اور آفت ہونے مین
کچھ انکار نہین ہو سکتا لیکن انمین فتنے اور خوف بہت ہین مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا
چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر قاتل دونون ہین اب اگر اوسکو کوئی منتر والا پکڑے جو زہر سے
بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اوسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے
لیکن اگر گنوار مغرور اوسکو پکڑ لیگا تو اوسکے حق مین مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو
جسکی تہ مین اقسام جواہر اور موتی ہین تو جو شخص فن شناوری اور غوطہ زنی مین یکتا ہوگا اور
سمندر کی اور آفات بچنے کی گھاتین جانتا ہوگا اوسکو سمندر کی نعمتین ملینگی اور اگر یہ ایک
امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہو جاویگا جب یہ نعمتون کا وجود یقینا ہی تو دیکھو
اللہ تعالی نے مال کی تعریف کی اور اوسکو خیر کی لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا مین گذرا کہ اللہ تعالی کے خوف کیواسطے مال
بہت عمدہ مددگار ہے اسیطرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالی نے مدح کی کہ اوسکے باعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اوسکو سب دینون پر غالب کیا اور خلق کے دلونمین
اونکو محبوب فرمایا اور کبھی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہان اتنی بات ہے کہ ان دونون کی مدح
تھوڑی سی ہے اور مذمت بہت سی اور جہان برائی ریا کی ہے وہ بھی جاہ کی برائی ہی اسلیے
کہ ریا کا مقصود لوگونکا اپنی طرف کھینچنا ہے اور جاہ کا مقصود دلون کا مالک ہونا دونون یکسان ہی
ہین - اور مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہے کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہین جانتے
اور جاہ کے سمندر مین غوطہ لگانے سے ناواقف ہین اسلیے اونکو انسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ
اونکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہے اور جاہ کے مروارید کی اطلاع بھی نہین

ترمذی بروایت کعب بن مالک ۱۲

ہونے پاتی کہ اوسکی سوچ برباد کردیتی ہے۔ اور اگر یال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق میں
بُرے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہے کہ اور لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیا علیہم السلام
اور عارفین منتروالون ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو
کہ ایک منتر والے کا ایک محبوب لڑکا ہے جسکی صلاح اور زندگی اوسکو منظور ہے اوسنے ایک سانپ
دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق سے لینے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور
جہان سانپ دیکھیگا کھیل کیواسطے پکڑ لیگا اور ہلاک ہوجاویگا تو یہان اوسکو دو غرضین پیش
ہوتی ہین ایک سانپ میں سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اوسکو چاہیے کہ ان
دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر
سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا نقصان
ہوگا تو اس صورت مین اوسکو واجب ہے کہ جب سانپ نظر آئے اوسکے پاس سے بھاگے اور
لڑکے کو بھی لوسکے پاس سے بھگادے اور اوسکی برائی اوسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اس
گروہ پھینا اسمین البیا زہر ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی نہین بچتا اور اوس سے ہرگز تریاق کا ذکر
نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہے کیونکہ مبادا وہ بدون قضیہ کامل اوسپر جرأت کر بیٹھے اور
تباہ ہوجائے۔ اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اوسکا لڑکا موجود ہو اور یہ خیال
کرے کہ اگر مین غوطہ لگاؤنگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اوسکو چاہیے
کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈرادے کہ انکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا
پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نہ رہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اوسی
سیر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اوس سے دور دور
رہے۔ اور چونکہ امت بھی انبیا علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہے
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری
اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچاتے جیسا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنی تم آگ پر
پروانون کیطرح گرتے ہو اور مین تمھاری کمرین پکڑتا ہون ع چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان
اور انتہا کہ انبیا علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسیلیے مبعوث

میں تو تمہارے واسطے ایسا ہون جیسا باپ بیٹے کے واسطے ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

بھی ہوتے تھے اور مال مین اونکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہ تھی اسلیے صرف بقدر قوت کے
مال پر کفایت کی اور جو بچا اوسکو اپنے پاس نہ رکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اسکا تریاق ہے
اور روکنا اوسکا زہر قاتل ہے اگر لوگون کیواسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اوسکے
باعث کیجاتی تو ہماکرے زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور جمع کرنیکے زہر مہرے سے دہیان
نہ دہرتے اسلیے مال کی مذمت کی گئی اور اوس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ اوسکا روکنا
اور اوسکے زیادہ ہونیکی حرص کرنی بری بات ہے کہ اوس سے دنیا کی رغبت اور اوسکے
لذات کا میل پایا جاتا ہے اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات مین خرچ کرنا تریاق ہے
ہر مسافر پر ضرور ہے کہ سفر مین بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو
کہ اسمین سے اور کیلئے صرف نہ ہو مین آوے مگر جس صورت مین کہ اوسکو دوسرون کا کہلانا اور رفقا پر
صرف کرنا منظور ہے تو زیادہ زاد سے لینا بہی کچھہ مضائقہ نہین اور یہ جو حدیث شریف مین
مذکور ہے کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب اوسکے یہی معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے
لیے اسقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویون مین سے بعض ایسے بہی تھے کہ حدیث مذکور پر
عمل بہی کرتے تھے اور ایک جگہہ مین لاکہہ درم لیتے اور اوسی جگہہ دیدے ڈالتے اور ایک رتی نہ رکہتے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ غنی آدمی جنت مین دشواری سے جاوینگے
تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت چاہی کہ جو کچہہ میرے پاس ہے سب
دیدے ڈالتا ہون آپنے اونکو اجازت دیدی اوسیوقت حضرت جبریل علیہ السلام اوترے
اور فرمایا کہ اونکو حکم فرمائیے کہ کہانا کہلاوین اور ننگون کو کپڑا دین اور مہمان کی خدمت کرین
حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتون مین دوا کے ساتھہ مرض اور نفع کے ساتھہ ضرر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو
اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہوا اوسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس ایسی طرح جاوے کہ دوا
حاصل کرے اور اوسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اوسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور کنارہ
کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت محل خوف ہے سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے یہی جو مثل
مشہور ہے تندرستی ہزار نعمت ہے ایسے لوگون کے حق مین سلامتی کے برابر کوئی چیز نہین اور تمام
لوگ ایسے ہی ہین صرف وہ لوگ جنکو خدا ہی تعالی بچاوے اور اپنے طریق کی راہ بتاوے
وہ البتہ ارباب بصیرت ہین ۔ اب چوتھی قسم کی نعمتون یعنی توفیقی نعمتون کا حال بیان کیا جاتا ہے
کہ اونکی طرف حاجت کسطرح ہے ۔ یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکو توفیق کی

ح ۵ چاہیے کہ دنیا مین ... اتنا ہو جتنا سوار کا ... ابن ماجہ وحاکم ... ۱۲

حاجت ہو اور توفیق کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الٰہی میں تالیف اور
ربط کا ہونا اور اسمیں خیر و شر دونوں شامل ہیں اور سعادت و شقاوت دونوں داخل ہیں مگر عادت
یہ ہو گئی ہے کہ توفیق خاص اوسیکو کہتے ہیں جو قضا و قدر میں سے سعادت کے موافق ہو جسطرح
کہ الحاد کو لغت میں میل کو کہتے ہیں مگر اصطلاح میں خاص اوس میلان کا نام ہے جو حق کیطرف سے
باطل کیطرف ہو اور اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اوسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہیں مگر
عادۃً امر حق سے پھر جانے کو کہتے ہیں بہرحال توفیق کی حاجت ہونے میں کچھ شک نہیں جیسا کہ
شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر گر از حق نہ توفیق خیری رسد ۔ کی از بندہ خیری بغیری رسد
اور ہدایت کا حال یہ ہے کہ اوسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ انسان
کا ارادہ کبھی ایسی چیز کی طرف ہوا کرتا ہے جسمیں اوسکی آخرت کی بہتری ہو لیکن جب یہی نہ جانے
کہ میری صلاح و بہتری کس چیز میں ہے یہاں تک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جانے
تو صرف ارادہ سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سب بدون ہدایت کے
کچھ فائدہ نہیں اوراسیواسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى اور
فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اور
حدیث شریف میں ہے کہ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى یعنی کوئی شخص جنت میں
بدون خدا تعالی کی رحمت کے داخل نہوگا اسمیں رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو
سنکر لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہونگے آپ نے فرمایا کہ میں بھی بدون رحمت
نجاؤنگا اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے
جو اس آیت میں مراد ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ یعنی ہمنے سوجھا دی اوسکو دو گھاٹیاں اور یہ انعام
خداوندی اوسکے سب بندوں پر ہے بعضوں کو اونکی عقل ہی سے طریق خیر و شر بتادیا
اور بعضوں کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
غرضکہ اسباب اس ہدایت کے کتب الٰہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی عقول ہیں اور اسنے
کسیکو روک نہیں البتہ وہی شخص رکتا ہے جسکو حسد اور کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل
اندھے ہو جاویں گو آنکھیں نہ پھوٹیں موجود ہوں انمیں سے عادتاً اور کسی چیز سے مانوس ہونا اور
اوسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت میں مراد ہے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ
اور کبر و حسد کو ان آیات میں ارشاد فرمایا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

ہمنے پایا اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں ۱۲

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں میں سے ۱۲

اور اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ یہ باتیں دل کو اندھا کر دیتی ہیں اور اسی وجہ سے راہ پر نہیں آتے ہیں
دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اوسکے بندہ کی
مدد ہر حال میں کرتا رہتا ہے اور نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہدایت ہوتی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آیت میں بھی یہی مراد ہے وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
تیسرا رتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہے اور وہ ایک نور ہے جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت
اور ولایت میں چمکتا ہے اور اوسکے باعث آدمی کو وہ باتیں سوجھتی ہیں جو عقل سے نہیں معلوم ہوتیں
جیسے مدار امر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہے اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق ہے
اور اسکے سوا اور ہدایتیں اسکے مقدمات اور حجاب ہیں اسی درجہ کو خدا تعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اوسی کی طرف سے ہیں چنانچہ فرمایا قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ
اور اسیکا نام حیات ہے جو اس آیت میں مذکور ہے أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا
يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ
مِّن رَّبِّهِ اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی ہے جو انسان کو اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہونے کے
وقت مدد کرتی ہے یعنی اگر مقصد نیک ہو اور اوسکی بہتری ہوتی ہے تو اوسکو قوت دیتی ہے اور
اگر اوسکے حق میں برائی ہوتی ہے تو اوسکو سست کر دیتی ہے اور یہ بات باطن سے ہوتی ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ پس رشد اوس
ہدایت کو کہتے ہیں جو سعادت کی طرف کو باعث اور محرک ہو مثلا کوئی لڑکا اگر اپنے مال میں بالغ ہو
کر مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیر جانتا ہو
مگر باوجود اسکے اسراف کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نہ کرے تو اوسکو رشد نہ ہونیکے باعث
وہ طریق خیر و شر جانتا ہے مگر چونکہ اوسکی ہدایت ناقص ہے کہ اوسکے ارادہ کو محرک نہ ہوئی
اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمدا جرأت کرے تو اوسکو ہدایت تو
عنایت ہوئی اور جاہل سے تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اوسکے ضرر کو سمجھتا ہو لیکن رشد
عنایت نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طریق پر ہدایت ہونے کی نسبت رشد میں
زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے۔ اور تسدید سے یہ غرض ہے کہ بندہ کی حرکات کو
مطلوب کی طرف متوجہ کرنا اور ان حرکات کا اوسپر آسان کر دینا تاکہ بہت جلد صواب کی
راہ پر پہنچ جاوے پس صرف اکیلے ہدایت سے کام نہیں چلتا اور حاجت تسدید کی ہے جو محرک ارادہ

کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اوسکے پیچھے چلیں ۱۲

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھاوینگے انکو اپنی راہیں ۱۲

اور جو لوگ راہ پر آئے انکو اور بڑھی اونکی سوجھ ۱۲

تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے ۱۲

باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعہ اعضا
اعضا اور آلات کے ہوتی ہے یہان تک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شناخت
کرا دینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہے اور درستی
کیطرف اعضا کی حرکت کو مدد دینی تسدید ہے۔ رہی تائید اوسکو ان سب کی جامع سمجھنا
چاہیے یعنی اوسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت
دینی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب و لوازم کی اعانت کرنی اور اسی آیت مین بھی وہ
مذکور ہے إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ اور تائید سے قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین
کہ آدمی کے دل مین وہ خباثت پیدا ہو کہ اوسکے باعث آدمی خیر پر چلے اور شر سے احتراز
کرے نہ پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور اسکو یہان کے
لفظون سے خداے تعالی نے مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ
بُرْهَانَ رَبِّهِ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب ہی ہوتی ہین جبکہ اللہ تعالی
فہم صاف اور بصیر اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل توفیق کرین اور معلمات نیک اور
اوستاد خیرخواہ اور مال بھی اوسقدر کہ کمی کے باعث حاجات ضروریات ہی سے قاصر
نہ کثرت کی جہت سے مانع اشغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور
اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہے اور ان سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت
اسباب چاہتی ہے پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین یہان تک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر
ختم ہوا اور انجام کار وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اونکا پورا بیان کرنا
ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھ لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر گنو نعمتین اللہ کی تو پورا نہ کر سکو ان کو ۱۲

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خدای تعالی کی نعمتین بہت اور مسلسل خارج
حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہمنے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ
اونکے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبہ مین واقع ہے اگر اسکے اسباب جنسے یہ نعمت پوری ہوتی ہے
ہم بالکل لکھنا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اور اسکے وہ لوازم
جنسے کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے کچھ تھوڑے سے لکھے دیتے ہین تاکہ مشتے نمونہ از خروارے
ہو تو معلوم ہی ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک

حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہے جو آلہ حرکت ہے اور اوسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ
بھی شرط ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے
اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل ہو اور اوسکا کوئی بنانے والا چاہیے
جو غذا کو درست کرے ہمین لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر
اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہین مفصل
طور پر اور چونکہ اس باب مین چند چیزون کا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے
نکتۂ اول اون نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خدای تعالی نے کی ہین
جاننا چاہیے کہ خدای تعالی نے نباتات کو پتھر اور ڈھیلا اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر
جو بڑھتے اور کھاتے نہین وجود مین کامل تر بنایا ہے باین طور کہ نباتات مین ایک ایسی قوت رکھی ہے
جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہین اور یہ قوت اونکی رگون اور جڑ مین ہوتی ہے جو زمین مین
رہتی ہین اور اونکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہین کہ انھین کے ذریعہ سے غذا کو جذب
کرتی ہین اور یہ رگین اول باریک ہوتی ہین جو پتون پر سوجھتی ہین پھر اونکی جڑین موٹی ہوکر
پھیلنے لگتی ہین کہ مٹیون مین سے اور پتلی رگین متفرع ہوتی ہین اور اونمین سے اور پتلی
یہان تک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا مین نظر سے غائب ہو جاتی ہین اور باوجودیکہ
نباتات کو یہ کمال ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے اسلیے کہ اوسکی غذا اگر اوسکی جڑ مین نہ پہونچے گی
اور اون کی رگون سے متصل نہوگی تو سوکھ جاویگا اوسکو یہ قدرت نہین کہ غذا دوسری جگہ سے
تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزین چاہیین ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اوس تک جانا
اور نبات ان دونون باتون سے عاجز ہے تو یہ بھی ایک خدای تعالی کی نعمت ہے جو انسان
کے لیے ذریعہ معلوم کرنے کا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس
خمسہ مین بھی حکمت خدا نظر آتی ہے یہ سب حواس آلہ ادراک مین پہلا حاسہ لمس یعنی چھونے کا
ہے اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ جب کسی کو آتش سوزان یا تیغ بران لگے تو اوسکے لگتے ہی معلوم
کرلے اور علیحدہ ہو جاوے اور یہ حس حیوان مین اول پیدا ہوتی ہے بدون اوسکے حیوان نہوگا
اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہے کہ جو چیز بدن سے ملجاوے اوسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا
معلوم کرنا حس کامل مین داخل ہے اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان مین ہوتی ہے یہان تک کہ کیڑے
مین بھی ہے کہ جب سوئی اوسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً سمٹنے کے واسطے سکڑ جاویگا اور

نبات میں یہ بات نہیں ہے اوسکو اگر کاٹنے لگو تب بھی نہیں سرکتا اسواسطے کہ اوسکو کاٹنے
کی خبر نہیں ہوتی - پھر اگر آدمی میں یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا
کہ دور سے غذا کی تلاش نہ کرسکتا بلکہ جو چیزیں اوسکو لگتی ہیں اونکو اپنی طرف کھینچ لیتا اسلیے
حاجت ایسی حس کی پڑی ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اوسکے لیے خدا تعالی نے قوت شامہ
پیدا کی کہ اوسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر یہ نہیں معلوم ہو سکتا
کہ کس طرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چاروں طرف پھرا کرتا جب تک کہ بووالی چیز کے
پاس نہ پہونچ جاتا اب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت
بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اوسی طرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی
نقصان تھا کیونکہ دیواروں اور پردوں کے پیچھے کی چیز معلوم نہ ہوتی وہ غذا کہ جسمیں کوئی آڑ
حائل نہ ہوتی دیکھ لیتا ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آ جاتا لیکن اگر
اوجھل ہوتا تو نہ دیکھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہ ہوتی اور
اوس وقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے
دیواروں اور پردوں کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہوتی اور
غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے معلوم ہوتی ہے ادراک
نہیں ہو سکتا اسلیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی گئی جسکے
باعث اور حیوانات سے تمیز ہوگئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہ ہوتے اگر قوت ذائقہ نہ ہوتی
کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے یا ناموافق کہ کھاتے ہی مر جاوے
جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اوسکی جڑ میں پہونچتی ہے اوسکو کھینچ لیتا ہے
حالانکہ بعض اشیا مضر ہوتی ہیں اور اونکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے
تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے حصے میں پیدا نہ ہوتا جسکو حس مشترک
کہتے ہیں جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہیں اگر حس مشترک نہ ہوتی تو آدمی
بڑی دقت میں پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اوسکو ناموافق اپنی طبیعت کے
پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اوس چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا
کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہیں معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم ہوتی ہے
زردی نہیں سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونوں جمع ہوں

یہاں تک کہ جب بدتر چیز نظر آئے تو وہ قوت حکم کرے کہ یہ گندی ہے اور وہ صحیح ہے
کھانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان میں جیسے پائے جاتے ہیں
حیوانات میں بھی ہیں مثلاً بکری میں سب چیزیں موجود ہیں پس اگر انسان کے لیے یہی حواس
ہوتے تب بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہیں کہ حیلے سے گرفتار ہو سکتے ہیں پھر ان کو اپنی حیلے
دفع کی قوت نہیں کہ کسی تدبیر سے قید سے آزاد ہو جاویں اور بعض اوقات کنوئیں میں گر پڑتے
ہیں اور ان کو یہ نہیں معلوم کہ ہمیں گرنے سے مر جاویں گے اور بعض چیز جو پاتے ہیں کبھی ایسی چیز کو کھا لیتا
ہے اور اوس کو فی الحال مزہ دار معلوم ہوا اور آئندہ کو ضرر کرے تو کھاتے ہی بیمار ہو کر مر جاتا ہے کیونکہ اوس کے
اوپر صرف قوت کا ادراک ہے انجام کا سوچنا اوس کو حاصل نہیں اور انسان کو خداے تعالیٰ نے ایک
صفت سے ممتاز کیا جو سب سے اشرف و افضل ہے اور جسکو عقل کہتے ہیں اوس سے انسان کھانے کا
نفع اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہے غذا کا پکانا اور اوس کو جمع کرنا
اور اوس کے سامان مہیا کرنے یہ سب باتیں عقل سے ہوتی ہیں تو صرف غذا کے باب میں جو سبب
آدمی کی تندرستی کا ہے عقل اتنی نافع ہے حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنیٰ ہے اور اعلیٰ
حکمت سے بڑی حکمت عقل میں خداے تعالیٰ کی معرفت اور اوس کے افعال کا جاننا اور عالم میں
اوس کی حکمت کو جاننا ہے اس صورت میں فائدہ حواس کا اور کا اور ہو جاتا ہے یعنی حواس خمسہ
آدمی کے حق میں مثل جاسوسوں اور مخبروں کے ہو جاتے ہیں جو سلطنت کے اطراف میں
بادشاہوں کی طرف سے مقرر رہتے ہیں اور انہیں سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہوتا ہے
مثلاً آنکھ کو رنگوں کی خبر اور کان کو آوازوں کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقہ کو غذا کی
خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی نرمی اور چکنا ہموار ہی کی خبر متعین ہے باقی رہے اور
یہ جاسوس تمام ممالک میں سے خبریں لیکر حس مشترک کو حوالہ کرتے ہیں جو دماغ کے [illegible]
بیٹھی ہوتی ہے جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں کہ جو کچھ
اطراف سلطنت میں ہوتا ہے کاغذات یا اخبار آتے ہیں وہ انکو بجنسہٖ بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیتے
ہیں زیادہ اونکو اختیار نہیں فقط اتنے ہی واسطے ہیں کہ جوں کے توں اخبار کو کاغذات
سربمہر جمع کریں اور بحفاظت بادشاہ کے پاس پہنچا دیں مگر اونکے اندر کی حقیقت اونکو
کچھ نہیں معلوم ہوتی اسی طرح حس مشترک کا بھی کام ہے یہ سات حواس جمع ہو کے دل کے پاس جو بمنزلہ امیر
و بادشاہ کے ہے پہنچا دیتی ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو اون اخبارات کی تفتیش کرتا ہے

اور انہین چیزون سے اسرار ملکوت پر واقفیت ہو کر احکام عجیبہ نافذ کرتا ہے جنکا بیان کامل بیان
نہین ہوسکتا اور جس حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہے اوسکے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو
جنبش دیتا ہے کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اوسکو
پیش آتی رہتی ہین غرض کہ ادراک کی چیزون مین خداے تعالی کی نعمتون کا اسطرح انتظام ہے
اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہے اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے تو
دفتر کے دفتر بہ جاوین مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل سہل نہین
ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے حواس باطنی مثلاً اور ان حواس مین ایک حس بینائی ہے اور دیکھنے
کے لیے آنکھ ایک آلہ ہے اور اوسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات مختلف سے بنی ہوئی ہے
کہ بعضے اونمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اور ان پردون مین بعضے مکڑی کے
جالے ہین اور بعضے رحم کی جھلی کیطرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی
سفیدی کے مثل ہین اور بعض برف کے یا ننہ اور ان دسون طبقات مین سے ہر ایک کے
لیے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہے کہ اگر دس مین سے
ایک مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین فتور ہو جاوے تو بینائی مین ایسا فتور ہو جاتا ہے
کہ اطبا اور کحال سب اوسکے علاج سے عاجز ہو جاوین جب ایک حس مین یہ حال ہے تو قوت
شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے بلکہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے
جو حکمتین اور نعمتین آنکھ مین اور اوسکے طبقات مین رکھی ہین اوسکا بیان بہت کتابون مین
بھی نہین ہوسکتا حالانکہ سب کے سب بلکہ بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے پھر سارے بدن
اور اعضا مین جو باتین ہین وہ کسطرح بیان ہوسکتی ہین حاصل یہ کہ ادراکات کی پیدایش مین
جو خداے تعالی نے نعمتین رکھی ہین اونکے رموز یہ ہین جو بیان ہوے —

نکتہ دوم اون نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدایش مین خداے تعالی نے رکھی ہین
واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی جس سے کہ دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین
میل اور رغبت اوسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اوس طرف کو ہوتی ہے تو بینائی
بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ نافع
چیز بھی ہے مگر چونکہ رغبت اونکے دل مین نہین رہتی تو نہین کھاتے اونکی بینائی اس
باب مین بیکار ہے اسلیے انسان کو اسکی ضرورت ہوا کہ موافق چیز کیطرف رغبت ہو

جسکا نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہین تاکہ شہوت کی باعث
سے ہم طلب ہو اور کراہت کے سبب سے بچے پس اللہ تعالی نے اوسمین خواہش غذا پیدا کی کہ
اوسکو اوسپر مسلط کردیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کیطرف متوجہ ہوا اور غذا
کھا کر زندہ رہے اور اس بات مین حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہین پھر
بقدر ضرورت کے کھانے کے بعد اگر شہوت نہ ٹھہرا کرتی اور بہت زیادتی کی ہوتی تو آدمی
مرجاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالئے سب پی جاتی ہے یہانتک کہ بگڑ جاتا ہے اور اسکے واسطے
آدمی کی ضرورت سے جو باقی کا اندازہ مقرر کیا ہے اور حاجت کیوقت دلوایا ہے ورنہ روکی دلی
اس وقت کے دور کرنیکیلئے خدا تعالی نے آدمی مین نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھر جانے کے
بعد دل پھر جاتا ہے اور غذا ترک کرتا ہے اور جسطرح کہ انسان کیلئے کھانے کی شہوت پیدا ہوئی
کہ اوسکے باعث کھانا اور بدن سلامت رہے اسیطرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اوسکے باعث نسل
قائم رہے اور اگر ہم خدا تعالی کی صنعت بیان کرین کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدائش حیض کی
اور مرکب ہونا حیض کا منی اور خون حیض سے اور کیفیت پیدائش خصیتین کی اور رگون کی جو
پشت کی اور ہڈیون سے نکلتی ہین جنمین نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت کی منی کہ زرد سینہ کی
رگون سے اور کیفیت انکے ساتھون کی جنمین سے بعض مین جاکر نطفہ مرد ٹھہرتا ہے
اور بعض مین عورت کا اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی پہلے لوتھڑا اور بوٹی اور ہڈی اور گوشت اور
خون مین اور کیفیت اوسکے اجزا کی تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پانون اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی
بیان کیجائے تو ناظرین کو ابتدا سے پیدائش مین انواع و اقسام کے عجائب الٰہی دیکھکر
نہایت تعجب ہوگا نہ کہ شکر کرنا بلکہ بہی تعجب کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان
کرنی منظور ہین اسلئے طول کلام کو ترک کرکے اوسی پر اکتفا کرتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ خواہش
طعام انسان مین پیدا ہوئی اور صرف اسی کافی نہین اسلئے کہ اوسکے گرد چار طرف سے
مہلکات بھی تو لگے ہین پس اگر اوسمین غضب پیدا کیا جاتا جس سے کہ مخالف اور ناموافق کو
اپنے اوپر سے دفع کرسکے تو بیسیون آفات کا ہدف بنیگا اور جو غذا کہ اوسنے پیدا کرے گا
چھن جاوینگی کیونکہ ہر ایک اوسکا خواہشمند ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقابلہ بھی کوئی
مین ہو جسکا نام غضب ہے۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلئے کہ ان دونون کا فائدہ
و نقصان حال مین ہی ہے مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خدا تعالی نے

پہونچتی ہے کہ غذا ایک کہ جیسی چیز بشکل آش جو ہو جاتی ہے اور اس قابل ہوتی ہے کہ رگون کے
اندر جا سکے گو ابھی اس قابل نہین کہ غذائے بدن ہو اب معدے سے جگر تک چند رستے
نکلے ہین کہ خدا ہی تعالی نے بنائے ہین اور انہین رستون سے گزرتے ہین کہ غذا اونمین کو
ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہے جگر کا خمیر خون سے بنا ہے گویا کہ خون ہی ہے اور اوسمین بہت سی
باریک رگین ہین کہ اوسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہے اون
رگون کے ذریعے سے تمام جگر مین پھیل جاتی ہے یہان تک کہ جگر کی قوت اوسپر غالب
آکر خون کا رنگ کر دیتی ہے اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اوسکو ایک پختگی اور
ہو جاتی ہے اور وہان خون کی صورت ہو جاتی ہے جسکو لیاقت غذا ہے اعضا کی ہے پھر
حرارت جگر اسکو پکاتی ہے تو اس خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسے اور پکتی چیزون مین
نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہے جسکو خلط سوداوی کہتے ہین اور ایک
مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہوون تو اعضا کا
مزاج بگڑ جاوے اسلیے خدا تعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین
ایک گردن جگر تک لمبی کہ اوسکے اندر گھسی رہتی ہے بنائی پتے کا کام یہ ہے کہ فضلہ صفراوی کو
کھینچ لیتا ہے اور تلی سوداوی فضلہ کو جذب کرتی ہے اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف
رہجاتا ہے صرف اوسمین رقت اور رطوبت رہتی ہے اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون پتلی
رگون مین نجا سکے اور اعضا مین نہ چڑھ سکے اور زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے
کے لیے خداوند تعالی نے دو گردے پیدا کیے اور اونمین سے بھی ایک ایک گردن جگر تک
رکھدی اور عجیب حکمت یہ بھی کہ اونکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ اون رگون کے پاس رکھا
جو جگر کے اوپر کو نکلی ہوئی ہین اسمین حکمت یہ ہے کہ جو رطوبت خون اوس وقت جذب کرین جب
خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آئے کیونکہ اگر اس سے پہلے جذب کرین تو خون گاڑھا
ہو جاتا اور رگون سے نہ نکل سکتا غرض بہر حال جب خون مین سے رطوبت بھی جدا ہو جاتی ہے
تو تینون فضلون سے خون صاف ہو کر اون اشیا سے جو غذا کی منفعت مین پاک و شستہ ہو جاتا ہے
پھر الله تعالی نے جگر سے رگین نکالی ہین اونکی بہت سی اقسام کیے ہین اور ہر ایک قسم مین
بہت سے شعبے بنائے کہ تمام بدن مین سر سے پاؤن تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہین اور
وہ خون صاف اونمین کو ہو کر تمام اعضا مین پہونچتا ہے اور ان رگون کے شعبے بالون تک ہین

اوسنے کی ہیں اگر ان سب میں سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ
آدمی ہلاک ہو جائے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اول ان نعماء الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ ان کا
شکر کرسکے۔ آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بجز ایک ادنیٰ نعمت کھانے کے
اور کیا معلوم ہے اور اوس میں بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات گدہا بھی جانتا
کہ بھوک کا ہوا تو کھا لیا اور تھک گیا تو سو رہا اور شہوت ہوئی دفع شہوت کرلی اور آرام سے رہا تو
ناسپنے اور لات مارنے لگا جب آدمی اپنے نفس میں اسیقدر جانتا ہو جیتنا گدہا جانتا ہے تو اداے
شکر الٰہی اوس سے کسطرح ہو۔ یہ مقدار جو ہم نے مختصر طور پر اشارہ نعماء الٰہی کے بیان کی ایک
قطرہ بحر انعامی سے ہے اسی پر بھلا اون باتوں کو بھی قیاس کرلینا چاہیے جنکو طول کلام کے
خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہے اور نعمتوں میں سے جسقدر ہمنے بیان کی ہیں اور تمام خلائق کو
معلوم ہیں اگر اس مقدار کو اون نعمتوں کی نسبت کر دیکھیں جنکو لوگ نہیں جانتے تو سمندر سے
ایک قطرہ سے بھی کم نظر آویں مگر اتنی بات ہے کہ جو شخص انمیں سے کچھ جانتا ہے اوسکو شمہ
معنی اس آیت کا معلوم ہوجاتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پہر یہ دیکھنا چاہیے کہ
خدا تعالیٰ نے قیام ان اعضا کا اور اونکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے متعلق کر رکھا ہے
جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہے اور دل میں اوسکا قرارگاہ ہے وہاں سے تمام بدن میں بذریعہ
اچھلتی رگوں کے پھیلتا ہے اسطرح کہ جس جزو بدن میں پہنچتا ہے اوسکے پہونچتے ہی اوس
جزو میں قوت حس و ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں
جیسے چراغ کو گھر میں پھراو تو جس کونے میں جاویگا وہیں اوسکی روشنی سے بحکم خدا اور اوسکے
اختراع سے روشن ہو جاویگا کہ اوسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہے
اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا میں روح کہلاتا ہے اور اسکا محل دل ہے مثال مفروض میں
جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیے اور قلب مثل ظرف چراغ کے ہے اور خون سیاہ جو دل کے
اندر ہے وہ مثل بتی کے ہے اور غذا اوسکے لیے مثل روغن کے ہے اور حیات ظاہری
جو سب اعضا میں اوسکے باعث ہے اوسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر میں تصور کرنا چاہیے
اور جسطرح کہ چراغ روغن نہ رہنے سے گل ہو جاتا ہے اسیطرح چراغ روح بھی غذا نہ ملنے سے ٹھنڈا
ہو جاتا ہے اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہے اور تیل نہیں پیتی اور یا بوجہ کثرت
روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہے اسیطرح وہ خون جو دل میں ہے کبھی زیادتی حرارت دل سے

اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی تو پورا نہ کرسکو اونکو ۱۲

جل

جل جاتا ہے اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہے اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہیں کرتا
جس سے کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو اسی طرح نہیں پہنچتی جس سے شعلہ پیدا ہو اور جیسے
چراغ کبھی تو بسبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہے جیسا اوپر گذرا اور کبھی بسبب خارجی سے گل ہو جاتا ہے
مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب داخلی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہے اور
کبھی بسبب خارج مثل قتل وغیرہ کے باعث اوسکی فنا کا ہوتا ہے اور جیسے کہ گل کرنے باتی کو
بکہنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب
خداے تعالی کے علم میں مقدر اور مرتب ہیں اور یہ سب باتیں بموجب تقدیر الہی کے سرزد
ہوتی ہیں اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے ہو جب حکم خدا کے ہوتا ہے اور اسیطرح کہ
چراغ کا گل ہونا اوسکے وجود کی انتہا ہے تو یہی اوسکی مدت اور اجل کہلاتا ہے [illegible]
اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہونے ہی تمام گھر میں اندھیرا ہو جاتا
ایسے ہی روح کی رخصت ہوتے ہی بدن میں تاریکی ہو جاتی ہے یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے
پہونچتا تھا اور اوسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اوسکو میسر تھے
وہ کچھ نہیں رہتا۔ یہ بھی ایک مختصر خداے تعالی کی نعمتوں اور اوسکی عجائب صنعت و حکمت
کے اقسام میں سے ایک قسم کی طرف ہے اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہے کہ قُل لَّوْ كَانَ[1]
الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي پس جو شخص ایسے بھی
خداوند کریم کا منکر ہوا اور اوسکی نعمت کا ناشکر وہ خداے تعالی کی رحمت سے دور ہوا اور
اوسکے عذاب و لعنت میں مشہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اوسکی مثال
بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الرُّوحُ[2]
مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپ نے اسکی تعریف کیوں نہ فرمائی اور لوگوں کو
اسطرح کیوں نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے
کہ لفظ روح جو بہت سے معنوں میں مشترک بولا جاتا ہے اوسکے اشتراک پر دھیان نکیا جاوے
روح کے سب معنوں کو ہم نہیں ذکر کرتے یہاں جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہیں تو اون
سب معنوں میں سے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہیں
اور اونھوں نے اوسکی صفت اور وجود اور اعضا میں جاری ہونے کی کیفیت اور اوس سے
حس اور قوت اعضا میں آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی عضو بیہوش

[1] ف۔ ترجمہ: اگر دریا سیاہی ہو کر میرے رب کی باتیں لکھے تو دریا ختم ہو جاوے پیشتر اس سے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں ۱۲

[2] ح۔ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

ہو جاتا ہے تو جان لیتے ہیں کہ کوئی سدہ روح کے جانے کی جگہ میں پڑ گیا ہے اور تھیں
جگہ کا علاج نہیں کرتے بلکہ پٹھون کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہیں جہاں سدہ پڑ گیا ہو
اور علاج بھی ایسا کرتے ہیں جس سے سدہ کھل جاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کی باعث
پٹھون کے جال میں گھسکر اوسکے ذریعے سے دل میں سے تمام بدن میں پھیلتی ہے پس
یہ معنی روح کے جو اطبا نے لکھے ہیں یہ پہچاننے مشکل نہیں مگر وہ روح اعلی کہ جسکے فنا ہونے سے تمام
بدن فاسد ہو جاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الٰہی میں سے اور اوسکی تعریف بیان نہیں کی
اور نہ اوسکے بتلانے کی اجازت اوسکے لیے اتنا ہی کہہ سکتے ہیں جیسا خدا تعالیٰ نے
فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی روح امر ربانی ہے اور جتنے امور ربانی ہیں عقل کی
تاب اونکے وصف کی نہیں اکثر خلق کی عقل اونمیں حیران ہے اور وہم و خیال تو کسی طرح
اونکو دریافت نہیں کر سکتے اونمیں لیاقت ہی اونکے ادراک کی نہیں جیسے آنکھ سے
آواز کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ غرض کہ مبادی وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر
اسلیے کہ عقل کے پاؤں میں جوہر و عرض کی بیڑیاں پڑی ہیں وہ انھیں دو چیزوں میں آتی ہو
اس سے امور ربانی کسطرح دریافت ہوں ہاں اونکے دریافت کے لیے ایک اور نور
ہے جو عقل سے اعلی اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت میں چمکا کرتا ہے اوس
نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہے جو عقل کو بہ نسبت وہم و خیال کیطرف اور الله تعالیٰ نے
خلق کو اسطرح کا بنایا ہے جسطرح کہ لڑکا محسوسات سے معقولات کو نہیں جانتا
اسلیے کہ اونکے جاننے کے طور پر ابھی اوسکی عقل نہیں پہنچی اسیطرح بالغ بھی سوا معقولات کے
اور کچھ نہیں جانتا کیونکہ ماوراء معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اوسکو
حاصل نہیں ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہے وہاں سے نور ایمان و یقین کے
باعث بارگاہ حق سے قربت ہے یہ رتبہ ایسا نہیں کہ ہر کسیکو پایا جاوے بلکہ ایک کے بعد ایک کو
ملتا ہے ع این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند۔ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام
کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے جسکے شروع پر ایک آستانہ ہے اور وہ امر ربانی اوس
آستان کا پاسبان تو جو شخص اوس آستان تک نہ پہونچے اور نہ اوسکے پاسبان کو دیکھے اوسکا
میدان ہی میں پہونچنا محال ہے اوسکے بعد مشاہدات عالیہ تو کہاں دیکھ سکتا ہے
اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہیں کہ جسنے اپنے نفس کو نہیں پہچانا اوسنے خدا کو نہیں پہچانا

بھلا طبیعیوں کی کتابوں میں یہ بات کہاں اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کہاں بلکہ جن
معنی کو طبیب روح کہتے ہیں اوسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے
گیند کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر بادشاہ ڈنڈے سے گیند کو حرکت دے اور کوئی شخص گیند کو
دیکھکر خیال کرے کہ میں نے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اوسکی خام خیالی اور غلطی فاحش گنی جاویگی
اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کر کے جانے کہ میں نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی جسقدر غلطی
میں پڑا ہے اوس شخص اول کی نسبت اوسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور سوا اسکے کہ عقول انسانی کہ جنکے باعث
احکام ربانی معلوم ہوتے ہیں اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہیں ایسے نہیں ہیں جو امر ربانی کو
دیکھیں اسلیے خداے تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ دی کہ
اوسکا حال کہیں سے ارشاد فرماتے بلکہ اونکو فرمایا کہ لوگون سے اونکی عقل کے موجب
گفتگو کرو شعر با ہمہ فہم لا فتح سنی حیرنی   طعنہ لا زوال کفت ست کباب گو
اور اپنی کتاب مجید میں کہیں خداے تعالی نے اوسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اوسکی
نسبت اور فعل کا ذکر فرمایا یا ذات کو نہ کہکر اسکا نسبت تو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ
الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی اور اوسکا فعل ساتھ ہی ذکر فرمایا یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِی
اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی اسکے ...
بیان کی غرض کیطرف رجوع کرتے ہیں مقصود یہ ذکر تھا کہ الٰہی کا کھانا ہے اور آلات غذا کی ...
چوتھا نکتہ اون جہول کی قسمون کے بیان میں جسکے غذا پیدا ہو کر اس قابل ہوتی ہے
کہ آدمی اوسکو اپنے فعل سے درست کرے واضح ہو کہ غذائیں بہت ہیں اور مخلوقات خدا
میں عجائب لا تعد ولا تحصی اور سب اسباب بے شمار و بے انتہا ہیں اور ہر ایک غذا کی شرح
اور سب اسباب کا ذکر کرنا ضخامت طول چاہتا ہے اسلیے کہ کھانے کی قسمیں بہت ہیں دوائیں
ہیں یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے انتہا ہیں اوبان تک کوئی لکھے گا اسیلیے غذا
جو کہ اصل ہے اوسکو ہم اختیار کرتے ہیں اور منجملہ اوسکی اجناس کے دانہ گندم کو لیکر
باقی غلات اور حبوب کو چھوڑے دیتے ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس تھوڑا سا چند
دانے گیہوں کے ہیں اور اونکو کھالے تو وہ بھوکا ہوگا اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہے کہ دانہ
گندم میں یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجات انسانی کو بھی
کافی و وافی ہو اسلیے خداے تعالی نے دانہ گندم میں وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی

انسان کیطرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور درخت کی ہین فرق صرف حس و حرکت کا ہے
غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ رگون باطنی کے اپنے اندر غذا کو پہنچاتا ہے
جسطرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا اسکے جذب کرنیکے آلات اور اُنکا کلام طول
دینے سے ترک کیے دیتے ہین بلکہ اوسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح
آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذا سے خاص کا محتاج ہے اسیطرح
غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہین پاتا اسلیے اوسکی بھی غذا خاص ہے اسوجہ سے کہ اگر اوسکو
گھر مین رکھ چھوڑو تو نہین بڑھے گا کیونکہ اس صورت مین اوسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا
اوسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی مین ڈالدو تب بھی نہین بڑھیگا پس اوسکی غذا زمین
اور اگر زمین مین بو دو جسمین پانی نہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اوسکے لیے ایسی زمین چاہیے
جسمین پانی پہونچا ہو اور پانی مٹی مین ملکر گارا ہو گیا ہو اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا اور پھر پانی اور مٹی بھی
کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہون کو زمین سخت اور ٹھوس مین بو دو تو ہوا کے نہ پہونچنے سے
نہ جمیگا پس ضرور ہوا کہ اوسکو نرم اور پلپلی زمین مین بویا جاے جسمین ہوا کا گذر ہو سکے
پھر ہوا اپنے آپ نہین اندر جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اوسکو حرکت دیجاوے
اور آندھی اوس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ ہوا اوسکو زبردستی اندر چلی جاوے
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ کہ [illegible]
سے مراد یہی ہے کہ ہوا اور پانی اور زمین مین خلط ملط کر دیتی ہے۔ پھر یہ سب باتین کافی
نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہون اسلیے حاجت حرارت ربیع اور گرمی کی ہوئی
اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیے
اور انمین سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہین مثلاً پانی
کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤن اور چشمون اور نہرون اور نالیون سے کھیت مین جاوے
اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور اون سے نہرین
نکالین پھر قطعات زمین جو اونچے ہین اور اونمین پانی نہین پہونچ سکتا اونکے لیے
دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے اوس پر ہوائون کو مسلط کر دیا کہ خدا کے حکم سے تمام
روے زمین پر اونکو لیے پھرتی ہین حالانکہ بادل پانی مین بھرے ہوے بھاری ہوتے ہین

اب نگاہ کرے آدمی اپنے کھانے کو ہم نے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر ١٢

اور چلائین ہم نے ہوائین رس بھری

پھر دیکھو کہ زمین پر سبزہ اور خریف ہی کے دنون مین حاجت کے موافق برستے ہین اور
پہاڑون کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ اون مین سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی
نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہو جاوین اور زراعت اور مواشی تشنگی سے لقمۂ اجل ہون اور
پہاڑون اور ابر اور ہوا اور باران مین خدای تعالی کی اتنی نعمتین ہین کہ اونکا شمار نہین
ہو سکتا اور چونکہ پانی اور زمین دونون سرد ہین اونمین حرارت نہین ہو سکتی تھی اسلیے
خدای تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اوسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا
کہ جاڑے کے وقت جاڑا اور گرمی کے وقت گرمی ہوتی جیسی حاجت ہو اوسکے سبب
سردی اور گرمی ہوتی ہے اور یہ آفتاب کی پیدایش ایک حکمت ہے اور اوسمین حکمتین بیشمار
لا انتہا ہین پھر جب نباتات زمین سے اوگتا ہوتا ہے تو میوون مین ایک طرح کی سختی اور
خشکی ہوتی ہے اور میوون کو حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاوین اسلیے
خدای تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت دینا اوسکا خاصہ کر دیا جیسے کہ حرارت پہونچانا
آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میوون کی پختگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے اور
یہین لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستارون کی روشنی
نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ مین ہو تو خراب اور ناقص ہوجاتا
اور چاند کی رطوبت پہچانی اسطرح معلوم ہو سکتی ہے کہ رات کو چاند کی روشنی مین سر کھول کر
بیٹھو تو سر مین رطوبت زیادہ ہوجاویگی جسکو زکام کہتے ہین پس جیسے آدمی کے سر مین رطوبت
پہونچاتا ہے ویسے ہی میوون کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو ہمکو تمام
نہون کیا ضرور ہے صرف اسقدر کافی ہے کہ آسمان مین کوئی ستارہ ایسا نہین جسمین کوئی
فائدہ نہو جیسے آفتاب مین حرارت اور چاند مین رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارے مین حکمتین
اتنی زیادہ ہین کہ طاقت بشری اونکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو اونکا پیدا کرنا عبث
اور بیکار ہوا اور ان آیتون کے معنی درست نہون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اور وَمَا
خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ اسیطرح کہ آدمی کے بدن مین کوئی عضو بیفائدہ
نہین اسیطرح عالم کے جسم مین کوئی عضو خالی فائدہ سے نہین اور تمام عالم مثل ایک شخص کے ہے
اور اوسکے اجسام بمنزلہ اوسکے اعضا کے ہین جسطرح آدمی کے بدن مین ایک عضو دوسرے کو
مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام مین ایک دوسرے کو [illegible]

ای رب ہمارے تو نے یہ عبث نہین بنایا ۱۲

اور ہمنے نہین بنایا آسمان اور زمین اور جو اونکے بیچ مین ہے کھیل کو ۱۲

اور پھر موچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اوسمین تامل نکرے اور اسرار
سماوی کے سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ
اتنی بات تو بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکور سے فقط ظاہری رنگ و روشنی پر
اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نسوچے وہ ایسا ہی ہے کہ موچھون پر تاؤ دیلیا مگر خاک
نہین سمجھا۔ خداوند تعالی کے عجائب آسمانون کے ملکوت مین اور آفاق و نفوس و حیوانات
و نباتات مین بہت سے ہین اونکے طالب وہی لوگ ہوتے ہین جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہین
اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ اوسکی تصنیفات کا
طالب ہوتا ہے تاکہ اوسکی تصنیفات سے اوسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہو اور یہ امر
باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب صنع الٰہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اوسکی تصنیف ہے
بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اوسکی تصنیف ہے کہ بذریعہ اپنے بندون کے دلون کے بنائی ہے
پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اوسکے مصنف پر تعجب نکرنا چاہیے
بلکہ اوس ذات پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا
اور اپنے انعام و کرم سے اوسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام کو پہونچا دیا جیسے
کبھی کٹھپتلیون کو دیکھین کہ ناچتی ہین اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہین تو اون
کٹھپتلیون پر تعجب کرنا چاہیے وہ تو کپڑے کی گڑیان ہین کہ اپنے آپ نہین ہلتین بلکہ تعجب
بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو اونمین پتلے پتلے تار جو آنکھ سے بھی نہین سوجھتے باندھکر
ہلا رہا ہے۔ اسیطرح صحبان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اوسمین تامل کرتے ہین
مطلب یہ کہ نبات کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہے
اور ان اجرام کے لیے آسمان ہین جنمین کہ یہ گڑے ہوے ہین اور افلاک کے لیے حرکتین ہین
اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہے جو اونکو حرکت دیتے ہین اور اسیطرح
ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے

پانچوان نکتہ اون اسباب کی نعمتون مین جنسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے
مخفی نرہے کہ سب غذائین ہر جگہ نہین ملتین بلکہ اونکے لیے کچھ خاص شرطین ہین کہ بعض
جگہون مین جہان وہ شرطین پائی جاتی ہین وہان وہ غذا بھی ملتی ہے نہین تو نہین اور
آدمی تمام روے زمین پر پھیلے ہوے ہین کہ بعضون سے غذا دور پڑگئی اور اونکو اونتک

بڑا انعام و احسان ہے کہ اوسنے سب کچھ اپنے کرم سے بتلادیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر میں کپڑا بُننے والا نہیں ہے یا لوہار یا حجام یا جولاہہ یا کوئی اور ادنٰی پیشہ ور نہیں ہے تو لوگوں کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی ابتری کاروبار میں پڑے خدا کی شان ہے کہ اوسنے بعض بندوں کو بعض کا مسخر کر رکھا ہے تاکہ اوسکی مشیت پوری ہو اور حکمت کامل۔ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہین اس نظر سے کہ مقصود نعمتوں پر تنبیہ کرنی ہے نہ اونکو نام بنام لکھنا۔

ساتوین قسم خدا کے درست کرنے والوں کی اصلاح کی نعمت ہین۔ واضح ہو کہ یہ پیشہ ور جو اصلاح غذا کرتے ہین اگر اونکی رائین مختلف ہوتین اور طبیعتین وحشیوں کی سی نفرت والی ہوتی تو ایک دوسرے سے علحدہ ہوکر دور رہتے اور کوئی کسی سے منتفع نہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ مین نہین رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہوتے ہین ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے کسطرح اونکے دلون مین الفت و انس و محبت پیدا کی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ پس الفت و محبت کا دلنشین ہونا اوسیکا کام ہے الفت اور ارواح کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا اور اونکو آرائشون سے مزین کیا بازار اور دکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے

اگر تو خرچ کرتا جو کچھ ملک مین ہے سارا تو نہ الفت ڈالتا اونکے دلین لیکن اللہ نے الفت ڈالی اونمین ۱۲

پھر چونکہ انسان کی سرشت مین غصہ و حسد اور حرص داخل ہی ہے اس جہت سے یہ محبت باقی بھی رہتی ہے اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہان آپس کی تنفیض و نفرت بلکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالی نے کیسے اونپر سلاطین کو مسلط کر دیا اور قوت اور سامان سے اونکی اعانت کی اور اونکا رعب رعایا کے دلون مین ڈالا یا کہ جبراً قہراً فرمانبرداری کرتے ہین خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین پر بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ اونکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کردیا یہانتک کہ اونھونے شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور اونکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسیلیے اونھون نے ہر ایک شہر مین تحصیلدار و قاضی اور کوتوال اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عدل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت سب پر ضروری کردی یہانتک کہ لوہار مثلاً قصاب و نان پز اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہے جیسے اون سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور پھر ایک

چاہئے مذکور ہو چکا کہ فرشتون کی پیدایش مین خداے تعالی نے بڑی قدرت رکھی ہے کہ اون فرشتے
انبیاء علیہم السلام کی جو اصلاح فرماتے ہین اور ہدایت اور حق کا پہونچانا اونپر اونکے ذریعہ
ہوتا ہے مگر اوسے یہ تم جاننا چاہئے کہ فرشتون کے افعال مین تفاوت مقرر ہین بلکہ فرشتون کے
طبقات باعتبار کثرت اور ترتیب مراتب کے بہت بڑے ہین مختصر یہ کہ اول ملائکہ زمین کے
دوم آسمان کے سوم عرش کے اور تمام ان طبقات مین سے اونکو دیکھنا چاہئے
جنکو خداے تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کیا ہے اور وہان سے کچھ غرض مین ہے فرشتے
ہدایت و ارشاد وغیرہ متعلق ہے پس مخفی نہ رہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے
جسم کا غذا نہین پاتا جب تک کہ سات فرشتے جو اقل مرتبہ ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ
موکل نہون توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام
ہو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہوکر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہے اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے
تو غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت و اختیار
نہین ہے اپنے آپ حرکت کر سکین نہ اپنے آپ تغیر پا سکین اور مجرد طبیعت اس بات کو کافی
نہین کہ کبھی کوئی چیز ملجاوے کبھی کوئی جسطرح گیہون کہ خود بخود نہ آٹا بنتا ہے نہ گندھا جاتا ہے
نہ روٹی ہوتا ہے جب تک کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہے
نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ پٹھا ہوتا ہے جب تک کہ کوئی بنانے والا ظاہر اور باطن مین بناوے اور وہ
فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے تمہین اپنی ظاہر باطن
دونون مین عنایت کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہئے پس ہم کہتے ہین
کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہئے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہونچاوے اسلیے کہ غذا تو خود
حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان سے نکلنے نہ دے اونکے پاس ٹھہرا رکھے
اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اوسکو گوشت خواہ ہڈی
یا رگ کی صورت بناوے اور پانچوان وہ جو زیادتی باقی رہجاوے اوسکو دفع کرے اور چھٹا
وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملاوے یعنی جس جزو غذا مین صفت گوشت کی آئی ہے
اوسکو گوشت مین ملادے اور جسمین ہڈی کی ہے اوسکو ہڈی مین ملاوے تاکہ علیحدہ نرہجاوے
اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہے اوسکی گولائی
نجاتی رہے اور جو چوڑی ہے اوسکی چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے

کبھی تو بہت سے افعال کیے جاتے ہیں اول بیج بوتے ہیں پھر آٹا چھانا جاتا ہے پھر پانی ڈالا
جاتا ہے پھر گوندھا جاتا ہے پھر پیڑے بنائے جاتے ہیں پھر روٹی بنائی جاتی ہے پھر تو سے یا تنور میں
پکائی جاتی ہے مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتیں کر لیتا ہے اسیطرح اعمال باطنی انسان کے
اعمال ظاہری کیطرح کیوں نہ ہوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کی پیدایش آدمی کی پیدایش
کی مثل نہیں ہے جو فرشتہ ہے اوسکی صفت بھی ایک ہی ہے اوسمیں کسیطرح کا خلط یا ترکیب نہیں
ہے یہ بات ہے تو ایک فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ یعنی کوئی ہم میں ایسا نہیں جس کا ایک درجہ نہ ہو اسی سے فرشتے
دنیا میں ایک ہی کام پر ہیں جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی جگہ نہیں
کر سکتی اور ادراک حواس میں وہ سب ہیں فرق ہے کہ وہ ایک دوسرے کا کام نہیں کرتے
اور ایسے ہی حواس خمسہ کا حال اور عضو کا سا نہیں کہ بعض اوقات آدمی پاؤں سے کام لیتا ہے
گرفت کر لیتا ہے جو ہاتھ کا کام ہے اگرچہ اسکی گرفت ضعیف ہوتی ہے مگر ہاتھ کا شریک ہو
سکتا ہے اور ایسا ہی دوسرا آدمی کو حکم دیتا ہے اور جو کام ہاتھ کا ہے وہ سر سے بھی لیتا ہے
اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہے کہ ایک ہی آدمی بہت کام کر لیتا ہے۔ اور یہ بات
انسان میں ایک طرح کی برائی اور بیان عدل کی ہے اور یہ آنکھ ہی ہے کہ انسان کے صفات
اور ارادات میں اختلاف ہے ایک ہی وقت نہیں رکھتا اسی جہت سے ایک ہی فعل کا پابند
بھی نہیں اور نہیں جانتا ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کبھی خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی نافرمانی
کرتا ہے کیونکہ اسکی صفات و ارادات میں اختلاف ہے اور یہ بات فرشتوں کی ذات میں
نا ممکن ہے اونکی سرشت طاعت ہی پر ہے اونکو معصیت کی مجال نہیں تو بالضرور اونکا بھی حال
جو خدا وند کریم ارشاد فرماتا ہے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ جو اون میں رکوع کرنے والا ہے وہ ہمیشہ رکوع ہی کر رہا ہے اور جو سجدہ کرنے والا
وہ ہمیشہ سجدے ہی میں ہے جو کھڑا ہے وہ ہمیشہ کھڑا ہے کچھ اختلاف اونکے افعال میں نہیں
نہ کسیطرح کا قصور بجا آوری امور میں اور ہر ایک کیلیے ایک مقام اور رتبہ ہے کہ اوس سے تجاوز
نہیں کرتا۔ اونکا طاعت بجا لانا اسطرح کہ اوسمیں مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہے جیسے
آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہیں اور مخالفت کی مجال متصور نہیں مثلاً جب
آدمی پلکیں کھولنی چاہتا ہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو اونکو تردد کھلنے میں نہوگا نہ یہ ہوگا کہ

کہ کبھی کھلے رہیں یا اطاعت کریں اور کبھی کہنا نہ مانیں بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کے ہیں
کہ اشارے کے ساتھ ہی کھل جاتی ہیں اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہیں پس یہ
تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے ہونے میں ہو سکتی ہے مگر من وجہ درست نہیں وہ یہ ہے کہ
پلکوں کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے اور بجا آوری حکم انسان کا نہیں اور فرشتے زندہ ہیں
جو کرتے ہیں اوسکو جانتے ہیں اسوجہ سے تشبیہ اونکی اعضا سے ناتمام ہے حاصل اس سب
بیان کا یہ ہے کہ زمین اور آسمان کے فرشتوں میں جو خدا تعالیٰ نے انسان پر صرف کھانے کی
بارے میں نعمت رکھی ہے اوسکا بیان یہاں تک ہوا اور حرکات و حاجات کا ذکر نہیں کیونکہ
اونکے بیان کو طول چاہیے پس فرشتوں کی نعمت ایک وجہ جداگانہ سے نعمت کے درجات
میں ہے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہے اونکا افراد کا تو کیا ذکر ہے
پس ثابت ہوا کہ انسان پر خدا ہی تعالیٰ نے نعمت ظاہری اور باطنی دونوں پوری کی ہیں
اور پھر فرمایا وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ تو باطن کے گناہ کا چھوڑنا جسکو لوگ نہیں جانتے
یعنی حسد اور بدگمانی اور لوگوں کی بدی دل میں رکھنی وغیرہ گناہان قلبی سے [illegible] یا باطنی
نعمتوں کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہوں کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا اگر کوئی [illegible]
اگر تھوڑی سی خدا ہی تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگر پلک جھپکنے ہی میں ہو مثلا آنکھ کا [illegible]
جہاں بند کرنا واجب ہے تو ایسا شخص سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جو آسمان و زمین اور اونکے
درمیان میں ہیں منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے یہاں تک کہ فرشتے اور آسمان
اور زمین اور حیوانات و نباتات سب کے سب ہر بندے کے حق میں نعمتیں ہیں کہ اوسکا نفع
اوسے پورا پہونچتا ہے گو غیروں کا بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور میں پلک جھپکنے میں خدا تعالیٰ
کی دو نعمتیں خود پلک میں ہیں اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات پیدا کیے ہیں اور اونمیں اوتار
اور رباطات ہیں جو دماغ کے پٹھوں میں ملے ہیں جنکے ذریعے سے اوپر کی پلک نیچے کو ڈھلتی ہے
اور نیچے کی اوپر کو اوٹھتی ہے اور ہر پلک میں سیاہ بال ہیں اور اونکے سیاہ ہونے میں یہ
نعمت ہے کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھیں سفید چیز روشنی کو متفرق کرتی ہے اور سیاہ مجتمع
رکھتی ہے اور اونکو ایک صف میں جوڑ رکھا ہے اسمیں یہ نعمت ہے کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے
اندر نہ جا سکیں اور جو تنکے ہوا میں اوڑتے ہیں وہ آنکھ میں نہ پڑیں بالوں میں اٹک رہیں
اور خدا ہی تعالیٰ کی نعمتیں ہر ہر بال میں دو ہیں کہ جڑ بالوں کی نرم بنائی اور باوجود جڑ کی نرمی

کرتی ہے اور فرشتے نافرمانوں کو لعنت کرتے ہیں اسیطرح بہت سی روایتیں اس باب میں
ہیں کہ اون سب کا لکھنا دشوار ہے اور اون روایات سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص
ایک دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا
اور اگر اوسی ہی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالیگا
اور نیکی کرنے کی صورت میں سب چیزیں لعنت کی عوض اوسکے لیے طلب مغفرت کرینگی
تو کیا عجب ہے کہ خداے تعالی اوسکی توبہ قبول فرماکر اوسکی خطا سے درگذر فرماوے اور
اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ آدمیوں میں سے میرے بندہ کے
ساتھ جو دو فرشتے ہیں جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ الہی اسکو نعمت پر نعمت
زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہے تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین میں ہو جا کیونکہ
اونکو اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ میں خود اونکے شکر کا شکر گذار ہوتا ہوں اور
میرے فرشتے اونکے لیے دعا مانگتے اور تمام جگہیں اونکے لیے گشتی ہیں اور آثار اونکے
روتے ہیں ۔ اور اسیطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے میں بہت سی نعمتیں ہیں اسیطرح یہ جان لو
کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتا جاتا ہے اوس میں بھی دو نعمتیں ہیں یعنی سانس کے اوپر آنے سے
دھوان جلا ہوا دل میں سے نکل جاتا ہے اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہو جاوے اور سانس
نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہنچتی ہے کہ اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے
اسیطرح کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب جاویگی تو حرارت کے باعث دل تباہ و
ہلاک ہو جاویگا ۔ اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں
اور ہر گھنٹہ میں قریب ہزار سانس کے ہوتے ہیں اور ہر سانس میں دس سیکنڈ کے قریب
ہوتے ہیں اس حساب سے ہر لحظہ میں آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزارہا نعمتیں ہوتی ہیں
بلکہ ہر چیز عالم میں ہزاروں لاکھوں کروروں نعمتیں ہر لحظے میں ہوتی ہیں بھلا کہیں ان
نعمتوں کا شمار ہو سکتا ہے اور جب حضرت موسی علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی
کھلی وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا تو اونھوں نے عرض کیا کہ الہی میں تیرا شکر کیسے کروں
ہر ایک بال میں میرے جسم کے تیری دو نعمتیں موجود ہیں کہ اوسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور
اوسکا سر اونچا بنایا ۔ اور اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خداے تعالی کی
نعمت کو سواے اپنے کھانے اور پینے کے نجانے تو اوسکا علم کم ہے اور اوسکو [illegible]

آتی ہے تو اوسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہے مگر چونکہ نعمت الٰہی سب پر عام ہے اور ہر حال میں
ہر ایک پر مبذول تو اوسکو جاہل آدمی نعمت نہیں جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زدوکوب ہو یہانتک کہ اگر ایک گھڑی اوسکی مار پیٹ
موقوف کیجاوے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کر دیجاوے تو اکڑنے لگے اور
شکرگذاری ترک کرے۔ لوگون کا یہ حال ہو رہا ہے کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہیں جس چیز
کچھ خصوصا اونکا ہو جاتا ہے خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اوسکے سوا اور تمام نعمتون کو بھول
جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بدن میں کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ روایت ہے کہ بعض فقراء کی
کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اوسکے باعث اپنا شدت سے غمگین ہونا بیان کیا
اونھون نے فرمایا کہ تمہین یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درم لو اوسنے انکار کیا
پھر اونھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہو جاؤ اوسنے عرض کیا
کہ نہیں اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اوسنے
کہا کہ نہیں اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اوسنے
کہا نہیں اونھون نے فرمایا کہ تمہین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کہ باوجودیکہ
پچاس ہزار درم کی مالیت اوسنے تمکو دی ہے پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہے کہ کوئی قاری
مفلسی کے باعث نہایت تنگدل و مضطر ہوا خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ
تم چاہو تو ہزار دینار لے لو پھر سورہ انعام تمکو بھلا دینگے اوسنے کہا کہ یہ مجھے منظور نہیں پھر
منادی غیب نے کہا سورہ ہود کو بھلا دین اوسنے کہا نہیں کہا سورہ یوسف کو کہا نہیں اسیطرح دس
سورتون کے نام لیے اور سب پر انکار کرتا گیا تب اوسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی
چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے صبح کو اوسکا افلاس جاتا رہا اور حضرت ابن السماک رحمہ کسی
خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اوسنے عرض کیا کہ مجھکو
کچھ نصیحت کیجیے آپنے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا تمکو تمہارے تمام نقدی کے عوض
ملتا نہیں تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہیں اوسنے عرض کیا کہ
بیشک سب نقدی دیڈالتا پھر آپنے فرمایا کہ اگر اسکی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تب بھی
دیتے اوسنے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر کچھ خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ
پانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر پیاس کیوقت ایک گھونٹ پانی ملنے میں

ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہے ۔ اور چونکہ طبیعتین اسی بات کی طرف مائل ہین کہ
نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہین نہ عام کو اوسواسطے ابتک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہے
اسلیے کچھ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ
اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی پائے جو اسی مین خاص
ہون سب لوگ اوسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے سے شریک ہون یا کوئی بھی شریک
نہو اور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہے اول عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود
اس مثل مشہور سے واضح ہے کہ ہر کسی را عقل خود بکمال شاید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین
جو اپنی عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور یہی وجہ ہے خدای تعالی سے
عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اوسکے لیے دعا نہین کرتا ۔ اور یہ بات بھی شرف عقل کی دلیل ہے
کہ جو اوس سے خالی ہے وہ بھی اوس سے خوش ہے اور جو اوس سے متصف ہے وہ بھی
پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہے تو واقع مین
اگر ویسا ہی ہے تو اوسپر شکر اس نعمت کا واجب ہے اور اگر ایسا نہین صرف اوسکا اعتقاد
عقیل تر ہونے کا ہے جب بھی شکر واجب ہے کہ اوسکے حق مین تو نعمت موجود ہے جیسے کوئی
شخص زمین مین خزانہ گاڑے اور اوسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اوس خزانہ کو
کوئی نکال لیجاوے اور اوسکو معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اوسکی باقی رہیگی
اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اوسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہے ۔ اور خلق کا حال یہ ہے کہ
کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھ عیب یا پسند نکرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے
برے سمجھتا ہو اور دوسرے کی مذمت اسلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اون اخلاق سے بری
جانتا ہے تو جب دوسرے کی برائی مین مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا شکر کیا کرے کہ میری
عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا ۔ اور علم کا حال یہ ہے کہ کوئی بشر ایسا
نہین جو اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اوسیمین ہون اور
اگر اون پر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت ہو جاوے اور اگر سب لوگ اوسکی دلی
باتون پر واقف ہو جاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے
کہ اوسمین کوئی بندہ خدا اوسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدای تعالی
کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہین ہوتا کہ اللہ تعالی نے اوسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور

لوگوں کی نظروں میں سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور یہی بات کہ علم سوا اوسکے اور
کسیکو نہ ہو یہ تینوں نعمتیں خاص ایسی ہیں جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہے خواہ سب باتوں میں
یا بعض میں اب ہم اس طبقے سے اوتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہیں جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہو
اور کہتے ہیں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جسکو خداے تعالی نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات
یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب و عزیز یا جاہ و عزت یا دوسری محبوب چیزوں میں
سے ایسے امور نہ دیے ہوں کہ اگر بالفرض اوس سے وہ چھین جاویں اور جو دوسروں کو دیا گیا ہو
وہ اوسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خداے تعالی نے بینا اور بنایا کافر نہیں بنایا
یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا کیا نہ مریض
اور بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ اونکی کچھ ہوں لیکن اگر اونکے مقابل سے
بدل جاویں تو ہرگز کوئی راضی نہوگا بلکہ بندے کے لیے اوس کو ایسی خاص نعمتیں ہیں کہ اونکو
آدمیوں کے احوال سے کبھی نہیں بدلنا اور یہ دو طرح کے ہوتے ہیں یا تو ایسے کہ کسیکا حال
بدلنا منظور نہیں ہے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور ہوتا ہے پھر جب اپنا حال دوسرے کے
حال سے نہیں بدلتا تو معلوم ہوا کہ اوسکا حال بہ نسبت غیروں کے بہتر ہے اور جب یہ حال ہے کہ
کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے فی الجملہ بدلنے پر راضی نہیں یا کسی خاص بات میں بدلنا
نہیں چاہتا تو ضرور ہوا کہ خداے تعالی کی اوس پر ایسی نعمت ہے جو اوسکے سوا اور
بندوں پر نہیں اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہیں
تو جنکے احوال سے بدلنا چاہتا ہے اونکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ
بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ
جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اون لوگوں کی نسبت جو اس سے بہتر ہیں
پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی خداے تعالی کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے
بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نکرے یعنے
اگر کوئی خطا اوس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطاوار بہت ہیں اگر
مجھسے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات میں ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہو دنیا میں
ایسا کیوں نہیں کرتا کہ جب اپنے پاس مال کم ہو تو کچھ مضائقہ نہیں سمجھے لوگ اوس سے ہیں
حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین میں اوس سے بہتر ہو اور اوسکا حال دنیا میں اکثر سے بہتر

تو اوسکو شاکر کہینگے نہ صابر ہوگا اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو شخص دنیا مین اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کی باتون مین اپنے آپسے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ
اوسکو صابر اور شاکر لکھتا ہے اور جو شخص دنیا کی باتون مین اپنے آپسے زیادہ کو دیکھے اور دین کی
باتون مین اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالیٰ اوسکو نہ صابر لکھتا ہے نہ شاکر اس سے معلوم ہوا کہ جو
شخص اپنے حال کو بنظر عبرت دیکھے اور جو اوصاف کہ خدا تعالیٰ نے اوسکے لیے خاص کیے ہین
اونکی تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتین اپنے نفس پر معلوم کریگا خصوصاً جس شخص کو
کہ حدیث اور ایمان اور علم قرآن اور فراغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ حاصل ہوگی ہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَن لَم یَستَغنِ بِآیاتِ اللہِ فَلَا اَغنَاہُ اللہُ
اسمین اشارہ نعمت علم کا ہے اور فرمایا اَلقُرآنُ ھُوَ الغِنَی الَّذِی لَا غِنیٰ بَعدَہُ وَلَا فَقرَ مَعَہُ
اور فرمایا مَن آتَاہُ اللہُ القُرآنَ فَظَنَّ اَنَّ اَحَدًا اَغنیٰ مِنہُ فَقَد استَہزَأَ بِآیَاتِ اللہِ
اور فرمایا لَیسَ مِنَّا مَن لَم یَتَغَنَّ بِالقُرآنِ اور فرمایا کَفیٰ بِالیَقِینِ غِنیً اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ بعض کتب آسمانی مین مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مین کسی بندے کو تین
باتون سے بہرہ ور کردون تو اوسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہے اول کسی سلطان کی
اوسکو حاجت نہو دوم کسی طبیب کی سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہے
جبکہ حاصل ہوئین تجھے نعمت امن اور غذا رنج کیسا کرو تو رنج سہانے کا بھی
اور ان معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پر ارشاد فرمایا
کہ مَن اَصبَحَ آمِنًا فِی سِربِہِ مُعَافیً فِی بَدَنِہِ عِندَہُ قُوتُ یَومِہِ فَکَاَنَّمَا حِیزَت لَہُ الدُّنیَا بِحَذَافِیرِہَا
اور اگر لوگون کے حال کو سوچو تو دیکھو گے کہ ان تینون باتون کے سوا اور ہی شکوہ
کرتے ہونگے حالانکہ وہ امور اونکے اوپر وبال ہین اور ان تینون باتون کا شکر نکرتے ہونگے
اور نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہین جسکے باعث نعمت دائم اور ملک باقی تک پہونچینگے
اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سوائے نعمت معرفت ویقین اور ایمان کے
اور کسی چیز پر خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہین کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے
بادشاہون کا مال ملکر پورب سے پچھم تک اور اتباع اور انصار اونکو دیے دیا جاوے اور اونسے
کہا جاوے کہ یہ سب مال ودولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے مین بلکہ علم کی عشر عشیر کے عوض مین
لے لو تو وہ کبھی نہ لیوین اسلیے کہ اونکو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت مین قرب الٰہی تک پہونچاویگی

ترمذی بروایت عبد اللہ بن عمرو اور کہا ہے کہ غریب ہے اور ایک راوی ضعیف ہے ۱۲

جو شخص خدا تعالیٰ کی آیتون سے غنا نچاہے اوسکو خدا تعالیٰ غنا نصیب نکرے ۱۲ حدیث ان لفظون سے مجھے نہین ملی ۱۲

قرآن وہ تونگری ہے جسکے بعد کوئی تونگری نہین اور اوسکے ہوتے کوئی مفلسی نہین طبرانی روایت انس ضعیف ۱۲

بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تمکو آخرت مین تمہاری توقع کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان
لذات دنیاوی کو اور خفیف لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین پاتے ہو
تب بھی وہ مالک مال کو لذات علمی کے عوض ان اختیار نکرینگے ہوا سطے کہ اونکو معلوم ہے کہ
لذت علم دائمی ہے کبھی منقطع نہوگی اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اوسمین
کوئی حسد کریگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہے کسیطرح کی کدورت اوسمین نہین اور دنیا کی
لذات سب ناقص اور مکدر ہین اور تشویش مین ڈالنیوالی ہین نہ انکی توقع ختم ہونے کے ہم پلہ ہو
نہ لذت ساری رنج کے نہ خوشی مقابل غم کے اب تک ایسی ہی ہی اور آیندہ کو بھی ایسی ہی
رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقلین اونکے جال مین پھنس جاوین
اور دم مین آجاوین جب وہ اونکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین اونسے
انکار کرتی ہین اور پاس نہین پھٹکتی جیسے کوئی خود بیرون ہو سب بنا کر بیٹھی اپنے آپکو کسی جوان
رعنا مالدار کیلیے بنا ٹھنے اور جب وہ اوسپر دو چار ہوکر دل سے فریفتہ اور شیدا ہو
تو پھر اوس سے پہلو بچا جاوے اور اوسکے ہاتھ نہ آوے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص عمر بھر اوسکے عشق مین
رنج و مصیبت اور درد و حسرت سہیگا اور کہتا پھریگا دنیا بڑی بیوفائی و بے مہری ہی ہے بار بار خوشی و آرام کا
اور مصیبت اوسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کام فرما کر
آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام عمر بچا رہتا یہی حال دنیا کے عاشقین
ارباب دنیا کا ہے۔ اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین اونکو اوسپر
صبر کرنے سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو امیروں کو بھی ہوتی ہے جو اوسپر متوجہ ہین کہ کہین دولت کا
دکھ کہین تحصیل کا رنج کہین چورون کا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اگر دنیا کے
تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیا دارون کے
کہ یہان کا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اوسکی طرف متوجہ نہین اونکو اپنے
نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ
كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ خلاصہ تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو شکر مسدود ہوا تو اسی جہت سے
ہوا کہ اونکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص و عام سے واقفیت نہوئی۔ اب علاج غافل دلونکا
لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین پس ہم کہتے ہین
کہ جو دل فرانا اور ہوشیار ہین اونکا علاج تو یہ ہے کہ جو قسمین ہمنے عام نعمتون کی اشارۃً

فتدبر
اور مصیبت بار دار دنیا کو
کرنے سے اگرچہ تکلیف
ہوتی ہو تو وہ بھی ذرا کم
یہ ان جیسے کم ہو اور نکی
اللہ سے امید ہے
اونکو نہین ۱۲

بیان کرین اور ان کا حال کہ یہ سب وجود لطف الٰہی ہے ... کوئی نعمت خاص اور ...
... کہ بعد اوسکو نعمت جانا ... علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے
کمتر کو دیکھا کرین اور ... بعض صوفی کیا کرتے تھے اوسکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانے
اور گورستان اور ایسی جگہون پر جہان مجرمون کو سزائین دی جایا کرتی تھی شفاخانون مین اس لیے
جاتے تھے کہ بیمارون کو انواع و اقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان
کرین اور دلکو یہ لوگون کے درمیان دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونے کا ہوجاوے اور شکر نعمت
بجا لاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ اونکو باعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے
عذاب دیے جاتے تھے کوئی جلاد سے مارا جاتا تھا کسیکا ہاتھ کٹتا تھا کسیکا پاؤن تو اونکو
دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اوسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور اون سزاؤن کی نوبت نہ آنے دی
اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ اون کو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مردون کو سب سے زیادہ
محبوب یہ ہے کہ دنیا مین دوبارہ آوین گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع چاہتا
کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا
روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا
تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجھکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات
امور مباحات مین کھو دیے اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے
اور تصور مذکورہ بالا بھی کرے تو جانے کہ جس بات کیواسطے یہ لوگ آرزو کرتے ہین کی آرزو مین
وہ مجھکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کرسکتا ہون باقی ایام
حیات کو اسمین صرف کرون کہ بھلا اتنے ہی دنون خدای تعالی کی نعمت کو جانون بلکہ
ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اوسکا شکر بھی
کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت
کیواسطے توشہ لینے کیواسطے زندگی دی گئی ہے اوسمین صرف کرے یہی علاج ان غافلون کا ہے
اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتون سے واقف ہوکر اوسکا شکر کرین
حضرت ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت
نعماء الٰہی پختہ ہوجاوے اونھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین
ایک طوق ڈال کر اسمین لیٹتے اور کہتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا پھر کھڑے ہوجاتے

اور گفتگو کرنی ہیچ تیر اسوال پورا ہوا تو اوسوقت سے پہلے کچھ کریگا جسوقت درخواست
رجوع کرنے کی کریگا اور واپس کھیجا جاویگا اور جو دل شکایت سے دور رہتے ہین یا او نکا علاج بھی اوکو
کہ اس بات کو بیان کین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ
نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا
کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جا کر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتین
وحشی ہین اونکو شکر سے قید کرو اور مضمون حدیث ہین ہے کہ جب کسی بندے پر خداے تعالی کی نعمت
زیادہ ہوتی ہے تو اوسکی طرف لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین پس اگر وہ اونسے سستی
برتتا ہے تو اوس نعمت کے کھونے کا در پے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

تیسرا رکن باب صبر و شکر کا اونکے اشتمال کے بیان مین جنہین صبر و شکر شریک ہین
اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین

اول بیان ایک چیز پر صبر او شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین

شاید کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز مین خداے تعالی کی
نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی نہو
اور جب مصیبت نہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اوسپر شکر کیسے ہوگا اور
یہ جو بعض مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر
شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اوسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ
مصیبت پر صبر کرنے مین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک
دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تمنے بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہے سب مین
بندون پر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح نعمت موجود ہے اوسیطرح
مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگے تو بلا کے وجود کا بھی قائل
ہونا پڑیگا اسلیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا نہونا نعمت کہلاتا ہے
اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے
کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک بطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت
قرب الہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان کی

معاصی و بدکار ہوں دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے
مال کہ اوس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اوس سے فساد بھی
دین میں ہو سکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق
دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اوسکی مثال آخرت میں خدا سے کچھ مدت تک بندہ کو
دور رہنا ہے اور دنیا میں کفر اور معصیت اور بد خلقی ہے کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت ہی ہے
اور بلائے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف
دنیا میں ہوں اور دین میں نہوں وہ سب مقید ہیں اور نعمت پر شکر کی تفریع اسطرح ہے کہ
جو نعمت مطلق ہے اوسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کا
حکم نہیں مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہیں اسیطرح کسی
معصیت پر صبر کرنے کو جاننا چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہے کہ اپنا کفر چھوڑدے اور عاصی پر
ضرور ہے کہ عصیان سے باز آوے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں
کافر ہوں جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم میں اپنا مرض نہیں جانتا اور نہ اوسکی
تکلیف سے ایذا پاوے تو اوسکے نزدیک صبر نہیں اور گنہگار جانتا ہے کہ میں گناہ کرتا ہوں
اسلیے اوسپر معصیت کا چھوڑنا واجب ہے بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اوسکے دور کرنے پر قدرت
رکھتا ہو اوسپر صبر کرنے کا مامور نہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے
چھوڑدیا یہانتک کہ مرنے کو آگیا تو اوسکو صبر کی اجازت نہ دیجاوے گی بلکہ پیاس کی تکلیف
دور کرنے کا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہے جسکا دور کرنا بندے کے قابو میں نہو۔ اس سے
معلوم ہوا کہ دنیا میں صبر کا موقع مصیبت مطلق نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مصیبت جسپر صبر
کیا جاوے کسی وجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال میں آسکتا ہے کہ ایک ہی
موقع پر صبر اور شکر دونوں جمع ہو سکتے ہیں مثلاً تونگری اگرچہ نعمت ہے مگر مال کے باعث
کبھی مالدار اور اوسکی اولاد کی جان جاتی ہے اسیطرح تندرستی نعمت ہے مگر اوسپر بھی کوئی
حسد کرے اور مار ڈالے تو وبال ہو سکتی ہے تو جتنی نعمتیں دنیاوی ہیں وہ نعمت والے کے
حق میں مصیبت ہو سکتی ہیں اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا میں ہیں وہ بھی اہل مصیبت کے
حال کے اعتبار سے نعمت ہو سکتی ہیں مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ فقر و مرض ہی اونکو
محبوب ہوجاتا ہے تو یہ دونوں چیزیں اگرچہ مصیبت ہیں مگر اونکے حق میں نعمت ہیں اس وجہ سے

کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست رہتا تو اترا کر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ اور فرمایا كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ
رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اور حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ
ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہے باوجودیکہ دنیا کو اچھا جانتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے اور یہی
حال ہے جاہ اور اولاد اور قریبوں اور تمام ان اشیا کا ہے جو کہ نعمت کی سولہ اقسام میں بیان کیا ہوا سوا
ایمان اور حسن خلق کے کہ بعض لوگوں میں پیدا جمیعت ہوتی ہیں اسلیے ضرر دیتا انکو مقابل کی اشیا سے بدتر
اونکے حق میں نعمت ہوں مثلاً پہلے گذر چکا ہے کہ معرفت سب چیزوں کی ایک کمال اور نعمت ہے
کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات میں سے ہے مگر بعض صورتوں میں ہی نعمت بالکل ہی جاتی ہے
اور موقت نہ جاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً آدمی اپنی موت کو نہیں جانتا کہ کب ہوگی تو ہر چند جاننا
ہر ایک شے کا فی الجملہ نعمت کمال ہے مگر موت کا نہ جاننا ہی نعمت ہے اسلیے کہ اگر وقت موت
کو معلوم کرلے تو زندگی تلخ ہو جاوے اور بڑا تردد ہو کوئی کام نہ کر سکے اسیطرح لوگوں کا
اعتقاد اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہے کیونکہ اگر یہ حال معلوم
ہو جایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگوں سے پیدا ہوتا اور عوض لینے کو
آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نہ جاننا بھی نعمت ہے کیونکہ اگر اونکو
جان لیا کرتے تو اوس شخص سے بغض رکھتے اور اوسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی
دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات حمیدہ بھی نہ جاننی کبھی فی الجملہ نعمت ہیں
کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اوسکی اہانت کرنی چاہتا
اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہے تو دنیا و آخرت میں اگر اوسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ ہوگا جتنا
جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاتا ہے وہ کچھ
اور ہی ہے اور جو انجان ستاتا ہے وہ اور ہے علی ہذا القیاس خدا تعالیٰ نے جو قیامت
کا امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو مخفی کیا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم کیا
تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ اسکے مخفی رہنے سے تلاش میں کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہے
جب نہ جاننے کی صورت میں انعام الٰہی کا یہ حال ہو تو علم اشیا میں کیسے نعمت ہوگی اور
یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز میں خدا تعالیٰ کی ایک حکمت ہے تو یہ امر درست ہے
اور ہر شخص کے حق میں عام ہے اور اس سے کوئی بات خارج بھی نہیں ہے مگر الیسی تکلیف

اس سے خارج ہیں جنکو خداے تعالی نے بعض لوگوں میں پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کسی کے لیے پیدا کیا
حق میں نعمت ہوتی ہیں اگر وہ کسی نوع میں نقصان ہے اسکی مصیبت باعث تکلیف ہو جیسے کبھی اپنا ہاتھ آپ ہی
کاٹ ڈالے اور چونکہ آپ ہی کو اوسنے تو اس فعل سے مرتکب گناہ نہیں ہوتا اور درد بھی
پاویگا اور کافر کا رنج آتش دوزخ میں بھی نعمت ہے مگر اونکے حق میں نعمت نہیں بلکہ اونکو
غیروں کے حق میں ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت سے دوسرے کے بہت سے فائدے ہوتے ہیں
اگر بالفرض خداے تعالی عذاب کو پیدا کرتا اور اوس سے کسی فرقہ کو عذاب نکرتا تو اونکو
نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت نہ پہچانتے اور نہ اوسکی جنت سے خوش ہوتے
اسلیے کہ اونکی بہت سی خوشی اسیطرح بڑھیگی کہ دوزخ والوں کا رنج سوچینگے دیکھو دنیا
آفتاب کی روشنی دیکھکر باوجود شدت حاجت کے اوس سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ
یہ نعمتیں سب پر عام ہیں اور کسی سے خاص نہیں اسیطرح آسمان کے ستاروں کو دیکھکر خوش
نہیں ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا اونکی نسبت اچھا نہیں جسکی تعریف میں جان دیا
کرتے ہیں لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے اس سے واقف نہیں اور اوسکے
باعث خوش نہیں ہوتے جب یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی نے کوئی چیز ایسی نہیں پیدا
کی جسمین کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت نہو خواہ سب بندوں پر یا بعض پر تو اس سے
ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اوسمین بھی نعمت ہے خواہ اوس مصیبت زدہ پر
ہو یا اون لوگوں پر جو اوس مصیبت میں مبتلا نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی
حالت کو نہ بلاے مطلق کہ سکتے ہیں نہ نعمت مطلق اسیطرح کی حالت میں بندے کو صبر اور
شکر دونوں کرنے پڑینگے۔ اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونوں تو ایک
دوسرے کی ضد ہیں اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کس طرح
ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور
خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف
اور مصیبت دنیاوی میں اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتیں ایسی بھی ہیں
کہ عاقل کو اونپر خوش ہونا چاہیے اور اونپر شکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ ہر مصیبت اور
مرض ہے اوس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور اوسکا خداے تعالی
کی قدرت میں ہے کسیکو دخل نہیں تو اگر بالفرض اوس مرض یا مصیبت کو دوچند کر دیتے تو کون

کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض و مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے
کہ اوسیقدر پر خدا تعالی نے اکتفا کی اوس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی ۔ وجہ دوسری یہ کہ
مصیبت دنیاوی ہوئی دین کی نہیں ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہے چنانچہ کسی شخص نے
حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ میرے گھر میں ایک چور گھسکر تمام اسباب لیگیا آپ نے
اوسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دل میں گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا
اسی پر خیریت گذری ۔ اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا کہ الٰہی
مصیبت میرے اوپر میرے دین میں مت ڈالنا اور حضرت عمر ابن الخطاب فرماتے ہیں کہ
کوئی مصیبت ایسی نہیں آئی جسمیں خدا تعالی کے چار انعام مجھپر نہ ہوے ہوں ایک یہ کہ
وہ مصیبت میرے دین میں نہ پہنچی دوسرے اوس مقدار سے زیادہ نہ ہوئی سوم مجھکو اوسپر راضی
رہنے سے محروم نہ فرمایا ۔ چہارم مجھکو اوسپر توقع ثواب کی ہوئی ۔ اور روایت ہے کہ کسی
اہل دل کا کوئی دوست تھا اوسکو بادشاہ نے قید کیا اوسنے خبر اون بزرگ کو کہلا بھیجی
اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا اونھوں نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کر جو بادشاہ نے
اوس شخص قیدی کو چھوڑ دیا اوسنے پھر شکایت اون بزرگ کے پاس کہلا بھیجی اونھوں نے
پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے میں ایک مجوسی قید ہوا جسکو دستوں کی بیماری تھی سلطان کے
حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونوں کو رکھا گیا کہ ایک اوس شخص کے پانو میں اور دوسرا
مجوسی کے پانو میں اوسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا اونھوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی
پاخانے کیواسطے بہت دفعہ اوٹھتا اور اس شخص کو بھی اوسکے ساتھ اوٹھنا پڑتا اور وقت
فراغت تک اوسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس شکایت کو بھی اوسنے بزرگ کی خدمت میں
لکھا اونھوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اوسنے دلتنگ ہو کر لکھا کہ کہاں تک شکر کیے جاؤں
اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہے اونھوں نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر میں ہے
اگر تیری کمر میں ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کہ مبتلاے مصیبت
ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا چاہیے ویسا تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں
اپنے آقا کے حق میں کیسی بے ادبی کی ہے تو اوسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجھکو مصیبت پہونچی
وہ کم ہے اور میں سزاوار اوس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم تھا اوسقدر سزا نہیں
دی مثلاً اسکو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونوں ہاتھ کاٹ ڈالنے کو

لائق ہے اوسکی ہی تھی بار ایک ہی کیا تو ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے چنانچہ حضرت ... کے حال میں لکھا ہے کہ کسی کوچہ میں تشریف لیے جاتے تھے اور چھت سے کسی نے راکھہ کا طشت
آپکے اوپر ڈالدیا آپنے جناب الٰہی میں سجدہ شکر کیا لوگون نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہے آپنے
فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھہ کا گرنا میرے حق میں نعمت ہے
اور بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاء استسقا کے لیے باہر نہین نکلتے مینہ
مدت سے بند ہے اونھون نے فرمایا کہ تم مینہ کی بارش میں تاخیر جانتے ہو اور میں پتھر کی
بارش میں تاخیر سمجھتا ہون یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہین پس مینہ کی تاخیر کا ہونا
داخل انعام ہے اسلیے میں طلب باران کو نہین نکلتا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کی گنجائش
نہین اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت میں ہم خوشی کیسے ہون کیونکہ دیکھتے ہین کہ بعض لوگون
نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہین اور ہماری سی مصیبت اونپر نہ آئی یہانتک کہ کفار برابر
کفر کرتے ہین مگر ہماری طرح مبتلا مصیبت نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کافر کے لیے
تو بہت زیادہ مصائب ہونگے گو ابھی نہین بعد موت اوسپر آوینگے اور دنیا میں اوسکو مہلت
اسلیے ہے کہ گناہ بہت سے کرلے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ اللہ تعالی
خود ارشاد فرماتا ہے إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا باقی رہا گناہگار پس کہان سے معلوم ہوا
کہ جہان میں کوئی ہم سے بھی زیادہ خطاوار ہے ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھ نہین ہوتا
بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خداے تعالی کی اور اوسکی صفات کے باب میں
ایسے برے ہوتے ہین کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل اونکے سامنے نہین ہوتی نہ اور کسی
گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہون کے باب میں اللہ تعالی فرماتا ہے وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا
وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہم سے زیادہ خطاوار ہے
پھر اگر بالفرض واقع میں تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اوسکی سزا آخرت میں
ہو اور اوسکی دنیا میں تو یہ بات بھی قابل شکر ہے کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ
تیسری وجہ ہے شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے
اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہو سکتے ہین جنسے وہ سہل اور خفیف ہو جاتی
مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہے اور دائمی نہ ہو تو اتنی بات ضرور ہے کہ اوسمین
کچھ تخفیف نہین ہو سکتی اسواسطے کہ اسباب تسلی کے عذاب والون سے آخرت میں بالکل جدا

ہو جاتے ہیں تو تخفیف کہاں سے آوے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جسکو عذاب دنیا میں
ہو چکیگا اوسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہے اور اوسپر کوئی شدت یا مصیبت دنیا میں پہونچ جاتی ہے تو خدای تعالے
اس بات سے غنی ہے کہ اوسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت لوح محفوظ
میں لکھی ہوئی تھی کہ فلاں شخص پر آویگی اور اوسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خدا
تعالی کی طرف سے جسقدر سی فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہے پانچویں بات یہ ہے
کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑا ہے اسلیے کہ دنیا کے مصائب دو وجہ سے آخرت کی
راہ ہیں اول وجہ تو وہ ہے جیسے بدمزہ اور تلخ دوائیں مریض کے حق میں نعمت ہیں
اور لوازم کھیل و کود سے روکنا لڑکے کے حق میں نعمت ہے کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل میں مصروف رہنے دیں تو علم و ادب سیکھنے سے رہیگا تمام عمر
تلف ہو جاویگی اسیطرح مال و اہل و اقارب اور اعضا یہانتک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیا سے
عزیز ہے کبھی سبب ہلاک بعض احوال میں ہو جاتی ہے بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے
کبھی سبب ہلاک ہوتی ہے ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہیں اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے
کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا کہ اپنی عقلوں سے کیوں کام کیا خدای تعالی کے
دین میں اگر عقل کے بموجب تصرف نکرتے تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب میں ہر ایک چیز
میں آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہو سکتی ہے تو خدای تعالی کے ساتھ حسن ظن کرے
ان اشیا میں دینی بہتری مان لے اور اوسپر شکر بجا لاوے اسلیے کہ اوسکی حکمت بہت وسیع
ہے اور بندوں کی مصلحت کو وہ اونکی نسبت زیادہ جانتا ہے اور قیامت کے روز
بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہے تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عاقل ہوکے
اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہے کیونکہ ثمرہ تادیب و تکلیف کا
اوسوقت پاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندوں
کے حال پر ہے اور یہ عنایت الٰہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل ہے اوسکو محض خیر و
برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ میرا کچھ مال جاتا رہا اور مصیبت [illegible] آپ نے فرمایا [illegible]
اور جو اوسمیں خدای تعالی [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اسمان [illegible]

یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نہ جاتا ہو اور
مریض نہ ہوا وسمین کچھ بہتری نہیں اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسکو
مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا ہے اور ایک حدیث مین ارشاد
فرمایا ہے کہ آدمی کیواسطے خدا تعالی کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جسپر کہ وہ عمل کے
باعث نہیں پہونچ سکتا اسلیے خدا تعالی اوسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجدیتا ہے کہ
اوسکے باعث وہ درجہ اوسکو ملجاتا ہے اور خباب بن ارت سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوئے آپ اوسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے
خانۂ کعبہ کے سایہ مین تشریف رکھتے تو ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک
سرخ ہوگئے اور اوٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین بعض لوگ ایسے تھے کہ زمین
کھود کر اونکو گاڑدیتے تھے اور آرہ لاکر سر پر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اوسکے وہ لوگ
اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص
کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کرے اور وہ مرجاوے تو شہید مریگا اور اگر اوسکو اتنا مار
کہ مرجاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ وَمَعْرِفَۃِ حَقِّہٖ اَنْ لَّا تَشْکُوْ وَلَا تَذْکُرَ مُصِیْبَتَکَ۔ اور حضرت
ابو دردا رضہ فرماتے ہین کہ تم موت کیلیے پیدا ہوتے ہو اور اجاڑ ہونے کیلیے عمارت
بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک ہو آگاہ رہو کہ تینون مکروہات بہت عمدہ
اشیا ہین یعنی فقر اور مرض اور موت اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب خدا تعالی کو کسی بندے کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اوس سے دوستی
کیا چاہتا ہے تو اوسپر مصیبتون کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار اوسپر گراتا ہے
جب وہ بندہ خدا تعالی کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے
اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے
کہہ کیا کہتا ہے مین حاضر ہون جو کچھ تو مجھسے مانگیگا مین دونگا اگر یہان تجھکو کوئی چیز
نہ دونگا تو تیرے لیے اوس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا
تو عمل والے حاضر ہونگے اور اونکے اعمال نماز اور روزہ اور صدقہ اور حج سب تولے جاوینگے

اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا کہ جب مصیبت والے آوینگے تو اونکے لیے نہ ترازو کھڑی
ہوگی نہ نامہ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب اونپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت
میں لوگوں کو دنیا میں عافیت رہی تھی یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مقراضوں
کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو بلا ہی کی بنا پر یہ آیت
قرآن مجید میں ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری میں شکایت کی کہ الٰہی بندۂ مومن تیری اطاعت
کرتا ہے اور گناہوں سے اجتناب رکھتا ہے تو اوس سے دنیا کو جدا رکھتا ہے اور مصیبت
پیش آتی ہے اور بندہ کافر تیری اطاعت نہیں کرتا اور گناہوں پر جرأت کرتا ہے اوس سے
تو بلا جدا رکھتا ہے اور دنیا اوسکو دیتا ہے یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے اوسپر
وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہیں اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد میں تر زبان ہے
وجہ یہ ہے کہ بندہ مومن پر گناہ ہوتے ہیں اسواسطے میں اوس سے دنیا کو جدا رکھتا ہوں
اور بلا بھیجتا ہوں کہ اون گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یہانتک کہ جب میرے پاس آوے
تو اوسکی نیکیوں کا عوض اوسکو عنایت کروں اور کافر کی کچھ نیکیاں ہوتی ہیں اسلیے
میں اوسکو رزق زیادہ دیتا ہوں اور بلا کو اوس سے جدا رکھتا ہوں کہ اپنی حسنات کا بدلا
دنیا میں حاصل کر لے اور جب میرے پاس آوے تو اوسکو سزا اوسکے سیئات کی دوں۔
اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری من یعمل سوءا یجز به ۔ تو حضرت ابو بکر
صدیق رض نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوشی کسطرح ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابو بکر خدا تمکو معاف کرے کیا تم بیمار نہیں ہوتا یا تمکو کچھ ایذا نہیں پہونچتی
کہ جس سے تم غمگین ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمہارے اعمال کا یعنی جسقدر مصائب کفارہ تمہارے گناہوں کا
ہوتے ہیں۔ اور عقبہ بن عامر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اوسکی مراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطاؤں پر مصر ہے
تو جان لو کہ یہ اوسکے واسطے ڈھیل ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فلما نسوا
ما ذکروا به فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتة فاذا ہم مبلسون
یعنی جب اونہوں نے امر کے موجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے اونپر ہر طرح کی بہتری کے
دروازے کھول دیے یہانتک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی

اونکو ہاتھوں گر لیا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہ رضی سے ایک
عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اوس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلتی جاتی تھی
اور اوسکی طرف پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین ہوتے ایک دیوار کا دھکا جو اونکو لگا تو منہ پر نشان
ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ
جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکی سزا دنیا ہی مین دیدیتا ہے۔ اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے دیتا ہون
جو سب آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگون نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی
وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ غرضکہ دنیا کے مصائب
گناہون کے باعث ہوا کرتے ہین جب اللہ تعالی بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہے
تو پھر دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہے اور اگر دنیا مین معاف کردیا تو پھر اوسکا کرم ہرگز اسکا
مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور حضرت انس رحمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ بندے کا کوئی گھونٹ
محبوب تر نہین اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے
سبب پی جاوے اور نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہے
ایک قطرہ خون جو اوسکی راہ مین گرے دوم قطرہ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ
سجدے کی حالت مین گرے اور اوسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم
بندے کا خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہے ایک قدم فرض نماز کے لیے
دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء رضی سے روایت ہے کہ
حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپکے
پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دوزانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے
اونمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اوسکو پامال
کردیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا
ایک کھیت پر گذر ہوا دہنے بائین سب طرف دیکھا معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھا
وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین
کہ لوگون کے لیے راستہ ضرور ہے اوسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہین

ح۵ احمد و طبرانی بروایت حسن عن عبد اللہ بن مغفل ۱۲

نت۱۳ اور جو پڑی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہارے ہاتھون نے اور معاف کرتا ہے بہت ۱۲

ح۶ ابن ماجہ بروایت ابن عمر بالفاظ جداگانہ ۱۲

آپکو معلوم نہین کہ موت آخرت کی سڑک ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی
لڑکے پر رنج نہ کیا ۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا
کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ مین تیری ترازو مین
ہون اوسنے عرض کیا کہ آپکی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری
مرضی کے موافق ہو ۔ خلاصہ حضرت عمر رح کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور مین صبر
کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور تو صبر کرے یعنی جزاء صبر میرے نامہ
اعمال مین رہے ۔ اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب تھی اوسکو
محبوب جانا ۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جب انکو انکے لڑکے کی وفات کی
خبر سنائی آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ خدا ہی تھا جس نے ایک
عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اوتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا
کہ جو کچھ خدا تعالی کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنی خدا تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِیْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تو ہمنے دونون باتین ادا کین ۔ اور حضرت ابن مبارک رح کا ایک لڑکا مر گیا
ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ کہا اونکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ
کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہے مراد اس سے صبر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا
لکھ لو ۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالی بندے پر مصیبت پر مصیبت ڈالتا جاتا ہے
حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور ایک گناہ بھی اوسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیل رح
فرماتے ہین کہ جیسے آدمی اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہے اللہ عز و جل اپنے
بندہ مومن کیواسطے بلا کا عہد کر لیتا ہے اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی خلق کے
چار طرح کے لوگون پر قیامت کے دن چار شخصون مین حجت فرماویگا ۔ تونگرون پر حضرت
سلیمان علیہ السلام سے ۔ اور فقیرون پر عیسی علیہ السلام سے ۔ اور غلامون پر یوسف علیہ السلام
اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ تم لوگ ایسے کیون نہوے ۔ اور روایت ہے کہ
حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور
شیطان مردود نے اونکا حال اون سے کہدیا تو وہ ایک آرہ لائے اور درخت کو چیرنا
شروع کیا جب آپکے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو آپنے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی
الہی ہوئی کہ اے زکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا علیہ السلام نے

دانتوں تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے شعر

گر کشی ور جرم بخشی روے بر خاک ہم		بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی برانم

اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ اوسمیں کپڑے
پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لیکر خداے تعالی سے لڑنے کو تیار ہو
اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار
بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو اونکو
مبتلاے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے اس صورت میں جو شخص اوس سے راضی رہتا ہے
وہ بھی اوس سے راضی ہے اور جو ناراض ہے اوس سے وہ ناراض ہے۔ اور حضرت احنف بن قیس رح
کہتے ہیں کہ ایک روز میری ڈاڑھ میں بہت درد تھا میں نے اپنے چچا سے کہا کہ ڈاڑھ کے
درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی اسیطرح تین بار میں نے کہا اونھوں نے فرمایا
کہ تو ایک ہی رات میں ڈاڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے
مگر کسیکو معلوم بھی نہیں ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھپر بلا نازل
ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے میں تیری شکایت اپنے
فرشتوں سے نہیں کرتا جس وقت کہ تیرے عیوب خطائیں میرے پاس آتی ہیں سچ ہے شعر

درون پردہ ببیند عملہاے بد		ہم او بپردہ بپوشد بآلاے خود	

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کوئی فضل مصائب شکر یہ کہے کہ
ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں نعمت کی نسبت مصیبت کا آنا بہتر ہے تو اب
سب انسانوں کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اوسکے جواب میں ہم
کہتے ہیں کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اوسکی کوئی وجہ نہیں جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے
پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے چنانچہ احادیث میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت
دونوں کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا
یہی قول تھا رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً اور شماتت اعدا وغیرہ سے
پناہ مانگتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اونھوں نے اپنی دعا میں
فرمایا کہ الہی میں تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خداے تعالی سے عافیت کی درخواست کرو۔ اور حضرت

ح احمد بروایت بزار ... بخاری ... مرفوعاً
ح اور سب بلاؤں سے ... دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی ۱۲
ح جلد اول باب دعا میں گزر چکا
ح ترمذی بروایت معاذ ... اور دعا ... مصیبت ... ہم ... تفصیل ...

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ خداے تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ
ایسا کوئی شخص نہیں جسکو عافیت سے عمدہ تر چیز سواے یقین کے ملی ہو اور یقین سے
دل کی عافیت و صحت مراد ہے جسمیں شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا اچھا رہنا
بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ جسمیں شر ہی نہیں وہ
تندرستی ہے شکر کے ساتھ کیونکہ بعض لوگ نعمت پاتے ہیں مگر اوسکا شکر نہیں کرتے اور مطرف
بن عبد اللہ رح فرماتے ہیں کہ مجھکو تندرستی ملی اور اوسپر میں شکر گذار ہوں تو اوس سے بہتر ہے
کہ مجھ پر مصیبت آوے اور اوسپر صبر کروں اور ایک دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وعافیتک احب الی اور یہ امر ظاہر ہے اسمیں کچھ دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ مصیبت
دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہے اول تو اوس مصیبت کی نسبت جو اوس سے بڑی ہو خواہ
دنیا میں یا دین میں اور دوسرے اوس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خداے تعالی عنایت فرماوے
اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خداے تعالی سے دنیا میں نعمت کامل کی درخواست کرے
اور اپنے اوپر سے بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اوسکی نعمت کی شکر گذاری کے
ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ شکر ہی کے عوض میں وہ چیز
دے ڈالے جو صبر میں دینا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگوں نے اپنے مضمون میں
استدعا مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہے مثلا لکھا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ دوزخ کا
پل بنجاؤں کہ تمام خلق مجھپر سے اوتر جاوے اور نجات پاوے اور صرف میں دوزخ میں رہجاؤں
یا سمنون کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر سوا اوسکے کیا ہو مطلب جانچ لے جس طرح تو چاہے مجھے
تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر کرتے ہیں یہ کیا بات ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ
سمنون محب کا تو حال یہ ہوا کہ بعد اس شعر کے وہ حبس کی بیماری میں مبتلا ہوا اور پھر مکتبوں کے
دروازے پر جاتے اور لڑکوں سے کہتے کہ اب تم اپنے چچا سمنون کو
لیے گیا کہ دعا کرو یعنی امتحان میں پورا اونہیں نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط اکیلا دوزخ میں رہوں
اور تمام خلق بچ جاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ اوس جوش محبت میں اپنے نفس کو ایسی ہی باتوں کے لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شراب عشق
میں نشہ ہوتا ہے جو شخص اوسکو پیتا ہے مست ہو جاتا ہے اور عالم مستی میں بہت کچھ باتیں
اس قسم کی سرزد ہو جاتی ہیں کہ اگر بالفرض اوسکا نشہ جاتا رہے تو خود اوسکو معلوم ہو کہ یہ کلام

واقعی نہیں بلکہ ایک حالت تھی تو جو شخص اس قسم کے سنے اونکو کلام عاشقانہ پر محمول کرنا چاہیے
جنکو افراط محبت ہوتی ہے اور عاشقوں کا کلام سننے میں اچھا ہوتا ہے مگر اونکی بات قابل
اعتبار نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ایک فاختہ کا نر اوس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع
ہوتی تھی اوسنے کہا کہ تو مجھسے کیوں رکتی ہے اگر میں چاہوں تو تیرے واسطے سلیمان کی
سلطنت زیر و زبر کر دوں یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اوسکو بلا کر عتاب فرمایا
اوسنے عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقوں کا کلام قابل گرفت نہیں ہوتا اور حقیقت میں بات یہی ہے اور ایک شاعر کہتا ہے
شعر میں تو ہوں طالب وصل اور وہ ہے طالب ہجر　　اوسکی خواہش کے لیے اپنی میں نے خواہش چھوڑی
تو یہ مضمون بھی محال ہے اسلیے اوس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو مرضی محبوب نہیں اوسکا میں طالب ہوں
کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہے جسکا اپنے آپکو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی
خواہش کے لیے میں نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہاں ہے
وہ ہجر کا خواہاں کیسے ہوگا ان دونوں میں تو ضد ہے لیکن اگر تاویل کیجاوے تو دو طرح سے
اسکے معنی بن سکتے ہیں اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات میں پیش آتی ہو تا کہ رضای محبوب
حاصل ہو جو وسیلہ وصال زمان مستقبل میں ہو تو اب یہ معنی ہوئے کہ ہجر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ
وصال محبوب ہوا اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسلیے ہجر کو پسند کرتا ہے جسطرح کہ مال کا چاہنے والا
ایک درم دیوے اور بعد چند روز دو درم لے تو وہ دو درم کو چاہتا ہے مگر سر دست ایک درم کا تارک ہو
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہے مگر سر دست اسکو ترک کرتا ہو تا کہ آیندہ کو اچھی طرح حاصل ہو
دوسرے معنی یہ ہیں کہ عاشق کو صرف رضای دوست مطلوب ہے اگر اوسکو علم ہو کہ دوست مجھسے
راضی ہے تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اوسکا میسر ہوا اور وہ راضی نہو تو اوس مشاہدہ میں وہ
لذت نہو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اوسکی خواہش وہی ہو جسمیں رضا ہو اسواسطے بعض عاشقان خدا
کا حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ جب معلوم کر لیا کہ خدای تعالی ہمسے اس مصیبت میں راضی رہتا ہے
اور عافیت میں رضا کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ راضی ہے یا نہیں تو مصیبت میں عافیت کی نسبت
زیادہ مزہ پاتے ہیں اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہیں اور غلبہ عشق میں اس حال کا واقع ہونا
کچھ بعید نہیں مگر یہ حال قائم نہیں رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہی یا دوسری
کسی حالت کے باعث دل پر وارد ہو گئی ہے اور اوسکے باعث دل طریقہ اعتدال سے
مائل ہو گیا اسمیں شک ہے اور اسکی تحقیق مناسب اس مقام کے نہیں غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا

کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہو اللھم انا نسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ

تیسرا بیان صبر اور شکر میں سے افضل کونسا ہے - اس باب میں لوگوں کے اقوال مختلف
ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ صبر شکر سے افضل ہے اور کچھ یہ فرماتے ہیں کہ شکر افضل ہے اور
بعضوں کا قول ہے کہ دونوں برابر ہیں اور چند لوگوں کی یہ رائے ہے کہ فضیلت باعتبار احوال کے
مختلف ہے یعنی بعض احوال میں صبر کو فضیلت ہے اور بعض میں شکر کو اور ان لوگوں نے
اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت سی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حاصل ہونا ابعد ہے
اسلیے انکی نقل سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس باب میں تقریر دو طرح
ہیں تقریر اول بساطت کے طور پر ہے یعنی صرف ظاہر امر کا لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے
درپے نہ ہونا اس طرح کا بیان ہی عوام کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ انکا فہم باریک باتوں کے
سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے واعظوں کو بھی عوام کے مناسب ایسا ہی کلام چاہیے اسلیے کہ انکا مقصود
عوام سے گفتگو کرنا ہی ہے کہ انکی اصلاح ہو جائے جیسے دایہ شیر خوار لڑکے کے ساتھ اور شیر خوار بچوں
اور اقسام و انواع شیرینی کی نہیں کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے انکی پرورش کرتی ہے اور نہیں
انکو چاہیے بھی کہ نفیس غذائیں لڑکے کے پاس لائے جب تک کہ انکے دانت نہ نکلیں اور
ہضم کی قوت آوے اور وضعت ہمیشہ دور ہو جاوے اسیطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہیں بلکہ
صرف شرعی اور آیتوں کا ظاہر مفہوم عوام کے سمجھانے کو کافی ہوتا ہے اور باعتبار ظاہر ہونے کا
کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل ہے ہر چند فضائل شکر میں بھی بہت سے اخبار وارد ہیں
مگر جب فضائل صبر کی نسبت انکو دیکھتے ہیں تو صبر کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہیں بلکہ خود الفاظ میں بھی تصریح
فضل صبر کی موجود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر اور ایک حدیث
میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص جو روئے زمین پر زیادہ شاکر ہے بلایا جاویگا اور اوسکو شاکرین کا ثواب
عطا ہوگا پھر جو کہ تمام لوگوں سے زیادہ صابر ہوگا وہ حاضر کیا جاویگا اور اوس سے ارشاد ہوگا
کہ اگر ہم تجھکو اتنا ثواب دیں جتنا اس شاکر کو دیا ہے تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا کہ ہاں بیشک
راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا میں نے تجھے نعمت دی تو تو نے شکر کیا اور تجھکو
مبتلاے مصائب کیا تو تو نے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اوسکو شاکرین کے
دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب
اور یہ جو حدیث شریف میں وارد ہے الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا

اسکی اصل مجھکو نہیں ملی

فوائد معبر شکر ہوں اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہیں علوم اور احوال اور اعمال
اور ان تینوں چیزوں میں سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہیں تو ظاہر کے
دیکھنے والوں کو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہیں اور احوال کی طلب اعمال
کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے
اونکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہیں
تو ان کے نزدیک علوم افضل ہیں اور پھر احوال ہیں پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری
چیز کا پڑتی ہے تو دوسری چیز اوس سے عمدہ ہوتی ہے اور ان تینوں چیزوں کو جدا جدا افراد کو
اگر دیکھتے ہیں تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر کے دیکھا جاویں تو بعضے مساوی ہیں
اور بعضے کم و بیش یہی حال احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر اونہیں بھی ایک دوسرے کی طرف
منسوب کر کے دیکھیں تو پاویں گے کہ کم و بیش ایسا ہی ہے افراد علوم و مساوات کو بھی جانچنا چاہیے
اور سب معارف میں سے افضل علوم مکاشفہ ہیں اور یہ علوم معاملہ سے کہ علوم میں سے اعلیٰ اور
اشرف ہیں اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کم تر ہیں اسلیے کہ انکی طلب معاملہ کے
لیے ہوتی ہے یعنی انکا فائدہ صلاح عمل ہے اور حدیثوں میں جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے
اوس سے یہ مراد ہے کہ علم اوسکا ایسا ہے جسکا نفع عام ہے یعنی ایسا عالم الی دینیکسی خاص شخص
کرنے والی کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے خاص ہے تو یہ علم ہرگز عمل سے
افضل نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ صلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی اصلاح ہو
اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اہل دل پر جلال ذات و صفات و افعال الٰہی
منکشف ہوں اس سے معلوم ہوا کہ علوم مکاشفہ میں بڑا رتبہ معرفت الٰہی کا ہے اور یہی انتہا
مقصود ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہے اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین
سعادت یہی ہے مگر دلکو کبھی اسبات کا علم دنیا میں نہیں بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الٰہی ہے
بلکہ آخرت میں اوس سے واقف ہوتا ہے غرض کہ معرفت الٰہی سب میں عمدہ چیز ہے اسپر کچھ
روک نہیں تو غیر کے مقید بھی نہیں اور اسکے سوا جتنی معرفتیں ہیں سب اوسکی تابع اور خادم
ہیں کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب ہوتے ہیں کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری
کہ سب معرفتیں معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہیں تو جسقدر جو معرفت
اس مطلب میں بکار آمد ہوگی اوسیقدر اوسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض

معارف ایک ہی واسطے سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہیں اور بعض کو بہت سے وسائل
چاہتے ہیں تو جس معرفت میں اور معرفت الٰہی میں واسطہ کم ہوگا وہ دوسرے کی نسبت کے افضل
ہوگی۔ اور احوال قلب سے ہماری غرض اوسکا صاف و پاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق
کے اشغال سے یہانتک کہ پاک و صاف ہو کر اوسپر حقیقت حق واضح ہو جاوے اس سے علوم
کے احوال میں فضیلتیں اوسیقدر ہونگی جسقدر کہ اونکی تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی میں ہوگی اور جسقدر کہ
اوس میں لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کر سکینگے اور جسطرح کہ آئینہ کی جلا کے کامل
میں ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمیں سے بعض جلا دینے میں قریب تر
ہوتے ہیں بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائی قلب کے قریب ہوگی
وہ دوسری حالتوں سے افضل ہوگی اسلیے کہ وہ اوروں کی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی۔
اور یہی ترتیب کو اعمال میں بھی تصور کرنا چاہیے اسواسطے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے قلب کی
صفائی کی تاکید ہوتی ہے اور انہیں کے باعث دل پر حالات آتے ہیں اور جو عمل ہے وہ دو صورتوں سے
خالی نہیں یا تو دل پر ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہوں اور موجب تاریکی دل اور باعث
کشش کدورات دنیاوی کی طرف ہو یا ایسی حالت دل کو لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لایق ہو
اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہو جاویں حالت اول کا نام معصیت ہے اور
دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک و سخت کرنیکے متفاوت ہیں اسیطرح
طاعات بھی دل کے روشن و صاف کرنے میں مختلف ہیں یعنی معاصی اور طاعت کے درجات
اونکی تاثیر پر منحصر ہیں اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہیں
کہ نماز نفل سب نفل عبادتوں سے افضل ہے اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہے اور تہجد پڑھنا اور
نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو مالدار کہ اوسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو
تو اوسکے لیے ایک درہم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے
اسلیے کہ روزہ اوس شخص کے شایان ہے جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اوسکو توڑنا چاہے
یا شکم سیری اوسکو مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہو اوسکو دور کرنے کی تدبیر بھوکھ سے کرتا ہو بلکہ
کہ سخت بخیل کا تو حال یہ نہیں کہ پیٹ کی شہوت سے اوسکو ضرر تھا یا شکم سیری سے فکر
علوم مکاشفہ نہیں کر سکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑ کر دوسرے کی اختیار کرنا ہے
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ میں درد ہو اور وہ علاج دردسر کا کرے تو

بھلا اس علاج سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اوسکو تو یہ مناسب ہے کہ جو بلا اور مہلکات اپنے اوپر
مسلط ہے اوسکو دور کرے اور بخل اون مہلکات مین سے ہے کہ اگر سو برس تک روزے
رکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو اوسمین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اوسکو دور کرنے کی تدبیر
یہ ہے کہ مال کی خیرات کرے اور کوئی نہین اوسکے اوپر واجب یہی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو
اوسکو خیرات کرے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہے وہان دیکھ لینی چاہئے
غرضکہ تاثیر طاعت حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے جب یہ اصل ذہن میں آگیا تو معلوم ہوا ہوگا
کہ اس باب مین مطلق جواب کا دینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی سوچے کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اسکا جواب
ٹھیک یہی ہوگا کہ بھوکے کو روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر یہ دونون
چیزین موجود ہون تو جو ان دونون مین سے غالب ہوگی اوسکا اعتبار ہے کہ جس کا غلبہ ہو
یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونون
مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر پوچھا جائے کہ سکنجبین اچھی
یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہے
یا صفرا کا ہونا تب ہم صفرا کے نہونے کو عمدہ بتا دینگے کہ اس واسطے کہ
سکنجبین کی ضرورت اوسکے لیے ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز کسی کے لیے مطلوب
ہوتی ہے وہ غیر چیز اوس سے اچھی ہوتی ہے حاصل یہ کہ شخص کو جو کہ اپنے مال کا دینا ہی آسان ہے
کہ مال کا دیدالنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنی زوال بخل اور محبت دنیا کا دلسے نکلنا حاصل ہوتی
اور جب دلمین سے محبت دنیا نکل جاتی ہے تو اوسکو لیاقت معرفت الہی کی حاصل ہوتی ہے پس افضل
معرفت ہے اور اوس سے کمتر حال اور اوس سے کمتر عمل اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم
عمل کو افضل نہین بتلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہے اور فضل کرنے کی بہت
مبالغہ پایا جاتا ہے یہان تک کہ شارع نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من
ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا اور فرمایا فیاخذ الصدقات
پس کیا وجہ ہے کہ عمل افضل نہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اوسکی
تعریف کرنے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہے اور صحت و شفا سے بڑھکر ہے
جو اوس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اوسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہے کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا
تو شفا و مطلوب حاصل ہوجاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہین اور بیماری دل کی شدت

معلوم ہوتے ہیں ہو اگر تم جیسے کسی کے منہ پر برص کے داغ ہوں اور اوسکے پاس آئینہ نہ ہو تو اوسکو
کبھی خبر نہ ہوگی کہ منہ میں عیب ہے اور اگر کوئی اوس سے کہیگا تو اوسکی بات نہ مانیگا تو اسکے
شبہ کا علاج یہی ہے کہ اوسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منہ دہونے کی
کیجاوے اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہوں یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل
کرتی ہو اوس سے منہ دہونے کا مبالغہ کیا جاوے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور اوس
اوس شی کی طرف طالب ہو اور جس اوسکا دور ہو جاوے کیونکہ اگر اوس سے اول ہی کہدیگا کہ مقصود یہ ہے
کہ تیرے منہ پر سے برص زائل ہو جاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منہ پر تو کوئی عیب نہیں
ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سننی چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہے جسکو اوسنے قرآن
پڑھایا اور علم سکھایا اور اوسکو منظور ہے کہ یہ دونوں چیزیں اوسکو یاد رہیں اور کبھی فراموش نہ ہوں
اور یہ جانتا ہے کہ اگر میں اوسکو مکرر پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا تو وہ جواب میں کہیگا
کہ مجھے یاد ہیں کچھ حاجت دوہرانے کی نہیں کیونکہ اوسکو یہ گمان ہے کہ جو چیز اب یاد ہے
وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہیگی اور فرض کرو کہ اوس شخص کے یہاں کچھ غلام بھی ہیں اوسنے اپنے
لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلاموں کو پڑھا یا کہ ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور انعام دینگے
اوسکو سنانے تاکہ اوسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہو جاوے تو ایسی صورت میں لڑکا استاد ہو کر
یہی گمان کرتا ہے کہ مقصود صرف غلاموں کی تعلیم ہے کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا
پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہے کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلاموں سے بڑھکر
ہے بلکہ پھر بھی مجھ سے انکی خدمت کرائی جاتی ہے کہاں میں کہاں یہ لوگ اور مجھے معلوم ہے کہ اگر
میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر یہ
سب غلام میرے باپ کے یہاں نہ رہیں تو اوسکا کچھ نقصان نہیں تو اگر یہ عالم قرآن نہونگے تو کونسی
خرابی پیش آوے گی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہے کہ انکو پڑھا کر
کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہے اور اگر یہ کام میں نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض میں
کچھ برا بھی کچھ نہ کہیگا بلکہ معاف کریگا پس علم و قرآن کے فرادست نرہنے سے دونوں بھول جاتا ہے
اور یہ بدبخت و محروم رہتا ہے اور اوسکو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اسی طرح کے خیال ظاہر
دیکھکر کہا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کرلیا اونکی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالی کو ہماری عبادت
کی کیا حاجت ہے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہیں مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اگر خدای تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہے اسکی کیا حاجت ہے کہ ہم ہی
اپنا روپیہ اونکو دین تو اونکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسیطرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہے
قال اللہ تعالی وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ
يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اور دوسری جگہ یہ قول لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا تو اب دیکھنا چاہیے
کہ اون کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اسی پیچ ہی سے کیسے تباہ ہوگئے سبحان اللہ کیا شان ہے
جسکو چاہے جس سے ہلاک کردے اور جسکو چاہے جس سے سعادت کو پہونچا دے
قال اللہ تعالی يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا خود فرماتا ہے۔ ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہم سے
مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہے کہ خدا کیواسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ
مطلب ہے نہ خدای تعالی کو ہم سے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہے پھر دینا اور نہ دینا
برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہوگئے جیسا اوپر کی مثال مین وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ
خیال کرلیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کردیا اور یہ نسمجھا کہ باپ کا مقصود
یہ تھا کہ صفت علم پسر کے نفس مین خوب جمے اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر نقش اچھی جم جاوے
تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کیطرف سے کمال شفقت کی تھی کہ اسکے
درمیان مین لگا یا تھا جسمین سعادت پسر کی تھی اس مثال سے اون لوگون کی گمراہی جنہون نے
اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہے۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین کبھی
کچھ لیجاتا ہے وہ بواسطہ اوس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے
دل مین سے نکالتا ہے اور یہ دونون مہلک چیزین ہین تو سائل کی مثال ایسی ہے جیسے
پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون ایسلیے نکالتا ہے کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی
جاتا ہے پس واقع مین پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہے نہ مریض اوسکا خادم اور
اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ
خادم ہونے سے نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری
صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو میل کہا اور
اپنے لینے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی اوسنے شرف صیانت عنایت فرمایا اور
پچھنے لگانے والیکی مزدوری کو بھی بہین وجہ منع فرمایا اور اوسکا نام کسب الاون کا میل کہا
حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر

مسلم بروایت عبد المطلب بن ربیعہ ۱۲ جلد دوم [illegible] ۱۲

دل میں ہوتی ہے اور جسقدر دل کو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل ہوتی ہے
بس یہی قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کی پہچان میں
رجوع کرنا چاہیے۔ اب ہم حاصل ان دونون اشیا یعنی صبر اور شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ان دونون میں سے ہر ایک میں معرفت اور حال اور عمل ہے اور یہ ہو نہیں سکتا
کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے کرنا
چاہیے تاکہ تناسب ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو۔ اب معرفت
شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ کیا جاتا ہے تو دونون کا مآل ایک ہی معرفت پر آ رہتا ہے
مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے باب میں یہ ہے کہ آنکھون کی نعمت کو خدا ہی تعالی کیطرف سے جانے
اور معرفت صابر کی اوس میں یہ ہے کہ نابینائی کو خدا کیطرف سے جانے اور یہ دونون معرفتین
ایک دوسرے کی لازم اور مساوی ہیں اور یہ اوس صورت میں ہے کہ صبر کو بلا و مصائب میں
لیا جاوے اور از انجا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی ہوتا ہے اور کبھی صبر
معصیت سے ہوتا ہے تو ایسے مقامات میں صبر اور شکر ایک ہی ہونگے باین وجہ کہ طاعت پر
صبر کرنا عین شکر گذاری طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی ہیں کہ اللہ تعالی کی نعمت کو
اوس حکمت کیطرف پھیرنا جو اوس سے مقصود ہے اور صبر کے یہ معنی ہیں کہ باعث ہوی
کے مقابلے میں باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہان صبر اور شکر دو الفاظ مختلف
ایک معنی خاص کے ہیں دونون میں فرق اعتباری ہے دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا
مقابلہ میں باعث ہوی کے باعتبار باعث ہوی کے لحاظ کرو تو اوسکا نام صبر ہوگا اور اگر
باعث دین کی نسبت کرو دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کے لیے پیدا ہوا ہے
کہ اوسی سے باعث ہوی کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت میں باعث دین اپنی حکمت مقصودہ تک
پہونچ جاتا ہے غرض جب دونون کا مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم
زیادہ ہوگی اور از انجا کہ صبر تین جگہ میں ہوا کرتا ہے طاعت اور معصیت اور بلا اور طاعت
اور معصیت میں حکم اوسکا معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے مقابلے کو کہتے ہیں
اور نعمت یا تو ضروری ہے جیسی آنکھین ہیں اور یا حاجت کے محل میں واقع ہو یعنی اوسکی طرف
حاجت پڑتی ہو جیسے مال بقدر کفایت سے زیادہ ہی جیسی آنکھون کے باب میں اندھے کے
صبر سے یہ غرض ہے کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضا مندی ظاہر کرے اور اپنی

اسطور پر ہوگا کہ اوس نعمت کو معصیت میں صرف نہ کرے بلکہ عیش مباح میں صرف کرے تو یہان
صبر شکر کی نسبت افضل ہوگا اور فقیر صابر اوس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات
میں صرف کرتا ہو مگر اوس مالدار کی نسبت افضل نہوگا جو اپنے مال کو خیرات میں صرف کرتا ہو وجہ اسکی
کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اوسکے حرص کو توڑا اور خدا تعالے کے امتحان پر
اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اوسنے
اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت کی مگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح میں حرام سے
بچاؤ ہے ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر میں قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اوس سے
فقیر کا صبر صادر ہوتا ہے وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلی اور کامل ہے جو صرف مباحات پر
اکتفا کرتا ہے علاوہ ازیں شرف اوسی قوت کو ہوتا ہے جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال
صرف اسی لیے مطلوب ہوتے ہیں کہ اونسے قلب کے حالات حاصل ہوں اور یہ قوت فقیر کے
قلب کی ایک حالت ہے کہ جسقدر قوت یقین و ایمان میں ہوگی اوسیقدر اسمیں بھی ہوگی
پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اوروں سے افضل ہوگی اس سے
ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات واخبار میں فضیلت
صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہے اوس سے یہی خاص مرتبہ مراد ہے کیونکہ لوگ
نعمت سے ابتداءً یہی معنی سمجھتے ہیں کہ اموال اور اوس سے متمتع ہونے کا نام ہے اور شکر سے
بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے
یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی میں صرف کرے پس اسی لحاظ سے صبر شکر کی نسبت
افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہیں وہ اوس شکر سے افضل ہے جسکو عوام
جانتے ہیں اور اسی بات کیطرف حضرت جنید رح نے اشارہ کیا تھا جب اون سے کسی نے پوچھا
کہ صبر اور شکر میں سے کونسا افضل ہے تو اونہوں نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال کے ہونے سے
نہیں نہ فقیر کی تعریف مال کے نہونے سے بلکہ دونوں کی مدح اوس صورت میں ہے کہ جس
حالت میں وہ دونوں ہیں اوسکے شرائط ملحوظ رکھیں مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہیں کہ
نفس کے مناسب پڑتے ہیں اور تمتع اور لذت پانا نفس کا اوسمیں موجود ہے اور فقیر کی
حالت کی شرطوں میں ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو ایذا دیں اور اوسکو جلا ہوا اور منکسر رکھیں اب
ظاہر ہے کہ جب دونوں خدا کیواسطے اپنی اپنی حالت کی شرطیں ادا کرتے ہوں تو جو شخص

اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور صبر کریگا وہ اوس سے اچھا ہوگا جو اوسکو متمتع اور عیش میں
رکھیگا انتہی اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اونھوں نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے
اقسام میں سے صرف قسم اخیر میں صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رح کا بھی
مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یوں ہے کہ ابو العباس بن عطا اس مسئلہ میں اونکے
خلاف کہتے تھے اونکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے اونکے حق میں حضرت
جنید رح نے بد دعا کی اور اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیوں میں مبتلا ہوئے مال جاتا رہا
اولاد جاتی قتل ہوئی چودہ برس تک عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنید رح کی بد دعا مجکو لگ گئی
پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے۔ اور جو باتیں ہم نے
لکھی ہیں اگر اونکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جاویگا کہ ان دونوں قول کے لیے بعض احوال میں
ایک وجہ ہے یعنی بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہیں جیسا اوپر گذرا اور
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہے جو اپنے
نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا اونہیں رکھتا
باقی کو یا خیرات میں خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجوں اور مساکین کے کام آوے
اور اونکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع پاتے تبھی صرف کردے پھر صرف کرنے میں اپنی
طلب جاہ و شہرت یا استدعا قبول منت نہیں ہوتی بلکہ صرف اداے حقوق خداوندی بندونپر
اور رحم کرنے میں ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کہ افضل ہے۔ اب اگر
کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر گران نہیں معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی
لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا
کچھ الم ہوتا بھی ہے تو دینے میں جو لذت قدرت ہے اوس سے یہ مٹ جاتا ہے پس یہ
غنی کسطرح افضل ہوگا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہماری دانست میں ہمیں غنی افضل ہے جو اپنا مال
رغبت اور خوشی خاطر سے دیدے ایسا شخص جو مال کا نکلنا [illegible] اوسکو تکلیف
پیدا کرتا ہو اوسکا حال خوب نہیں چنانچہ اسکی تفصیل باب [illegible] میں ہم لکھ چکے ہیں [illegible] کہ
صرف نفس کا الم پہونچانا مطلوب نہیں بلکہ زیادہ [illegible] تکلیف [illegible] ہوتی ہے اور یہ بات
ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارین تو [illegible] کہ ادب سکھایا ہوا ہے وہ اوس سے اچھا ہے
جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اہل اللہ احتیاج [illegible] دیتے اور

سمجھا ہے کی ہوا کرتی ہے اور آخر کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انتہا میں یہ حال ہوتا ہے
کہ جو چیز اول میں ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا
لذیذ معلوم ہوتا ہے بلکہ ابتدا میں ناگوار تھا اور انتہا کہ آدمی سب کے سب الا ما شاء اللہ
ابتدا میں بلکہ اوس سے بھی بہت پہلے سے لڑکوں کی طرح ہیں اسلیے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق
بیان فرمادیا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور جو لوگ ہیں انکا فرمانا بہت درست
اس صورت میں ہے اگر کسی چیز کا افضل کہنا منظور ہو اور با اعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور ہو
تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہے شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر و شکر کے عوام سمجھتے ہیں اور
اعتقاد ہے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب دینا کہ ایسا کافی نہیں کیونکہ تفصیل کرنی
چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت سے درجے ہیں کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانا کہ شکایت نہ کرے
اور اسکے درجات کے بعد مقام رضا ہے جو صبر سے اوپر ہے اور رضا کے اوپر شکر کرنا ہے
مصیبت پر اور وجہ اس شکر کرنے کی رضا سے اوپر ہونے کی یہ ہے کہ صبر تکلیف پر ہوتا ہے
اور رضا ایسی چیزوں کی ہو سکتی ہے جن میں نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہو سکتا ہے
جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہے کہ بلا پر خوشی ہونا اور راضی ہونا اور اسکو خوشی کی
چیز اور محبوب سمجھکر اسپر شکر گذار ہونا اور راضی ہے اور اسی طرح شکر کے بھی بہت درجات ہیں جن میں
سے جو نیچے ہے اعلیٰ سے کہیں کم ہے حالانکہ انمیں بعضے باتیں ایسی بھی ہیں جو صبر کی باتوں کی نسبت کچھ
کم ہیں مثلاً اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے پوشیدہ رکھنے سے حیا کرنے کا شرمانا اور اپنے آپ کو
شکر سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدا تعالیٰ کے حلم اور اوسکی پردہ پوشی کو بڑا سمجھنا
اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتیں خدا تعالیٰ کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپکی آئی ہیں
اور یہ جاننا کہ ادائے شکر بھی ایک نعمت خدا کی طرف سے اور اوسکا کرم ہے اور نعمتوں میں
اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور اونکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتیں جداگانہ
شکر ہیں اور جو شخص واسطہ نعمت ہو اوسکا شکرگذار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں
وارد ہے مَن لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ اور اوسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوٰۃ میں
لکھی ہے اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مؤدب رہنا بھی شکر ہے اور نعمتوں کو اچھی طرح
قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال و احوال کہ
لفظ شکر و صبر کے اندر داخل ہیں وہ بے حد و شمار ہیں اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو

کیسے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے جب تک کہ لفظ عام سے کوئی
خاص قسم کا صبر اور شکر مراد نہ لیجیے جیسا کہ اخبار و آثار میں وارد ہے۔ اور بعض اکابر سے
مروی ہے کہ میں نے ایک سفر میں ایک بڈھا نہایت سالخوردہ دیکھا میں نے اوسکا حال پوچھا
اوسنے کہا کہ ابتدائے جوانی میں میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی
اور اتفاق سے اوسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو میں نے اوس سے کہا کہ آؤ اس
رات کو نوافل شکریہ میں کاٹیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو ملا دیا غرض وہ رات ہم دونوں نے نماز میں
کاٹی اور کسیکو فرصت ایک دوسرے کے پاس جانے کی نہوئی ہر ایک کی زبان حال گویا کہتی تھی کہ
جلوہ میں ہوچکا ملنا نہ ہم نے خیال کیا نہ تم نے خیال کیا جب دوسری رات ہوئی شب کو ہم دونوں نے
وہی گفتگو کی اور رات بھر نفل گذاری میں کاٹی اسیطرح ستر برس سے اسی حال پر ہم
دونوں ہیں پھر اوسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یوں ہی ہے اوسنے کہا کہ واقعی یوں ہی جیسا کہتا ہے
ویسا ہی ہوا ہے - اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خدا تعالیٰ ان دونوں کو ملا تا اور انکو
فراق میں صبر کرنا پڑتا تو اوس صبر کو اس شکر و وصال کے ساتھ نسبت دیجیے اور جب اوسپر ترجیح دی جاتی
تو واضح ہوگا کہ یہ شکر اوس صبر سے افضل ہے یہ حال اس کا ہے کہ اتفاق بیان میں معلوم ہیں

تیسرا باب خوف و رجا کے بیان میں جو مشتمل دو فصلوں پر ہے

رباعی

ہیں جو کہ معارف سے خدا کی آگاہ — رکھتے ہیں سدا خوف و رجا کے ہمراہ
احسن وہی عالم میں ہو سکتے ہیں خوف — قرآن میں دیکھ انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف و رجا دو بازو ہیں جنسے مقرب آدمی محمودہ مقامات تک اڑتے ہیں یا ایسی دو
سواری رکھنا چاہیے کہ جسپر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے
غرضکہ قرب رحمن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور و دراز فاصلہ پر ہے
اور مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتوں سے گھری ہوئی ہے ممکن نہیں کہ بدون ذریعہ شدید
رجا کے اوس تک کوئی پہنچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذات عجیبہ
اندر چھپی ہے اوس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ انکی حقیقت اور
خوبی اور باوجود ایک دوسرے کی ضد ہونے کے تسہیل انکے جمع کی بیان کرنا بہت
ضروری ہے لہذا اس باب کو دو فصلوں پر منقسم کرتے ہیں پہلی فصل میں رجا کا حال اور دوسری میں خوف کا حال لکھتے ہیں

فصل اول رجا کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین بیان اول رجا کی حقیقت مین

واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال مین یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک مین ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اوسکو مقام کہتے ہین اور اگر عارضی اور جلد زائل ہونیوالا ہو تو اوسکو حال کہتے ہین اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمین ہین اونمین سے جو صفت کہ ثابت نہین رہتی اوسکو حال کہتے ہین بایں وجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب مین سے ہر ایک مین جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے تو اوسکو بیان کرتے ہین کہ رجا مین ہرچند علم اور حال اور عمل تینون باتین ہوتی ہین اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ ان مین سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اوسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہین یا وہ زمانہ ماضی مین موجود ہے یا حال مین یا استقبال مین پس جب اوسکا دھیان دل مین آتا ہے اور اوسکا وجود زمانہ ماضی مین ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہین اور اگر وہ چیز جو دلمین آئی ہے اوسوقت موجود ہے تو اوسکا نام وجد اور ذوق ہے اور بہین وجہ وجد کہتے ہین کہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کیطرف سے پاتا ہے اور اگر دل مین کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانہ آیندہ مین ہوا اور یہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بری ہو کہ اوس سے دل پر صدمہ ہو تو اوس انتظار کو خوف کہتے ہین اور اگر وہ چیز محبوب ہو کہ اوسکے ساتھ دل کے لگا رہنے اور اوسکو سوچنے سے دل کو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنے کا نام رجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دلکو محبوب ہو اوسکے انتظار مین دل کا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہے اور اوسکی توقع کرنے کا کچھہ سبب بھی ہوگا پس اگر اس سبب سے اوسکا متوقع ہے کہ اوسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہے تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہے اور اگر اسباب بالکل نہون یا ابتر اور بے کہنڈ ہے ہون تو اوس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی نسبت اسپر بھی خوب پھبتا ہے اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہوا اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہین ہے تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہے۔ بہرحال رجا اور خوف

ایسی اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہوا اور جنکا وجود یقینی ہو وہان رجا نہین بولتے
مثلاً طلوع کے وقت یون نہین کہتے کہ ہمکو آفتاب نکلنے کی رجا ہے اور غروب کے وقت یون نہین
بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانیکا ہے کیونکہ طلوع و غروب یقینی چیزین ہین ہان
کہا کرتے ہین کہ مینہ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا خوف ہے اور ارباب دل پر یہ واضح ہوگیا ہے
کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل مثل زمین کے ہے اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات
ہین جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنی اور ان مین پانی پہونچانا ہے اور
جو دل کہ دنیا کا حریص اور اسمین ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے زمین شور کہ اسمین تخم نہین اگتا
چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو ہر کوئی بویا ہوا کاٹیگا اور وہان کی کھیتی
بدون تخم ایمان کے نہین ہوتی اور ایمان بخبث قلبی اور بدخلقی کے ہوتے ہوے تھوڑا
کم کرتا ہے جیسے شور زمین مین تخم کچھ فائدہ نہین دیتا اور بندہ کی توقع مغفرت کی ایسا ہے
اوسکا حال کھیت والے کا سا سمجھنا چاہیے یعنی اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کر لی اور اوسمین
بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودا پھر اور جتنی باتین ہوتی ہین اونکو ادا کرین
کہ وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اوسکو الگ رکھا اور جو چیزین پانی کے کھیت کے تخم اور ہریالی
کی نشو و نما مین حارج ہون اوسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک جو آفات
ارضی و سماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہمکو غلہ عنایت فرماویگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے
اور اگر تخم کسی اونچی زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور بیج کی خبر لی نہ پھر منتظر
کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین
مین بویا لیکن اوسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر پانی نہین برستا
تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین اوسکو تمنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف ایسی چیز مین
ہوتی ہے کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندہ کے اختیار مین ہون وہ سب ہوچکے ہون
فقط وہی باقی رہجاوین جو اوسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الٰہی شامل حال ہونا ہے کہ جس سے
موانع اور آفات دور رہین — اسیطرح بندہ اگر تخم ایمان زمین دل مین بوئے اور اوسکو طاعات کے
پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا
منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا موجب مغفرت ہی ہے تو اوسکا انتظار
رجا حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اس بات کے باعث ہوگی کہ جن اسباب کا اپنے

لوازم مغفرت کامل ہونے مین اونکے مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نلی
اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھر رکھا اور لذات دنیا کی طلب مین پڑ رہا
اور پھر منتظر مغفرت ہوا تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
الاحمق من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فخلف
من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا اور فرمایا
فخلف من بعدھم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ھذا الادنی ویقولون
سیغفر لنا اور باغ والے کی بہت مین یا کہ جب باغ مین گیا تو یون کہا ما اظن ان تبید ھذہ ابدا وما
اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منھا منقلبا غرضکہ جو بندہ
طاعات مین کوشش کرے اور گناہون سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہے کہ خدا کے فضل سے
توقع نعمت کے پورا ہونے کی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی مگر گنہگار جب
توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اوسکو رجا ہے
اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو
اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہے کیونکہ گناہ کا
برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اوس سبب کے ہے جو توبہ تک پہونچا دیتا ہے اور رجا
جبھی ہوتی ہے جب اسباب پختہ ہو جانے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے
ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ اسکے
معنی ہین کہ یہی لوگ مستحق رجای رحمت الہی ہین یہ معنی نہین کہ رجا کا وجود صرف انہی کو نہین بلکہ
کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین جنمین یہ صفات نہون مگر اونکو استحقاق رجا سوا انہین استحقاق
والون کے نہین کو ہے جو اوصاف مذکورہ رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزون مین ڈوبا ہوا ہو جو خدا کو
ناپسند ہون اور اپنے نفس کی ندمت بھی نہ کرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے
شخص کو رجای مغفرت کرنی بیوقوفی ہے جیسے کہ اوس شخص کو رجای غلہ تھی جسنے زمین شور مین
تخم ڈالا اور اوسکی خبرگیری پانی دینے اور نولانے سے نہ کی حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین
کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع بدون ندامت گناہ کے کیے جاوے
اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بو کر منتظر جنت کا رہے اور گناہون کی
وضع طالب نیکیون کے مقام کا ہوا اور بدون عمل انتظار ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدا پر تقاضا

احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو اوسکی خواہش کا مطیع کرے اور اللہ تعالی پر آرزو کرے ۱۲

پھر اونکی جگہ آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے مزون کے سو آگے دیکھینگے گمراہی ۱۲

پھر اونکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے ہین اسباب اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہین کہ ہمکو معاف ہوگا ۱۲

کسی امر کا متمنی ہو۔ شعر ہر کہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ٭ دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست
پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہے جو علم سے بسبب
واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہے اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ جو اسباب باقی
رہگئے ہوں اونکی بجا آوری میں بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلاً امثال مذکور میں جس شخص کا بیج
اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اوس شخص کی رجا اچھی ہوگی اور یہ رجا اوس
شخص کو اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس وہاں جمے اوسکو صاف کرے
اور خبرگیری میں کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کے وقت تک دیکھتا بھالتا رہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہے ناامیدی میں خبرگیری نہیں ہو سکتی مثلاً جو شخص یہ جانتا ہے
کہ زمین شور ہے اور پانی بھی پہونچنا دشوار اور بیج خراب ہے وہ ہرگز زمین کے تردد میں اوسکی
اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہے کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہے اور
ناامیدی بری ہے اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہے اور خوف ضد رجا نہیں بلکہ اوسکا
رفیق ہے چنانچہ اوسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل بطریق ترہیب کے ہوتا ہے
جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہے غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہے کہ اعمال میں
خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کیسے ہی بدلے رہیں طاعتوں پر مواظبت ہمیشہ رہا کرے
اور اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ خدای تعالی کیطرف متوجہ ہونے میں لذت ملے اور مناجات الہی
میں جی لگے اور اوسکی خوشامد ہی سے کرتا رہے اور یہ امور تو اوس شخص میں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں جو
کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہو تو بادشاہ حقیقی سے جاسکتے ہیں کیسے نہ ظاہر ہوں گے
اور اگر ظاہر نہوں تو دلیل اس بات کی ہے کہ وہ شخص مقام رجا سے الگ محروم ہے اور پستی غرور
و تمنا میں گرا ہوا ہے یہ ہے بیان حالت رجا کا اور جس سے یہ پیدا ہوتی ہے یعنی علم اور جو عمل
اس سے پیدا ہوتے ہیں اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اوس حدیث سے پایا جاتا ہے جو
زید خیل سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوکر عرض
کیا کہ میں اسواسطے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری
چاہتا ہے اوسمیں کیا پہچان رکھتا ہے اور جو شخص ایسا نہیں اوسمیں کیا علامت ہے آپنے فرمایا
کہ تیرا کیا حال ہے اونسے عرض کیا کہ میرا حال یہ ہے کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہوں اور
جب کبھی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہوں تو اوسکی بجا آوری میں جلدی کرتا ہوں اور اوسکے

ح طبرانی در کبیر ابن مسعود [illegible]

ثواب کا یقین کرتا ہوں اور اگر کوئی خیر مجھسے باقی رہی ہے تو اوس پر غم کرتا ہوں اور اوسکا
مشتاق کرتا ہوں آپنے فرمایا کہ یہی پہچان ہے اوس شخص کی جسکے ساتھ خداے تعالی بہتری
چاہتا ہے اور اگر تجھسے برائی کی چاہتا تو اوسکے لیے تجھکو آمادہ کر دیتا اور پھر
پرواہ نہ کرتا کہ اوسکے کون سے جنگل میں تم کھو گئے — اس حدیث میں آپنے پہچان اہل خیر کی ذکر
فرمائی ہیں جو شخص چاہا کرے کہ اہل خیر میں سے ہوں اور یہ علامات نہوں تو وہ مغرور ہے

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اوسمین رغبت دلانیکے ذکر میں

جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلی اور عمدہ ہے
اسلیے کہ خداے تعالی سے زیادہ قریب بندہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ محبت الہی رکھتا ہو اور محبت
رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہے اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہوں میں سے ایک کی خدمت تو لوگ
اوسکے ڈر کے مارے کریں اور دوسرے کی خدمت اوسکے احسان کی امید میں کریں تو ظاہر ہے
کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن کے باب میں خصوص کر
وقت بہت سی ترغیبیں شرع میں وارد ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ
اس آیت میں سرے سے ناامیدی کو ممنوع و حرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات میں ہے
کہ خداے تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ میں نے تم میں اور یوسف میں کیوں جدائی
کر دی اسکی وجہ یہ ہے کہ تمنے کہا تھا اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ
تمنے بھیڑیے کا خوف کیوں کیا مجھسے رجا کیوں نہ کی اور یوسف کے بھائیوں کی غفلت کا
لحاظ کیوں کیا میری حفاظت کا کیوں نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَهُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تَعَالٰی اور ایک حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالی
فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع میں تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہے اوسنے عرض کیا
کہ اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اور رحمت الہی کا متوقع ہوں آپنے فرمایا کہ اسوقت میں جس بندہ
کے دل میں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہوتی ہیں اوسکو خداے تعالی اوسکی توقع عنایت فرماتا ہے
اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اوس سے مامون کر دیتا ہے اور حضرت علی نے اوس شخص سے
ارشاد فرمایا جو اپنے گناہوں کی کثرت کے خوف سے ناامید ہو گیا تھا کہ اے شخص تیرے سبب
گناہوں کے جو مایوسی ہے کہ خداے تعالی کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے اور حضرت سفیان ثوری

فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدای تعالی نے مجھکو اسپر قدرت دی اور بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالی اوسکو بخشدیتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ اور فرمایا وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بندہ کو ارشاد فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تو نے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خدای تعالی اوسوقت جواب سوجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد فرماویگا کہ تمنے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ایک شخص لوگون کو قرض دیا کرتا تھا پھر تونگر دولتمند سے سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کردیتا جب خدای تعالی کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ کوئین طاعات سے مفلس یعنی الا وہ معاف کردیگا اوسکو حکم ہوا کہ اسکے لیے ہم سے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کردیا گیا اور قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب فرح سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو اوس بات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو اور جنگلون مین چلے جاؤ اور چھاتی پیٹو اور اپنے رب کیطرف چلائے پھرو تو حضرت جبریل علیہ السلام آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور اونکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر اور جو مجھسے محبت کرے اوس سے بھی محبت کر اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر اونھون نے عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور اونکو یاد دلایا کر کہ سوائے احسان کے وہ اور کچھ نہین جانتے۔ اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے اونکو مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہتے ہین کہ خدای تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق کے نزدیک محبوب کردون حکم ہوا کہ ہم نے تجھکو بخشدیا۔ اور یحیی بن اکثم رح کو بعد موت کے

اور یہ تمہارا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اسی نے تمکو ہلاک کیا

اور اٹکلین تم نے بری اٹکلین اور تم تھے لوگ ہلاک ہونے والے

ابن ماجہ بروایت ابی سعید ۱۲

متفق علیہ ۱۲

جو لوگ پڑھتے ہیں کتاب اللہ کی اور سیدھی کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں کچھ ہمارا دیا ہوا چھپے اور کھلے امیدوار ہیں ایک بیوپار کے جو کبھی نہ ٹوٹے ۱۲

ابن حبان بروایت ابی ہریرہ ۱۲

اسکی اصل مجھے نہیں ملی ۱۲

خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھون نے کہا کہ مجھکو اپنے
سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تونے یہ یہ کام کیے ہین اسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا
کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا
حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبدالرزاق سے اور اوسکو
معمر سے اور اوسکو زہری سے اور اوسکو انس سے اور اوسکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور
اونکو جبریل علیہ السلام سے کہ تونے ارشاد فرمایا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَآءَ [۵]
مجکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجکو عذاب نہ دیگا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبریل نے
اور سچ کہا میرے نبی نے اور سچ کہا انس نے اور سچ کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا
معمر نے اور سچ بیان کیا عبدالرزاق نے اور ٹھیک بیان کیا تونے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک
غلام میرے آگے آگے چلے اوسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین۔ اور ایک خبر [۶] مین ہے
کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور اونپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز
خدای تعالی اوسکو فرماویگا کہ جیسا تونے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے
نا امید کرونگا۔ اور ایک حدیث [۷] مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص
دوزخ مین داخل ہوگا اور اوسمین ہزار برس رہیگا اور یا حنان یا منان پکاریگا اللہ تعالی جبریل
علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو یہان لے آ حضرت جبریل تعمیل حکم فرماوینگے
اور اوسکو پاس لاکر کھڑا کردینگے اللہ تعالی پوچھیگا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کیسی ہے وہ عرض
کریگا کہ نہایت بری ہے حکم ہوگا کہ اسکو اوسی جگہ لیجاؤ وہ اوسطرف جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو
دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا پھرتا تکتا جاتا ہے عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اوس مکان سے
نکالنے کے بعد پھر تو اوسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے
معلوم ہوا کہ اوسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگئی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہو کر غالب ہو جاوے —

جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی ہے یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو
اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی
کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز
کرنے کے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر

[۵] یعنی مین اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہون پس جو چاہے سو مجھپر گمان کرے ۱۲

[۶] بیہقی در شعب عن زہری مقطوعا ۱۲

[۷] ابن ابی الدنیا و بیہقی در شعب بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

آجاوین لیکن جو آدمی کہ گناہ پر مغرور ہو کر خدا تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان ہو
اور گناہوں مین گھسا رہے تو اوسکے حق مین رجا کی دوا زہر مہلک ہو جاتی ہے جیسے شہد کہ
جسپر غلبہ برودت ہو اوسکے حق مین شفا ہے مگر جسپر غلبہ حرارت ہو اوسکے حق مین زہر ہے اسلیے
مغرور کے لیے بجز دواے خوف اور اون اسباب کے جن سے خوف پیدا ہو اور کچھ بکار آمد نہین نظر برین
جو شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اوسکو واجب ہے کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا
اوسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج نکرے جس سے بیماری زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ
مطلوب یہی ہے کہ ہر ایک صفت اور خلق مین اعتدال اور بیچ اوسط جو سب سے عمدہ ہوتا ہے
حاصل ہو جاوے اور جب اوس سے تجاوز ہو جاوے تبھی علاج اوسکی درجہ اوسط پر آنے کا
کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ وسط سے اور زیادہ دوری ہو جاوے اور یہ وقت ایسا ہے کہ جس مین
اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنے چاہیین بلکہ خوف دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے
تب بھی راہ راست پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجا کا تو ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہے
مگر چونکہ ذکر رجا دلون پر ہلکا معلوم ہوتا ہے اور نفسون کو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی
دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین اپنے لیے اوسکا ثناخوان رہنا ہوتی ہے اسلیے وہ رجا کے بیان
پر جھک پڑے یہان تک کہ خرابی بڑھگئی اور سرکشون کو دونی سرکشی بڑھگئی حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہے جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے ناامید کرے
نہ اوسکے عذاب سے بیخوف۔ اور ہم اسباب رجا کو جو ذکر کرتے ہین تو ناامید کے باب مین تھمنا
کرنے کے لیے ذکر کرتے ہین یا اوس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور
حدیث شریف کا مقتضا بھی یہی ہے کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھ ہی پائے جاتے ہین
یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے مریضون کے اسباب شفا مذکور ہین تاکہ
علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے بموجب اونکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج
کیا کرتا ہے بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے
مناسب ہے کیسا ہی مرض کیون نرکھتا ہو۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونیکی
دو صورتین ہین — اول صورت یہ ہے کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتون مین لکھ چکے ہین شکر کے باب مین
اوسکو خوب تامل سے دیکھے یہان تک کہ اوسکو اللہ تعالی کی نعمتون کے لطیفے دنیا مین بندون پر
معلوم ہو جاوین اور جو جو حکمتین عجیب کہ اوسنے انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین اونکا

ظاہر ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کی ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ سب اوسکے لیے
مہیا کردی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً انگلیاں اور
ناخن اور اشیاے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ مین کسی طرح کا
رنگ ہونا اور لبون کا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل
نہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایات الٰہی سے وہ بھی موجود رہی پس مقام غور ہے کہ جب
اوسنے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور
حاجت اور بقا کی چیزین بندون سے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندونکو
ہلاک ابدی مین پہونچاوے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگونکے
لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہان تک کہ اونکو دنیا سے جدا ہونا برا معلوم ہوتا ہے
اگرچہ اونسے یہ کہدیا جاوے کہ بعد موت کے تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب پیش ہوگا
جو نیست ہونے کو برا جانتے ہین یہی وجہ ہے کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کے
تمنا کرنے والے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت شاذ و نادر اور حادثہ
عجیب و غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہے تو خدا تعالی کا
طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہے اس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو
کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہے جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہے جیسے یہان بندون پر لطف و کرم
نگاہ رکھتا ہے وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اسطرح سوچیگا تو اوسپر اسباب رجا غالب
ہو جاوینگے اور کہیگا شعر تو مگو ما را بدان شہ بار نیست با کریمان کارہا دشوار نیست
اور اسی صورت مین یہ بھی ہے کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اوسکے
بر روے کار آتے ہین اونکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہے بعض عارفین سورۂ
بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ آمین رجا کیا ہے
فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہے اور آدمی کا رزق اوسمین سے تھوڑا ہے اور رزق کی
نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہے مگر خدا تعالی نے اوسکے باب مین سب سے بڑی آیت اوتاری تاکہ
بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو
دین کی احتیاط کیسے نہین فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہے کہ اوسکا کوئی عوض ہی نہین —
دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب مین وارد ہین اور وہ بیشمار

مین آیات یہ ہین کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
اور قراءت نبوی مین وَلَا يُبَالِي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ہے اور فرمایا وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنون کے لیے تیار کیا ہے
اور اوس سے اپنے دوستون کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَٰلِكَ
يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ اور فرمایا وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ اور فرمایا فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا
تَلَظَّىٰ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ اور فرمایا وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ
روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے بارے مین سوال کیا کرتے تھے یہانتک
کہ آپ پر یہ آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ اوتری اور حکم ہوا کہ اب بھی تم راضی نہین ہوتے اور
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کی تفسیر مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امتی محمد کا
دوزخ مین ہوگا تو محمد راضی نہ ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء اور حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ عراق والے کہتے ہین کہ کلام مجید مین سب سے زیادہ توقع کی
آیت یہ ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ الآیۃ اور ہم اہل بیت
کہتے ہین کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ہے اور اخبار رجا کے
یہ ہین کہ حضرت ابو موسی روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت
مرحوم ہے اسپر آخرت مین عذاب نہوگا اوسکی سزا خدا تعالی دنیا ہی مین فتنے اور زلزلے اور آفات سے
دیدیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت مین سے ایک شخص اہل کتاب سے دیا جاویگا
اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت مین اسطرح سے ہے کہ
ہر ایک آدمی اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کے لیے
یہ ہے اور اوسکو دوزخ مین ڈالدیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْحُمَّى مِنْ
فَيْحِ جَهَنَّمَ وَهِيَ حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ اور خداوند کریم کے اس قول يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ کی تفسیر مین ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی
کہ مین حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ الہی ایسا نکر میری نسبت
اونکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم اونکے باب مین تمکو رسوا نکرینگے اور حضرت انس سے
اسطرح مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین استدعا کی کہ میری امت

گناہونکا حساب میرے سپرد فرمادے تاکہ اونکی خطاؤن پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا
کہ یہ لوگ تمھاری تو صرف امت ہین اور میرے بندے ہین تمھاری نسبت مین ان پر زیادہ رحیم ہون
انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائین نہ تمکو معلوم ہون نہ کسی دوسرے کو سبحان اللہ کیا رحم ہے۔ باعمر

شاہا اگر کسی رسول تو کریم	صد شکر پیمبریم مہیا کریم
مارا چہ غم از جرم اگر بخشش با	سلطان جہان کریم و پیغمبر کریم

اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زندگی اور موت دونون
تمھارے حق مین بہتر ہے زندگی مین تو یہ کہ تمھارے لیے طریق شریعت مسنون اور مشروع کرتا ہون
اور موت یون کہ تمھارے عمل مجھ پر پیش ہونگے جو اونمین سے عمدہ ہونگے اونپر مین خدا کا شکر کرونگا
اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا

جانم فدائے تو کہ ترا ہست بے گمان	از بہر ما شفاعت بسیار امتنان

اور ایک روز آپ نے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے
اسکے یہ معنی ہین کہ اول سیئات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے اونکو نیکیون سے
بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی مین تجھسے تمام
نعمت کی التجا کرتا ہون آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام ہونا کیا ہے اوس نے
عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت مین داخل ہونا ہے علما فرماتے ہین کہ اللہ
نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد
فرماتا ہے وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا اور حدیث شریف مین ہے کہ
جب بندہ کوئی گناہ کرکے طلب آمرزش اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالی اپنے فرشتون سے
ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو اوسنے گناہ کیا پھر جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ
بخشتا ہے اور گناہون کی عوض پکڑتا بھی ہے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو معاف
کردیا۔ اور ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اوسکے گناہ بلندی آسمان تک
پہونچ جاوین تو جب تک مجھسے بخشواتا رہیگا اور مجھسے رجا رکھیگا مین بخشدونگا۔ اور ایک اور
حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا مین بھی اوسی کے
اوسیقدر مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو
چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال مین نہین لکھتا۔ اس اثنا مین اگر توبہ اور استغفار کرلیتا ہے تو تو
اوس گناہ کو نہین لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ جب

ح بزاز نے روایت عبد اللہ بن مسعود اور اسکی سند مین عبد العزیز بن ابی داود کو اکثرون نے ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے ثقہ کہا ۱۲

ح یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال ... روایت کیا ہے ۱۲

ح اسکی سند پہلے گذر چکی

[illegible]

برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرلے ہے تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائین طرف والے اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہے اپنے یہان سے دور کر دے مین اپنے یہان سے ایک نیکی اوسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک اسنے اب کیا ہے اوسکو وہین کی جگہ نہ لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کر دی جاتی ہے — اور حضرت انس روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے ذمہ لکھا جاتا ہے ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اوسنے پوچھا کہ اگر وہ پھر خطا کرے آپنے فرمایا کہ اوسکے اوپر لکھی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ اگر توبہ کرے آپنے فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کر دی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ یہ سلسلہ کب تک رہیگا آپنے فرمایا کہ جب تک کہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خداے تعالی مغفرت سے نہین گھبراتا یہان تک کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اوس کام کو کر بھی لے تو فرشتہ دس نیکیان لکھتا ہے پھر اوسکو خداے تعالی سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب آدمی قصد خطا کرتا ہے تو اوسپر لکھی نہین جاتی اور جب کر گزرتا ہے تو ایک ہی قصور لکھا جاتا ہے اور اوسکے بعد بھی ایک عفو الٰہی رہتی ہے یعنی توبہ نہین کیا معاف بھی ہو جاتی ہے — اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مین ایک مہینہ سے زیادہ کے تو روزے نہین رکھتا اور پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہین پڑھتا اور میرے مال مین صدقہ اور حج اور زکوۃ اور خیرات کچھ نہین تو ایسے حال مین اگر مین مرونگا تو کہان رہونگا آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جنت مین اوسنے عرض کیا کہ آپکے ساتھ یا رسول اللہ آپنے تبسم فرمایا کہا کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھون کو بھی دو ہی چیزون سے روکے ایک تو دیکھنا خداے تعالی کی حرام کی ہوئی چیزون کو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک مارنی کسی مسلمان پر اگر ان سب باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ کیا میری ان دونون کف دست پر تو جنت مین جاویگا — اور ایک بڑی حدیث مین حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا آپنے فرمایا کہ خداے تعالی جل شانہ ہوگا اوسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپنے فرمایا

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جلد اول فصل سوم میں

کہ ہاں اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اوسنے عرض کیا کہ اسوجہ سے
خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو
چشم پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خدای تعالی سے
زیادہ کریم والا نہیں ہے اکرم وہی ہے پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اوسی حدیث میں
یہ بھی ہے کہ خداوند تعالی نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض اسکو
کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گرا دے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی ولی اللہ کی
حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ
ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہیں کیا تو نے قول خدای تعالی کا نہیں سنا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور بعض احادیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ
الْکَعْبَۃِ وَالْمُؤْمِنُ طَیِّبٌ طَاھِرٌ وَالْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ
اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک
کوڑا بنایا کہ جس سے بندوں کو جنت کیطرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھ سے نفع لیں اس لیے کہ
میں اون سے کچھ نفع لوں انہی مضمونوں کے قریب مولانا روم فرماتے ہیں شعر

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ خدای تعالی نے کوئی
چیز ایسی نہیں پیدا کی جس سے بڑھکر دوسری چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غضب سے غالب
پیدا کیا ہے۔ اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ خدای تعالی نے قبل پیدائش خلق کے اپنے
نفس پر یہ حال لکھ لیا ہے کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ اور معاذ بن جبل اور انس بن مالک سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ اور
فَمَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَمْ تَمَسَّہُ النَّارُ وَمَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ
شَیْئًا حُرِّمَتْ عَلَیْہِ النَّارُ وَلَا یَدْخُلُھَا مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ اِیْمَانٍ
اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الہی معلوم ہو جاوے تو خدای تعالی کی
بہشت سے ناامید نہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ زَلْزَلَۃَ
السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ تو صحابہ سے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے یہ وہ دن ہے

کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد میں سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے کہ کتنے حکم ہوگا کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت کے لیے یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حیران ہوگئے اور رونا شروع کیا اور اوس روز کچھ شغل او۔ر کام نہ کیا اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس گئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیوں نہیں کرتے اونھوں نے عرض کیا کہ آپ سے وہ حدیث سنکر اب کسکو تاب ہے کہ کام میں مشغول ہو آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہے کہ اور قوموں کی نسبت کہ تم گنتی میں کتنے ہو تاویل و تاریس اور منسک اور یاجوج اور ماجوج کی قومیں کہاں گئیں اتنی قومیں ہیں کہ اونکی شمار خدای تعالی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تمھاری اونکے سامنے کچھ بھی شمار نہیں ہم تو سب کی نسبت ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے میں ایک سفید بال ہوتا ہے یا گدھے کے پاؤں میں اور رنگ کا داغ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خوف کے تازیانے سے کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ کیسے اللہ تعالی کیطرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہنکایا اور جب معلوم کیا کہ شدت خوف نے اونکو حد اعتدال سے باہر کردیا اور نا امیدی میں جا پڑا تو اوسیوقت دوا رجا سے اونکا علاج کیا اور اونکو پھر اعتدال کی صورت پر کردیا اور دوسرا قول منافی اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اوسکو بیان کردیا اور اوسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرمادی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی اوس جناب مقدس کی وعظ کی باب میں ہاتھ سے ندین اور استعمال اخبار خوف و رجا میں حاجت کے موافق رعایت کریں یعنی جیسی علامت پائیں دیکھیں ویسی ہی تدبیر اوسکے دور کرنے کی کریں اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نکریگا تو جسقدر اوسکی وعظ سے درستی اور صلاح کی توقع ہے اوس سے زیادہ بگاڑ ہو جیگا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدای تعالی اور خلقت پیدا کرے کہ وہ گناہ کریں اور اونکے قصور بخشدیے جاویں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کریں اور بخشے جاویں کیونکہ اوسکی ذات غفور و رحیم ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجکو تم پر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بُری ہے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک حدیث شریف میں آپنے ارشاد فرمایا

مسلم بروایت ابو ایوب ۱۲
مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
بزار و ابن حبان ضعفا و بیہقی در شعب بروایت انس ۱۲
بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲

کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بنسبت مادر شفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہان تک کہ ابلیس بھی اوسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ جاوے اسی مضمون کو سعدی رح نے نظم کیا ہے شعر

اگر در دہد یک صلای کرم	عزازیل گوید نصیبے برم

اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کی سو رحمتین ہین جنمین سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہین اور ایک دنیا مین ظاہر کی ہے اوسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچون پر شفقت کرتے ہین جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو اون ننانوے مین ملاکر خلق پر پھیلاویگا انمین سے ہر ایک رحمت بمقدار سب طبقات آسمان وزمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت کے ہوتے اوس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ تم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو اوسکا عمل جنت مین پہونچادے یا دوزخ سے بچاوے (یعنی بدون رحمت الہی عمل بکار آمد نہین) لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہین آپنے فرمایا کہ مین بھی ایسا نہین الا اوس صورت مین کہ مجھکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاعْلَمُوْا اِنَّ اَحَدًا لَنْ يُّنْجِيَهٗ عَمَلُهٗ اور فرمایا کہ مین نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والون کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقوے وطاعت کے لیے ہے نہین بلکہ آلودگان عصیان کے لیے ہے شعر

دلا خوش باش کان محبوب جان را	بدرویشان ومسکینان سرے ہست

اور فرمایا بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ السَّهْلَةِ اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونون اہل کتاب یعنی یہود ونصاری جان لین کہ ہمارے دین مین وسعت ہے اور اسی معنی کی طرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالی نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ اونکی اس استدعا کے جواب مین لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا ارشاد فرمایا وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور محمد بن حنیفہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہین کہ جب یہ قول الہی نازل ہوا فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہین حضرت جبریل نے فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہو اگر تم اوسکو معاف کردو تو

ابن ابی الدنیا بروایت حذیفہ بسند ضعیف ۱۲

بخاری ومسلم بروایت ابوہریرہ

بخاری ومسلم

یہ حدیث اوپر گذری ۱۱۲

یہ حدیث اوپر گذری

پھر عتاب نکرونگا آپ نے فرمایا کہ ای جبریل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدای تعالی کسیکو معاف فرماویگا تو
اوسپر بھی عتاب کریگا پس حضرت جبریل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے
خداوند کریم نے اون دونون کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اونھون نے آکر کہا کہ
تمھارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جسکو مین معاف کرونگا اوسپر کیسے عتاب
کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہین غرضکہ اخبار اس باب مین بے شمار ہین اب آثار کو
سننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا مین
اوسکو خدای تعالی پوشیدہ رکھے اوسکا کرم اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکا پردہ آخرت مین
کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اوسکو دنیا ہی مین سزا ملجاوے تو عدل الہی اس بات کا
مقتضی نہین کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت مین سزا دیوے ۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین
کہ میرا حساب اگر میرے ماں باپ ہی کے حوالہ کیا جاوے تب بھی مین اچھا نہین جانتا اسلیے
کہ مجھکو یقین ہے کہ خدای تعالی میرے اوپر ماں باپ کی نسبت کہین زیادہ رحیم ہے اور بعض اکابر کا
قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خدای تعالی اوسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپاتا ہے
کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ بنجاوین اور محمد بن مصعب نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ
جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اوٹھا کر یارب کہتا ہے تو فرشتے
اوسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہانتک کہ
چوتھی دفعہ جب یارب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو مجھسے میرے بندے کی
آواز کب تک چھپاؤگے میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اوسکے لیے سواے میرے
اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو
بخشدیا ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو
تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس
کھڑے ہوکر التجا کی کہ الہی مجھکو گناہ سے محفوظ رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اوسیوقت
ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ ای ابراہیم تو ہم سے سوال عصمت کرتا ہے
اور سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کردون تو اپنا فضل و مغفرت
کس پر کرون اسی کے قریب نظامی گنجوی رح فرماتے ہین شعر

گناہ من ار نامدے در شمار	ترا نام کے بودے آمرزگار

اور حضرت حسن بصری رحمہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب اسرار آسمانی مین
اوڑ جاتا ہے مگر خدا تعالی نے گناہون کو باعث اوسکو مقید کر دیا ہے اور حضرت جعفر
فرماتے ہین کہ اگر کریم کی نظر ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملا دیگی - اور حضرت مالک بن دینار
ابان سے ملے اور اونسے فرمایا کہ کب تک لوگون کو تم رخصتون کی حدیثین سناؤ گے انہون نے
جواب دیا کہ میان صاحب مجکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خدا ہی تعالی کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا
کہ خوشی کے مارے جامے مین نسماؤ گے - اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو عمدہ
تابعین مین سے تھے اور موت کے بعد گفتگو اونھون نے ہی کی تھی اسطرح بیان کرتے ہین
کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو اونکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا اونھون نے کفن اپنے منہ پر سے
ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اوسنے میری خاطرداری رحمت
اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نہ تھا اور جتنا گمان ہے اوس سے مین نے
یہ امر آسان پایا اب سستی نکرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض سب میری
راہ دیکھ رہے ہین کہ مین نے پاس پھر کر جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین
گرتی ہے سبنے اونکو اوٹھا کر دفن کیا - اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین
دو شخصون نے آپس مین اللہ کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک اون دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی
کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ اول کو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اوسکے جواب مین کہدیتا
کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین یہان تک کہ ایک روز اوس عابد نے
اوس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشیگا خدا تعالی
اوس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا کہ کیا کسیکو یہ بات طاقت ہے کہ میری رحمت میرے
بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر مین نے دوزخ کو
لازم کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے
اپنی دنیا و دین خراب کر دی - اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک چور چالیس برس تک
راہزنی کیا کرتا تھا اوسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے ایک عابد
حوارئین مین سے بھی تھا چور نے اپنے دلمین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گذرتے ہین اور اونکے پہلو مین
ایک حواری بھی ہے اگر مین بھی اوتر کر انکے ساتھ ہو لون تو بہتر ہے یہ ارادہ کرکے اوترا اور
چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اوسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کرکے کہتا تھا کہ مجھ جیسے

شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہیے اور پھر عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ
چور آتا ہے تو اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہے اس خیال سے اوس سے کنارہ
کرکے آگے نکل گیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہ گیا راوی
کہتے ہین کہ خداے تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ
تمہارے پچھلے عمل سب باطل کر دیے اب سے نئے سرے سے عمل کرو حواری کی حسنات جاتی رہین
اسوجہ سے کہ اوسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹا دین اسلیے
کہ اوسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے اون دونون کو اطلاع کر دی اور
چور کو اپنے ساتھ لیا اور اوسکو حواری کیا۔ اور مسروق ضبی سے روایت ہے کہ ایک نبی انبیا
علیہم السلام مین سے سجدے مین تھے کہ کسی سرکش نے اونکی گردن پر پاؤن السا زور سے
رکھا کہ کنکر اونکی پیشانی مین گھس گیا اونھون نے سر اوٹھا کر غصہ مین اوسکو فرمایا کہ جا تجھکو
خدا ہرگز نہ بخشیگا اوسیوقت اونپر وحی آئی کہ میرے بندون کے بارے مین تم قسم کھاتے ہو
مین نے اوسکو بخشدیا۔ اور اسی کے قریب وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کیلیے بددعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت
اوتری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ آپ نے بددعا چھوڑ دی اور اللہ تعالی
نے اونمین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا۔ اور روایت ہے کہ دو شخص عابد دونون
عبادت مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا
اوس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا مین اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر
تو نے اوسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون
کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک
بندے کو اوسکی درخواست کے موجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت رجا کے
ساتھ کرنی افضل ہے اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہے بہ نسبت خائف کے
دیکھو جو بادشاہ کی اوسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے کی خدمت انعام کی
توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی جہت سے خداے تعالی نے حکم
حسن ظن کا فرمایا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے
بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اوسکے نزدیک دینا کیا بڑی بات ہے

۱۲ روایت احیا کے الفاظ سے انہین ملی ترمذی کا سنے روایت ابن مسعود دونون نقل کیا ہے سلوا اللہ من فضلہ فان اللہ یحب ان یسأل ۱۲

اور فرمایا کہ جب تم خداے تعالی سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلی کی درخواست کرو اسلیے کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جسکو وہ نہ دے سکے۔ بکر بن سلیم صواف فرماتے ہیں کہ ہم مالک بن انس کے پاس اوس شام کو گئے جسمین اونکا انتقال ہوا ہم نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے اونھون نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب تم خداے تعالی کا عفو اتنا دیکھوگے جسکا کچھ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہان تک کہ آپ کی آنکھین ہم ہی نے بند کین۔ اور یحیی بن معاذ رح اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجکو گناہون کے ساتھہ تجھسے ہے وہ اوس توقع سے بڑی ہو جاتی ہے جو مجکو اعمال کے ساتھہ تجھسے ہے اوسلیے کہ اعمال مین بڑا اعتماد اخلاص پر ہے اور وہ مجھہ مین کہان سے آیا تھا مین تو آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھہ مجکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہے تو تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہے۔ روایت ہے کہ ایک مجوسی نے حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان ہونا چاہا آپنے اوس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ تم نے اوسکے دین کے اختلاف کے باعث اوسکو کھانا نہ کھلایا ہم اوسکو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیے چلے جاتے ہین اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم اوسوقت اوس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اوسکو پھیرا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہے اول تو آپ نے انکار ہی کردیا تھا آپنے سارا قصہ اوس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ خداے تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے عرض کرکے مسلمان ہو گیا۔ اور استاد ابو سہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین معروف تھے اونھون نے ابوسہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا اونھون نے جواب دیا کہ جسقدر ہم ڈرایا کرتے تھے اوس سے ہم نے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے اوستاد ابوسہل کو بہت عمدہ صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور پوچھا کہ یہ درجہ تمکو کیسے ملا اونھون نے کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خداے تعالی کے ساتھہ مجھکو اچھا گمان تھا ویسا ہی ہوا اور ابو العباس بن شریح رح نے اپنے مرض موت مین خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوے تو اون سے سوال ہوا کہ تم نے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الہی ہم سے تقصیر ہوئی اور ہم نے برا کیا

مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ اح

(۱۶۶)

راوی کہتے ہین کہ گویا یہ جواب جناب باری مین پسند ہوا اور پھر وہی سوال ہوا تاکہ کوئی اور
جواب دیوین ابن شریح کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامہ اعمال مین شرک نہین ہے تو نے
وعدہ کیا ہے کہ شرک سے کم گناہ کو معاف کرونگا حکم ہوا کہ اسکو لیجاؤ ہم نے اسکو بخشدیا
اور یہ بزرگ اس جواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے۔ اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت
شراب خوار تھا ایکبار اپنے ہم مشربون کو جمع کر کے چار درم غلام کو دیے کہ اس مجلس کے واسطے
کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازے پر پہونچا وہ اوس وقت کسی فقیر کے لیے
کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درم دیگا مین اوسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درم اوس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا
مطلب کیا ہے کس چیز کے واسطے دعا مانگون اوسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے مین چاہتا ہون
کہ اوس سے مجکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اوسنے کہا کہ ان
درمون کا عوض خداے تعالی مجھکو عنایت کرے او منصور نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا
تیسری غرض کیا ہے اوسنے کہا کہ خداے تعالی میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اوسکی
توبہ قبول ہو او منصور نے دعا کر کے چوتھی بات پوچھی اوسنے کہا کہ خداے تعالی میری اور میرے
اور میرے آقا کے اور قوم کی سبکی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا
اوسکے آقا نے پوچھا کہ تو نے دیر کیون کی اوسنے تمام قصہ کہا اوسنے پوچھا کہ پھر اون
چارون دعا کی تشریح کر اوسنے کہا کہ اول دعا تو یہ مانگوائی کہ مین آزاد ہوجاؤن آقا نے جواب
دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اوسنے کہا کہ خداے تعالی میرے درمون کا عوض مجھکو
دے آقا نے کہا کہ تجکو چار ہزار درم ہمنے دیے تیسری دعا بتلا اوسنے کہا کہ آپکو خداے تعالی
توبہ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب چوتھی دعا بتلا اوسنے کہا کہ
چوتھی یہ تھی کہ خداے تعالی مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات
میرے اختیار مین نہین جب اوس رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے
کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کر چکا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے اختیار مین ہے
ہم نہ کرینگے ہم نے تجکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا ۔ اور
عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت
ایک جنازہ لیے جاتے ہین مین نے عورت کی طرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان مین جا کر

بعد نماز اوس میت کو دفن کیا پھر مین نے اوس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا اوسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا مین نے پوچھا کہ تھارے کوئی پڑوسی نہ تھا اوسنے کہا کہ پڑوسی کیون نہین ہین مگر اس مردے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اوسنے کہا کہ یہ لڑکا مخنث تھا تب مجھے اوس عورت پر رحم آیا اور اوسکو اپنے گھر لیجا کر کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا اور اوسی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور پھر اشکر گزار ہے مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے جو مجھکو حقیر سمجھا اس لیے خدا تعالی نے مجھپر رحم کیا۔ اور ابراہیم اطروش سے روایت ہے کہ ہم بغداد مین دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس درمیان مین ایک چھوٹی کشتی پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت معروف کرخی رح کی خدمت مین عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین انپر بددعا کیجیے آپنے ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی جیسا تونے انکو دنیا مین خوش کیا آخرت مین بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بددعا کرین آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالی انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کردیگا یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہے کہ اونکو ان حرکات سے توبہ نصیب کرے۔ اور بعض اکابر دعا مین یون کہتے کہ الٰہی دنیا مین کون ایسا ہے جو تیری نافرمانی نکرتا ہو مگر تیری نعمت سب کے اوپر کامل اور رزق جاری ہے تیری شان بہت بڑی ہے اور حلم نہایت افزون کہ تیری نافرمانی بھی ہوتی ہے مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہے اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہے گویا کہ پروردگارا تو غصہ ہی نہین ہوتا۔ حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح خوف والون اور نا امیدون کے دلون مین پڑتی ہے مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان باتون مین سے کچھ سنانا نہین چاہیے اونکے لیے وہ ہے جو ہم اس باب خوف مین عنقریب لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر انکے خلاف اونسے برتا جاوے تو اونکی دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اوسمین تو بیان ہین اول بیان خوف کی حقیقت مین

واضح ہو کہ خوف درد دل و سوزش درونی کا نام ہے جو زمان آئندہ کی کسی بُری توقع کے سبب ہوتا ہے اور رجا کی حقیقت کے بیان میں یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص کہ خدا سے تعالی کے ساتھ مانوس ہوا اور حق اوسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے زمانے کا یکتا ہو تو ایسے شخص کو کچھ توجہ زمانہ مستقبل پر نہین رہتی اس جہت سے اوسکو نہ خوف ہوتا ہے نہ رجا بلکہ اوسکا حال ان دونون سے اعلی ہوجاتا ہے اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو وہ باگین ہین کہ نفس کو اوسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسیکی طرف اشارہ کیا ہے واسطی رحمہ اللہ نے اپنے قول مین کہ خوف حجاب ہے درمیان خداے تعالی اور بندے کے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہے تو اوسمین گنجایش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدہ محبوب مین خوف فراق سے مشغول ہوگا تو مشاہدہ مین نقصان ہوگا بلکہ مشاہدہ کا مدام رہنا انتہاے مقامات ہے لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہے پس کہتے ہین کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہے اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مراد ہے جس سے ادراک ہو اوس سبب کا جو برائی پہونچاوے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اوسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اوسکو ڈر اپنے مارے جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہو جانا اور بھاگ جانا بھی ممکن ہے الا اوسکے دل کو صدمہ خوف کا اوسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اوسپر ایسے لوگونکا محیط ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور کسی سفارشی کا اوسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جنسے اپنے قصور کا نشان صفحہ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور اونکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ دل کا ہے اور جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اوسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنے سے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اوسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہے کہ اوسکا وصف چیر پھاڑ کا معلوم ہے گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہے اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہے جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہے جیسے کوئی رو کی دھار مین

جاپڑے یا جہان آگ لگی ہو اوسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف اسی جہت سے ہے
کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبور ہین غرضکہ علم برے اسباب کا
اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ اوس سے سوزش حال در درون اوٹھے اور اسی سوزش کا نام
خوف ہے اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خداے تعالی کی معرفت اور اوسکے صفات کے
جاننے سے ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر دیوے تو اوسکو کچھ پروا نہو اور نہ اوسکو کوئی روک سکے
اور کبھی بندہ اپنے گناہون کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہے اور کبھی ان دونون باتون کے
جمع ہونے سے ہوتا ہے اور جسقدر کہ اپنی برائیان اور خداے تعالی کی بزرگی اور اوسکا استغنا
معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اوس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور بندون سے ہر ایک
بات کی پرسش ہوگی اوسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خداے تعالی
سے وہی شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے
حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری نسبت خداے تعالی کا خوف زیادہ کرتا ہون
اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہے تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہے پھر اثر اس سوزش کا دل سے
بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہے۔ بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی
اور رونا اور چیخنا ہے اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہے اور وہ جب موت
ہوتا ہے یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہے تو عقل فاسد ہو جاتی ہے اور اگر یہہ
حرارت قوی ہوتی ہے تو مورث نا امیدی اور یاس کی ہوتی ہے۔ اور اعضا مین اسکی
تاثیر یہ ہے کہ اونکو گناہون سے روکتی ہے اور طاعات کا مقید کر دیتی ہے تاکہ تلافی تقصیر
گذشتہ اور استعداد آئندہ حاصل ہو اور اسواسطے کہتے ہین کہ خائف اوسکو نہین کہتے جو رو کر
اپنی آنکھین پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہے کہ جس چیز سے خوف سزا جانے اوسکو چھوڑ دے
اور ابو القاسم حکیم رح کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اوس سے دور بھاگتا ہے مگر
جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اوسکی طرف بھاگتا ہے۔ اور ذو النون رح سے کسینے پوچھا کہ بندہ
خائف کب ہوتا ہے اونہون نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کیطرح بنا لے جو زیادتی مرض
کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہے۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہو جاتی
ہے اور لذات سب تلخ معلوم ہوتے ہین یہان تک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہونے لگتے ہین

بخاری کا بروایت انس

[illegible]

جیسے کسیکو شہد کی رغبت ہو پھر جب سنے کہ اسمین زہر ہے تو خوف کے مارے رغبت اوسکی
نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہے کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا مین ادب
آجاتا ہے اور دل مین انکسار اور خشوع اور مسکنت آتی ہے اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہے
بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی لگ جاتا ہے اور اپنے انجام کار کا خطرہ مدنظر رکھتا ہے
اور چیز کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ و مجاہدہ کے
اور کام نہین کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور الفاظ کے ضائع کرنے کا
بخل ہو جاتا ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی موذی درندہ کے پنجے مین پڑ جاوے
اور اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین مین بھاگ جاؤنگا یا اسکے دہان مین لقمۂ اجل ہونگا
تو ایسی صورت مین اوس شخص کا ظاہر و باطن اوسی درندہ کیطرف لگا رہیگا غیر چیز کی جگہ
اوسمین آنے کی نہوگی یہی حال اوس شخص کا ہوتا ہے جسپر غلبۂ خوف زیادہ ہو اور کچھ لوگونکا
صحابہ و تابعین مین سے یہی حال تھا۔ اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اوسیقدر قوی ہوتا ہے
جتنا قوی خوف ہوتا ہے جو درد دل اور اوسکی سوزش کا نام ہے اور خوف کو اسیقدر
قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت خداے تعالی کی جلال اور صفات اور افعال کی اور اپنا
نفس کے عیوب کی اور اون خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آنی مین قوی ہوتی ہو
اور ادنی تاثیر خوف کے ظاہر ہونے کا عمل مین ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی محرمات اور ممنوعات
شرعی سے باز رہے اور حرام چیزون سے باز رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کی اور قوت
زیادہ ہوگی تو ایسی اشیا سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا آسکتا ہو یعنی جو اشیا
یقینی حرام نہین کچھ شبہ اونکی حرمت کا ہے اونسے بھی ہاتھ کھینچیگا اس
رہنے کا نام تقوی ہے کیونکہ تقوی اسیکو کہتے ہین کہ شبہہ کی چیز کو ترک کرے اور یقینی پر
عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہے کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھ مضائقہ نہین ہوتا شبہات
کے خوف کے باعث ترک کر دیتا ہے اس رہنے کا نام صدق در تقوی ہے اور اگر اسپر اتنی
بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی محض اونہین اشیا کو استعمال کرے جو اسکے کام کی ہین
مثلاً جس گھر مین نہ رہتا ہو اوسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز نہو اوسکو جمع نکرے
اور دنیا کی طرف التفات نکرے اور جانے کہ یہ مجھسے علاحدہ ہو جاوے گی اور کوئی سانس
اپنا غیر خداے تعالی مین صرف نکرے تو اوسکا نام صدق ہے اور ایسے شخص کو صدیق کہنا

ہوتا ہے اور یہ درجات ایسی طرح ہیں کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہے اور اوس میں
نیچے کا درجہ داخل ہے مثلاً صدق میں تقوی داخل ہے اور تقوی میں ورع اور ورع میں
عفت کیونکہ عفت نام اوسی ورع کا ہے جو صرف تقاضائے شہوت سے باز رہنے کے لیے
ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا میں رکنے سے بھی ہے اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی
مگر اعضا جو اعمال سے باز رہتے ہیں تو ہر ایک چیز سے باز رہنے میں ایک نیا نام ہوجاتا ہے
مثلاً اگر شہوت سے باز رہیں تو اوس رکنے کو عفت کہتے ہیں اور اس سے اوپر مرتبہ ورع کا ہے
جو اسکی نسبت عام ہے کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رکنے کو کہتے ہیں تخصیص شہوت کی نہیں
اور ورع سے بڑھکر تقوی ہے اسواسطے کہ تقوی ممنوع اور شبہے کی چیز دونوں سے باز رہنے کا
نام ہے اور اوس سے بڑھکر صدق اور قرب ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا
نام ہے اور چونکہ ان درجات میں سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے
آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اوسمیں گویا سب جمع آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہے
یا عجمی اور عربی یا قریشی ہے یا نہیں اور قریشی ہاشمی ہے یا نہیں اور ہاشمی یا اولاد علی رض ہے
یا نہیں اور اولاد حضرت علی رض کی یا حسنی ہے یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انسان میں حسنی اور
حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اوسمیں سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے
مثلاً وہ حضرت علی کی اولاد اور ہاشمی اور قریشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق
کہیں تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہیں وہ سب اوسمیں ہونگے یعنی صدیق کہنا ایسا ہے
کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہے تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ
جدا جدا ہیں انکے معانی بھی ایک دوسرے سے متباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا
تو امر حق مشتبہ ہوجاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہیں اونکا یہی حال
ہوتا ہے اگر الفاظ کو تابع معانی کریں تو پھر کبھی شبہے میں نہ پڑیں۔ یہ ہے اشارہ خوف کے
معنی کلی کا اور اوس چیز کا جسکو اوپر کیطرف سے متضمن ہے یعنی وہ معرفت جو موجب خوف
ہوتی ہے اور جسکو نیچے کیطرف سے شامل ہے یعنی وہ اعمال جو خوف سے صادر ہوتے ہیں یا متروک

دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت و ضعف میں اوسکے مختلف ہونے کا

یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے الا کبھی قیاس اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اچھی چیز
جتنی قوی اور زیادہ ہوگی اوتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت شدت

جسقدر ہو بہتر ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ خوف ایک تازیانہ ہے کہ جس سے
خداے تعالی اپنے بندون کو علم و عمل کی مواظبت کے لیے ہنکاتا ہے تاکہ اون دونون سے
رتبہ قرب الٰہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے کے سیدھا کرنے کو علیحدہ نہین کرنا چاہیے
مگر اس سے سمجھانا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہے بلکہ اوسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف
کے لیے بھی کمی اور بیشی ہے اور عمدہ بات اعتدال ہے جو خوف کہ کم ہو اوسکو مثل
عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب
خوفناک پیش آتا ہو تو دل کو رقت ہوتی اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا
تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہے تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہے اور اوسمین
فائدہ بھی قلیل ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ضعیف قوی جانور کے ایک پتلی
لکڑی دہشت کی مارے کہ اس سے نہ اوسکو کچھ صدمہ پہنچیگا اور نہ وہ سیدھا ہوگا اور نہ کام بخوبی
دیگا۔ اور لوگونکا خوف سبکا اسی قسم کا ہے عارف اور علما الہیہ اس سے مستثنی ہین اور
ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے عالم
بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ
ہین جو خداے تعالی اور اوسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہین اور ایسے لوگون کا وجود
کم ہے اور اسی جہت سے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی
سوال کرے کہ خداے تعالی سے ڈرتے ہو تو اوسکے جواب مین چپ رہو کیونکہ اگر کہو کہ
نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤگے اور اگر کہو کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اسمین یہی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو
اعضا کو گناہون سے روکدے اور طاعات کا پابند کردے اور جب تک تاثیر خوف کی اعضا مین نہوگی
تو اوسکا نام وسوسہ و جنبش خاطر کہنا چاہیے اوسکو خوف کہنا زیبا نہین۔ اور حد اعتدال
زیادہ خوف یہ ہے کہ آدمی نا امیدی اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ عمل کا
مانع ہے حالانکہ غرض خوف سے وہی ہے جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ کرنا
اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہے اور وجہ
نقصان کی یہ ہے کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے جہل تو یہ ہے کہ اپنے انجام کار
کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف ہی کو انجام مین تردد رہا کرتا ہے
اور عاجزی یہ ہے کہ اس امر سے ایسے ایک پیچ مین پڑا جاتا ہے کہ جسکے دور کرنے کی قدرت

اوسکو نہیں۔ غرضکہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھیں تب تو اس قسم کے خوف کو اچھا
کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے مگر واقع میں عمدہ بذات خود علم و قدرت اور
ایسی چیزیں ہیں جیسے خدا تعالی کا وصف ہو سکتا ہے اور جیسے کہ نہیں ہو سکتا اور
بذات خود کچھ کمال کی شے نہیں بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے جو اوس وصف سے زیادہ ہو
اچھے مشہور ہوتے ہیں مثلاً مشقت دوا کی اوٹھانی خود اچھی نہیں بلکہ باعتبار اسکے کہ
وہ مرض او موت کی نسبت آسان ہے اسلیے اچھی ہے بہرحال جو خوف کہ موجب نا امیدی ہو
مذموم ہے اور کبھی خوف موجب مرض و ضعف اور حیرانی اور بیہوشی اور دیوانگی اور موت کا
ہو جاتا ہے اور یہ قسم بھی مذموم ہے جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور
کوڑا جس سے جانور ہلاک ہو جاوے یا بیمار پڑ جاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور اونکی کثرت بیان فرمائی اسی غرض
کہ خوف مفرط کے صدمے کا علاج اوس سے کیا جاوے جو باعث نا امیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا
ہو اسلیے کہ جو چیز کسی دوسری شے کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسمیں سے عمدہ وہی ہوتی ہے
جس سے مقصود حاصل ہوا اور جو مقصود تک نہ پہونچ سکے یا اوس سے بڑھ جاوے تو وہ مذموم
ہوتی ہے اور انجام کار خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوی کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر
و ذکر میں مشغول ہونا اور تمام اسباب خدا تعالی تک پہونچانے والوں کا حاصل ہونا ہے اور
انہیں سے ہر ایک امر زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل پر موقوف ہے اسلیے جو خوف کہ ان
اسباب میں خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور جو خوف
کے مارے مرجاوے تو وہ شہید ہوتا ہے تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اوسکا جواب
یہ ہے کہ اوس شخص کے شہید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خوف کے باعث مرنے سے اوسکو ایسا
رتبہ ملیگا کہ اگر اوسوقت میں خوف کے باعث نہ مرتا تو ویسا رتبہ نپاتا پس اسی نظر سے اوسکو
فضیلت ہے لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور
سلوک کی راہ معرفت میں سرگرم رہتا تو اس حالت پر اوسکی موت کو کسیطرح فضیلت نہیں بلکہ یہاں
معاملہ اور ہی ہے کہ جو شخص فکر او مجاہدے سے اللہ تعالی کی معرفت میں قدم مارتا ہے
اور یہ عارفوں کے درجات میں ترقی کرتا ہے اوسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے
شہیدوں کا ملتا ہے اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا کہ قتل ہو جاوے یا دیوانہ کہ اوسکو

کوئی درندہ چھیڑ ڈالے اوسکا نتیجہ یہی اور بدلی ہے جو اپنی صورت و ذات یا جزو میں فنی ہو جاتا ہے اگر
یہ امر حال ہی پس پہر کون گمان کر سکتا ہے کہ خوف درست نہ ہو یا افراط میں نہ ہو یا انہیں میں سے اولین [?]
کہ باعث اکثر میں کم زیادہ ہو تو ضرور خوف میں کہ یہ ہو جاتی ہے یا عقل کا جاتا رہنا یا جو ایسے ہی ضرر پہونچاتی ہے
کہ اوس سے زندگی بیکار ہو جاتی ہے تو اوس خوف پر اسی لیے بسبب نقصان کا جاننا چاہیے کہ اوس
بعض اقسام کو بعض امور کے اعتبار سے تعریف اس وجہ سے شمار کرتے ہیں مثلاً وہ فضیلت الٰہی
باتوں میں پہنچے جو اوس سے کمتر ہوتی ہیں اور صدیقین کے درجے کی نسبت بہرحال خوف
اگر عمل میں کچھ اثر نہ کرے تو اوسکا وجود و عدم مساوی ہے بلکہ زیادہ کوتاہی سے ہاتھ اپنی
جان پر ڈالتا ہے اور اگر تاثیر کرے تو جس قدر اوسکی تاثیر ظاہر ہو گی ویسا ہی اوسکا درجہ ہوگا
مثلاً اگر صرف خوف اوسکے باعث شہوات ہی سے باز رہے تو صرف عفت کا درجہ
ملیگا اور اگر خوف موجب ورع ہوگا تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہے
کہ اوسکا ثمرہ صدیقوں کا درجہ ہو جاتا ہے یعنی اپنے ظاہر و باطن کو خدا تعالیٰ کے غیر سے پاک کرے
یہانتک کہ غیر اللہ کی اوسمیں گنجایش ہی نہ رہے درجہ خوف کا نہایت کو وہ ہے اور وہ
تندرستی اور عقل کی سلامتی کے ساتھ میسر ہوتا ہے پس اگر خوف اس درجہ سے بڑھ جاوے
اور عقل خواہ صحت کو دور کرے تو اوسکو مرض جاننا چاہیے اور اوسکا علاج ضروری ہے
اگر ہو سکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو رسالت جاو غیرہ سے اوسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف
بڑھ جائے اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ اپنے اون مریدوں کو جو بہت بہوکون فاقہ کرتے تھے
فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عقلوں کی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خدا تعالیٰ کے اولیا میں کوئی شخص کم عقل نہیں ہوا

تیسرا بیان خوف کے اقسام نسبت اوس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے

پہلے معلوم ہو چکا کہ خوف کسی بری بات کی توقع سے ہوتا ہے اور بری چیز دو طرح کی ہوتی ہے
یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اوسمیں برائی نہ ہو مگر وہ ذریعہ دوسری
بری چیز کا پڑتی ہو مثلاً گناہوں کو اسوجہ سے برا جانتے ہیں کہ آخرت میں انکے ذریعہ سے
تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر میووں کو برا سمجھتا ہے اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہیں
پس ہر خوف کرنیوالے کو ضرور ہے کہ اپنے نفس میں کوئی بات مکروہ ان دونوں میں سے
ٹھہرا لے اور اوسکی توقع دل میں اتنی بڑھے کہ دل اوسکی تکلیف کے سوچنے سے جلنے لگے اور انہیں کا
حال باعتبار امر مکروہ کے دل میں چھا جانے کی جدا جدا ہے اول قسم وہ لوگ ہیں

جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہے جو بذات خود مکروہ نہیں ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز
باعث مکروہ ہوتی ہے مثلاً بعضوں پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف غالب ہوتا ہے اور بعضوں کو توبہ شکنی
اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف میں یہ خوف بھی داخل ہیں کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق
الٰہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہے یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی کے
تبدیل ہونے کا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات میں عادت کے
مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہیں خدا تعالیٰ ہمکو ہماری حسنات کے حوالہ
نہ کر دے جنپر ہمکو بھروسا ہے اور بندوں میں اونکے باعث ہماری عزت ہے یا کثرت نعمائے
الٰہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کر کے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونے کا
ڈر یا پے در پے نعمتوں کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کے حضور میں
منکشف ہونے کا ڈر یا لوگوں کے باب میں جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی
کی ہو اوسکی خبر کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی میں کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہوں کی
سزا دنیا میں ہوتی اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبائش سے دھوکے
میں پڑ جانے کا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت میں خدا تعالیٰ کے واقف ہونے کا
ڈر یا موت کے وقت برا خاتمہ ہونے کا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اہل حق کو
خوف عارفین کو ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہے یعنی
جس شے سے خوف ہو اوس سے آدمی بچا رہتا ہے مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے
پڑ جانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اوس عادت کے چھوڑنے کی مواظبت کریگا اور جو شخص کہ
اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خدا تعالیٰ میرے باطن پر غفلت میں واقف ہے تو وہ اپنے
دل کی صفائی کا فکر کریگا اور اوسکو وسوسوں سے پاک کریگا اسیطرح اور اقسام کو خیال
کرنا چاہیے اور ان سب ڈھب کی چیزوں سے متقیوں پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہے اسلیے کہ
اوسمیں بڑا خطرہ ہے اور اعلیٰ قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا
خوف ہے کہ خدا جانے کہ قسمت میں ہماری کیا لکھا ہوگا اسلیے خاتمہ اوس سابقہ تقدیر کا
ثمرہ اور فرع ہے فقط بیچ میں چند اسباب پڑ گئے ہیں خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ میں
لکھی ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر دو شخص فرض کیے جاویں کہ
ایک سابقے سے ڈرتا ہے اور ایک خاتمے سے تو ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جنکے

اور یہ خوف معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اوسکے صفات کو جانا تو اوسکے اوصاف ایسے بھی معلوم ہونگے کہ اونکے ہوتے ہوئے اوس سے ڈرنا ہی چاہیے گو قصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہگار خدای تعالی کو حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے۔ اور اگر خدای تعالی کو اپنی ذات پاک سے خوف دلانا منظور نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو مین کیون کرتا اور گناہ کی سبیل اوسپر آسان کیون ہوتی اوسکے اسباب مہیا کیون فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کر دینے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہے اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہین ہوئی تھی جسکے باعث اس بات کا مستحق ہے کہ معصیت مین مبتلا کیا جاوے اور اوسکے لوازم اوسپر جاری ہون اور نہ جو شخص طاعت گزار ہے اوسکے لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اوسکے لیے اسباب طاعت مہیا ہو گئے اور ثواب کے طریق بتلائے گئے بہر حال گناہگار پر حکم گناہ کا ہو گیا وہ جا پہنچا ہے اور مطیع پر حکم طاعت ہو چکا اوسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اوس دربار لاپروا کا یہ حال ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دیکے اعلی علیین تک پہونچا دے اور ابوجہل کو اتنا نیچے اوتارے کہ اسفل السافلین مین پہنچا دے حالانکہ اوسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا ایسی ذات سے اور ایسی جلال سے ڈرنا ہی زیبا ہے دیکھو جو کوئی اطاعت کرتا ہے تو اسیطرح کرتا ہے کہ خدای تعالی اوسپر ارادہ طاعت کا مسلط کر دیتا ہے اور اوسکو قدرت عنایت فرماتا ہے اور بعد پیدایش ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضروری ہوتا ہے یعنی ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہے اسیطرح گناہگار جو گناہ کرتا ہے اوسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کر دیا جاتا ہے اور قدرت واسباب اوسکے سب دیے جاتے ہین جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہین تو گناہ ضروری ہوگا۔ اب ہمکو یہ معلوم نہین کہ کیا وجہ ہے کہ شخص اول کو بزرگی دی گئی اور ارادہ طاعت کو اوسی پر مخصوص کر دیا اور دوسرے کی اہانت اور دور کرنے کا باعث کیا ہوا کہ اوسپر لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہین جانتے کہ ان باتون کو بندے پر حوالہ کسے کرین اور جبکہ انجام حوالہ قضای ازلی ہے بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہر عاقل کو زیبا ہے جو ہر وقت جو چاہے سو کرے۔ علاوہ ازین اس سے زیادہ اور کچھہ کہہ نہین سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہے جسکا افشا درست نہین

اور اوس سے خوف کا سمجھنا خدای تعالی کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر
شرع اذن دیتی تو کسی بصیرت والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین
مثال بیان کی ہے اسلیے اوسکا نقل کرنا ہمکو مناسب ہے چنانچہ وارد ہے کہ خدای تعالے
نے حضرت داود علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داود مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ پھاڑنے والے سے
ڈرتا ہے اس مثال سے حاصل مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبب پر واقفیت نہین ہوتی اس لیے کہ
سبب پر واقف ہونا یہی ہے اتفاق بیر کا واقف ہونا ہے اور وہ راز ہر ایک کو نہین بتلایا جاتا
جو اوسکا اہل ہوتا ہے اوسکو بتایا جاتا ہے اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہے کہ درندے سے جو
آدمی خوف کرتا ہے تو اس جہت سے نہین کہ اوسنے کوئی قصور اوس جانور کا کیا ہو بلکہ اوسکی
خاصیت گرفت اور حملہ اور کبر او تجبر سے ڈرتا ہے کہ جو چاہتا ہے سو کر بیٹھتا ہے ذرا
تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو دل مین کچھ رقت او درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو
کچھ اس جہت سے نہین کہ اوسکو آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے بارے چھوڑ دیا بلکہ
آدمی کا وجود اوسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین یا موت مین اوسکی طرف
لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اوسکے نزدیک
برابر ہے کیونکہ دونون مین اوسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس
حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اوسکی مثال اس سے اعلی ہے وہ خود فرماتا ہے
وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی لیکن جس شخص نے کہ خدای تعالی کو جانا ہے اونسے مشاہدہ
باطنی سے جو کہ بنسبت مشاہدۂ ظاہری کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہے جان لیا ہے کہ خداوند
کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ
فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِي اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین
دوسرا فرقہ خائفین کا وہ ہے جنکے دلون مین وہ بات جم جاتی ہے جو خود بری ہے مثلاً
سکرات موت کا خوف یا سوال منکر نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اوٹھنے کی
یا ہیبت خدای تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی
اور رتی رتی سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط اور اوسکی تیزی اور اوسپر سے
اوترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اوسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا
جو خانۂ عشرت اور سلطنت جاوید ہے یا خوف درجات کے کم ہونے کا یا خوف خدای تعالی

اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر ہے ۱۲

یہ لوگ جنت مین ہین اور مین پروا نہین کرتا اور یہ لوگ دوزخ مین ہین اور مین پروا نہین کرتا ۱۲ احمد روایت ابو درداء با دنی اختلاف ۱۲

سے حجاب ہوجاویگا اور یہ سب چیزین نجات خود بھی ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین انکے
بھی خوف کرنیوالون کا حال جدا ہے اور سب سے اعلی مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو خوف فراق
یعنی خداے تعالی سے محجوب ہونے کا ہے یہ خوف عارفین کو ہوتا ہے اور جو خوف اس سے
پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت
کامل نہین ہوتی اور اوسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے اور رنج فراق سے
آگاہ نہین ہوتا اور جب اوسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے
ڈرتا ہے تو دل مین اس بات کو برا جانتا ہے اور تعجب سمجھتا ہے اور کبھی لذت دیدار الہی کا
منکر بھی ہوجاتا ہے مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہے
مگر دل نہین مانتا کیونکہ اوسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہے کہ
رنگ اچھے دیکھ لیے خوبصورت لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اوسمین جانور بھی
شریک ہین اوسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین

شعر آدمی دیدست باقی پوست است	دید آن دیدہ کہ دید دوست است

اور اس کی تفصیل و شرح اون لوگون سے بیان کرنی جو اوسکے اہل نہین ہین حرام ہے
اور جو لوگ اسکے اہل ہین اونکو خود معلوم ہوجاتا ہے اس بات کی حاجت نہین کہ کوئی
دوسرا شخص اون سے بیان کرے۔

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اوسکی رغبت دلانے مین

جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے معلوم ہوتی ہے اور ایک
آیات و احادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اوسیقدر ہے
جسقدر کہ وہ آخرت مین سعادت دیدار الہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت
کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولی اور اوسکے قرب
ہونیکے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر
اعانت کریگی اوسیقدر اوسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہوچکا ہے کہ سعادت دیدار
آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اوسکی محبت اور انس کے دنیا مین ممکن
نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت فکر بدون نہین ملتی اور انس بدون
اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مداوم کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون دنیا کی

محبت دل سے علیحدہ کرنے کی نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات و شہوات
دنیاوی کے چھوٹنے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون اونکی بیخ کنی کے
ممکن نہین اور اونکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہین ہوتی
اس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہے جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اوسکی فضیلت
اوسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو
اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہے چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین
فضیلت کیون نہوگی اسکے باعث تو عفت و ورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتے ہین
یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور خدای تعالی سے قریب کرنے والے پس جو چیز باعث
ایسی عمدہ اور فضل باتون کی ہو قیاس بھی چاہتا ہے کہ وہ بھی عمدہ اور فضل ہو اور احادیث
اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اوسکی فضیلت اسیقدر
بس ہے کہ خدای تعالی نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہین ان
چارون کو خائفین کے لیے تین آیتون مین ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایت و رحمت کو اس آیت
مین فرمایا وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ اور علم کو اس آیت مین اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اور رضا کو اس مین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ
علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہے اوس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے
اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اور اسیواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہے کہ
خائفون کا یہ حال ہوگا کہ اونکو رفیق اعلی کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین اونکا شریک اور کوئی
نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی مرافقت خاص اونکے لیے کیسے فرمائی اوسکی وجہ
یہی ہے کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہے اسلیے کہ وہ وارث
انبیا ہین اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اونکے لواحق ہین ہے ہین اونکو ہوگی
اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے مرض موت مین اختیار دیا گیا
کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدای تعالی کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے ہین کہ
اَسْأَلُكَ الرَّفِيقَ الْاَعْلٰى یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہے اور اگر
اوسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع و تقوی ہے اور جو کچھ کہ ورع اور تقوی کے فضائل مین
وارد ہوا ہے وہ ظاہر ہے یہانتک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہے

[margin notes:]
راہ کی ۱۲ منہ
اون لوگون کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہین ۱۲ منہ
اللہ سے ڈرتے وہی ہین جو اوسکے بندون مین علم رکھتے ہین ۱۲ منہ
سوال کرتا ہون تجھسے اوپر والا رفیق ۱۲ بخاری و مسلم عائشہ رض روایت ۱۲

جیسے کہ مخصوص خداے تعالیٰ سے ہے اور درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح
عاقبت کو خصوصیت تقوی سے ہے یہاں تک کہ یوں کہتے ہیں الحمد للہ رب العالمین
والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی محمد وآلہ اجمعین اور تقوی کو خداے تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے
واسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی
منکم اور تقوی معنی اوپر گذر چکے کہ مقتضاے خوف کے باعث رکنے اور باز رہنے کا نام ہے
اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
اور اسی جہت سے خداے تعالیٰ نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقوی کی [illegible]
جیسا کہ فرمایا ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا و
خافون ان کنتم مؤمنین اس آیت میں خوف کا ارشاد فرمایا اور اسکو واجب کیا اور
صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان میں اسکے شرط لگادی یا یوں کہا کوئی مؤمن خوف سے
خالی نہیں ہوسکتا ہے ایک ہی خوف ضرور ہوگا گو تھوڑا سا کمزور ہو اور خوف میں کمزوری
اسیقدر ہوگی جسقدر معرفت اور ایمان میں کمزوری ہوگی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فضیلت تقوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب خداے تعالیٰ اولین وآخرین کو روز معلوم کے
وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو سب کو ایک آواز سنا دیگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان
سنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے میں نے تمکو پیدا کیا اوس وقت سے آج تک میں چپکا رہا
اب آج تم خاموش رہو تمہارے عمل تمہارے آگے ہیں اے لوگو میں نے ایک نسب مقرر کیا تھا اور تم نے
اور نسب بنایا میرے نسب کو پست بنایا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا میں نے تو کہا تھا
کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم نے نہ مانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان بادہ غنی ہے
فلان سے تو آج میں تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان
ہیں اسیوقت اونکے جھنڈے اونچے ہو گئے اور سب اوسکے ساتھ ہی ساتھ اپنی منزلون
کے اندر جنت میں بیحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف میں ہے راس الحکمۃ
مخافۃ اللہ یعنی حکمت کی اصل خوف الہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابن مسعود رضی کو ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے خوف اوسکو ہر طرح کی
بہتری سوجھا دیتا ہے - اور حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہون

تو مجھ سے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا
اور یحییٰ بن معاذ رحمہ کا قول ہے کہ جب مومن کچھ خطا کرتا ہے اوسکے پیچھے دو نیکیاں ہوتی ہیں
اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونوں خوف و رجا کی
درمیان ایسی ہو جاتی ہے جیسے دو شیروں میں لومڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث
میں ہے کہ خدای تعالیٰ قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جسکا
حساب میں نکروں اور اوسکے عمل کی تفتیش نہ بجا لاؤں بجز اہل ورع کے کہ ان سے مجھکو شرم
آتی ہے اور انکی قدر اس بات سے زیادہ ہے کہ اونکا حساب لیکر اسواسطے کھڑا کروں اور یہ
دونوں چیزیں یعنی ورع اور تقوی الفاظ ہیں کہ ایسے معانی سے مشتق ہیں جنمیں خوف کی
شرط ہے اگر خوف سے یہ دونوں خالی ہوں تو انکا نام ورع اور تقوی نہوگا اور ایسے ہی
جو اخبار کہ فضیلت ذکر میں وارد ہیں ظاہر ہیں اونکو بھی اللہ تعالیٰ نے مخصوص خائفین
کیا ہے چنانچہ فرمایا ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ اور فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ
اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت
و جلال کی کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کرونگا نہ دو امن میں اگر دنیا میں مجھسے
مامون اور نڈر رہیگا تو قیامت میں اوسکو ڈراونگا اور اگر دنیا میں مجھسے خوف کریگا تو قیامت
میں امن و بے خوفی دونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالٰی
خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور دوسری حدیث
شریف میں فرمایا اَتَمُّكُمْ عَقْلًا اَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاَحْسَنُكُمْ فِيْمَا اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی
وَنَهٰى عَنْهُ نَظَرًا ۱۲ اور حضرت یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے
اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہوتا۔ اور حضرت ذوالنون فرماتے ہیں
کہ جو شخص خدای تعالیٰ سے ڈرتا ہے اوسکا دل نرم ہو جاتا ہے اور خدای تعالیٰ سے محبت پختہ ہو جاتی ہے اور عقل
درست ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی اونھیں کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیے
کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اور ابو الحسین نابینا کہا کرتے کہ سعادت
کی پہچان یہ ہے کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدای تعالیٰ کے
درمیان ایک باگ ہے جب وہ جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی نے حضرت
یحییٰ بن معاذ رحمہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت میں بےخوف کون ہوگا اونھوں نے فرمایا

کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ جب تک
آدمی حلال نہ کھاویگا خوف اوسکو حاصل نہوگا۔ اور حضرت حسن رح سے بعض لوگوں نے کہا
کہ ہم کیا علاج کریں ہم ایسے لوگوں میں بیٹھتے ہیں کہ وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہیں کہ ہمارے دل
گویا اوڑنے لگتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جانو کہ ایسے لوگوں میں بیٹھنا کہ وہ تمکو ڈراویں
یہاں تک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسوں کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف
کرتے رہیں اور تمکو ایک دفعہ ہی خوف آدباوے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں
کہ جس دل سے خوف علیحدہ ہوتا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت میں و
الَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ سے وہ آدمی مراد ہیں جو چوری کرتے ہیں یا زنا کرتے ہیں
آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں
اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ شاید ہم سے مقبول نہو۔ اور جو جو سختیاں اور مذمت کہ خدا تعالی کے
عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب میں وارد ہیں وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہیں
اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے خوبی اوسکی ضد کی ہوا کرتی ہے اور امن ضد ہے
خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہے یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم
ہوتی تھی ایسے ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں
کہ جو کچھ رجا کی فضیلت میں آیا ہے وہ بھی خوف کی فضیلت پر دال ہے کیونکہ رجا اور خوف
ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہیں اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہے
کہ اوسکے نہ ملنے کا خوف بھی اوسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اوس شے سے محبت
نہیں رکھتا ہوگا تو اوسکا انتظار بھی توقع کے طور پر نکریگا پھر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم
ہیں کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں اکٹھے ہوں اور
ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب ان میں سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو
اور اوس وقت دوسرے کیطرف غفلت کی باعث التفات نکرے اور ان دونوں کے لزوم کی وجہ
یہ ہے کہ رجا اور خوف دونوں کی شرط یہ ہے کہ جس چیز میں شک ہو اوس سے متعلق ہوں
اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہے نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا
وجود ہو سکتا ہے اوسکا عدم بھی ممکن ہے پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اوس شے

اور جو لوگ کہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں دلوں میں ۱۲ مترجم
ترمذی و ابن ماجہ و حاکم ۱۲

واقع ہونے ہوگی اور جسکا انتظار کیا جاتا ہے اگر اوسکا عدم دل پر غالب ہو تو دل کو جو صدمہ پہنچتا ہے اوسکا
نام خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں ایک دوسری کی ضد ہیں بشرطیکہ وہ امر جسکی
تاک ہے مشکوک ہو ہاں یہ ہوتا ہے کہ شک کی دونوں طرفوں میں سے بعض اوقات ایک کو
بعض اسباب کے اعتبار سے ترجیح ہو جاتی ہے اور جسکا نام ظن ہے اور اسی
ظن کی باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہے یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا
غالب ہوتا ہے تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہے اور خوف چھپ جاتا ہے اور اوسکی
رگ گویا شہرت نہیں ہوتی اسیطرح اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف کی قوت کے ساتھ
رجا دب جاتی ہے یہ بیان الفین لزوم پایا جاتا ہے اسلیے خدا تعالی نے دونوں کو ایک
ساتھ ارشاد فرمایا وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا اور فرمایا یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا
اور یہیں محاط عرب بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہیں جیسا اس آیت میں مَا لَكُمْ
لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا کہ لا ترجون کے معنی لا تخافون ہیں اور قرآن مجید میں اکثر
جا رجا بمعنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں اور عادت اہل عرب
کی ہے کہ ایک لفظ بولیں اور اوس سے اوسکا لازم خواہ ملزوم مراد لیں اسیطرح رجا کے
لفظ سے خوف مراد لینا ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے میں ہے
تو اوس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہے اللہ تعالی
فرماتا ہے فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْكُوْا كَثِیْرًا اور فرمایا یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا
اور فرمایا اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ اور رونے کے
فضائل سے احادیث مسلسل ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہیں کہ اوسکی آنکھ سے کوئی آنسو اگرچہ مکھی کے
سر کی برابر ہی کیوں نہو خدا کے خوف سے نکلکر رخسار پر بہکر رواں ہوا اور پھر اوسکو خدا تعالی
آتش جہنم پر حرام کرے
ای خنک آنکہ نکو کاری گرفت ۔ زور را بگذاشت وزاری گرفت
اور دوسری حدیث میں فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا تعالی کے خوف سے لرزہ
پڑجاتا ہے تو اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور ایک
حدیث میں فرمایا لَا یَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ بَكٰى مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰى یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ
اور حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو ۱۲

طبرانی وبیہقی بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

طبرانی وبیہقی بروایت عباس بسند ضعیف ۱۲

جو شخص کہ خدا تعالی کے خوف سے رویا ہے وہ دوزخ میں نہ داخل ہوگا جبتک کہ دودھ پستان میں نہ لوٹ جاوے ۱۲

ترمذی وابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ

عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر
مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ~ ہیچ گنہ باشد بقبول ابر و چشم + کہ نشیند آتش تو با دیدۂ چشم
اور حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص بے حساب
بھی جنت میں داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کرکے روویگا وہ
بیحساب جنت میں جاویگا اور ایک حدیث میں فرمایا کہ خدای تعالی کے نزدیک دو قطروں سے
زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہیں ایک قطرہ آنسو کا جو خدای تعالی کے خوف سے نکلا اور ایک قطرہ
خون کا جو خدا کی راہ میں بہے ~ گریہ ~ اشککان از سپہر او بارند خلق + گو ہست اشک بیدار زند خلاق
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اللھم ارزقنی عینین ھطالتین تشفیان
بذروف الدمع قبل ان تصیر الدموع دما والاضراس جمرا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جنکو خدای تعالی اوس روز سایہ میں
رکھیگا جس روز سوا اوسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا اور انہیں سے ایک شخص کو آپ نے
فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدای تعالی کو تنہائی میں یاد کرکے رووے ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض
کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بنا وے اور
حضرت محمد بن منکدر رح جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ
مجھکو خبر پہونچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاوینگے وہاں آتش دوزخ نہ پہونچے گی اور حضرت
عبد اللہ بن عمرو رض فرماتے ہیں کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے
کہ اگر تم میں سے کوئی حقیقت معلوم کرلے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے
کہ کمر ٹوٹ جاوے ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ جسکی آنکھ آنسوؤں سے
ڈبڈباوے گی اوسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آویگی اور اگر اوسکے آنسو
بہینگے تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی
شخص کسی جماعت میں روویگا تو اوس جماعت کو عذاب نہوگا اور یہ بھی اونھیں کا قول ہے
کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا و طرب شوق سے ۔ اور حضرت کعب احبار رض فرماتے
ہیں کہ قسم خدا کی مجکو خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہ نکلیں اس بات سے
اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کروں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض
فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو نکلنا ہزار دینار کی خیرات سے

یہ حدیث بہ لفظ مذکور اسکی اصل مجکو نہیں ملی ۱۲
ترمذی بروایت ابو امامہ اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲
الہی مجکو دو آنکھیں کثرت سے پانی بہانے والی روزی کر جو شفا دیں پیشتر اس سے کہ آنسو خون ہو جاویں اور داڑہیں چنگاریاں ۱۲
بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

اچھا ہے۔ اور حضرت حنظلہ رض سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اوس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور اپنے نفسوں کو پہچان لیا پھر جب میں اپنے گھر آیا تو گھر والی میرے پاس آئی اور دنیا کی باتیں ہم دونوں میں جاری ہوئیں یہاں تک کہ وہ حال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجکو یاد نہ رہا اور دنیا میں جا پڑا پھر مجکو یاد ہوا تو اپنے دل میں میں نے کہا کہ میں منافق ہوگیا اس جہت سے کہ جو خوف و رقت مجکو تھی وہ حال نہ رہا اس خیال میں میں گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آگے میں حضرت ابوبکر صدیق رض مجکو ملے اور فرمایا کہ ہرگز نہیں حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپ نے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلوں پر ترس چھا گیا اور آنکھوں سے آنسو روان ہوئے اور اپنے نفسوں کی ہمکو اطلاع ہوگئی مگر جب میں اپنے گھر گیا اور دنیاوی باتیں شروع کیں تو وہ سب کیفیت بھول گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اوسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے رستوں میں اور تمہارے بستروں پر مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ ایک بات کے لیے ایک وقت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو باتیں کہ رجا اور گریہ کی نیکی میں اور تقوی اور ورع کی فضیلت میں اور علم کی بہتری اور امن کی برائی میں وارد ہیں وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہیں اسلیے کہ ان سبھوں کو تعلق خوف سے ہے بعضی تو خوف کا سبب ہیں اور بعض کا سبب خوف ہے

پانچواں بیان اس امر کا کہ غلبہ خوف افضل ہے یا غلبہ رجا یا دونوں کا اعتدال

جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت میں اخبار بہت وارد ہیں اور یہیں لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کونسا ہے اور مطلق یہ پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسا کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونوں کسی شخص کو ہوں تو ان دونوں میں سے جونسی غالب ہوگی اوسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر بھوک غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی

اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی ہون گے اسلیے کہ جو چیز کسی
مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسکی خوبی اوسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے
نہ خود اپنی ذات کے لحاظ سے اور از انجا کہ خوف و رجا دو دوائین جنسے دلون کا علاج ہوتا ہے
تو اونکی خوبی اوسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر مرض بےخوف ہونیکا
خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونیکا اثر ہوگا تو اس صورت مین خوف افضل ہوگا اور اگر
دل پر یاس و قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندہ پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی
خوف افضل ہوگا۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ یون کہین کہ خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہ سکتے ہین
کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے
صفرا کا مگر بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے
اسی اعتبار سے غلبۂ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق مین بہت پایا جاتا ہے
اور اگر خوف و رجا کے مطلع کو دیکھین تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے
اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی مین سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو
مقتضی لطف و رحمت کے ہون اوسپر محبت غالب ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہین
اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسی صفات الٰہی کی طرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتی
کی ہون تو اس التفات مین محبت کا میل اوتنا نہین ہوتا جتنا رجا مین ہوتا ہے بہرحال جو شے
غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو اوسمین مناسب یہی ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم
کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق مین رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر
غالب ہین مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہون تو اوسکے حق مین اصلح
یہ ہے کہ خوف و رجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہین۔ اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر
مومن کا خوف و رجا تولے جاوین تو دونون برابر اوترین۔ اور روایت ہے حضرت
علی رضہ نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اوسکے پاس
تمام روی زمین کے باشندون کی حسنات لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی
ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اوسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے
اور اسیواسطے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا
سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین یہی رجا کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر بتقدیر

یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجکو یہ خوف ہو
کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہے کہ دونون اعتدال پر
بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر برابر ہے لیکن حضرت عمر رضی سے کہ خوف ورجا برابر ہین
گنہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ وہ نیز مستثنی لوگون مین ہی ہوگا تو یہ صورت اوسکے
مغالطہ کھانیکی ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رض جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا
برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا غالب چاہیے جیسا کہ شروع باب مین گذرا کہ قوت رجا بقدر
قوت اسباب کے ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان ہوئی اور ظاہر ہے
کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور خوب خبرگیری کرے اور جو شرایط زراعت کی
ہین سب بجا لاوے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اور اسکا خوف رجا کے برابر
ہرگز نہوگا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص الفاظ اور
مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے اوسکو اکثر لغزش ہوتی ہے تو جو مثال ہم
اوپر لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین ہے [illegible] کیونکہ
سبب غلبہ رجا کا علم ہوتا ہے جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اس مثال زراعت مین تجربہ سے
زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق ومہلکہ کی
قلت اوس سرزمین مین معلوم ہوسکتی ہے بخلاف مسئلہ مذکورہ کے کہ یہان بیج کا امتحان
نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے اوسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور
نہ اوسکو یہ معلوم کہ اوس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف سے
زیادہ نہین ہوسکتی گو اپنے تمام کوشش اور تدبیر کرے پس مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہے
اور اوسکے عمدہ اور سالم ہونیکی شرطین باریک ہین اور زمین اوس تخم کے لیے دل ہے
جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ عادتین
بڑی دقیق ہین - اور آفات اس زمین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش او جو دل کا آئینہ
کو اوسکیطرف ملتفت ہوجاتا کو سرمست ہو اور انہین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو
تجربہ سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے
خارج ہوتی ہے اور اوس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا - اور صواعق فرحہ دل کے
لیے سکرات موت کے احوال اور اوسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہے اور یہ بھی ایسی ہی

پختہ ہے کہ جسکا تجربہ نہیں ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور کٹنے کا وقت وہ ہے کہ قیامت کے پیچھے
پھر کر جنت میں جائے اوسکا بھی تجربہ نہیں ہے پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا ہے
تو وہ اگر دل کا ضعیف اور کچا ہوتا ہے تو اوسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہوجاتا ہے چنانچہ
ایسے شخصونکا حال صحابہ اور تابعین سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور
معرفت میں کامل ہوتا ہے تو اوسکا خوف و رجا دونوں برابر ہوتے ہیں نہیں کہ رجا کو غلبہ ہو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ دل کی تفتیش میں بہت مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کرتے کہ تمکو مجھمیں آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہیں یا نہیں اور وجہ اوسکی یہ تھی
کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص فرما دیا تھا
اب کون ایسا ہے کہ اپنے دل کو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچا دے اور اگر اپنے تئیں
سمجھے کہ میرا دل صاف ہے تو خدا تعالی کے مکر سے کہاں بچیگا ہو سکتا ہے کہ اوسکے حال
کو پوشیدہ کر دیا ہو اور واقع میں حال کچھ اور ہو اور اوسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہو اپنے عیب
نسوجھتے ہوں اور اگر بالفرض صفاء دلی قطعًا حاصل ہوا اور بندے کو اعتقاد بھی اسی کے
بموجب ہو تو یہ کہاں سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف میں
آیا ہے کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اوسمیں اور
دوزخ میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے اور بعض روایات میں مقدار فواق آیا ہے
یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ میں جتنا وقت ہوتا ہے اسقدر رہجاتا ہے
اور اوس شخص میں رہجاتا ہے مگر نوشتہ ازلی سبقت کرتا ہے اور خاتمہ اوسکا دوزخیوں کے
عمل پر ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے تھوڑے زمانے میں آدمی کوئی عمل اعضا سے تو
کرہی نہیں سکتا البتہ دل میں خطرہ یا وسوسہ کا اتنی دیر میں ہو سکتا ہے پس اگر موت کے
وقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہوجاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے
بےخوف ہونا کسطرح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ یہی غایت ایمانداری کی ہے کہ خوف و رجا دونوں
مساوی ہوں۔ اور اکثر لوگوں میں رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے میں پڑنے اور معرفت
کے کم ہونے کی ہے اور اسی واسطے خدا تعالی نے جو اپنے اچھے بندوں کے اوصاف ذکر
فرمائے اونمیں ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا
اور فرمایا وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کہاں جنکے لیے خوف و رجا

۱ع اسکو بروایت حذیفہ ۱۲
۲ع مسلم بروایت ابوہریرہ [illegible] ۱۲

برابر ہو اسلیے جو لوگ اب موجود ہین انکے حق مین مناسب اور اصلح خوف کا غلبہ ہے بشرطیکہ
خوف سے کہ یاس نہ پیدا ہوجائے کہ مغفرت تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہے اور
اس خیال سے تارک عمل ہو جائے اور گناہون مین ڈوب جائے ایسی صورت کو قنوط کہتے ہین
اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہے جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز
معلوم ہون اور میل جانب دنیا مٹ جائے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسے کیطرح گذر گیا
مگر اثر اوسکا نہ برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا کچھ بھی نہوا اور نہ یاس کا نام خوف ہے
جو جو ہے یاس ٹوٹنے کی ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی
عبادت محض خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندر مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی فقط
عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی مغالطہ مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف ورجا دونون کے
ساتھ عبادت کریگا تو طریق توحید مین مستقیم رہیگا۔ اور مکحول دمشقی رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص محض
آتش خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہے اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے وہ مرجیہ ہے
اور جو شخص محبت کے باعث عبادت کرے وہ زندیق ہے اور جو شخص خوف اور رجا اور
محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمع ہونا تو ان سب کا
ضروری ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہے جب تک کہ موت نہ آوے اور موت کے
وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہے اور قوت حسن ظن زیادہ۔ اسلیے کہ خوف تو قائم مقام
کوڑے کے ہے جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہے اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا
سکرات موت مین بشر سے کچھ عمل نہین ہوسکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کرسکتا ہے
اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ دلشکنی ہوتی ہے اور کل کا مرتا آج مرجاتا ہے ہان رجا کی صورت مین
دل کو تقویت ہوتی ہے اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہے اوسکی محبت دل مین سماتی ہے
اور آدمی کو یہی مناسب بھی ہے کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت الٰہی ہی مین سفر کرے
تاکہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا اچھا جانتا ہے خدا تعالیٰ
اوس سے ملنا اچھا جانتا ہے اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہے اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی
ہے غرضکہ جو شخص اوسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض
معرفت الٰہی ہے یہان تک کہ معرفت سے محبت پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ انجام کو اوسی کیطرف
جانا ہے اور مرنے کے بعد اوسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہے تو محبت

محبت اوسکی خوشی ہوتی ہے اور اگر جدا ہوتا ہے تو اوسیقدر رنج و عذاب بھی ہوتا ہے
پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن و فرزند اور مال و مسکن اور اراضی اور رفقاء و
احباب کی غالب ہوگی تو یہہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزیں دنیا ہی میں تھیں تو
دنیا اوسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اوسی مقام کا نام ہے جسمین سب خاطر خواہ چیزیں
موجود ہوں تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت میں سے نکلنا اور اوسکی خواہش کی چیزوں میں
اور اوسمیں حجاب پڑجانا ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی خواہش کی اشیا میں حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہے مگر جس شخص کا محبوب سوا
خداے تعالی اور اوسکے ذکر اور معرفت اور فکر کے اور کچھہ نہیں اور دنیا اور اوسکے علائق
ہارج اوقات ہیں تو ایسے کے حق میں دنیا قیدخانہ ہے اسواسطے قیدخانہ اوسکو کہتے ہیں
جسمیں قیدی اپنی دل پسند باتوں سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا
قید سے چھوٹنا اور اپنے محبوب کے پاس آنا ہے اور قید سے چھوٹنے میں جو حال قیدی کا
ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہے اوسکی کیفیت معلوم ہے
اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہہ ثواب محبان خدا کو
جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہل ملتا ہے اسمیں اوس ثواب کا ذکر ہے جو خداے تعالی
نے اپنے نیک بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی بشر کے
دل پر گذرا اور نہ اسمیں وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے اون لوگوں کے واسطے مہیا
کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہیں اور اوسی پر راضی اور تسلی کر
بیٹھے ہیں اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال و زنجیریں اور طوق اور انواع و اقسام کی ذلت
و رسوائی ہے ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اوٹھاوے
اور صالحین میں ملاوے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع سے بجز حاصل کرنے محبت الہی کے
منہ میں اور حصول محبت الہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور
سبب قطع علائق سوا خداے تعالی کے یعنی مال اور جاہ اور وطن وغیرہ اونکے قطع کرنے کے
نہیں ہو سکتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے
چنانچہ آپنے فرمایا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ
اِلٰی حُبِّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ خلاصہ یہ کہ موت کے وقت

غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور موت سے پیشتر غلبہ
خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا
استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یموتن
احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی میں مذکور ہے انا عند ظن
عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی کی وفات قریب ہوئی تو اپنے
بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھسے اجازتوں کا ذکر کرو اور جب تک میرا وصال ہو رجا کا بیان
کرتے رہو کہ میں خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملوں اور جب حضرت سفیان ثوری کو نزع کا
عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو انہوں نے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاویں اور حضرت
امام احمد بن حنبل رحمہ نے اپنے بیٹے کو نزع کے وقت ارشاد فرمایا کہ مجھسے وہ احادیث بیان کرو
جنمیں رجا اور حسن ظن کا ذکر ہے اور مقصود ان سب کا یہی ہے کہ اللہ تعالی اپنا
محبوب بنجائے اور اسی بنا پر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجھکو میرے
بندوں کے نزدیک محبوب کر دے انہوں نے عرض کیا کہ الہی کس طرح ارشاد ہوا کہ انکو
میرے انعام واحسان کو بیان کر غرضکہ غایت سعادت آدمی کی اسمیں ہے کہ اللہ کی
محبت میں مرے اور محبت الہی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوسرے محبت
دنیا کو دل میں سے نکالنے سے یہانتک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہے کہ محبوب سے
نہیں ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ
اوڑتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ میں ابھی قید سے چھوٹا ہوں
صبح کو جب جاگے تو لوگوں سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ شب گذشتہ انکا وصال ہوا

چھٹا بیان اون تدبیروں کا جنسے حالت خوف کی حاصل ہو

جاننا چاہیے کہ جو علاج ہم نے صبر کے حال میں لکھا ہے اور باب صبر وشکر میں اسکی تشریح
کی ہے وہ اس غرض میں کافی ہے اسلیے کہ صبر بھی ہو سکتا ہے جبکہ دل میں خوف ورجا
ہوں کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان کا
اللہ تعالی اور روز جزا اور جنت ودوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف
دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور پیدا ہوتی ہیں اور ان دونوں سے صبر پر قوت حاصل ہوتی ہے
کیونکہ جنت مکروہات سے گھری ہوئی ہے اور انکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت

رہا کہ نہیں ہو سکتا اسیطرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہے اونکے استیصال پر صبر کرنا بدون قوت خوف کے ممکن نہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشتاق جنت کا ہوتا ہے وہ شہوات کی چیزون کو بھول جاتا ہے اور جو شخص کہ دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزون سے باز رہتا ہے پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا سے حاصل ہوتا ہے اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر الٰہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا ہے اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت وانس سے محبت کا مقام ملتا ہے اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہیں پس منازل دین کے سالکوں میں یہ ترتیب ہے اول اصل یقین ہے اوسکے بعد کوئی مقام بجز خوف و رجا کے نہیں نہ اونکے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے اور مجاہدہ اور تجرد لیے ظاہر و باطن میں مجرد ہو جانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر کسیکو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہیں اور معرفت کو بدون انس محبت کے سوا کوئی مقام نہیں اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اوسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات حاصل ہون۔ خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھہ ہم صبر کے علاج مین لکھہ آئے ہین اوسقدر بیان کافی ہے الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ ایک مختصر کلام مین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہے جنمین سے ایک صورت دوسری کی نسبت اعلیٰ ہے اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود ہو اور یکایک وہمین کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہے کہ لڑکا اوس سے نہ ڈرے بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھہ بڑھاوے اور اوس سے کھیلنا چاہے لیکن اگر اوسکے ساتھہ اوسکا باپ بھی ہو اور اوسکو کچھہ سمجھہ بھی ہو اور اوسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈر جاوے اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھیگا اوسکے ساتھہ ہی بھاگیگا اور خوف اوسپر چھا جاویگا پس یہان ایک خوف تو باپ کا ہے جو سانپ کی خاصیت اور اوسکا زہر جانتا بوجھتا ہے اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو سمجھتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا ہے جو صرف باپ کی تقلید سے ہی اسوجہ سے کہ جانتا ہے کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہے پیدا ہوتی ہوگی دیکھا دیکھی ہو جاتا ہے

کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اوسکی وجہ نہیں جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو
جان لو کہ خدای تعالی سے ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اوسکے عذاب سے دوم
خوف اوسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف اون لوگون کو ہوتا ہے جو اہل علم اور ارباب
کشف ہین اور اوسکی صفات کو جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف
کے ہین اور نیز یہ بھید اس قول خداوندی کے سمجھنے سے ويحذركم الله نفسه اور اس قول کے
اتقوا الله حق تقاته سے بخوبی واضح ہین اور قسم اول خوف عام خلق کا ہے جو محض
جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور اونکو باعث طاعت و معصیت اعتقاد کرنے سے
ہوتا ہے اور یہ خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کمزور ہو جاتا ہے اور
یہ غفلت دور کرنے والی نصیحت کے سننے اور قیامت کی دہشتون کے ہمیشہ سوچنے اور اقسام
عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہے اور نیز خائفین کو دیکھنے اور اونکے
پاس بیٹھنے اور اونکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہو جاتی ہے اگر مشاہدہ نصیب نہو
تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہیں اور دوسری قسم خوف کی بڑا رتبہ ہے وہ یہ ہے کہ
خود خدای تعالی سے خوف کیا جائے یعنی اوسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی
رجا حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہے
جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
انما يخشى الله من عباده العلماء اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے لیکن
اونکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید پر
تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسواسطے ضعیف ہوتا ہے
اور جلد جاتا رہتا ہے یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر پڑھنے والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے
تو خود بھی طمع کر کے اوسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرات اوسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے باپ کی
دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا یہ حال اعتقاد تقلیدی کا ہے کہ ضعیف ہوتے ہین الا اوس صورت
مین کہ اوسکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جائے جس سے کہ اوسکی تاکید ہوتی ہے اور ہمیشہ مقتضا
اسباب کے موجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب بمدت دراز ثابت رکھا
جائے تو البتہ اعتقاد قوی ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ جو شخص درجہ معرفت پر پہنچکر خدای تعالی
کو دیکھتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اوسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین ہے

ترجمہ ڈراتا ہے تمکو اللہ اپنے سے ۱۲ ترجمہ ڈرو اللہ سے جیسا اوس سے ڈرنا چاہیے ۱۲

ترجمہ اللہ سے ڈرتے وہی ہین اوسکے بندون مین جو سمجھ والے ہین ۱۲

کہ خوف اوسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جانے اور اپنے آپ کو اوسکے پنجون مین
مبتلا دیکھے تو اوسکے لیے اس بات کی حاجت نہین کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اوسکے
واسطے کوئی تدبیر کیجائے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور اسیواسطے خداے تعالی
نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہے
اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اوسکے پنجون مین واقع
ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھہ تدبیر نہین چاہیے پس جو شخص کہ خداے تعالی کو
جانیگا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھہ پروا نہین رکھتا جو چاہتا ہے
سو حکم دیتا ہے کسی چیز سے نہین ڈرتا فرشتون کو بدون کسی ذریعہ سابقہ کے قرب عنایت
فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گزشتہ کے رانده درگاہ کیا اوسکی صفت وہی ہے جو حدیث
قدسی مین مذکور ہے هٰؤلاء فی الجنة ولا ابالی وهٰؤلاء فی النار ولا ابالی[1]
اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہین دیتا اور نہ ثواب بدون
طاعت کے تو اوسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیون
اعانت کرتا ہے کہ اوسکو خواہ مخواہ اطاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت
کیون مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعاً وکرہاً گناہ کرتا ہے یعنی جب خداے تعالی نے غفلت
اور شہوت اور قدرت شہوت کے ادا کی پیدا کردی تو فعل تو اوس سے ضرور ہی ہوگا اب
ہوا اوسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا اگر ہم یہ کہتے ہین کہ اوسکو
جو قدرت گناہ دی اور اوس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا
ہوئی تھی جسکی سزا مین یہ گناہ اوس سے سرزد ہوا پھر اوس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے
ہوئی تھی یہان تک کہ یا تو لا انتہا سلسلہ پہنچاوے یا اول ہی قصور پر یون کہا جاوے
کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہین تھا بلکہ ازل مین اوسپر یون ہی لکھا گیا تھا
اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوس حدیث مین کہ قصہ
گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسی علیہما السلام کا خداے تعالی کے سامنے مذکور فرمایا
کہ دونون مین گفتگو ہوئی اور حضرت آدم غالب ہے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت
آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خداے تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا
اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتون سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت مین رکھا پھر تم نے

[1] یہ لوگ جنت مین ہین اور مجھکو پروا نہین اور یہ لوگ دوزخ مین ہین اور مجھکو پروا نہین ۱۲

اپنی خطا کے باعث لوگوں کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسی
ہو جنکو خدا تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیاں عنایت فرمائیں
جنمیں ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی سرگوشی میں سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خدا تعالی
نے میری پیدائش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس
برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت میں یہ بھی ہے کہ وعصی آدم
ربہ فغوی ( ) اونھوں نے فرمایا کہ ہاں حضرت آدم نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر
ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا ہونے سے اللہ تعالی نے
مجھپر لکھدیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حجت سے حضرت آدم علیہ السلام
حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آئے پس جو شخص اس امر میں سبب کو معلوم کریگا اور معلوم
کرنا اوسی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفین میں سے ہوگا جو اللہ کے بھید کے
واقف ہیں اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کر لیگا وہ عام مومنین میں سے
ہوگا اور ان دونوں میں سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک اوسکے قبضہ
قدرت میں ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے جنگل میں اور درندہ کبھی او
بھول جاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غور کر کے چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ
صورتیں جو اتفاق ہوا کرتی ہیں اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب مقدر ہوئے ہیں
ہوا کرتے ہیں لیکن اگر اس امر کو بلحاظ نہ جاننے والے کے دیکھیں تو اتفاق کہینگے اور
اگر خدا تعالی کے علم کے اعتبار سے دیکھیں تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ
کے جنگل میں پڑا ہے اگر اوسکی معرفت کامل ہو تو وہ اوس سے خوف نہیں کریگا
اسواسطے کہ وہ بھی مسخر ہے اگر اوسپر بھوک مسلط کیجاوے گی تو شکار کریگا اور اگر غفلت
طاری کیجاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اوس سے چاہیے جسنے
درندے کو اور اوسکی صفات کو پیدا کیا اسلیے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالے
سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اوٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ
درندہ سے ڈرنا بعینہ خدا سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندے کے ذریعے سے ہلاک
کرنے والا تو وہی ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے
درندوں کے ہیں اور اللہ تعالی نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونوں کو پیدا کیا اور

دونون کے واسطے اونکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضاء ازلی کے اوسطرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خدا ہی تعالی نے پیدا کیا اور اوسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کردیے ہین وہ چاہین یا نچاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اوسکے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے اور اونکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کردیا اونکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور چار موجہ قضا مین دیکھیگا اوسپر بیشک خوف غالب ہوگا۔ یہ خوف اون لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو سمجھاتے ہین مگر سبکو سمجھنا کہ کنگرہ استبصار تک دشوار ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی وہ اخبار و آثار کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر اونکے عقول و مناصب کو مغرور رجا والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولی ہے کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل و غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و الآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہان تک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپنے کسیکو پڑھتے سنا اللھم قہ عذاب القبر و عذاب النار اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسی کو یون کہتے سنا ھنیئا لک عصفور من عصافیر الجنۃ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا ہون مگر مجھکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ اونمین نہ زیادہ ہون نہ کم۔ اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپنے حضرت عثمان بن مظعون رض کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تھے اوسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رض نے اونکو کہا تھا ھنیئا لک الجنۃ حضرت ام سلمہ رض بعد کو فرمایا کرتین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہ کہونگی اور محمد بن خولۃ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہون جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے اونپر ہجوم کیا تو آپنے فضائل ۱۲ اپنے مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کیے۔ اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ

الٰہی اوسکو بچا قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے ۱۲ طبرانی در اوسط بروایت انس ۱۲

مبارک ہو تجھے ایک چڑیا ہے جنت کی چڑیون مین سے ۱۲ مسلم بروایت عائشہ اور بعض حصہ ذکر نہین ۱۲

شہید ہوئے تو اونکی ماں نے کہا کہ بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیوں میں سے ہے
تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا میں مارا گیا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اونکی ماں سے کہا کہ تمکو کیسے اوسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات میں
کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو نہ دیا کرتا ہو جو اوسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کہ کوئی عورت
کہہ رہی ہے کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو خدا پر حکم کرتی ہے مریض نے
عرض کیا کہ یہ میری ماں ہے آپ نے اوس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید
تمہارا لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو۔ ایسی چیز میں بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے
تو انگر نہوتا ہو۔ علاوہ ازین مسلمان کس طرح خوف نکرین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورہ ہود اور اوسکی بہنوں سورہ واقعہ اور کورت اور
عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہے کہ سورہ ہود میں
دور کرنے کا مضمون بہت ہے جیسے اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ
اور اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ وجہ یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم
شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورہ واقعہ میں یہ مضمون ہے
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ یعنی جو شدنی ہے اوسپر قلم خشک ہوگیا تو پہلا
لکھا پورا ہوگا جب تک کہ واقعہ آئے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنے والی ہوگی اون
لوگون کی جو دنیا میں اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنی اونچا کرنے والی اون لوگون کی
جو دنیا میں پست تھے اور سورہ کورت میں قیامت کے احوال ہیں اور خاتمے کا ظاہر
ہونا چنانچہ ارشاد ہے وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ
اور عم یتساءلون میں بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہے يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور
لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اور قرآن مجید اول سے آخر تک
خوف ہی ہے اگر کوئی سمجھکر پڑھے اور اگر تمام قرآن میں صرف ایک ہی آیت ہوتی کہ
وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو
چار شرطون پر معلق کیا ہے کہ بندہ ان مین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہے کہ
اوس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہے فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ

جس دن دیکھ لے آدمی جو آگے بھیجا اوسکے ہاتھوں نے ۱۲

کوئی نہیں بول سکے مگر جسکو حکم دیا رحمن نے اور بولا بات ٹھیک ۱۲

اور میری بخشش ہے اوسپر جو توبہ کرے اور یقین لاوے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے ۱۲

۱۱ سو جس نے توبہ کی ہے اور یقین لایا اور کی بھلائی سو امید ہے کہ ہووے چھوٹنے والوں میں ۱۲

جادو پھیلایا تو حضرت موسی علیہ السلام کے دل میں خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدای تعالی کے
مکر سے خوف رکھتے تھے اور امر مشتبہ ہوگیا تھا یہانتک کہ غیب سے اونکے لیے امن کا
ارشاد کیا گیا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى اور جب شوکت مسلمانوں کی بدر کے روز
کم ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت میں عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ جماعت
تو ہلاک کردیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہیں رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت
ابوبکر صدیق رضی نے عرض کیا کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپکے لیے جو وعدہ خدا نے فرمایا
کیا ہے وہ اوسکو پورا فرماویگا یہاں حضرت صدیق رضی کو اطمینان تھا اللہ تعالی کے وعدہ پر
تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام اکمل
ہے اسواسطے کہ یہ انہی صادر ہوتا ہے جو اسرار الٰہی اور افعال غیبیہ اور معانی صفات
خداوندی کی معرفت کامل ہو ان صفات سے جو صادر ہوتا ہے اونمیں سے بعض کو ذکر
کرتے ہیں اور بشر میں سے کسیکو طاقت نہیں کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کرے اور جو شخص
معرفت کی حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطہ سے
قاصر ہے اوسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام سے
جب سوال ہوا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اونھوں نے جواب میں عرض کیا کہ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا
اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اور آخر کو فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپکو بالکل درمیان سے
علحدہ کردیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ مجکو کچھ اختیار نہیں سب کام مشیت ایزدی کیساتھ وابستہ
ہیں کہ عقل و عادت کے حیطہ سے خارج ہیں اونپر حکم قیاس و گمان اور وہم سے بھی
نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہوسکے اور یہی بات وہ ہے جس سے
عارفوں کے دل ٹکڑے ہوتے ہیں یعنی قیامت کبری وہ ہے جسمیں آدمی کو کام ایسی ایک
ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہیں اگر وہ ہلاک کرے تو اونجیسے بیشمار کو ہلاک کرڈالے
اور ہمیشہ دنیا میں اونکو انواع و اقسام کی تکلیفات و امراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود
اسکے اونکے دلوں کو کفر اور نفاق کا زنگ لگا کر ابدالآباد کو اونپر عذاب مقرر فرماتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

اور تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے
اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا ۱۲
اور اگر ہم چاہتے تو دیتے ہر جی کو سوجھ اس کی لیکن ٹھیک پڑی بات میری کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے ۱۲

اور وہ بھی جگہ فرماتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
اب سوچنے کی بات ہے کہ جب ازل مین یہ قول ہو چکا اور اسکے تدارک کی کچھ طمع نہین تو
کسطرح خوف نہو گا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی رو پر موقوف ہوتا تب بھی طمع
کسی حیلے اور تدبیر کی ہوتی مگر اب تو بجز تسلیم اور کیا ہو سکتا ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ جو اسباب دل اور
اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین اونسے قرینہ سابقہ ازلی کا معلوم ہو جائے مثلاً جس
شخص کے لیے اسباب شر کے مہیا ہون اور اسباب خیر مین اور اوسمین حجاب واقع ہو اور اوسکا
علاقہ دنیا سے خوب پکا ہو تو گویا اوسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہے کہ ہمیشہ نصیب مین
بدبختی لکھی ہے کیونکہ ہر شخص جس واسطے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے ویسے ہی سامان مہیا
ہوتے ہین اور اگر نیکی کے واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ اور ظاہر و باطن
دونون سے متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اوسی
حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن اس حال پر جمارہنا دشوار ہے شعر

اگر درویش بر حالے بماندے		سر دست از دو عالم بر فشاندے

علاوہ ازین خاتمے کا خطرہ آتش خوف کو دو بالا کرتا ہے اور اس شعلے کے بجھنے کی کوئی
تدبیر نہین حال کے بدلنے کا خوف ناخن کی جان پر پڑتا ہے اور کیون نہو کہ حدیث شریف
مین وارد ہے مومن کا دل خدا تعالی کی دو انگلیون مین ہے اور دوسری حدیث مین
کہ دل پلٹنے مین ہنڈیا کے ابال سے بھی زیادہ ہے اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہو گا جو بے خوف ہو جاویگا یعنی
جس صورت مین کہ خدا تعالی علانیہ امن سے ڈراتا ہے تو پھر کیونکر بے خوفی کی گنجائش
اور خدا تعالی کا بڑا احسان ہے عارفون پر کہ اونکے دلون کو رجا کی روح سے تازہ رکھتا ہے
ورنہ آتش خوف سے جلکر اونکے دل کباب ہو جاتے اور جسطرح کہ رجا کے اسباب خواص الہی کے
لیے رحمت ہین اسیطرح لوازم غفلت عام لوگون کے حق مین من وجہ رحمت ہین کہ غفلت
دور کر دی جائے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہو جائے تو جان بدنون سے رخصت ہو
اور مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاوین۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر
کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ مین ہو کر جاوے
تو مین اوسکی توحید کو یقینا نہین کہہ سکتا ہون اسواسطے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ اتنے

ف اور یہ جو اوپر الفاظ تھے سبب کا کا البتہ ہو دونخ دونخ جنون سے اور آدمیون کا کھی ۱۲

ف بیشک انکے رب کا عذاب بے خوف رہنے کی چیز نہین ۱۲

مسجد میں جانے سے علاحدہ ہو جاتا ہے یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے گروہ حواریان تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبر لوگ بجائے غفلت کفر سے ڈرتے ہیں اور انبیا کے حالات میں کہیں مذکور ہے کہ ایک پیغمبر نے خدای تعالی سے برسوں تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوؤن کی کی اور اوسکا لباس اون کا تھا اونپر وحی ہوئی کہ ہم نے تجھکو کفر سے بچایا تھا اس بات سے راضی نہیں ہو کہ دنیا مانگتے ہو اونھون نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الہی میں راضی ہوں مجھکو کفر سے محفوظ رکھیو اب غور کا مقام ہے کہ جب خاتمے کی برائی سے ایسے عارف ڈرتے ہوں جنکے قدم راسخ اور ایمان قوی ہیں تو ضعیف بیچارے کیسے نہیں ڈرینگے۔ اور خاتمے کے برے ہونے کے چند اسباب ہیں جو موت سے پیشتر ہو جایا کرتے ہیں مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ اور چونکہ نفاق ایسی بلا ہے جس سے خاتمہ بگڑتا ہے اسی جہت سے صحابہ رضی نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں نفاق سے بری اور صاف ہوں تو یہ بات مجھکو دنیا و ما فیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اون لوگوں کے نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہیں جو اصل ایمان کی ضد ہے بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہے جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہو سکتا ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی اور اس نفاق کی علامات بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فَفِيهِ شُعْبَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ اور ایک روایت میں وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وارد ہوا ہے اور صحابہ رض اور تابعین رح نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے بجز صدیقوں کے اور کوئی خالی نہیں چنانچہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نفاق یہی ہے کہ ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر وہ مختلف ہونا اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان باتوں سے کون خالی ہے بلکہ یہ باتیں لوگوں میں ایسی مانوس اور معتاد ہو گئیں ہیں کہ کوئی اونکو برا ہی نہیں جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ فیض کا شانہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہے۔ حضرت حذیفہ رح فرماتے ہیں کہ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا جس سے

(حاشیہ:) چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں وہ نرا منافق ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اگر ان میں سے ایک بات ہو تو اوس میں ایک شاخ نفاق کی ہے جب تک اوسکو چھوڑ دے جو شخص جب بات کہے جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امانت رکھا جاوے خیانت کرے اور جب

منافق ہو جاتا تھا اور وہی لفظ میں تم سے دن میں کو وس دفعہ سنتا ہوں - اور صحابہؓ فرماتے ہیں
کہ تم لوگ اپنے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں مگر ہم اونکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ نفاق کی
علامت یہ ہے کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگوں سے اگر ہو جاوے تو برا جانے اور کسی
جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض - اور بعضوں کا یہ قول ہے
کہ نفاق اسکا نام ہے کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو ممدوح میں نہو تو اوسکو
یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس
جاتے ہیں تو جو کچھ کہتے ہیں اوسکو درست و سچا کہہ جاتے ہیں اور جب اونکے
پاس سے اوٹھ آتے ہیں تو اونکی حقارت کرتے ہیں آپؓ نے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد میں ہم نفاق جانا کرتے تھے - اور روایت ہے کہ آپؓ نے کسیکو سنا کہ حجاج کو
برا کہہ رہا ہے آپؓ نے اوسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہیں اوسنے عرض کیا
کہ اوسکے سامنے تو نہ کہتا آپؓ نے فرمایا کہ ایسی باتیں کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک میں نفاق جانا کرتے تھے - اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ چند
لوگ حضرت حذیفہؓ رضی کے دروازے پر بیٹھے اونکا انتظار کر رہے تھے اور آپس کا حال کچھ
آپس میں بیان کرتے تھے جب آپ اپنے گھر میں سے نکلے تو سب لوگ آپ کی حیا کر کے چپ
ہو رہے آپؓ نے فرمایا کہ تم جو باتیں کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپؓ نے فرمایا کہ اسکو ہم
عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہؓ وہ ہیں جو منافقین
کے جاننے میں اور اسباب نفاق کے پہچاننے میں مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے
کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہاں تک کہ اوسمیں نفاق کو
ایک سوئی کی برابر بھی گنجائش نہیں ہوتی اور پھر ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے
بھر جاتا ہے حتی کہ ایمان کو گنجائش سوئی چبانے کی بھی نہیں ہوتی - غرض اس تقریر کا یہ ہوا
کہ عارفوں کو خوف خاتمہ کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اوسکے اسباب چند امور ہیں کہ
جو خاتمہ سے پہلے واقع ہوتے ہیں از قسم بدعتوں اور گناہ اور نفاق کے ہیں اور
صحابہ انہیں کسی سے کہ خالی نہ جانتے تھے اگر گمان کرے کہ میں نفاق سے خالی ہوں تو
یہ بھی نفاق ہے چنانچہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بے خوف ہو وہ منافق ہو

[illegible]

یہ ح جلد اول باب قواعد العقائد میں گزری اور اسمیں ذکر حجاج کا صحیح نہیں ملا۔ ع ح اسکی سند بھی نہیں ملی۔

اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ میں اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہوں اونہوں نے
فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرضکہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقہ ازلی اور
خاتمہ کی طرف رہتا ہے اور دونوں سے خائف رہتا ہے اسیواسطے حدیث شریف میں ہے اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ
بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ فِیْهِ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ
مَا اللّٰهُ قَاضٍ فِیْهِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ وَالنَّارُ

ساتواں بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر میں

چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے اوسکے
معنی لکھنے ضروری ہیں پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جن میں ایک طرح
دوسری کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے کہ دل پر سکرات موت کی شدت اور شدت
اہوال کے ظاہر ہونے کے وقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی میں غالب ہو جاوے اور
اسی انکار اور شک کی صورت میں جان نکلجائے تو یہ گرہ انکار کی بندہ میں اور خداے تعالیٰ
میں حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی دوری اور عذاب الٰہی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری
طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندہ کے دل پر مرنے کے وقت محبت
کسی چیز کی دنیا کی چیزوں میں سے غالب ہو جائے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر
چھا جائے اور دل میں ایسا ڈوبے کہ اس حال میں اور کسی کی گنجایش اوسمیں نرہے
اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکلجائے تو ایسی صورت میں دل کے ڈوبا رہنے کا
نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ کا منہ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منہ خداے تعالیٰ سے
پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہاں حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خداے تعالیٰ کی
سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگوں ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ اونکے دل محبت دنیا سے
سالم ہیں اور ہمہ تن اونکی ہمت مصروف الی اللہ ہے اونکو آگ یوں کہیگی کہ اے مومن
گذر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرضکہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت میں
اتفاق جان نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اوسی صفت پر مرتا ہے
جسپر زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی
صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلوں میں تصرف بدون اعمال جوارح کے نہیں ہوتا اور یہ
مرنے سے جوارح سب بیکار ہو گئے اونکے عمل بھی بند ہو گئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہے

مترجم بندۂ ایماندار دو خوف کے درمیان ہے ایک وہ مدت کہ گذر گئی نہیں جانتا کہ اللہ اوسمیں کیا کریگا اور ایک وہ مدت کہ باقی ہے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اوسمیں کیا حکم کریگا پس قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہیں ہے بعد مرنے کے کوئی رضا حاصل کرنیکی صورت اور نہیں ہے بعد دنیا کے کوئی گھر سوای جنت یا دوزخ کے ۱۲ بیہقی در شعب بروایت حسن عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

نہ اس بات کی توقع کہ دنیا میں پھر کر تدارک مافات کیا جائے اس صورت میں حسرت بہت
بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان اور محبت الٰہی دل میں مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ سے
مستحکم ہوئی تھی تو ان دونوں سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے وقت عارض ہوگئی تھی
مٹ جاوے گی پس اگر ایمان قوت میں مثقال کی برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا
اور اگر اوس سے کم ہوگا تو بہت دنوں دوزخ میں رہنا پڑیگا یہان تک کہ اگر صرف ایک رتی کی
برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزاروں برس کے بعد نکلے - اب اگر کوئی کہے کہ تمہاری
تقریر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آتش دوزخ کا ہجوم موت کے بعد ہی آجاتا ہے پھر قیامت تک کی
تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہے
وہ بدعتی ہے اور نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہے صحاح احادیث میں یہ بات ثابت ہے
نزدیک صحیح اور درست یہی ہے کہ قبر یا ایک گڑہا ہے دوزخ کے غاروں سے یا ایک چمن ہے
جنت کے باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہے پس اگر اوس کا خاتمہ
اچھا نہیں ہوا اور بدبخت جہان سے اوٹھا تو قبر آگ کے گڑھے کا ایک حصہ ہوگی اور وہ بلا پہونچتا ہے
اور قبر ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے بعض اوقات اوسکی قبر پر شعلے دوزخ کے
کھلجاتے ہیں اور اقسام عذاب کی بھی بسبب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہیں مثلاً قبر میں
رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہے پھر اوسکے بعد سزا ہوتی ہے پھر حساب کا پوچھنا اور
سب کے سامنے قیامت میں فضیحت ہونا پھر اوسکے بعد پل صراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتوں کی
ہیبت وغیرہ جو امور جو احادیث میں وارد ہیں تو بدبخت آدمی اپنے سب احوال و اقسام عذاب
میں گرفتار رہتا ہے اور اپنے کیے کو بھگتتا ہے یا اوس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اوسکو
اپنی رحمت میں چھپا لے - اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہے بلکہ
مٹی تمام اعضاء ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہے یہان تک کہ وہ وقت مقرری آپہونچے
اوسوقت سب اجزاء متفرق جمع ہونگے اور اونمین روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان ہے
اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اوس دم تک یا تو اون جانوروں سبز کے پوٹوں میں رہیگی
جو عرش کے نیچے لٹکے ہوئے ہیں بشرطیکہ سعید ہو اور یا اگر خدا نخواستہ بدبخت ہوگی تو
کسی حالت بد میں جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی - اب اون سببوں کا ذکر کیا جاتا ہے
جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہیں اگرچہ ایسی باتوں کے اسباب بے حد و شمار ہیں کہ اونکا

تفصیل سوء خاتمہ کا بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیۃً اشارہ ہو سکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ جو خاتمہ
شک اور انکار پر ہوتا ہے اوسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہے صورت اول کہ باوجود ورع
اور زہد کامل اور اعمال مین صلاح تام کے متصور ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ
بدعتی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی
نہین کہ اوسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کیواسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ
بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خدا تعالی کی ذات وصفات وافعال مین کوئی بات
غیر واقع اعتقاد کرے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی
تجویز وقیاس سے حدیث کو رد کرے تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی
کے اعتماد سے اعتقاد کر لیا اور یا کسی دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اسکے
آپ مین آ گیا بہر حال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہے اور ملک الموت کا چہرہ نظر
آتا ہے اور دل کو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتا ہے تو بعض اوقات سکرات موت کی
حالت مین اوسپر کھل جاتا ہے کہ جو کچھ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا
اور باطل محض ہے اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا حال پردہ
اوٹھ جانے کا وقت ہے یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی ہی بعد موت کے معلوم
ہوا کی ہین اور سکرات موت گویا موت ہی کے شامل ہین اسی جہت سے بعض باتین واقعی سکرات موت مین
کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جسپر یقین کلی اور پکا اعتقاد
تو ہی تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف اسی ایک اعتقاد کو جسے بالتحقیق نہین سمجھتا تھا جسمین اپنی رای کو دخل
دیا تھا بلکہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ جو چیزین مین نے سمجھ رکھی تھی سب کی کچھ اصل نہین
پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق
نکرتا تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے منشا سے معلوم ہوگا
اسی سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے اونکو بھی باطل سمجھے گا یا اونمین شک کریگا
اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکل جاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع
نکرنے پاوے تو ظاہر ہے کہ اسکا خاتمہ برا ہوگا اور اوسکی روح معاذ اللہ شرک پر نکلیگی
پس ایسے ہی لوگ جو اون مین جو اس آیت مین وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ مراد ہین اور
اس آیت مین قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

پس ایسے حال میں جب خدا ہی تعالیٰ کے بابت میں اور اوسکی صفات میں ہر شخص اپنی رائے کے
موافق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہے تو لوگوں کی طبیعت میں اختلاف ورزی ہونے میں
تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی زعم ہے کہ مجھکو کمال ہوا اور کنہ حق کا بھید
نظر میں جو اوسکو سوجھے گا کہنے لگیگا اور جو کوئی اوسکو سنیگا اوسکا دل وہی بات کا
معتقد ہوجاویگا اور رفتہ رفتہ اوس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اوسکو ایک
پختہ کام ہوجاویگا غرضکہ طریق خلاصی کی اسکے لئے کوئی صورت نہ ہوگی پس خلق کی
سلامتی اور خیریت اسی میں ہے کہ نیک کام کریں اور جو بات کہ اونکی حد طاقت سے خارج ہو
اوسکے درپے نہوں مگر کیا کیجئے اب معاملہ بہت سست ہوگیا بیہودگی پھیل گئی ہر جاہل کے
گمان میں جو سما گیا اوسکا ہو رہا وہ اپنے اعتقاد میں اوسی امر کو علم اور ایقان جانتا ہے
اور اپنے آپکو [illegible] ایمان اور سمجھتا ہے کہ جس بات پر میں نے اپنی رائے سے
قناعت کی ہے علم یقین اور عین یقین یہی ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا فریب معلوم ہوگا
جب سوجھیگا کہ مصرعہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم + اور اس بات کو یقین جان لینا چاہیے
کہ جو شخص خدا ہی تعالیٰ اور اوسکے رسولوں اور کتابوں پر ایمان خالص کو چھوڑکر اس بحث میں
پڑتا ہے وہ خطرہ مذکورہ میں اپنے آپکو ڈالتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی
کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ موج یا تلاطم میں پڑا ہوا ہو کہ موجیں اوسکو ادھر سے اودھر
پھینکتی ہوں تو اس حال میں ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے
بلکہ غالب یہ ہے کہ ہلاک ہی ہے چنانچہ سعدی رح فرماتے ہیں شعر

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

پس کنہ حقیقت باری اور صفات میں پڑنا سراسر جہالت ہے علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے
بموجب کچھ کہتے ہیں اور دوسرے لوگ اونسے یہ عقیدہ سیکھتے ہیں تو وہ حال سے خالی نہیں
یا تو اوسکی کوئی دلیل سمجھ ہوگی یا بے دلیل اوس عقیدے کو مانتا ہے اب اگر اس فرقہ دوم
اوسمیں شک ہوگا تو اونکا دین فاسد ہے اور اگر فرقہ اول کے قول کا اعتبار ہوگا تو خدا تعالیٰ
کے [illegible] اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسطرح جو کوئی اس
بحث میں پڑتا ہوگا اوسکی [illegible] نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ اوس صورت میں کہ عقل کی
حد درست نکل جاوے اور نور [illegible] اور نبوت میں جھگڑتا ہے اونکا حال یہ ہوتے

یہ بات ہر شخص کو بہت اچھی طرح کہاں حاصل ہوسکتی ہے — اور اس خطرہ سے جو بیدار آدمی
اور جو اہل آزاد وہ ہیں جو اوسکے خوف سے طاعت الٰہی میں مصروف ہیں یا وہ اس امر فضول میں
فرصت نہیں کرتے حاصل یہ کہ خاتمہ کی برائی میں ایک سبب اندیشناک یہ بھی ہے سو قصور دوام
شک انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ اصل میں ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت
دنیا دل پر غالب ہو جاتی ہے اور جب کہ ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف
ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اوسکی قوت اس درجہ کو ہوتی ہے کہ دل میں
بلکہ محبت الٰہی کی جگہ نہیں رہتی مگر صرف اتنی رہ جاتی ہے جیسے دل کا وسوسہ اور غلبہ سے
محبت الٰہی ایسی نہیں ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرے اور شیطان کی راہ سے پھیر سکے
کچھ اوسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی انواع شہوات میں ڈوب جاتا ہے
یہاں تک کہ دل سیاہ اور سخت ہو جاتا ہے اور گناہوں کے پے در پے ہونے سے سیاہی کی تہ
دل پر چھپتی جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اوس میں سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہے
یہاں تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع
ہوتے ہیں تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز
سب سے زیادہ محبوب تھی اوسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت ناگواری
ہوتا ہے اور یہ جدائی کی خدا تعالیٰ ہی کیجانب سے ہے تو دل میں یہ بات آتی ہے کہ
خدا تعالیٰ نے میرے اوپر موت کو کیوں لکھا یہ تو ایک بری چیز ہے اور موت کا آنا اور
اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کیطرف سے برا معلوم ہوتا ہے تو اوسوقت یہ خوف ہوتا ہے
کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے بدلے میں اوسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی
شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور وہ اوسکا مال لیکر اوسکو
یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اوسکو بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدل جاتی ہے اسی طرح
یہاں تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اوسی دم نکلے جسوقت کہ خدا کی
طرف سے اسکے دل میں بغض ہو تو ظاہر ہے کہ خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا
اور جو سبب کہ اوس سے ایسا خاتمہ ہوا وہ غلبہ محبت دنیا اور اوسکی طرف میل کرنا اور اوسکے
اسباب سے خوش ہونا ہے اوس حال میں کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں محبت الٰہی کو بہ نسبت محبت دنیا کے غالب پائے

اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے بچ رہتا ہے مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی
جڑ ہے یہی مرض لا علاج ہے اور سب خلقت اسمین مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم
پہچانتے ہیں اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اوسکو پہچانتا ہے بیشک اوس سے
محبت کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ
خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت میں نکلے کہ اوسکے دل میں خدا تعالی پر انکار ہو
اور اللہ تعالی کا شغل کہ اوسمیں اور اوسکے زن و فرزند اور مال و سب محبوب چیزون مین
جدائی ڈالی ہے اوسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اوسی بغض کے ساتھ
ہوا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام
جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا ہو اور زبردستی گرفتار ہو کر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ
آقا کیطرف سے رسوائی اور گت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور جس شخص کی
وفات محبت الٰہی پر ہوگی وہ خدا تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق
اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت میں جانکاہی اور محنت شاقہ اوٹھائے اور اوسکے دیدار کے
لیے سختیان سفر کی سہے پس ایسا شخص وہان پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے
اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ رہینگے —
اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک اوسکا ہر مرنے کی نسبت کم ہے اور
مقتضی ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا نہین ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہین اول گناہوں کی
کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف ایمان اگرچہ گناہ کم ہون اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ گناہوں کا
مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ شہوات غالب ہوتے ہین اور الفت و عادت کی کثرت سے
دل مین جم جاتے ہین اور جن چیزون سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہے موت کے وقت
اون سب کی یاد دل مین چلی آتی ہے مثلاً اگر اکثر میل طاعتون کیطرف ہوتا ہے تو نزع میں
یاد طاعت الٰہی ہی اکثر ہوتی ہے اور اگر میل گناہون کیطرف زیادہ ہوتا ہے تو انھین کا ذکر
دل پر موت کی حالت مین غالب ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شہوت
دنیا کی شہوتون مین سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہے تو اوسی حال مین اوسکی روح

کہدے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو کمائے ہیں اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہیں اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ میں تو راہ دیکھو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم ۱۱

اسباب ہوتے ہیں کہ ہم بعض کو سمجھتے ہیں اور بعض کو نہیں سمجھتے اور ہم کو معلوم ہے کہ
خیالات دل ایک چیز سے دوسری کی طرف چلا دل کے مناسبت سے منتقل ہوجاتے ہیں
خواہ دونوں چیزوں میں مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھ کر
دوسرا خوبصورت یاد آجائے یا دونوں میں بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر
کسی بدصورت کا دھیان ہوا اور دونوں کی تفاوت میں تامل کیا جائے - یا ان دونوں
چیزوں میں صرف ایک ساتھ ہونے کا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اوسکو پہلے کبھی
کسی آدمی کے پاس دیکھا ہو اب اوسکو دیکھکر اوس آدمی کا خیال آوے - اور کبھی خیال
ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف چلا جاتا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونوں میں کچھ نہیں معلوم ہوتی
اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری سے تیسری کا
پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول و تیسری چیز میں کچھ نسبت نہیں ہے مگر اول میں اور
دوسری میں تھی اور دوسری میں اور تیسری میں تھی جب دوسری ذہن میں نہیں تو اول
اور تیسری میں کچھ نسبت معلوم نہیں ہوتی اسیطرح خواب میں بھی خیالات دل کے انتقال
کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہیں اور سکرات موت کے وقت بھی ویسا ہی
سمجھنا چاہیے کہ جو چیز دماغ میں جمی ہوتی ہے اوسکا خیال اوسوقت رہتا ہے مثلاً
سلائی والا ایسے وقت سر کیطرف ہاتھ کو اٹھاتا ہے گویا سوئی لینا چاہتا ہے پھر اپنے
اوپر کی چادر پر بالشت کرتا ہے گویا جوتنے کے لینا ناپتا ہے ایسے ہی اور کام والوں
خیالات کو قیاس کرنا چاہیے - پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہوں اور شہوات کیطرف
نجاوے اوسکا طریق بجز اسکے نہیں کہ تمام عمر نفس کو شہوات سے علیحدہ رکھنے میں مجاہدہ
کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی میں جہد بلیغ کو کام میں لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات
اختیار میں ہے اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت ہوگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت
کی حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہو جاویگا کیونکہ آدمی اوسی حالت پر مرتا ہے
جس حالت پر کہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے اوسی حالت پر قیامت کو اوٹھے گا -
کسی بقال کی نقل ہے کہ اوسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار
پانچ چھ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت لوگوں حساب میں مصروف تھا - اور بعض
عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے

اوسکی صورت اوسی حال پر عرش مین منقش ہوجاتی ہے پس جب سکرات موت مین ہوتا ہے
تو اوسکو وہی صورت عرش سے سوجھتی ہے تو کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو
گناہ کی صورت پر دیکھتا ہے اوسیطرح قیامت کو بھی اوسکو اپنی صورت موت کی اور
اپنے سارے احوال دیکھیگا تو اوسوقت جسقدر حیا اور خوف اوسکو ہوگا اوسکا بیان نہین ہو سکتا
اور واقع مین قول ان صاحب کا درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسکے قریب قریب ہے
یعنی سونے والا معلوم کر لیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آئندہ کو کیا ہوگا اور خواب
صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہے اجزاء نبوت سے پس کچھ پوشیدہ نہین رہا کہ یہ حال
یہ معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا مآل رجوع ہے پچھلے احوال و خیالات کی طرف جو دل مین ہو اور انکا سبب
دلون کا پھیرنا اللہ تعالی کے ہے اور اتفاقات جو خیالات کے سبب ہوتے ہین وہ بالکل
داخل بندے کے اختیار مین نہین گو بسبب دونون کی عادت سے اونپر کچھ تاثیر ہوتی ہے
یہی لحاظ عارفون کو سوء خاتمہ سے ڈراتا و خوف رہتا ہے کہ خاتمے کا اچھا ہونا اختیاری نہین
کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین بجز احوال صالحین اور عبادتون کے کچھ نہ دیکھے اونکی حالات
و عبادات کے اور کچھ نہ دیکھون تو یہ امر اوسپر دشوار ہوگا گو بوجہ کثرت نیکی اور اہتمام پرہیزگاری
کرنے کو اس باب مین تاثیر ہے کہ خیال کا سوجھنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے
کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہے وہ اوسکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو جاگتے مین
آدمی پر غالب ہوتی ہے یہان تک کہ مین نے اپنے استاد ابو علی فارمدی رح سے سنا ہے
کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھ
مرشد کہے اوسکا انکار نہ بیچ جی کے نہ زبان پر آنے دے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین اونھون نے یہ بھی
ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابو القاسم کرگانی رح سے ایک خواب بیان کیا اور
عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ
یون کیون ہے اونھون نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھ کلام نکیا اور فرمایا کہ اگر تیرے
دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہوتا
اور واقع مین اونکا قول درست ہے اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت
بیداری مین جو چیز آدمی کے دل پر غالب ہے خواب مین اوسکے خلاف دیکھے — اسیقدر
خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہین لکھ سکتے علم معاملہ مین اسقدر رہنا مناسب ہے اسکے سوا علم مکاشفہ مین

اتنا نہین کہ اوسمین کوئی عمل موجب شقاوت ہوسکے بلکہ اوسوقت وساوس اور خواطر ہی
ہوسکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذر جاتے ہین حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین
یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اون سب سے مین نے
پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے
اور ایسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ اور غنیمت کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ
اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہو جاتی ہے کہ اندیشہ بد دل پر غالب ہوا اور دل برے
اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ بامداد خدا و نور معرفت سے اونکو نکالدے اور شہادت کا
حال یہ ہے کہ اوسکے معنی یہی ہین کہ قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوا خدا کے اور
کچھ نہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی محبت دل سے
نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین اترنا اجل ہونے کو قبول کرنا ہے اور خدا کی محبت کا تقاضا
اور اوسکی رضا کا طالب اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جب ایسا ارادہ خدا کیطرف
اس بیع و شرا کا کیا اوسپر راضی ہو جیسا کہ اس آیت مین ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہی اوس سے
اپنا دل اوٹھا لیتا ہے اور اوسکے عوض کی چیز کی محبت دل مین سماتی ہے اور یہ شہدا کی
حالت دل پر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہے مگر اوسمین جان نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال
مین ایسی حال پر جان جانا غالب ہے اسوجہ سے شہادت محبوب ہے لیکن ایسے شخص کا حال
جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون ہی سے کوئی
ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاوے اوسکو رتبہ شہادت نہ ملیگا جیسا کہ
احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہے اور جب یہ اور تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیزین اوسمین
خوفناک ہین معلوم ہو چکی تو اوسکی تیاری کے لیے مشغول ہوا اور ذکر الٰہی کی مداومت کر اور
اپنے دل سے محبت دنیا نکال دے اور اپنے اعضا کو گناہون سے روکے رکھ اور دل کو اونکی فکر سے
محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گناہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ
تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کیطرف پھیرے گی۔ اور ایسا نکر
کہ کہین اسباب مین لیت و لعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اوسکی تیاری کرلونگا
کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ اوسمین تیری جان

نکل جائے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اوسکو بیکار نہ چھوڑے کہ شاید
وہی دم آخر ہو اور روح پرواز کر جائے یہ حال تو جاگنے کا ہے اور سونے کے وقت
یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سوئے اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الٰہی کا
ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہیں کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہے
اور اس بات کو قطعًا جان لے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے
پہلے اوس پر غالب تھی اور خواب میں بھی وہی غالب ہوگی جو جاگنے میں غالب تھی اور قیامت کے
اوٹھنے میں بھی وہی غالب ہوگی جو سونے میں غالب رہے اور یاد رہے کہ موت اور سونا ایک
دوسرے کے مشابہ ہیں اور جاگنا اور قیامت کو اوٹھنا بھی ایک دوسرے کی مانند ہیں
جیسے آدمی نہیں سوتا ہے مگر اون خیالات پر جو بیداری میں اوس پر غالب تھے نہیں اور نہیں
جاگتا مگر اونھیں باتوں پر جو خواب میں غالب رہتے ہیں اسیلیے نہیں مرتا مگر اوسی حال پر جو زندگی پر
غالب رہا اور نہیں اوٹھیگا مگر اوسی پر جس پر مرا مصرعہ چو سیر و مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
اور موت اور اوسکے بعد اوٹھنے کو اپنی دو حالتیں جاننی چاہییں جیسے کہ خواب و بیداری
دو حالتیں ہیں اور اس بات کو تصدیق سے جاننا اور اوسپر ایمان لانا چاہیے اگرچہ ابھی عین الیقین
اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہو سکے اور اپنی سانسوں اور لحظوں کی حفاظت کرنی چاہیے
اور خبردار خدا سے ایک پل بھی غافل نہونا کیونکہ باوجود ان سب باتوں گذشتہ کے کرنے کے
پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب نکلے گا تب کیسا حال ہوگا شعر

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش	زانکہ تخم است و برویاند خداش

سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہیں مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہیں مگر عامل اور عامل سب
ہلاک ہیں مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات
تجھکو میسر نہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہوا اور دنیا کی ضرورت
تین چیزیں ہیں کھانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کھانے میں سے اوسقدر
ضروری ہے کہ جس سے تو سیدھا رہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا اسی طرح کھاوے
جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت میں کھاتا ہے اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی
خواہش سے زیادہ نہو کیونکہ کھانے کا پیٹ میں ڈالنا اور اوسکو پیٹ میں سے نکالنا دونوں یکساں
ہیں اور دونوں ضروری و فعل بشریت انسانی ہیں تو جیسے پاخانہ پھرنے میں ایسی ہمت

نہین کرنا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہوجاتا ہے اسیطرح کھانا کھانے مین بھی مشغولی اول سمجھنی چاہئے
اور جان لینا چاہئے کہ اگر آدمی کی ہمت وہی چیزین لگی رہے جو اوسکے پیٹ کو بھرے
تو اوسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اوسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور
جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو
داخل ضرورت یکسان جانے تو اوسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا
دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور
روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے
اور جنس کی صورت یہ ہے کہ پابند لذیذ کھانون کا نہو بلکہ جو میسر ہو اوسپر قانع رہے پس کھانے مین جا
اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہوجاویگا اور شہوات و لذتون کی فکر تجھسے دور ہوجاویگی
تو پہلے اسکے تو شبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہوسکے گا کہ بجز حلال کے کچھ نہ کھاوے
کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے اوسکا اوپر
قانع ہونا ہر وقت کٹھن ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے
اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض اوس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو
تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک دھیلے کی ٹوپی سے سر کا جاڑا دور ہوجاوے تو اوسکے سوا اور کی
تلاش کرنی فضول اور تضیع اوقات ہے جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی سے کہ
کہین حرص سے مال حرام اور مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو
لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ
مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اوسپر
بس نہ کرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے
اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی حال مکان کا ہے کہ اگر اوسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف
آسمان کی چھت اور زمین بیٹھنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجدون مین
جا پڑنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اوسمین لگجاویگی
اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تو نے
سوا آڑ ہونے کے تجھ مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تو نے سوا
دور کرنے بارش کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا

اور چیونٹیون کو فرض کرنے لگا تو پھر اپنے کپڑے مین گھسیگا کہ اوسمین سے نکالنا دشوار ہے اور
یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبون کا جاننا چاہیئے کہ اگر او نپر کوتاہی کریگا تو خداے تعالی
کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیئے مستعد ہوگا
اور اگر بالفرض بعد ضرورت سے بڑھیگا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو قصد پراگندہ
ہوجاویگے اور خداے تعالی پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کرے انہی غرض اس
نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کر زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور
جاننا چاہیئے کہ تنہا وقت تدبیر اور زاد راہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی تھوڑی سی
زندگی ہے پس اگر اسکو ایک وفد غفلت مین ٹالتا ہوگا تو کیا تعجب ہے کہ اپنے فوت مین
موت تیری آوے جس مین تیرا دل مرنے کے لیے تیار نہ ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی جاویگی
اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہ ہوسکے
اور مستعد ہونے سے خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال
خائفین کا لکھتے ہین جس سے ہمکو توقع ہے کہ کچھہ سختی تیرے دل کی موقوف ہوجاوے
کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور اونکے عمل اور رتبہ
خداے تعالی کے یہان تیری عقل اور رتبے سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیئے کہ انپر خوف
کیون زیادہ تھا اور اونکے شکر و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ اونمین سے بعض بیچارے تھکے
اور بعض بیہوش ہوجاتے تھے بعضے غش کھا کر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جاپڑتے
اور اگر انکے احوال سے بھی تیرے دل مین خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھہ تعجب نہین اس لیئے کہ
غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا اون سے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَهِيَ
كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

سو وہ جیسے پتھر یا اونسے بھی سخت اور بعض پتھر وہ ہین جو پھوٹ نکلتی ہین جن سے نہرین اور بعض ہین تو وہ بھی ہین

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حال خوف خدا مین

حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا ہے اور کھڑے ہوکر حجرے مین
پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خداے تعالی کے عذاب کے خوف سے
ہوتی تھین اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

وقت مثل سوکھی صعیقا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبریل علیہ السلام کی اپنی
ابطح میں دیکھی اور بیہوش ہو گئے۔ اور روایت ہے کہ آپ جب نماز میں ہوتے تھے تو آپ کے
سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل کبھی نہیں آئے
مگر اس صورت سے کہ خوف خداوند جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا
تو حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام نے رونا شروع کیا اونکو وحی آئی ہوگی کہ تم اتنا کیوں روتے ہو
اونھوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بے خوف نہیں حکم ہوا کہ تو ایسے ہی رہو میرے مکر سے
بے خوف نہ ہو اور محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل
اپنی جگہوں سے اڑ گئے تھے جب بنی آدم پیدا ہوئے تو پھر دل اپنی جگہ آ گئے۔ اور حضرت انس سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا بات ہے
کہ میں میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھتا اونھوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ
کبھی نہیں ہنسے۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی
وہ نہیں ہنسے اس خوف سے کہ کہیں خدا تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہم کو عذاب دے
اور حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ ایکبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر
نکلا یہاں تک کہ آپ کسی باغ میں انصار کے تشریف لائے اور چھوہارے اوٹھا کر کھانا شروع کیا
اور مجھکو فرمایا کہ تم کیوں نہیں کھاتے میں نے عرض کیا کہ مجھکو اسکی بھوک نہیں آپ نے فرمایا کہ مجھکو
اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ میں نے غذا نہیں چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر میں اپنے
پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمر تمہارا
کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں ہو گے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر کر رکھیں گے
اور اونکے دل میں یقین کمزور ہوگا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے نہ ٹلے تھے
کہ اتنے میں یہ آیت اوتری وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو مال کے واسطے اور شہوات کے
اتباع کا حکم نہیں دیا جو شخص دینار اسلیے دابتا ہے کہ اوس سے اوسکی غرض حیات ناپایدار ہو
تو زندگی اللہ کے قبضے میں ہے خبردار ہو کہ میں نہ دینار جمع کرتا ہوں نہ درہم نہ کل کے لیے رزق کا
ذخیرہ کرتا ہوں۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں
کھڑے ہوتے تھے تو اونکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے

پھر ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا۔ فرمایا وہ ہے عرض کیا الٰہی میرے آقا اپنے گناہ کو
کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے تھے
اور میرے پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب میں مانوس ہوتے تھے الٰہی یہ
کونسی وحشت ہے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت کا تھا اور یہ وحشت
گناہ کی ہے اے داؤد آدم ایک بندہ میری مخلوق ہے جسکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی
روح اوسمیں پھونکی اور اپنے فرشتوں سے اوسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اوسکو پہنایا
اور تاج اپنے وقار کا اوسکے سر پر رکھا اور جب اوسنے شکایت تنہائی کی کی تو اوسکا جوڑا
اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت میں اوسکو رہنے دیا مگر جب اوسنے نافرمانی کی اوسکو اپنے
پاس سے ننگا اور ذلیل نکالا اے داؤد میرا قول سن اور میں سچ ہی کہتا ہوں کہ تو نے ہماری
اطاعت کی تو ہم نے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو تجھے چھوڑ دیا اور باوجود
اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا تو ہم تجھکو قبول کرینگے۔ اور یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں
مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات دن
پیشتر نہ کھانا کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ عورتوں کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا
تو اونکے لیے ایک منبر جنگل میں نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے
کہ شہروں اور حوالی شہروں میں جنگلوں اور پہاڑوں اور ٹیلوں اور عبادت خانوں اور کنیسوں میں
پکار دیں کہ جو کوئی حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور رکھے وہ آوے تو جنگلوں
اور ٹیلوں سے وحشی اور بیابانوں سے درندے اور پہاڑوں سے جانور اور گھونسلوں سے
پرندے اور پاک عورتیں اپنے پردوں سے نکلتے تھے اور لوگ وہاں جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد
علیہ السلام آکر منبر پر بیٹھتے تھے اور آپکے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم
علیحدہ آپکے گرد ہوتی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپکے سر پر کھڑے ہوتے تھے
اور آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے میں چیخیں اور دھاڑیں مارنے لگتے تھے
پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ
وحشی اور درندے اور آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت کی دہشتوں اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان
فرماتے تھے تو ہر قسم کے جانداروں میں سے ہر ایک کے بہتسے الٹ جاتے تھے جب
حضرت سلیمان علیہ السلام مردوں کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے

کہ آپ کے سننے والون کے کئی کئی جنازے اوٹھتے تھے - اور بنی اسرائیل مین سے بہت سے لوگ وہ وعظ
اور وحوش و حشرات مین سے بہت فنا ہوتے تھے جب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ
دعا ہی مین ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد اونکو پکارتا تھا کہ اے داؤد جزا کے مانگنے مین
آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہوکر گر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کا یہ حال
دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور اونکو اوسپر اوٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے
کہ یون پکارے کہ اگر کسیکا دوست یا آشنا یا قریب داؤد کے ساتھ مین تھا تو وہ چارپائی لیکر
اوسے اوٹھا لائے کیونکہ جو لوگ اونکے ساتھ تھے اونکو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اوسپر اوٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو ذکر دوزخ
مار ڈالا اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو
کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنی عبادت خانے مین جا کر دروازہ بند کر لیتے
اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسیطرح مناجات مین رہتے
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی
لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ بابا جان اسکو کھا کر جو بات چاہتے ہو اوسکی قوت پیدا کرلو
آپ اوسمین سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل مین نکلکر پھرتے - اور یزید رقاشی راوی ہین
کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن چالیس ہزار آدمیون سے نکلے کہ اونکو وعظ سناتے تھے
اور ڈراتے تھے اونمین سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپکی
دو لونڈیان تھین کہ اونکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر پڑتے تو وہ دونون
سینے اور پاؤن پر بیٹھ جاتین کہ کہین جوڑ علیحدہ ہو کر مر نجاوین - اور حضرت ابن عمر رضی
فرماتے ہین کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر مین گئے
عابدین کو دیکھا کہ بال اور اونکے کپڑے پہنے ہین اور اونمین سے جو نہایت کوشش
کرنے والے ہین اونکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیون کو چیر کر اونمین زنجیرین ڈال رکھین ہین
اور اپنے آپکو بیت المقدس کے کونے مین باندھ رکھا ہے اونکو دیکھکر آپکو ہول ہوئی
اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا پھر لڑکون پر آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے
اونھون نے آپکی خدمت مین یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ مین
اسواسطے نہین پیدا ہوا کہ کھیلون پھر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالون کا بنا دو

اونھون نے بنا دیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اوسکی خدمت کرتے اور رات کو وہان کی
سیاحت کرتے یہان تک کہ اوپر پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر پہارون
اور گہاٹیون کے غارون مین جا رہے آپکے مان باپ ڈھونڈھنے نکلے اونکو بحیرہ اردن پر
پایا کہ پانی مین پانون تر کر رکھے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور
یہ کہتے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جب تک مجکو یہ معلوم نہو کہ تیرے
نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپکے مان باپ جَو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے اونسے کہا کہ
اسمین سے کہا کر پانی پینا چاہیے اونھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا
اسلیے اللہ تعالی نے انکی تعریف مین وَبَرًّا بِوَالِدَیْہِ فرمایا غرضکہ انکو مان باپ بیت المقدس
کو پھیر لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت
اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپکے رونے سے اسقدر روتے
کہ بیہوش ہو جاتے اور ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ اونکے آنسوؤن سے اونکے رخسارون کا
گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپکی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین اونکی مان نے اون سے
فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمہارے لیے بنا دون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگونکی
نظر سے چھپا لو آپنے عرض کیا کہ بہتر اونھون نے دو پھل نمدے کے لیکر آپکے
گالون کو چپکا دیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل آنسوؤن سے
بھیگ جاتے اونکی والدہ اونکو نچوڑ دیتین جب اپنے آنسو اپنی مان کے ہاتھون پر بہتے دیکھتے
تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری مان ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے
پس ایک روز اونکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے
یہ دعا مانگی تھی کہ تجکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنائے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے
حال سے ہمکو کیسے چین ہو اونھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
مجھسے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہے جسکو بجز رونے والون کے اور کوئی
طے نہ کریگا حضرت زکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اسی طرح رویا کر یہ کہکر اطمینان ہوا اور حضرت عیسی
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسے گروہ حواریین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اسی بات کا باعث ہین
کہ مشقت پر صبر کیا جائے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا
اور جنگل مین کتون کے ساتھ سونا جنت کی تلاش مین ایک ادنی بات ہے

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش ہو جاتے تھے اور آپکے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اوسوقت آپکے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالی آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے جبرئیل جب مین اپنا قصور یاد کرتا ہون تو اپنی خلت بھول جاتا ہون۔ حاصل یہ کہ انبیا کا یہ حال تھا جو تونے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خدا تعالی کے عارف اور اوسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کسطرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہین

بجائیکہ دہشت خورد انبیا	تو عذر گناہ را چہ داری بیا

نوان بیان صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے ایک پرند کو دیکھکر اوسکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو مین تجھ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا۔ اور حضرت ابوذر رض نے فرمایا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ کاش مین درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور ایسا ہی حضرت طلحہ رض نے فرمایا ہے۔ اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اوٹھایا نجاؤن اور حضرت عایشہ صدیقہ رض فرماتی ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین نسیاً منسیا ہوجاؤن۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رض جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز انکی عیادت ہوا کرتی اور ایک روز آپنے ایک تنکا زمین پر سے اوٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو مین یہ تنکا ہوتا کاش مین کوئی چیز مذکور نہوتا کاش مین نسیاً منسیا ہوتا کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی شعر

مرا اے کاشکے مادر نزاد	وگر زاد اوکس شیرم ندا د

آپ کے منہ پر آنسوؤن کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہین نکالتا اور جو کوئی اوس سے تقوی کرتا ہے اپنی جی چاہتی بات نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو تم کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپنے سورہ کورت پڑھی اور اس آیت پر پہنچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا آپ کھڑے ہو کر سننے لگے جب اوسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ

اپنی سواری سے اوترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھیرے پھر مکان کو
چلے گئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپکو کیا مرض ہو
۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اور سوقت کہ آپکو کچھ
رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو
لیکن آج کوئی چیز ایسی نہیں دیکھتا جو اونکی سی ہو اونکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ
غبار آلود رہتے اونکی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زانو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ کے
واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے تھے اوسوقت میں پیشانی اور پاؤں
پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کا
کانپتے آنکھوں میں سے اتنے آنسو بہاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اور اب لوگ ایسا
کہ گویا میں ایسے لوگوں میں ہوں جو رات کو خواب غفلت میں رہتے ہیں پھر آپ اوٹھ کھڑے
ہوئے اور جب تک کہ آپکو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس قدر ہنستے ہوئے
نہ دیکھا۔ اور عمران بن حصین رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں کہ راکھ ہو جاؤں اور
میرے اجزا ہوائیں آندھی کے دن پراگندہ متفرق کردیں۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح رضی اللہ کا
قول ہے کہ مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کریں اور
کھالیں اور میرا شوربا پی لیں۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے
تو آپکا چہرہ زرد ہو جاتا اونکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپکا یہ کیا حال ہوتا ہے
آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے میں کھڑا ہوا چاہتا ہوں اور موسی بن مسعود رحمہ
کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو اونکے خوف کو دیکھکر یہ جانتے
کہ گویا آگ ہمارے چارطرف محیط ہے۔ اور ایک قاری نے پڑھا هٰذَا كِتَابُنَا[۱]
يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پس عبدالواحد
بن زید ایسا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر
کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجھکو اپنی طاعت پر مدد کر۔ اور منصور بن معتمر رحمہ
شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہیں سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت
پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک دن ایک شخص قبیلہ
خثعم سے آیا اور اونکے پاس یہ آیت پڑھی يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ[۲] إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا

(۱) یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک ٹھیک ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے ۱۲

(۲) جس دن ہم اکٹھا کر لاوینگے پرہیزگاروں کو رحمن کے پاس مہمان بلائے اور ہانک لیجاوینگے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ۱۲

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا تو اونھون نے فرمایا کہ مین تو مجرمین مین ہون
متقی نہین ہون پھر قاری صاحب سے پھر پڑھنے کو کہا اونسے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر
سفر آخرت کر گئے - اور یحییٰ بکاء رونے والے رح کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی وَلَوْ تَرٰى
اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ تو اونھون نے ایک چیخ ماری کہ اوس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے
نواح تک کے لوگ اونکی بیمارپرسی کو آتے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین طواف
خانہ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے
کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتون کی لذت تو جاتی رہی مگر عذاب اونکا باقی رہا الٰہی تیرے
پاس سوای دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے روتے
صبح کر دی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ ہائے ہمارے حال پر -
اور روایت ہے کہ حضرت فضیل رح عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور
لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی داڑھی مٹھی مین پکڑ کر آسمان
کیطرف کو سر اوٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دیگا تب بھی مجھکو سخت بری حیا ہے کہ
لوگون کے ساتھ وہان سے چلا آیا اور کسی نے حضرت ابن عباس رض سے حقیقت خائفین کی
پوچھی تو آپنے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے خوش ہین اور آنکھین روتی ہین
اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اس حال مین کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے
اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدا تعالی کے سامنے
ہمکو کھڑا ہونا ہے - اور حضرت حسن بصری رح ایک جوان پر گذرے کہ اوسکی ہنسی چھوٹ رہی تھی
اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپنے اوس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذرا ہے
اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین
اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر اوس
شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا - اور حماد بن عبد ربہ رح جب بیٹھتے تو اسطرح بیٹھتے گویا
اوکڑون بیٹھے ہین اگر کوئی اونسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیے تو فرماتے کہ اطمینان کا
بیٹھنا اوس شخص کا ہوتا ہے جسکو خوف نہین اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی کی ہے
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے دلون پر
غفلت ڈال دی ہے یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوف خدا سے مر نہ جاوین - اور حضرت مالک بن دینار رح

فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب مرونگا لوگوں سے کہدونگا کہ میرے بیڑیاں اور
طوق ڈالکے مجھکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاویں جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے
سامنے لیجاتے ہیں۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت
سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہیں مگر آدم کا حال اوسمیں جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر
فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خوب ظاہر ہے اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو
کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اوسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہیں مگر بعض اقارب اور اعدا کو اونکی
زیارت کام نہ آئی۔ اور سری رح فرماتے ہیں کہ میں اپنی ناک کو دن میں کئی بار دیکھ لیتا ہوں
اس خوف سے کہ کہیں میرا منہ تو کالا نہیں ہوگیا۔ اور ابو حفص رح کہتے ہیں کہ چالیس برس سے
میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی مجھکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال بھی اسکے گواہ ہیں
اور حضرت عبد اللہ بن مبارک ایک روز اپنے یاروں میں نکلے اور فرمایا کہ رات تو میں نے
بڑی جرأت کی کہ اوس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن کعب القرظی کی ماں نے اپنے
بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا میں تجھکو جانتی ہوں کہ لڑکپن میں بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا
اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل کی بات ہے اور مبارک تو نے کیا ہی
اتنی مشقت کیوں کرتا ہے اونھوں نے کہا کہ اے مادر مشفقہ میں کون سی بات سے اس امر سے
نڈر ہو جاؤں کہ اگر خدا تعالی نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور
یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم میں تجھکو نہیں بخشونگا۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں
کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہے نہ فرشتہ مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ ان لوگوں کو
کیا قیامت کو عذاب نہ ہوگا مجھے تو غبطہ صرف اوس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور
روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار میں سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہاں تک
کہ رونے کے باعث گھر سے باہر نہ نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکے یہاں تشریف لائے
اور اوسکو گلے لگایا وہ اوسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپنے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کی
تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اوسکے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور ابن ابی میسرہ کے
حال میں لکھتے ہیں کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی اونکی ماں نے
کہا کہ اے میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیوں خائف ہے

ح ابن ابی الدنیا روایت حذیفہ و موقوفا و رفعہ بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف ۱۲

اونھون نے کہا کہ اوسکے احسان مین شک نہین مگر اوسنے ہم سے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ مین
جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اوسمین سے نکل آوینگے۔ اور فرقد سبخی کو کسی نے کہا کہ
بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یہ خبر
پہونچی ہے کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا لباس کمبل اور ٹاٹ تھا آئین اور اونھون نے
ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مرگئین۔ اور حضرت
عطاء سلمی بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معافی
کی طلب کی درخواست کیا کرتے اور بیماری مین اونسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کس چیز کو
چاہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین کسی چیز کی خواہش
کے لیے جگہ نہین چھوڑی ہے کہتے ہین کہ چالیس برس تک اونھون نے اپنا سر آسمان کی طرف
نہین اوٹھایا تھا نہ کبھی اس عرصے مین ہنسے تھے اور ایک دفعہ جو سر آسمان کی طرف کو کیا
تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی وقت اپنا جسم
ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہوگیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی کڑکتی
یا غلہ گران ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مرجاوون تو لوگ راحت
پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک دفعہ ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور
ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اونکے پاؤن سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھس گئین تھین اور پوست استخوانون پر چپکا تھا رگین تار سی
کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہوگئے تھے جیسے خربوزے کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبر سے
نکلے ہین یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنے والون کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانون کو
کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک وہان سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر
ہوا فوراً بیہوش ہوکر گر پڑا اور اوسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر
اوسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اوسکو ہوش آیا اوس سے
ماجرا پوچھا اوسنے کہا کہ مین نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکر مجھے یاد آگئی اور خوف سے
پچھاڑ کھائی۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم
تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا
وہ شخص بیہوش ہوگیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھو کہ مجھے [illegible]

میں نے کہا کہ اسرافیل ... وہ شخص مردہ ہوکر گر پڑا۔ اور روایت ہی
کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ تو
بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔ اور یزید رقاشی رح حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے پاس گئے
آپ نے فرمایا کہ اے یزید مجھکو کچھ نصیحت کرو انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین تمہین اول خلیفہ
نہیں ہو کہ مر جاؤ گے یعنی تم سے پہلے بھی بہت خلیفہ مر چکے ہیں آپ روئے اور فرمایا کہ کچھ اور
نصیحت کیجیے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تمہارے اور حضرت آدم کے درمیان کوئی تمہارا
بزرگ ایسا نہیں ہے جو نہ مرا ہو آپ پھر روئے پھر فرمایا کہ اور کچھ فرمائیے انھوں نے فرمایا کہ اے
امیر المؤمنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان میں کوئی منزل نہیں ہے یہ سنکر آپ
بیہوش ہو گئے۔ اور میمون بن مہران رح کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری وَاِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا باہر
جنگل کو گئے تین دن تک پتا نہ لگا۔ اور حضرت داؤد طائی رح نے ایک عورت کو اپنے
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے بیٹا مجھے معلوم نہیں کہ تیرے کون سے گال کو پہلے
کیڑے نے کھایا یہ سنتے ہی اوسی جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور روایت ہے کہ حضرت
سفیان ثوری رح بیمار پڑے اونکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اوسنے کہا
کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے پھر اوسنے نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام میں اس
جیسا آدمی مجھکو نہیں معلوم ہوا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں کہ میں نے
خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھ پر ایک دروازہ خوف کا کھولدے دعا مقبول ہوئی
اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا کہ میں اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت میری
مقدار سے ہے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رو
کرو اور اگر رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بناؤ کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے
اگر تمکو علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلا بیٹھ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس کہنے سے
گویا آپنے اوس حدیث شریف کے مضمون کی طرف اشارہ فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا اور عنبری روایت کرتے ہیں کہ ارباب حدیث حضرت فضیل
بن عیاض رح کے دروازے پر جمع ہوئے آپ نے ایک روشندان سے اونکی طرف جھانکا
داڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ تمکو قرآن سے مشغول ہونا چاہیے اور نماز کی ...

یہ وقت حدیث کا نہین بلکہ یہ وقت رونے اور تضرع اور سکوت اور ڈوبنے والے کی طرح دعا ما
نگنے کا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسیکو نہ بتاوے اور اپنے
دل کا علاج کرے جو معلوم ہوا اوسکو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہوا اوسکو ترک کرے - اور یکبار
آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین فرمایا کہ
مین نہین جانتا - اور ذر بن عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور
کہنے والے کچھ کہتے ہین تو کوئی نہین روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی
سنتا ہون آپنے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مرجاوے اوسکا رونا اور جو اجرت لیکر روتی ہے اوسکا رونا
برابر نہین ہوتا غرض یہ کہ یہ خوف کو دل مین تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ ایک
عابد کے پاس کھڑے ہوے جو رو رہا تھا اوس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونے کا
باعث کیا ہے اوسنے کہا کہ ایک خوف ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلون مین پاتے ہین
اونھون نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خدا تعالے کے سامنے پیش ہونے کیواسطے جو ندا ہوگی
اوسکا خوف ہے - اور خواص رویا کرتے اور مناجات مین کہتے کہ الٰہی مین بوڑھا ہوا اور بدن
تیری خدمت سے کمزور ہوگیا تو مجھکو آزاد کردے - اور صالح مری کہتے ہین کہ ایک بار ابن السماک
میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھکو اپنی قوم کے عابدون کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ مین انکو ایک
محلے مین ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے مین رہتا تھا ہمنے اوس سے اجازت اندر
آنیکی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بن رہا تھا مینے اوسکے سامنے یہ آیت پڑھی
اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِھِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ
وہ شخص ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا ہم اوسکو ویسا ہی چھوڑکر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے
اوسکے پاس بھی مینے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہوکر گر گیا وہان سے ہم
تیسرے کے پاس گئے اور اوس سے اجازت چاہی اوسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے
نہ روکو تو چلے آو اوسکے پاس مینے پڑھا ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ
اوسنے ایک نعرہ مارا اور اوسکے نتھنون سے خون نکلنے لگا اور اوسی خون مین تڑپنے لگا یہان
کہ خون خشک ہوگیا اوسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ مین ابن السماک کو چھ شخصون کے پاس
پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑکر اوسکے پاس سے چلے آئے پھر مین اونکو ساتوین کے پاس لایا
اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آو دیکھا تو ایک

قولہ جب طوق پڑینگے اونکی گردنون مین اور زنجیرین گھسیٹے جاوینگے پانی مین جلتے ہوئے پھر آگ مین اونکو جھونکینگے ۱۲

لاے گئے اور اوسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور وہ دوزخ
میں جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر کیا کہا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لائے اور پل پر چڑھایا
وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل کا رخ الٹا ہو گیا اور وہ دوزخ میں گر پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر آگے
کہا کہ پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے ہیں اوسکا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی چیخ ماری
کہ بیہوش ہو کر گر پڑے وہ لونڈی اوٹھی اور اونکے کان میں پکار پکار کہنے لگی کہ اے
امیر المومنین سنو میں نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان میں چیختی
رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پاؤں دیوار پر مارتے تھے۔ اور روایت ہے کہ
حضرت اویس قرنی رح قاص کے پاس آتے اور اونکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا
ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر اٹھ کے چلے جاتے تو لوگ انکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن
جبل رض فرماتے ہیں کہ مومن کا خوف جب تک نہیں ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو
اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اور حضرت طاؤس رح کے لیے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی
کے دانے کی طرح اوسپر ادھر اودھر لوٹتے پھر اوس پر سے اوچھلکر اوسکو لپیٹ دیتے
اور قبلہ کی طرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے تھے کہ دوزخ کے بیان نے خائفوں کی
نیند اوڑا دی۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ دوزخ میں سے ایک شخص ہزار برس کے
بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ میں ہمیشہ رہنے
اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس تک نہیں ہنسے اور راوی کہتے ہیں کہ جب میں
اونکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے
اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہیں اور اوسکا
حال آنکھوں دیکھا بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھوں کے سامنے آگ
بھڑک رہی ہے اور جب اونپر اس شدت خوف و غم کا لوگوں نے عتاب کیا تو فرمایا کہ
میں کیسے بے خوف ہو جاؤں اس سے کہ خدای تعالی نے اگر کوئی مجھسے برائی دیکھ لی ہو اور
مجھکو برا جانکر فرمانے لگے کہ چلا جا میں تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بیفائدہ ہے۔ اور حضرت
ابن السماک رح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں وعظ کہا ایک
جوان اونمیں سے اوٹھا اور کہا کہ تمنے آج ایسا کلمہ کہا کہ اگر ہم اسکے سوا اور کچھ بھی
نہ سنیں تو کچھ پروا نہیں میں نے پوچھا کہ وہ کیا کلمہ ہے اوسنے کہا کہ [illegible] فرمایا تھا

کہ منافقین کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے کے ٹھکانے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا جنت
میں ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ میں حضرت ابن السماک رح فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے
دو شخصوں میں ہم نے اوسکو نہ پایا لوگوں سے اوسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے میں
اوسکی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس
یہ نوبت اوسی تمہارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ سے
منافقین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں پھر وہ شخص اسی مرض میں مر گیا میں نے اوسکو خواب میں دیکھا
اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اوسنے کہا کہ مجھکو بخش دیا اور رحم کیا اور
جنت میں داخل کیا میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے کہا کہ اوسی جملے کی بدولت سے حاصل ہوا یہ
انبیا اور اولیا اور علما اور صلحا کے خوف کا حال تھا سنا جب ان لوگوں کا یہ حال تھا
تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جب بہت گناہ ہوں تبھی خوف ہو بلکہ
اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعات اور کمی گناہوں
کی بے خوف ہو جانے کی مقتضی نہیں بلکہ مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات سے مطیع
ہیں اور یہ بھی غالب اور غفلت اور سختی دل کے رکے ہیں اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہوں موت
کے پاس آنے سے جاگیں اور نہ کثرت گناہوں سے ہیں منافقین کا احوال دیکھ کر
عبرت پاتے ہیں نہ اندیشۂ خاتمہ کو دل میں جگہ دیں اس صورت میں اگر خداے ہی اپنے فضل سے
ہمارے احوال کا تدارک فرمادے تو اصلاح ممکن ہے اسلیے اسی بات کی دعا مانگتے ہیں
بشرطیکہ صرف زبانی دعا ہو دون استغفار اوسکے مقبول ہو اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب
ہم دنیا میں مال کا ارادہ کرتے ہیں تو اوسکے کتنے لوازم جمع کرتے ہیں جوتتے ہیں اور
بوتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں اور خشکی تری میں کیسی کیسی اندیشہ ناک باتیں اختیار
کرتے ہیں اور اگر علم میں کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہیں تو اوسکے واسطے کتنی مشقتیں
اوٹھاتے ہیں اور کتابوں کی بحث و تکرار اور یاد کرنے میں راتوں کو جاگتے اور کوشش
کرتے ہیں رزق کی تلاش میں کیا کیا محنتیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کفالت اور
ضمانت روزی پہنچنے کی فرمائی ہے اوسپر یقین واثق کرکے گھر میں نہیں بیٹھتے اور نہ بیٹھے
خداے تعالیٰ سے یوں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی ہمکو روزی دیکر غنی مالک دائم اور سلطنت پایدار
آخرت میں نذر کر دیتے ہیں تو اوسکے واسطے صرف اسی پر کفایت کرتے ہیں کہ زبان سے

کہہ لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس وقت کہ خوف کو وقوع ہے اور سننے نام سے
بھوکا کھانے بیٹھے ہیں وہ یوں ارشاد فرماتا ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۱)
اور فرماتا ہے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (۲) اور یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۳) یہ
مقام غور ہے کہ ان اقوال میں کبھی ہم کو تنبیہ ہوتا ہے کوئی بات بھی ہمکو ہمارے مغالطون
اور جھوٹی آرزوؤں سے نکالتی ہے اگر غور تامل کرو تو یہ کہنے کی بات ہے بشرطیکہ
خداے تعالیٰ اپنے فضل سے توبہ نصوح مرحمت فرماوے اور اوسکے باعث ہمکو پناہ دے
ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے
دلوں کے اندر ڈالدے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی
نظر آتی ہے ورنہ ہم اون لوگون میں سے ہو جاوینگے جو کہتے ہیں اور نہیں کرتے اور سنتے ہیں
اور نہیں مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کرے اس سے
زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خداے تعالیٰ ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے
عنایت کرے۔ اب ہم احوال خائفین کی حکایات کو اسقدر پر کفایت کرتے ہیں جیسا مثل
مشہور ہے در خانہ اگر کس است یک حرف بس است ورنہ شعر

بخوانی آیدش بازیچہ در گوش	اگر صد باب حکمت پیش نادان

اور عیسیٰ بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدوں میں سے ہیں ایک راہب کا حال
کہتے ہیں کہ اونھوں نے اوسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا
دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہیں تھمتا تھا راوی کہتے ہیں کہ جب میں نے
اوسکو دیکھا تو اوسکی صورت سے ڈر گیا اور اوس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ تجھ سے
یادگار رکھوں اوسنے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھکو کروں سوائے اسکے کہ اگر تجھ سے
ہو سکے تو ایسی طرح رہ جیسے کسیکو چار طرف سے درندوں اور کیڑوں نے گھیر لیا ہو اور وہ
ہراساں اور خائف رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہو جاوے تو درندے چیر ڈالیں
یا چونک جاوے تو زہریلے کیڑے کاٹ لیں غرضکہ رات بھر اوسکا دل خوف و ہراس میں رہتا ہے
گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کریں اور دن بھر رنج میں گذرتا ہے گو کہ لوگ خوش
ہوا کریں پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا میں نے کہا کہ کچھ اور کہئے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہو
اوسنے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہے وہی کافی ہوتا ہے اور یہ اوسپر درست کہا

(۱) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا ۱۲
(۲) اور نہ دھوکا دے تمکو اللہ کے نام سے وہ دغا باز ۱۲
(۳) اے آدمی کاہے سے بہکا اپنے رب کریم پر ۱۲

اسواسطے کہ صاف دلکو تو ادنی سا خوف ہلا دیتا ہے اور تقصیر ذرا سے وسوسے سے نصیحت بہر اثر اور
رہتی ہے اور اوسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور
زہر کے جانور ہوں تو اسکو یون سمجھنا چاہیئے کہ یہ مثال فرضی ہے بلکہ یہ صورت واقعی ہے کیونکہ
اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندوں اور زہریلے
جانوروں سے پر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ
اوسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اوس سے غافل ہو مگر یہ آدمی کہ
انکا کاٹنا اور ایذا دینا نہیں سوجھتا جب پردہ اوٹھا لیا جاویگا اور آدمی قبر میں رکھا جاویگا
اوسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت بنکر اوسکے اوسوقت نظر آوینگے
کہ سانپ اور بچھو ویسے قبر میں آکر بیٹھ گئے ہیں گھیر لیا حالانکہ یہ سانپ ہونگے کہ بچھو بلکہ یہی صفات جو
زندگی میں تھیں وہی ہونگے اونکی صورت اوس دن سوجھ پڑیگی پس اگر منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا چاہیئے
اور انپر غالب ہونا چاہیئے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار میں ہے تو اصل
ہرگز ہو سکتا سمجھنا چاہیئے ورنہ اونکا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دل میں ٹھان لینا چاہیئے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان میں

رباعی

گر چاہیے تو دل سے ہو سچا عابد	کر فقر کو اختیار اور ہو زاہد
کہتے ہیں رسول فقر کو اپنا فخر	تیرے لیے بس یہی ہے کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہے اوسکے فریب میں بہت لوگ گمراہ ہوئے اور اوسکے
مکر سے بہتوں کو لغزش ہوئی تو اوسکی دوستی خطایا اور سب آفات کی جڑ ہوئی اور اوسکی دشمنی
طاعات و قربات کی اصل اور ہم نے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا میں
جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہاں جو فضیلت اس سے بغض رکھنے میں اور اسمیں بے رغبتی میں ہے
اوسکو ذکر کرتے ہیں کہ منجیات میں اصل وہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی
اور دوری کے نہیں ہو سکتی لیکن اس سے علیحدگی کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ خود آدمی سے الگ ہو اسکو فقر کہتے ہیں
یا آدمی اوس سے کنارہ کشی کرے اوسکو زہد کہتے ہیں اور یہ دونوں چیزوں کو سعادت کے حاصل ہونے کے
باب میں دخل ہے اور فوز و نجات پیدا کرنے میں اثر اسلیے ہم ان دونوں کی حقیقت اور
درجات و اقسام اور شرطیں اور احکام ذکر کرتے ہیں اور اس باب کے دو فصل کرتے ہیں

اول میں فقر اور دوسری میں زہد کے بیان لکھتے ہیں —

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقر کی فضیلت اور آداب کے ذکر میں اور اسمیں نو بیان ہیں

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال اور اسما کے اختلاف میں

جاننا چاہیئے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہیں کہتے
اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اوسپر آدمی قادر ہو تو اوس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم
ہو چکا تو اب ظاہر ہے کہ جو شے سوا خدا تعالی کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک
موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے
فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پردے میں کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے
مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا
کہ وجود میں غنی ایک ہی ہے اور اوسکے سوا جتنے ہیں وہ اوسکی طرف محتاج ہیں تاکہ اونکو
دوام وجود کی مدد پہونچے اور اسی حصر کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی میں واللہ الغنی
وانتم الفقراء لیکن یہ معنی فقر مطلق کے ہیں اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہیں
بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندہ کی حاجت کو اگر باعتبار اوسکی ضرورتوں کے
دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہیں ہوسکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجات آدمی کی بے انتہا ہیں منجملہ اوسکی
حاجتوں کے وہ ہیں جو مال سے حل ہوتی ہیں پس اونہیں کا ہمکو بیان کرنا اس وقت منظور ہے
اسلیے کہتے ہیں کہ جو شخص مال نہیں رکھتا اوسکو ہم اوس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہیں جو اوسکے
پاس نہیں بشرطیکہ اوس شخص کو اس مال مفقود کیطرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال میں آتا ہے کہ
فقر میں آدمی کے پانچ احوال ہیں اور ہم اون سب کو تمیز کیواسطے جدا جدا نام سے کہے دیتے ہیں
تاکہ اوسکے احکام بھی علیحدہ بیان کرسکیں پہلی حالت جو سب سے عمدہ ہے یہ ہے کہ آدمی کی یہی
طرح ہو کہ اگر اوسکے پاس مال آوے تو اوسکو برا معلوم ہو اور رنج پاوے اور اوسکے قبول سے بھاگے
اور اوسمیں مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اوسکی شر سے متحرز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہیں
دوسری حالت یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی
نفرت ہو کہ اوس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑدے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہیں —
تیسری حالت یہ ہے کہ مال کا ہونا اوسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے
کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہیں کہ اوسکی طلب میں سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہے

حاشیہ: اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ۱۲

کہ اگر بلا محنت و کدورت سے ملے تو لیکر خوش ہو جاتا ہے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا محتاج ہو
تو اوسمین مشغول نہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اوسنے موجود چیز پر قناعت
کر کے طلب کو موقوف کیا باوجودیکہ بقدر رغبت بھی تھی چوتھی حالت کہ طلب مال کو موقوف
کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل اوسکی تلاش کی پائے گو محنت ہی
سے ہو تو اوسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہین
پانچوین حالت یہ ہے کہ جو مال اوسکے پاس نہین ہے اوسکی ضرورت ہی پڑی ہو مثلاً بھوکے کے
پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس کپڑا نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اوسکی رغبت
طلب کی بابت کسی حالت کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت بہت کم جدا ہوتی ہے
پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلیٰ زہد ہے اور ضرورت کے ساتھ اگر یہ بھی ملا لیا جاوے
اور بے ضرورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے اقصیٰ درجات مین ہے اور ان پانچون حالتون سے
بڑھکر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور نہونا
مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ جانے کا غم اور اوسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہ رضی کا تھا
کہ جب اونکے پاس ایک لاکھ درہم کسی جگہ سے آئے تو اوسیوقت سب ایک ہی دن مین تقسیم کر دیے
اور جب اونکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر ان مین سے ایک درہم کا آپ گوشت لیتین
تو اوسی سے افطار کرتے تو آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس
شخص کا حال ایسا ہو اگر تمام دنیا اوسکے قبضے اور خزانے مین ہو تب بھی اوسکو ضرر نہ کریگی
اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خدای تعالیٰ کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے قبضے مین اور اسکو یہ
مال خواہ اوسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اوسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور
مناسب ہے کہ ایسی حالت والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہے
اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہئین جو خدای تعالیٰ پر اور اوسکے بندون مین سے
بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے
اور وہ اوس سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اس بات کا ہے کہ مال مذکور اوسکے پاس رہے ہر چند
وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہے اسلیے وہ من وجہ
فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اوسکے باقی رہنے اور اوسکے قبضے مین سے
نکل جانے سے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اوسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور

نہ خوشی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے اور قبضے میں رکھنے کی دونوں نہیں اور یہ بھی
نہیں کہ اوسکے پاس نہو تا کہ محتاج قبضے میں آنے کا ہو بہرحال مستغنی کی غنا عام ہے اور اسی
جہت سے ایسا شخص اوس غنی سے جو وصف خداوندی ہے قریب تر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ
بندے کا قرب خدا تعالی سے اسطرح ہے کہ صفات الہی میں قریب ہو قرب مکانی تو
ہوتا ہی نہیں لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستغنی ہی کہتے ہیں تا کہ لفظ غنی اوس ذات پر
بول سکیں جسکو غنائے مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہو مگر
سوا اوسکے اور چیزوں سے مستغنی نہیں نہ بدوں توفیق الہی کے مستغنی ہو جس سے اسکا استغنا باقی رہے
کہ خدا تعالی اوسکی اور اوسکے دلکو زینت دیتا ہے جو دل کمال کی محبت میں مقید رہتا ہے وہ غلام ہے اور جو
اوس سے مستغنی ہے وہ آزاد ہے اور اللہ تعالی نے ہی اوسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے
تو اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اوسکو البتہ ہے اور دل غلامی اور آزادی میں دم بدم
الٹتے پلٹتے رہتے ہیں کیونکہ سب دل درمیان خدا تعالی کی انگلیوں کے ہیں اسلیے
ایسے شخص کو مطلقا غنی کہدینا درحقیقت نہیں چاہیے اگر کہا جاوے تو مجازا ہوگا —

اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین میں
سے ہے تو ضرور ہوا کہ زہد اوسکے حق میں درجہ نقصان ہو اسلیے کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی
برائیاں ہوتی ہیں اور نیز دنیا کا برا جاننے والا بھی دنیا میں مشغول ہے جیسا اوسکا رغبت
کرنے والا ہے اور شغل ماسوائے خدا تعالی کا خدا تعالی سے حجاب ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالی
کچھ فاصلے پر تو نہیں ہے کہ دوری اوسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے
بھی قریب تر ہے اور نہ خدا تعالی کسی مکان میں ہے تا کہ آسمان و زمین اوسمیں اور آدمی میں
حجاب ہو جاویں تو اب ضرور ہے کہ حجاب اوسمیں اور آدمی میں بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے کے اور کوئی نہو اور اپنے نفس اور شہوات میں مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے میں داخل ہے اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس اور شہوات میں مشغول رہتا ہے اسلیے ہمیشہ
خدا تعالی سے محجوب رہتا ہے حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت میں مشغول ہو وہ خدا تعالی
سے منحرف ہے اور جو شخص اپنے نفس کے بغض میں لگا ہے وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہیں
اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس میں عاشق و معشوق ہوں اوسمیں اگر رقیب بھی آجاوے
تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف اور اوس سے بغض رکھنے کیطرف اور اوسکے اٹھنے کو

بڑا جانے کی طرف متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان واہیات میں مصروف ہے لذت مشاہدہ و مشغولی سے
محروم رہیگا اور اگر عشق میں مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل ہوگا اور اوسکی طرف وہ توجہ نکریگا
غرضکہ جسطرح شوق کے ہوتے ہوے دوسرے کی محبت کی راہ سے دنیا مشغولی پر اثر کرتی
اور موجب نقصان کا ہے اسیطرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو اتنا مشغولی کے ہوتے ہوے
عشق میں شرکت و نقصان ہے گو یہ نقصان بہ نسبت اول کے کچھ کم ہے تاہم دنیا کا ال
شیہ اور کمال یہ چاہیے کہ قلب محبت سے اور کسی کی طرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے
نہ دشمنی کی راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل میں دو محبت ایک حالت میں نہیں جمع ہو سکتیں ایسا ہی
ایک حالت میں دوستی اور دشمنی بھی نہیں جمع ہو سکتی ہیں پس جو شخص دنیا کی دشمنی میں مشغول ہے وہ بھی
خدا سے غافل ہے جیسے وہ شخص کہ اوسکی دوستی میں مشغول ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جو دنیا کی
دوستی میں مشغول ہے وہ غافل ہے اور اپنی غفلت میں راہ دور کرتا ہے اور جو اوسکی دشمنی میں
مصروف ہے وہ بھی غافل ہے مگر غفلت میں راہ قرب پر چلتا ہے اور واسطے اسکے ایسے
شخص کے لیے توقع ہے کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اوسکی غفلت جاتی رہے
اور مرتبہ حضوری اور مشاہدہ میسر ہو جاوے غرضکہ یہ کمال اوس شخص کے واسطے متوقع ہے
باینوجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہے جو خدا تعالی کی طرف پہونچاتی ہے - تو دنیا سے محبت
اور بغض والوں کی ایسی مثال ہے جیسے دو شخص راہ حج میں سواری پر چڑھے اور اوسکے
گھاس دانہ کی خبرگیری اور سہلانے میں مشغول ہوں لیکن ایک تو کعبہ کی طرف کو منہ کرکے جاتا ہو
اور دوسرا پیٹھ پھیر کر کعبہ کی طرف مقابل میں جاتا ہو تو یہ دونوں شخص اس بات میں برابر ہیں کہ کعبہ
سے محجوب اور اوس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر میں شامل ہیں لیکن جو کعبہ کو جاتا ہے
اوسکا حال دوسرے کی نسبت کہ اچھا ہے جو پشت بکعبہ چلتا ہے کیونکہ اوسکو کبھی پہونچنا
نصیب ہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اوس شخص کے دیکھو جو کعبہ میں معتکف ہے اور
اوسمیں سے باہر بھی نہیں جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اوسکی
نسبت البتہ اچھا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نچاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات
چیز ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہے اور اوس تک پہونچنا بدون
اس روک کے دفع کرنے کے ممکن نہیں اسیواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے
کہ جو شخص دنیا میں زہد کرے اور اسی پر کفایت کر سکے تو جلدی راحت چاہتا ہے بلکہ اوسکو

چاہیے کہ آخرت میں مشغول ہو۔ اس قول میں بتلا دیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کی سوا ہے جیسے طریق
حج کا چلنا اور ہے اور فقر مثل مانع حج کا دفع کرنا اور ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں زہد
کرنے سے اگر مقصود یہ ہے کہ اوسکے وجود اور عدم دونوں میں رغبت نہو تب تو یہ نہایت درجہ کا
کمال ہو اور اگر صرف اوسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ یہ درجہ بہ نسبت درجہ راضی اور قانع
اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کو ناقص ہوگا بلکہ مال کے حق میں
کمال یہی ہے کہ آدمی کے نزدیک مال و پانی ایک سا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ میں ہونے سے اسکو
کچھ ایذا نہیں ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کے کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ
مقدار ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونوں حاجت کی چیز ہیں تو جیسے بہت سا
پانی دیکھکر اوسکے پڑوس سے بھاگنے کی تجویز میں مشغول نہیں ہوتا نہ اوسکو برا سمجھتا ہے بلکہ
دل میں یہ کہتا ہے کہ اس سے بقدر حاجت میں بھی پیونگا اور خدا کے بندوں کو پلاونگا اور کسی پر
بخل نکرونگا اسیطرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے کیونکہ روٹی اور پانی حاجت کے باب میں یکساں ہیں
فرق صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہے۔ اور جب آدمی خدا تعالے کو
پہچانے اور جس طور سے اوسنے انتظام عالم کیا ہے اوسکو جانے تو معلوم ہو جاویگا جب تک وہ
زندہ رہیگا اوسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہے چنانچہ
اسکا بیان عنقریب باب توکل میں انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان
دارانی رح سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر میں جا کر وہ کوزہ جو تو نے مجھکو
تحفتہً دیا ہے لے لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگیا۔ حضرت
ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلوں کے ضعف کی ہے مالک نے دنیا میں زہد کیا
اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو اونکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہے کہ کوزہ گھر میں رہنے کی کراہت میں
بھی اوسکی طرف التفات پایا جاتا ہے جسکا سبب ضعف اور نقصان ہے۔ اب اگر کوئی کہے
کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہیں تو انبیا اور اولیا کیوں دنیا سے بشدت متنفر اور بھاگتے رہے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اونکا بھاگنا ایسا تھا جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار حاجت
پی لیا اور جسقدر بچا اوسکو مشکوں اور پیالوں میں بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے بلکہ نہروں
اور کنوؤں اور چشموں ہی میں اون لوگوں کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اوسکی ضرورت ہو نہ اس
جہت سے کہ اونکے دل اوسکے دوستی یا دشمنی میں مصروف تھے۔ دیکھو زمین کے خزانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے پاس آئے اور اونھون نے
لیکر اونکے محل اور موقع مین خرچ کر دیا اونسے بھاگے نہین کیونکہ اونکے نزدیک مال اور پانی
اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو یا تو اسی شخص سے
منقول ہے کہ اوسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہو جاوے گا
اور شہوات کیطرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفون کا ہے پس اونکے حق مین مال کی دشمنی اور
اوس سے بھاگنا ہی کمال ہے اور سب خلق کے لیے ایسا ہی حکم ہے اسلیے کہ سوای انبیا اور اولیا
اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ کمال کو پہونچا ہو
اوسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین
اور مال لین ورنہ لینے کی پیروی مین اونکی بربادی متصور ہے جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی
اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے اوسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ
پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھیگی
تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسیطرح انبیا اور اولیا بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا
حال بنا لیتے ہین تا کہ اونکی اقتدا کیجاوے۔ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہے کہ مراتب چھ ہین
جنمین سب سے اعلا رتبہ مستغنی کا ہے پھر زاہد اوسکے بعد راضی اوسکے بعد قانع پھر حریص کا
باقی رہا مضطر تو اوسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہو سکتا ہے اور ان احوال کا
اختلاف کے موجب اوسکا رتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد و راضی و قانع
و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اوسکو فقیر کہینگے
تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خدای تعالی کیطرف ہر ایک چیز مین محتاج ہے خاص کر اپنے
استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے
کہ خدا کا بندہ ہے اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق تمام انسانون
کی نسبت زیادہ شایان ہے کہ بندے کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہے اسیطرح لفظ فقیر
بھی عام ہے اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہے تو اوسکو
فقیر کہنا زیادہ اچھا ہے غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہے اور جب یہ بات
معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہے
اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ اور كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا مخالف اس فرمانے نبوی کو نہین

ح [illegible]

ح پناہ مانگتا ہون تیری مفلسی سے ١٢ جلد اول باب ہفتم مین گذری ١٢

ح قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جاوے ١٢ جلد سوم باب حسد کی برائی مین گذری ١٢

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا کیونکہ اول میں فقر کا مراد ہے جس سے کہ آپ نے پناہ مانگی ہے اور جس فقر کی دعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف سے اب دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت میں

آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور فرمایا لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے پیشتر مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقر کی مدح پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی فقر کی مدح بہت ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور خدا کا حق اپنے نفس و مال میں ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جسکو میں پوچھتا ہوں وہ نہیں پھر اصحاب نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر جو اپنی کوشش دے اور حضرت بلال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِلْقَ اللّٰهَ فَقِيْرًا وَلَا تَلْقَهٗ غَنِيًّا اور ایک حدیث میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور حدیث مشہور میں ہے يَدْخُلُ فُقَرَاۗءُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاۗئِهَا بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ اور ایک اور حدیث میں چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت پانسو برس پیشتر جنت میں داخل ہوگا اور ہم نے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اوس سے تمکو قطعاً فرق فقراکے درجات کا ذہن میں آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کر لوگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھواں ہے جیسے کہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کیطرف ہے اور یہ گمان نکرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقداریں فرمائی تو یہ اتفاق بالفکر یا بلا قصد زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات میں حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

اللّٰھم احینی مسکینا ... ترمذی بروایت انس و حاکم بروایت ابو سعید ۱۲

واسطے ان مفلسوں کے جو وطن چھوڑ کر نکالے گئے اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی ۱۲

اوران درجات فقر کے باب میں جو تشبیہ ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ
جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ یعنی اچھی سچی خواب کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا فرمایا ہے
تو یہ امر درحقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ اس نسبت کی وجہ سوا
تخمین کے جان سکے واقعی علت اسکی معلوم نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ
نبوت اسکو کہتے ہیں جو نبی سے خاص ہوا اور اوسی کے باعث نبی اور لوگوں سے
علیحدہ ہو گیا ہوا اور نبی میں بہت سے خواص ہوتے ہیں اول تو یہ کہ جو امور خدای تعالی سے
اور اوسکی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق ہوں اونکا احوال ایسا ہی جانتا ہو جیسا کہ حق ہے
کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف میں عوام کے
مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس میں وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے
خلاف پورے ہو سکتے ہیں جس طرح ہم میں ایک صفت ہے کہ اوسکے باعث ہمارے حرکات
ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہیں کو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالی کا
کے فعال ہیں تیسرے یہ کہ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتوں کو
دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی میں مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھوں میں نہیں وہ یہ ہے
کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی میں وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے
غیب کا حال اوسکو بیداری یا خواب میں معلوم ہو جاتا ہے یعنی اوسی خاصیت کے باعث
لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور جو کچھ اوسمیں غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اوسکو معلوم کر لیتا ہے
پس یہ کمالات و صفات ایسے ہیں کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ انمیں سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام میں منقسم ہو سکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس اور
پچاس اور ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ اگر تکلف کریں تو ہو سکتا ہے کہ
تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کر دیں تاکہ سچی خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہو
مگر تقسیمات کے طریقوں کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہو گا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہوگا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسواں حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہے یا نہیں
ہاں صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہیں اور اونکے منقسم ہونے کی اصل
معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکتی اسی طرح حدیث مذکور
میں ہم جانتے ہیں کہ فقرا کے بہت سے درجات ہیں جیسا پہلے معلوم ہوا مگر یہ فقیر حریص کا

درجہ فقیر زاہد کی نسبت کیا ہے بارھوان حصہ کیون ہوا اسکی جہت سے اول تو یہ سمجھنا چاہیئے
یہ سر ایسے ہی فقیر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سر اور ہوگا تو اسکا جاننا سوائے
انبیاء علیہم السلام کے طاقت بشری سے خارج ہے البتہ اگر کوئی کچھہ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا
جسپر اعتماد و وثوق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ نہ سمجھہ لے کہ آپنے
جو مقادیر مقرر فرمائے ہین یہ قیود اتفاقی ہین کیونکہ منصب نبوت ایسی باتون سے مبرا ہے
تو یہی جان لینا چاہیئے کہ اندازہ جو کچھہ آپنے فرمایا ہے وہ بجا اور درست ہے۔ اب اصل
غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی احادیث فقر کی مدح لکھتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فُقَرَاءُهَا وَاَسْرَعُهَا تَضَجُّعًا فِی الْجَنَّةِ ضُعَفَاءُهَا
اور فرمایا اِنَّ لِیْ حِرْفَتَیْنِ اثْنَتَیْنِ فَمَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ
اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ای
محمد اللہ عزوجل تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تمکو پسند ہے کہ مین ان پہاڑون کو سونے کا
کردون جہان تم ہو تمہارے ساتھہ رہا کرین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت
سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ ای جبرئیل اِنَّ الدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ وَلَهَا یَجْمَعُ مَنْ
لَا عَقْلَ لَهٗ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ یا محمد ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے سفر مین ایک سوتے آدمی کے پاس گذرے
جو ایک کملی مین لپٹا ہوا تھا آپنے اوسکو جگایا اور فرمایا کہ ای سونے والے اوٹھہ اور خدا کا
ذکر کر اوسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہین مین نے دنیا کو اوسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہے
آپ نے فرمایا کہ ای حبیب اب تو سو رہو اور حضرت موسی علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو
مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا
تہبند باندھے تھا آپنے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا مین ضائع ہے حکم ہوا کہ ای
موسی تجھکو معلوم نہین کہ جب مین اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہون تو
اوس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہون اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان وارد ہوا آپکے پاس اوس وقت اوسکی خاطر داری کی
کوئی چیز نہ تھی آپنے مجھکو ایک خیبر کے یہود کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اوس سے کہنا کہ رجب
کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دے یا فروخت کرکے اوسکے دام وعدے پر لے

کہ

میں فلاں یہودی کے پاس گیا اور حضرت کا ادا کیا اوسنے کہا کہ میں بدون رہن کے نہیں دونگا
میں نے آپکی خدمت میں ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ میں آسمان والوں میں امین
ہوں اور زمین والوں میں امین ہوں اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو میں ادا کر دیتا
جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس میں نکلا تو یہ آیت اوتری وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ
إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا
تسلی دینی خدای تعالی کو منظور ہے اور ایک حدیث میں آپنے فرمایا الفقر ازین بالمؤمن
من العذار الحسن علی خد الفرس اور فرمایا من اصبح منکم معافی فی جسمہ
امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور حضرت کعب احبار
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے موسی جب تو فقیر کو
آتے دیکھے تو یوں کہہ کہ خوب ہوا کہ صالحوں کا شعار آیا۔ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ ایک نبی
انبیاء علیہم السلام میں سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص نے جال پھینکا تھا
اور بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھ نہ نکلا پھر ایک دوسرے شخص پاس کو گذر ہوا اوسنے
جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اوس میں اسقدر مچھلیاں آئیں کہ کثرت کی جہت سے اوسکے
پکڑنے سے پیلا ہتی کرتا تھا آپنے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی یہ کیا بات ہے یہ تو میں
جانتا ہوں کہ سب تیری قدرت میں ہے خدای تعالی نے فرشتوں کو حکم فرمایا
کہ میرے بندے کیواسطے ان دونوں کا مرتبہ دکھلا دو جب آپنے اول شخص کی بزرگی اور
دوسرے کی اہانت اور ذلت کو تماشا کیا تو فرمایا کہ الہی میرا اطمینان ہوگیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں جھانکا تو اکثر اوسکے لوگوں کو فقیر دیکھا اور
دوزخ میں جھانکا تو اوسکے لوگ اکثر غنی اور عورتیں نظر آئیں اور ایک روایت میں ہے
کہ میں نے پوچھا غنی کہاں ہیں حکم ہوا کہ اونکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک حدیث
میں ہے کہ اکثر دوزخ والوں کو میں نے عورتیں دیکھیں میں نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہے
یعنی یہ سب دوزخ میں کیوں گئیں حکم ہوا کہ دو سرخ چیزوں میں لگی رہیں یعنی سونا اور زعفران
مشغول رہنے کے باعث اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور یہ بھی مروی ہے
کہ انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے پیچھے جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام جاوینگے

جو شخص صبح کرے تندرست اپنے بدن میں اور مامون اپنے نفس میں اور اوسکے پاس اوس روز کی غذا ہو تو گویا تمام دنیا اوسکو حاصل ہے اوپر گذری ۱۲

احمد روایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲

جلد دوم باب الذکر میں گذری ۱۲

ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بن جبل ۱۲ اوپر گذری ۱۲

سلطنت کے باعث اور صحابہ میں سے حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ
سے کچھ دیر جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عبد الرحمن کو دیکھا کہ
جنت میں آہستہ آہستہ چلکر داخل ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غنی جنت میں
شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث میں اہل بیت سے مروی ہے
وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ
الْبَالِغَ اِقْتَنَاہُ لوگون نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے اہل
چھوڑتا نہ مال اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ کہ مرحبا بشعار الصالحین
اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام
نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہیں مجھے
معلوم ہوں تو میں بھی اونکو تیری خاطر دوست رکھوں حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست
ہر ایک فقیر محتاج ہیں دوبارہ فرمانا فقیر کا یا تو محض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا
مراد ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہوں اور
دولت کو برا جانتا ہوں اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب ناموں سے
اچھا جانتے۔ اور جب سردارون اور عرب کے تونگرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک وقت ہمارے لیے مقرر کیجیے اور ایک وقت فقرا یعنی حضرت
بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار
بن یاسر اور ابوہریرہ اور فقرای اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ
جس روز وہ آپکے پاس آوین تو ہم نہ آوین اور ہم آوین تو وہ نہ آوین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
ان لوگون کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت میں عرق جو نکلتا تو کپڑون میں سے بو پیدا
ہوتی اور تونگرون کو مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس
وغیرہ کے اونکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی
آپنے اونکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونون فریق کو جمع نہ کرینگے پس
یہ آیت اوتری وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے

ابو منصور بروایت مکحول عن ابی الدرداء مگر مکحول کا سننا ابو درداء سے ثابت نہیں ۱۲

فاقبل الحق من ربک یعنی فقر اسکے ساتھ ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر
اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے
اجازت چاہی اور سوقت کہ آپکی خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کے روسا میں کا حاضر تھا
آپ کو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالی نے یہ آیت وارد فرمائی عبس وتولی ان جاءہ
الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری یعنی ابن ام مکتوم کو اما من استغنی
فانت لہ تصدی اس سے مراد وہ رئیس ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالی بلا کر ایسی طرح معذرت فرماوے گا
جیسے آدمی آپس میں ایک دوسرے سے عذر کرتے ہیں ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت
وجلال کی میں نے دنیا تجھ سے اسوجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ
اس نیت سے کہ تجھکو جو میں کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے نزدیک اسکو تو
ان صفوں میں جا اور پہچان کہ جسنے تجھکو دنیا میں میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اوسکی
غرض سواے میری رضا کے اور کچھ نہو تو اوسکا ہاتھ پکڑ لے اوسکو میں نے تجھکو بخشدیا
اور اوسوقت لوگونکا یہ حال ہوگا کہ غرق پسینہ تک آیا چاہتا ہوگا پس وہ شخص صفوں کو چیریگا اور
دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بالا کیا تھا جسکو ایسا دیکھیگا اوسکا ہاتھ پکڑ کے
جنت میں لیجاویگا - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور
اونکے پاس نعمت حاصل کرو اسلیے کہ انکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا کہ انکے
پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان سے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے
تمکو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اوسکا ہاتھ پکڑ کر اوسے
جنت میں پہونچا دو - اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے
ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال رضی اللہ عنہ تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو اونمیں
میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئے اور نیچے کو جو دیکھا تو اوسمیں تونگر اور عورتیں کچھ تھی و
اور اونکی بھی تعداد کم میں نے پوچھا کہ انکی قلت کی وجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ
چیزوں یعنی سونے اور حریر نے نقصان میں ڈالا اور تونگر اپنے حساب میں پھنس گئے
اور میں نے اپنے اصحاب کو جو وہاں تلاش کیا تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا
پھر وہ میرے پاس روتے ہوئے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے

(۱۵) ابن حبان در ثواب بروایت انس بسند ضعیف ۱۲
(۱۶) ابو نعیم در حلیہ بروایت انس ۱۲
(۱۷) طبرانی بروایت ابو امامہ بسند ضعیف اور حضرت بلال کا قصہ صحیحین میں اور طرح بیان ہوا ہے ۱۲

اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپ تک آنا میسر نہوا یہان تک کہ سب شتابیات کو
طی کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپ سے ملتا ہوں یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا کہ یہ کیوں اونھوں نے عرض کیا کہ مجھ سے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اس بات کو دیکھنا چاہیے
کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے سابقہ والا ہیں اور
اون دس آدمیون میں سے ہیں جو مخصوص اور قطعی جنتی ہیں پھر اپنے تونگرون میں سے ہیں جنکی
شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا من قال ھکذا و ھکذا یعنی
ادہر اودہر یعنی بموجب مضمون اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر یہ سب کچھ تھا اور باوجود اسکے
توانگری سے اس درجہ کا ضرر پایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف
لیگئے اور اوسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والون کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو
پہونچے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتلاؤں میں تمکو جنت والون کے بادشاہ
لوگون نے عرض کیا کہ بتلا دیجیے آپ نے فرمایا کل ضعیف مستضعف اغبر اشعث ذی طمرین
لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ اور حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہیں کہ مجھکو جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپ نے فرمایا کہ تمھاری ہم عزت و منزلت
کرتے ہیں اگر کہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ رض کی بیمار پرسی کو چلیں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ
کھڑے ہوے اور میں بھی ساتھ چلا یہانتک کہ حضرت فاطمہ رض کے دروازہ پر کھڑے ہوکر
دستک دی اور فرمایا السلام علیکم میں اندر آؤن حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ تشریف لاوین آپ نے فرمایا کہ میں اور میرے ساتھ والا دونون آتے ہیں اونھون نے پوچھا
کہ آپکے ہمراہ کون ہیں آپ نے فرمایا عمران حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی
جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہے میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ اوسکو
یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کردیا اونھون نے عرض کیا کہ میں نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کو
کیا کرون آپکے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے
سر باندہ لو غرض جب اونھون نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم
کہکر پوچھا کہ بیٹا صبح کو تمھارا کیا حال ہا اونھون نے عرض کیا کہ میں مبتلائے درد رہی اور کچھ
زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں بھوک نے مجھکو ستایا ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر گھبراؤ مت کہ بخدا میں نے بھی

ف ۱ ... مسلم روایت ... ابن زید ۱۲
ف ۲ ... ترمذی روایت ... ابو ذر ۱۲
ف ۳ حدیث ... ۱۲
ف ۴ ہر ایک ضعیف کو لوگ بھی اوسکو ضعیف جانیں غبار آلود پریشان مو دو چادرین رکھنے والا لوگون کے نزدیک بیقدر

تین دن سے کھانا نہیں چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہے اور اگر میں
اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا
پھر اپنا دست مبارک اونکے شانہ پر مارا اور فرمایا کہ تجھکو مژدہ ہو کہ تو جنت میں اہل عورتوں کی سردار ہے
اونہوں نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہاں ہے آپ نے
فرمایا کہ آسیہ اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتوں
کی اور خدیجہ بھی اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے تم سب کی
جنت کے ایسے مکان میں ہوگی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ اونمیں کسیطرح کی
ایذا ہوگی نہ شور و غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
پر قانع رہو کہ میں نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں سردار ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
لوگ اپنے فقیروں کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی عمارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے میں
خصوصیت باہم کرینگے تو اللہ تعالی اونکو چار مصیبتوں کا نشانہ بنا دیگا اول قحط دوم ظلم
بادشاہ سوم والیان احکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنوں کا زور
اور فضیلت فقر میں آثار بھی بہت ہیں چنانچہ حضرت ابو درداء رضی فرماتے ہیں کہ دو درہم والا
ایک درہم والے کی نسبت کہ سخت روکا جاویگا یا کہا حساب لیا جاویگا اور حضرت عمر رضی نے
سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر میں آئے اونکی بی بی نے
پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ اوس سے بھی بڑھکے ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا
پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اوسکو پھاڑ کر تھیلیاں بنائیں اور اونمیں وہ دینار تقسیم
کر دیئے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت میں تونگر لوگوں کی
نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے یہانتک کہ اگر کوئی غنی اونکی جماعت میں گھس جاویگا
تو اوسکا ہاتھ پکڑکر نکال دیا جاویگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ تین آدمی جنت
میں بے حساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اوسکے پاس نہ ہو کہ اوسکو
پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیاں نہ چڑھائی ہوں تیسرے وہ کہ پانی مانگے
تو اوس سے یہ نہ کہا جاوے کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی تکلف یا کثرت کھانے اور پینے

اور ملامت میں نہو - اور روایت ہے کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری رحمہ کی مجلس میں آیا آپ نے
اوس سے کہا کہ نزدیک آ و اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ اونکے یاروں میں تھے انکو
وہ پسند کرتے تھے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تونگروں
کو دور فرماتے تھے اور مؤمل کہتے ہیں کہ غنی کو جیسا ذلیل میں نے اونکی مجلس میں دیکھا
ایسا کہیں نہیں دیکھا اسیطرح فقیر کی عزت جیسی اونکے یہاں ہوتی تھی اور کسی جگہ ہوتی نہ دیکھی
اور بعض حکما کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو
دونوں سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسی مالداری کی تو دونوں باتیں
حاصل ہوتیں اور اگر دل میں خدای تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر میں اوسکی مخلوق سے
ڈرتا ہے تو دونوں جہان میں سعادت پاتا - اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جو شخص مالداری
کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہے - اور حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسیکو پرانے کپڑے ہونے کی جہت سے حقیر مت
جاننا کیونکہ تیرا اور اوسکا پروردگار ایک ہی ہے شعر

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

اور یحیی بن معاذ رحمہ فرماتے ہیں کہ فقرا کی محبت پیغمبروں کی عادات میں سے ہے اور
اونکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہے اور اونکی صحبت سے بھاگنا منافقوں کی
علامتوں میں سے ہے شعر گر تو خواہی ہمنشینی با خدا گو نشیند با حضور اولیا
اور پہلی کتابوں سے یہ خبر منقول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی
بھیجی کہ اس بات سے ڈرتا رہ کہ میں تجھپر غصہ ہوں پھر تو میری نظر سے گر جاوے کہ میں دنیا
تیرے اوپر ایکبارگی اونڈیل دوں - اور حضرت عایشہ رض کا دستور تھا کہ ایک روز میں لاکھ لاکھ
درم بانٹ دیتیں اور یہ درم آپکے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہ بھیجا کرتے تھے
اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپکا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک
درم کا گوشت اگر آپ خرید دیتیں تو روزہ اوسی سے افطار کرتیں آپ فرماتیں کہ اگر تو
یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور
تونگروں کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جب تک مت اوتارنا جب تک اوسمیں پیوند نہ لگا لے

اور ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رح کے پاس دس ہزار درہم لایا آپ نے اوسکے
قبول کرنے سے انکار فرمایا اوس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے
یہ منظور ہے کہ دس ہزار درہم کے عوض میں میرا نام فقیروں کے دفتر میں مٹا دے سو ایسا میں کبھی نکرونگا

تیسرا بیان فضیلت فقرای خاص یعنی راضیوں اور قانعوں اور صادقوں کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طُوبیٰ لِمَن ھُدِیَ اِلی الاِسلَامِ وَکَانَ
عَیشُہُ کَفَافاً وَقَنِعَ بِہٖ اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ یَا مَعشَرَ الفُقَرَاءِ
اَعطُوا اللہَ الرِّضَا مِن قُلُوبِکُم تَظفَرُوا بِثَوَابِ فَقرِکُم وَاِلَّا فَلَا اول حدیث میں قانع کی
فضیلت ہے اور دوسری میں راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہیں ہوتا مگر تمام احادیث جو فقر کی فضیلت میں وارد ہیں
اون سے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ عنقریب اوسکی تحقیق آویگی تو شاید
یہاں مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدای تعالیٰ کے اس فعل کو کہ دنیا اوس سے روک لی
برا جانے اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہیں
کہ اونکے دل میں انکار خدای تعالیٰ کے فعل پر یا اوسکو برا جاننا نہیں گذرتا تو اونکو ثواب فقر کا
ہوگا - اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شی کی
ایک کنجی ہے اور جنت کی کلید مساکین کی محبت ہے اور صابر فقیر قیامت کے دن خدای
کے جلیس ہونگے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ بندوں میں سے
محبوب تر خدای تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اوسکے رزق پر قانع ہے اور خدای تعالیٰ سے
خوش ہے اور ایک حدیث میں فرمایا اَللّٰھُمَّ اجعَل قُوتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَافاً اور فرمایا
مَا مِن اَحَدٍ غَنِیٍّ وَلَا فَقِیرٍ اِلَّا وَدَّ یَومَ القِیَامَۃِ اَنَّہُ کَانَ اُوتِیَ قُوتاً فِی الدُّنیَا
اور خدای تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو اون لوگوں کے پاس
تلاش کر جنکے دل شکستہ ہوں اونھوں نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون لوگ ہیں حکم ہوا کہ
فقرای صادق - اور ایک حدیث صحیح میں فرمایا کہ کوئی فقیر کی نسبت افضل نہیں ہے جبکہ
وہ راضی ہو - اور ایک حدیث صحیح میں فرمایا کہ خدای تعالیٰ قیامت کے روز فرماویگا
کہ میری خلق میں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی وہ کون ہیں فرماویگا
کہ مسلمان فقیر جو قانع ہے میری بخشش پر اور راضی ہے میرے حکم پر اونکو جنت میں

داخل کرو پس وہ لوگ جنت میں جاکر کھاوین پیوینگے اور لوگ حساب ہی میں پڑے ہوینگے
یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہے اور زاہد کی بزرگی ہم اس باب کی فصل دوم میں لکھینگے اور قناعت
اور رضا کے باب میں آثار بھی بہت ہیں اور ظاہر ہے کہ قناعت کی ضد طمع ہے اور حضرت
عمر رض فرماتے ہیں کہ طمع محتاجی ہے اور ناامید ہونا لوگوں سے توانگری ہے اور جو شخص کہ
لوگوں کے مال سے توقع منقطع کرلیتا ہے اور قانع ہوتا ہے وہ اوس سے غنی ہوجاتا ہے شعر

قناعت توانگر کند مرد را	خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ کوئی روز ایسا نہیں جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے
سے یہ پکارتا ہو قلیل یکفیک خیر من کثیر یطغیک یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت
مال سے بہتر ہے جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی ایسا
نہیں جسکی عقل میں کچھ نقصان نہو اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا بڑھتی ہے تو آدمی خوش ہوتا ہے
حالانکہ رات اور دن اوسکی عمر پارہ پارہ کرتے جاتے ہیں اور اسکا غم اوسکو نہیں ہوتا ارے
کم بخت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی ہے۔ اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا
کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا۔ اور روایت ہے کہ
حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امرا میں سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے
جھانک رہے تھے دیکھا کہ اوس مکان کے صحن میں ایک شخص ہے اور اوسکے ہاتھ میں ایک
روٹی ہے کہ اوسکو کھا رہا ہے جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم کو کہا کہ جب یہ
شخص اوٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اوٹھا تو سامنے گیا آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے
وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اوسنے کہا کہ ہاں آپ نے پوچھا کہ اوس سے شکم سیر ہوگیا کہا کہ
ہاں آپ نے کہا کہ پھر مزے میں سویا اوسنے کہا کہ ہاں آپ نے اپنے دل میں کہا کہ پھر میں دنیا لیکر
کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہے۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد القیس کے پاس
ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اوسنے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسقدر پر راضی
ہوگئے آپ نے فرمایا کہ میں تمھکو وہ شخص بتادوں جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا اوسنے کہا
بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ وہ شخص ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع
سوکھی روٹی نکالتے اور اوسکو پانی میں تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو
دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسیکا محتاج نہوگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ خدا

(خدا)

لعنت کرے اون لوگون پر جنکے لیے خدا نے قسم کھائی اور اونھون نے اوسکو سچا نجانا
پھر آپنے پڑھا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ الآیۃ
اور حضرت ابوذر رضہ ایک روز لوگون مین بیٹھے ہوئے تھے اونکی بی بی آئین اور کہا کہ
آپ یہان اطمینان سے بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپنے فرمایا کچھ مضائقہ
نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہے اوس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا
اونکی بی بی راضی ہو کر چلی گئین۔ اور حضرت ذوالنون رم فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے
قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے مین بیصبری کرے۔ اور بعض حکما سے کسینے پوچھا کہ تمھارا مال کیا ہے
اوسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی
اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم
اگر تمام دنیا تیری ہو جاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے کچھ نہ ملیگا پس اگر مین
تجھکو دنیا مین سے روزی دیے جاؤن اور اوسکا حساب اوروں پر رکھون تو مین پر احسان ہے اور
قناعت اور لوگون سے آس نہ رکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

زاری بہ بارگاہ خدا کن نہ پیش خلق — قانع بہ ہاس باش کہ این ہست عز و ناز
مستغنیانہ کن بسر از خویش و ذوی رحم — آنکس غنی بود کہ ست از خلق بی نیاز
اے محو منع و جمع ترا دیدہ سر درکمین — اندازہ سے کن کہ نباید درستے فراز
ہاں اے ہنرمند کہ بتو مرگ چون رسد — روزانہ باشبانہ کند بر تو ترکتاز
مال و منال جمع نمودی سے ریگہ — ایام صرف شد کہ کنی جمع بس دراز
محزون برای وارثان آنچہ جمع گشت — از آن قسمت دہر نہ فوت آنچہ ماند باز
خرم دل کسے کہ یقین کرد چندرا — کور ویش دہد کہ کہ ہیم ست دکار ساز
پس ہیچ غم نخورد اگر آبرو سے او — رویش ہمیشہ تازہ دہر اینہ ترک آز
در ساختہ قناعت خوش باید گزاشت — فکر معیشتش نکند گاہ و بیگاہ باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین تو انگری پر

جاننا چاہیے کہ لوگ اس باب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو
فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا رہے
وہ فقیر صابر سے افضل ہے اور کہتے ہین کہ حضرت جنید رم نے اس مخالفت کی جہت سے

ابن عطا سے رحم پر بددعا کی تھی اور اوسکی جہت سے اونکو شیخ اور تکلیف پہونچی اور اسکا
حال ہم باب الصبر میں لکھہ آئے ہیں اور صبر اور شکر میں فرق کی وجہ بھی لکھہ آئے ہیں اور
یہ بھی لکھدیا ہے کہ اعمال و احوال میں فضیلت بدون تفصیل معلوم نہیں ہوسکتی اب فقر و
غنا کو اگر مطلق دیکھیں تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اوسکو فقر کی فضیلت میں
کچھہ تردد نہوگا مگر اوسمیں تفصیل ضرور ہے اسلیے کہ دو مقاموں میں شک پڑسکتا ہے ایک تو
یہ کہ فقیر صابر جو طالب کا حریص نہیں بلکہ قانع ہے یا راضی اوسکو بمقابلہ ایسے غنی کے دیکھیں جو
اپنا مال خیرات میں دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص ہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو غنی
حریص کی نسبت خیال کریں کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے
اور غنی خیرات کرنے والا بھی فقیر حریص کی نسبت کر افضل ہے تو صرف دو ہی صورتمیں
شک کی رہیں پہلی صورت میں کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہے
اسلیے کہ مال کی حرص تو دونون میں کم ہے اسمیں تو برابر ہی رہے مگر غنی صدقات اور
خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہیں ہوسکتا کہ عاجز ہے اور ہماری دانست میں
ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی میں ہو وہ فقیر
قانع پر افضل نہیں ہوسکتا اور اوسکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ
فقرا نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات اور صدقات
اور حج اور جہاد میں ہمسے بڑھکر ہیں آپنے اونکو چند کلمات تسبیح میں ارشاد فرمائے اور فرمایا
کہ تمکو ان کلمات سے غنیوں کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیوں نے بھی وہ کلمات
سیکھہ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپکی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض
کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپنے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ یعنی یہ
خدا تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت فرمائے اس سے ظاہر غنی کی افضلیت معلوم ہوتی
یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت اونکے شامل حال ہے اور
ابن عطا رحم نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنی جب اونسے غنی اور فقیر کی
فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خدا تعالی کی صفت ہے
اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہے وہی افضل ہے ان دونون دلیلون سے اونھون نے
غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونون دلیلیں ٹھیک نہیں دلیل اول میں تو یہ بات ہے

کہ حدیث میں ایسی تفصیل پائی جاتی ہے جو دلالت اونکے مقصود کے خلاف پر کرے
وہ یہ کہ تسبیح میں فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس رتبہ کو پہونچنا
خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کا مشار الیہ
ثواب فقیر کو ملنا چاہیے نہ حال غنی کو اسلیے کہ دوسری حدیث میں جو زید بن اسلم حضرت انس
بن مالک سے روایت کرتے ہیں یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی خدمت میں پیام لیکر بھیجا اوسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقرا کا قاصد ہوں آپنے
فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہے اونکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو
میں چاہتا ہوں اوسنے عرض کیا کہ فقرا نے یہ عرض کیا ہے کہ تونگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہیں
اور ہم حج پر قادر نہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور ہمکو قدرت نہیں اور جب وہ مریض ہوتے ہیں
تو جو مال اونکے پاس زیادہ ہے اوسکو ذخیرہ بنانے کے لیے بھیجتے ہیں آپنے فرمایا کہ
اونکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم میں سے صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اوسکو
تین باتیں ہونگی جو اغنیا میں نہونگی ایک تو یہ کہ جنت میں بہت کمرے ایسے ہیں کہ اونکو
ایسے دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان میں بجز نبی فقیر
اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہیں جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تونگروں کی
نسبت کہ جنت میں پانسو برس پیشتر جاوینگے تیسری یہ کہ غنی جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہیں پہونچ
سکتا اگرچہ دس ہزار درہم اوسکے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال کرنا
چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا سبھوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں ہمکو
ہمارا اطمینان ہوا انتہی۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَّشَاءُ سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری
دلیل کہ غنی وصف حق ہے پس اسکا جواب بعض اکابر نے اونکو یہ دیا کہ خدا تعالے کچھ
اسباب و اعراض کے باعث غنی نہیں جو غنی کو وصف حق کہتے ہو چہ نسبت خاک را با عالم پاک
آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اس بات کا جواب ابن عطا نے کچھ نہ دیا اور
بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو خدا کا
وصف ہے تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر اون جواب دینے والوں نے یہ فرمایا

کہ یہین یون کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہے اسواسطے کہ بندے کی صفت ہے اور بندگی کے
حق مین صفات بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف و رجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو
نزاع ہی بیجا ہے اسلیے حدیث قدسی مین وارد ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا
تہبند ہے جو کوئی ان دونون مین مجھسے نزاع کریگا اوسکو مین توڑ دونگا - اور حضرت
سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرک اور
نزاع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین - غرضکہ تفضیل غنا اور فقر
مین اجمالی گفتگو یہی ہین اور سب کا حاصل متعلق عام روایات سے ہے جنمین تاویل کی
گنجایش ہے اور ہر ایک کا مآل ایسے کلمات پر ہے کہ اونسے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید
نہین مثلاً جسطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین باینوجہ کہ وصف حق ہے تکبر سے
قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہین اونکا قول بھی مردود
ہو سکتا ہے کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم اور معرفت صفات ربوبیت
مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل و غفلت افضل ہون علم اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی
قائل نہوگا کہ جہل بنسبت علم کے افضل ہے پس امر واقعی وہی ہے جو ہمنے باب صبر مین کہا ہے
یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اوسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہے
تو چاہیے کہ اوسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھین کہ اوسی سے اوسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہے
اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہے کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہے اسیطرح
فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اوسکے سبب خدا ہی تعالی سے جو چیز
مانع ہے وہ دور ہو جاتی ہے اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ اونکو غنا نے خدا ہی تعالی سے
نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف رض اسیطرح
بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین
غایت مقصد اللہ تعالی کی محبت اور اوسکے ساتھ انس کرنا ہے اور محبت و انس بدون
معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اور اشغال کے ہوتے ہوے ممکن نہین اور
فقیری کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہے جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہے اور در واقع مین مانع
محبت دنیا ہے کہ اوسکے ساتھ محبت الہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت
رکھنے والا اوسی مین مشغول رہتا ہے خواہ اوسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات

جلد اول باب العلم مین گذری ۱۲

تو فراق میں شغل زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات وصال میں اور دنیا غافل شخصوں کی معشوقہ ہے
جو اوس سے محروم ہے وہ اوسکی طلب میں پھنسا ہے اور جو اوس پر قادر ہے وہ اوسکی حفاظت
اور اوس سے متمتع ہونے میں لگا ہوا ہے اس صورت میں اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی
محبت سے خالی ہوں اسی طرح کہ مال اونکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ وا
یعنی ہر ایک مال سے اوسیقدر متمتع لیتا ہے جسقدر کی اوسکو حاجت ہے اور مقدار حاجت کا ہونا
اوسکے عدم کی نسبت افضل ہے اسلیے کہ فاقہ والا موت کی راہ طے کرتا ہے نہ معرفت کی اور اگر
بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطرے سے دور تر ہے اسواسطے کہ غنا کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے
سخت تر ہے اور اوس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو مقدور ہو اور نہو اسواسطے صحابہ
نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے میں تو ہم مبتلا ہوئے تو صبر کیا اور تونگری کے فتنے سے
امتحان لیے گئے تو صبر نہ کیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت میں ہے کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا
اس طرح کا نہو اوسکا وجود بہت سی زمانوں میں کم ہوا کرتا ہے اور اونکا کہ خطاب شرع کا
شخص نادر و کمیاب کے لیے نہیں بلکہ کل شخصوں کے لیے ہے اور مفلسی جسکے لیے مناسب تھی
گو کسی نادر کے لیے نہو اسلیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اوسکی مذمت کی اور فقر کی
فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کے
مال کیطرف مت تاکو کیونکہ اونکے مال کی چمک تمہارے ایمان کے نور کو کہو دیگی۔ اور بعض علما کا
قول ہے کہ مالوں کا الوٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ
ہر امت کے لیے ایک بچھڑا ہے اور میری امت کا بچھڑا دینار و درہم ہیں اور اصل گوسالہ حضرت
موسی علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا۔ حاصل یہ کہ مال اور پانی
اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے
متصور ہو سکتا ہے پھر اونکو بھی یہ بات جب حاصل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا
مجاہدہ کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علیحدہ رہ جبکہ وہ
آپکے سامنے اپنی زینت کی ساتھ مجسم متشکل ہوتی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے
زر زرد کار الٰہی میرے سوا کسی اور کو فریب دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی
جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آثار اپنے جی میں ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے یہ بجا تھا
کہ محبت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی کے برابر ہونیکو غنا مطلق

کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ غنا کثرت مال سے نہین ہے بلکہ نفس کی غنا و
سعدی نے اسکا ترجمہ یون کیا ہے۔ توانگری بدل است نہ بمال۔ اور چونکہ مال بہت دشوار ہی
تو ضرور ہوا کہ تمام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہو کہ مال کے ہونے پر
وہ اوسکو صدقے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ
امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے انس ہو اور اوسکے اوپر قدرت سے تشفی ہو
اور اوسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتون سے اس عالم کے ساتھ انس پیدا
ہوتا ہے اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اوسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور
جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سواے صفت معرفت کے مانوس ہوتا ہے اوسیقدر خداے تعالی
اور اوسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے و جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور اوسکی
زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جب دل ما سوا اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان
رکھتا ہے تو بالضرور خداے تعالی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور
موجود دو ہی چیزین ہین یا خداے تعالی یا اوسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی وہ
خداے تعالی سے علیحدہ ہوگا اور جو خداے تعالی کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور
جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اوسیقدر دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف
نزدیک ہوگا اوتنا ہی دوسرے سے دور ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ مین پھریگا تو وہ جسقدر
ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا
بعد ہے اسیطرح نہین محبت دنیا عین بغض الہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر ہونی
چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہین اور اوس سے مانوس ہے یا نہین۔ غرضکہ فقیر
اور غنی کا فضل بلحاظ اونکے دلون کے تعلق کے ہے مال سے پس اگر تعلق دلی مال سے
دونون مین یکسان ہوگا تو اونکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزشگاہ ہی
اسلیے کہ غنی اکثر خیال کرتا ہے کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اوسکی محبت دل مین
گڑی رہتی ہے اور اوسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب وہ مال جاتا رہتا ہے
اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دے ڈالنے سے خواہ جب چوری
ہو جاوے پس اگر دل کو التفات پاوے تو جان لے کہ ہمہ خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا بعض آدمیوں نے اس گمان سے کہ
ہمکو لونڈی کی طرف میل نہیں اپنی لونڈی بیچدی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی دیدی تب
اوسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دل میں پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو
مغالطہ ہوا اور عشق اوسکے دل میں ایسا چھپا تھا جیسے راکھ میں چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا
ہے بجز انبیا اور اولیا کے پس جب غنا مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہی تو ضرور ہوا
کہ یہی کہا جاوے کہ عام لوگوں کے لیے فقیری ہی اصلح ہے کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے
کم ہوتا ہے اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہے اوسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ
ہوتا ہے اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جس چیز کا
ذکر زبان پر ہے اوس سے انس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دل میں زیادہ ہوتی ہی
اور اور چیزوں کے سے بھرے ہوئے میں کم ہوتی ہے اسواسطے بعض صالحین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی
طلب میں ہو کر پھر عبادت کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھاس سے آگ بجھانی چاہے
یا چربی دور کرنے کے لیے مکھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں
کہ فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اوسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے
افضل ہے۔ اور ضحاک رحم فرماتے ہیں کہ جو شخص بازار میں جاوے اور اچھی چاہتی چیز دیکھے
پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اوسکے لیے ہزار دینار سے بہتر ہے کہ انکو خدا کی راہ میں
دیوے۔ اور ایک شخص نے بشر بن حارث رحمہ سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیے دعا مانگیے
کہ مجھکو عیال نے تنگ کر رکھا ہے آپنے فرمایا کہ جب تیرا کنبا تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا
روٹی وغیرہ نہیں تو تو اوسوقت دعا مانگنا کہ تیری اوسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہی
اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسے پانی گھورے پر ہو
اور فقیر اگر زاہد ہے تو وہ ایسا ہے جیسے موتیوں کا ہار کسی خوبصورت کے گلے میں پڑا ہو
اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا برا جانتے تھے۔ اور حضرت
ابوبکر صدیق رضہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الذُّلَّ عِنْدَ النِّصْفِ مِنْ نَفْسِیْ
وَالزُّهْدَ فِیْمَا جَاوَزَ الْکَفَافَ اور جب صدیق رضہ اپنے حال کے کامل ہونے پر بھی
اور اوسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا
بنسبت وجود کے اصلح ہے علاوہ ازین غنی کے اموال میں سے عمدہ تر یہ ہے کہ

ع الٰہی تجھسے سوال کرتا ہوں میں ذلت کو جسوقت نیم انصاف کروں اور سوال کرتا ہوں زہد کا اوس مقدار میں کہ جو حاجت کی مقدار سے گذر جاوے ۱۲

حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ میں صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اوسکا حساب میدان
قیامت میں لینا ہوتا رہیگا اور بہت سا رکا رہنا پڑیگا اور جسکو حساب میں الجھا دیا گیا وہ
عذاب پا جاویگا اور اسیواسطے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی جنت میں دیر کو داخل ہونگے
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب میں مبتلا رہے
اور یہیں سبب حضرت ابو درداء رضی فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پسند ہوتا کہ میری دوکان مسجد کے
دروازے پر ہو ایسی کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز پچاس دینار
حاصل ہوں اور اونکو میں اللہ کی راہ میں صرف کر ڈالا کروں لوگوں نے پوچھا کہ اسمیں برائی
کیا ہے آپ کیوں اچھا نہیں سمجھتے آپنے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور اسیواسطے
حضرت سفیان ثوری رحمہ نے فرمایا ہے کہ فقراء نے تین چیزیں اختیار کی ہیں اور اغنیاء نے
تین چیزیں پسند کی ہیں فقیروں کی اختیار کی ہوئی چیزیں یہ ہیں نفس کا راحت میں رہنا اور
دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیاء نے یہ تین اختیار کی ہیں نفس کا مشقت میں رہنا
اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدت۔ اور ابن عطا رحمہ نے جو لکھا ہے کہ غنی صفت
حق ہے اور اسی واسطے افضل ہے تو یہ اوسی صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ جب بندہ وجود
اور عدم مال دونوں سے غنی ہو یعنی اوسکے نزدیک وجود و عدم یکساں ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہو اور اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اوسکی غنا مشابہ خداے تعالی کی غنا کے
نہوگی کیونکہ اللہ تعالی بذاتہ خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہیں جسکو زوال ہوسکے اور
مال ایسی شے میں سے ہے کہ جاتا رہتا ہے مثلاً چوری ہو جاوے یا کوئی اور آفت آوے اور
کسی نے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خداے تعالی اعراض یعنی اموال و اسباب کے
باعث غنی نہیں وہ اسی غنا کی نسبت میں درست ہے جسکا مطلب بقاء مال ہو۔ اور یہ
جو ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صفات حق بندے کے شایاں نہیں صفات بندگی ہی اوسکے
شایان ہیں یہ درست نہیں اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے ہے جو بندے کے حق میں
سب سے عمدہ چیز ہے بلکہ منتہی بندے کا یہ ہے کہ خداے تعالی کے اخلاق سے عادی ہو اور
میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنی راہ معرفت طے
کرتا ہے ابھی راستہ قطع نہیں کر لیتا کہ ننانوے نام خداے تعالی کے اوسکے اوصاف
ہو جاتے ہیں یعنی اوسکو ہر ایک نام میں سے ایک بہرہ ملتا ہے مگر تکبر بندے کے لائق نہیں

سوا اسکے کہ تکبر ایسے شخص پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الٰہی میں سے نہیں
اور تکبر ایسے شخص پر کہ اوسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر جاہل پر اور مطیع کا
تکبر عاصی پر یہ بندہ کے شایان ہے ہاں بعض اوقات تکبر سے فخر اور گھمنڈ اور دعوی کرنا
اور ایذا دہی مقصود ہوتی ہے اور یہ تکبر وصف خداے تعالی کا نہیں اوسکا وصف وہی
تکبر ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے اور اوسکو خود معلوم ہے کہ میں ایسا ہی ہوں
اور بندہ کو حکم ہے کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلی مرتبہ کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق حقیقی کا
ہو جھوٹا اور فریب اور دغا بازی سے نہو مثلاً کہ بندہ کو جائز ہے کہ جانے کہ میں
بہ نسبت کافر کے اکرم ہوں اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت جاہل کے اور انسان
بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نباتات کے بڑا ہے اور ان سب چیزوں کی نسبت قرب الٰہی زیادہ تر
اسی انسان کو ہے پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ تحقیق میں دیکھ لیگا
تو اسمیں شک نہیں کہ صفت تکبر کی اوسکو حاصل ہوگی اور اوسپر فخر کے لائق بھی ہوگا اور
اوسکے حق میں یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکو اپنی شناخت کی کوئی تدبیر نہیں
اسلئے کہ یہ امر خاتمہ پر موقوف ہے اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہیں کہ کیسا ہوگا اور کیا اتفاق
پڑیگا پس جب خاتمہ کا حال معلوم نہیں تو ضرور ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی مرتبہ کافر سے بڑھکر
سمجھنے کا اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اوسکا خاتمہ کفر پر
ایسی صورت میں شخص مذکور تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اوسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی
نہیں اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیز کو اصل حقیقت و ماہیت پر معلوم کر لے تو ایسے شخص کے باب میں
وہ علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی میں سے ہے اور چونکہ بعض اور چیزوں کا پہچاننے سے
آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہے تو ایسا علم اوسکے حق میں نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الٰہی میں سے
ایسا علم کوئی نہیں جو اوسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتوں کا پہچاننا کہ جنمیں ضرر نہو بلکہ وہ
صفات اللہ تعالی میں سے ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ منتہاے فضیلت یہی ہو اور اسی سے
انبیا اور اولیا اور علما کو فضیلت ہے تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم
یکساں ہوگا تو یہ وہ غنا ہے کہ ایک وجہ سے مشابہ اوس غنا کے ہے جس سے خداے تعالی کی
صفت کیجاتی ہے اور یہی غنا در اصل فضیلت ہے اور صرف وجود مال سے جو غنا ہے اوسمیں کچھ
فضیلت نہیں یہاں تک بیان صورت اول یعنی فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا

اب صورت دوم یعنی فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک ہی شخص طالب مال ہے اور اوسکے لیے سعی کرتا ہے مگر نہیں پایا پھر اوسکے پاس مال آگیا تو اوسکے لیے دونوں حالتین موجود ہیں مال کے نہونے کی اور ہونے کی ان دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم کہتے ہیں کہ دیکھنا چاہیے اگر اوس شخص کو مال اوسقدر مطلوب ہے جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہے اور اوسکی غرض اوس سے یہ ہے کہ دین کی راہ طے کرے اور اوس پر مدد چاہے تو اس صورت میں حالت وجود مال افضل ہے اسلیے کہ فقر تلاش میں مشغول رکھتا ہے اور جو شخص روزی کی طلب میں رہیگا اوسکو قدرت فکر اور ذکر کی نہین ہوگی اور اگر ہوگی تو اوسمیں دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا

شب چو عقد نماز بر بندم	چه خورد بامداد فرزندم

کا نقشہ ہوگا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا اور فرمایا كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہے جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو اور اگر مال مطلوب حاجت سے زیادہ ہے یا بقدر حاجت ہی ہے مگر غرض طالب کی یہ نہین کہ اوس سے سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہے اسواسطے کہ حرص مال اور اوسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض دین پر استعانت لینے کی نہین اور نہ اون مین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہے مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے پاس ہوگا اوسکو اوس سے انس ہوگا اور اوسکی محبت دل مین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا اور جسکے پاس نہوگا اوسکا دل مجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا اوسکے نزدیک بمنزلہ زندان ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہیگا اور جب دو شخص سب باتون مین برابر ہوے اور دنیا سے سفر کیوقت ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہے کہ اوسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہوگا کیونکہ جسقدر اوسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اوسیقدر آخرت سے وحشت ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونک دی ہے کہ اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ اور یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ محبوب کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہے تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اور جو جدا ہو جاتی ہے اوس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہے اگر آدمی

ح الٰہی کر دے غذا آل محمد کی بقدر گذران کے ۱۲

ح قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جاوے ۱۲

ح جس سے چاہے دوستی کر [illegible] جدا ہونے والا ہے ۱۲

دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانے گا اور اوسکی موت اوسی حال پر ہوگی جسکو
وہ برا جانتا ہی اور محبوب چیز سے جدا ہو جاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اوسکو
درد فراق بقدر محبت اور انس کے ہوا کرتا ہے اور جسکے پاس دنیا ہے اور وہ اوسپر قادر ہے اوسکو
دنیا سے انس بنسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہے اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا
کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور افضل ہے مگر دو جگہون مین غنی افضل و اصلح ہے اول یہ
غنا حضرت عایشہ رضہ کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی غنا موجب زیادتی کی
ہوتی ہے یعنی اوس سے یہ فائدہ ہے کہ دعا فقرا اور مساکین کی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ
فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہے
اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہے کہ کَادَ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا اور اس فقر مین کچھ
خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اوس
حیات سے خدای تعالی کی معصیت اور کفر پر مدد چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اوسکے
گناہ کم ہون تو اوسکے مناسب حال یہی ہے کہ بھوکا مرے اور جس چیز کیطرف مضطر ہو وہ بھی
نہ کھاوے یہ ہے تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت یہی ہے کہ اگر کوئی فقیر حریص ایسا
ہو کہ مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اوسکو کوئی کام سوا اوسکے نہو اور دوسرا شخص
غنی ہو کہ اوسکو مال کی حفاظت مین اوس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اوسکے پاس سے
جاتا ہے تو اوسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہے تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہے
اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون کو خدای تعالے سے دوری اوسیقدر ہوگی جسقدر
کہ مال کے نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اوسیقدر قرب الہی کا ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقیر کے آداب حالت فقر مین

جاننا چاہیے کہ فقیر کے لیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے
ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہے - باطن کا ادب تو یہ ہے کہ جسمین کراہت اوس امر
کی نہو جسمین خدای تعالی نے اوسکو مبتلا کیا ہے یعنی فقر کو دل مین برا نجانے اور یہ نہ سمجھے
کہ خدای تعالی نے جو میرے ساتھہ یہ سلوک کیا تو اوسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھو
جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہے مگر پچھنے لگانے
والے کے فعل کو نہ خود اوسکو برا نہین جانتا بلکہ اکثر اوسکا احسان مند ہوتا ہے تو یہ درجہ ہوا اول کا

فقیر کو اتنا ہونا واجب ہے اور اوسکے خلاف حرام ہے اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہے
اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالیٰ کو رضا
اپنے دلون سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہین ملیگا۔ اور اس سے اونچا درجہ یہ ہے
کہ فقر کو بھی برا نہ جانے بلکہ اوس سے راضی رہے اور اوس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ فقر کا طالب ہو اور
اوس سے خوش ہو اس سبب سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے دل سے خدا تعالیٰ پر
متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری بیشک مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے
زیادہ کو برا جانتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ فقر سے خدا تعالیٰ عذاب بھی
کرتا ہے اور ثواب بھی دیتا ہے جب فقر سے ثواب دینا منظور ہوتا ہے تو اوسکی پہچان یہ
ہے کہ بندہ کی عادت اچھی کرے اور اوس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنے
حال کا شکوہ کسی سے نکرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہے
تو اوسکی علامات یہ ہین کہ آدمی بدخلق ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت
کرتا ہے اور حکم الٰہی پر غصہ ہو انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فقر اچھا نہین ہوتا بلکہ وہی
فقر عمدہ ہے کہ جسمین آدمی غصہ نہو یا فقر پر راضی ہے یا اوس سے خوش ہو بایں وجہ کہ اوسکا
ثمرہ جانتا ہو چنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ بندے کو جو چیز دنیا سے باقی ہے تو اوس سے یہ کہا جاتا ہے
کہ اسکو تین حصون سے لے یعنی تین باتین اسکے ساتھ تجھے پیش آوینگی اول مصروف رہنا دوم فکر و
تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا۔ اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ نمانگنا اور اچھی طرح رہنا
ظاہر کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اس بات کو بھی
چھپاوے کہ مین اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہون کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ
یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے
یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ افضل اعمال
تحمل ہے احتیاج کی حالت مین۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقر کو چھپانا نیکی کے خزانون
مین سے ہے اور اعمال مین ادب یہ ہے کہ کسی غنی کے لیے اوسکی توانگری کے باعث انکسار
نکرے بلکہ اوس پر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ کیا عمدہ ہے غنی کا تواضع کرنا
فقیر کے واسطے از راہ رغبت ثواب کے اور اوس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہے غنی پر خدا تعالیٰ
اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا ہونا تو ایک رتبہ عالی ہے مگر کمتر درجہ یہ ہے کہ اغنیا کو پاس

[illegible]

نہ بیٹھے نہ اونکے پاس جھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتین ہوتی ہین
حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ جب فقیر توانگرون سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہے اور جب
بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے۔ اور بعض عارفین کا قول ہے کہ جب فقیر توانگرون سے ملتا ہے تو اوسکا اعتقاد
ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب اونسے طمع کرتا ہے تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب اونمین بیٹھنے لگتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے
اور چھٹا یہ ہے کہ اغنیا کی خاطر سے اور اونکی عطا کی طمع سے کلمہ حق سے خاموش نہ ہو جو بات حق ہو بیان کرے اور
افعال کا ادب یہ ہے کہ فقر کی وجہ سے کسی عبادت میں سستی نکرے اور اگر کسیقدر مال بچ رہے تو اوسکو خرچ کر دے دریغ نکرے
کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد یہی ہے اور اوسکا ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہے
جو غنی کیطرف سے دیا جاتا ہے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین
کہ آپ نے فرمایا کہ صدقے کا ایک درہم خدای تعالی کے نزدیک لاکھ درہم سے افضل ہے لوگون نے
عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درہم
نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اوسنے اپنے
جی کی خوشی سے ایک درم دیدیا تو یہ ایک درم والا اوس لاکھ والے سے اچھا ہوگا آٹھوین
ادب یہ چاہیے کہ مال جمع نکرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے مین تین
درجے ہین ایک یہ ہے کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہے
اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے اور جو اسقدر پر زیادہ ہو وہ طول امل مین داخل ہے
اور علما نے یہ بات حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو خدای تعالی نے اونکے لیے
مقرر فرمائی تھی اوس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کرنی جائز ہے اور یہ درجہ
متقین کا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہے اور یہ
صالحین کا درجہ ہے اور جو اس سے بھی زیادہ کے لیے ذخیرہ کرے وہ عوام مین داخل ہے
خواص سے اوسکو کچھ تعلق نہین ہے مرد صالح جو اطمینان قلبی مین کمزور ہو اوسکی غذا برس روز
کی غذا مین ہے اور خواص کی غذا چالیس روز کی خوراک مین اور خواص سے بھی خواص کی غذا
ایک دن اور ایک رات کی قوت مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات
کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ کہین سے آتا تو اونمین سے بعض کو سال بھر کی
اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرماتے اور ایک
دن رات کی غذا حضرت عائشہ او حفصہ رضکو دیا کرتے تھے۔

چھٹا بیان اس امر مین کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اوسکے قبول کرنے مین کیا کرنا چاہیے
واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھہ آوے تو اوسکو تین باتون کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا
دوم بھیجنے والے کی غرض کا سوم لینے مین اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال
تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اوسمین شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب
حلال و حرام مین ہم درجات شبہہ کو لکھہ آئے ہین اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب
واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہان دیکھنا چاہیے اور دینے والے کی غرض تین صورتون سے
خالی نہین یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہے اسکو ہدیہ کہتے ہین یا غرض ثواب
ہے اوسکو صدقہ اور زکوۃ کہتے ہین یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا اوروں غرضون
سے ملی ہوئی ہے صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنے کا مضائقہ نہین کہ سنت ہے لیکن
چاہیے کہ اوسمین منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض ہدیہ مین
منت زیادہ ہے تو اوسیقدر کو واپس کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی
اور پنیر اور مینڈھا ہدیہ آیا تو آپنے گھی اور پنیر رکھہ لیا اور مینڈھے کو پھیر دیا اور دستور آپکا
یہ بھی تھا کہ بعض لوگون کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضون کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے کہ
مین نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لون بجز قرشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات
بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی رح کے پاس ایک تھیلی آئی جسمین پچاس درم تھے
آپنے فرمایا کہ مجھسے عطاء رح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے
کہ آپنے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اوسکی روزی بدون مانگے آوے اور اوسکو ہٹا دے تو وہ خدا کو
پھر واپس کرتا ہے پھر اونھون نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سبکو واپس کر دیا
اور حضرت حسن بصری رح بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب اونکے پاس ایک شخص نے
ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑون کی گٹھری بھیجی تو آپنے ہٹا دیا اور فرمایا کہ
جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگون سے اس قسم کی چیزین لیوے وہ قیامت کے روز
خدا سے ایسے حال مین ملیگا کہ اوسکو کچھہ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
عالم اور واعظ کا پیش کو قبول کرنا سخت تر ہے اور حضرت حسن رح اپنے یارون کا ہدیہ
قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یارون سے درم دو درم کا مانگ لیتے
اور کوئی دوسرا اگر سیکڑون پیش کرتا تو نہ لیتے اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دو

قبول ہدیہ کے باب مین حدیث پہلے گذر چکی ۱۲

احمد بروایت یعلی بن مرہ ۱۲

ابوداؤد و ترمذی نے بروایت ابوہریرہ ۱۲

ترمذی بروایت ابوہریرہ ۱۲

بروایت [illegible] یہ حدیث ملی مگر صحیحین مین یہ مضمون وارد ہے کہ جس شخص کے پاس مال بدون مانگے اور بے طمع آوے تو اوسکو لیوے ۱۲

اونکو کچھ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد میں تمھارے
دل میں لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہوں تو مجھے کہدینا میں لے لونگا ورنہ نہ لونگا
اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹا دے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر
قبول کرے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو
معلوم ہو کہ اس ہدیہ میں کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیہ کا لینا مباح ہے مگر
فقرائے صادقین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر رح فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے کبھی کوئی
چیز نہیں مانگی سوا سری سقطی رح کے اسلیے کہ میرے نزدیک انکا زہد دنیا میں ثابت ہو چکا تو جب انکے قبضے سے
کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ انکے پاس باقی نہیں رہی ہے تو ناخوش نہیں ہوتے ہیں اور انکی خاطر خواہ چیز دینے میں انکا
مددگار ہوتا ہوں - اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور کچھ مال لایا
اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپنے فرمایا کہ اسکو فقرا پر بانٹ دو اوسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ غرض
نہیں آپنے فرمایا کہ میں اتنا کہاں جیونگا جو اسقدر کھاؤں اوسنے کہا کہ میری غرض یہ
نہیں کہ آپ اسکو چٹنی اور سالن میں خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ شیرینی اور میووں وغیرہ
میں صرف کر ڈالیے آپنے قبول کرلیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد میں کوئی ایسا نہیں
جسکا احسان مجھپر آپ سے زیادہ ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ
قبول بھی نہیں کرنا چاہیے - دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے
دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت میں فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے
کہ مستحق زکوۃ کا ہوں یا نہیں اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہم نے
اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ میں بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی
دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دل میں سوچے اور باطن میں اگر کسی گناہ کا مرتکب ہو اور جانے
کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ
نہ دیگا تو ایسی صورت میں لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص
عالم ہے یا حضرت علی رض کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہیں تو
اوسکو لینا حرام محض ہے کہ اوسمین کچھ شک نہیں - تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے
ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اوسکی چیز واپس کردے اور اوسکی غرض فاسد
میں اوسکا مددگار نہو - حضرت سفیان بن ثوری رح کو جو کوئی شخص کچھ دیتا آپ واپس کردیتے

اور فرماتے کہ اگر میں جانتا کہ اس شخص کو جو لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہیں کرتے تو بے شک لے لیتا۔
اور بعض اکابر سے جو لوگوں نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپ کے پاس لوگ بھیجتے ہیں آپ
اوسکو کیوں پھیر دیتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں اون پر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہوں
اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہا کرتے ہیں اور اونکو اوسکا لوگوں میں ظاہر ہونا اچھا
معلوم ہوتا ہے تو اونکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہیں ہوتا اسلیے پھیر دیتا ہوں۔ اور
لینے میں اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لا بدی چیزوں کی مجھکو حاجت ہے یا نہیں
اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتوں سے بھی کوئی آفت نہ ہو تو بہتر ہے کہ لے لے
حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَا الْمُعْطِي مِنْ سَعَةٍ بِأَعْظَمَ أَجْرًا مِنَ الْآخِذِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا
اور دوسری حدیث میں ہے کہ مَنْ أَتَاهُ شَيْءٌ مِنْ هَذَا الْمَالِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا اسْتِشْرَافٍ
فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ اور ایک روایت میں ہے کہ فَلَا يَرُدَّهُ اور بعض علما کا قول ہے
کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہیں دیا جائیگا۔ اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت
امام احمد بن حنبل رحمہ کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایکبار اونھوں نے واپس کر دیا اونکو سری
نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کیونکہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت
سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے اونھوں نے دوبارہ بھی یہی
فرمایا آپ نے فرمایا کہ میں نے اسوجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو
اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیجدینا ابھی ضرورت نہیں ہے
اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ مبادا خدای تعالی
اوسکی سزا میں مبتلای طمع کرے کہ کسی شبہ وغیرہ میں نہ ڈالدے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ
حاجت سے زیادہ ہو تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو آدمی اپنے ہی حال میں مشغول ہو یا
فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت میں رفق و سخاوت کی جہت سے اونکو دیا کرتا ہو
پس اگر اپنے ہی حال میں مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہیں بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو
اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کی
واسطے نہیں ہوتا وہ راہ شیطان میں ہے یا اوسکی طرف طالب ہے اور کاجل کی کوٹھری میں گھسنے
سے داغ لگتا ہی ہے۔ پھر اس لینے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ظاہر میں لے اور
پوشیدہ بانٹ دے یا فقرا پر تقسیم کرنے یہ مقام توحید یقین کا ہے اور وہ نفس پر شاق ہے

ح دینے والا وسعت کی حالت سے ہو سے بڑا ثواب کی رو سے لینے والے سے جب وہ محتاج ہو ۱۲ طبرانی بروایت ابن عمر ۱۲

ح جس شخص کے پاس کچھ اس مال میں سے بے سوال و بدون [illegible] کے آوے تو وہ ایک رزق ہے کہ خدای تعالی نے اوسکی طرف بھیجا ہے ۱۲ ابو یعلی و طبرانی بروایت خالد بن عدی جہنی ۱۲

ح تو اوسے واپس نہ کرے ۱۲

ناگوار ہے اسکو ترک نہ کیا اوسکو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہوا اور دوسری صورت یہ ہے
کہ لے لیوے تاکہ مالک اوس چیز کا کسی اور کو اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دیڈالے یا خود لیکر
ایسے شخص کو دیڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونو باتیں پوشیدہ
کرے یا ظاہر میں اور باب اسرار زکوٰۃ میں ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا چھپانا
اور کچھہ احکام فقر بھی وہاں لکھے ہیں دیکھہ لینے چاہئیں ۔ مگر حضرت امام احمد رح کا قبول
نکرنا سری سقطی رح کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ اونکو حاجت نہ تھی اس نظر سے
کہ اونکے پاس مہینہ بھر کی خوراک موجود تھی اور یہ طبیعت چاہتی کہ اوسکو لیکر اپنے آپ کسی
اور کو دیدیں کیونکہ اوسمیں بہت سی آفات اور خطرے ہیں اور ورع اسیکا نام ہے کہ
آفتوں کی جگہہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب اس میں پوشیدہ ہے ۔ اور بعض صحابہ کہتے
فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھہ درم تھے جنکو میں نے خدا کی راہ میں صرف کرنے کو رکھے تھے
میں نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہو کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ یا الٰہی

یارب تجھے معلوم ہے میں ہوں بھوکا	تن پر میرے باقی نہیں ثابت کپڑا
اسمیں بھوک برہنگی میں کیا ہے منظور	ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

میں نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہیں کہ اوسکا
بدن بھی نہیں چھپتا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنے درموں کے لیے اس سے بہتر
مصرف مجکو اور کوئی نملیگا میں اون درموں کو اوسکے پاس لے آیا اوسنے دیکھکر اوسمیں
پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادریں آجاوینگی اور ایک درم کو میں تین دن
خرچ کرونگا باقی کی مجکو حاجت نہیں لیجا ۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں نے اوسکو
یہی چادریں پہنے دیکھا اور اوسوقت میرے دل میں اوسکی طرف سے کچھہ وسوسہ
شیطانی گذرا اوسنے میری طرف دیکھا میرا ہاتھہ پکڑا اور اپنے ساتھہ سات بار طواف
کرایا ہر ایک پھیرے میں ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانوں میں سے ہمارے پاؤں کے
نیچے ٹخنوں تک ہوجاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی
اور نگینے اور یہ چیزیں لوگوں کو نہ سوجھتی تھیں اوسنے کہا کہ خدا تعالی نے یہ سب کچھہ
دیا مگر میں نے زہد کیا لوگوں کے ہاتھہ سے لیتا ہوں اسلیے کہ یہ سب چیزیں بوجھہ
اور وبال ہیں اور اون سے کسیقدر لے لینے میں بندوں کے لیے رحمت و نعمت ہوتی ہے

اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور
ابتلا کے لیے ہوتا ہے تا کہ اللہ دیکھے کہ وہ اوس میں کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت جو عنایت
ہوتا ہے وہ رفق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رفق اور ابتلا کے معنوں میں فرق کو نہ بھولنا
چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۱)
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا حَقَّ لِابْنِ اٰدَمَ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ طَعَامٍ يُقِيْمُ صُلْبَهٗ
وَثَوْبٍ يُوَارِيْ عَوْرَتَهٗ وَبَيْتٍ يُكِنُّهٗ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ (۲)
پس اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزوں میں سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت
میں اگر خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر
نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو
خدا تعالیٰ کی نصرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنے کا عہد و عزم کرے
پھر وہ لذت صاف بے کدورت اوسکے پاس آوے تاکہ اوسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے
تو ایسی صورت میں اولیٰ یہی ہے کہ اوس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی
دیگا تو اوسکو اسکی چاٹ پڑ جاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا اور اوسکا دبانا پھر
نہ ہوسکیگا اسلیے ایسی لذت کا ہٹا دینا بہت ضروری ہے اگر دینے والے ہی کو واپس کر دے
تو تو زہد ہوگا اور اگر اوس سے لیکر کسی محتاج کو دیڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہے اور یہ بجز
صدیقین کے اور کوئی قادر نہیں۔ اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا تکفل اور
کچھ صلحا کی خبرگیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہیں اسلیے کہ فقرا کی حاجت
سے تو زائد نہیں مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا میں صرف کر دینا چاہیے اوسکو رکھنا نہ چاہیے
اسلیے کہ اوسکے ایک رات رکھنے میں بھی فتنہ اور امتحان ہے شاید رکھ چھوڑنے سے دل کو
اچھا معلوم ہو اور پھیر دینے کو دل نہ چاہے اور وبال جان ہوجاوے بعض لوگوں نے تکفل
فقرا کی خدمت کا کیا اور اس پیرایہ میں مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی
نہایت میں پڑگئے اسکا انجام تباہی ہے۔ اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو
اوسکو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم بادشاہوں کے اعتماد پر
نہ لے پھر اگر اوسکو اللہ تعالیٰ وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کر دے اور اگر ادا سے پہلے
مر جاویگا تو خداوند کریم اوسکی طرف سے ادا کر دیگا اور اوسکے قرضخواہوں کو راضی کر دیگا

(۱) ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کون اون میں اچھا کرتا ہے کام ۱۲

(۲) آدمی کا حق نہیں مگر تین چیزوں میں سے ایک کھانا کہ اوس سے اپنی پشت کو سیدھا رکھے دوم کپڑا کہ اوسکی برہنگی کو چھپاوے سوم گھر کہ اوسکو پناہ دے اور جو زیادہ ہو وہ حساب کی چیز ہے ۱۲ صحیح ترمذی بروایت عثمان باندک اختلاف ۱۲

لیکن اسمیں شرط یہ ہے کہ قرضخواہ اسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض لینے والا کسی
وعدہ وغیرہ کرکے فریب نہ کرے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر
دیوے ۔ اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ بیت المال خواہ مال زکوۃ سے ادا ہو ۔ اور اللہ تعالی
فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللهُ اسکے معنی بعض کہتے ہین کہ اپنے
دونون کپڑے بیچ ڈالے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اپنی وجاہت پر قرض لے کہ یہ بھی خدا
کی دی ہوئی ہے ۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اپنے
سرمایہ کے موافق خرچ کرتے ہین اور کچھ بندے ایسے بھی ہین کہ جتنا اونکو حسن ظن خدا تعالی
کے ساتھ ہوتا ہے اوتنا خرچ کرتے ہین ۔ اور کسی بزرگ نے مرتے کے وقت وصیت کی
کہ میرا مال تین جماعتون کو دینا اول قوی دوم سخی سوم غنی اون سے پوچھا گیا کہ اونکی
کیا غرض ہے اونھون نے کہا کہ قوی سے غرض اہل توکل ہین اور سخی سے مراد وہ ہین جو
اللہ تعالی پر حسن ظن رکھتے ہین اور غنی سے وہ لوگ مراد ہین جو اللہ ہی کے ہو رہے ہین
حاصل اس بیان کا یہ کہ جب فقیر اور مال دینے والا مین شروط مذکورہ بالا پائی جاوین تو فقیر
اوسکو بلا تامل لے لے اگر چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ مین نے لیا وہ خدا کے پاس سے لیا دینے والا
سے نہین لیا اسلیے کہ دینے والا شخص ایک واسطہ ہے کہ دینے کے واسطے مسخر کر دیا گیا اور وہ
دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اوسپر ارادہ اور تقاضا اور لوازم مسلط ہین بدون دیے نہین
رہ سکتا ۔ حکایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت شقیق بلخی رح کو پچاس آدمیون کے ساتھ
اونکے مریدون سمیت دعوت کی اوسنے بہت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے تو آپنے مریدون سے
کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یون کہتا ہے کہ جو شخص یہ نسمجھے کہ یہ کھانا مین نے تیار کیا ہے
اور کھانے والے کے سامنے مین نے رکھا ہے تو اوس شخص پر میرا کھانا حرام ہے یہ سنکر
سب آپکے ساتھی اوٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو اونکے مرتبہ سے کم تھا
رہگیا صاحب دعوت نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اس سے آپ کو کیا مقصود تھا
آپ نے فرمایا کہ مجکو ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا ۔ اور حضرت موسی علیہ السلام
نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل کے ہاتھون پر اوتار دیا ہے
کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہے شام کو کوئی حکم ہوا کہ مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون
اونکا رزق اپنے بندون مین سے برون کے ہاتھ سے دلاتا ہون تاکہ اونکے باعث

اونکو ثواب دیا جاوے بہر حال بندے کو چاہیے کہ اگر اوسکو کوئی کچھ دے تو جان لے
کہ خدا ہی تعالی نے اوسکو مسخر کر دیا ہے تو دیتا ہی

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب مین جاننا چاہیے کہ سوال کے باب مین بہت سی منا ہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا اَلسَّائِلُ حَقٌّ وَّلَوْ جَاءَ عَلٰی فَرَسٍ اور فرمایا رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْتَرِقٍ ان حدیثون سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اوسکو دینے مین اعانت برائی کرنیوالے کے برے کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق آمیز یہ ہے کہ سوال اصل مین حرام ہے اور کبھی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح ہو جاتا ہے پس اگر اوس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور یہ اصل مین جو ہم نے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اوسمین تین باتین حرام ضرور ہی ہوتی ہین اول خدا ہی تعالے کی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہے۔ اور جسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اوسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے اسیطرح بندون کا سوال موجب بی ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہے اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کے وقت تو مردار بھی درست ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور ایماندار کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اوسکو چاہیے کہ صرف اپنے مولی کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اوسمین اوسکی عزت ہے اور تمام خلق تو ایسے ہی ہین جیسا وہ خود ہے اونکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نہ چاہیے اور سوال مین ظاہر ہے کہ سائل بہ نسبت اوس شخص کے جس سے سوال کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہے جس سے کہ مانگتا ہے کیونکہ بعض اوقات اوسکا جی دینے پر بخوشی خاطر راضی نہین ہوتا پس اگر وہ سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے دل مین ایذا پاتا ہے اس سبب سے کہ بخیل کی صورت صفت مین

سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے ۱۲ ابو داؤد بروایت حسین بن علی رضی اللہ عنہ ۱۲

سائل کو دو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی دیکر ۱۲ ابو داؤد و ترمذی و نسائی بروایت ام بجید ۱۲

بنا دیتا ہے تو پہلے میں تو نقصان مال ہے اور دوسرے میں نقصان جاہ اور دونوں صورتیں
ایذا دہندہ ہیں اور سوال میں ایذا کا دینا شامل ہے اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہے
اور جب یہ تینوں خرابیوں کو جان لیا جو سوال میں ہوتی ہیں تو یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا معلوم ہوگیا کہ مَسْأَلَةُ النَّاسِ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا اَحَلَّ مِنَ الْفَوَاحِشِ دیکھنا چاہیے
کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بڑی خرابی اور ظاہر ہے کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح
نہیں ہوتا جیسے شراب کا پینا اگر کسی کے گلے میں لقمہ پھنس جاوے اور اوسکے پاس شراب ہی
اوسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اوتارنے کی مقدار پینا درست ہوجاتا ہے اور حدیث شریف میں
وارد ہے کہ جو باوجود غنا کے مانگتا ہو وہ دوزخ کی چنگاریاں اپنے لیے زیادہ کرتا ہے اور جو بغیر
سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس اسقدر ہے کہ اوسکو کافی ہو تو قیامت کے روز ایسی طرح آویگا
کہ اوسکا منہ ایک ہلتی ہوئی ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت میں یہ ہے
کہ اوسکا سوال اوسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے۔ ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدد ثابت
ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت اسلام ہونے کی لی اور
اونسے سننے اور ماننے کی شرط کرلی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرمادیا کہ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا
یعنی آدمیوں سے کچھ مت مانگنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز
رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہم سے مانگے گا تو اوسکو ہم نہ دینگے اور جو بے پرواہی
چاہے گا خداے تعالی اوسکو بے پرواکر دیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نکرے وہ ہمارا
زیادہ محبوب ہے اور فرمایا اِسْتَغْنُوا عَنِ النَّاسِ وَمَا قَلَّ مِنَ السُّؤَالِ فَهُوَ خَيْرٌ لوگون نے
عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپ نے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہے حضرت عمر رض
نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اوسکی قوم میں سے
فرمایا کہ اوسکو کھانا دے دو اوسنے دیدیا پھر آپ نے دوبارہ اوسکو مانگتے سنا آپ نے
فرمایا کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ اسکو کھانا دیدو اوسنے عرض کیا کہ میں نے اوسکو کھلا دیا ہے
آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیوں سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہیں ہے بلکہ
تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوۃ کی اونٹوں کے سامنے ڈالدین اور سائل کو درے لگائے
اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا بس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اوسکے درے کیوں مارتے اور
اوسکی جھولی کیوں لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر رض کے اس

ابن ابی الدنیا و حارث بن ابی اسامہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲

اور سوال جسقدر کم ہو اوتنا ہی بہتر ہے ۱۲ بزار و طبرانی بروایت ابن عباس

فعل کو بعینہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کیواسطے تھا شریعت میں
سیاست کا حکم یہی ہے کہ اوسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت میں سزا مال لے لینے کی
نہیں تو کسوجہ سے حضرت عمر رض نے اوسکا مال لے لیا اور یہ اشکال اون لوگون کو اسوجہ سے
ہوا کہ فقہ کو جانتے ہیں بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر رض کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو
حسب مقدار اسرار دین الٰہی اور مصلحت اوسکے بندون کی معلوم تھی اونکو کہان میسر ہو سکتی ہے
کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہیں یا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ آپکو
معلوم تو تھا مگر غصہ میں خدا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کیواسطے ایسی سزا دی
جو شریعت غرای نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منوع تھا وکلا یہ بات نہ تھی بلکہ جس منشا سے کہ
آپ نے یہ فعل کیا وہ یہ ہے کہ آپنے اوسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعاً معلوم کیا کہ جن
لوگون نے اوسکو کچھ دیا ہے تو اس اعتقاد پر دیا کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو
لوگون کا دیا ہوا اوسکے ملک میں نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب اون روپیون کا اونکے
مالک کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روپی کسنے دی ہے پس
یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اوسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام میں واجب ہوا اور زکوۃ
کے اونٹون کا گھاس دانہ بھی داخل مصالح ہے۔ اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ
براہ کذب لیا اوسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہکر کہ میں حضرت علی رض کی
اولاد ہون کچھ لے اس صورت میں وہ مال کا مالک نہیں ہوتا یا کوئی صوفی اور نیکبخت اسوجہ سے
دیا جاوے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن میں وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو
تو نہ دے اور ہم چند جا لکھ چکے ہیں کہ جو مال اسطرح لوگ لیتے ہیں وہ مالک نہیں ہوتے
اور وہ اونپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کردیں اب اس امر کی تصدیق حضرت
عمر رض کے فعل سے ہوگئی اور اس سے بہت سے فقہا غافل ہیں اور یہ نہیں چاہیے کہ
اس کلیہ کو بھول کر حضرت عمر رض کے فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال
ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی کو
اضطرار ہوتا ہے یا حاجت مہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہے یا اوس سے بالکل
استغنا ہوتی ہے یہ چار صورتین ہیں مضطر تو اسطرح کہ جیسے کا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا
مرض کا کرکے مانگے اور ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نہ پاوے تو سوال کرے کہ اس

حالت اضطرار کا سوال مباح ہے بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی جو ہین موجود ہون کہ
مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہے اوسمین بھی کہ دل مین راضی ہو اور سائل مین بھی کہ کسب سے
عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور بیکار بن رہا ہے اوسکو سوال جائز نہین مگر جب کہ علم
کی طلب مین اوسکے تمام اوقات گھیر لیے ہون ورنہ جو شخص لکھنا جانتا ہے تو وہ کتابت سے
پیدا کر سکتا ہے۔ اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اوسکے پاس
ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے
شخص کا سوال حرام ہے اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو اوسکی مثال
یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اور علاج کا اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر پھر بھی
کچھہ اندیشہ ہے یا کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتا ہے مگر اوسکے نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین
اوسکے پاس نہین اور سردی اوسکو جاڑا ستاتا ہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہین پہنچتا اسیطرح
وہ شخص ہے کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتا ہے
تو ایسے کے لیے بھی سوال وجہہ مباح ہونے ہے کیونکہ بلاشک حاجت تو ہے مگر صبر کرنا ایسے
سوال سے بھی بہتر ہے اگر سوال کریگا تو تارک اولی ہوگا لیکن اوسکا سوال مکروہ نہ کہلاویگا
بشرطیکہ سوال مین سچ بولیگا اور یون کہیگا کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور
جاڑا مجھکو اتنا ستاتا ہے کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے
پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اوسکا سچ کہنا اوسکے سوال کا کفارہ ہو جاویگا۔
اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کے
وقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند لوگون کی نظر سے چھپے رہین
یا کسی کے پاس روٹی موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدہا
کرایہ کرے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے سوال کرے یا سواری کا کرایہ کر سکتا ہے
مگر محمل کا کرایہ چاہیے تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھہ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھہ ہے
اور ظاہر کچھہ کریگا تو سوال حرام ہے اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی ان تینون
خرابیون مذکورہ بالا یعنی شکایت خداے تعالی یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی
جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہو سکتے اور
اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیون مین سے کچھہ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھہ مباح ہے

اب اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیوں سے کیسے خالی کیا جائے تو اوسکا جواب یہ ہے
کہ شکایت تو اسطرح دفع ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے شکر کا اظہار کرے اور مخلوق سے استغنا
ظاہر کرے اور ایسا مانگنے والوں کی طرح سوال نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ میری ملک میں ہے
اوسکی وجہ سے میں حاجت مند نہیں ہوں مگر نفس کی طمع اور بیوقوفی مجھے ایک کپڑا اوڑھنے
کے واسطے چاہتی ہے اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتوں میں سے ہے پس
اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اسطرح ہے کہ اپنے
باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو کہ سوال کے باعث اوسکی
نظروں میں حقیر نہو سکا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھیں باتوں کے لیے
تیار کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیوں کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے
سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان لوگوں سے سوال کرنے میں ذلت نہیں ہونے کی
اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضروری ہے جہاں احسان سائل پر نہوگا وہاں ذلت
بھی نہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہے کہ سوال میں کسی شخص معین سے سوال نہ کرے
بلکہ بیان حال کیطرح پر کنایۃً سب کو سنا دے تاکہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے
اور اگر اوس جلسے میں کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی طرف آنکھ اوٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو
بہت ملامت ہوگی تو ایسے جلسے میں سوال کرنا داخل ایذا ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ
کچھ دے بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیدے اور دل میں یہی چاہتا ہو
کہ اگر ملامت بھی نہو اور دینا بھی نہ پڑے تو خوب ہو اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے
تب بھی تصریح اوسکے نام کی نکرے بلکہ کنایۃً کہدے تاکہ وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو
بلا تردد کر سکے اور جب غفلت نکریگا حالانکہ قدرت اوسپر حاصل تھی تو اوسکا دینا اس بات
کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہے اور سوال سے کچھ ایذا اوسکو نہیں ہوئی۔ اور چاہیے
کہ ایسے شخص سے سوال کرے کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو
اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا ہوتی ہے جیسے غیر سائل کے سامنے ریا
موذی ہے۔ اب یہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوگی کہ [illegible]
یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اوسکو
نہ حلال ہے نہ شبہ حلال بلکہ حرام محض ہے کہ اوسمیں تمام امت میں سے کسیکو خلاف ہی

نہیں اور اوسکا حکم ایسا ہے جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹ کر یا ڈانٹ کی رو سے لیوے
اسلیے کہ اسمین کچھ فرق نہیں کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت
کے تازیانہ سے اور وہ بہت سے بلکہ عاقلون کے دل میں باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہے
اور اگر کوئی یون کہے کہ ظاہر میں تو وہ شخص مختار ہے راضی ہو چکا ہے اور حدیث شریف میں آیا
ہے کہ اِنَّمَا اَحْکُمُ بِالظَّاھِرِ وَاللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَائِرَ تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے پس اسکا
جواب یہ ہے کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کے واسطے ضروری ہوتا ہے
اسوجہ سے باطن کا احوال اونکو معلوم نہیں ہو سکتا تو مجبوری ظاہر کی زبانی قول پر حکم کرتے
ہیں حالانکہ زبان اکثر مجبوری دل کی طرف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے
اسکا اعتبار لیا جاتا ہے اور یہ سوال اوس حال کا ہے جو بندہ اور خدا تعالی کے درمیان ہے
اور اوسمین حاکم الحاکمین ہے دلون کا حال اوسکے نزدیک ایسا ہے جیسا زبانون کا اور
حکام کے نزدیک ہوتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس معاملے میں اپنے دل ہی کی طرف دیکھے
گو مفتی فتوی دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کے معلم ہیں تاکہ ظاہر کے لیے ان پر حکم
کرین اور دلون کے مفتی علماء آخرت ہیں اور انکے فتوی سے سلطان آخرت کے عذاب
سے نجات ہوتی ہے جیسے فقہا کے فتوی سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہے اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال دوسرے کی رضا کے بغیر لیتا ہے اور خدا تعالی کے درمیان
معاملہ میں اوسکا مالک نہوگا اور اوس مال کو اوسکے مالک کو پھیر دینا اوسپر واجب ہے پس اگر
مالک اوسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اوسکو چاہیے کہ مالک کے پاس اوس
چیز کے برابر کوئی شے ہدیہ کے طور پر بھیجے تاکہ اوسکے ذمہ سے باہر ہو اور اگر مالک
وہ ہدیہ قبول نکرے تو اوسکے وارثون کے پاس اوس چیز کو بھیجے اگر اسکا پانا ممکن ہو کیونکہ
تو خدا کے نزدیک اوسکا ضمان اوسپر ہے اور تصرف کرنے کے باعث ایسے سوال ہی کی
جہت سے کہ ایذا ہوے گنہگار ہے اور اسقدر کہ رضا کا حال امر باطن ہے اور اوسپر واقف ہونا
دشوار اور نجات کی صورت اوس سے مشکل باینوجہ کہ سائل کو گمان ہے کہ دینے والا راضی ہے
اور وہ باطن میں راضی نہو تو انہیں باتون کے سبب متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی
ترک کر دیا کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے ۔ بشر رحمہ کسی سے سوا سری سقطی کے نہ لیتے اور فرماتے
کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سری اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہیں اسواسطے

جو بات اونکو پسند ہے اوسمین اونکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کی وجہ
اور پاوس سے باز رہنے کا امر ہو کر اسی لیے ہے کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہو
اور ضرورت یہ ہے کہ سائل مرنے پر آ لگا ہو اور اوس سے بچنے کی کوئی سبیل نہی ہو اور جو
شخص بدون برا ماننے اور ایذا پانے کے کچھ دیدیوے میسر نہو اوسوقت البتہ مانگنا مباح ہے
جیسے کہانا سور اور مردار کا مباح ہو جاتا ہے پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہے
اور بعض اہل دل اپنی بصیرت سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسیلیے
بعض لوگون سے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ
صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز اونکو کوئی دیتا اوسمین سے
کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر
مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا۔ اور یہ حال ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے
دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہے لیکن کبھی آدمی کی رغبت اس
طمع سے بھی ہوتی ہے کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے
لینے سے بھی احتراز کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال
کرتے تھے ایک تو ضرورت کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان اور حضرت موسی اور حضرت خضر
علیہم السلام نے کیا تھا اور ہمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جان لیا کہ
ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کے
واسطے پہلے اکابر اپنے دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال و استفسار کے لیلیتے
تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی رضا مقصود ہے گفتگو ہی زبانی گو نہو اور اپنے بھائیون
سے اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہم اونکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے
اور جب بھائیون کی طرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اوسپر وہ راضی ہونگے یا نہین
تو نوبت سوال کی اونسے پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے۔ اور سوال کے مباح
ہونے کی حد یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہو جاوے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہے
کہ اگر میری حاجت اوسکو معلوم ہو جاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے گی بے سوال ہی دیدیگا
پس ایسے شخص مین سوال کا اسیقدر اثر ہوگا کہ اوسکو حاجت معلوم ہو جاوے اور کسیطرح کی
تحریک حیا سے یا ضرورت حیلے کی نہوگی۔ پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین

ایک تو یہ کہ اوسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی ہے دوسرے یہ کہ اوسکی رضا بھی
باطن کی یقینا معلوم ہوجاوے اور یہ دونوں امر احوال کے قرائن سے معلوم ہوجایا کرتے ہین
تو اول صورت مین لینا حلال ہے اور دوسری مین قطعا حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہے
کہ اوسمین اوسکو تردد ہے اور شک ہو کہ شاید مالک نے رضا سے باطن سے دیا یا کراہت سے
تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتوی لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے پس جس
جو بات بلاتردد و شک سمجھ مین آوے اوسیکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے۔ اور
اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کمزور
ہو آسان ہے اور حرص قوی ہوگی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اوسکی
غرض کے موافق ہو اور قرائن شدیدہ مالک کی نارضامندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے۔
اور ان باریک نکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ مین آتا ہے
کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ سبحان اللہ آپ کے کلمات جامع ہوتے
ہین ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہے
نہ اوسکو اوسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہنچا ہے تو وہ لوگون کے پاس سے
کھاویگا اور اگر بے سوال اوسکو ملیگا تو کوئی اسوجہ سے دیگا کہ دیندار ہے اور جب اوسکا
باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہوجاوے تو کوئی دینداری کی وجہ سے کچھ نہ دے
تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص
کہان ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہوکر دے۔ نہ ایسا سائل کہ بمقدار ضرورت ہی پر سوال
کرے پس جب اون لوگون کا حال تفتیش کرو جو پرائے ہاتھ سے کھاتے ہین تو
معلوم ہوگا کہ اونکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہے اور حلال صرف اوسیقدر ہے جو وجہ
حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ مین سے پہنچا ہو اور اوسنے بھی حلال ہی سے
پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا
بہت دشوار ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے
اور حلال رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے

آٹھوان بیان اوس حد غنا کا کہ جس سے سوال حرام ہوتا ہے

جاننا چاہیئے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حرمت سوال کے باب میں صریح ہے مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ مگر توانگری کی حد مشکل ہے اور اوسکا مقرر کرنا دشوار اور مقداروں کا مقرر کرنا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ شارع کے بتلا دینے سے معلوم ہوتی ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے اِسْتَغْنُوا بِغِنَى اللّٰهِ تَعَالَى عَنْ غَيْرِهِ قَالُوا وَمَا هُوَ قَالَ غَدَاءُ يَوْمٍ وَعَشَاءُ لَيْلَةٍ اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ سَأَلَ وَلَهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ عِدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا اور ایک روایت میں أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا مروی ہے بجائے خَمْسُونَ دِرْهَمًا کے غرضکہ احادیث سب صحیح ہیں اور مقدار توانگری کی مختلف تو چاہیئے کہ یون سمجھا جاوے کہ حالات مختلفہ کے اعتبار سے مقداریں بھی مختلف ہیں کیونکہ واقع میں تو امر حق ایک ہی ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہے اور جسقدر امکان ہے وہ یہ ہے کہ تخمینا کہا جاسکے اور تخمین اوسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو پس ہم کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں وارد ہے لَا حَقَّ لِابْنِ آدَمَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ طَعَامٍ يُقِيمُ بِهِ صُلْبَهُ وَثَوْبٍ يُوَارِي بِهِ عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُكِنُّهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ ان تینون چیزون یعنی غذا اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف میں ہے سب حاجتون کی اصل کیے لیتے ہیں تاکہ حاجات کی اجناس بیان کریں اور پھر اجناس او مقادیر اور اوقات کا ذکر کریں۔ اجناس حاجات تو یہی تین چیزیں ہیں یا جو ایسی ہی ہون مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ نہ چل سکے وہ بھی انھین تینون میں ملا لیا جاویگا یا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو تو وہ بھی داخل ان اجناس میں ہوگی اور آدمی میں اوسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت اوسپر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہے کہ کپڑے میں رعایت اوس مقدار کی ہوگی جو دیندار کے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جسمین کرتہ دوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر جنس میں دوسرے کی حاجت نہیں اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیئے اور یہ نچاہیئے کہ باریک کپڑے کی تلاش کیجاوے یا جہاں مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین کیونکہ یہ امر بے حاجت ہے غرضکہ شمار میں تو ایک پر کفایت کرنی چاہیئے اور قسم میں سب سے ادنی پر کفایت چاہیئے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہو جاوے اور غذا کی مقدار روز

رات میں ایک مد یعنی قریب ڈیڑھ پاو چھٹانک اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع میں مقرر ہوئی ہے
اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کھاتے ہیں اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد
از حاجت ہے اور بالکل ترک کردینا بھی تکلیف ہے اسلیے کبھی کبھی اوسکے طلب کی اجازت
ہے باقی رہا مسکن اوسکی مقدار کم سے کم اوسقدر چاہیے کہ کافی ہو اسمیں کچھہ زینت کی قید
نہیں ہے زینت یا مکان کے پختہ کرنے کے لیے مانگنا بلاحاجت سوال میں داخل ہے جسکی
حرمت حدیث مذکورہ بالا میں گذری۔ اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو
جس چیز کی ضرورت کہ سردست آدمی محتاج ہے وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے
اور پہنچنے کی جگہ ہے اسکی ضرورتیں جو ہوتی ہیں تو کچھ شک نہیں مگر آیندہ کے لیے اگر
سوال کرے تو اوسکے تین درجے ہیں ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے دن ہوگی
دوم یہ کہ اوسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن میں ہوگی سوم یہ کہ برس میں اوسکی حاجت ہوگی
اب اس باب میں تو ہم حکم قطع کرتے ہیں کہ جسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکو اور اگر عیالدار ہو تو
اوسکے کنبہ کو برس بھر کے لیے کافی ہو تو اوسکو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت
درجے کی توانگری ہے اور حدیث شریف میں جو پچاس درہم مذکور ہیں وہ مقدار اسی توانگری
کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہیں
عیالدار کو غالبا کافی نہونگے اور اگر اوس شی کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا
چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کے وقت بھی موقع سوال جاتا نہ رہیگا اور سوال پر قادر
اوسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سردست اوسکو اوس شی سے استغنا ہے
اور ہو سکتا ہے کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مر جاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہو
کیا فائدہ اس صورت میں ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور اسی حالت کا بیان ہے
اوس حدیث میں جسمیں مقدار توانگری اسیقدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع
سوال اوسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگے گا تو سوال مباح ہے
اسلیے توقع زیست کی برس دن تک کرنی کچھ محال نہیں اور سوال کی تاخیر سے اس بات کا
خوف ہے کہ عاجز اور بیقرار رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا۔ پس اگر خوف سوال
سے عاجز ہو جانے کا آیندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے
خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہوگا اور کراہت اوسیقدر ضعیف ہوگی جسقدر

اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور حرص نہ ہونے میں حاجت سوال کی ہوتی
اوسکی تاخیر میں اختلاف ہوگا اور ان باتوں میں سے ہر ایک کا ضبط نہیں ہو سکتا بلکہ یہ
امور بندے کے قیاس پر متعلق ہیں کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اوسکے اور خدای تعالی
کے درمیان میں ہے اوسکو تامل کرے اور دل سے فتوی لیکر اوسکے موجب عمل کرے اگر
راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہو اور اعتماد رزق کے آنے کا آئندہ کو
کامل رکھے اور سرویست کی قوت پر قناعت کرے تو اوسکا درجہ خدای تعالی کے نزدیک
بہت بڑا ہے پس جب خدای تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اوسکے اور اوسکے عیال کے
لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور
کسی چیز سے نہوگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (ف۱)
اور فرمایا اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا (ف۲)
اور سوال بھی وہ بری چیزوں میں سے ہے جو ضرورت کیواسطے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کے واسطے
مانگے جو اوس روز نہ رکھتا ہو گو سال میں اوسکی ضرورت لاحق ہو اوسکا حال اوس شخص کی نسبت
سخت تر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اوسکو برس روز کے بعد کی حاجت کے واسطے
رکھ چھوڑے اور یہ دونوں ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہیں مگر ان دونوں
کاموں کا منشا محبت دنیا اور طول امل اور نہ اعتماد کرنا خدای تعالی کے فضل پر ہے
جو اصل مہلک چیز ہے خدا سے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

دسوان بیان سالکین کے احوال میں

حضرت بشر رح فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہیں ایک وہ کہ سوال نہ کرے اور کوئی شے دے تو نہ لے
ایسا شخص علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ
شے دے تو لے لے تو یہ شخص مقربین کے ساتھ جنات فردوس میں رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت
کے وقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین میں سے سچوں کے ساتھ ہوگا غرض سب کا
اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے
حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے اونکے پاس
تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یاروں میں سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق رح
نے فرمایا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ اگر اونکو کوئی کچھ دے تو شکر کریں اور نہ دے

ف۱ سو مت ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرو اگر ہو ایمان رکھتے ۱۲

ف۲ شیطان وعدہ دیتا ہے محتاجی کا اور حکم کرتا ہے بیحیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے اپنی بخشش اور فضل کا ۱۲

تو صبر کریں اور اپنی دانست میں چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی
گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا کہ بلخ کے کتوں کو تمنے ہمارے لیے ایسا
چھوڑا ہے اونہوں نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہیں آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس
فقیر ایسے ہیں کہ اگر اونمیں کوئی کچھ نہ دے تو شکر کریں اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو
ترجیح دیں اور وہ مال واپس ہو الکرین حضرت شقیق رح نے اونکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد
سچا فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے
باب میں بہت ہیں سالک طریق آخرت کو اونکا پہچاننا اور اونکے تقسیم کا جاننا اور درجہ
اقبال و فنا کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہیں جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال تک
نہ پہونچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک بسا اوقات آدمی کا راستہ ہے انسان احسن تقویم میں
پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین میں اوتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلیٰ علیین کی طرف ترقی کرے اور
جو شخص پستی اور اوج میں تمیز نہ کریگا وہ یقینا ترقی نہ کر سکیگا بلکہ اوسمیں شک ہے کہ [illegible]
اور پیچھے کی جگہ سے ترقی پر قادر ہو۔ اور ارباب احوال کیسی اعلیٰ حالت تک پہونچیں سے گر وہ
منتہی اس بات کی مقتضی ہے کہ سوال کے باعث اونکے درجات کی ترقی ہو گئی ہے اور انکے نزدیک
حال کی نسبت سے کہ مدار کار اعمال کا نیت پر ہے مثلا روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت
ابو الحسن نوری رح کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض مواقع پر لوگوں سے سوال کرتے ہیں وہ
بزرگ کہتے ہیں کہ مجھکو اونکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کرنا مناسب نہیں پھر میں حضرت
جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور اونکی خدمت میں اونکا ماجرا ذکر کیا اونھوں نے فرمایا
کہ نوری کے اس فعل کو برا سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگوں سے اسلیے لیتے ہیں کہ اونہیں کو دینا
یعنی اونسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت میں اونکو ثواب ملے اور انکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس
قول میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف کہ آپنے فرمایا کہ یَدُ المُعطی
ھِیَ العُلیا یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی بعض لوگ یہ فرماتے ہیں کہ معطی کے
ہاتھ سے عوض مال کے لینے والے کے ہاتھ سے ہے اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور
اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہیں پھر حضرت جنید رح نے فرمایا کہ ترازو لے آو جب ترازو
آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر اون سو میں ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور
اونکو دیدو راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہیں کہ

مسلم بروایت [illegible] ۱۲

تو اور معین ہو جاتا ہے مگر اونھون نے ایک سو کو تولکر اوس مین سے بے گنتی پھر کچھ ملا دیے سو جب تو اونکی
سمجھ مین آیا اور اوسکے پہچاننے سے ہوشیار ہوئے تھے جیسا کہ آئی آخر تھیلی کو مین حضرت نوری رح کے پاس لایا اونھون نے
فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید رح کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا کہ مین
کچھ نہین لیا کرتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہون وہ لیے لیتا ہون اونکی اس بات سے مجھے
اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے اونسے پوچھا اونھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا
کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اونسے سو جو تولے تھے تو خود آپنے ہمکو ثواب آخرت
کے لینے کے لیے تولے تھے اور اوسپر جو کچھ بے تولے ڈالے وہ اللہ کی نسبت سے ڈالے
تو مین نے جو خدا کے واسطے تھے اونکو لے لیا اور جو اونکے نفس کے تھے اونکو واپس کر دیا راوی
اون روپیون کو حضرت جنید رح کی خدمت مین لائے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا
مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا خیر خداے تعالی مالک ہے غنی ہے دیکھنا چاہیے کہ اون لوگون کے دل
کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالی کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کے دل کا
حال بدون گفتگو زبانی دلون کے مشاہدہ اور کشف سے معلوم ہو جاتا تھا اور یہ ثمرہ اعمال ... کا
دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونے کا ہے پس جو کوئی اس
بات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اوسکے درست آور
ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ
دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دوا کو درست آور
سنے اور اوسکو کسی اندر کے روگ سے درست آوین تو وہ اوسکے درست آور ہونے سے ہی
انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کم ہے مگر پھر بھی جہالت مین
ایسا شخص کچھ کامل ہی ہے اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ رستہ
چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہے اوسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا
اور عین الیقین کے درجہ کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ رستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اوس مرتبہ
نہین پہونچا مگر اوسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہے اس شخص کو درجہ علم الیقین کا ہے عین الیقین
تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین
تو وہ ایماندارون کے زمرے سے خارج ہے قیامت کے روز منکرون اور تکبر والون کی
جماعت مین اوٹھے گا جنکے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خداے تعالی سے ہم پنا

مانگتے ہیں کہ ہمکو علم میں سچے لوگوں میں سے کر دے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہے آمنا بہ (۱)
کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

دوسری فصل زہد کے حال میں اور اوس میں پانچ بیان ہیں

اول بیان زہد کی حقیقت میں

جاننا چاہیے کہ دنیا میں زہد کرنا سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کی طرح علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے جمع کرتے ہیں طرف عقد اور قول اور عمل کے انہیں سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اوس سے باطن کا حال کھلتا ہے ورنہ خود قول مقصود بالذات نہیں اور اگر قول ایسی طرح پر صادر نہو کہ باطن سے ہو تو اوسکو اسلام کہتے ہیں ایمان نہیں کہتے۔ اور علم سبب حال کا ہوتا ہے گویا حال اوسکا ثمرہ ہے اور حال کا ثمرہ عمل ہے تو اب ہم حال کو اوسکے دونوں طرفوں یعنی علم و عمل کے ساتھ بیان کرتے ہیں پس زہد اوس حال کا نام ہے لیکن یہ ہے کہ رغبت ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف کہ اوس سے بہتر ہو رغبت کرنی تو جو کوئی ایک شی سے دوسری کی طرف توجہ کرتا ہے خواہ معاوضہ سے یا بیع سے تو ظاہر ہے کہ جس سے رغبت دور کرتا ہے اوس سے منہ پھیرتا ہے اور جسکی خواہش ہوتی ہے بدلہ اوسکا راغب ہوتا ہے تو اول شے کے لحاظ سے اگر اوس شخص کا حال دیکھا جاوے تو اوسکو زہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کر رغبت اور محبت کہینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزیں چاہییں ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسری وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شے کی نسبت اچھی ہو اور اول شے میں بھی یہ شرط ہے کہ کسی وجہ سے اوسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹائے جو خود مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑے کیونکہ مٹی پتھر کیطرف رغبت نہیں ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تاکہ اوسکی رغبت غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جب تک نہیں بیچتا جب تک کہ اوسکے نزدیک مبیع سے اوسکا عوض بہتر نہیں ہوتا تو بائع کا حال مبیع کی نسبت کہ بیع میں داخل ہے اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت میں شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید میں ارشاد ہے وشروہ بثمن بخس (۲)

دراہم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت میں شرا کے معنی بیع کے ہیں اور برادران
یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ اونھوں نے یوسف میں زہد کیا یعنی اونھوں نے
طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور یہ امر اونکے نزدیک یوسف علیہ السلام
کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع میں اونکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا
کہ دنیا میں زاہد وہ کہلاویگا جو اوسکو آخرت کی عوض چھوڑ ڈالے اور جو شخص اسکا عکس کرے
یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے وہ آخرت کے حق میں زاہد ہوگا مگر عادت یوں ہی
کہ زہد خاص دنیا ہی میں بولتے ہیں کہ اوسکو زاہد کہتے ہیں جیسے الحاد اوسی میل کو کہتے ہیں جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت میں
صرف میل کا نام الحاد ہے حق کی طرف ہو یا باطل کی۔ اور یہ اونہا اگر رہ میں یہ قید ہے کہ
فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے رغبت ہو تو ظاہر ہے کہ جسچیز سے مشغول ہوگی جب اوس شئی کی نسبت کسی
دوسری چیز محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اوس سے زیادہ
محبوب کے محال ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل
اوٹھالے یہانتک کہ بہشتوں سے بھی غرض نرکھے صرف محبت الہی کی ہی رغبت ہو
تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ خطوظ دنیاوی سے تو دل اوٹھالے اور خطوظ آخرت میں رغبت
نکرے بلکہ حور و قصور اور نہروں اور میووں کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی
نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑ دے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو
چھوڑ دے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے
تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اوسکا زاہدوں میں ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنے
والوں میں اوس شخص کا ہے جو بعض گناہوں سے توبہ کرے مگر یہ پیدا اوسکا درست ہے
جیسے توبہ بعض گناہوں سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور
زہد مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت میں سے ہوں اور یہ کچھ دشوار نہیں ہے کہ
آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر تو قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہو جیسے کہ ممنوعات کی
ترک میں بھی یہ امر بعید نہیں اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کر دے وہ زاہد نہ کہلاویگا
ہر چند اوسنے ممنوعات میں زہد کیا اور اوسنے دل اوٹھا لیا لیکن اصطلاح میں زہد مباحات کے
چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ زہد یا اوسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر
آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کر کے اللہ تعالی کیطرف رغبت کرے

ثابت ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ اور آخرت کی نفاست پر اس آیت میں اشارہ ہے وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ جس میں بتلا دیا کہ علم جوہر کی نفاست کا اوسکی عوض سے دل اوٹھا دیا کرتا ہے اور چونکہ زہد بدون معاوضہ اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہیں ہو سکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی مناجات میں یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کر دے جیسی تیرے نزدیک ہے پس اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسطرح مت کہہ یوں دعا کر کہ الٰہی دنیا میری سمجھ میں ایسی کر جیسی تو نے اپنے نیک بندوں کے نزدیک اوسکو کیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہے جیسی وہ واقع میں ہے اور ہر ایک مخلوق اوسکے جلال کی نسبت کہ حقیر ہے اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہے تو اوس شی کی نسبت کرتا ہے جو بندے کے لیے بہتر ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ گھوڑے کا بیچنے والا گو اوس سے دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو جانتا ہے کیونکہ ان چیزوں کی تو اوسکو حاجت نہیں ہوگی مگر گھوڑے سے مستغنی نہیں اور اللہ تعالیٰ بذات خود ہر ایک ما سوا سے غنی ہے وہ ہر ایک چیز کو اپنے جلال کے سامنے ایک ہی درجہ میں سمجھتا ہے اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہے نہ اپنے جلال کے لحاظ سے اور زاہد وہ ہے جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہے نہ دوسرے کے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ خدا تعالیٰ جسطرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہے اوس طرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہونی متصور نہیں اوسکی دعا بھی سنجی ہے۔ باقی رہا عمل جو حال زہد سے صادر ہوتا ہے وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہے کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز سے ادنیٰ کا ہے تو جیسے بیع و شرا میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ مبیع کو ترک کر کے اپنے قبضے سے نکالے اور اوسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد میں بھی یہ غرض ہے کہ جس چیز میں زہد کیا اوسکو یعنی دنیا کو مع تمامی اسباب و لوازم و علائق سے ترک کرے یہانتک کہ اوسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات دل میں آ جائے اور جو چیز دل میں سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکل جائے اور آنکھ وغیرہ اعضا وظائف طاعات پر مداومت کریں ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی مبیع تو مشتری کو دیدے اور اوس سے زر ثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد

توکہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے ۱۲

اور جو لوگ علم دیے گئے تھے وہ بولے کہ خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے اوسکو جو یقین لاوے ۱۲

ابو منصور دیلمی نے فردوس میں مختصراً بروایت ابی العصر اور ابو منصور نے اسکی سند نہیں لکھا ۱۲

حسب مذکورہ بالا ہو جاوین تو اوسکو فرد ہے کہ یہ معاملہ نفع کا ہوا کیونکہ جس شخص سے معاملہ
ہوا ہے وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب
کے لیے دیڈالے اور اوسکی تلاش ہی سے گرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنے والا معتبر اور
وعدے کا سچا اور دینے پر قادر ہے تو بیشک اوسکو مال مطلوب دیگا اسیطرح یہ معاملہ
خداہی تعالی کے ساتھ ہے جسمین سب صفات مذکور بدرجہ کمال موجود ہین پس اس معاملہ کی
نافع ہونے مین کیا شک ہے - اور جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس سے کھوے اوسکا زہد کبھی
نہین درست ہوگا شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار ۔ زاہد نتوان بود گر بیست آر
یکوجہ اللہ تعالی نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد دنیا مین کے باب مین
ذکر نہین فرمائی ہرچند دونون کے لیے کوشش کی کہ یوسف اور اوسکا بھائی ہمارے
باپ کے نزدیک ہم سے بہتر ہین اور اونکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا
چاہتے تھے حتی کہ ایک کی سفارش کے باعث بیچنے دیا اسی جہت سے اونکے باب مین
زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے نکالنے کا قصد کیا تھا جسکے
وصف یہ ہے خداہی تعالی نے اونکو موصوف نکیا بلکہ جب بیچ چکے اور بیچ ڈالا تو زاہد فرمایا
اس سے معلوم ہوا کہ بیچنا دینا علامت رغبت کی ہے اور باہر سے نکال دینا علامت زہد
کی - پھر اگر تم اپنے قبضے مین سے دنیا کچھ تو نکال دو اور کچھ باقی رکھو تو زاہد اوسیقدر مین
ہوگے جسکو قبضے مین سے نکال دیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمہارے پاس کچھ
مال ہی نہوا اور دنیا موافق نہو تو بھی تم سے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو
قدرت ہی نہین اوسکے چھوڑنے کے کیا معنی - اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور
یہ سوجھائے کہ دنیا گو تمہارے پاس نہین آئی تم اوسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے
کہ اوسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد
مضبوط خداہی تعالی کیطرف سے رکھتے ہو اسلیے کہ جب تک تم قدرت کے وقت کو نہ جان
لوگے تب تک کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے
گمان مین گناہ کو برا جانتے ہین جب تک کہ اوسپر دسترس نہین ہوتی مگر جب اوس
گناہ کے لوازم اونکو میسر ہو جاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا
تو اوسمین مبتلا ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال گناہون مین یہ ہے تو اگر

مباحات میں یہ وعدہ کرے اور پھر کچھ اعتبار کر لے۔ اور نفس کا عہد نہایت سست ہے
تو اوسکا امتحان چند بار قدرت کے وقت کر لیا اور جب اپنے وعدہ کو ہمیشہ پورا
کرتے ہوا اوسکو کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہ ہو تب کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ نفس جب
کسی چیز کا قصد کرے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ اوسکے بدل جانے سے بھی خوش رہے تو
اس لئے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کر جاتا ہے حاصل یہ کہ
نفس سے امن جب ہی ہے جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کر دے اور اس صورت میں بھی امن صرف
اوسی متروک چیز کی نسبت کہ ہوگا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو۔ ابن ابی لیلیٰ نے
ابن شبرمہ سے کہا کہ تم اس بوریا باف زادہ یعنی امام ابوحنیفہ کو نہیں دیکھتے ہو کہ جس
مسئلہ میں ہم فتویٰ دیتے ہیں اوسکو رد کر دیتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم
نہیں کہ وہ بوریا باف کے بیٹے ہیں یا کیا ہیں اتنا جانتا ہوں کہ دنیا انکے پاس آئی تو وہ
اوس سے بھاگے اور ہم سے دنیا بھاگی تو ہم نے اوسکی طلب کی یعنی آپ باوجود قدرت کے
دنیا میں نہ پڑے کیا یہ کتنا فضل ہے اسی طرح زمانہ فضیلت نشانہ جناب رسالتمآب میں مسلمانوں نے
کہا کہ ہم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اوسکی محبت کونسی چیز
کرنے سے ہے تو ہم وہی کرتے اوسوقت یہ آیت اوتری وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ
اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو اون تھوڑوں میں سے ہے اور وہ فرماتے ہیں
کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا سے محبت رکھتے ہیں مگر اس
آیت کے اوترنے سے معلوم ہوا مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ
اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہیں کہ مال کو ترک کرے اور اوسکو سخاوت اور جوانمردی
کی راہ سے خرچ کر ڈالے یا بطور دلوں کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دے دے
کیونکہ یہ باتیں اخلاق عمدہ میں سے ہیں اونکو عبادت میں کچھ دخل نہیں زہد اسی کا
نام ہے کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کر دے ورنہ ہر ایک قسم
ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اوسکا ترک یا براہ مروت
یا سخاوت یا خوش خلقی سے ہوتا ہے زہد نہیں ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلوں کا مائل
ہونا یہ لذات دنیاوی ہیں اور مال سے زیادہ لذیذ ہیں اور جس طرح کہ مال کو علم کے طور پر

دنیا اور جو چیز کی طمع رکھنی زہد نہیں ہے اسیطرح مال کا اس طمع سے دنیا کہ نام ہوگا یا
لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہوگی یا اس خوف سے دنیا کہ پاس رکھنے سے
اسکی حفاظت مین محنت و مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہوں
میلان اور امراء کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہیں بلکہ ایک لذت دنیاوی
چھوڑکر دوسری کا حاصل کرنا ہے زاہد وہی ہے جسکے پاس دنیا بے تعلل و غش ذلیل ہوکر
آوے اور وہ اوس سے لذت لینے پر قادر ہو اسطرح کہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی
ہوتی ہو نہ اور کسیطرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس خوف سے
چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب ہو جاوے گا
اور خدا تعالی کی محبت مین مشرک ہوگا یا اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اسکے
چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے
اور عورتوں اور لونڈیوں سے ہم بستر اسواسطے نہو کہ جنت مین حور عین سے صحبت ہوگی
اور باغوں کی سیر جنت کے باغوں اور گلزاروں کی توقع پر ترک کرے اور زینت و
سامان جنت کی آرائش و تجمل کی طمع سے چھوڑے یہان کے لذیذ کھانوں سے اس وجہ
لذات ملے کہ جنت کے میوون پر لطف ملینگے اور اس بات کا ڈر نہو کہ وہان کوئی یہ کہیگا
أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا غرضکہ تمیع اون باتون کو جو جنت مین وعدہ ہے
دنیا کی بے عمل و غش چیزوں پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھ آخرت مین ہے وہی بہتر
و پایدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہین سب معاملات دنیوی فانی اور بے فائدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین

اللہ تعالی فرماتا ہے فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَقَالَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ اس آیت مین زہد کو علما کیطرف
منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہے اور
فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اسکی تفسیر مین مفسرین نے فرمایا
کہ جنھون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مرد ہین اور فرمایا إِنَّا جَعَلْنَا مَا
عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کونسا

زیادہ ناپسند ہے دنیا میں اس سے معلوم ہوا کہ زہد کو حسن کمال فرمایا اور فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ
حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ
فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ اور فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا
مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى
اور فرمایا اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ یہ صفت کفار کی ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہ ہے جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنی آخرت کی محبت
دنیا پر چاہتا ہو۔ اور احادیث میں سے جو دنیا کی مذمت میں وارد ہیں وہ بہت ہیں چنانچہ
اونمیں سے کسیقدر ہم جلد ثالث میں لکھ آئے ہیں کیونکہ محبت دنیا مہلکات میں سے
ہے اوس جلد میں مذکور ہیں اور اب ہم بغض دنیا کی فضیلت لکھتے ہیں جو منجیات میں سے ہے اور وہی
زہد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہو اللہ تعالی اوسکا
کام ابتر اور بڑی پریشان کر دیتا ہے اور افلاس اوسکے پیش نظر کرتا ہے اور اوسکو دنیا سے
اوسیقدر آتا ہے جتنا اوسکے لیے لکھا ہوا ہے اور جس شخص کو صرف آخرت کا فکر ہو اللہ تعالے
اوسکی ہمت مجتمع رکھتا ہے اور اوسکی معیشت کو محفوظ رکھتا ہے اور تونگری اوسکے دل میں ڈالتا ہے
اور ہر اوسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو
دیکھو کہ اوسکو سکوت اور دنیا میں زہد ملا ہے تو اوس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہے
حکمت کو۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا
اور ہوا سطے کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس روز دنیا میں زہد کرے خدا تعالی اوسکے دل میں چشمے
حکمت کے جاری فرماتا ہے اور وہی اوسکی زبان سے نکلواتا ہے اور بعض اصحاب نے جو مروی ہے
کہتے ہیں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ کل مومن
مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ پرہیزگار
اور صاف آدمی ہے جسمیں نہ خیانت ہو نہ کھوٹ نہ سرکشی ہو نہ حسد ہمنے عرض کیا کہ اوسکے بعد
کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ اَلَّذِي يَشْنَأُ الدُّنْيَا وَيُحِبُّ الْآخِرَةَ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ
برا آدمی وہ ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِنْ اَرَدْتَ
اَنْ يُّحِبَّكَ اللهُ فَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا اسمیں زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خدا تعالے
دوست رکھتا ہو وہ اعلی درجات میں پہونچتا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا میں زہد کرنا افضل

مقامات میں سے ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہے کہ دنیا سے دوستی کرنے والا خدا کی بغض میں
مبتلا ہوتا ہے اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے یہ ارشاد ہے کہ الزہد والورع
یجولان فی القلب فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا ارتحلا
اور جبکہ حضرت حارثہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یقینا ایماندار
ہوں آپنے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے
نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اور سکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہیں گویا
میں جنت اور دوزخ میں ہوں اور گویا میں اپنے رب کے عرش کے پاس کھلا ہوا ہوں آپنے
فرمایا کہ تمنے سمجھا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے
روشن کیا ہے ۔ لیس دیکھنا چاہیے کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے
شروع کیا اور پھر اوسکو یقین سے متصل کیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے روشن کیا
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں فَمَن يُرِدِ اللّٰهُ اَن يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ پوچھا کہ شرح کیسی ہے آپنے فرمایا کہ نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو
اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہے آپنے فرمایا کہ ہاں پہچان
یہ ہے کہ دار فانی یعنی دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر   حلیہ و ابن عساکر در تاریخ ۱۲
اوسکی تیاری کرلینی ۔ تو دیکھیے کہ آپنے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنی علامت اسکی دنیا
علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ہی تعالی
سے جتنا حق شرمانے کا ہے شرماؤ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالی سے شرماتے تو ہیں آپنے
فرمایا کہ ایسا نہیں اسلیے کہ مکان بناتے ہو جنمیں نہیں رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہیں کھاتے
اس حدیث شریف میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں باتیں خدا ہی تعالی سے حیا کرنے کے خلاف
ہیں ۔ اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپکی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہیں آپنے
فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہے اونھوں نے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے وقت
اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت میں اور حکم الٰہی پر راضی رہنا اور دشمنوں پر جب مصیبت آوے
تو اونپر شماتت نکرنا آپنے فرمایا کہ اگر تم واقع میں ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہیں اسکو
اکٹھا کرنا اور جسمیں نہ رہنا ہو اوسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اوسکی رغبت مت کرنا نہیں

اس حدیث مین یہہ کہا ہے کہ اونکے ایمان کا تتمہ فرمایا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہیگا اس طرح کہ اوسمین
دوسری چیز نملاوے تو اوسکے لیے جنت واجب ہے حضرت علی رض نے اوٹھکر عرض کیا کہ میرے
پدر و مادر آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز نملانے سے کیا غرض ہے اسکی صفت یا تفسیر
فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اوسکی پیروی کے لیے اوسکو دوست رکھنا اور بعضے
لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولون کے سے کہتے ہین اور کام جبار و ظالمون کے سے کرتے ہین تو جو
کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اوسمین کچھہ نہو تو اوسکے لیے جنت واجب ہے اور
ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت یقین مین سے ہے اور یقین والا دوزخ مین نجاویگا اور بخل
شک مین سے ہے اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نجاویگا اور یہہ بھی ایک حدیث مین وارد ہے
کہ سخی اللہ تعالی سے قریب ہے لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالی سے دور
اور مخلوق سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا
ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہے۔ اور حضرت ابن عمر رض
حضرت ابوذر رض سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالی اوسکے دل مین
حکمت داخل کرتا ہے پھر اوسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اوسکو دنیا کا مرض اور اوسکی دوا
دونون بتلا دیتا ہے اور اوسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکال لیجاتا ہے اور
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھہ ایسی اونٹنیون پر گذرے
کہ وہ بہت دودہہ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت عجیب
اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ اونمین سب طرح کے فائدے تھے کہ باربرداری اور گوشت
اور دودھا اور اونکے لیے مفید تھین اور اسی وجہ سے کہ اس مال کی عظمت اونکے دلون مین
تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اون اونٹنیون کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کرلین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہہ تو ہم لوگونکا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو منع فرمایا ہے پھر آیت پڑھی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا
مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ اور مسروق رض حضرت عائشہ رض سے
روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپکو کھانا کھلاوے اور آپکی
بھوک کی حالت دیکھکر مین رو پڑی آپنے فرمایا کہ ای عائشہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین
میری جان ہے اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو
اللہ تعالی اونکو جہان مین چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو
سیری پر اور یہان کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا ای عائشہ دنیا
محمد اور آل محمد کو مناسب نہین ای عائشہ اللہ تعالی نے رسولون مین سے اولوالعزمون کے
لیے یہی پسند کیا کہ دنیا کی برائی پر صبر کرین اور اوسکی محبوب چیز سے رکے رہین پھر میرے لیے
پسند کیا کہ جس بات کا اونکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیسا کہ کلام مجید مین ارشاد ہے
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ قسم خدا کی مجھے اوسکی فرمانبرداری سے مفر نہین دیکھتا اور
جیسا اونھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنی حتی الوسع کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے
قوت بھی کسی کام کی نہین۔ اور حضرت عمر رض کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپکے وقت مین بہت
فتحین ہوئین تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المؤمنین رض نے آپ کی خدمت مین عرض کیا
کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کرین تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے اور
کچھ کھانے کو پکوا لینے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت
عمر رض نے فرمایا کہ ای حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اوسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے
اونھون نے عرض کیا کہ درست ویسا ہے آپنے فرمایا کہ مین تجھے بقسم پوچھتا ہون کہ بھلا
تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپنے اور اونکے
گھر والون نے صبح دن کا کھانا شکم سیر ہوکر نہ کھایا مگر رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دن کو
بھوکے رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسون پیغمبر تھے مگر
خرما سے بھی کبھی اونھون نے یا اونکے گھر والون نے شکم سیر نکیا یہان تک کہ اللہ تعالی نے
خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا سو آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا
پھر آپنے اوس دسترخوان کو اوٹھوا دیا اور کھانا اوس سے کچھ نیچے زمین پر رکھا گیا
اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دوتہ کرکے اوسپر سویا کرتے تھے
ایک رات کسی نے اوسکو چار تہ کر دیا آپنے اوسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو

ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے جاگنے سے روکا پس اسی کمل کی ایک تہ کر کے بچھایا
کرو۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کیواسطے اوتار کر
اوڑھ کر بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت بلال رض آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا
نہیں ہوتا تھا کہ اوسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب یہی کپڑے سوکھتے تو اونکو پہنکر نکلتے
اور ہمکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عورت نے بنی ظفر میں دو چادریں
ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور اونمیں سے ایک ایسی چھوٹی تھی کہ دوسری جب تک
چار نہ تھی آپ ایسی ہی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوئے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا
اور اسکے دونوں کنارے گردن کے پاس گرہ لگالی تھی اور اسیطرح نماز پڑھی۔ غرض حضرت عمر رض نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رض رونے لگیں اور خود بھی روئے
اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپکی جان نکل جاویگی اور بعض روایات میں حضرت عمر رض کا
قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپنے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب میں اگر
اونکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسری راہ طے کرایا جاویگا اور میں بخدا اونکی سی
زندگی پر صبر کرونگا تاکہ اون دونوں کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤں اور حضرت ابو سعید خدری رض
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیا فقر میں
مبتلا کیے جاتے تھے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور پھر جوؤں سے اونکا امتحان ہوتا تھا
کہ اتنی جوئیں ہو جاتی تھیں کہ قریب تھا کہ اونکو مار ڈالیں مگر یہ حالت اون لوگوں کو زیادہ محبوب
تھی بنسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو۔ اور حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو
ساگ کی سبزی اونکی لاغری کی جہت سے پیٹ میں سے معلوم ہوتی تھی۔ غرضکہ اللہ تعالی کے
انبیا اور رسول خلق کی نسبت خدا تعالی کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے
زیادہ واقف تھے اونکا زہد میں یہ حال تھا۔ اور حضرت عمر رض سے ایک حدیث میں وارد ہے
کہ جب یہ آیت اوتری وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درہم یعنی روپیہ
اشرفی کی حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خدا تعالی نے
سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع کر دیا اب ہم کونسی چیز جوڑیں آپنے فرمایا کہ تمکو

ح
بزار بروایت ابو درداء
ح
ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت بسند ضعیف
ح
ابن ماجہ گر اس میں ذکر جوؤں سے امتحان کا نہیں

ح
ابن ماجہ و ترمذی مگر اونمیں دنیا کی خرابی اور درہم کی خرابی کا ذکر نہیں اسکو طبرانی نے

یہ باتیں حاصل کرنی چاہییں زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیک بخت کہ خاوند کو امر آخرت میں
اوسکی مدد کرے اور حضرت حذیفہ رض سے یہ حدیث مروی ہے من آثر الدنیا علی الآخرۃ
ابتلاہ اللہ بثلاث ھما لا یفارق قلبہ ابدا و فقرا لا یستغنی ابدا و حرصا
لا یشبع ابدا اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ
نہ مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کے محبوب نہو اور جب تک کہ شئی کی قلت کثرت کی نسبت
پسند نہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہے اوس سے اوتر جاؤ اوسپر عمارت
مت بناؤ اونسے لوگوں نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بناویں
جسمیں اللہ تعالی کی عبادت کریں آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ اونہوں نے عرض کیا
کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے ٹھہرے گی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو
تو سارے سنگستان مکہ کو تمھارے لیے سونا کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو منظور
نہیں بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا رہوں
تو تیری درگاہ میں تضرع اور دعا کیا کروں اور جس دن میں شکم سیر ہوں اوس دن تیری حمد و ثنا
کروں اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلے گئے
اور حضرت جبریل علیہ السلام آپکے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے جبریل قسم ہے اوس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ شام کو آل محمد
کے پاس مٹھی ستو کی ہوئی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نہ پائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے ایک
کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا
ہوا حضرت جبریل نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ جب آپ کا کلام سنے
تو نیچے اوترے ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ
اللہ تعالی نے جو کچھ تمنے کہا تھا وہ سنا اب مجکو زمین کی کنجیاں لیکر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے
کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور
سونے چاندی کا کرکے تمھارے ساتھ پھروں اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو
نبی اور بندہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپکیطرف اشارہ کیا کہ اللہ کیواسطے تواضع
کیجیے آپ نے تین بار فرمایا کہ میں رسول و بندہ رہونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب

اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو دنیا مین زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا
رغب اور اپنے عیبون کا بینا بنا دیتا ہے۔ اور ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ دنیا مین زہد کر
خدا تعالیٰ تجھکو محبوب جانے گا اور لوگون کے ہاتھ کی چیزین زہد کر کہ لوگ تجھکو محبوب جانینگے
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُؤْتِیَهُ اللّٰهُ عِلْمًا بِغَیْرِ تَعَلُّمٍ هُدًی
بِغَیْرِ هِدَایَةٍ فَلْیَزْهَدْ فِی الدُّنْیَا اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ مَنِ اشْتَاقَ
اِلَی الْجَنَّةِ سَارَعَ اِلَی الْخَیْرَاتِ وَمَنْ خَافَ مِنَ النَّارِ لَهَا عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ تَرَقَّبَ
الْمَوْتَ تَرَکَ اللَّذَّاتِ وَمَنْ زَهِدَ فِی الدُّنْیَا هَانَتْ عَلَیْهِ الْمُصِیْبَاتُ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزین ایسی
ہین کہ بدون مشقت نہین ملتین اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت
ذکر چہارم شی کی قلت۔ اور انبیا علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے
مبعوث ہوئے تھے کہ اوس سے پھیر کر متوجہ آخرت کرین اور اونھون نے جو خلق سے کلام
کیے تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اوسکی محبت کی مذمت پر تھی اس جہت سے بغض دنیا کی سب
احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا اوسیقدر کافی ہے۔ اور آثار بھی
اسباب مین بہت ہین چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندون کیطرف سے خدا تعالیٰ
کے غصے کو ٹالتا رہتا ہے جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگین جو اونکی دنیا مین سے کم ہو گئی ہو
اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح ندین اور اگر
ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمے کے
کہنے مین سچے نہین ہو۔ اور بعض صحابہ رض سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہمنے
سب اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب مین دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نپایا اور بعضے
صحابہ رض نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب رض کی نسبت زیادہ کرتے ہو لیکن
وہ تم سے بہتر تھے کسینے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ وہ تمھاری نسبت کہ
دنیا مین زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رض کا قول ہے کہ دنیا مین زہد کرنا دل اور بدن کی
راحت ہے اور بلال بن سعد رح فرماتے ہین کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمکو
دنیا مین زہد کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اوسمین غفلت کرتے ہین اور ایک شخص نے حضرت
سفیان ثوری رح سے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھون آپنے فرمایا

جو شخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ خیرات کیطرف دوڑتا ہے اور جو دوزخ سے ڈرتا ہے وہ شہوات کو بھول جاتا ہے اور جو موت کا منتظر رہتا ہے

کہ علم جنت پر تو لکھی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہین - اور وہیب بن منبہ رح فرماتے ہین
کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین جب جنت والے اونکی طرف جاوینگے تو اونکے دربان
اونسے کہینگے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی ان دروازون مین زاہدون سے پہلے
کوئی نجاویگا جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباط رح نے
فرمایا کہ مین اللہ تعالی سے تین باتین چاہتا ہون اول یہ کہ جب مین مرون تو میرے پاس
ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسیکا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو - کہتے ہین
کہ اللہ تعالی نے تینون باتین اونکو عطا فرمائین روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا
کے پاس کچھ انعام بھیجا اونھون نے اوسکو قبول کر لیا اور حضرت فضیل بن عیاض کے پاس
جو دس ہزار درم بھیجے اونھون نے قبول نہ کیے اونکے بیٹون نے اونسے عرض کیا کہ اور
فقہا نے تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہین حضرت فضیل رو پڑے
اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ میری مثال اور تمھاری ایسی ہے جیسے کچھ لوگون کے پاس
ایک بیل تھا اوس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اوسکو ذبح کر ڈالا قبل اسکے کہ
اوسکے چمڑے سے منتفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ مین بوڑھا ہو گیا
بیٹو تمکو بھوک سے مرجانا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو - اور حضرت عبید
بن عمیر رح کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام اون پہنتے اور درختون کے پتے کھاتے نہ اونکا
کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کیواسطے کچھ نہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی
سو رہتے - اور ابو حازم رح کی بی بی نے اونسے کہا کہ یہ موسم سرما سر پر آگیا ہمکو غلہ اور
کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اوسکے بدون چارہ نہین اونھون نے فرمایا کہ ان
سب چیزون سے چارہ ہے چارہ اس سے نہین کہ مرینگے اور اوسکے بعد اوٹھائے جاوینگے
اور خدا تعالی کے سامنے کھڑے ہونگے پھر جنت ملیگی یا دوزخ - اور حضرت حسن رح
سے کسینے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہین دہوتے آپنے فرمایا کہ امر اس سے بھی
جلد تر ہے یعنی موت بہت قریب ہے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ہمارے
دلون پر تین پردے ہین جبتک وہ دور نہین ہوتے تبتک بندے پر یقین کھلتا
نہین ہوتا ایک موجودہ چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش
ہونا پس جب کوئی موجودہ چیز پر خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو

غصہ کرنے والا ہے اور غصہ والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے
تو عجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ
جس شخص کا دل زاہد ہے اوسکی دو رکعتیں اللہ تعالی کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت
کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہیں۔ اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جو چیزیں خدا تعالی نے ہمسے پھیر دیں اور ہمکو نہیں دیں اونمیں اوسکا انعام ہمارے اوپر
زیادہ ہے بنسبت اون اشیا کے جو ہمکو دی ہیں اور گویا اسمیں اس حدیث شریف کی طرف
اشارہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَحْمِیْ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْیَا وَھُوَ یُحِبُّہٗ کَمَا تَحْمُوْنَ مَرِیْضَکُمُ
الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُوْنَ عَلَیْہِ پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگوں کا
سلوک کھانے کے نہ دینے میں جسکا انجام صحت ہے دینے کی نسبت کہ زیادہ ہے جسکا ثمرہ
مرض ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور خانہ مصیبت
ہے نہ خانہ راحت جو اوسکو پہچان لیتا ہے وہ اوسکی وسعت پر خوش نہیں ہوتا نہ تنگی پر
رنج کرے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ کسی عابد کا عمل خالص نہیں ہوتا جبتک
چار چیزوں سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں
کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھہ رہا ہوں کہ دنیا کے کسی بات سے
خوش نہوتے تھے کوئی شئے اونپر آوے اور نہ کسی چیز پر رنج کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا
اونکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعضے پچاس برس اور ساٹھہ برس زندگی بسر کرتے تھے
اسطرح کہ نہ کبھی اوسکا کپڑا تہ ہوا نہ اونکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھہ بچھایا اور نہ اپنے گھر میں
کبھی کھانے کو کہا یا جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسار پر
بہاتے اللہ تعالی سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اوسکے
شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اوسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی
کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر سمجھا کہ گناہوں
سے نہیں بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الہی کے ساحل نجات پر پہونچے

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر میں اسمیں چار تقسیمیں ہیں ایک خود زہد کی
دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہیں
چوتھی احکام زہد کے پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بحسب تفاوت اپنی قوت کے

ح: اللہ تعالی اپنے مومن بندے کو دنیا سے بچاتا ہے حالانکہ وہ اوس سے محبت رکھتا ہے جیسے تم اپنے بیمار کو کھانے سے بچاتے ہو کہ اوسپر ڈرتے ہو ۱۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

تین درجے رکھتا ہے اول درجہ جو سب مین نیچے ہے یہ ہے کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی
خواہش بھی رہے اور دلکو میل اور نفس کو التفات دنیا کیطرف ہو مگر زاہد بتکلف اور مجاہدہ
سے اوسکو روکتا ہے ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے ایسے شخص کے
حق مین جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو
گلاتا ہے پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہے پھر نفس کو طاعات مین پگھلاتا ہے نہ یہ کہ
جو چیز جدا ہوگئی اوسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلاوے اور متزہد خطرے مین ہے کیونکہ
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا نفس غالب ہو جاتا ہے اور شہوت اوسکو کھینچتی ہے تو دنیا کیطرف
اور اوس سے آرام لینے کیطرف عود کرتا ہے خواہ تھوڑی چیز مین ہو یا بہت مین دوسرا درجہ
یہ ہے کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے یا بین وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہے اوسکی نسبت
دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درہم کو دو درہم کی طمع مین جانے دے کہ اوسکو اوس درہم کے
جانے کا رنج نہین ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہے اور
اوسکی طرف التفات کرتا ہے جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ مین نے ایسی چیز دیکر
عوض لیا اسی لحاظ سے اسطرح کا زاہد اپنے نفس پر ہو سکتا ہے کہ عجب کرے یا زہد پر عجب
کرے اور جانے کہ ہم نے ایک ایسی چیز چھوڑی جسکی کچھ قدر تھی اور اوسکے عوض اوس سے
زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہرحال یہ درجہ بھی نقصان کا ہے تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہے
یہ ہے کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد مین بھی زہد کرے یعنی اوسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ
سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے لے تو اسکو معاوضہ
نہ سمجھیگا اور یہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھ دیکر لیا ہے اور نہ اوس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا
اور دنیا کو اگر بلحاظ خداے تعالی اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور
خسیس ہے وہ اوس سے بھی زیادہ خسیس ہے پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہے اور سبب اس
زہد کا کمال معرفت ہے اور اسطرح کا زاہد خطرے سے محفوظ ہوتا ہے یعنی اسکو خوف دنیا کیطرف
التفات کا نہین جیسے موتی لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل مین چاہتا
کہ اس معاملے کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابو یزید رح نے ابو موسی عبدالرحیم
سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کرتے تھے اونھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے
اونھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو

ناچیز ہے زہد اوسمیں کیا ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اوسکی مثال
اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہے
ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار میں جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ
اوسکو جانے نہ دے اور یہ اوسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینکدے وہ کتا اوسکو شغل میں
لگے اور یہ دروازے میں گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار
اوسکے سپرد ہو جاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان
بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دیدیا ہے اسیطرح شیطان
خدا ہی تعالی کے دروازے پر کتا ہے کہ لوگوں کو اندر نہیں جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ
کھلا ہوا ہے اور پردہ اوٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کیطرح ہے کہ اگر اوسکو کھاؤ تو لذت صرف
چابنے کے وقت ہوتی ہے اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہے پھر اوسکا بوجھ معدے میں رہتا ہے
اور نوبت بدبو اور نجاست ہو جانے کی پہونچتی ہے پھر حاجت اوس بوجھ کے نکالنے کی
پڑتی ہے پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑے کہ سلطنت ملے اوسکو اس دنیا کا کیا خیال
ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہے گو اوسکی حیات سو برس کی ہو
آخرت کی نعمت کیطرف اوس سے بھی کم ہے جو لقمہ کو سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی
چیز کو بے نہایت چیز کیطرف کچھ نسبت نہیں اور دنیا اگر بالفرض ہزار برس بسیط ہو اور
بے خلل و غش ملے جب بھی متناہی رہیگی اور عیش جاودانی آخرت سے اوسکو کچھ نسبت
نہوگی اور جبکہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہیں تو پھر بھلا اوسکو آخرت سے
کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہے جب جس چیز میں زہد کیا ہے اوسکی قدر
التفات کرے اور اوسکی طرف جب التفات کریگا جب اوسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت
جانیگا اور اوسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہے اسلیے
سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ ہیں درجات زہد کے اور انمیں سے
ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہیں مثلاً متزہد آدمی جو صبر دنیا پر کرتا ہے تو بعضوں میں صبر
مشقت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی پر اوس درجے میں بھی
اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہے جسقدر اوسکو التفات
اپنے زہد کیطرف ہوگا اوسیکے موجب اوسکے درجے میں اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم ہوگی

اور ایسا عیش جنت کی کہ جسکو زوال نہین باقی ہمیشگی بلکہ لذات دیدار کو لذات جنت کیطرف ایسی
نسبت ہے جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگون کے مالک ہونے کو بہ نسبت لذت چڑیا پکڑنے
اور اوسکے کھیل مین مصروف ہونے کیطرف ہے جو لوگ طالب آسائش جنت ہین وہ اہل معرفت
اور صاحبدلون کے نزدیک ایسے ہین جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑ کر چڑیا سے
کھیلنے کا طالب ہوا اور یہ امر اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہے
نہ اسوجہ سے کہ چڑیا سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہے تیسری تقسیم زہد کی
باعتبار اوس چیز کے ہے جس سے زہد کرتے ہین اس باب مین اقوال بہت ہین اور غالباً
سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہین مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہین جو جامع
تفصیلون کی ہو جس سے معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ اس باب مین منقول ہے سب خالی قصور سے
نہین کل کا احاطہ کسی مین نہین پس ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہو یا مفصل
اور مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہین کہ بعض مین تفصیل افراد کی زیادہ ہے اور بعض مین
مجمل کی جمعیت بہت ہے اب اجمال درجہ اول مین تو یہ ہے کہ ہر ایک چیز ماسوی اللہ سے
زہد کرنا چاہیے یہان تک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجہ کا اجمال یہ ہے
کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اوسمین زہد کرے اسمین سب مقتضائے طبیعت کے
مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آ گئے اور تیسرے درجے کا
اجمال یہ ہے کہ مال اور جاہ اور اونکے لوازم مین زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل
انھین کیطرف رہتا ہے اور چوتھے درجے کا اجمال یہ ہے کہ علم اور قدرت اور دینار و درہم
مین زہد کرے کیونکہ مالون کے اقسام گو کتنے ہی ہون سب دینار و درہم مین آ جاتے ہین
اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہون وہ علم و قدرت مین شامل ہے اور علم و قدرت سے
ہماری مراد اوس علم و قدرت سے ہے جس سے غرض دلون کا مالک ہونا ہے اسلیے کہ معنی
جاہ کے دلون کا مالک ہونا ہے اور اونپر قابو پانا جیسے مال کے معنی چیزون کا مالک ہونا
اور اونپر قدرت پانا ہے پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط
کرتے جاؤ تو کیا عجب ہے کہ یہ چیزین جنسے زہد ہوتا ہے شمار سے زائد ہو جاوین خداوند
کریم نے ایک آیت مین اونمین سے سات بیان کیے ہین اور فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ
حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا پھر دوسری آیت میں انکو پانچ کر دیا
اور فرمایا اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ
فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہیں اور فرمایا اِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَلَهْوٌ پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ
لفظ ہوے ایسا ہے کہ تمام حظوظ نفسانی دنیاوی کو شامل ہے تو چاہیے کہ زہد اوسی میں ہو
اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم ہوا تو جان لیا ہوگا کہ انمیں سے بعض
مثالیں بعض کے نہیں بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمال کا ہے
حاصل یہ کہ زہد یہ ہے کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اوٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل برداشتگی
ہوگی تو دنیا سے بھی ہوگی اور بالضرور عمل بھی کوتاہ ہوگی کیونکہ زندگی اسلیے مطلوب ہوتی ہے
کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا آدمی کو تمتع کے واسطے ہے مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ
کرتا ہے اوسکا دوام چاہتا ہے اور زندگی کی محبت سے یہی معنی ہیں کہ جو چیز موجود یا ممکن
اس زندگی میں ہے اوسکی محبت ہمیشہ کی رہے پس جب انہی سے دل برداشتہ ہوگا تو زندگی کو
نہیں چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگوں پر جہاد فرض ہوا تو کہا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ
لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ
یعنی تم جو باقی رہنا اتنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہے اور وہ ایک بہت
تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال زاہدوں اور منافقوں کا کھل گیا تھا جو اللہ کی محبت رکھتے تھے
وہ تو اللہ کی راہ میں ایسے لڑے کہ گویا سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے اور منتظر دو عمدہ باتوں میں
ایک کے ہوے اور جب جہاد کیواسطے پکار ہوتی تھی تو اونکے مشام جان جنت کی خوشبو سے
معطر ہو جاتی تھی اور جہاد کیواسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہے دوڑتے تھے تاکہ دین خدا کی مدد
کریں اور درجہ شہادت لیں اور اگر کوئی اونمیں سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجہ کے نملنے کی
حسرت کرتا تھا یہانتک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اپنے مرض موت میں بستر پر حالت نزع میں
ہوے تو فرمانے لگے کہ میں نے بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفوں میں کفار کی
گھس گیا مگر وہ درجہ نملا اور آج بڈھیوں کی سی موت مرتا ہوں جب انکا انتقال ہوا تو آٹھ سو
زخموں کے داغ بدن پر تھے ایمان والے سچے لوگوں کا یہ حال تھا — اور منافقین کا یہ حال تھا
کہ موت کے خوف سے جماعت میں سے بھاگ گئے اونسے کہا گیا اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ

اور سب کہا کیوں فرض کیا تم پر لڑائی کیوں نہ جینے دیا ہمکو تھوڑی سی عمر

تو کہہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے

موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملنی ہے

تو پورا انکا پاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے اور حضرت حسن رح
فرماتے ہیں کہ زاہد وہ ہے کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے انکا مذہب یہ ہے کہ زہد
تواضع کا نام ہے اور یہ اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہ ہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہے اور
بعضوں کا قول ہے کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہیں اور اس قول کو حضرت اویس وغیرہم کے قول
سے کچھ نسبت نہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہے اور یہیں شاید یہ نہیں
کہ انکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی۔ اور یوسف بن اسباط رح فرماتے کہ جو شخص
ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑ دے اور روٹی وجہ حلال سے کھاوے اوسکو اصل زہد
حاصل ہے اصطلاح اہل زہد کے باب میں بہت سے اقوال ہیں کہ اونکے لکھنے سے کچھ فائدہ
نہیں کیونکہ جب کوئی شخص زہد کے حقائق کا ادراک اون کے قول سے معلوم کرنا چاہے تو قولوں میں
اختلاف پا کر حیران رہجاویگا لیکن جو امر حق ظاہر ہو جاویگا اور اوسکا ادراک اپنے دل کے
مشاہدہ سے کریگا تو یقینی ہو گئی بات سے نہ بہ شبہہ ہوگا اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کریگا
اور جس شخص نے کہ اپنے قصور پر بہت سے کوتاہی کی اوسپر اطلاع پاویگا اور جسنے کمال
معرفت سے کہ ہو سکتی ہے حاجت دیکھی اوس قدر بیان پر اکتفا کی اور سیر کی وہ مخلوق
ہو جاویگا۔ اور ان بزرگوں نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ اونکی معرفت کچھ
کم تھی بلکہ اس سبب سے کہ جو کچھ اونہوں نے فرمایا ہے حاجت ہی کے وقت فرمایا ہی تو قدر
حاجت ہی اوسی قدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہیں اسی جہت سے کلمات
جواب بھی مختلف ہوئے۔ اور بعض اوقات سبب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ غرض اون
کلمات سے خبر دینا اوس حال کا ہوتا ہے جو قائل سے ملی ہوئی ہوتا ہے اور وہ حال بھی جدا جدا
ہونے کا ایک مقام ہے اور اسلیے کہ ہر ایک بندہ کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہے
تو جن کلمات سے اوسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بالضرور مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع میں ایک ہی
ہوگا اوسکا مختلف ہونا ممکن نہیں۔ اور سب اقوال میں سے زہد کے باب میں جو جامع اور
در حقیقت کامل ہے گو اوسمیں تفصیل نہیں قول ابو سلیمان دارانی رح کا ہے کہ وہ فرماتے ہیں
کہ زہد کے باب میں ہم نے بہت تقریریں سنیں اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالی کی
مانع ہو اوسکو ترک کرے اور ایک قول میں تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے
یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو

کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والوں میں بعضے لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے ایسی جگہ تلاش
کی جہاں صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہیں اوس سے راحت پاکر دل کو انس نہ ہو جاوے
کہ اوس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہونا ہے اور جسقدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اوسیقدر
خدا کے ساتھ انس ہونے میں خلل پڑتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت داؤد طائی رح اپنا پانی کھلے
گھڑے میں رکھتے اور دھوپ میں سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی
ٹھنڈا پانی پیوے اوسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے تو اسطرح کے خوف احتیاط کرنیوالوں کے
ہیں اور ان سب میں احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہے کیونکہ اگرچہ اسمیں تکلیف تھوڑی ہے
مگر تھوڑے دنوں اس سے رہنا ہمیشہ کی لذت کیواسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہیں جو اپنا
نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہیں اور دل میں یقین کو پکڑے ہوئے ہیں
اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانتے ہیں

چوتھا بیان ضروریات زندگی میں زہد کرنے کی تفصیل میں

جاننا چاہیے کہ آدمی جن چیزوں میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ دو قسم ہیں یا تو ضروری یا فضول
فضول تو ایسی اشیا جیسے پلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی انکو آرام سواری کیلئے رکھتے ہیں
حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہیں اور ضروری چیزیں ایسی ہیں جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ ہم تفصیل
فضول کی نہیں کر سکتے اسلیے کہ وہ بیحد و بیشمار ہیں اور ضروری چیزیں البتہ شمار ہو سکتی ہیں
اور انمیں باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہے لہذا انکے باب میں
زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزیں چھ ہیں غذا اور لباس اور مسکن
اور اسباب خانہ داری اور نکاح اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنی ان چیزوں میں
کسیکے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور جاہ کے معنی اور اوس سے لوگوں کی
محبت کی وجہ اور اوس سے بچنے کی کیفیت ہمنے جلد ثالث کے باب ریا میں لکھی ہے اور
اب ہم صرف ان چھ ضروری چیزوں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں ضرورت اول غذا
اسمیں آدمی کے لیے اوسقدر ضروری ہے جو اوسکو توانا رکھے مگر اوسمیں زہد کی تکمیل
کے لیے اوسکا کچھ طول اور عرض کم کرنا چاہیے طول باعتبار تمام عمر کے ہے اسلیے
کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے کبھی اوسپر قانع نہیں ہوتا اور عرض اوسکا مقدار غذا
اور جنس اور وقت ہے [illegible] پہلے طول کو اسطرح گھٹانا چاہیے کہ امل کو کوتاہ کرکے

اور کم تر درجہ تہذیب کا اسباب میں یہ ہے کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اوس وقت
بھوک کے دفع کے مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاویگا دن کے
کھانے میں سے رات کے لیے نہیں رکھیگا یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک
مہینہ یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک برس کے لیے ذخیرہ کرے اور
یہ حال ضعیف زاہدوں کا ہے اور جو برس روز سے زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرے تو اوسکو زاہد
کہنا محال ہے اسلیے کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بڑا طویل الامل
اور سے زہد نہیں ہوا ہوگا الا ایسی صورت میں کہ کوئی پیشہ نہیں رکھتا اور لوگوں کے مال
لینے کو دل نہ چاہتا ہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہیں جیسے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ کو
بیس دینار ترکہ میں ملے تو آپ نے اونکو رکھ چھوڑا اور بیس برس میں پاونکو اوٹھایا یہ امر اونکا
اصل زہد کے خلاف نہیں لیکن اون لوگوں کے نزدیک جو زہد میں توکل کو شرط کہتے ہیں
البتہ خلاف ہے اور مطعم کی کمی مقدار کی رو سے یہ ہے کہ ایک دن رات میں کم سے کم
پاو سیر ہے اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلیٰ درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ کی
مسکین کے لیے مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کو دھندہ
میں لگانے میں داخل ہے اور جو شخص ایک مد پر بھی نہ گھٹے تو شکم کے باب میں اوسکو زہد نصیب نہ
ہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہ ہے کہ جو غذا ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ
جو اور چنے کی روٹی ہو اور اعلیٰ درجہ بدون چھنے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوئے آٹے کا
پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجہ کا ہو گیا مگر یہ سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور
آسایش والوں میں داخل ہوگا اور سالن میں ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط روغنوں
کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی اور اعلیٰ گوشت ہے کسی قسم کا ہو اور یہ ہفتہ بھر میں ایک یا دو
دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتہ میں ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا اور ایسا آدمی
شکم کے باب میں ہرگز زاہد نکہلاویگا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ رات دن میں ایک بار
کھاوے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نکھاوے
صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھالے اور پانی نہ پیوے اور بڑا درجہ
یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طی کا روزہ رکھ سکے اور بہت طریق خوراک کے کم کرنے
اور اوسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث میں لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ رضہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اونھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑ دینے مین
کیسے زہد کیا۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ہمکو چالیس چالیس دن گذر جاتے تھے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسینے پوچھا کہ پھر بسر اوقات کی کیا
صورت تھی آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے انتہی اس سے گوشت اور شوربا اور
سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش
پر سوار ہوتے تھے اور اون کا کپڑا پہنتے تھے اور گھسی ہوئی جوتی کو اپنے پاے مبارک سے مشرف
فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ
ہون کھانا بندون کیطرح کھاتا ہون اور بندون ہی کیطرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسی علیہ السلام
نے فرمایا کہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر
کتون کے ساتھ پڑ رہنا اوسکو کافی ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی
نہ کھائی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ
اور جو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اوسکا شکر ہرگز نہ کر سکوگے
اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی ہے دوبارہ
بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا والون کے پاس تشریف لائے تو وہ
لوگ آپ کی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ
مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خدا تعالی کیواسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون۔ اور
حضرت عمر رضہ کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کے موسم تھے آپ نے فرمایا کہ اسکا
حساب مجھسے الگ کرو۔ اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہے جو غذا جو کچھ
میسر ہو کھالے اور لباس مقدار ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اوسکا
محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس صحبت پکڑنا اوسکا تامل ہو اور قرآن اوسکی گفتگو اور رب
اوسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اوسکا حال اور حیا شعار بھوک اوسکا سالن ہو
اور حکمت سخن اور خاک اوسکا بستر ہو اور تقوی توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل
حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالی
ضرورت دوم لباس ہے اسمین کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور

(۱) ابن ماجہ نے بروایت عائشہ رضہ یون روایت کیا ہے باسناد ضعیف ۱۲
(۲) اسکی سند پہلے گذری ۱۲
(۳) یہ کلام حدیث حسن کا نہین بلکہ روایت عائشہ سے مروی ہے اسکی سند بھی پہلے گذری ۱۲
(۴) یہ حدیث پہلے گذری ۱۲
(۵) اسکی سند پہلے گذری ۱۲

جسکی کو چھپالیوے اور وہ ایک چادر ہے جسمین سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہے
کہ ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلیٰ یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور
اگر مقدار مذکور سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے۔ اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ
جب کپڑا دھووے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو بلکہ گھر میں بیٹھا رہے اور جب دو کرتے
ہو جا ویں اور عمامے ہوں تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے
ہوتے ہیں اور جنس لباس میں ادنیٰ درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمبل اور اعلیٰ درجہ
موٹا کپڑا روئی کا۔ اور وقت کی رو سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اوسکو پہنیں
اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہنیں یہانتک کہ بعض بزرگوں نے اپنے کپڑے میں پتوں کے
پیوند لگا لیے کہ بہت جلد خشک ہو جاتے ہیں مگر یہ فعل اچھی نہیں ہے اور اوسط وقت یہ ہے
کہ لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اوسکے قریب تک رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو
برس دن سے زیادہ رہے طول امل میں داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے لیکن اگر ایسا ہو کہ
موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت ہوتا ہے تو اسمیں کچھ حرج
نہیں پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے چاہیے کہ اوسکو دیدے کیونکہ اگر رکھیگا
تو زاہد نہ رہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہو گا اور اس باب میں بھی احوال انبیا اور صحابہ
کا مدنظر رکھنا چاہیے کہ اونھوں نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ
حضرت عایشہ رض نے ہمکو ایک چادر پیوندی کی اور ایک موٹا تہمد دکھلایا اور فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونوں میں ہوئی تھی اور حدیث شریف میں وارد ہے
کہ اللہ تعالیٰ مبتذل آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اوسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو بن
الاسود عیسی رح نے فرمایا کہ میں کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو کپڑا بچھا کر
سوؤنگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھر ونگا پس حضرت
عمر رض نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ
عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالیٰ
اوسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اوسکو بدن سے نکالے اگرچہ اوسکے نزدیک
پیارا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب
سوا روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنی تہمد ساڑھے چار

(۱) ابن ماجہ بروایت ابوذر مختصر ۱۲
(۲) ابو یعلیٰ بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲
(۳) ہمکو یہ حدیث نہیں ملی ۱۲

ہاتھ کا تھا اور آپ نے پاجامہ تین درہم کو خرید فرمایا اور آپ دو سوتی سفید اون کی پہنا کرتے تھے
اوسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس سے تھے اور بعض اوقات آپ وہ چادرین یمانی
یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
کرتہ تیلی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا
زردوزی کیا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درہم تھے اصحاب اوسکو چھوتے تھے اور تعجب سے
کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے
بادشاہ مقوقس نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا آپ نے چاہا کہ اوسکو پہنکر اظہار اکرام بادشاہ کا
فرمادین پھر آپ نے اوسکو نکالکر ایک شخص کے پاس مشرکین مین سے بھیجدیا جسکے حق مین صلہ رحم
کرنا منظور تھا پھر حریر پہننا کہ مردون کے لیے حرام فرمایا گیا اول اسلیے پہنا تھا کہ
حرمت کی تاکید ہو جیسے سونے کی انگوٹھی ایکدفعہ پہنی پھر نکال ڈالی اور اوسکا پہننا مردون پر
حرام کردیا۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ سے بریرہ انکی لونڈی کے باب مین فرمایا کہ ولاکی شرط
مالک کے واسطے کرلو جب اونھون نے شرط کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور اوسکو حرام کیا
اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اوسکو حرام فرمادیا۔ اور
ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر علمدار مین نماز پڑھی جب سلام پھیر دیا تو
فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کردیا اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور اوسکی چادر مجھے
لادو یعنی انبجانیہ کہ کپڑا دبیز اونی چادر پسند فرمائی۔ اور آپ کے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا اور مین
نیا تسمہ لگاکر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین لگادو اور نیا نکال ڈالو کہ
نماز مین میری نگاہ اسپر پڑی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اوسکو دیکھا تو پھینکدیا
اور فرمایا کہ اسنے مجھکو تم سے روکدیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور ایک بار آپ نے جوتی کا
جوڑا نیا پہنا اور اچھا جو معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگون سے فرمایا کہ مجھکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی
مین نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدای تعالی مجھسے ناراض نہو پھر اوسکو نکالکر جو مسکین پہلے
دیکھا اوسکے حوالہ فرمایا۔ اور سنان بن سعد رح سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ وسفید دھاریوں کا بنایا گیا اور اوسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا
جب اوسکو آپ نے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیسا عمدہ
اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہین کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو

طبقات ابن سعد مین بروایت ابو ہریرہ یہ مضمون ہے اور اسکی سند محمد بن عمر واقدی ...

پاجامے کا مول لینا اصحاب سنن نے بروایت سوید بن قیس نقل کیا ہے اور اسمین قیمت کی تعداد نہین ۱۲

ریشم کا پہننا بخاری و مسلم نے بروایت ... اور ابوداؤد نے بروایت ابن عباس ثابت کیا

ٹکڑے دیکھ لیے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بجلدی وہ چیز کا نام لے وہ
چیز شریف اوسکو دیدیا اور فرمایا کہ میری والی ایک اوڑھنا پاجاوے ابھی وہ دوسرا کام کرکے گئی ہیں
تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رض کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت آٹا پیستی تھیں اور
اونٹ کے بالون کی چادر اوڑھے ہوے تھیں جب آپنے اونکو دیکھا تو رو پڑے اور
فرمایا کہ اے فاطمہ آسایش جاودانی کے واسطے تلخی دنیا کی پی جا پس اللہ تعالی نے یہ آیت بھیجی
ولسوف یعطیک ربک فترضی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ساکنین عالم بالا
نے خبر دی ہے کہ بہتر میری امت کے وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں رحمت الٰہی کی
باعث ہنستے ہیں اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہیں اونکا بوجھ لوگون پر ہلکا ہے
اور اونکی خود کے اوپر بھاری ہے پرانے کپڑے پہنتے ہیں اور راہبون کی پیروی
کرتے ہیں جسم اونکے زمین میں ہیں اور دل عرش پر ہیں سو کہ ایسی نفیس لباس کے باب میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی اور اپنی امت کو سب کو حکم اپنی پیروی کا
فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے من احبنی فلیستن بسنتی اور فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنة
الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ اور یہ حق تعالی کا ارشاد ہے قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رض کو
خاصکر ارشاد فرمایا کہ اگر تجھے ملنا چاہیے تو اغنیا کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور
اپنا کپڑا بدن سے نکالنا جب تک کہ اوسمیں پیوند نہ لگالے اور حضرت عمر رض کے کرتہ
میں چار پیوند لگے تھے بعض چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اپنی خلافت میں تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اوسکے آستین پہونچے سے کاٹ ڈالین
اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اوسنے مجھکو یہ لباس اپنے خلعت میں سے پہنایا۔ اور حضرت سفیان
ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علما کے نزدیک شہرت ہو
نہ جاہلان کے نزدیک حقارت اور فرماتے تھے کہ فقیر میرے پاس کو نکلتا ہے اور مین نماز پڑھتا ہوں
تو اوسکو چلا جانے دیتا ہون اور اگر کوئی دنیا دارون میں سے میرے پاس کو نکلتا ہے
اور اوسپر یہ کپڑا ہوتا ہے تو مین اوس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہیں نکلنے دیتا
اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے اور

میری سنت اور میرے خلفای راشدین کی سنت پکڑو اوسکو دانتون سے ۱۲ ترمذی ۱۲ ابن ماجہ روایت عرباض بن ساریہ ۱۲

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تمکو چاہے ۱۲ شاہ صاحب

ترمذی و حاکم بروایت عایشہ رض ۱۲

چیتھڑون کی قیمت لگائی تو ایک درہم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ فرماتے تھے کہ میرے کپڑون مین سے بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین اور برے کپڑے وہ ہین جنکی مین خدمت کرون۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننے چاہئین جنسے اونچی بازارون مین ملجاوے ایسے نہ پہننے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی نظر پڑے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ کپڑے تین ہین ایک کپڑا خدا کیواسطے ہے جس سے کہ ستر کی چھپ جاوے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہے جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہے اور ایک لوگون کیواسطے ہے جسکا حسن اور جوہر منظور ہوتا ہے۔ اور بعض بزرگون کا قول ہے کہ جسکا کپڑا پتلا ہوتا ہے اوسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔ اور علماء تابعین کے سب کے کپڑون کی قیمت بیس درہم سے لیکر تیس درہم تک ہوتی تھی۔ اور خواص رح دو کپڑون سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک کرتہ اور اوسکے نیچے تہمد اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اوسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ البذاذة من الایمان یعنی کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی سی صورت مین رہنا ایمان مین سے ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اوسکی مرضی کی خواہش کیواسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑدے اللہ تعالی پر ضروری ہے کہ اوسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی جاہدانیون مین جمع رکھے۔ اور اللہ تعالے نے اپنے بعض انبیا کیطرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا کو کہدو کہ میرے دشمنون کا لباس نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہین اوس راہ مین داخل نہو ورنہ میرے دشمنون کیطرح وہ بھی میرے دشمن ہوجاوینگے۔ اور رافع بن خدیج رض نے بشیر بن مروان کو کوفے کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ لوگون کو وعظ سناتا ہے اور اوسکے بدن پر کپڑے فاسقون کیسے ہین اور عبداللہ بن عامر لباس فاخرہ پہنے حضرت ابوذر غفاری رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے لگا حضرت ابوذر رض نے اپنی ہتیلی منہ پر رکھکر پٹکی بجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت اونکی حضرت ابن عمر رض سے کی اونھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس پہنکر اونکے سامنے زہد مین گفتگو کرتے ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے ائمہ ہدی سے عہد لیا ہے کہ لوگون کے حالون مین سے ادنی سی حالت مین رہا کرین تاکہ تونگر اونکا اتباع کرین اور فقر کے باعث فقیر کی حقارت نہو۔ اور جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آپ

ح اسکی سند صحیح تحقیق سے نہین ہوئی ۱۲

ح یہ حدیث صحیح نہین

ایسا موٹا لباس کیوں پہنتے ہیں تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع کے قریب ہے اور اس بات کی شایان
کہ مسلمان اسکی اقتدا کریں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعم یعنی آرام طلبی سے منع فرمایا
اور ارشاد کیا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو تنعم نہیں کرتے - اور فضالہ بن عبید رحمہ جب
والی مصر تھے تو کسی نے اونکو بال بکھرے پابرہنہ دیکھکر کہا کہ آپ سردار ہوکر ایسا کرتے ہیں
اونھوں نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اس بات کا حکم
کیا کہ کبھی ننگے پاؤں بھی پھرا کریں - اور حضرت علی رض نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ اگر آپ کو
اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملنا منظور ہو تو کرتے میں پیوند لگاتے اور تہبند کو سرنگوں
رکھیے اور جوتی کو گٹھی ہوئی پہنیے اور شکم سیری کم کیجیے - اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے
کہ پھٹا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہوں کے لباس سے اجتناب کرو
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ اونھیں میں
سے ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو
دولت میں پلے رنگا رنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہیں اور گفتگو میں فصاحت
ظاہر کرتے ہیں - اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہے اور اوس سے ٹخنوں
تک بھی کچھ گناہ نہیں اور جو اوس سے نیچے ہو تو دوزخ میں ہے اور اللہ تعالے
نہیں دیکھیگا قیامت کے دن اوس شخص کیطرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکاتے - اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رحمہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ میری امت میں بال نہیں پہنیگا مگر ریاکار
یا احمق - اور اوزاعی رحمہ فرماتے ہیں کہ سفر میں اون کا لباس سنت ہے اور حضر میں بدعت
اور محمد بن واسع رحمہ حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے اونھوں نے پوچھا کہ اون کے
کپڑے کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے اونھوں نے کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں جواب
نہیں دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہوں کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منہ سے میاں
مٹھو بننا ہے اور مفلسی کے باعث کہوں تو خداے تعالی کی شکایت ہوگی یہ دونوں باتیں
مجھے ناپسند ہیں - اور ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو
خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھو اور آپکا دستور تھا کہ ہر چیز میں سے
ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بنائے تھے اور جب ایک کو دہوتے تھے دوسرا پہن لیتے تھے
تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپکی عورت کھلی ہو - اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض سے

ع مالک و ابوداؤد و نسائی و ابن حبان بروایت ابو امامہ

ع اسکی سند صحیح نہیں ملی

کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر
جب آزاد ہوجاویگا تو اوسکو سجا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی پرانے نہونگے - اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رح کے حال مین لکھا ہے کہ اونکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی
جب تہجد کی نماز کے واسطے اوٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے - اور حضرت
حسن بصری رح نے فرقد سنجی رح سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے کہ تمکو کملم پوشی کی جہت سے
لوگون پر فضیلت ہے مجکو یہ خبر پہونچی ہے کہ اکثر دوزخی کمال والے ہونگے نفاق کی
جہت سے - اور یحیی بن معین رح فرماتے ہین کہ مین نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ گھورے پر سے
چیتھڑے اوٹھاتے تھے اور اونکو دہو کر اوسکو پہنتے تھے مین نے اون سے کہا کہ
تم اس سے بہتر پہنا کرو اونھون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت فقیرون کو
دنیا مین پہونچتی ہے اللہ تعالی اوسکا تدارک جنت مین کریگا یحیی بن معین لوگونکے اس
قول کو بیان کرکے رویا کرتے - تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہے اسمین زہد کرنے کے
تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نکرے بلکہ
صرف مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہ رض تھے اور اوسط یہ ہے
کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرلے مثل چھپر اور نرکل اور پھوس وغیرہ کے اور سب سے
ادنی درجہ یہ ہے کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول کو یا کرایہ کو تلاش کرے
پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اوسمین زینت بھی نہو
تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجات سے زہد کے نہ نکلیگا - اور اگر مکان پختہ
ہو یا گچ کیا ہوا خوب واسع چھ ہاتھہ سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے
خارج ہوجاویگا سکونت کے باب مین زاہد نرہیگا - اب جاننا چاہیے کہ جنس مکان مختلف
ہوسکتا ہے یعنی یا گھاس کا ہووے یا گارے کا یا اینٹ کا اور اوسکی وسعت کی مقدار
بھی جدا ہوسکتی ہے اور اوقات کے لحاظ سے بھی اوسمین اختلاف اوسکی ملکیت کا
ہوسکتا ہے مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہوا یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا اعتبار
جداگانہ ہوتا ہے بہرحال زہد کو ان سب اقسام مین دخل ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز
ضرورت کے لیے مطلوب ہو اوسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا نچاہیے دنیا مین سے
مقدار ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے اور جسقدر متجاوز ہوتی ہے اوسیقدر

دیتی ہے منجانب اللہ تعالیٰ اور غرض رہنے کی مکان سے مینہ اور جاڑے کا روکنا اور لوگوں کی نظر اور
ایذا کا بچانا ہے اور جسقدر یہ بات ممکن ہے وہ معلوم ہے زیادہ اوس سے فضول ہے
اور فضول سے بچنا ہے اور جو فضول کا طالب ہو اعلیٰ سے وہ یقیناً زہد سے بعید ہے
اور کہتے ہیں کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئی تو کپڑوں
کی عمدہ سلائی اور چونہ اینٹ کی چنائی تھی اور اس سے پہلے سلائی کی جگہ سے ٹانکا لگا کر پہنتے
تھے اور مکان شاخ کھجور کے بناتے تھے اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگوں پر ایک وقت
ایسا آویگا کہ اپنے گھروں کو یمنی چادروں کیطرح منقش کرینگے ۔ اور حضرت عباس رضہ نے
ایک بالاخانے کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو حکم کیا کہ گرا دیں ۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچے گنبد پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہے لوگوں نے عرض کیا
کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اوسکی طرف سے منہ پھیر لیا
اور پھر پہلے کیطرح کبھی اوسکی طرف مخاطب نہوے اوس شخص نے لوگوں سے حال آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا اونھوں نے بیان کر دیا اوسنے جا کر اوس گنبد کو گرا دیا جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وہاں گذرے تو اوسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اوس شخص نے
اوسکو ڈھا ڈالا آپ نے اوسکے لیے دعائے خیر کی ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی نہ کڑی پر کڑی یعنی
کسی قسم کا مکان نہیں بنوایا اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی
برائی چاہتا ہے تو اوسکا مال گارے اور پانی میں تلف کرتا ہے ۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضہ
فرماتے ہیں کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کو
تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہے اوسکو درست
کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اس سے جلد امر کو دیکھتا ہوں ۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے
ایک نے کا گھر بنایا اور کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوا لیں تو بہتر ہو آپ نے
فرمایا کہ مرنے والے کیواسطے یہی بہت ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ ہم صفوان
بن محیریز کی خدمت میں گئے وہ ایک نرکل کے مکان میں تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے اون سے
کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرا لیں تو بہتر ہے اونھوں نے فرمایا کہ بہت سے آدمی اسی میں
مر چکے ہیں اور یہ بدستور موجود ہے ۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا

ابن حبان در ثقات ۱۲
ابونعیم در حلیہ ۱۲
ابوداؤد وابن ماجہ ۱۲
ابوداؤد و ترمذی ۱۲

مِنْ بِنَاءٍ فَوْقَ مَا يَكْفِيهِ كُلِّفَ أَنْ يَحْمِلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ ہر خرچ مین آدمی کو ثواب ملتا ہے مگر جو پانی اور گارے مین خرچ ہوا اوسپر ثواب نہین ہوتا۔ اور اس آیت کی تفسیر مین تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا مفسرین فرماتے ہین کہ مراد ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَا أَكَنَّ مِنْ حَرٍّ أَوْ بَرْدٍ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت اپنے مکان کی تنگی کی کی آپنے فرمایا اتَّسِعْ فِي السَّمَاءِ یعنی جنت مین مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض نے شام کو تشریف لیجاتے ہوے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ کا بنا تھا آپنے الله اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت مین ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے ہامان کو حکم دیا تھا کہ أَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ اس سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص کے لیے عمارت چونے اینٹ کی ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھین کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور یہ سب بلع اور زینت ہے۔ اور بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہے پھر کچے لدے کی پھر اب اینٹ کی بنی دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے اچھے تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کم زور ہوتا تھا اور وہ اپنی اجل کوتاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے۔ اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اوسے بنا لیتے اور انکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے عرب لوگ یمن مین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی اونکے مکانات کی قد آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا۔ اور عمرو بن دینار رح کہتے ہین کہ جب کوئی شخص عمارت چھہ ہاتھ سے اونچی بناتا ہے تو ایک فرشتہ اوسکو پکارتا ہے کہ او بدکارون کے بدکار کہان تک اونچا کریگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے مطبوخا

عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو ایسے کیون بناتے
پس جو کوئی تاکتا ہے تو بنانے والے کو گویا مدد کرتا ہے۔ اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہین
کہ مجھے اوس شخص پر تعجب نہین کہ اوسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا مجھے تعجب اوس سے ہے
جو اوس عمارت کو دیکھکے عبرت نہین پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک
قوم ایسی آویگی یا ہوگی کہ اونچا کرینگے اور دین کو پست اور سوارون گھوڑون کو کام مین لاوینگے
نماز تمہاری ہی قبلہ کیطرف کو پڑھینگے مگر تمہارے دین کے سوا پر مرینگے چوتھی ضرورت کا
اسباب خانہ ہے اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب سے اعلی حضرت عیسی علیہ السلام
حال ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پھر ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی
اونگلیون سے ڈاڑھی مین کنگھی کرتا ہے آپنے کنگھی پھینکدی اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ
وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہے آپنے کوزے کی بھی حاجت نہ سمجھی اوسکو بھی پھینکدیا اور یہی حکم
سب اسباب کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے جب اوس چیز کی
کوئی حاجت نہو تو دونون جہان مین آدمی پر وبال ہے اور جس چیز سے استغنا نہوا اوسمین سے
کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی کا برتن کافی ہو اوسمین اوسی پر اکتفا
کرے اور اسبات کی پروا نکرے کہ اوس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہے بشرطیکہ مقصود اوس سے
بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اوسط درجہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت تو ہو
مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اوسی مین کھالیوے اوسی مین پانی پی لے
اوسی مین اپنی چیز رکھ لے۔ بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تخفیف کی
نظر سے اچھا جانتے تھے اور زیادہ یہ ہے کہ ہر مطلب کیواسطے ایک چیز ادنی جنس کی رکھتا ہو
پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے کسی درجہ مین نرہیگا اور طلب فضول کیطرف
مائل ہوگا اور اس باب مین بھی سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رضہ کی
مدنظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیڑ کا پوست بھرا تھا اور حضرت
فضیل رحمہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دوہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا
جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ اوسوقت ایک چارپائی پر جو بٹی ہوئی تھی بیٹھے تھے اور اوسکے

ح ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ
ح ترمذی و ابن ماجہ
ح بخاری و مسلم

بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اوٹھکر بیٹھے تو حضرت عمر رضہ نے آپ کی پہلوے مبارک پر
نشان بانوں کے دیکھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ میں نے فارس اور روم کے بادشاہوں کو
خیال کیا کہ اونکے پاس کیا کچھہ ملک ہے اور آپکو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اوسکے
برگزیدہ ہیں آپ پاس سوتے بانوں کی چارپائی پر لیٹتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند
نہیں کہ اونکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں
آپ نے فرمایا کہ یوں ہی ہے - اور ایک شخص حضرت ابوذر رضہ کے گھر گیا اور ہر طرف
دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابوذر آپ کے مکان میں کچھہ سامان وغیرہ نہیں نظر آتا آپ نے فرمایا
کہ ہمارا ایک اور مکان ہے اچھی چیزیں ہم وہان بھیجدیتے ہیں اوسنے عرض کیا کہ جب تک آپ
اس مکان میں ہیں جب تک کچھہ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو
اسمیں رہنے نہیں دیگا - اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر رضہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے آپنے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے اونھوں نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے
جسپر میں تکیہ کرتا ہوں اور اگر سانپ وغیرہ ملجاوے تو مار ڈالتا ہوں اور ایک توشہ دان ہے کہ
جسمیں کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمیں کھاتا ہوں اور سر دھوتا ہوں اور ایک لوٹا ہے
جسمیں پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہوں اسکے سوا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ اونہیں
کے تابع ہیں آپنے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالی تجھپر رحم کرے - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضہ کے پاس جانے کا قصد کیا او
گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور اونکے ہاتھوں میں دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی
پھر گئے اوسوقت حضرت ابو رافع رضہ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے آپ رو رہی تھیں
اونسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ پردہ اور
کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ رضہ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال رضہ کے ہاتھ
آپکی خدمت میں بھیجدیے کہ میں نے اونکو خدا کی راہ میں صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان
خرچ کیجیے آپنے فرمایا کہ انکو فروخت کردو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال رضہ نے
ڈھائی درہم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے

اور ارشاد فرمایا کہ جہان پاور تو نے خوب کیا۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اوسکو آپ نے اوتھوا ڈالا اور فرمایا کہ جب میں اسے
دیکھتا ہوں دنیا یاد آتی ہے اسکو فلان شخص کے پاس بھیجدو۔ اور ایک رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور پہلے آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اوس رات
صبح تک کروٹیں لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اس بچھونے کو
علیحدہ کرو اور پرانا کمل بچھا دو اس نے تمام رات مجکو سونے نہیں دیا۔ اسیطرح آپ کے پاس
پانچ یا چھہ درم رات کو آگئے تو آپ نے خرچ نہ کیے مگر رات دیر تک جاگتے رہے یہاں تک کہ آخر
شب میں اونکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اوس وقت آپ کو نیند آئی حتی کہ خراٹوں
کی آواز سنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہجاتے اور میری وفات ہوجاتی
تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا۔ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب بدر کو
ایسے دیکھے ہیں کہ اونکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا اور نہیں کپڑے زمین پر کوئی کپڑا
نہیں بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کپڑا اوپر ڈھانک لیا پانچویں مسئلہ ضرورت
نکاح ہے اس باب میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح میں زہد نہیں کچھ مضائقہ نہیں
اور یہی قول حضرت سہل تستری رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کو عورتیں پسند تہیں تو ہم اونمیں زہد کیسے کرسکتے ہیں اور اسی قول پر اونکی موافقت ابن عیینہ رح
نے کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونکی چار
بیبیاں اور کچھ اوپر دس لونڈیاں تھیں۔ اور صحیح اس باب میں قول حضرت ابو سلیمان دارانی رح
کا ہے کہ فرماتے ہیں کہ جو چیز اللہ تعالی سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی کے لیے
منحوس ہے اور عورت کبھی خدا تعالی سے روکا کرتی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض احوال
میں مجرد رہنا افضل ہے جیسا کہ باب النکاح میں بیان ہوا تو اس صورت میں نکاح نہ کرنا افضل ہوگا
اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کے لیے نکاح افضل ہے تو ایسا نکاح واجب ہے اوسکا ترک کرنا
زہد میں کیسے ہوسکتا ہے ہاں اگر نکاح نہ کرنے سے کوئی آفت نہ ہوتی ہو نہ کرنے سے کچھ فضیلت
ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتوں کیطرف ہوجاوے اور ایسا مانوس ہو جس سے انس
اللہ میں خلل پڑے تو البتہ چہوڑنا نکاح کا زہد میں سے ہے اگرچہ معلوم ہو کہ عورت خدا سے
نہ روکیگی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے

تو یہ زہد میں نقصان ہے اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہے جو بقاء نسل اور امت محمدی کے بڑھانے
میں موجب ثواب ہے اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز میں حاصل ہو جو وجود میں ضروریات سے ہو
وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچھ ضرر نہیں کرتی اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی
پینا اسوجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہیگا تو یہ زہد میں داخل نہوگا
اسواسطے کہ اوسمیں اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہے ایسا ہی ترک نکاح میں اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا ہے
تو صرف لذت کے بچاؤ کی وجہ سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جب تک کہ کسی اور آفت کا خوف نہو
اور یہی مراد حضرت سہل تستری رح کی ہے اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی
اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس باب میں کہ کثرت
عورتوں کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ وہ لگاوٹ اونکی اصلاح اور خرچ میں لگا رکھے تو ایسا شخص اگر
صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نکرے تو اوسکا زہد کچھ کام کا نہیں مگر یہ بات یعنی
انبیا اور اولیا کے درجے کو کہاں میسر ہے اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ عورتوں کی
کثرت اونکے دل کو مصروف کر دیتی ہے تو اسوقت میں یہی مناسب ہے کہ سرے سے نکاح ہی
نکرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت
ہونگی تو دل نہیں مانے گا اوسکی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے جو
خوبصورت نہو اور اپنے دل کی رعایت اسمیں ضرور کرے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہیں کہ عورتوں میں زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر یا یتیم ہو اوسکو خوبصورت اور شریف عورت پر
ترجیح دے اور اوسی سے نکاح کرے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں مرید مبتدی کو یہ
پسند کرتا ہوں کہ اپنا دل تین چیزوں میں نہ لگائے ورنہ اوسکا حال بدل جاویگا اول پیشہ
کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا۔ اور فرمایا کہ صوفی کے لیے میں پسند کرتا ہوں کہ نہ لکھے
نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت بٹتی ہے غرضکہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کے
لذت کے ہے تو ثابت ہوا کہ ان دونوں لذتوں میں سے جو شے خدا سے روکنے والی
ہوگی وہ ممنوع اور بیکار ہے چھٹی ضرورت وہ ہے جو وسیلہ ان پانچوں ضروریات کے
حاصل کرنے کا ہو اور وہ مال اور جاہ ہے۔ جاہ کے تو معنی یہ ہیں کہ دلوں کا مالک ہونا
اسطرح کہ اونکے اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اوسکے ذریعے سے لوگ اغراض اور اعمال میں
کام آویں اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہیں کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہے

تو ضرور ہوگا اوسکا کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگذار کے دل مین
اوسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ
کہلاتا ہے اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہے مگر انجام کو نوبت ایسے گڑھے کی پہونچا دیتا ہے
جسکی کچھ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے
اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے
ہوتی ہے یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کے لیے پس مال کے
ہوتے ہوے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہے وہ خدمت
کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اوسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہو اوسکے
دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہے
کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اوسکو ستاتے ہون اور یہ اونکے شر
دفع نہ کرسکتا ہو بجز اسکے کہ اونکے دلون مین جگہ ہوجاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ
ہوجاوے اور اسطرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین ہوسکتا جبکہ اسمین خوف اور
سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہے بلکہ زاہد کو شایان
یہی ہے کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اوسکا عبادت اور دین مین لگا رہنا
دلون مین وہ جگہ کر دیگا کہ جس سے اوسکو ایذا پہونچنے کو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون مین
تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی سب توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا
خواہان ہوتا ہے بنسبت اوس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہوگیا ہو تو اسطرح کے احتمالات سب
جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا
پس علاج اوسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی بنسبت بہتر ہے کہ طلب جاہ سے کیا جاوے
حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اسمین سے
بہت کی مقتضی ہوتی ہے اور اوسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہے تو اسکی
تھوڑے اور بہت سے بچنا چاہیے۔ اور مال زندگی کے لیے ضروری ہے مگر تھوڑا سا
مال کافی ہے پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کرلے
تو چاہیے کہ پھر کام نکرے۔ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب وجہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کی
کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اوٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہے پس اگر کسی کے

سمجھا ویگا اور اسقدر پر نوبت پہونچی کہ برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو وہ ضعیف
زاہدون مین رہیگا نہ قوی مین اور اگر اوسکے پاس کوئی زمین ہو اور اوسکو توکل پر بھروسا
نہین ہو اور اوس قطعہ مین سے اتنا رکھے جو تھوڑے سے بھی پیدا اور سال بھر کو کافی ہو تو اس سے
زہد کی حد سے خارج ہوگا اس شرط کہ جو کچھ سال کو خرچ کافی سے بچے اوسکو صدقہ کر دے
مگر ایسا شخص ضعیف زاہدون مین سے ہے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ توکل کی شرط جو حضرت
اویس قرنی رحمہ کی ہے تو یہ شخص زاہد نہین۔ اور یہ جو ہم کہتے ہین کہ کوئی شخص یہ کام کرنے
سے زاہدون کی حد سے نکلجاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو کچھ قیامت مین وعدہ مقامات
کا وعدہ زاہدین کو ہے اوسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اوس سے بلحاظ اوس چیز فضول کی جسمین
زہد کیا ہے سچا ئیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اس باب مین بہ نسبت عیالدار کے خفیف تر ہے
اور حضرت ابو سلیمان درانی رحمہ فرماتے ہین کہ آدمی کو نہین چاہیئے کہ اپنے گھروالون سے زبردستی
زہد کراوے بلکہ چاہیئے کہ اونکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ اونکو چھوڑ دے اپنے آپ
جو چاہے کرے یعنی شرط نیکی کی زاہد پر اوسی پر خاص ہے عیال جو اوسکے ذمے لازم نہین کہ
تنگی کرے ہان اوسکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایسی بات اونکی مانے جو انکو حد اعتدال سے نکالدے۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رضی کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھکر
پھر گئے تھے اوس سے یہ امر سیکھنا چاہیئے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی
مگر جو باتین کہ آدمی اونکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہے وہ ممنوع نہین بلکہ زائد از حاجت
سم قاتل ہے اور جو کافی بقدر ضرورت ہے وہ دوا نافع ہے اور اونکے درمیان درجات
متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہے گو سم قاتل نہو مگر مضر ہے اور جو حد ضرورت سے
قریب ہے اگرچہ دوا نافع نہین لیکن اوسکا ضرر کم ہے اور زہر کا پینا حرام ہے اور دوا کا پینا
فرض اور ان دونون کے درمیان کا حکم مشتبہ ہے جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور
جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی مدنظر رکھکر شبہ کی چیز کو
چھوڑ کر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور فرقہ
ناجیہ مین سے ہے۔ اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اوسکو دنیادار کہنا جائز نہین
بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہے اسلیے کہ دین کی شرط ہے اور شرط منجملہ مشروط کی
سمجھی جاتی ہے اور اس امر کی تائید پر وہ روایت بھی دال ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ

والسلام

والسلام کے حال میں منقول ہے کہ آپ کو ایک بار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست
کے پاس تشریف لیگئے تاکہ اوس سے کچھ قرض لیں مگر اوسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم ہوئے حق
تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خدا ہی تعالیٰ سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا
عرض کیا کہ الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تمکو دنیا ناپسند ہے اسلیے اوس میں سے مانگتے ہوے ڈر معلوم
ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا میں سے نہیں ہوتی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مقدار ضرورت داخل دین ہے اور جو اوس سے سوا ہو وہ آخرت میں وبال ہے اور دنیا میں بھی
وبال ہے جو شخص کہ اغنیا کا حال دیکھتا ہے کہ کس قدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور
اوسکے بچانے اور حفاظت کرنے اور ذلت اوٹھانے میں پڑتی ہے وہ جانتا ہے کہ
مال کا دنیا میں بھی وبال ہونا درست بات ہے نہایت درجہ فلاح کا حال یہ ہے کہ وہ مالدار
کے وارثون کو پہونچے اور وہ اوسکو کھاوین مگر وہ بعض اوقات موروث کے دشمن ہوا کرتے ہین
اور کبھی اوس مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا موروث ہی اونکا مددگار اس گناہ مین ہوا
مال دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا دلدادہ ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر
ریشم لپیٹتا جاتا ہے پھر اوس مین سے نکلنا چاہتا ہے لیکن بچاؤ کی صورت نہیں پاتا چنانچہ وہین ہی
مر جاتا ہے اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے خود کردہ را چہ علاج اسیطرح جو شخص
شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہے اور جتنی شہوات ہین مال
اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو بُرا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا
بیڑیان ہین کہ دل پر پڑتی جاتی ہین اب اگر اوس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہوا اور دل مین
خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھیگا کہ
اونکا اُٹھنا مشکل ہے اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے
اختیار سے چھوڑ دیگا تو گویا اپنی جان کو ہلاک کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پانون پر
کلہاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہان تک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب چیزون
دم کے دم مین علیحدہ کر دیگا اور اسوقت عجیب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین
جکڑا ہوا ہوگا جو کھینچتی ہے اور ملک الموت کے کھینچنے دل کی رگون کے اندر کھینچے ہوے
اوسکو آخرت کیطرف کھینچ رہے ہیں اور زنجیرین دنیا کی اوسکو دنیا کی طرف کشش کرینگی تو اس
شخص کا ادنیٰ حال مرنے وقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آرہ سے

چیر کر دو طرف سے دو آدمی ہلکے کھینچیں اور علیحدہ کریں اور احادیث میں بھی آیا ہے کہ جو شخص آرے سے
چیرا جائیگا تو ایذا اوسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل میں بطریق سرایت ہو کے پہنچیگی اور بدن کے
ذریعہ سے دلکو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ آگ ہی میں پہنچے خاص
دل ہی پر پہونچتا ہے کسی چیز سے سرایت کر کے نہیں آتی اور ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے
غرضکہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہو جانا
اور اسکی حسرت رہنی یہ بعد کو ہوگی پس دنیا کی طرف میل کرنے سے خدای تعالی کے دیدار سے محروم
رہیگا اور جو وہاں سے محجوب ہوتا ہے اوسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف
محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ اس آیت میں عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر
صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جائے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی اکیلا کافی ہے اور
جب دونوں ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے
کانوں میں وہی بات جا وے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں پھونکدی تھی
یعنی آپ سے فرمادیا گیا تھا أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ اور اوسکا کہ اولیاء اللہ کو معلوم
ہوگیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح
ہلاک کرتا ہے اسلیے اونہوں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا یہاں تک کہ حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدر کے لوگوں کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز اونپر حلال تھی اوسمیں زہد
اتنا کرتے تھے کہ تم اوتنا حرام چیزوں میں بھی نہیں کرتے اور ایک روایت میں یوں ہے
کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش ہوا کرتے کہ تم حالت ارزانی و وسعت میں بھی نہیں ہوتے اگر
تم اونکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھیں تو کہیں کہ اسکو
دین سے کچھ بہرہ نہیں اور اگر تم میں سے بروں کو دیکھیں تو کہیں کہ یہ قیامت پر ایمان
نہیں رکھتے اور اگر اونمیں سے کسیکے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور
کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اوسکے
مکر فریب سے بھی ڈریگا اور جن لوگوں کے دلوں کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہے اونکا
حال خدای تعالی ارشاد فرماتا ہے وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ
عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ اور فرمایا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا اور فرمایا فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سب باتیں
تمنائے دنیا اور تنگی کی وجہ سے ہیں۔ اور بعض کہا ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
عرض کیا کہ آپ مجھکو اپنے سفر میں ساتھ رکھیے اونھوں نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر پیچھے ساتھ
ہو جانا اوسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ غنی جنت میں تعجب ہے کہ
داخل ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ غنی جنت میں بڑی مشکل سے داخل ہوگا۔ اور بعض
اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا میں چار آواز دیتے
ہیں دو فرشتے مشرق میں اور دو مغرب میں مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر
قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عوض عنایت فرما
اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کے واسطے پیدا ہوا اور
اوجڑنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ لیے حساب کے لیے کھاؤ اور نقد اوڑھاؤ

پانچواں بیان زہد کی علامات میں

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ مال کا
چھوڑنا اور اوس سے دل تنگی ظاہر کرنی ایسے شخص پر جو مدح کو اچھا جانے بہت
آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہیں کہ اونھوں نے اپنے نفسوں کو تھوڑی غذا کا عادی کر لیا ہے
اور ایک بتخانے میں بیٹھنا لازم کر لیا ہے اونکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال
جانیں اور دیکھکر تعریف کریں پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہاں رہی بلکہ
زہد مال اور جاہ دونوں سے ضروری ہے تاکہ اور سب حظوظ نفسانی میں زہد پورا ہو۔ ایک اور
طرفہ امر ہے کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہنکر دعوی زہد کا
کرتے ہیں چنانچہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ ان مدعیوں کی وصف میں فرماتے ہیں کہ ایک لوگ دعوی
زہد کا کرتے ہیں اور پوشاک عمدہ پہنکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں تاکہ اونکو اگر کوئی پوشاک
بھیجے تو ویسی ہی بھیجے اور اونکی طرف فقیروں کی طرح نہ دیکھے کہ تھوڑا سا کچھ مسکینوں کی طرح دیا جائے
اور ایسے لوگ اپنے آپ کو متبع علم کا کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم سنت پر ہیں یہ چیزیں
جالیسے باہر کی طرف ہیں جو اونسے کچھ سروکار نہیں حالانکہ اگر واقع میں یہ کیا چاہتے تو زہد
روکنا اپنے آپ لیتے ہیں ہر سبب کے سبب بنا کو بیٹھے رہتے کہ لالچ اونکی ہر کوئی اپنے باتوں

تصفیہ اور اپنے نفسوں کی عادات کی تہذیب میں اور نیز اونکے صفات ظاہر ہو کر خیال میں آگئے ہیں
پس لوگوں نے اونکو اپنا حال کہدیا۔ یہ لوگ دنیا کے راغب اور پیرو ہوائے نفسانی کے ہیں
غرض کہ پہچاننا زاہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زاہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیے
کہ اپنے باطن میں تین علامتوں پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش نہ ہو
اور مفقود پر رنجیدہ نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا
آتَاكُمْ بلکہ اوسکے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو
دوسری پہچان یہ ہے کہ اوسکے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات
علامت مال میں زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ میں زہد کی ہے تیسری پہچان یہ ہے
کہ انس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب ہے کیونکہ دل حلاوت
محبت سے خالی نہیں رہتا یا محبت دنیا کی اوسمیں رہتی ہے یا محبت اللہ تعالیٰ کی ان
دونوں کا حال دل میں ایسا ہے جیسے پیالے میں پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہے کہ پانی جسقدر اوسمیں
آتا ہے ہوا اوسمیں سے نکلجاتی ہے دونوں اکٹھا نہیں ہوتے اور جو شخص اللہ تعالیٰ
سے مانوس ہوتا ہے وہ اوسمیں مصروف رہتا ہے دوسری چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ اور
اسیوجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدوں کو کہاں تک پہونچایا تو فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہونے تک۔ اور خدا تعالیٰ کا انس اور دنیا کا انس جمع
نہیں ہوتے چنانچہ اہل معرفت کا قول ہے کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہے تو دنیا
اور آخرت دونوں سے محبت کرتا ہے اور دونوں کے لیے کام کرتا ہے مگر جب ایمان دل کے
سیاہ نقطے میں چلا آتا ہے اور اوسمیں رہنے لگتا ہے تو دنیا سے بغض کرتا ہے اور اوسکی طرف
نگاہ نہیں کرتا نہ اوسکے لیے عمل کرے اور اسیواسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں
منقول ہے اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِي اور حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں
جو اپنے نفس میں مشغول ہوگا وہ آدمیوں سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والوں کا ہے
اور جو شخص اپنے رب میں مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ عارفین کا ہے

اگر یاری از خویشتن دم مزن		کہ شرک است با یار و با خویشتن

زاہد کے لیے ضرور ہے کہ ان دونوں مقاموں میں سے ایک میں رہے پہلا مقام یہ ہے
کہ اپنے نفس میں لگا رہے اس حال میں اوسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور

تمام برابر ہونگے اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اوسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جائیگا ۔
ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابوسلیمان رح سے پوچھا کہ کیا حضرت داود طائی رح
زاہد تھے اونھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے اونکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار
پہنچے تھے اونکو اونھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوسے وہ تو دینار
رکھتے تھے آپنے فرمایا کہ تمھاری غرض یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو پہونچ جاتے حقیقت سے
مراد حضرت ابوسلیمان رح کی انتہا تھی یعنی زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور زہد کامل
جبھی تام ہو جب سب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت
کے صرف اپنے دل اور دین کے خوف سے چھوڑ دیگا اوسکو اوسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا
اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کر دے یہان تک کہ پتھر بھی سرہانے نہ رکھے جیسے
حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا تھا - ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ تھوڑے زہد کا
اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہو سکتی ہے
اگرچہ خدای تعالے کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اوپر عجایب
نعماے الہی کو لحاظ کرین تو جانین کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین پس اگر اوسکے
جود کے اعتبار سے کچھ ایک کیا بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر سوال کرین
تو کچھ دور نہین - جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر اور غنا اور عزت اور ذلت اور
تعریف و مذمت کا یکسان ہونا ہے اور یہ بات غلبہ انس الہی سے ہوتی ہے تو اب
جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین مثلا دنیا کو ترک کرے اور
یہ نہ پروا کرے کہ کس کے پاس گئی - اور بعضون نے فرمایا ہے کہ علامت زہد کی یہ ہے کہ دنیا کو
جیسی کہ تھی چھوڑ دے یہ نہ کہے کہ مین سرای بناونگا یا مسجد بنوادونگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین
کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہے - اور ابن خفیف رح کہتے ہین کہ زہد کی علامت
یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ
بلا تکلف دنیا سے علیحدہ ہونا اور اعراض کرنا زہد ہے - اور حضرت ابوسلیمان رح فرماتے ہین
کہ اون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نچاہیے کہ تین درہم کا کمل پہنے اور
دل مین رغبت پانچ درہم کے کمل کی ہو - اور حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان
ثوری رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ کرنا ہے - اور سری رح فرماتے ہین کہ

کہ زاہد کی حیرانی ابھی نہیں ہوتی جب اپنے نفس سے بیخبر ہو اور عارف کی عیش ابھی نہیں ہوتی
جب تک اپنے نفس میں مشغول ہو۔ اور نصیر آبادی کہتے ہیں کہ زاہد دنیا میں مسافر ہے اور عارف
آخرت میں۔ اور یہ بھی ابن خفیف فرماتے ہیں کہ زہد کی تین علامتیں ہیں عمل کرنا بلا علاقہ
اور قول میں بلا طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ زاہد اوسکو سمجھ کر
اور راحت سمجھتا ہے اور عارف مشک و عنبر۔ اور اونسے ایک شخص نے پوچھا کہ میں
توکل کی دوکان میں اگر جاؤں تو زہد کی کب اوڑھونگا اور زاہدوں میں کب بیٹھونگا اونھوں نے
فرمایا کہ جب باطن میں تیرے نفس کی ریاضت اس حد کو پہنچ جاویگی کہ اگر اللہ تعالے
تجھے تین دن رزق عطا نہ کرے تو تیرے یقین میں ضعف نہو اور جب تک اس درجہ کو
نہ پہنچے تو تجھکو زاہدوں کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ تو کہیں
رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلہن کے ہے اور جو اوسکو طلب کرتا ہے وہ اوسکی
مشاطہ ہے اور جو کوئی اوس میں زہد کرتا ہے وہ اوسکا منہ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہے
اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالی سے مشغول رہتا ہے اوسکی طرف التفات
نہیں کرتا۔ اور سری رح کہتے ہیں کہ زہد میں سے میں نے جو بات چاہی وہ مجھکو ملی مگر لوگوں
میں زہد کرنے کو میں نہ پہنچا اور نہ اوسکی مجھے طاقت ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں
اللہ تعالی نے سب برائی ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور
تمام خیر ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کلید دنیا میں زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا
جو ہمکو حقیقت زہد اور اوسکے احکام میں لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام
نہیں ہوتا اسلیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہیں باللہ التوفیق

پانچواں باب توحید و توکل کے بیان میں

رباعی

گر تجکو ہے عقل رکھ توکل پہ قدم — توحید خدا کا ورنہ تو مار نہ دم
تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں جب — لکھنا تھا جو لکھ چکا ہے حق میں قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور یقین کے مقامات میں سے
ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات میں سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق
اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے سمجھنے کی رو سے اوسکے باریک ہونے کی وجہ سے

کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور اونپر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہے اور اگر اونسے بالکل بے التفاتی اور سستی کیجاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کو لحاظ بھی رکھنا اور اونپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہے بلکہ ورطہ سوالات مین پھنسانا ہے اسلیے معنی توکل کے اسی طرح سمجھنے کہ مقتضاے توحید کے بھی موافق ہو اور نقل و شرع کے بھی مطابق نہایت باریک اور مشکل ہے اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت کے ہوتے ہوے سوا ایسے علما کے جنکی آنکھین فضل الٰہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا اور کسیکی مجال نہین البتہ بڑے علما نے دیکھکر معلوم کرلیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح اونسے بیان کرایا گیا اوسطرح اونکو روشن کیا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین لکھتے ہین مقدمہ مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید اور دوسری مین توکل کی حقیقت اور حال

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہے جسپر رہنے والا اللہ کا حبیب ہو اور اللہ تعالیٰ اوسکا کفیل ہو جس شخص کا اللہ تعالیٰ کافی ہو اور جسکا محافظ ہو وہ بڑی فلاح والا ہے اسلیے کہ حبیب کو عذاب نہوگا نہ دور رہیگا نہ محجوب ہوگا اور ایک آیت مین ارشاد ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہے اور اس آیت کی تکذیب کرنے والا کیونکہ یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہے جیسے یہ آیت ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا پس غرض یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندے کو کافی ہے اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی ایسا عزت والا ہے کہ جو کوئی اوسکی پناہ مین آجاوے اوسکو ذلیل نہین کرتا اور جو اوسکی جناب مین ملتجی ہو اوسکو برباد نہین فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اوسکی تدبیر پر بھروسا کرتا ہے وہ اوسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ اسمین بیان فرمایا کہ ہر ایک سوا اللہ کے مسخر ہے اور اوسکو بھی حاجت تمہاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہے تو اوسپر توکل کیسے کیا جاوے

اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ اور فرمایا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ
الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ اور فرمایا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ
اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید میں توحید کا مذکور ہے اوس سب میں تنبیہ ہے
کہ غیر کا لحاظ نکرو اور اللہ تعالیٰ واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب میں
یہ ہیں کہ حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو
موسم حج میں امتین دکھلائی گئیں میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انسے سب پہاڑ اور نشیب
بھر گئے ہیں مجھکو انکی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھسے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا میں نے
کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ انکے ساتھ ستر ہزار اور جنت میں بے حساب داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ
وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اوٹھے
اور عرض کیا کہ آپ خداے تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو بھی اونھین لوگون
میں سے کرے آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ یعنی الٰہی تو اوسکو اونمیں سے کردے
پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعالیٰ مجھکو بھی انمین سے
کرے آپنے فرمایا کہ اس دعا میں تجھسے سبقت عکاشہ کر چکا۔ اور ایک حدیث شریف میں
وارد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تمکو خداے تعالیٰ ایسی طرح
روزی دے جیسے پرندونکو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اوٹھتے ہیں اور شام کو شکم سیر جاتے ہیں
اور فرمایا مَنِ انْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ مُؤْنَۃٍ وَرَزَقَہٗ مِنْ
حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَلَہُ اللّٰہُ اِلَیْھَا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا
کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگون میں زیادہ غنی ہو جاوے تو اسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خدا تعالیٰ
کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اہل بیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کیواسطے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے کہ
اسبات کا حکم مجھکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا وَأْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ
عَلَیْھَا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اوسنے توکل نہیں کیا یعنی
ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اور الفاظ سے جو شرع میں وارد ہیں جائز ہے مگر توکل چاہتا ہے

کہ سبب سے اسباب کی طرف التفات مٹ رہے - کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن
میں رکھکر آگ میں پھینکا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اونسے پوچھا کہ آپکو کچھ حاجت ہے آپ نے
فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہیں یہ اسواسطے کہا کہ جب اونکو آگ میں پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو اونھوں نے
فرمایا تھا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پس اس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید
میں اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى یعنی وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا - اور حضرت
داؤد علیہ السلام پر خدای تعالی نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے
تمسک کریگا خلق سے بے سروکار رکھیگا اگر اوسکے ساتھ تمام آسمان و زمین دغا کرینگے تو میں اوسکے
لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھکو
بچھو نے کاٹا میری ماں نے مجکو قسم دلائی کہ تو جھڑوا لے میں نے جھاڑنے والے کے ہاتھ میں اپنا وہ
ہاتھ دیدیا جسمیں نہیں کاٹا تھا - اور ابراہیم خواص رح نے یہ آیت پڑھی وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ
لَا يَمُوْتُ آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسی طرف التجا کرنی نہ چاہیے
اور بعض اکابر کو خواب میں کسینے یہ جملہ کہا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعالی پر اوسنے اپنا رزق جمع
کر لیا - اور بعض علمانے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش میں اپنے فرض اعمال
سے بے خبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کر دے اور اوسکو دنیا میں اوسیقدر ملیگا جتنا کہ اوسکے لیے
لکھا گیا ہے - اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہے تو اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ رزق کو بھی حکم ہے کہ آدمی کو تلاش کر لے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہیں
کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ بات میرے جاننے کی نہیں
میرے پروردگار سے پوچھو کہ مجکو کہاں سے کھلاتا ہے - اور ہرم بن حیان رح نے حضرت اویس قرنی رح
سے پوچھا کہ میں کہاں رہوں اونھوں نے شام کی طرف کو اشارہ فرمادیا پھر ہرم نے پوچھا کہ
معیشت یعنی بسر اوقات کی کیا صورت ہے حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہے ان دلوں پر
انمیں شک ملا ہوا ہے انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
جب اللہ تعالی کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اوسکو مل گئی -

فصل اول توحید کے ذکر میں اسمیں بیان اوس توحید کی حقیقت کا ہے جو توکل کی اصل ہے

جاننا چاہیے کہ ایمان کے اقسام میں سے توکل بھی ہے اور اوسکے سب اقسام علم اور حال اور عمل سے
بنتے ہیں پس توکل بھی بالضرور انہیں تینوں چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہے

پھر عمل جو ثمرہ ہے تیسرا حال جو توکل کے لفظ سے مراد ہے پس اول ہم اوس علم کا بیان شروع کرتے ہیں
جو اصل ہے اور اوسکا قول اہل لغت میں ایمان ہے اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور ہر
تصدیق جو دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہے تو اوسکو یقین کہتے ہیں لیکن
مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہیں اور ہمکو اونمیں سے صرف وہ بیان کرنے ہیں جنکے اوپر بنا توکل کی
ہے اور وہ قسم وہ توحید ہے جو اس کلمہ طیبہ میں سمجھی جاتی ہے لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له
اور پھر وہ ایمان قدرت پر ہے جسکا بیان اس کلمہ میں ہے له الملک اور اسی طرح بیان جود و
حکمت الٰہی پر بھی ہے جسپر قول دلالت کرتا ہے وله الحمد پس جس شخص نے کہا لا اله الا اللہ
وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر تو اوسکا وہ ایمان جو توکل کی
اصل ہے پورا ہوگیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہے کہ معنی اس کلمہ کے ایک وصف لازم کی طرح
دل کے ہو جاویں اور دل پر بھی غالب ہو جاویں یہی توحید جو اصل اصول ہے مگر اوسمیں کلام طویل ہے
اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعہ سے اعمال سے بھی متعلق ہیں اور
علم معاملہ بدون اونکے کامل نہیں ہوتا اس صورت میں ہم توحید میں سے اوسیقدر بیان کرینگے جو
متعلق معاملہ سے ہو ورنہ توحید ایک دریا ناپیدا کنار ہے اوسکی کچھ انتہا نہیں ہے اب جاننا چاہیے
کہ توحید کے چار مراتب ہیں ایک مغز دوسرا مغز کا مغز تیسرا پوست چوتھا پوست کے
اوپر کا پوست اور کم فہموں کے سمجھانے کے لیے ہم اوسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہیں کہ توحید
کی مثال اخروٹ کے ہے کہ اوپر کے چھلکے میں سمجھنا چاہیے کہ اوسپر دونوں چھلکے ہوتے ہیں
اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہے پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی
زبان سے تو لا اله الا اللہ کہے مگر اوسکا دل اوس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقوں کے
اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ معنی اس لفظ کے اوسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اوسکی تصدیق
کرتے ہیں یہ توحید عوام کی ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ
ہو جاویں یہ مقام مقربین کا ہے اور اسکا حال اسطرح سے ہے کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہو مگر باوجود
اشیا کی کثرت کے اونکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہو اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات خدا یکتا کے اور کسیکو نہ دیکھے

شعر چو سلطان عزت علم بر کشد | جہان سر بجیب عدم در کشد

اسکا مضمون ہو جاتا ہے اور یہ مشاہدہ صدیقوں کا ہے اور اسکا نام صوفیہ کرام فنا در توحید رکھتے ہیں
یعنی ازانجا کہ اوسنے سوا ایک ذات کے اور کچھ نہیں دیکھا تو اپنے نفس کو بھی نہیں دیکھا

نہیں ہے کوئی معبود سوا خدا کے وہ اکیلا ہے نہیں کوئی شریک اوسکا اوسی کو سلطنت ہے اور اوسی کو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

اور جب احد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے
نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے کو تکتا نہین ہے پس ان مراتب مین سے اول شخص تو صرف
موحد زبان کا ہے اور اسکا فائدہ دنیا مین یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا شخص ان معنون کر
موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور
اس طرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہے اور اوسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا
عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اوسی پر خاتمہ ہوا اور گناہون کے باعث اوسکا ضعیف
نہ کر دیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے تو اس قسم کے ہین جنسے اوسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا مطلوب
ہوتا ہے اور اسکو بدعت کہتے ہین اور کچھ تدبیرین ایسی ہین جنسے اوس گرہ کا مضبوط کرنا اور اوسکے
ڈھیلا کرنے والی اور کھولنے والے حیلون کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے اور اسکو کلام کہتے ہین اور جو
علم کلام جانتا ہو اوسکو متکلم کہتے ہین اور اوسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہے
کہ مبتدع کو عوام کے دلون سے وہ گرہ کھولنے نہ دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی کہتے ہین اس
نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کی عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہے
تاکہ توحید کی گرہ کھلنے نہ پاوے - اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہے کہ اوسنے صرف ایک ہی
فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اوسکو امر حق جون کا تون کھل گیا واقع مین فاعل ایک ہی نظر آتا ہے
اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی سوجھ پڑی ہے نہ کہ اوسنے خود اپنے دل کو معتقد معنی لفظ
کا رکھا ہے تو یہ رتبہ عوام اور متکلمون کا ہے کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین تو کچھ فرق نہین
بلکہ یہ فرق ہے کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہے کہ جو کوئی اوس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا
چاہے تو اس تقریر سے دفع کرے - اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہے کہ اوسکے مشاہدہ
مین بجز واحد یکتا کے اور کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے

شعر

وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے	آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلی ہے پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہے اور دوسرا
مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہے اور تیسرا مغز کے مانند ہے اور چوتھا مثل تیل کے ہے جو مغز مین سے
نکلتا ہے اور جس طرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہے اور اگر اوسکا
باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہے اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان زیادہ کرے
اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چندے ذرا اخروٹ کی حفاظت

اوس سے ہے اور جب مغز نکال لیا جاوے تو پھینکا دیا جاوے اسیطرح توحید زبانی کا حال ہے
جسمین دل کی تصدیق نہو کہ ایسی توحید سے کچھہ فائدہ نہین نقصان بہت ہے ظاہر باطن مین
بُری ہے ہان چندروز کا فائدہ یہ ہے کہ نیچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے
موت کے وقت تک کام آتی ہے اور منافق کے بدن کو طعمۂ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی
اسلیے کہ اونکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہے ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اور یہ بھی منافق کا
بدن تلوار سے محفوظ رہجاتا ہے مگر موت کیوقت یہ توحید اوسکے بدن سے علیحدہ ہوجاویگی
اوسکے بعد پھر اس سے کچھہ کام چلے گا اور جسطرح کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کی ظاہر مین
بہت مفید ہے یعنی اوس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے اور رکھی چھوڑنے سے بگڑنے نہین پاتا
اور اگر جدا کرلیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہے مگر بہرحال مغز کی نسبت کم ہی اسیطرح
صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی
نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اوسمین تابش سے حاصل ہوتا ہے اوسکی قدر کم ہی
کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف مین مراد ہے فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ
اور اس آیت مین بھی أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ اور جسطرح کہ مغز
بذات خود پوست کی نسبت کرنفیس ہے اور گویا مقصود وہی ہے مگر پھر بھی تیل نکالنے پر
کچھہ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسیطرح توحید فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا بھی سالکون کا
حق مین بڑا مقصد عالی ہے مگر اسمین کچھہ نہ کچھہ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہے اور اوس
شخص کی نسبت جو ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ کثرت کی طرف ہے
پس اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نہ کرے حالانکہ آسمان
و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہے اور یہ چیزین بہت ہین تو بہت سی چیزین ایک
کسطرح ہونگی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ انتہائی علوم مکاشفات مین کا ہے ان علوم کے
اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہے
علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھہ علاقہ بھی نہین ہان ابتدائی نظر جو کثرت کا واحد جاننا
بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا ممکن ہے اور وہ اسطرح ہے کہ بعض چیزین کسی خاص مثال
سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان کو اوسکی روح
اور جسم اور ہاتھہ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہی اور

اگر اور اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہے یعنی انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے
اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو اونکے دل مین خیال اوسکی رگون کی کثرت کا
اور آنتون اور ہاتھہ پاؤن کا اور جدا ہونے روح وجسم اور اعضا کا نہین گذرتا - اور دونون
صورتون مین فرق یہی ہے کہ جب آدمی حالت استغراق واحد کے ساتھہ ہوتی ہے تو وہ وہان
مین تفرق اور جدائی نہین دیکھتا اور جب عین کثرت کیطرف التفات کرتا ہی تو خیال علیحدہ ہونے
اون اشیا کا گذرتا ہے اسیطرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہے یا مخلوق سب کے لیے اعتبار
اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض
اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہے اور بعض سے کم - اور انسان کو جو ہم نے مثال مین لکھا ہو
ہر چند مطابق مطلب کے نہین تاہم اوس سے فی الجملہ اشارہ ہے اس کثرت کا واحد ہو جانا معلوم
ہو جاتا ہے اور اس قسم کے موحد مین ہیچل اسکا نہین رہتا اور جس مقام کو ہم نے ابھی ذکر کیا اوسکی سمائی نہین ہوتی
اوسکی تصدیق کرنے لگتا ہے اس تصدیق کی بدولت اوسمین توحید اعلی مرتبہ والی سے
کچھہ بہرہ ہو جاتا ہے کہ جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہے وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً اگر
کوئی نبوت پر ایمان لاوے تو چاہے خود نبی نہو مگر نبوت کا کچھ اسکو بقدر اسکے ایمان کے بہرہ ہوگا جسقدر کہ
اوسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھہ نہین سوجھتا کبھی
ہمیشہ رہتا ہے اور کبھی بجلی کیطرح کوند جاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی
کم ہے - روایت ہے حسین بن منصور حلاج سے ابراہیم خواص رح کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا
کہ تم کس فکر مین ہو اونھون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون
اور خواص رح متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور رح نے فرمایا کہ تمنے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی
آبادی مین ضائع کی تھی اور توحید کہان گئی اوسکو کیون نہین اختیار کرتے شعر

اگر یاری از خویشتن دم مزن	که شرک است با یار و با خویشتن

گویا حضرت خواص رح توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین رح نے اونکو چوتھے
مقام کی ترغیب دی - غرضکہ مقامات موحدین کا حال بطریق اجمال بیان کیا گیا اب اسقدر توحید
کی شرح کرنی چاہیے جسپر توکل مبنی ہے پس چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا نہ چاہیے
اور نہ توکل اوسپر مبنی ہے بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہے اور قسم اول
کی توحید نفاق ہے اوسکا حال ظاہر ہی ہے اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین موجود ہے

اوسکے سمجھنے کرنیکا طور علم کلام مین مذکور ہے اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اوسی
علم مین موجود ہے اور مین سے جسقدر کہ ضروری ہے ہمنے اوسکا ذکر کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھا ہے — باقی رہی تیسری قسم توحید کی سوا اوسی پر توکل مبنی ہے اسلیے کہ صرف توحید اعتقادی
تو موجب حال توکل کے نہین ہے اوسمین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین
جسقدر پر توکل موقوف ہے اوسکو ہم بیان کرتے ہین اوسکی تفصیل تو اس صحبت کی کتاب بیان نہین
ہوسکتی مگر مختصر یہ ہے کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہوجاوے کہ فاعل سوا خداے تعالی کے اور کوئی نہین
اور جتنی موجود چیزین ہین یعنی خلق اور رزق اور بخشش اور منع یا اور موت و حیات اور توانگری
و مفلسی وغیرہ جنکو کسی نام سے کہہ سکتے ہین اونکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالی ہی ہے
کوئی اوسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاویگی تو پھر اور کیطرف نہ دیکھیگا بلکہ خداے تعالی ہی
سے خوف کریگا اور اوسی سے توقع رکھیگا اور اوسی پر اعتماد و توکل کریگا اسلیے کہ کرنے والا
کامون کا تو صرف وہی ہے دوسرا اور کوئی نہین اور جو اوسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود
ایک ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب یہ باب مکاشفہ آدمی کے
اوپر کھل جاتا ہے تو یہ امر اوسکو آنکھ کے مشاہدے سے بھی زیادہ واضح ہوجاتا ہے — اب جاننا چاہیے
کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین ڈالدیتا ہے جہان اوسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کے دل
کچھ ملاو شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے
سے دوم جمادات کے التفات سے — جمادات کے التفات سے شرک ایسے کراتا ہے کہ مثلاً
آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینہ پر اعتماد کرے اور مینہ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے
اکٹھا ہونیکے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر چلنے اور چلنے مین ہوا پر اعتماد
کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین
اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے سوار
کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ پہونچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہوگیا ہے
وہ جانتا ہے کہ ہوا ہی موافق بھی ایک ہوا ہے اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جب تک اوسکو
کوئی حرکت نہ دے [illegible] اوسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے یہان تک کہ سلسلہ محرک
اول پر پہونچے کہ اوسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہے پس نجات کے باب مین

بندے کا التفات ہوا کیطرف ایسا ہے جیسا کوئی شخص گردن مارجانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ
اوسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھدے تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جنسے کہ حکم لکھا گیا ہے یاد
کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جسنے قلم کو ہلایا اوسکو نہ سمجھے
تو یہ نہایت جہالت ہے اور جو شخص جانے کہ قلم کچھہ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھہ مین
مسخر ہوتا ہے تو وہ قلم کیطرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکرگزار نہوگا بلکہ بعض
اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا —
پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینہ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب
خدا تعالی کے قبضہ قدرت مین اسطرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف
سمجھانے کے واسطے کہدی گئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ شاہ بادشاہ کیا کرتے ہین اور
واقع مین کاتب خدا تعالی ہی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے (١) وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ
پس جبکہ دی یہ بات کھل جاتی ہے کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح مسخر ہین تو شیطان
اوس سے نا امید پھرتا ہے کہ اب اسکی توحید مین شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری
صورت سے پیش آتا ہے یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین ان کو
ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تو سب باتون کو اللہ کیطرف سے کیسے منسوب کرتا ہے دیکھہ فلان شخص
تجکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے اگر چاہے دیوے اور چاہے بند کردے اور بادشاہ کو اختیار ہے
چاہے تیری گردن تلوار سے اوڑادے چاہے معاف کردے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہیے
اور اوسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اوسی کے قابو مین ہے اور یہ بات تو اپنی آنکھہ سے
دیکھتا ہے اور اسمین کچھہ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا اس سبب سے
کہ وہ کاتب کے ہاتھہ مین مسخر ہے تو کاتب تو اوس سے با اختیار خود لکھتا ہے اوسکو کاتب کیون
نہین جانتا اس خطرے مین اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالی کے
مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی
مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور اونکو معلوم ہوگیا ہے کہ ضعفا
اس باب مین ایسی غلطی کی جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ
کررہی ہے اور اوسکی بینائی ہاتھہ اور اونگلیون پر نہ پہونچی ہو چہ جائیکہ کاتب کو دیکھے تو وہ
غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہے اور اسکی غلطی کی وجہ یہ

کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہیں جا سکتی اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہے پس اسیطرح
جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خداے تعالی کے نور سے نہیں کھلا اوسکی بصیرت آسمان و
زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہے
اسلیے کاتب ہی پر اثناے راہ میں ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہے اور ارباب قلوب اور مشاہدہ
کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالی اونکے لیے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے
یہانتک کہ وہ لوگ اون ذرات کی تقدیس اور تسبیح خداے تعالی کے لیے سنتے ہیں اور اونکے
گوش حق نیوش میں آواز اون اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے
سنائی دیتی ہے جنکے کان ہی نہیں وہ اسکو البتہ نہیں سنتے سچ ہے ۔ شعر ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار		ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہماری غرض کان سے یہ کان نہیں جو آواز کی چیزون کے سوا نہیں سن سکتے ایسے کان تو گدہے
کے بھی ہوتے ہیں اور نہ ایسی چیزون کی کچھہ قدر ہے جسمیں کہ بہائم شریک ہون بلکہ اون کانون
سے غرض ہے جن سے وہ کلام سمجھی جاوے جسمیں نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی پس اگر کوئی
کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہے عقل اسکو قبول نہیں کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان
کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہیں اور کیا کہتی ہیں تسبیح اور تقدیس خداے تعالی کی کسطرح کرتی ہیں
اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ آسمان
و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کیساتھہ باطن میں ایک مناجات ہے اور اسکا کچھہ حصر و انتہا
نہیں اسلیے کہ وہ کلمات خداے تعالی کے کلام کے سمندر سے ہیں جسکی کچھہ حد نہیں مدد پاتے ہیں
اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ
كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا اور یہ سب ذرات اسرار ملک و ملکوت کے بیان
کرتے ہیں اور بھید کا افشا کرنا برا ہے بلکہ سینہ احرار قبر اسرار ہوتا ہے اور تمنے کبھی دیکھا ہوگا کہ
جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہوا اور بادشاہ اوس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ سب کے سامنے
بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا بلکہ ذکر فرماتے تاکہ روویں اور خندہ کم کرین
اور نہ تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع فرماتے اور یہ ارشاد نفرماتے کہ جب ستارون کا
ذکر ہوا کرے تو چپ ہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو

ح

تو خاموش ہو جاؤ اور ہنر حضرت شگفتہ صدر کو بعض اسرار کے لیے خاص فرماتے ہیں غرضکہ ورثہ
ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہیں اون باتون کو مذکور کرنیکی دو وجہ ہیں اول
محال ہونا افشای اسرار کا دوم بے انتہا ہونا اونکے کلمات و حکایات کا تاہم جو مثال ہم نے اوپر
لکھی ہے یعنی حرکت قلم میں اوسکی تصدیق یہی گفتگو بطریق اجمال لکھے دیتے ہیں تاکہ سمجھا توکل کسکے
بنیا ہونے کی سمجھ میں آجاتے اور ہر چند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہیں مگر وہ
بھی حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کے لیے بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص سالک نے
جو نور الٰہی مشعل سے اور رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اوسکا منہ سیاہی سے کالا ہو گیا ہے اوسنے پوچھا
کہ تیرا منہ تو سفید تھا کالا ہو گیا اب تیرے منہ کا لا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہے کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کہنا انصاف
نہیں کہ یہ بات مجھسے پوچھتا ہے میں نے اپنے آپ تو کالا نہیں کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات
میں جہان اوسکا ٹھکانا اور وطن تھا جمع تھی وہاں سے نکلی اور میرے صحن میں بیہودہ پھیل گئی تب
کی اوسنے کہا کہ تو سچا ہے پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تو نے کاغذ کا منہ سیاہ کیا اوس نے
کہا کہ بھلا مجھسے پوچھتے ہو میں تو دوات میں چپ چاپ بیٹھی تھی کہ یہ قلم ظالمانہ قصد کر کے آیا اور مجھکو
بیچارہ کر کے ظلم سے اپنی ... سے پھر ایذا دہی کی اور مجھکو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت
منتشر کر ڈالا ایسا کہ تجھے یہ کو متفرق معلوم ہی ہوتی ہے جہان ہے اچھا ہان تو اسکی وجہ قلم سے
پوچھنی چاہیے تب اوسنے کیا عملا اوسنے کہا کہ تو درست کہتی ہے پھر قلم سے جو اوسکے ظلم و ایذا دہی کی
روشنائی پر پوچھی اوسنے کہا کہ امر مجھسے پوچھتے ہو میں تو ایک نرسل تھا کہ نہروان کے کنارے
سبز درختون میں کھڑا تھا ہاتھ چھری لیکر پہنچا اور مجھکو جڑ سے اوکھاڑ کر میرا پوست اوتارا
اور کپڑے پھاڑے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی میں ڈبویا اب مجھسے
خدمت لیتا ہے اور مجھکو سر کے بل چلاتا ہے تو مجھسے پوچھ کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہے الگ رہ
اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے وبار کیا ہے اوسنے کہا کہ تیرا قول درست ہے ہاتھ سے پوچھا
کہ تو نے قلم پر کیون ظلم کیا ہے اور اس سے خدمت کیون لیتا ہے ہاتھ نے کہا کہ میان میں کیا ہون
گوشت اور ہڈی اور خون ہون تونے کہین دیکھا ہے کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ
حرکت کرتا ہو میں تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہے مجھے وہی پھراتا
اور دوڑاتا ہے تمام زمین پر لیے پھرتا ہے دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا
اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ اونپر یہ زبردست سوار نہیں مردون کے ہاتھ میں رنجیدہ

ہاتھ کے ہاتھ میں ہوں مجھ میں کچھ فرق نہیں وہ کیوں قلم میں پکڑتے فرشتہ کے اور قلم سے کچھ جواب نہیں
یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیے میرا کچھ قصور نہیں میں صرف سواری ہوں سواری نے اوسے بلایا تھا
اوسنے کہا سچ ہے پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور برابر
اوسکو ادھر ادھر پھیراتی ہے اوسنے کہا کہ تم مجھے عتاب ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت کرنیوالا
پر ہی ملامت عائد ہوتی ہے اور جسکو ملامت کرتے ہیں اوسکا قصور نہیں نکلتا تمکو میرا حال کیا
معلوم نہیں کیسے جانا کہ میں نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی ہیں تو اوسپر پہلے سے بیٹھی ہوئی
سوار تھی نہ مجھے اوسکے بلانے سے کرم جلائے تھا میں تو جب چاپ سوئی تھی اور ایسے خواب خرگوش میں تھی
کہ لوگ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے تھی نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک
کہ ایک موکل آیا اور اوسنے مجھکو بلایا اور زبردستی مجھسے یہ کام لیا پھر تم ملامت کرتے ہو مجھکو بلانے اور
موافقت کی بھی تاب مخالفت اوس موکل کا نام ارادہ ہے میں اوسکو نام ہی سے جانتی ہوں یا
اس سے پہچانتی ہوں کہ ایکبارگی اوسنے چڑھائی کر کے مجھکو گہری نیند سے جگا دیا اور مجبور مجھسے
کام لیا کہ اگر میری تجویز ہوتی کوئی پوچھتا تو مجھکو اچھا نظر آتی کہ میں کبھی نہ کرتی اوسنے کہا کہ تو سچ
کہتی ہے پھر ارادہ سے پوچھا کہ تجھکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا اور
اوسکو حرکت دینے میں لگا دیا اور ایسی مجبوری کی کہ اوسکو تاب مخالفت نہیں ہوتی اور یہ علم
اطاعت سے کہ بگڑ اور چنگل سے نہ آیا ارادہ نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تجھے عتاب کا
عذر میرے پاس ہو جو ہے ہو کہ میں اپنے آپ نہیں اوٹھا بلکہ اوٹھایا گیا اور زبردستی حکم سے اوٹھایا
اور بھیجا ہوں اوسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا بلکہ بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی
زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیغام سنایا کہ قدرت کو اوٹھا دے میں نے مجبوری قدرت کو حرکت دی
اسلیے کہ میں بیچارہ تابع علم و عقل کا ہوں مجھے خبر نہیں کہ مجھکو اوسکی فرمانبرداری کا کیوں حکم ہے
اور کسلیے میں اوسکی اطاعت کے لیے مجبور ہوں اتنا جانتا ہوں کہ جب تک یہ ایلچی نہیں آتا
تب تک چین چاپ سے رہتا ہوں یہی میرا حال ہے خواہ عادل ہے خواہ ظالم ہے اسکے لیے میں
مستعد ہوں اور اوسکی اطاعت مجھپر ضرور لازم ہے بلکہ جب یہ حکم قطعی کر دیتا ہے تو مجھکو تاب
مخالفت نہیں رہتی اپنی جان کی قسم ہے کہ جبتک وہ خود اپنے جی میں متردد اور حکم میں
متحیر رہتا ہے تو میں بھی رکا رہتا ہوں مگر چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہوں اور جب حکم اوسکا قطعی
ہو جاتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے میں اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مضطر ہو جاتا ہوں

اور قدرت کو تعمیل مقتضاے علم کے لیے اوٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال و عتاب مجھسے
اوٹھاکر مجھکو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات مجھکو ہم
بجز اطاعت اور کیا چارہ ہے سالک نے کہا سچ ہے پھر علم اور عقل اور دل سے جا کر مطالبہ اور
عتاب کیا کہ تم نے ارادہ کو اپنا تابع قدرت کے اوٹھانے کے لیے کیون کیا اور اوس سے خدمت
کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن نہین ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے
اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین پھیلی کسی نے پھیلایا ہے اور علم نے کہا کہ مین ایک
نقش ہون جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہو جاتا ہون
اور مین خود منقوش نہین ہوا جس وقت یہ تختی خالی ہی تھی جس قلم نے مجھکو
منقش کیا اوس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین ہوتا سائل یہ سنکر جواب سے
قاصر ہوا اور کسی نے تسکین نہ دی کہا اس راہ مین بہت سی منزلین طے کر چکا ہون اور جس سے تسکین کی
توقع ہوتی تھی وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا لیکن پہلے کی کثرت سے ہی خوش ہوتا
ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول و پسند دیتا تھا اور رفع سوال مین ایک عذر ظاہر
بیان کرتا تھا لیکن یہ جو کہتا ہے کہ مین خط اور نقش ہون مجھکو قلم نے لکھا ہے یہ بات سمجھ مین نہین آتی
اسلیے کہ مین قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش
سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہے چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ
اور خط اور قلم کا ہے انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہے کہ قلم کو سنتا ہون اور اوسکو
نہین دیکھتا قلم نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو عجب ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے پاس زاد راہ کم ہے
اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد کیے ہوئے ہو اوسمین مہلکے اور مخاوف بہت ہین پس
بہتر یہی ہے کہ اس خیال سے درگذر اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے نہین ہو جسکا کام
اوسکو دیجیے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو کان لگا کر اور سنو کہ تمہارے
راستے کے عالم تین ہین اول عالم ملک و شہادت ہے جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور
روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے اونکو تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد
جب تم مجھسے آگے چلوگے تو اوس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے اوسکی عالم مین جنگل لق و دق
اور بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم اونمین سے کیونکر گذروگے اور
تیسرا عالم جبروت ہے وہ ملک اور ملکوت کے درمیان مین ہے اوس مین سے تم

جاری چکا ہوا اسلیے کہ اوسکے شروع مین مثل قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور
ملکوت مین واسطہ ہے یعنی عالم ملک کا راستہ بہ نسبت اوسکے سہل ہے اور عالم ملکوت کا راستہ
اوسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گذار ہے اس عالم کو اون دونون عالم کے درمیان ایسا
جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہے یعنی نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح
ہوتی ہے نہ ساکن زمین کی طرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت مین چلتا ہے
پس اگر اوسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہے
اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا
پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہین چل سکتے تو چلے جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو بھی
چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہگیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی
پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے
کیا تمنے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسی علیہ السلام کے حال مین نہین سنی
کہ جب آپکے سامنے یہ مذکور ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ
لَوِ ازْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ یعنی اگر اونکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا
کہ مین اپنے معاملے مین حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اوس سے میرا دل
ٹھہر گیا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین طاقت اونکے قطع کی ہے یا نہین
اسکی کچھ پہچان بھی ہے علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ جب
نظر سادہ کر کے میری طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو
ایسا لگتا ہے کہ تم اس راہ کے اہل ہو گے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھکر ملکوت کو دروازہ
پر دستک دیتا ہے اوسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا
نبوت مین وہ قلم معلوم ہوا تھا جبکہ یہ آیت اوتری اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر
مجھکو تو نہ کلک نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے
کہا کہ تم کیسی بات کرتے ہو تم نے نہین سنا کہ گھر کا سامان شکل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے
تمکو معلوم نہین کہ اوسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اوسکا ہاتھ اور ہاتھون کے
مانند نہ قلم اوسکا اور قلمون کی صورت نہ اوسکا خط اور خطون کی طرح نہ اوسکا کلام اور کلامون کے

یہ حدیث پہلے گذری ۱۲

یعنی پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نجانتا تھا ۱۲

مانند

علم جو بتاتا ہے وہ اللہ تعالی اوسکی میری طرف سے خبر او خبر دے کہ جو کچھہ اوصاف اوسنے قلم کے
بیان کئے تھے وہ سب بھی چنانچہ ظاہر ہوگئے واقع مین یہ قلم اور قلمون کیطرح کا نہین پھر سالک علم کا
شکر گذار ہوکر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھہ پوچھا اب میرا قصد یہ
کہ قلم کی خدمت مین جاکر اوسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چلا قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا
حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگون کے دلون پر ایسے علم لکھتا ہے جنسے ارادہ جاکر قدرت کو اوبھار دیتا ہے
اور افعال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تم نے عالم ملک و شہادت مین جو کچھہ
دیکھا تھا اور وہان کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جبتم نے اوس قلم سے پوچھا تھا تو اوسنے
ہاتھہ پر حوالہ کردیا تھا اوسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اوس قلم کا
تھا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے تو تو اوسکی صورت کا نہین قلم نے کہا کہ تونے نہین سنا
کہ ان اللہ تعالی خلق آدم علی صورتہ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال
بادشاہ کے دہنے ہاتھہ سے پوچھو کہ مین اوسکے قبضہ مین رہتا ہون وہی مجھکو پھیرتا ہے مین اور
تابع مین مسخر ہون یعنی قلم الٰہی اور قلم آدمی مین مسخر ہونیکی رو سے کچھہ فرق نہین اگر فرق ہے
تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا داہنا ہاتھہ کیا ہے قلم نے کہا کہ تمنے کیا
اس آیت کو نہین سنا ہے والسموات مطویات بیمینہ اقلام بھی اوسکے دہنے ہاتھہ کے قبضہ مین
ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونکو پھیرتا ہے سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور وہان
قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے کہ جنکو کسیکا وصف نہین ہوسکتا بلکہ ہزار ہا دفتر مین اوسکی
شرح و وصف کا سوان حصہ بھی نہین لکھا جاسکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنی داہنا ہاتھہ ہے نہ اور
ہاتھون کیطرح کا اور پانہچہ ہے نہ اور بازوون کیطرح کا اور انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق
اور اس ہاتھہ مین قلم کو حرکت کرتے ہوے دیکھکر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہے تب داہنے
ہاتھہ سے اوسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیون دیتے ہو اوسنے جواب دیا کہ میرا وہی جواب ہے
جو عالم شہادت کے ہاتھہ سے سنا تھا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھہ کو خود بخود حرکت نہین اوسکا
محرک قدرت ہوتی ہے سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے
پیشتر کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت مین کا پوچھا اوسنے جواب دیا کہ مین صرف
صفت ہون قادر سے پوچھو کہ اسکا تابنا موصوف کا کام ہے نہ صفت کا اور اوسوقت قریب تھا
کہ سالک کو لغزش ہو جاتی اور زبان سوال کشادہ کربیٹھتا مگر اوسکو استقلال مرحمت ہوا اور س

سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز آئی کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اس امر کو سنکر
سالک پر ہیبت چھا گئی اور ایسا چھا گیا کہ بیہوش ہو گیا اور اسی بیہوشی مین وہ بہت تڑپتا تھا
جب ہوش آئے تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہے تیری شان کیا بڑی ہے مین نے تیرے سامنے توبہ کی
اور تجھپر بھروسا کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہے مین تیرے سوا
کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر تیری عفو کی تیرے عذاب سے
اور تیری رضا کی تیرے غصے سے اور مجھے اب کچھ کام نہین بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر
سوال کرون اور منت و سماجت سے یہ کہون کہ میرا سینہ کھولدے تاکہ مین تجھکو پہچانون اور
میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ مین تیری تعریف کرون حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا کہ خبردار
ثنا کی طمع مت کر اور سرور کائنات فخر انبیاء سے آگے بڑھکر قدم مت دھر اونھین کے پاس جا جو کچھ
وہ دین وہ لے لے اور جس چیز سے وہ کہین اوس سے باز رہ اور جو کچھ اونھون نے کہا ہو وہی
زبان پر لا دیکھ اونھون نے اس درگاہ مین اس قول کے سوا کچھ نہین کہا سُبْحَانَکَ لَا اُحْصِیْ
ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثنا کا
نہین تو یہی معلوم ہو جاتا ہے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی توقع ہو سکتی ہے یا نہین آواز آئی کہ
کیا صدیقون کی گردنون پر سے کود جانا چاہتا ہے خبردار اور ہوش سنبھال صدیق اکبر کا حال دیکھ
اور انکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیاء کے اصحاب ستارون کی مثل ہین جنکی اقتدا کریگا اوسے سیدھا
راستہ ملیگا صدیق اکبر نے یہی کہا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ
یہی ہے کہ تو یہ جان لے کہ ہم اس دریا سے محروم ہون اور جمال و جلال کے ملاحظے سے عاجز ہون کیونکہ

شعر
کہ خاصان درین رہ فرس راندہ اند
بلا احصی از تک فرو ماندہ اند

اسکے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال و عتاب کا عذر یمین اور قلم اور علم اور ارادہ اور قدرت
اور ان سب کی چیزون سے کیا اور کہا کہ مجھکو معذور رکھو اسلیے کہ مین اجنبی تھا اور ان ملکون مین نیا
آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اوسکو وحشت ہوتی ہی ہے میرا انکار تمپر صرف قصور اور
جہالت سے تھا اب مجھکو تمہارا عذر معلوم ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ ملک و ملکوت اور عزت جبروت
مین یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدای واحد و قہار ہے تم لوگ اوسکے قبضۂ قدرت مین
مسخر اور متحرک ہو وہی اول ہے اور وہی آخر وہی باطن ہے اور وہی ظاہر جب سالک نے
یہ بات عالم ظاہری مین بیان کی تو لوگون نے تعجب کیا اور اوس سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے

اور وہی اول ہو وہی آخر یہ دونوں وصف تو ایک دوسرے کی ضد ہیں اسیطرح ظاہر اور باطن
کیسے ہوگا اسلیے کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہوگی سالک نے کہا
کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کرکے ہے یعنی سب چیزیں مرتب ایک دوسرے کے بعد اوسی
سے صادر ہوئی ہیں اور آخر چلنے والوں کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری
منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں یہان تک کہ انتہا اوس درگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہے اور
اوسکے بعد کوئی سفر باقی نہیں رہتا سفر کا آخر وہی ہے پس وہ وجود میں اول ہے اور مشاہدے میں
آخر ہے اسیطرح وہ اون لوگون کی نسبت کہ جو عالم شہادت میں بیٹھکر اوسکے طالب حواس خمسہ سے
ہیں باطن ہے اور جو لوگ اوسکو اپنے دل کے چراغ روشن میں باطن کی بصیرت سے جو عالم
ملکوت تک پہنچی ہوئی ہے طلب کرتے ہیں اونکی نسبت کہ ظاہر ہے پس توحید فعلی سالکین کی
اسطرح تھی یعنی جن لوگون پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے اونکا طریق توحید اسطرح تھا
اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اسکی بنا ہے تو اگر کوئی
شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ منکر کا تو کچھ علاج
نہیں بجز اسکے کہ اوس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ
عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس میں کرتے ہیں اور قدرت اور ارادہ اور علم کے
منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی اونھون نے پستی عالم شہادت ہی کو پکڑ رکھا ہے
اسکی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر مذکور یہ کہے کہ مین بھی اونہین میں سے
ہون یعنی صرف عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا یہی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو
اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماورا حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہے اور ہم نے اونکا مشاہدہ کرلیا ہے
تو تیرا انکار ایسا ہے جیسے فرقہ سوفسطائی جو حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ ہمکو ایسے
محسوس ہوتا ہے قابل اعتبار نہین [illegible] ہم خواب ہی میں دیکھتے ہون پھر اگر وہ یہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی
ہون مجھے بھی محسوسات میں شک ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج مشکل
ہے اور اوسکو چند روز چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مرض کا تو علاج کر ہی نہین سکتے بلکہ
بعض مرض ایسے ہیں کہ طبیبون کا علاج پیش نہین جاتا اوسکا علاج کرتے ہین یہ مثال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر
تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو اوسکو سمجھا دینے کی تدبیر نکالی ہے کہ اوسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت
دیکھتا ہے دیکھتے ہیں کہ اوسکو درست [illegible] اور اوسمین کا پانی اوترا ہوا ہے جو قابل دور کرنے کے ہے

کرتا ہے اور چاہتا ہے تب بھی اوسکی خواہش کرتا ہے کبھی نہین کرتا اسی سے گمان ہوتا ہے
کہ اوسکا امر مفوض انسان کیطرف ہے اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت ہے
اسلیے ہم اوسکو واضح کیے دیتے ہین اور اوسکا بیان یہ ہے کہ ارادہ تابع اوس علم کا ہوتا ہے جو حکم
کرتا ہے کہ چیز آدمی کے موافق ہے اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ
آدمی کو اشیا بدیہۃ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہدیتا ہے کہ یہ تیرے موافق ہین اور
بعض ایسے ہین کہ عقل اونمین متردد ہوتی ہے اول کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص تمھاری آنکھ
مین سوئی مارنی چاہتا ہے یا شمشیر سے حملہ کرے گا تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا تیرے
حق مین بہتر اور موافق ہے اسمین کچھہ تردد نکروگے اور فوراً اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور
اوسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کے لیے پلکین جھپک جاوینگی اور تلوار کے
روکنے کو ہاتھہ اوٹھہ جاوینگے اور گو یہ باتین ارادہ سے ہوتی ہین مگر بلا تامل و تفکر ہوتی ہین اور جن باتون
مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہے اور نہین جانتی کہ موافق ہین یا نہین اونمین حاجت فکر کی
ہوتی ہے یہان تک کہ عقل پر کھل جاوے کہ اسکا کرنا اچھا ہے یا نکرنا پس جب فکر سے فعل یا ترک کے
بہتر ہونے کا حاصل ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا
اور اسیواسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہے جیسے وہان تلوار و سوئی کی روک
کے لیے پیدا ہوتا تھا پس جس وقت یہ ارادہ ایسے فعل کیواسطے اوٹھتا ہے جسکی بہتری عقل کو معلوم
ہوچکی ہو اوس صورت مین اسکا نام اختیار ہوتا ہے جو خیر سے مشتق ہے یعنی اختیار کیا خیر سے
کہ برانگیختہ ہونا ایسے فعل کیطرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی ارادہ بعینہ ہے فرق یہی ہے
کہ اوس ارادے کے اوٹھنے مین فعل کے خیر ہونے کا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑا تھا مگر یہ
کہ تلوار کے دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بدیہۃ ظاہر ہوئی اور اسمین حاجت فکر کی ہوئی
پس اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنی وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اوٹھتا ہے
جنکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ اختیار مین عقل کو حاجت
اس بات کی ہوتی ہے کہ دو بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بری باتون
مین سے زیادہ بری کو۔ اور یہ نہین ہوسکتا کہ ارادہ بدون حکم حس و خیال کے یا بدون حکم ناطق
عقل کے اوٹھہ کھڑا ہو اسیواسطے اگر کوئی شخص مثلاً اپنے ہاتھہ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے
تو نہین ہوسکیگا نہ اس جہت سے کہ اوسکے ہاتھہ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اسکا

وجہ سے کہ یہاں وہ ارادہ نہیں جو قدرت کو اوٹھایا کرتا ہے اور ارادہ کو ہونے کی یہ جہت ہے
کہ وہ جب ہوا کرتا ہے جب عقل یا حس سے معلوم ہو جاوے کہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ
اپنے آپ کو مار ڈالنا عقل کے موافق نہیں اسلیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہیں کہ آدمی اپنے آپکو
قتل کر ڈالے مگر اوس صورت میں کہ ایسی تکلیف دردناک میں مبتلا ہو جسکی اوسکو تاب نہو کیونکہ ایسی
صورت میں عقل کو حکم میں تردد و توقف ہوتا ہے یعنی اپنا مار ڈالنا بھی برا ہے اور مبتلا ہی آلام و مصائب
رہنا بھی برا تو عقل کو ان دونوں برائیوں میں تردد ہوتا ہے کہ کونسی بہتر ہے اگر بعد فکر کے اوسکے
نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہے کہ قتل کرنے میں برائی کم ہے تب تو اپنے آپکو قتل نہیں کر سکتا
اور اگر عقل قتل میں برائی کم پاتی ہے اور حکم قطعی ایسا کرتی ہے کہ اوس سے پھرنے اور مائل ہو جانے
کی گنجایش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہیں اور آدمی اپنے آپکو ہلاک کر دیتا ہے جیسے کوئی
شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو وہ سر آدمی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہے اگرچہ
وہاں سے گر کر مر جاوے تاکہ اسکی کچھ پروا نہیں کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چھت پر سے اپنے آپکو نہ گراوے
اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہو تو چھت کے کنارہ پر پہنچکر عقل حکم کرتی کہ مار کا
سہنا بہ نسبت گرنے کے آسان ہے اور ٹھہرا توقف کرتے پھر ممکن نہیں ہوتا کہ اپنے آپکو گراوے
اور نہ اوسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل اور حس کے حکم کا ہوتا ہے اور قدرت ارادہ کی
تابع ہے اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی میں ضرور ہی پیدا ہوتے ہیں ایسی طرح
کہ اوسکو خبر نہیں ہوتی کیونکہ آدمی ان امور کا محل ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ اوس سے صادر ہوتے ہوں
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ سب افعال اوسمیں بغیر اوسکے حاصل
ہوتے ہیں خود اوس سے نہیں ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ محل اوس ارادہ کا ہے جو
اوسمیں جبراً پیدا ہوا ہے اسلیے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً
ہوا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے مثلاً آگ کا فعل جلانے میں صرف جبر ہے اور
خدای تعالی کا فعل محض اختیار ہے اور انسان کا فعل ان دونوں مرتبوں کے درمیان ہے یعنی اختیار
پر جبر ہے اور اسلیے کہ یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور
اسباب میں اقتدا کتاب اللہ تعالی کا کرکے اوسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے
بلکہ سمجھ والوں کے نزدیک دونوں باتوں کا جامع ہے اور خدای تعالی کا فعل جو اختیار کہلاتا ہے
اوسمیں یہ شرط نہیں کہ وہ اختیار ہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہے اسلیے کہ یہ بات

خدا تعالی کی شان مین محال ہے اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین اونکا استعمال خدا تعالی
کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہے اور اس بات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے
نہین ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادہ نے قدرت اور قدرت نے حرکت
یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمھاری اگر یہ غرض ہے کہ بدون قدرت الہی کے
ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو انکے ایک دوسرے پر مترتب
ہونے کے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ان مین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت
محض ہے بلکہ ان سب کا حوالہ اوس بات پر ہے جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی
اصل وہی ہے عوام اوس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اوسکے معنی کی ماہیت
سمجھے ہین عوام اوس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اوسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت
کے سمجھے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہے اور اسکا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جاننا چاہیے
کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہے اسی جہت سے
قدرت ازلی سے ارادہ جبھی صادر ہوتا ہے جب علم ہو لیتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد
محل حیات کے صادر ہوتی ہے یہ نہین کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے
اسیطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہو جاتی ہین
اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ
جو متقدم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لازم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے
سب افعال الٰہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہ ہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کی فعل
کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و منزہ ہے خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے
وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے
ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اوسکے سوا اور کسیطرح اونکا ہونا متصور نہین ہو سکتا جو
ترتیب وجود مین ہے اوسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے
تو صرف شرط کے انتظار کے سبب ہے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت
قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہے
تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد

جو ارادہ پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے ہونے کی جہت سے اور انہیں سے ہر چیز کا اپنی اپنی شرط
کے بعد اسطرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق یہی ہے یہ بات نہیں کہ اس ترتیب میں کچھ
اتفاق و سرسری ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب بمقتضائے حکمت و تدبیر کے موجب ہے اور اسکا
سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے
فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے بروقت کا نہیں آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور
ضعیف فہم رکھتے ہیں انکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتیں سمجھنی سہل ہو جاوینگی اور وہ یہ
فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی میں گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو باوجودیکہ پانی استعمال
کرنے اور پانی پہنچنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہے مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہ ہوگا بلکہ
شرط کا منتظر رہیگا کہ جب منہ بھی دھو یا جاویگا تو دور ہوگا اسیطرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی
مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور
چیز جبھی موجود ہوگی جب اسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا میں حدث کا دور ہونا جو شرط
پر منحصر ہے اور وہ منہ دھونا ہے پس جو شخص پانی میں کھڑا ہے اپنا منہ پانی کی سطح پر رکھ دے
اور پانی سب اعضا میں تاثیر کر لے اور حدث جاتا رہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ حدث
ہاتھوں سے اسواسطے گیا کہ منہ سے جاتا رہا یعنی منہ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھوں کے
حدث کے جانے کی کہتے ہیں پانی کو رافع حدث نہیں جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے
کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی
کچھ بدل تو گیا ہی نہیں جیسا تھا ویسا ہی ہے تو جو بات اس سے پیشتر حاصل نہ تھی وہ اب کیسے
ہوگی تا منہ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع حدث کا ہے
پانی رافع نہیں اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال ان لوگوں کا محض جہالت ہے اور
ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت
ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منہ سے حدث
مرتفع ہوا تو ہاتھوں کا حدث بھی اوس پانی سے جو ہاتھوں سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کیونکہ
منہ دھونے سے مرتفع نہیں ہوا اور یہ پانی نہیں بدلا اور ہاتھ نہیں بدلا اور نہ کوئی چیز نئی
ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہو گئی اسلیے اوسکا اثر بھی ظاہر ہو گیا پس مقدورات کا صادر ہونا
قدرت ازلی سے اسیطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور مقدورات سب

جاوے شاہین اور یہ فکر ایک جدا گانہ دستک عالم مکاشفات کے دروازے کی ہے اسلیے ہم اوسکو
بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو صرف توحید در فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ
فاعل حقیقت مین ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اوسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے
اور جسقدر ہم نے اس باب مین لکھا ہے اوسکو سب توحید کے سمندرون مین سے تیسری قسم
توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اوسکا پورا بیان تو عمر نوح مین بھی محال ہے اور یہ ایسا ہے
جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کر کے سب اوٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ
لا الہ الا اللہ کے مضمون مین داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہے اور
اسکے لفظون کے مضمون کا اعتقاد دل مین کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور مغز علماء راسخین
کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور وہان سے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے۔ یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے
کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سوا خدا تعالی کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت
بندون کے لیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون اکٹھے کیسے ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو
خدا تعالی کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالی ہوگا تو بندے کو کسطرح کہوگے اور ایک ہی فعل کے
دو فاعل ہون یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین
تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہو سکتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون
اور لفظ مجمل ہو کہ دونون پر بولا جا سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو
قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہے
اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خدا تعالی اور
اعتبار سے اللہ تعالی کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہے
اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جسمین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے
کہ خدا تعالی نے بندے مین ارادہ پیدا کیا اور اوس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و
ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہوتا ہے اور قدرت
الہی سے اسطرح ہے جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہے
اور جو چیز کہ اوسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہے تو محل قدرت کو بھی فاعل کہدیتے ہین خواہ
کسیطرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر کو دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی
قدرت سے ارتباط رکھتا ہے مگر ارتباط دو طرح کا ہے اسواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہے

اسیطرح ارتباط مقدورات کا وہ قدرتون سے سمجھنا چاہیے اور یہی موافقت اور مطابقت کیلیے
خداے تعالی نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کیطرف اور کبھی بندون کیطرف اور کبھی اپنی
افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہے قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ
پھر فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اور فرمایا اَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ اسمین بندون کیطرف
کشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ
شَقًّا فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَعِنَبًا اور فرمایا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا
اور پھر فرمایا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے
اور ایک جگہ ارشاد ہے فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ تفسیر مین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب
جبریل تجھپر قرآن پڑھین اور فرمایا قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اسمین قتل کو تو مسلمانون کیطرف
منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا یہی قتل کرنا ہے چنانچہ دوسری جگہ
اسکی صراحت فرمایا فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہے مگر حقیقت مین یہ غرض ہے کہ نفی
اور ان مین تناقض نہین ہے جس سے کہ خداے تعالی فاعل ہوا اور اثبات اور اعتبار سے جس سے کہ بندہ
فاعل ہوا ہے یہ دونون جملے علیحدہ باتین ہین اور فرمایا اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ پھر فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا
بَيَانَهٗ اور فرمایا اَفَرَاَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم رحم کے فرشتے کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جا کر نطفے کو ہاتھ مین لیتا ہے
اور اوسکو جسم کیصورت بناتا ہے اور کہتا ہے کہ الہی یہ مرد بنے یا عورت برا ہو یا بھلا اللہ تعالی
اوسکے جواب مین جو چاہتا ہے ارشاد فرما دیتا ہے اور فرشتہ اوسیطرح بنا دیتا ہے اور دوسری روایت
مین یہ ہے کہ فرشتہ صورت بنا کر اوسمین روح پھونکتا ہے خواہ سعادت کے ساتھ یا شقاوت کی انتہی
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہے وہ وہ ہے جو جسمون مین روح ڈالتا ہے اور
وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہے تو اوسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہے اسلیے
اوسکا نام روح رکھا گیا ہے اس بزرگ نے جو کچھ اس جیسے فرشتے کے باب مین کہا ہے اور صفت
بیان کی ہے وہ درست ہے اہل دل نے اپنی بصیرت سے اوسکا مشاہدہ بھی کیا ہے مگر اوسکا
نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہو سکتا اور بے دلیل نقلی اوسکو روح کہدینا صرف تخمین ہے

اسیطرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دلائل و آیات زمین و آسمان مین ذکر فرمائین پھر فرمایا
اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ اور فرمایا شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ
اسمین بتلایا کہ وہ خداے سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہے اور یہ امر کچھہ خلاف نہین بلکہ استدلال کی
راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ اونھون نے موجودات کو دیکھکر خداے تعالیٰ کو پہچانا ہے
اور بہت سے طالبون نے اللہ تعالیٰ سے موجودات کو جانا ہے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ
مین نے اپنے رب کو اوسکی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو مین اوسکو ہرگز نہ پہچانتا اور یہی
مراد اس آیت مین ہے اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے
نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا مین ہون پھر موت اور حیات کو
دو فرشتون کیطرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے
آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے
کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے اونپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہوئے
وہ کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مارا اور جلا نہین سکتا حاصل یہ کہ
فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر سمجھو تو کچھہ اسمین تناقض نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خُذْہَا وَلَوْ لَمْ تَأْتِہَا لَأَتَتْکَ
آنے کو اوس شخص کیطرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کیطرف اسی طرح نہین آتا
جیسے انسان اوسکی طرف جاتا ہے اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خداے تعالیٰ کی طرف توبہ
کرتا ہون نہ محمد کیطرف تو آپنے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کے لیے جان لیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خداے تعالیٰ ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ
حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہے اور جو شخص اوسکے غیر کیطرف کچھہ نسبت کرے وہ اپنے
قول مین استعارہ اور مجاز کرتا ہے اور مجاز کیواسطے بھی ایک وجہ ہے جیسے کہ حقیقت کے لیے
ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہے مگر چونکہ
اوسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہے اسلیے اوسکو بھی فاعل اپنے
کام کا کہدیا اور اوسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور یہ وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خداے تعالیٰ
کیطرف مجازا ہے جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجازا ہے اور جلاد کیطرف حقیقت مین —
مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہے اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل

کیا تیرا رب بس نہوا یا تو ہر چیز پر گواہ ہے ۱۲

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہین اوسکے سوا ۱۲

اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲

طبرانی بروایت شرحبیل بن شرحبیل عن ابن عمر ۱۲

اسکو لے اگر تو اسکے پاس نہ جاتا تو بھی وہ تیرے پاس آتا ۱۲

قوت مخترعہ کیواسطے بنایا ہے تو فاعل سوای خدای تعالی کے اور کوئی نہیں پس حقیقی معنی
خاص خدای تعالی کیواسطے ہیں اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہے یعنی اوس مقصود کے
جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کر گیا کیونکہ اختراع کا کام صرف خدای تعالی کا ہے اور
چونکہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر بے قصد یا اتفاقا جاری ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اونکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہے قول لبید کا ہے

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ۔۔ و کل نعیم لا محالۃ زائل

جسکا ترجمہ یہ ہے

ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ۔۔ سب نعمتیں ہیں آج کی ہونگی لامحالہ زائل

یعنی جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہیں دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود
باطل ہے اوسکی حقیقت اور حقیقت کچھ ہے نہ خود اوس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت میں
سوای ذات حی قیوم یکتا کے اور کوئی حق نہیں کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہے اور اوسکے
سب قائم اوسکی قدرت سے ہیں اسی جہت سے وہی حق ہے اور سب باطل ہیں ۔ اور اسی
جہت سے حضرت سہل تستری یہ فرماتے ہیں کہ اے مسکین خدای تعالی موجود تھا اور تو نہ تھا اور
وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا میں ہیں تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے
نہیں تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا شعر

بہشت تن آسانی آنگہ خورے ۔۔ کہ بر دوزخ نیستی بگذرے

اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ جبر کا ہے تو پھر ثواب عذاب
کے کیا معنی ہیں اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہے اپنے ہی فعل پر خدای تعالی راضی اور ناراض
کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ باب الشکر میں اس بات کیطرف ہم اشارہ کر چکے ہیں دوبارہ لکھنے کی
حاجت نہیں ہے یہ مقدار وہ ہے جو توحید سے مورث حال توکل کے باب میں ہمکو بطور ذکر لکھنی منظور تھی
اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہیں ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم
آتا ہے کہ مسبب الاسباب کیطرف نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب
پر ہوتا ہے ۔ اور حال توکل جیسا کہ آینده مذکور ہوگا جبھی پورا ہوتا ہے جب وکیل پر اعتماد اور دل کا
اطمینان اوسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہے اہل کشف کے طریق کی
صورت اس باب میں لکھنی طویل ہے مگر اوسکا خلاصہ لکھے دیتے ہیں تا کہ طالب مقام توکل اوسکا معتقد

قطعی اعتقاد سے ہو جاوے اور کسی طرح کا شک نہ رہے وہ یہ ہے کہ ایسے یقین سے کہ جسمیں شائبہ
ضعف اور شک نہو تصدیق کرے کہ خدا تعالیٰ اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق
عقل دیتا اور سب سے زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی انکے نفسوں میں سمائی ہوتی اتنی ہی
عنایت فرماتا اور انکو حکمت اور ... کی دیتا کہ جسکی کچھ انتہا نہیں پھر جیسے انکی شمار ... حالی
ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور ہر امر انجام کا سب کا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار
ملکوت بھی سب کے سب کو جتلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہانتک
کہ خیر و شر اور نفع و ضرر پر سب پر واقف ہو جاتے پھر انکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و حکمت کی رو سے
ملک و ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدا تعالیٰ نے
دنیا و آخرت میں کر رکھا ہے ان سب کی تدبیر اس انتظام میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی یا زیادتی
نکرتے نہ اسمیں ذرہ برابر نشیب و فراز عمل میں لاتے نہ کوئی مرض یا عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر ان لوگوں
سے جو انمیں مبتلا ہیں دور کرتے نہ کسی کی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع ان اشخاص سے جو ان
امور سے سرفراز ہیں زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں پیدا کیا ہے
اگر اوسکی طرف آنکھ اٹھاتے اور مدتوں تک دیکھتے رہتے تب بھی اسمیں کچھ نقص و قصور نہ پاتے
اور اس بات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو بانٹا کہ اللہ تعالیٰ نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندوں میں تقسیم کی ہیں
وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صریح ہے اسمیں کسی طرح کا ظلم اور جور نہیں اور سب باتیں جو
واجبی رتبہ پر ہیں انکی ترتیب و مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہے اور اوس سے بہتر
اور کامل تر اور عمدہ تر ممکن ہی نہیں اور اگر بالفرض اس سے عمدہ ترتیب ممکن تھی اور اوسکو خدا
نے باوجود قدرت کے رکھ چھوڑا اور بندوں کو عنایت نکی تو یہ امر وہ بخل کے ہے جو فیاضی
جود کے سے ہے اور ظلم ہے نہ عدل۔ اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم آتی ہے جو خلاف معبود ہونے
کے ہے بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہے وہ دنیا میں تو کمی ہے مگر آخرت میں زیادتی ہے اور جو
نقصان کہ آخرت میں کسی شخص کی نسبت ہے وہ دوسرے کی نسبت کہ عیش و آسایش ہے
اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہوتا تو تندرست
صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کی کیا جانتے
اور جس طرح کہ انسانوں کی روح کے لیے بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانوں کا انکو ذبح

کو ناقص نہ ہونا ظلم ہوتا بلکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دینا عین عدل ہے اسیطرح ساکنین جنت کی زیادتی نعمت کو
دوزخ والوں کی سزا زیادہ کرتی اور اونکا فروں کو ایمانداروں کا فدیہ عین عدل ہے - اور اگر ناقص
ناقص پیدا نہوتا تو کامل کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہوتے تو شرف انسانی کیسے ظاہر ہوتا اسلیے
کہ کمال اور نقص کی نسبت کرنے ظاہر ہوا کرتے ہیں پس سے معلوم ہوا کہ کامل اور ناقص دونوں کا پیدا
کرنا مقتضائے جود و حکمت سے ہے - اور اسیطرح کہ جب ہاتھ سڑ جاتا ہے تو اوسکا کاٹنا جان کے بچانے
کے لیے عدل کی بات ہے اسلئے کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کو اوسکا واسطہ کیا جاتا ہے اسیطرح جو فرق
خلق میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کسیکی قسمت میں کچھ ہے اور کسیکی قسمت میں کچھ تو یہ سب عدل ہے
کوئی اسمیں جور نہیں اور حق ہے کوئی اسمیں کھیل و تماشا نہیں ہے اور یہ بیان بھی نہایت گہرا اور وسیع اور
موج خیز سمندر ہے کہ جو بڑائی میں توحید کے سمندر سے کچھ کم نہیں اسمیں بہت سے عقل کے
کوتاہ ڈوب گئے اور نہ سمجھا کہ یہ ایک بات ہے سوا عاقلوں کے اور کوئی نہیں سمجھتا اور اسکی تہ کو
پار راز تقدیر کا ہے جسمیں اکثر لوگ حیران ہیں اور اسکا افشا سے اہل کشف منع کر دیے گئے ہیں اور
خلاصہ یہ کہ خیر و شر دونوں کی خبر دی گئی ہے ہر چیز کا حکم ہو چکا ہے اور مشیت کے موجب جو ہونا تھا
اسکے مطابق ہوا کہ اوسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی
بات سب لکھی ہوئی ہے اور اوسکا ہونا ایک معین وقت کا منتظر ہے جو آدمی کو پہونچا ہے وہ
ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جو اوسکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا - شعر

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

اب ہم علوم مکاشفہ کی جو اصل توکل کے ہیں اسیقدر پر ختم کر دیے جاتے ہیں اور علم معاملہ
کیطرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہیں وباللہ التوفیق

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال میں اسمیں تین بیان ہیں بیان اول توکل کا حال
پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اور اونمیں سے علم کو
ہم لکھ چکے اور حال جو واقع میں توکل اوسیکا نام ہے اور علم اوسکی اصل اور عمل اوسکا ثمرہ ہے
اوسکو اب لکھتے ہیں واضح ہو کہ توکل کی تعریف میں اکثر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور
عبارتیں اونکی جدا جدا ہیں مگر ہر ایک شخص نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہے اور اوسیکی تعریف
کی ہے چنانچہ عادت اہل تصوف کی یہی ہے اس نظر سے ان سب قولوں کی نقل کرنی میں
بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہ دیکھکر اونکو قلم انداز کرتے ہیں اور امر واقعی حوالہ قلم کرتے ہیں

اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہے جسکے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد
کر دینے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اوسکو وکیل کہتے ہین اور جو کام سپرد کرتا ہے اوسکو متوکل
اور موکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اوسکے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اوسکے متہم ہونے اور قصور کا
نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کے وکیل کو بطور
مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب جھوٹا دعوی کرے
اور مدعا علیہ اوس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اوسکا فریب آشکارا
کر دے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اوسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جب تک
کہ چار باتون کا اعتقاد اوسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل
سوم نہایت درجہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اوسکے باعث فریب کے مقامات
جان لے یہان تک کہ نازک و باریک حیلے بھی اوس سے ہرگز چھپے نہین اور قدرت اسلیے
کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی منہ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق مین
روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہو جاتی ہے مگر خوف
یا نامردی یا حیا یا کسی اور بات کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہے اوسکو
زبان پر نہین لاتا - اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہے مگر قدرت لسانی ہے
کہ دل میں بات ہو جرأت کرے اور اشارہ کرے اوسکو اچھی طرح بیان کر سکے کیونکہ یہ کچھ ضرور
نہین کہ جو شخص فریب کو سمجھ جاتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اوسکا عقدہ بھی حل کر دیا کرے
اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اوسکے باعث جسقدر کہ کوشش کہ وکیل سے اوسکے حق مین ہو سکے
اوسکو بجا لاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑنے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جبتک کہ نہایت توجہ
متوکل کے حال پر نہو اور اوسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو
کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اوسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے
کسی سے کچھ مطلب نہین تو یہ کام کی درستی معلوم - پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ انمین سے
ایک بات مین بھی شک ہوگا یا اوسکے عندیے مین طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اوسکو
اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دل مین متردد رہیگا اور ہمہ تن اسبات کی تدبیر کیا کریگا کہ جسطرح
وکیل مین جو کمی ہے یہ دور ہو جاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون
باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اوسیقدر اوسکا اوسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ

لوگوں کے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے میں بے انتہا متفاوت ہوتے ہیں اسی جہت سے
ضرور ہے کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد میں بھی فرق بہت ہو یہانتک کہ نوبت اوس
یقین کی نہ پہونچ جاوے جسمیں ضعف نہو مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کو حلال و
حرام کے لیے بیٹے کیواسطے دوڑتا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین بکمال شفقت اور عنایت کا
اسوقت حاصل ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتوں میں سے قطعی ہو جاویگی اسیطرح اور خصلتیں بھی
قطعی ہو سکتی ہیں مثلاً مدت سے کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگوں سے متواتر سنا کہ فلاں شخص
بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق والے کا حامی ہے بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے
میں ایک صورت سے باندھ دیتا ہے پس جب یہ مثال سمجھ میں آگئی جان لیا تو اسی پر خداے تعالی کو
اور اس پر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنی اگر آدمی کے دل میں کشف سے یا کسی اعتقاد سے جم جاوے
کہ فاعل سواے خداے تعالی کے کوئی نہیں جیسا کہ اوسکی تقریر اوپر گذر چکی اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی
اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندوں کا حال خوب جانتا ہے اور انکے کافی ہونے کے لیے
قدرت کامل رکھتا ہے اور اوسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندوں پر ایک ایک
واصل ہے نہ اوسکی قدرت کے برابر کوئی قدرت ہے نہ اسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اوسکی
عنایت و رحمت کے سوا جو تجھ پر ہے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت میں بیشک
اوسکا دل صرف خداے تعالی پر توکل کریگا دوسرے کیطرف التفات نکریگا بلکہ جب کوئی حرکت
یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی نگاہ نکریگا اسواسطے کہ معنی اسکے
لاحول ولا قوة الا بالله کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے
اور قوت سے مراد قدرت پس اگر آدمی اپنے نفس میں یہ حالت نپاوے تو اسکے دو سبب
ہیں یا تو یہ کہ ان چاروں باتوں میں سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور
اوہام ہی کے سبب بھی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین میں
کچھ نقصان نہیں ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دل میں کجی آجاتی ہے مثلاً کوئی
شخص شہد کھاتا ہو اور اوس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اوسکی طبیعت
بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا۔ اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے
پاس قبر میں یا بستر پر یا کوٹھری میں لیٹ جاوے تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین
جانتا ہے کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہے اور خداے تعالی کی عادت جاری

ہ یعنی نہ طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور نہ قوت عبادت کرنے کی مگر خدا کی مدد سے ۱۲

کہ اب اوسکو زندہ نہیں فرما دیگا کو زندہ کرنے پر قادر ہے جسطرح یہ اوسکا دستور ہے کہ کاتب کے
ہاتھ کے قلم کو سانپ نہین کر دیتا یعنی کو شیر کرے کہ اونکا سانپ اور شیر کر دینے پر قادر رہتے کہتا ہے
بس یاد رکھو دیکھ کہ عاقل شخص اس یقین میں کچھ شک و شبہ نہین کرتا مگر اوسکی طبیعت ہیبت کے ساتھ
بستر پر خواہ مخواہ کوٹھری مین تنہا سونے سے نفرت کرتی اگرچہ اور تمام عبادات سے نفرت نہین
کرتی اور یہ دل مین ایک نامردی ہے اور ایک قسم کا ضعف ہے کہ جس سے آدمی کم خالی
ہوتا ہے کچھ نہ کچھ ہر ایک میں ہوتا ہے یہی ضعف کبھی زیادہ ہو کر یہ نوبت پہونچاتا ہے حتی کہ آدمی گھر
مین علیحدہ دروازے کو خوب بند کر کے نہین سوتا۔ بہر حال توکل کے کامل ہونے کو دل اور
یقین کی دونون کی قوت چاہیے انہین دونون کی قوت سے دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے
دل میں قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہین جنکے ساتھ اطمینان
نہین ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال مین مذکور ہے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ
بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میتون کا
دکھلا دو تاکہ میرے خیال مین جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اوسی سے
اوسکا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے اول اول مطمئن نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ
نفس مطمئنہ کا پاتا ہے شروع مین ہرگز نہین پاتا اور بعضے مطمئن ایسے ہین کہ اونکو یقین نہین
ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت
پر اطمینان ہے مگر یقین دونون مین سے کسیکو نہین صرف خیال و ظن اور بس یا نہی بات پر چلتے ہین
حالانکہ خدا تعالی کے پاس سے اونکو ہدایت جو سبب یقین کا ہے پہونچ چکی مگر وہ اوس سے
منحرف رہتے ہین۔ غرض یہ کہ نامردی اور جرات سرشت مین داخل ہین اونکے ہوتے ہوئے
یقین مفید نہین ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہے جیسے کہ پہلا درجہ ضعف تو ہم
یقین کم ہونا ایک سبب ہو اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہو جاتے ہین
تو اللہ تعالی پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔ روایت ہے کہ توریت مین لکھا ہوا ہے کہ جو شخص
کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے
کہ جو شخص بندون سے عزت چاہے اوسکو خدا تعالی ذلیل کرتا ہے۔ اور جب تمکو معنی توکل
کے معلوم ہوے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہے بیان ہو چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اوس
حالت کو قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا

فرمایا کیا تو نے یقین نہین کیا کہا کیون نہین لیکن اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو ۱۲

کہ حال یہ ہے کہ توکل اور اعتماد کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر
ہوتا ہے دوسرا درجہ جو اس سے قوی تر ہے وہ یہ ہے کہ حال متوکل کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو
جیسا بچے کا حال ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ سوا ماں کے اور کسی کو نہیں پہچانتا اور سوا اوسکے
اور سے فریاد نہیں کرتا اوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اگر اوسکو دیکھتا ہے تو دامن سے لپٹ جاتا ہے
اور نہیں چھوڑتا اور اگر اوسکے پیچھے کوئی بات اوسے پیش آتی ہے تو اول ماں ہی کو پکارتا ہے
اور اول اوسکے دل میں اوسیکا دھیان آتا ہے کیونکہ اوسکا بھروسا ماں ہی تک ہے اور اوسکو
ماں کی شفقت اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہے جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہیں
جبلی چیز اوسکو حاصل ہوا اوس سے اوسکو سمجھتا بوجھتا ہے اور یوں گمان ہے کہ یہ امر طبعی ہے
اس حیثیت کہ لڑکے سے ان حالتوں کا اگر سوال کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کر سکیگا
نہ اونکی تفصیل اپنے ذہن میں حاضر کر سکیگا لیکن یہ سب باتیں ادراک کے سوا ہیں پس جو شخص کہ
دل سے خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو گا اور نظر اور اعتماد اوسی پر رکھتا ہو گا تو وہ خدا تعالیٰ پر
عاشق ہو گا جیسے لڑکا اپنی ماں پر ہوتا ہے اور وہی واقع میں اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو گا کیونکہ
لڑکا بھی اپنی ماں پر متوکل رہتا ہے اور فرق ان دونوں درجے والوں میں یہ ہے کہ اس درجے والا ایسا
متوکل ہے کہ اپنے توکل میں خود توکل سے بھی بےخبر ہو گیا یعنی اوسکا دل توکل اور اوسکی حقیقت کیطرف
ملتفت نہیں بلکہ صرف جسپر توکل ہے اوسیکی طرف التفات رکھتا ہے اور اوسکے دل میں اوسکے
سوا اور کسیکی گنجائش نہیں اور پہلے درجے والا بتکلف اور کسب سے متوکل ہے اسواسطے اپنے توکل سے
بےخبر نہیں یعنی اوسکو توکل کیطرف التفات ہے اور اوسکو سمجھتا ہے اور یہ امر اس بات کا مانع ہے
کہ صرف خدا تعالیٰ پر نظر ہو اور اسی درجۂ اول کیطرف اشارہ حضرت سہیل تستری رح کے قول میں ہے
کہ جب اونسے کسی نے پوچھا کہ ادنیٰ مرتبہ توکل کا کیا ہے اونہوں نے فرمایا کہ آرزوؤں کا ترک کرنا سائل
نے پوچھا کہ اوسط کیا ہے اونہوں نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کیطرف فرمایا
اور اعلیٰ درجے کو جو پوچھا تو اوسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اوسکو وہی جانتا ہے جو اوسط درجہ پر
پہونچ جاتا ہے تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہے یہ ہے کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات میں خدا تعالیٰ
کے سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت
ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانے والے کا ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہے اور وہ ایسا شخص ہوتا ہے
جسکا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا

جاتا ہی کرنے والا وہی ہے اور اسی سے سب چیزین پیدا ہوجاتی ہین پس ایسا شخص ہمین شمار ہین
سمجھیگا کہ جو پیش آیا پیش آویگا اور لڑکے سے اس باب مین جدا ہوگا کہ وہ اپنی مان سے فریاد کرتا ہے
اور دامن مین لپٹ جاتا ہے اور اوسکے پیچھے دوڑتا ہے اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہے کہ جانتا ہے
کہ اگر خود فریاد نکریگا تو مان اوسکو ڈھونڈ لیگی اور اگر اوسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اوٹھا لیگی
اور اگر اوس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ خود پلاویگی ۔ یہ مقام توکل کا اس بات کا مقتضی ہے کہ متوکل
خدای تعالی کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال ترک کردے اس نظر سے کہ وہ بدون
سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتین سوال اور دعا سے پہلے بلا استحقاق
دے رکھی ہین ۔ اور دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خدای تعالی سے نہین بلکہ دوسرے سے سوال
نکرنے کا مقتضی ہے ۔ باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود بھی ہے یا نہین تو اوسکی صورت یہ ہے
کہ انکا وجود محال تو نہین مگر البتہ بہت نادر و کمیاب ہے جنمین دوسرا اور تیسرا تو حکم عنقا ہی رکھتا ہے بلکہ
اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اوسکا دوام اور بھی دشوار ہے
تیسرا درجہ تو دوام مین ایسا ہے جیسے خوف کی زردی کہ ادھر آئی اور ادھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ
دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دوسرے اسباب سے ایک امر طبعی ہے اور اوسکا بند
ایک امر عارضی ہے جیسے خون کا چارطرف پھیلنا امر طبعی ہے اور رک رہنا عارضی اور خوف کے
یہی معنی ہین کہ خون ظاہر جلد سے باطن کیطرف سمٹ جاوے یہانتک کہ ظاہر جلد سے وہ سرخی
جو جلد کے باریک پردہ مین سے جھلکتی تھی جاتی رہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہے جسمین سے
خون کی سرخی کی رنگت جھلکتی ہے پس خون کا سمٹنا بالضرور زردی لاویگا مگر یہ ہمیشہ نہین ہوگا
اسیطرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کیطرف سے سمٹ جانا اور اونکو نظر انداز کرنا اور اسباب
ظاہری پر التفات نکرنا ہمیشہ نہین رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہے جیسے زردی بخار
والیکی کہ وہ کبھی ایکدن دو دن ٹھہر جاتی ہے زیادہ نہین ٹھہرتی اور درجۂ اول کا دوام مشابہ اوس
بیمار کی زردی کے ہے جسکا مرض پک گیا ہو اوسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہین نہ جاتا رہنا
کچھ بعید ہے باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات مین
رہتا ہے یا نہین پس تیسرے مقام مین تو سرے سے تدبیر نہین رہتی جب تک کہ حالت مذکورہ
باقی رہتی ہے بلکہ اوسکا حالت والا حیران کیطرح رہتا ہے اور دوسرے مقام مین اور کچھ تدبیر
نہین ہوتی مگر خدای تعالی سے فریاد کرنی اور دعا و سوال سے اوسکی طرف التجا کرنی رہتی ہے

جیسے لڑکا اپنی ماں سے صرف علاقہ رکھتا ہے اور یہ مقام اول میں تدبیر باقی رہتی ہے نہ بالکلیہ
بعض تدبیرات جاتی رہتی ہیں جیسے موکل اپنے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے
متعلق ہوں نہیں کرتا مگر جو تدبیر کہ اوسکا وکیل بتاتا ہے یا اسنے آپ اوسکی عادت و تجربہ سے
معلوم ہے اوسکو کرتا ہے مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا جبھی میں مقدمے میں لب کشائی
کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ امر خلاف توکل نہیں یعنی اسمیں یہ بات
نہیں کہ وکیل سے منحرف ہو کر صرف اپنی قدرت یا عزت کی تدبیر پر اظہار حجت میں اعتماد کیا ہو بلکہ
توکل کی تمامی اسی میں ہے کہ جو کچھ وکیل اوسکے لیے مناسب جانکر کہدے وہی عمل میں لاوے اگر
اوسپر متوکل نہوتا اور اوسکی بات پر اعتماد نکرتا تو اوسکے کہنے سے کیوں حاضر ہوتا اور یہ امر کہ
عادت سے وکیل کے معلوم ہوا اوسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ بغیر اوس وکیل طرف ثانی کی
بابت دستاویز نہیں لاتا تو اوسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت کے واقف ہونیکے
بعد اوسکے بموجب کاربند ہو اور دستاویز روبکاری کیوقت بغل میں دبا جاوے غرضکہ اول صورت میں
اپنے آپ حاضر ہونا اور صورت دوم میں دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہے اگر انمیں سے کسیکو چھوڑ دیگا
تو اوسکے توکل میں نقصان ہوگا تو ان دونوں تدبیروں کی بجا آوری کیسے توکل میں باعث
نقصان ہو سکتی ہے ہاں وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اوسکی عادت سے وقوف
ہو کر دستاویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اوسکی حجت اور کلام طرف ثانی سے چپکا سننا بعض اوقات
مقام دوم اور سوم میں بھی پہونچا دیتا ہے یعنی روبکاری کیوقت بہوت سا سمجھتا ہے کہ دیکھے کیا
اور اپنے حول و قوت پر کچھ اعتماد نہیں کرتا اوسپر صرف اوسیوقت تک کہ چلا آیا اور دستاویز لایا
اور اب وہ وقت پہونچا کہ اوسمیں صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل ہی پر رہگیا اور اس بات کا
انتظار کہ میرے حق میں کیا ہوتا ہے۔ اب اگر اس بات کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب میں
دور ہو جاتے ہیں اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہیں کہ آدمی سب تدبیر اور کام چھوڑ دے
کوئی سی تدبیر اور کام کرنے ہی نپاوے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہیں بلکہ جائز ہونا بعض کا
اور ناروا ہونا بعض امور کا توکل میں تفصیل کے ساتھ ہے اعمال توکل میں عنقریب اوسکا بیان
مذکور ہوگا یہاں سے یہی معلوم ہوا کہ اگر متوکل اشارہ وکیل سے یا اوسکی عادت کی وقفیت سے
خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھ لے آوے تو یہ امر مخالف توکل نہیں اسواسطے کہ اوسے یہ تو معلوم ہے
کہ اگر وکیل نہوتا تو میرا آنا اور دستاویز لانا بیکار اور بیہودہ صرف محنت تھی اوس سے کیا کام نکلتا

یعنی ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہین ہوا بلکہ اس لئے ہے کہ وکیل نے اونکو ایسے ڈھنگ سے مفید کر رکھا ہے اور اشیاء ہر امر و حکم کے انشاء سے فوائد و عادت سے ہمنے معلوم کر لیا ہے یہی اونکو مفید بناتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے باعث ہے مگر وکیل کے لیے یہ کلمہ کہنا معنی کامل نہین رکھتا اسواسطے کہ وکیل اوسکی حول و قوت کا خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ بالا کو مفید کر دیا اور اگر وہ ایسا نکرتا تو مفید نہوتین بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خداے مطلق کی شان مین صادق ہے کہ وہ خالق حول و قوت کا ہے جیسے کہ اوسکی تقریر بیان توحید مین گذری اور اوسی نے ان دونون کو مفید بھی بنایا کہ انکو شرط اون فوائد و مقاصد کی کر دی جنکا اون دونون کے بعد پیدا کریگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہِ بیشک درست اور ٹھیک ہے پس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کریگا اوسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین آیا ہے ہوگا ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اتنا ثواب سب کا سب اتنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گذر جاوین اور اوسکے معانی کا دل مین آسانی سے اعتقاد آجاوے کسطرح ملتا ہے اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب اوس مشاہدے کا ہے جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہے تو تعجب نہین رہتا اور نسبت اس کلمے کی اور اوسکے ثواب کی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اوسکے ثواب کیطرف ایسی ہی ہے جیسے ایک کلمے کے مضمون کو نسبت ہے دوسرے کلمے کے مضمون کیطرف یعنی لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہِ مین تو صرف دو چیزون یعنی حول و قوت ہی کو خداے تعالی کیطرف منسوب کیا ہے اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مین سب چیزون کی نسبت اوسکی طرف ہے تو جو فرق کل چیزون اور دو چیزون مین ہے وہی فرق ان دونون کلمون کے ثواب مین بھی ہے۔ اور جیسا کہ ہمنے پہلے لکھا ہے کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہے ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی اونہین چارون چیزون پر متضمن ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون کیطرف نہین جھکتے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف مین ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ صَادِقًا مِنْ قَلْبِہٖ مُخْلِصًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ اور جس حدیث مین کہ صدق و اخلاص کی قید نہین وہان مطلق سے مقید ہی مراد ہے جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور عمل صالح کیطرف منسوب کیا ہے اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین ایمان سے مطلق مراد نہین بلکہ مقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہے اسلیے کہ سلف تا خر وہی حضر

جلد اول باب سیوم میں گذر چکا

بات سے نہیں یعنی زبان کا کہنا بات ہے اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہے مگر وہ نفس کی
بات ہے مگر صدق و اخلاص وہی چیز ہے کہ نہ زبان کی گفتگو ہے نہ نفس کی گفتگو۔ اور تحت سلطنت
صدق سے قہر میں سے لیکے پایا جاویگا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہیں ہاں جو لوگ کہ اصحاب یمین سے
اونکے نزدیک پہنچے ہیں پہونچنگے اونکو بھی خدا ہی تعالیٰ کے یہاں درجے ملینگے مگر سلطنت کے
درجے کو نہ پہنچینگے دیکھو خدا تعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سرکا
تاج بھی اونکے لیے فرمایا عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ [1] اور جب اصحاب یمین کی
نعمت آئی تو اور کچھ نہیں بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میووں اور
پانی اور سایہ اور درختوں اور حوروں کے بیان فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی نصیب
ہوتی ہیں پھر کہاں لذات بہائم اور کہاں وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین میں بیٹھنا اور ہم
یہیں لکھا وجہ وار کا اسکا بیان کیا ہے اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو پانی کا دریا اور جنگلی گھاس وغیرہ کیوں
نہ ملتا اور بہائم سے بہتر ہوتا کیونکہ بہائم کو بھی کچھ میسر ہے باغوں میں پھرتے ہیں پانی کے چشموں کی اور
درختوں کی بہار دیکھتے ہیں اقسام کی غذا کھاتے ہیں نر و مادہ میں جفتیاں ہوتی ہیں بتاؤ تو یہ
لذتیں اعلیٰ اور اشرف ہیں اور اس بات کے لائق ہیں کہ اہل کمال کے نزدیک فرشتوں کے احوال پر
انکو ترجیح ہو اور وہ یہ جانیں کہ جیسے فرشتے قرب الٰہی سے خوش رہتے ہیں ویسے ہم نہوں بہائم
کیطرح ان لذتوں میں مبتلا ہوں یہ کہاں ہوسکتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ
یا تم گدھے ہو جاؤ یا حضرت جبریل علیہ السلام کے درجے میں ہو جاؤ تو وہ گدھے کا درجہ فرشتہ
کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز کسکے مشابہ ہوتی ہے وہ اوسیکی طرف
کھینچتی ہے مثلاً جسکا میلان نقش دوزی کیطرف بہ نسبت حجری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر
کی رو سے نقش دوزی ہی کے ساتھ مشابہ ہوگا یعنی اوسیکو یہی پیشہ زیادہ پسند ہوگا اسیطرح
جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کیطرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہوگا وہ بہائم کا مشابہ
زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [2]
ان لوگوں کو اضل اسواسطے فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجہ ملائکہ کا نہیں وہ تو اوس سے
مجبور ہیں اور انسان میں تو قوت اوسکے طلب کی ہے بس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو
اور نہ کرے وہ بیشک نہ مست سے زیادہ شایان ہے اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے میں
زیادہ ہے۔ اور یہ کلام چونکہ جملہ معترضہ کے طور پر آگئے اسواسطے ہم اول مقصود کیطرف پھر رجوع

[1] حاشیہ ۱: [illegible] تختوں پر بیٹھے ہیں تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے [illegible]

[2] حاشیہ ۲: وہ چوپایوں سے بلکہ اونسے زیادہ بیراہ ۱۲

کہتے ہین کہ ہم معنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے کہہ چکے اور جو کوئی
اوسکو بیچارہ و ثنا پرست کہے اور توکل کا حال اسمین نہین بیان اگر کوئی کہے کہ لا حول
ولا قوۃ الا باللہ مین صرف دو چیزون کی نسبت خدا تعالیٰ کیطرف ہے پس اگر کوئی یون
کہے کہ آسمان و زمین کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لا حول کی برابر ہو یا نہین
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب ویسا نہین اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے
اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہین کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو جانا چھوڑ جاکے اور آسمان
و زمین کو بڑا لگو سمجھتے ہین آسمان و زمین بڑے ہین مگر انکی بڑائی ایسی ہی جانی چاہیے جیسے
کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی بات نہین یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان آدمیون
کیطرف سے نہین بلکہ وہ دونون خدا تعالیٰ کی پیدائش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ
ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سے جاہل ہین جنکو دعوی اپنی باریک بینی اور عقل کی
رائی کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اسمین چوک گئے ہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون بڑی
مہلکہ اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسلیے تباہ ہوئے کہ اپنے لیے
ایک امر ثابت کیا حالانکہ توحید مین شرک ہے اور سوا خدا تعالیٰ کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا
پس جو شخص اس گھاٹی کو خدا تعالیٰ کی توفیق سے طے کرتا ہے اوسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند
ہوتا ہے اور وہی کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہے اور ہم یہ لکھ آئے ہین
کہ توحید مین دو ہی گھاٹیان بڑی ہین ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند اور ستارون
اور ابر اور مینہ اور تمام جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون بہت بڑا
او پر خطر اور گویا کہ سر توحید ہے اور یہی واسطے اس کلمہ کا ثواب بڑا ہے یعنی ثواب بے شمار ہوگا
جسکا تشبیہ ہے کہ سب مثال ... تمہید کا بیان ہوا اگر توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے علاحدہ ہونا
اور خدا ہی کے اوپر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل مین یہ بات ناظرین پر واضح ہو گی

دوسرا بیان مشائخ کے اقوال جو توکل کے باب مین ہین اونکا ذکر

یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مشائخ نے فرمایا ہے وہ سب ہماری اس
تقریر مین یعنی توکل کے تین درجون مین شامل ہے اور ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ
پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسیٰ دیبلی رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید بسطامی
سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے اونہون نے فرمایا کہ تمہارا قول اس باب مین کیا ہو مین نے کہا کہ ہمارے

ساتھی تھے یون کہتے ہین کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو داہنے اور بائین سے گھیر لین تو
اوس سے باطن مین کچھ جنبش نہو اونہون نے فرمایا کہ یہان آدمی کے قریب ہے کہ بالفرض اگر اوسکے ہاتھ
ہو بہشت داہنی طرف سے اور لیٹے ہون اور دوزخ تلے عذاب پاتا ہون اور توکل مع الالتفات تو
تمیز کیسے تو بالکلیہ توکل سے باہر ہو جاویگا پس حضرت ابو موسی کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا
ہی نہین اعلی مقام بیان فرماتے ہین اور حضرت ابو یزید کا قول مشہور عمدہ انواع علم سے ہے جو اصل
توکل ہے یعنی علم حکمت الہی اور یہ کہ جو کچھ خدای تعالی نے کیا وہی ہونا چاہیے اہل عدل و حکمت
سے کہا کہ اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت عمدہ ہے اور بڑون
کی طرف پا سے تعقیدہ ہے حضرت ابو یزید جیسے اعلی مقامات اور علی درجات کے لوگ کچھ فرمایا کرتے
اور توکل کے مقام اول مین پر شرط نہین کیا انہون سے نہ احتراز کیا ہے جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے
غار مین اونکی راہین بند فرمائی تھین اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ ایسا کیون کرتے لیکن
ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف پاؤن سے سانپ کے بل بند کیے ہون اور باطن مین تغیر نہ پایا ہو
یا حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس کا گزند پانا سمجھا بلکہ اون کا ہاتھ واسطے آنکے [illegible]
اور توکل باطن کے اوس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو پس اس طرح کی تاویلات کی
گنجائش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس قسم کی باتین اور اس سے زیادہ [illegible] توکل کی نہین کیونکہ
باطن کی تغیر سانپون سے داخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اوس سے ڈرے جسنے سانپ کو
مسلط کیا ہے کیونکہ سانپون کی حرکت و قدرت بدون خدای تعالی کے کچھ نہین پس اگر احتراز کرے
تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نکرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے۔ اور حضرت ذو النون
مصری رح سے جو توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علیحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا
توکل ہے ارباب سے علیحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کیطرف ہے اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال
کیطرف ہے اسمین حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہین گو ضمنا حال کی تعریف پائی جاتی ہے پھر
لوگون نے اونسے پوچھا کہ اور زیادہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت مین اور خارج
کرنا ربوبیت سے اسمین اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کیطرف ہے فقط۔ اور حمدون قصار
سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درہم ہون اور ایک دانگ قرض
ہو تو اس بات سے نڈر نہ ہو کہ مر جاویگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درہم قرض
ہون اور اوسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خدای تعالی سے اوسکے ادا کرنے کا ناامید نہو

اور اس قول میں اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات
کے لیے اسباب ظاہر کے سوا اور اسباب خفیہ ہیں۔ اور حضرت ابو عبد اللہ قرشی رحمہ اللہ سے کسی نے
توکل کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال میں خدای تعالیٰ سے متعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور
کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کیطرف موصل ہو اوسکو چھوڑ دینا اور محض خدا تعالیٰ
ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینون مقامون کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث
کیطرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمھاری طرف نہین
کیونکہ حضرت جبرئیل ع کی درخواست کا آپکی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو یعنی دوسرے سبب
کیطرف تھا آپ نے اوسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خدای تعالیٰ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام
کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی اس کام کا وہی ہوگا اور یہ حال بہوت کا ہوتا ہے
جو اپنے نفس سے باعث خدای تعالیٰ کے بیخبر ہوا اور اوسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس
حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ توکل دو چیزونکا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے
اس سے اونکی مراد غالبا مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب ہے تو یہ غرض ہے کہ دل کا سکون
اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہے کہ التجا اور تضرع اور فریاد اوسکے
سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے ماں کیطرف مضطرب ہوتا ہے اور اوسکا دل اوسکی کمال
شفقت پر مطمئن ہوتا ہے۔ اور ابو علی دقاق رحمہ کہتے ہین کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول
توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خدای تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہوجاتا ہے اور تسلیم والا
اوسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اوسکے حکم پر راضی ہوتا ہے اس قول میں
اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اوس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات
مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہی ہے اور وعدہ اوسکا تابع ہے اور حکم وعدے کے
پیچھے ہوتا ہے اور غالبا متوکل کے دل پر انمین سے کسی نہ کسی کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔
اور مشایخ کے اقوال تو توکل کے باب میں اور بھی بہت ہین مگر اونکے لکھنے سے طول ہی
ہوتا ہے اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہین اوسکی حقیقت حال جو کچھ تھی وہ انکشاف
بیان کر دی گئی وہی نافع بھی ہے۔

تیسرا بیان متوکل کے اعمال کے ذکر مین - واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہی اور حال
مورث اعمال کا - اور بعضے لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ توکل کے یہ معنی ہین کہ نہ بدن سے کوئی
کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پڑے کپڑے کیطرح یا گوشت کے لوتھڑے کی
مثال ہو جاوے اور یہ گمان جاہلون کا ہے اسلیے کہ یہ امر شرعًا حرام ہے اور شرع مین تعریف
متوکلین کی مذکور ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امر حرام ہے اوسکے کرنے سے کوئی رتبہ قابل
تعریف پایا جاوے اسلیے ہم اوسکی تحقیق لکھتے ہین اور یہ امر واقعی اس باب مین جو کچھ ہے اوسکو
کسی وجہ وجیہ پر جلوہ گر کرتے ہین اصل یہ ہے کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام مین جب معلوم
ہوتی ہے جب اوسکا مقصود معلوم ہوا اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہے تو اوسکی کوشش
چار فنون کے لیے ہوتی ہے اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا جو اپنے پاس نہو جیسے مال کا
حاصل کرنا دوم حفاظت اپنی اشیا نافعہ کی جیسے ذخیرہ کرنا سوم کسی ایذا رسان کو پہلے اپنے اوپر سے
دفع کرنا مثلاً درندہ خواہ چور وغیرہ کو ٹالنا چہارم جو مصیبت اپنے اوپر آگئی ہو اوسکو دور کرنا -
آدمی کی کوشش ان چارون اقسام سے باہر نہین پس ہم شرط توکل کی اور اوسکے درجات ان
چارون طرح کے اعمال مین مع دلائل شرعی چار فنون مین لکھتے ہین - فن اول نافع چیز کے
حاصل کرنے مین - جن اسباب سے کہ نافع چیز آدمی تک پہونچتی ہے وہ تین قسم کے ہین
اول تو وہ جو یقینی ہین دوم جنمین ظن غالب قابل اعتماد کے ہے سوم وہی کہ اونپر نفس کو
اعتماد کامل اور اطمینان نہین قسم اول جو یقینی اسباب ہین وہ وہ ہین کہ اونکے ساتھ
مسببات خداوند تعالی کے حکم و مشیت سے وابستہ ہین اور ہمیشہ اوسیطرح ہوتا ہے اور اوسکے
خلاف نہین ہوتا - مثلاً جب آدمی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہوا اور وہ بھوکا بھی ہو مگر اوسپر
ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ مین متوکل ہون اور توکل کی شرط ہے کہ کچھ کام نکرے ہاتھ کا
بڑھانا بھی ایک کام ہے اور پھر کھانے کا دانتون سے چابنا اور دونون جبڑون کو چلانا
اور نگلنا بھی ایک کام ہے تو اس قسم کی باتین توکل مین داخل نہین ایسے کو مجنون کہتے ہین
اسواسطے کہ اسکے لیے خداوند تعالی نے یہ اسباب قطعی بنا دیے ہین کبھی انکے خلاف نہین ہوتا
تو اونسے دست برداری کسطرح ہو سکتی ہے مثلاً کوئی شخص اس بات کا منتظر ہے کہ خداوند تعالی
اوسکا پیٹ بدون کھانا کھائے بھردے یا روٹی مین حرکت پیدا کردے کہ وہ خود منہ مین چلی آوے
یا کسی فرشتے کو مسخر کردے کہ وہ کھانا چبا کر معدے مین رکھدے تو وہ شخص خداوند تعالی کی

عادت سے جدا ہے خلق میں جاری کر رکھی ہے ناواقف ہے اسیطرح اگر کوئی زمین کو جوتے
بوئے نہیں اور نباتات کی طمع کرے کہ اللہ تعالی اوسمیں غلہ اوگائے اور بیج ڈالنا پڑے یا
کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے
تو ایسی باتیں سب جنون ہیں ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہیں بلکہ توکل حال اور علم سے ہونا چاہیے
یعنی علم تو اس بات کا ہو کہ اللہ تعالی نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو
پیدا کیا اور کھانا اور پانی دینا اوسی کا کام ہے اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خداے تعالی کے
فضل پر ہو نہ ہاتھ اور غذا پر اور واقع میں کسی ہاتھ پر اعتماد کیسے کیا جاوے کہ بعض اوقات فوراً
خشک ہو جاتا ہے کبھی فالج مار جاتا ہے اسیطرح قوت پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا کیونکہ آدمی کو
اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہے کہ اسیوقت عقل جاتی رہتی ہے اور قوت حرکت زائل ہو جاتی ہے
اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا کہ بعض اوقات کوئی زبردست اوسکو
چھین لیتا ہے یا کوئی سانپ بچھو آجاتا ہے تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے غرضکہ
ان چیزوں میں جب اسطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں اور اونکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی کے
نہیں تو آدمی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد کرنا شایان ہوا جب آدمی کا حال اور علم اسطرح کا
ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہیں جو یقینی نہیں
مگر غالب یہی ہے کہ مسببات بدون انکے نہیں حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہیں تو بہت
دشواری سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً کوئی شخص شہروں اور قافلوں سے جدا ہو کر ایسے جنگلوں
میں سفر کرے کہ اوسمیں آدمیوں کی آمد و رفت بہت شاذ و نادر ہو اور ایسی راہ میں توشہ
ساتھ نہ لے تو یہ نہ لینا توکل میں شرط نہیں بلکہ جنگلوں میں توشہ ساتھ لینا اول کے لوگوں کا
دستور و سنت ہے اور اس سے توکل نہیں جاتا بشرطیکہ اعتماد فضل الہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے
بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہے اور یہ نہایت مقامات توکل میں سے بہت بڑھکر
اور اعلی ہے جیسے حضرت ابراہیم خواص رح کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے
تو اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صورت حرام
ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہے اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ
کرکے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح
کہ برداشت گرسنگی اس مدت تک بدون تنگدلی اور پریشانی خاطر اور دشواری ذکر الہی کے

کرسکے دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کرسکے اگر یہ دونون شرطین ہونگی تو غالب
یہی ہے کہ ہر ہفتہ مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائیگا یا کسی گانو اور بستی مین گذر ہوگا
یا کچھ ساگ وغیرہ ایسا ملجاویگا جس سے وقت نکلجاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے زندہ
رہے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہے اور خواص اور اونکی مثل کے اور لوگون کا اسی پر اعتماد
تھا اور اوسکی دلیل یہ ہے کہ خواص ہر اپنے ساتھ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈول ضرور
رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکو معلوم تھا
کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خدا تعالی کی عادت یون ہے کہ پانی کے واسطے
پانی کنوین مین ہو سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھا نہین اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی
گھاس پتی ملتی ہے اور پانی کی ضرورت ہر روز کئی بار وضو کے لیے اور پینے کیواسطے
پڑتی ہے کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت سے پیاسا پانی سے صبر نہین کرسکتا اگر چہ کھانے سے
صبر کرسکتا ہے ایسے ہی آپکے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا اگر جنگل مین پھٹتا تھا تو وہان
سوئی مقراض کہان [illegible] جنگل مین کوئی ایسی چیز [illegible] قائم مقام
مقراض و سوئی کے ہو جاوے [illegible] چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین [illegible]
اونسے بر آمد مطلب ایسا ہی ہو جیسا ان چارون سے یعنی مقراض ڈول رسی سوئی سے تو وہ
اول قسم کا ملحق سمجھنا چاہیئے [illegible] کہا کہ انہین احتمالات ہوسکتے ہین کہ مثلاً کپڑا [illegible]
یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوے پر کوئی پانی پلانے والا ملجاتا ہے اور پہلی قسم مین
احتمال نہین کہ کھانا چبایا منہ مین خود چلا آوے اس واسطے ان دونون مین بہت فرق ہوا
مگر دوسری قسم کی چیزین مذکورہ اول قسم کے معنون مین شریک ہین ایسی ایسی چیزون کو توکل
کے باعث ترک کرنا جائز نہوگا اس بناپر یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی کھوہون مین
کسی گھاٹی [illegible] جنگل مین ہو کر جاتا ہے جہان نہ پانی ہو نہ گھاس [illegible]
اس فعل سے گنہگار ہوگا اور اپنی جان اپنے ہاتھ سے کھوویگا چنانچہ [illegible] ہے کہ ایک [illegible]
شہرون سے جدا ہو کسی پہاڑ مین سات روز رہا اور کہا کہ مین کسی سے [illegible] لوگون کا جب تک
کہ خدا تعالی مجکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہو گیا
مگر رزق نہ آیا جناب باری مین التجا کی کہ الٰہی اگر تو مجکو زندہ رکھتا ہے تو جتنا رزق میری
قسمت مین تونے لکھدیا ہے وہ مجکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا کہ قسم ہے

اپنی عزت و جلال کی قسم کہ تجکو رزق نہ دونگا جب تک کہ تو شہرون مین جا کر لوگون مین نہ بیٹھیگا
وہ شہر مین جا کر بیٹھا اوسکے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھا پی کر جیمین وسواس کیا اللہ تعالیٰ
نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے دنیا مین زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجکو
معلوم نہین کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھ سے رزق پہونچانا اس سے بہتر جانتا ہون
کہ خود اپنے ید قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف حکمت الٰہی
اور مقتضی ناواقفیت عادت خداوندی کے ہے اور عمل کرنا خدای تعالیٰ کے دستور مقرری کے
بموجب اسطرح کہ توکل خدای تعالیٰ پر ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے وکیل
مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہے لیکن اس باب کی دو قسمین مین ظاہر اور پوشیدہ
تو متوکل کو چاہیے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کر کے اسباب خفیہ کیطرف اکتفا کرے اور اسمین یہ
بھی قید ہے کہ دل کا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ بدون کسی
پیشے کے شہر مین آدمی کا بیٹھ رہنا کیسا ہے حرام ہے یا مباح یا مستحب تو اوسکا حال یہ ہے کہ
حرام تو نہین اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنے والا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہ ٹھہرا تو شہر مین
بیٹھنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہو سکتا تا کہ اس فعل کی حرمت لازم آجاوے
بلکہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی غذا ایسی جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اوسکو خیال نہو مگر کبھی دیر کر
جاویگی اور اوسپر صبر ممکن ہے یہان تک کہ کہین سے اتفاقاً آجاوے لیکن اگر حجرے کا دروازہ
ایسی طرح بند کرکے بیٹھے کہ کسیکا گذر اوس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہے اور اگر حجرے کا دروازہ
تو کھلا رکھے مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہے
گو بیٹھ رہنا حرام نہین الا اوس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جا لگا او سوقت نکلنا
اور مانگنا اور کچھ کسب معیشت کرنا لازم ہے اور اگر دل سے مشغول خدای تعالیٰ کے ساتھ ہو
آدمیون کیطرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہے اور رزق لاتا ہے بلکہ خدای تعالیٰ کے
فضل ہی کی تاک ہو اور اوسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہے اور توکل کے مقامات مین سے ہے
اور اوسکا طریق یہ ہے کہ خدای تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نکرے کہ روزی بالضرور
اوسکو پہونچیگی اور اس صورت مین جو بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے
تو رزق اوسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہے درست ہے شعر

ہین توکل کن ملرزان پا و دست — رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

اور یہ بھی اوسکا قول بجا ہے کہ اگر آدمی خدای تعالی سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دی
تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گناہگار ہوگا اور اوسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او جاہل
یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تجکو پیدا کرون اور رزق ندون اور اسواسطے حضرت ابن عباس رح
فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک چیز مین آپس مین اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت مین سبکا اتفاق ہو
کہ بجز خدای تعالی کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ
تَرُوْحُ بِطَانًا وَلَزَالَتْ بِدُعَائِكُمُ الْجِبَالُ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی
طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین اور خدای تعالی اونکو برابر ہر روز
رزق دیتا ہے اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپایون کو دیکھو کہ اونکے لیے خدای تعالی
نے رزق کیواسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہے - اور ابو یعقوب سوسی رح کہتے ہین کہ متوکلون کا
رزق بدون اونکی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر جاری رہتا ہے یہان تک کہ اونکو بلا تردد ملتا ہے
اور اور لوگ اوسکی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کیواسطے رنج اوٹھاتے ہین - اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ اللہ تعالی اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہے مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین جیسے گدا
بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور بعضے جان کھپا کر
جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اوسکے ہاتھ سے
لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسری قسم وہ اسباب ہین کہ اونسے مسبب پر پہونچنا وہمی ہے
کچھ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین
کہ جو تدبیرین بطمع کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات
توکل سے نکل جاتا ہے اور تمام آدمی آجکل اسی مین مبتلا ہین کہ مال بہانے سے حاصل کرنے کیلیے بہتیرے
حیلے باریک نکالتے ہین اور مال مشتبہ کا لینا یا بے طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین
شبہہ ہو تو بطریق اولی توکل کو باطل کرتا ہے کیونکہ وہ تو وہ اسباب ہے جسکا کسب و دنیا مین
اسباب پر توکل کرنا ہے اور اسی قسم کے اسباب کو حصول سے مفید کیطرح جو نسبت ہے
جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ایک بیمار کا درد دور کرنے کیطرف ہے اسیلیے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان اشیاء کے ترک کرنے کو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل
کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ

فرمایا کہ یہ سلسلہ موکرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد سبب کے حاصل ہونے کا نہین
اٹھتے ہین کہ اونکا شمار ممکن نہین اور حضرت سہل رحمہ توکل کے باب مین فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک
کرنا توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے خلق کو پیدا کیا اور اونکو اپنے نفس سے محجوب نہین کیا
اونکا حجاب اونکی تدبیر ہی ہوتی ہے اور غالبا اونکی مراد تدبیر سے نکالنا اسباب بعیدہ کا بہ
فکر ہے کیونکہ اونھین مین سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہری اسباب مین نہین ہوتی اس
تقریر سے معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ اونکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج
ہوجاتا ہے اور بعضے ایسے ہین کہ اونکے کرنے سے خارج نہین ہوتا اور اس مری کی دو قسمین ہین ایک
اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنے سے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ
حال توکل اور علم موجود ہو یعنی تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار
حال اور علم کے ہے نہ عمل کے اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہے اور
ان اسباب کے عمل مین لانے کی رو سے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص رح
اور اونکے مثل کا ہے کہ بے توشہ جنگلون مین پھرے اور فضل الہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ
یا اوس سے زیادہ موافقت صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا ملجاویگی اور اگر
کچھ نہ ملیگا تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے والے بھی بعض اوقات
فاقے سے مرتے ہین کہ اونکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ مین چھین لیتا ہے تو موت کا آنا
توشہ اور بے توشہ دونون مین ممکن ہے اسلیے فضل الہی پر توکل اولی ہوا دوسرا مقام یہ ہے کہ
اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھ رہے بلکہ جنگل کو نجاوے یا شہر مین یہ صورت ہو اور اس مقام والا اول سے کم ہے
مگر متوکل ضرور ہے اسلیے کہ ترک کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الہی پر اعتماد کرتا ہے کہ
وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بناویگا اور شاید یہ شخص شہرون مین بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہو
کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق سے گنے گئے ہین مگر اس سے اوس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا
بشرطیکہ نظر اوس ذات کیطرف ہو جو شہر کے باشندون سے اوسکو رزق دلواتا ہے باشندون
کیطرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہوجاوین اور
اگر خدا ہی تعالی اپنے فضل سے اوسکا حال اونکو نہ بتاوے اور اونکی خواہشون کو اسکی طرف
راغب نکرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبرگیری کرین تیسرا مقام یہ ہے کہ چل پھر کر معیشت
اوس طرح کرے جس طرح ہم نے باب آداب الکسب کے فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہے اسطرح کی

کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہیں نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور
جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزیں تو دم کی دم میں خدای تعالی فنا کر دیتا ہے بلکہ یون
چاہیے کہ نظر کفیل حقیقی کیطرف رکھیگا اوسی نے یہ سب چیزیں بچا رکھی ہیں اور رزق کا سامان بہم
کر دیا ہے اور اپنے کسب بضاعت اور کفایت کو خدای تعالی کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے
جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھ میں حکم لکھتا ہے کہ وہان نظر قلم کیطرف نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کے
دل کیطرف ہوتی ہے کہ کیا جانے کیا دل میں آویگا کیطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھے گا۔
پھر اگر کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کے لیے کرتا ہو
تو ظاہر میں تو کمانے والا ہوگا مگر باطن میں علاحدہ ہوگا اور اس شخص کا حال نسبت گھر میں
بیٹھنے والے کے اشرف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ یہ حال توکل سے نہیں بشرطیکہ
ان میں شرطون کی رعایت اور حال اور علم کا لحاظ ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہ ہے کہ حضرت
ابوبکر صدیق رض جب خلیفہ ہوئے تو اپنی گٹھری بغل میں دبا کر بازار میں تشریف لیگئے مسلمانون کو
برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہیں اب تو آپ نبوت کی خلافت میں
ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کا اگر شغل نکرون تو وہ تباہ ہو جاوینگے اور جب اپنے ہی
عیال کو میں تلف کرونگا تو اورونکو بطریق اولی ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی ضرورت
کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپکے لیے مقرر کر دیا پس جب آپ نے
اونکی مرضی اوسیطرف پائی تو اونکے دل کا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام میں سب وقت
خرچ کرنا آپنے اولی جانا۔ اور یہ محال ہے کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض مقام
توکل میں نہ تھے تو اوسنے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہے اسلیے کہ متوکل تو یقینا تھے پس
معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھی بلکہ قطع التفات کی روسے تھے
کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نہ تھے خدای تعالی ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب
جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق میں ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا
کرتے تھے بہت کی تمنا نہ تھی نہ ذخیرہ اور رکھہ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اوسکے
درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار میں جاوے اور اپنے درم کو غیر کے درم سے
بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہے اور توکل بدون دنیا میں زہد کیے درست نہیں ہوتا
ہاں زہد بدون توکل کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے۔ اور اگرچہ جدا اہ

جو حضرت جنید رحمہ کے مرشد اور مشائخ کاملین میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس توکل کو
چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار روز پیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کے لیے
دمڑی نہ رکھتا تھا اور نہ اپنی راحت کے لیے اوس میں سے کچھہ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہیں کہ کچھہ
کو وہان دیکر غسل ہی کرلون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کو خرچ کر دیا کرتا تھا اور حضرت جنید رحمۃ
انکے سامنے توکل کے باب میں گفتگو نہیں فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل میں انکا دعویٰ
ہوتے مجھکو کچھہ کہنے سے شرم آتی ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہون میں نقدی
لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے ہان اگر نقدی نہو اور وقف نہ کوئی اور بات نہ خادم ہو کہ باہر سے
کماکر لایا کرے تو اسطرح پر توکل ضعف کے ساتھ درست ہے مگر حال اور علم سے قوی ہو جاتا ہے
جیسے توکل پیشہ ور کا۔ اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھہ دیجاوے راضی ہو جاوین
تو یہ بات انکے توکل میں بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس باب میں انگشت نما ہو گئے اور دوکان
کی طرح خانقاہ میں بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار میں جانا اور بازار میں جانے والا متوکل نہیں ہوتا جب
بہت سی شرطین نہون جنکا بیان پہلے ہو چکا باقی رہا یہ کہ آدمی کو گھر میں بیٹھے رہنا افضل ہے یا
چلکر پھر کر کچھہ کمانا تو اوسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت
عبادت میں بسر کرنے کے لیے فراغت ملجاتی ہو اور کسب پیشہ میں ان امورین ابتری ہوتی ہو
اور باوجود اسکے لوگون سے کچھہ طمع بھی نہو اور بات کا منتظر نہ رہے کہ کوئی آکر مجھکو کچھہ دیجاوے بلکہ
صبر اور قناعت پر توکل کرنے میں دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر میں
دل گھبراتا ہے اور لوگون کیطرف نظر لگی رہتی ہے تو کچھہ کام کرکے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے
لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت کرنا
ضروری ہے پہلے متوکلون کا دستور تھا کہ جو چیز انکی نفس طمع کرتی تھی اوسکو نہیں لیا کرتے تھے
چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ نے ابوبکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھہ
زیادہ دینا جب وہ دینے لگے تو فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب
جاکر اوسکو دیدو اب وہ لے لیگا وہ گئے اور اوسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ کیا
بات تھی کہ یہان نہ لیا اور وہان لے لیا فرمایا کہ اول اوسکے نفس کو طمع زیادہ ملنے کی لگی تھی اسواسطے
نہ لیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہوگئی تو لے لیا اور خواص رحمۃ جب کبھی
اپنی رغبت کسی شخص کے دینے کیطرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہو جانے سے خوف کرتے

تو اوس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور اونسے جو کسی نے پوچھا کہ آپنے اپنے سفر مین سب سے
زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے
راضی ہوے مگر مین اون سے اس جہت سے علحدہ ہو گیا کہ مین میرے نفس کو اونکے ساتھ
سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان نہونے پاوے۔ غرضکہ کسب معیشت کرنیوالا
جب آداب کمانے کے اور اوسکی نیت کی شرطون کی رعایت کریگا جسطرح کہ باب الکسب مین
بیان ہوا ہے یعنی مقصود اوسکا کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو
وہ متوکل ہوگا۔ اور علامت اوسکی کہ اپنی بضاعت پر نہو یہ ہے کہ اگر اوسکا مال
چوری جاوے یا تجارت مین کمی ہو یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اوسپر راضی رہے دل کی
طمانیت باطل نہو نہ دل مین اضطراب آنے پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے
کیونکہ دستور کی بات ہے کہ جسکا دل کسی چیز سے وابستہ نہین ہوتا اوسکے جاتے رہنے سے
بھی اوسکا دل مضطر نہین ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے تو وہ اوس چیز سے
تسکین پاتا ہے۔ بشر حافی چرخے بنایا کرتے پھر اونکو چھوڑ دیا اسلیے کہ جاری رہنے اونکو لگا کہ
مین نے سنا ہے کہ تم اپنے رزق پر بدون یہ کام اختیار کرنیسے دلی ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر
خدای تعالی تمکو بہرا اور اندھا کردے تب رزق کس پر ہوگا اس نوشتہ سے اونکے دل مین
کی سبب او نار چرخہ بنانے کے ڈالے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ سبب وہ چرخہ بنانے مین
انگشت نما ہو گئے اور لوگ اسواسطے اونکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے
عیال کے مرنے کے بعد چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری رح کے پاس پچاس دینار تھے اونسے
تجارت کیا کرتے جب اونکی اہل کا انتقال ہوا تو اونکو بانٹ دیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے
ہو سکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہو اور اوسکے ساتھ وابستگی نہو حالانکہ اوسکو معلوم ہی
کہ کسب بدون بضاعت ممکن نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی صورت یہ ہے کہ یون جانے کہ
جن لوگون کو خدای تعالے بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بھی بہت ہین اور ایسے بھی
بہت ہین کہ اونکی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین ٹھان لے
کہ خدای تعالی میرے ساتھ وہی سلوک کریگا جو اوسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر
وہ میرا مال ضائع کردیگا تو اوسکے نزدیک اسمین کچھ بہتری ہے شاید اگر پاس رہتا تو موجب
فساد دین کا ہوتا بڑا خدای تعالی کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور غایت فلا

یہ سبب کہ آدمی بھوک سے مرجائے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت میں میرے
حق میں مفید ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے بدون کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے
واسطے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسی میں ہے - جب ان سب باتوں کا اعتقاد کرے گا
تو اوسکے نزدیک وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہے حدیث شریف میں ہے کہ بندہ رات کو
کسی امر کا امور تجارت میں سے قصد کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اوسکو کرے
تو اوسکی بربادی ہو پس خدا تعالیٰ اوسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اوسکو
اوس کام سے باز رکھتا ہے تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین و اندوہناک ہوتا ہے اور اپنے
ہمسایہ اور چچا زاد بھائی کی بدگمانی لیتا ہے کہ میں نے کسکا منہ دیکھا تھا کہ میرے اوپر
مصیبت آئی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوسپر کی انتہی اور اسی
جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ پروا نہیں خواہ میں غنی ہوں یا فقیر اسواسطے
کہ مجھے معلوم نہیں کہ تونگری و فقیری میں سے میرے حق میں کونسی بہتر ہے - اور جو شخص
ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اوس سے توکل نہو سکے گا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان
دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ مجکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ
اسکی بو بھی میں نے نہیں سونگھی پس باوجود اپنے بلند قدر ہونے کے ایسا فرماتے ہیں کہ مجکو
توکل نہیں ملا یہ نہیں فرمایا کہ اوسکا حصول ممکن نہیں اور غالبا اونکی مراد یہ ہوگی کہ اعلی درجہ
توکل کا نصیب نہیں ہوا - اور جب تک کہ ایمان اس بات پر پکا نہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا نہ کوئی
فاعل ہے نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو یا غنا موت ہو یا جینا
اوسکے حق میں وہی بہتر ہے بہ نسبت اوس بات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی
کامل نہوگا - اس سے معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہے
جیسا کہ گذرا - اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال اور اعمال میں سے ہے کہ وہ بھی اپنی
اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہیں - حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ میں آتا ہے مگر دل کی قوت
اور یقین کا زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہیل رح فرماتے ہیں کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے
وہ سنت پر طعنہ کرتا ہے اور جو شخص ترک کمائی یعنی توکل پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہے
اب وہ علاج لکھتے ہیں جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے میں مفید ہو اور اسباب
خفیہ کے بہم کرنے میں خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یوں جاننا چاہیے

ح ابو نعیم در حلیہ بروایت ابن عباس بسند نہایت ضعیف ۱۲

کہ سوء ظن تعلیم شیطان سے ہے اور حسن ظن خدا تعالیٰ کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا
کیونکہ انسان اپنی شرست کی وسے شیطان کے ڈرانیکو بہت سنتا ہے اسواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے
باعث ڈرے وہ حریص ہے اور جب اسپر نامردی اور ضعف دل زیادہ ہوجاتا ہے اور نیز مشکلین
جو باعث اسباب ظاہری اور اونپر ترتیب دینے والے ہین نظر پڑتی ہین تب سوء ظن غالب ہو جاتا ہے
اور توکل بالکل جاتا رہتا ہے بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کر دیتا ہے چنانچہ
حکایت ہے کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھا رہا اور اوسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اوس سے کہا
کہ اگر تم کچھ کسب کرتے تو تمہارے لیے اچھا ہوتا اوسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار
اوسنے کہا کہ میاں صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہے اوسنے ہر روز دو روٹیون کی کفالت
میرے لیے کر لی ہے امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمہارا مسجد مین رہنا بہتر ہے
عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ
کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نکرو تو تمہارے حق مین بہتر ہو کیونکہ تم یہودی کے وعدہ کو خدا تعالیٰ
نے جو کفالت رزق کی کی ہے اوس پر ترجیح دیتے ہو۔ اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی
سے پوچھا کہ تم کہان سے کھانا کھاتے ہو اوسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز تمہارے
پیچھے پڑھی ہے وہ پھیر لون تب جواب دونگا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ
رزق پہنچنے پر حسن ظن رکھنے کے لیے اون حکایات کا سننا مفید ہے جنمین رزق پہنچنے مین
اللہ تعالیٰ کے عجیب الطاف اور احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین قہر خدا تعالیٰ کا مذکور ہو
کہ تاجرون اور توانگرون کا مال غارت کر کے اونکو بھوک سے ہلاک کر دیا چنانچہ روایت ہے کہ
حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کا ایک غلام حذیفہ مرعشی تھا اوس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات
آپکی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اوسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز
بھوکے رہے کہ کھانا نملا آخر کوفہ مین گئے اور ایک ٹوٹی سرا مین اوترے حضرت
ابراہیم رحمہ نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ تجھے اے حذیفہ بھوک لگی ہے مین نے عرض کیا
کہ آپکی تشخیص بجا ہے آپ نے فرمایا کہ دوات کاغذ لا مین لے آیا آپ نے لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین تو ہی مقصود ہے اور ہر بات تیری ہی طرف منسوب ہے

قطعہ حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا		بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا

شیطان تمکو تنگدستی سے ڈراتا ہے اور بےحیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ وعدہ دیتا ہے تمکو اپنی بخشش اور فضل کا

وہ صفت تجھ میں نہیں کا خدا میں ہو نہیں	التجا ہے تو ہو صفا میں نہیں کا
ہے میری غیر کو سے جلاتی آگ	آگ میں گھسنے سے تو بچ سکو بچا

حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سوا خدای تعالی کے اور کسی سے
اپنا دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اوسکو یہ رقعہ حوالہ کر میں رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجکو ملا
وہ ایک خچر پر سوار تھا میں نے رقعہ اوسکو حوالہ کیا اوسنے اوسکو لیا اور مضمون سے واقف ہو کر رو دیا
اور کہا کہ اس رقعے کے لکھنے والے کہاں ہیں میں نے کہا کہ فلانی مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اوسنے
مجکو ایک تھیلی دی جسمیں چھسو دینار تھے پھر میں نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اوس سے اول
شخص کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہے میں نے حضرت ابراہیم رح کی خدمت میں
حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا اونھوں نے فرمایا کہ ابھی ان دیناروں کو ہاتھ مت لگا وہ ابھی دم آیا چاہتا ہے
جب ایک گھڑی گذری وہ نصرانی آیا اور آپ کے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہو گیا۔ اوس
ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہیں کہ میں ایکبار حرم شریف میں دس روز بھوکا رہا مجکو ضعف معلوم
ہونے لگا دل میں آیا کہ باہر چلیے جنگل کیطرف نکلا کہ کوئی شے ایسی پاے جس سے ضعف کو تسکین ہو
میں نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہے اوسکو میں نے اوٹھایا مگر دل میں کھٹکا اور اوس سے گھبرایا اور
پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھسے یوں کہتا ہے کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا
شلجم لیا میں اوسکو پھینک کر پھر حرم شریف میں چلا آیا اور بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک
عجم کا آدمی چلا آتا ہے وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک تھیلا میرے سامنے رکھدیا اور کہا کہ
یہ آپ کے لیے ہے میں نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اوسنے کہا کہ ہم دس
روز سے سمندر میں تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی میں نے نذر کی تھی کہ اگر خدای تعالی
مجکو بچا دیگا تو میں یہ تھیلا مجاورین میں سے اوسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور آپ ہی
ہی کو اول میں نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہے میں نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اوسنے کھولا
تو اوسمیں مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور برفیاں تھیں میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک مٹھی
لے لی اور اوس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیوں کو میری طرف سے ہدیہ دینا میں نے تمھاری
نذر قبول کی پھر اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہے اور
تو اوسکو جنگل میں ڈھونڈھتا ہے اور ممشاد دینوری رح کہتے ہیں کہ مجھپر کچھ قرض تھا اوسکے
باعث میرا دل اوسی تردد میں مبتلا ہو گیا یعنی عبادت و ذکر میں حضور اور اخلاص کامل نہ رہا

مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہے کہ اے بخیل تونے ہمپر اتنا قرض کر لیا ہے اب
تیرا کام لینا ہے اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا
اور بنان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے
جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھسے کہا کہ اے بنان تو لدو ہی
کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہے کہ خدا ہی تعالی رزق نہ دیگا مین نے اسکے
کہنے سے اپنا توشہ پھینکدیا پھر مجھپر تین دن گذر گئے کہ مین نے کچھ نہ کھایا راستہ مین مین نے ایک
پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اوسکو اوٹھا لینا چاہیے کیا عجب کہ اسکا مالک آوے تو
اوس سے کچھ لیکر دیدون اتنے مین وہی عورت آئی اور مجھسے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یون
کہتا ہے کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اوس سے کچھ لے لون پھر اوسنے میری طرف چند درہم
پھینک دیے اور کہا کہ انکو خرچ کرو مین نے انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا۔ اور یہ بھی بنان ہی
کی حکایت ہے کہ انکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کیواسطے ہوئی اونہون نے اپنے
بھائیون سے صاف صاف کہدیا اور سب نے لونڈی کا دام اونکے لیے جمع کر دیا اور کہا کہ اب
قافلہ آنے کو ہے اوسمین سے جونسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لیجاویگی جب قافلہ آیا تو سب
لوگون کی رای ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہے اوس لونڈی کے مالک سے
اوسکا دام پوچھا اوسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین ہے جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی
بنان حمال کیواسطے ہے اوسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہے وہ لونڈی بنان کے پاس
ارسال کی گئی اور اونسے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین ایک شخص اپنے
سفر مین ایک روٹی ساتھ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھا لونگا تو مر جاؤنگا اللہ تعالی نے
اوسپر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھالے تو اسے اور رزق پہونچانا اور
اگر نہ کھاوے تو پھر اسکے سوا اور کچھ اوسکو نہ دینگے وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لیے رہا یہان تک
کہ مر گیا اور نہ کھائی۔ اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین جنگل مین بدون زاد راہ کے گیا
اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اوسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا
پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاؤنگا جب تک کہ
مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑھا کھودا اور اپنا جسم اوسمین سینے تک
چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے

دلی سنے اپنے آپ کو اس سے مین قید کیا ہے اوسکی خبر لو وہان سے کچھ لوگ آئے اور مجکو نکالکر گھانون مین لیگئے — اور یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رض کے دروازے پر پڑا رہتا اوسکو ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمر کے لیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام اللہ سیکھ وہ تجکو عمر کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اوٹھکر چلا گیا اور اوسکا پتا نملا یہانتک کہ حضرت عمر رض نے اوسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اوسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت مین لگ گیا حضرت عمر رض اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہم سے نہین ملتے اوسنے جواب دیا کہ مین نے قرآن پڑھا اوسنے مجکو عمر اور آل عمر سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمنے کلام مجید مین کیا دیکھا اوسنے کہا کہ مین نے یہ دیکھا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ [ف۱] تب مین نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان مین ہے اور مین اوسکو زمین مین ڈھونڈھتا ہون حضرت عمر رض رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور تھا کہ اوس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے — اور ابو حمزہ خراسانی رح کہتے ہین کہ ایک سال مین نے حج کیا راہ مین چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئین مین گر پڑا میرے نفس نے مجسے تکرار کی کہ فریاد کرنی چاہیے مگر مین نے کہا کہ خدا کی قسم مین ہرگز فریاد نکرونگا مین اسی خیال مین تھا کہ دو شخص اوس کنوئین پر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئین کا منہ بند کر دین کہ کوئی آ مین نہ گر پڑے یہ کہکر بانس اور چٹائی لائے اور اوسکا منہ بند کر دیا مین نے ارادہ کیا کہ چیخون مگر دل مین سوچا کہ جس سے چیخ کر کہونگا وہ تو ان دونون شخصون کی نسبت قریب تر ہے اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا مین ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئین کا منہ کھولکر اپنے پانون کنوئین مین لٹکاتے اور گنگناتی آواز مین گویا یہ کہا کہ مجکو لپٹ جا مین نے اوسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اوسنے باہر نکالا مین نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑکر چلا گیا اوسوقت سروش غیبی نے میرے گوش ہوش مین یہ ندا کی کہ اے ابو حمزہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہمنے تجکو مرنے سے بذریعہ موت ہی کے بچایا ابو حمزہ وہان سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے

نظم

ز سر شرح عشق مرا شرم باز داشت ولے	چو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر
گواہ سر من از لطف خویش آوردی	بلے ز لطف و ہر دست در کی لطف کر
بغیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم	عیان بدست من اینک در آمدی بنظر
چو ہیبت ہمہ وحشت شدم ز ہیبت تو	پذیرم انس چو بینم ز مہر و لطف اثر

ف۱ اور آسمان مین ہے روزی تمہاری اور جو کچھ وعدہ کیا جاتا ہے ۱۲

حیات من ہمہ از تست و موت من از تو		عجب کہ زندگی و موت از پئے یکے زدہ سر

اور اس طرح کے حالات اور حکایات بیشمار ہین - اور جب ایمان آدمی کا قوی ہوا اور اوسکے
ساتھ قدرت ایک ہفتہ بھوکا رہنے کی بدون تنگدلی کے موجود ہوا اور اس بات کا اعتقاد
بھی پختا ہو کہ اگر سات روز تک رزق دیر سے نکلیگا تو خدا تعالے کے نزدیک اوسکا مرنا ہی اچھا ہے
اسواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ در صورت
ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا تشبیہ کر مین عیالدار
توکل کے - واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہوا اوسکا حکم تنہا شخص سے مختلف ہے اسواسطے کہ تنہا
آدمی کا توکل بدون دو باتون کے درست نہین اول بھوک پر ایک ہفتہ تک قادر ہونا اس طرح
کہ وہ لوگون کیطرف تاک ہونے سے تنگ نہو دوسرے وہ اقسام ایمان کی جو ہم لکھ چکے ہین اونمین
ایک یہ ہے کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت کو جانے اور
بھوک اگرچہ دنیا کی گھٹی ہے مگر آخرت کی زیادتی ہے تو یون جانے کہ بھوک مجھے عنایت ہوئی
بلکہ جو رزق میرے حق مین اچھا ہے یعنی رزق آخرت ملا ہے اور یہ وہ مرض ہے کہ اوسمین موت
ہوگی اور اوس سے خوش ہوا اور یہ کہ میرے لیے یون ہی حکم تھا اس طرح سے توکل تنہا آدمی کے لیے
کامل ہو جاتا ہے اور عیال پر دباؤ دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کرو درست نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہے
کہ اونکے سامنے تقریر توحید کے عقیدہ کی کیجائے اور یہ کہ فاقہ سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے
اور واقع مین غبطہ کرنے کے لائق ہے اگر اتفاقا ایسا ہو جائے اس طرح اونکو اعتقادات
اونکے ذہن مین بزور نہین جا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ اونکے باب مین آدمی کو توکل کیا ہوا اونکا
سا چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کے لیے
نکلے تھے اور جنگلون مین چلا جانا اور عیال کو چھوڑ جانا یا اونکی خبرداری نکرنی اور بہانہ توکل کا
اونکے باب مین حرام ہے بعض مرتبہ یہ امر اونکی تباہی کا موجب ہوتا ہے اسکا مواخذہ عیالدار
کے ذمہ رہتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی مین خود مین اور اوسکے عیال مین کچھ فرق نہین اگر
عیال بھی چند روز بھوکا رہنا اوسکے ساتھ منظور کرین اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت
اخروی جانین تو آدمی کو جائز ہے کہ اونکے باب مین بھی توکل کرے اور خود اوسکا نفس بھی اونکی
عیال ہے اوسکا تلف کرنا بھی اوسکو درست نہین مگر اوسی صورت مین کہ مدت تک بھوک پر
صبر کرنے مین موافقت کرے ہان اگر نفس کو برداشت بھوک کی نہو اور بھوک سے دل

گھبرا جاتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہیں۔ اسیواسطے روایت ہے
کہ ابو تراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا تھے کے بعد ایک تربز کے چھلکے کو
کھانے کے لیے اوٹھایا آپنے اوسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہیں تو بازار میں جا کر
یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہیں درست ہے مگر اوسی شخص کو جو کھانے سے
تین دن سے زیادہ صبر کرے۔ اور حضرت علی رودباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب فقیر پانچ دن کے
بعد کہنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اوسکو بازار میں بھیجدو اور اوسکو کہو کہ کچھہ کام کاج کیا کرے
غرضکہ آدمی کا بدن بھی اوسکی عیال ہے اور بدن کی مضرت میں توکل کرنا ایسا ہی ہے جیسا
عیال کے باب میں توکل کرنا صرف نفس و عیال میں ایک ہی چیز کا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو
اپنے نفس پر تو دبا دینا بھوک پر صبر کرنے کے لیے جائز ہے اور عیال پر جائز نہیں۔ اور
اس تقریر سے تمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہیں بلکہ بھوک پر مدت تک
صبر کرنے کا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق میں تاخیر ہو جاوے تو موت پر راضی ہو جانا توکل ہے
اور شہروں اور قصبوں میں رہنا اور ایسے جنگلوں میں رہنا جنمیں کچھہ کچھہ ساگ پات وغیرہ
میسر ہو بقا کا سامان ہے مگر کچھہ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی
بدون صبر کے ممکن نہیں اور شہروں میں رہکر توکل کرنا بنسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب بقا
کے لیے زیادہ اچھا ہے حالانکہ سب اسباب ہی ہیں مگر یہ کہ لوگوں نے ان اسباب کو کچھہ شمار
نہیں کیا اور اسباب کیطرف جھک پڑے جو انسے ظاہر تر ہیں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اونکا
ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا میں تکلیف اوٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کے لیے
قلیل اور سوء ظن اور طول امل کے باعث نامردی دلوں پر غالب ہے۔ اور جو شخص کہ آسمان و
زمین کے اسرار میں غور کرے اوسکو یقیناً معلوم ہو جاوے کہ خداے تعالی نے انتظام ملک اور
ملکوت کا ایسا کر رکھا ہے کہ بندے سے اوسکا رزق علیحدہ نہیں ہو سکتا گو وہ تردد نہ کرے
اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہے اوسکو بھی تو رزق ملتا ہی ہے دیکھو بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں
تردد سے عاجز ہے تو خداے تعالی نے اوسکی ناف کیسی طرح ماں کی ناف سے ملا دی کہ ماں کی
غذا اسنے بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ میں رزق جاتا ہے اسمیں بچے کی کچھہ
تدبیر نہیں پھر جب وہ ماں کے پیٹ سے جدا ہوا تو ماں پر محبت اور شفقت ایسی ڈال دی گئی
کہ وہ خواہ مخواہ اوسکی متکفل رہتی ہے اور اس تکفل میں وہ مجبور ہے اسلیے کہ خداوند تعالی نے

اوسکے دل میں آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہیں ہوتے جنسے
کھانا چباوے تو اوسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے
مزاج کی نرمی کے باعث غذای کثیف کا متحمل نہ تھا اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان مادر
سے شیر لطیف اوسکے لیے بمقدار حاجت جاری کر دیا بھلا انہین کچھ بچے کی تدبیر و پایان نے
کچھ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذای کثیف اوسکو موافق پڑے تب اوسکو دانت
اور کچلیان اور ڈاڑھین چابنے کے لیے اگا دین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے
ضروریات آپ بہم کرنے لگا تو اوسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے چلنے کا آسان
کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی میں جہالت ہے ہو اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھ
اسباب معیشت کم نہیں ہوتے بلکہ زیادہ ہو گئے یعنی اول کمانے پر قادر نہتھا اب قدرت
ہوگئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اوسپر ایک شخص تھا یعنی ماں
یا باپ اور اوسکی شفقت واقع میں بہت تھی کہ ایک دن میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا پلاتا تھا
اور اوسکا کھلانا اسوجہ سے تھا کہ خدای تعالی نے اوسپر محبت اور شفقت کو مسلط کر دیا تھا
اب اللہ تعالی نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ تمام شہر والون پر
پھیلا دی یہان تک کہ جو کوئی اونمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اوسکا دل بھر آتا ہے اور
اوسکے حال پر ترس کرتا ہے اور دل میں شوق اوسکی حاجت روائی کا اوٹھتا ہے تو پہلے
تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہو گئے اور پہلے سے انکی شفقت نہونے کا
یہ باعث تھا کہ وہ اوسکو اپنے مان باپ کی شفقت اور اوسکے ظل حمایت میں دیکھتے تھے کہ ایک
مشفق خاص اوسکے واسطے موجود ہے اوسکو حاجت کیا ہے اور اگر یتیم دیکھے تو بیشک خدای تعالی
ایک شخص یا کئی شخصون کے دل میں رحم و ترس ڈالتا ہے کہ اوسکو اپنے یہان لا کر کفالت کرتے چنانچہ
اب تک ارزانی کے موسمون میں کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مر گیا ہو باوجودیکہ وہ
کچھ تردد نہین کرتا اور نہ اوسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالی اوسکی کفالت بذریعہ اوس
شفقت کے فرماتا ہے جسکو اوسنے بندون کے دلون میں پیدا کر دی ہے پھر بالغ ہونے کے
بعد اوسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہے اور لڑکپن میں کیون نہوے حالانکہ پہلے تو ایک ہی
مشفق تھا اب ہزارون ہو گئے اور ہر چند مان کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی
تھی اور شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہے مگر اندک اندک خیلے شود کے مضمون کے بموجب

سب کی شفقت ملکر اتنی ہو جاتی ہے جس سے ہم مثل سکھلاتے ہیں بہت سے یتیم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے اونکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ ماں باپ اون کو کبھی میسر نہیں تو جس قدر شفقت میں لوگوں کی
کمی ہے اوسکی مکافات اونکی کثرت سے ہو جاتی ہے موجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک
آدمی کا بوجھ بہرحال یتیم کو بقدر ضرورت حاصل ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ

اے خواجہ نوشتہ قلم سے نشوی بیش و کم	بس حرکت کم کن سکون ہست مساوی ہم
جاہل بود ہم چنون سے توانہ بہر رزق	زانکہ خدا سے دہد رزق جنین در شکم

اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس وجہ سے کفالت کرتے ہیں کہ اوسکو اوسکی لڑکپن کی وجہ سے
عاجز تصور کرتے ہیں مگر جو شخص بالغ کمانے کو چلتا ہوا اوسکی طرف کوئی التفات نہیں کرتا اوسکو
یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیوں نہیں کماتا تو اوسکے جواب میں
ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہیں ایسے شخص کو کمانا چاہیے اوسکے
حق میں توکل کے کیا معنی توکل تو ایک مقام دین کے مقامات میں سے ہے اوس سے فراغت
خدا تعالیٰ کے لیے ہو رہنے کو واسطے لیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت ہاں اگر وہ شخص
مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرہ کا ملازم ہو اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی
ملامت نہیں کرتا کہ تم کیوں نہیں کماتے اور نہ اوسکو تکلیف کمانے کی دیتے ہیں بلکہ اوسکے مشغول بخدا
ہونے ہی سے لوگوں کے دلوں میں اوسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اوسکی ضروریات کی خود متکفل
ہوتے ہیں صرف اوسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازہ بند نہ کرے اور نہ لوگوں کے درمیان سے
جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر میں ہو کر تمام وقت مشغول
بخدا رہتا ہو وہ فاقے سے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی سنے بلکہ اس طرح کا شخص چاہے تو اور بہت
لوگوں کو صرف اپنے ایما سے کھلا سکتا ہے اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیواسطے ہو رہتا ہے اور جو
مشغول بخدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے اور اوسکے لیے
دلوں کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے ماں کے دل کو بچہ کے لیے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام ملک اور
ملکوت کا اون دونوں کے رہنے والوں کیواسطے کافی بنایا ہے جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ
کرتا ہے اور مدبر پر ایمان لاکر اوسکے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہے
نہ اسباب پر۔ ہاں خدا تعالیٰ نے انتظام ایسا نہیں کیا کہ جو اوسکے ساتھ مشغول ہو اوسکو حلوے تکے
اور قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ بھی

ملجاوے مگر ایسا انتظام کیا ہے کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اوسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی یا ساگ پات کہانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ بقدر حاجت سے زیادہ ہی ملتا ہے پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہے تو صرف اس جہت سے کہ اوسکا نفس ہمیشہ آسایش اور مزہ اوڑانے کا راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کہانے کا مائل ہے اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہوتی ہین اور اکثر تردد سے بھی نہین ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر مین کبھی کبھی بے تردد ہی ملجاتی ہین تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے اوسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہوگا ایسا ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ ملک و ملکوت کے رب پر اطمینان کرتا ہے جسنے ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہے کہ اوسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہو اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کر جاتا ہے اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہے اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہو جایا کرتی ہے پس جب اوس شخص پر یہ باتین منکشف ہونگی اور اوسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اوسکا ثمرہ وہ ہوگا جو حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہے کہ تمام بصرہ کے رہنے والے میرے عیال مین ہون یعنی سب کا کہانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک اشرفی کو بکتا ہو ۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے کا ہو جاوے اور زمین رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون ۔ پس جب ان باتون کو تم نے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جسکے معنی فی نفسہ سمجھ مین آتے ہین اور اوس پر پہونچنا ایسے شخص کو جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اوسکے امکان کا ہے اوسکا انکار سراسر جہالت سے ہے اے عزیز دونون باتون کے افلاس کو جمع نہ کر یعنی ذوق کی راہ سے اس مقام سے کہ وجود بھی مفلس ہے اور اوسکو ممکن اعتقاد کرنے سے بھی مفلس ہے ایسا نہونا چاہیے ۔ اب تجکو چاہیے کہ تہوڑے سے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجکو ضرور پہنچیگا اگرچہ تو اوس سے بہاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھون بھجوا دیگا کہ تجکو گمان بھی نہو ۔ اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول ہوگا تو تجہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۙ

۲۸ اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے وہ کر دے اوسکا گذارہ اور روزی دے اوسکو جہان سے اوسکو خیال نہو ۱۲

یرزقہ من حیث لا یحتسب مگر خداوند کریم متکفل اس بات کا نہیں کہ رزق میں مرغ اور لذیذ
کھانے ہی دے بلکہ اوسکی کفالت اوس رزق کی ہے جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ایک ہر
شخص کو جو ضامن کے ساتھ لگا رہے اور اوسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ جو اسباب خفیہ رزق کو
خداے تعالیٰ کے انتظام میں موجود ہیں وہ اونکی نسبت بہت زیادہ ہیں جو خلق کو معلوم ہیں بلکہ رزق
کے آنے کی راہیں بیشمار ہیں اور اونکو کوئی بتلا نہیں سکتا کیونکہ اونکا ظہور تو زمین ہی پر ہے
اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ
اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہیں اور اسیوجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید رح کی
خدمت میں حاضر ہوے تو آپنے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو اونھوں نے کہا کہ ہم رزق کو
ڈھونڈھتے ہیں آپنے فرمایا کہ اگر تمکو اوسکی جگہ معلوم ہو کہ کہاں ہے تو تلاش کرو اونھوں نے
عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپنے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھولجاویگا تو اوسکو یاد دلاؤ
اونھوں نے عرض کیا کہ اچھا ہم گھروں میں بیٹھکر توکل کرینگے دیکھیں کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تجربے
کے لیے توکل کرنا شک میں داخل ہے اونھوں نے عرض کیا کہ پھر کیا کریں آپنے فرمایا کہ تدبیر
چھوڑ دو - اور احمد بن عیسیٰ خراز کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا مجکو بھوک بہت لگی میرے نفس پر
یہ بات غالب ہوئی کہ خداے تعالیٰ سے کھانے کی درخواست کروں مگر میں نے کہا کہ یہ فعل
متوکلوں کا نہیں تب نفس نے زور ڈالا کہ خداے تعالیٰ سے صبر کا سوال کروں جب میں نے
اس دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا **قطعہ**

گمان کرتا ہے ہمسے قریب ہونے کا
سوال تنگی میں کرتا ہے صبر کا گویا

قریب ہمسے جو ہو وہ شناسا ہو کیسے
نہ دیکھتے ہیں ہم اوسکو نہ ہمکو وہ دیکھے

تمنے اب سمجھہ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن میں ضعف نامردی
نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور خداے تعالیٰ پر اعتماد
رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اوسکا بدتر حال مرنا ہے اور موت کیطرح اوسکو آنے سے نہ رہے گی
جیسے اور لوگوں پر جنکو اطمینان نہیں آویگی - حاصل یہ کہ توکل کامل یہی ہے کہ بندے کیطرف سے
قناعت ہو اور خداے تعالیٰ کیطرف سے جس رزق کی ضمانت کرلی ہے اوسکا پہونچانا اور
اوسنے جو انتظام قانعوں کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہے اور اوسکی ضمانت
کی ہے وہ اپنی ضمانت میں سچا ہے جسکا تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھ لے اور اوسکا

ت ۱ اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا

وعدہ بیشک سچا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچا دیگا کہ آدمی کے وہم و خیال میں
نہوں مگر آدمی کو اپنے توکل میں اسباب کیطرف تاکنا نہو بلکہ مسبب الاسباب ہی کی طرف جیسے لکھنے میں
قلم کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ کاتب کے دل کا کرتے ہیں جو اصل حرکت قلم کی ہے اور چونکہ
محرک اول ایک ہی ہے تو نہیں چاہیے کہ اوسکے سوا کسی اور کیطرف التفات بندے کا ہو اور
بہتر توکل کی اوسکے لیے ہے جو جنگل میں ہو رہن یا بستی میں ہے خواہ شہروں میں گمنام چھپتا ہو
مگر جو شخص عبادت اور علم میں مشہور ہو جیسے دن رات میں ایک دفعہ کسیطرح کے کھانے پر گو لذیذ نہو
اور ایک موٹے کپڑے پر جو بدن کا ستر ہو ادنی مقدار کے ہی کفایت کرے تو اسقدر اوسکو ہمیشہ
ایسی جگہ سے جو نہ سمجھتا تھا پہونچیگا یہان سے کہ گمان بھی نہو بلکہ اوسکا اسکو گمان پہونچے گا پس
ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہ چاہیے اور نقصان کی بات ہے
اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہروں میں جا کر کوئی پیشہ کرے تو اوسکو اتنا ذریعہ رزق کافی نہیں
جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اوسکا شہرہ رہتا ہے اور جو پیشہ میں مزدوری کا اہتمام رزق کرنا
برا ہے اور علما کا اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہے اور عالم قانع کا رزق اور اوسکے
ساتھ بہت کے لوگونکا آتا ہے ہان اگر عالم کو مشغول رہکر لوگون کے ہاتھ سے لوانا اور اونکی
کمائی کا کھانا قبول نہ ہو تو کسب بہتر ہے اور عالم کی شان کے شایان ہے جو ظاہر علم و عمل چاہتا ہے
اور بیچ باطن اوسکو نہیں کیونکہ کمانا معیشت یا دولت کی سیر سے مانع ہوتی ہے تو ایسے شخص کو سلوک
میں مشغول رہنا اور ان لوگوں سے کچھ لینا جو اپنی خوشی سے خدای تعالی کا قرب چاہتے ہیں
بہتر ہے اسواسطے کہ اس صورت میں وہ فکر معیشت سے فراغت پاویگی اور اللہ تعالی ہی کے لیے
ہو رہیگا اور دینے والے کو ثواب ملیگا جو اس پر مددگار ہوگا اور جو شخص خدای تعالی کی عادت جاری پر
نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار اسباب کے نہیں ہوا کرتا اور اسیواسطے بعض بادشاہان
فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ بعضے احمق رزق پا جاتے ہیں اور عاقل
محروم رہتے ہیں اوسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ سمجھ جاویں اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو
رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اوسکے
برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہے جو اسباب ظاہری کا محتاج نہیں شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

اگر روزی بدانش بر فزودے	ز نادان تنگ روزی تر نبودے

فائدہ متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھہ تعلق میں ہوتے ہیں اونکی مثال میں

واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالی کے ساتھ ایسی ہے جیسی ایک جماعت سائلون کی بادشاہ کے
محل کے دروازے کے میدان مین کھڑے ہون اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتے ہون
اور وہ بادشاہ بہت سے غلامون کو روٹیان لیکر بھیجے اور اونکو حکم کرے کہ بعضون کو دو دو دینا
اور بعضون کو ایک ایک اور اسبات مین کوشش کرنا کہ کوئی رہنجاوے اور پھر ایک منادی کو حکم کرے
کہ ان لوگون کو پکار کر سنادو کہ ٹھہرے رہو اور [illegible] غلامون کو جب وہ تمہارے پاس
آوین مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہو غلام حکم کے تابع ہین اور اونکو حکم
ہوا ہے کہ تمکو کھانا پہونچا دین پس جو کوئی غلامون سے لپٹیگا اور اونکو ستاویگا اور دو دن
کھانا ہو دو روٹیان لیکر چلا جاویگا مین اوسکے پیچھے ایک غلام بھیجونگا وہ اوسکو میرے پاس لاویگا
یہان تک کہ اوسکی سزا اوسکو دون [illegible]
کہ جہان ہین ہون کہ سزا دونگا اور جو غلامون کو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت کریگا
جو غلام کہ [illegible] اور جو کنارہ رہیگا [illegible]
خلعت عنایت کرونگا اور جو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور دو روٹیان پاویگا تو اوسکو [illegible]
دو خلعت اور جس شخص کو جس سے غلام کچھ نہ دین اور وہ رات کو بھوکا سو رہیگا اور جسے غلام نہ
ڈھونڈھنا ہوگا [illegible] تو ایسے شخص کو مین اپنا وزیر
بناونگا اور [illegible] سلطنت [illegible] سائلون کی چار قسمین ہوگئین ایک
وہ کہ [illegible] ہوا اور [illegible] اور کہا کہ آج سے کل تک
بہت وقت ہے [illegible] غلامون پر [illegible] اور اونکو ستا کر دو روٹیان
لے لین اور [illegible] مستحق سزا [illegible] مگر کیا ہوتا ہے
دوسرے وہ کہ غلامون سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیان لین
اور سزا سے محفوظ رہے اور اونکو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ اونھون نے یہ کہا کہ ایسی جگہ
بیٹھنا چاہیے کہ غلامون کے سامنے ہون تاکہ وہ ہمکو چھوڑ نجاوین مگر جب وہ روٹیان دین تو ہمکو ایک
روٹی لینی چاہیے اور اوسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہمکو خلعت ملجاوے پس اونکو حسب وعدہ
بادشاہی خلعت ملگیا چوتھی قسم وہ لوگ جو [illegible] کونون مین جا چھپے اور غلامون کی نظر سے
چھپے اور [illegible] کہا کہ اگر ہمکو ڈھونڈھ [illegible] تو ایک روٹی لیکر قناعت کرینگے اور اگر
انکی نظر سے رہگئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کرینگے شاید پھر رات کو آکر غلام

اور رہنے اور پہرنے اور اگر رکھے تو اوسی نیت پر یہیں ایسا شخص مقتضاے توکل کا تارک ہو اور واقع میں یہ
اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے اور حد توکل سے
آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس دن یا اوس سے زیادہ کو لیے رکھے پس جو ایسا شخص
ہے ہرگز متوکل نہیں ہے۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ حیوانات میں سے صرف تین جاندار ذخیرہ کرتے ہیں
چوہا اور چیونٹی اور آدمی تیسری حالت یہ ہے کہ چالیس روز یا اوس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے
یہ حالت آیا آدمی کو اوس مقام محمود سے جسکا متوکلون کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہیں
اسمیں اختلاف ہے حضرت سہیل تستری رح کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج
کر دیتی ہے اور خواص رح فرماتے ہیں کہ چالیس روز تک رکھنے سے خارج از توکل نہیں ہوتا
زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابو طالب مکی رح فرماتے ہیں کہ چالیس روز سے زیادہ میں بھی خارج
نہیں ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنے کی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہیں ہیں ہوسکتا ہے
کہ کوئی گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا سرے سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کرنیکو معلوم
نہیں اور جو ثواب کہ کسی رتبے کے لیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع اوسی رتبے پر ہوتا ہے
اور اس رتبے کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر پہونچے ہیں اونکا نام سابقین ہے اور آغاز
والونکا نام اصحاب الیمین او سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہیں اور
انکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین میں سے اونچے درجے والے اونکے متصل ہیں جو سابقین سے
نیچے درجے کے لوگ ہوں پس ایسی صورت میں مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ
ذخیرہ نکرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی
نہو اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی دم کے لیے کیوں نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا کہ
غیر ممکن ہے۔ پھر طول امل اور اوسکی کوتاہی میں لوگ متفاوت ہیں اور کمتر درجہ امل کا ایک
دن رات یا اوس سے کم ساعات ہیں اور نہایت درجہ اوسقدر ہے کہ جسقدر انسان کی عمر ہو سکتی ہے
اور انکے بیچ میں درجات ہیں جنکا شمار نہیں پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست
نکرے وہ مقصود میں اوس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے۔ اور اسکی قید لگانی
چالیس روز کے بلحاظ [illegible] موسی علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپکی میعاد سے
مقصود یہ تھا کہ بہت امل کے مقدار کی ذکر کیجاوے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ آپ مستحق وعدہ
چیز کے ملنے کے ہو جاوین جو بدون چالیس روز گذرے نہیں مل سکتی تھی اور چالیس روز [illegible]

بعد یہ استغراق ایک بھید کے باعث تھا جو خدا تعالیٰ کی عادتوں مین سے ہی کہ اس جیسے
امور مین کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی مٹی کو
اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنی استغراق اوس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکور پر
موقوف تھا غرضکہ جو شخص سبب فقر کے سوا اسکے لیے جمع کریگا تو بجز اسکے نہیں کہ اوسکے
دل مین ضعف ہوا اور سبب ظاہری پر مائل ہے ایسا شخص مقام توکل سے خارج اور انتظام
الٰہی پر جو اوسکے خفیہ اسباب سے کرتا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب ذاتی میراث اور ادون اور
زکاتون کے سوال ہوتے ہی پہنچتے ہین — اور جو شخص کہ بیوی کے لیے ذخیرہ کرے کہ
اسیکو ادنیٰ بقدر اسکے اہل کی کفایت کے دینی ہوگا اور جس شخص کو قوت دے نفس کی ہوا و اوسکا دعوی
اوسکے موافق نہوگا جو اپنے اہل اور اپنے ساتھ ہی ایک سا کرے اور نہ اوسکے موافق جو یہی چیز کی اہل
سکھتا ہو بلکہ اوسکا درجہ ان دونون کے بیچ مین ہوگا اور ذخیرہ کرنے کا مانع جو چیز کو اپنی اہل کے
اور کوئی چیز نہین تو افضل یہی ہے کہ ہرگز ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو بقدر ذخیرہ
فاصل ہوگا اوتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اوس فقیر کا قصہ مشہور ہے جسکے لیے حضرت علی رضی اور
حضرت اسامہ رضی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب اوسکو
غسل دیکر اوسیکی چادر کا کفن اوسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو
ایسی طرح اوٹھیگا کہ اسکا منہ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت مجھ مین نہوتی تو
آفتاب روشن کا سا منہ لیکر اوٹھتا اصحاب نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ
یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گذار بھی تھا خدا تعالیٰ کا ذکر بھی بہت کیا کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے
تو گرمیون کے کپڑے دوسری گرمیون کیواسطے رکھ چھوڑتا تھا اور جب گرمی آتی تھی تو جاڑے کے
کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنَ
وَعَزِیْمَةُ الصَّبْرِ انتہی اور کوزہ اور دسترخوان یا اور چیزین جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہے
وہ انمین داخل نہین یعنی اونکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہین کرتا لیکن جاڑے کے کپڑون کی
حاجت گرمیون مین نہین ہوتی اور یہ حکم اوس شخص کے باب مین ہے کہ ترک ذخیرہ سے اوسکا دل
مضطرب نہو اور نفس کو لوگون کے ہاتھون کیطرف تاک نہو بلکہ اوسکا دل سوای وکیل برحق کے
اور کسیکی طرف ملتفت نہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس مین پریشانی ایسی ہوتی کہ
جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اوسکے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے

بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمدنی اوسکی ضرورات کو کافی ہو اور اوسکے دل کو اطمینان
ہو جاوے اور اوسکے سنوتا ہو تو اوسکے لیے یہی اولی ہے کیونکہ مقصود دلونکی صلاح ہے تاکہ خدا کے ذکر
کے لیے فارغ ہو جاوین اور بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی لاتا ہے
اور بعض ایسے ہین کہ اونکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع وہی چیز ہے جو خدائے عزوجل
سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ اونمین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے
پیشہ والے سب قسم کے لوگ تھے لیکن تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو
اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص انکا تارک تھا اوسکو حکم تجارت کا اور پیشے مین مشغول ہونے کا
دیا بلکہ سب کو اللہ تعالی کیطرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری فوز و نجات اسی مین ہے کہ اپنے
دلون کو دنیا کیطرف سے خدا تعالی کیطرف پھیرو۔ اور اصل اسکا کہ مشغول ہونا خدا تعالی کیساتھ
ہے سب سے عمدہ دل کا ہے تو ضعیف کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے کہ قوی کو
نہ ذخیرہ کرنا ہے اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہے اور عیالدار کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے عیال کے خصومت
دور کرنے اور اونکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کر لیگا تو حد توکل سے خارج نہوگا
اور برس سے زیادہ کے لیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہے اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر
ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہے جو قوت توکل کے
خلاف ہے کیونکہ متوکل اوسیکا نام ہے جو صاحب قوی دل اور خدا تعالی کے فضل پر مطمئن
اور اوسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے بہم پہونچنے پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے عیال کی غذا برس روز کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کیواسطے
کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا اونکو ارشاد
فرمایا انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا اور یہی اونہین کو ارشاد فرمایا ہے اذا سئلت
فلا تمنع واذا اعطیت فلا تخبأ اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم
کی کرنی چاہیے کہ کوتاہی امل آپکی اس حد تک تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے
تیمم کر لیتے تھے کہ مجھکو کیا معلوم ہے شاید پانی تک نہ پہنچون اور آپنے جو ذخیرہ کیا تو اس سے
کچھ آپکا توکل کم نہین ہوا اسلیے کہ آپکو اعتماد اپنے ذخیرے پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس
غرض سے کہ یہ طریق امت کے لوگون کے لیے مسنون ہوجاوے کیونکہ امت کے قوی بہ نسبت

آپکی قوت کے پھر بھی ضعیف ہیں اور یہ برس روز کا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو نہ اسوجہ سے
کہ آپ میں یا آپ کے عیال میں کچھ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفاء امت کے لیے وہ طریق
مسنون ہو اور صاف تصریح فرمادی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخَصُہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی
عَزَائِمُہٗ اس سے بھی ضعیفوں کے دلوں کی تسکین منظور تھی کہ ایسا نہو کہ شدت کے باعث وہ لوگ
درجہ یاس و نا امیدی کو پہنچ جاویں اور انتہائی درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہو کر جو کچھ خیر اونسے
بن سکتی ہو اوسکو بھی ترک کریں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آپکا وجود باجود رحمت تمام عالم کیلیے
تھا جنکی صنف و قسمیں اور درجات مختلف ہیں - اور جب یہ معلوم ہو چکا تو تم نے جان لیا ہوگا
کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگوں کو مضر ہے اور بعضوں کو غیر مضر اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت
ابو امامہ باہلی رضہ سے مروی ہے[۲] کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا اونکے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑوں کو تلاش کرو ڈھونڈھا تو دو دینار تہمد کے اندر نکلے
آپنے فرمایا کہ یہ دو داغ ہیں حالانکہ اونکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور مال بہت کچھ چھوڑ جاتے تھے
اسکے حق میں یہ نہ فرماتے تھے اور چونکہ اونکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہے اسوجہ سے اس حدیث
کے بھی دو معنی ہوسکتے ہیں اول تو یہ کہ وہ داغ آتش دوزخ کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
تُکْوٰی بِہَا جِبَاہُہُمْ وَجُنُوْبُہُمْ وَظُہُوْرُہُمْ[۳] اور یہ اوس صورت میں ہے کہ حال میں اصحاب صفہ کا
زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع میں ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا دوسرا یہ کہ
تلبیس اور دھوکا کچھ نہو تو اوس صورت میں حدیث مذکور کے معنی یہ ہیں کہ درجۂ کمال سے نقصان
ہے یعنی جس طرح آدمی کے منہ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی میں فرق ہو جاتا ہے
ویسا ہی ان دونوں دیناروں سے انکے چہرہ کمال میں نقصان ہو گیا اسلیے کہ آدمی جو کچھ
چھوڑ مرتا ہے وہ آخرت میں اوسکے لیے موجب نقصان ہے کیونکہ جسقدر کسیکو دنیا میں سے
ملتا ہے اوسیقدر آخرت میں سے ناقص ہو جاتا ہے اور اس بات کی وجہ کہ فارغ بالی کے ساتھ
جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل ٹھہرانا ضرور نہیں کہ توکل کو باطل کر دے یہ ہے کہ حسین مغازلی
جو حضرت بشر رح کے یاروں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضرت بشر رح کی خدمت میں چاشت
کے وقت بیٹھا تھا اتنے میں ایک بزرگ آپکے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گوں ہلکے شانے ہوئے
تشریف لائے حضرت بشر اونکی تعظیم کو اوٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے اونکو اوسکی تعظیم کرتے کبھی
اور کسیکو نہیں دیکھا تھا پھر آپنے مجھکو چند درہم دیے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو

[illegible]

۲ اخرجہ احمد والطبرانی من حدیث ابی امامہ ۱۲

۳ داغنے سے اونکے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں ۱۲

ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھسے نہین فرمائے تھے غرضکہ مین
کھانا لے آیا آپ نے اون بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسیکے ساتھ کھاتے نہین
اونکو نہ دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اوسکو لیکر
اپنے کپڑے مین باندھ کر ساتھ لیگئے مجکو تعجب ہوا اور اونکی حرکت بری معلوم ہوئی حضرت بشر رح
نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو اونکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی مین نے عرض کیا کہ البتہ
اسوجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لیگئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح
موصلی رح ہین کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے اونکی غرض اس فعل سے یہ تھی
کہ ہمکو تعلیم کردین کہ جب توکل صحیح ہوجاتا ہے تو اوسکے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہین کرتا

تیسرا فن ضرر کے باعث جو ضرر پیش آتا ہو اوسکے دفع کرنے کے اسباب کی تاثیر مین
معلوم کرنا چاہیے کہ ضرر کبھی نفس یا مال مین خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہے اور توکل کی شرط یہ
نہین کہ ضرر کے اسباب دافعہ ترک کرے مثلاً جس مین درندے بہت ہون وہان سو رہنا
یا جنگل سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہین
بلکہ یہ سب امور منع ہین ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک مین ڈالتا ہے بلکہ یہ اسباب
تین طرح کے ہین ایک تو وہ کہ قطعی ہون دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا
شرط توکل ہے اور وہمی اسباب وہ ہین کہ اونکی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسی ہو جیسے داغ اور
منتر وغیرہ کو ہے کہ یہ دونون بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے
کردی جاتی ہین اور بعض اوقات بعد اوس چیز کے نازل ہونے کے برتی جاتی ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بجز ترک داغ اور منتر اور بدفالی کے اور کچھ
نہین بیان فرمایا یہ نہین ارشاد کیا کہ متوکل جب کبھی سرد جگہ مین جاتے ہین تو جبہ نہین پہنتے
حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع کے لیے پہنا جاتا ہے اور یہی حال ہے اور چیزون کا جو ایسی ہی ہون
ہان نکلتے وقت جاڑے کے سفر مین اگر لہسن کھاتے اس غرض سے کہ اندر سے گرمی کی قوت
زور کرے تو اسمین اسباب پر اعتماد اور تعلق ہوسکتا ہے یہ امر قریب داغ کے ہے بخلاف جبہ کے
اور اگر کسی انسان سے ضرر پہونچے تو اوسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنے کی ایک وجہ
یعنی اگر آدمیون کی اذیت پر صبر بھی کرسکتا ہو اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہو
تو توکل کی شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا اور فرمایا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ
اور فرمایا وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ اور فرمایا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ
اور فرمایا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اور یہ سب آیتیں انسانوں
سے ضرر اور ایذا کے باب میں ہیں مگر صبر کرنا سانپوں کی ایذا اور درندوں کے ضرر اور
بچھوؤں کی تکلیف پر اور انکی روک نہ کرنی توکل میں سے کچھ بھی نہیں اسلیے کہ اوس میں کچھ
فائدہ نہیں حالانکہ جو کام سالک کرتا ہے یا ترک کرتا ہے تو خود اوسکا کام غرض نہیں ہوتی بلکہ اعانت
دین پر نظر ہوتی ہے اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر میں ایسا ہی ہے جیسا فن اول میں کسب
اور حصول اشیاء مفیدہ کے اسباب میں مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اور یہی حال
مال کے بچانے کے اسباب میں سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر حجرے کا قفل لگا دے یا اونٹ کا
پاؤں باندھ دے تو اس سے توکل میں فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب حق تعالی کی عادت جاری
قطعاً یا بطور ظن معلوم ہو چکے ہیں انکی تعمیل میں کچھ حرج نہیں اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو جسنے کہ اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا
کہ اعقلها وتوکل یعنی توکل کر اور اسکا پاؤں بھی باندھ دے اور خداوند کریم ارشاد
فرماتا ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اور نماز خوف کی کیفیت میں ارشاد فرمایا وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ
اور فرمایا وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ اور حضرت موسی علیہ السلام کو
ارشاد ہوا فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا رات کو جا دشمنوں کی آنکھ سے چھپنا بھی جس میں ایک
گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غار میں خفیہ ہونا دشمنوں کی
آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچا وین۔ اور نماز میں ہتیاروں کا لینا قطعی دافع نہیں ہے
جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی دافع ہے لیکن ہتیاروں کا لینا ایک سبب ظنی ہے
اور ہم بیان کر چکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہگیا ہو جسکا ترک کا
مقتضی توکل ہے۔ اور یہ جو مروی ہے کہ بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھدیا اور اونھوں
نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کر کے اوسپر سواری کی تو اس قسم کی روایات اگرچہ
واقع میں درست ہیں مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نہ چاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور
توکل کی شرائط میں سے نہیں اور اسمیں اسرار ہے کہ جو کوئی اوسپر نہیں پہونچتا واقف نہیں ہوتا
اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ

ترمذی بروایت انس و طبرانی بروایت عمرو بن امیہ ۱۲

کر دوائی خبرداری ۱۲

اور ساتھ لیویں اپنے ہتیار ۱۲

اور سرانجام کرو انکی لڑائی کو جو پیدا کرسکو زور اور گھوڑے پالنے ۱۲

پھر لے نکل راتوں رات میرے بندوں کو ۱۲ تاکہ اُنکا سنبھالا کر دی ۱۲

پہونچنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھ حاجت نہیں اوسکو خود معلوم ہوجاتا ہے کہ میں اس جگہ پہ
پہونچ گیا مگر اوس مقام سے پہلے کے نشان کچھ کرکے دیے جاتے ہیں پیشتر کی علامت یہ ہے
کہ جو کتا آدمی کے ساتھ اوسکی جلو میں رہتا ہے اور جسکا نام غضب ہے اور اوسکا کام یہ ہے کہ
خود مالک کو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہوجاوے اگر وہ اسطرح کا
مطیع ہوجاوے کہ اشارے پر ہی چلے بدون اشارہ اوٹھنے ہی نپاوے تب کیا عجب ہے
کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اوسکا مطیع شیر ہوجاوے جو درندونکا
بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا۔ مگر گہر کے کتے کا مطیع ہوجانا جنگل کے کتے کی نسبت کر زیادہ بہتر ہے
اور بدن کے کتے کا تابع ہونا گہر کے کتے کی نسبت کر زیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا
تابع نہیں ہوا تو توقع نکرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو۔ رہی یہ بات کہ متوکل نے جب
دشمن کے خوف سے ہتیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے
اونٹ کی ٹانگ باندہی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اوسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص
متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو یون ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھ میرے قفل لگانے
سے نہیں ہوا بلکہ صرف خدای تعالی کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازون پر قفل لگانا
مفید نہیں ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندہے ہوے مرجاتے ہیں خواہ بہاگ جاتے ہیں بہت سے
ہتیار بند قتل ہوجاتے یا مغلوب ہوجاتے ہیں پس ان اسباب پر تکیہ نکیا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ
ہمنے وکیل مقدمات کی مثال میں لکھا ہے کہ موکل جب اوسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز
لاتا ہے تو اوسکو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسا
ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدای تعالی میرے گہر اور نفس میں حکم کریگا میں اوس پر
راضی ہون اور زبان سے یہ کہے کہ الہی اگر تو میرے گہر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا جو
اوسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ میں ہے اور میں تیرے حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھ
تونے مجھکو دے رکھا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ یہ ہے کہ پھر تو مجھسے واپس نہ لیگا یا عاریت اور
امانت ہے کہ پھر لیگا اور مجھکو نہیں معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تونے کسی اور کی قسمت میں
لکھدیا ہے بہرحال میں تیرے حکم پر راضی ہون شعر

آنچہ رود بر سرم چو تو پسندی رواست ⁂ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

میں جب یہ حال اور وہ علم مذکورہ بالا ہوگا تو اونٹ کی ٹانگ باندہنے اور ہتیار لینے

اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا۔ پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز
گھر مین پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خداے تعالی کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو
اپنے دل کیطرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھکر کہ خداے تعالی نے جو چیز
مجھسے لے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھاویگا تو اس صورت مین اوسکا
مقام توکل ٹھیک ہے اور اوسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دلکو اوس چیز کے جانے سے
رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوی توکل مین سچا نہین اسلیے کہ توکل کا
مقام زہد کے بعد ہے اور زاہد اوسیکا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ
کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ۔ پس جسکا حال
یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اوسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے
بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نکرے نہ اوسکے تجسس و تلاش مین بہت
کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو یعنی کہ دل مین رنجیدہ ہوا اور زبان سے شکایت
کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اوسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے
کہ اوسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعوون مین جھوٹا ہے
اسکے بعد اوسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اوسکی کوئی بات نمانی چاہیے اور اوسکی چال مین
نہ پھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بری باتون کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا
مدعی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس مال کہان ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اوسکا حال
یہ ہے کہ اوسکے گھر مین آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا
لوٹا اور زاد رکھنے کا توشہدان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین کبھی
اوسکے ملک مین مال آجاتا ہے تو وہ اوسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے
تو اوسے حوالہ کرون پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط
مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دیڈالے بلکہ حکم دیڈالنے کا ماکول چیزون
اور زائد از حاجت مال مین ہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی عادت فقراے متوکلین کو روٹی پہونچانے
کے لیے مساجد کے گوشون مین جاری ہے مگر یہ نہین کہ اونکو کوزے اور متاع بھی ہر روز
اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اسی نظر سے
خواص رح سفر مین سُتلی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے

اسلیے کہ خدای تعالی کی عادت سے دونون چیزون مین فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جب اوسکی حاجت کی چیز
جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اوسپر افسوس اور غم نکرے اگر اوسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو او
اوسکو کیون رکھہ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیون لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اوسکو حاجت کے
سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مرغوب چیز چھین جاوے اور آدمی کو رنج دل مین نہو
تو اوسکا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنے چیز کا بچاو کرتا ہے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اوس سے اپنے
دین پر مدد لے کیونکہ اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق مین بہتر ہے اگر میرے پاس نہوتی
بہتر نہوتی تو مجھکو اللہ تعالی یہ چیز عنایت نفرماتا پس اوس چیز کے ملنے سے اوسنے استدلال
اس بات کا کر لیا کہ خدای تعالی نے میرے لیے بہم کر دیے اور حسن ظن خدای تعالی کے ساتھہ
کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی مین ہے اور اسکے ساتھہ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی کی
مددگار ہوگی اور یہ بات اوسکے ذہن مین یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت یون ہو
کہ یہ شی اوسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اوس سے نکلتی اوسکو مشقت اور تکلیف سے نکالے
اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالی نے چور کو مسلط کر کے وہ چیز اسکے
پاس سے نکالدی تو اسکا پہلا ظن اور کچھ ہو گیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خدای تعالی کے ساتھہ
حسن ظن ہی رکھتا ہے اب یون کہتا ہے کہ اگر خدای تعالی اس چیز کا رہنا میرے پاس اب تک
اور آیندہ کو اوسکا نرہنا میرے لیے بہتر نجانتا تو مجھسے نلیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہے
کہ رنج و ملال نرہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھہ نہین رہتی بلکہ اسباب سے اسوجہ سے
خوشی ہوتی ہے کہ اونکو اللہ تعالی مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کر دیا ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھہ وہ اوسکے حق مین
تجویز کرے اوسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر
طبیب نے اسمین میرا فائدہ نہین جانا اور مجھکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ
غذا اوسکے پاس سے ہٹالے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے حق مین مضر نہ تھی اور مجھکو موت
کے سر نہین لگاتی تھی تو طبیب نے مجھسے کیون ہٹالیا اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے الطاف کو اتنا بھی
نہ جانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہے جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو
تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم اوسکا توکل ہرگز درست نہین اور جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے
اور اوسکے افعال و عادات سے واقف ہے کہ بندون کی اصلاح کس طرح پر کیا کرتا ہے تو وہ

اسباب پر ہرگز مشوش نہوتا کیونکہ اوسکو کیا معلوم ہے کہ کونسا سبب اوسکے حق مین بہتر ہے چنانچہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مین غنی ہو جاؤن یا فقیر مجھکو کچھ پروا نہین اسلیے کہ مجھے
نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے تو اسیطرح متوکل کو بھی چاہیے
کہ اوسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھ پروا نہ کرے اسلیے کہ اوسے کیا معلوم ہے کہ کونسا
حال اوسکے حق مین دنیا و آخرت مین مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان
ہوا کرتی ہین اور بہت توانگر اپنے مال کی بدولت ایسے واقعے مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہین
فائدہ متوکلون کے آداب مین جنکی چیزین چوری جاتی ہین جب متوکل اپنے گھر سے نکلا کرے تو گھر کی چیزون کے
باب مین اوسکے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگا دے اور سامان حفاظت زیادہ نہ کرے
مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ گھر کی نگہبانی رکھنا یا کئی قفل لگانا وغیرہ چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے
دروازہ پر قفل نہ لگاتے تھے بلکہ کھجور کی رسی سے باندھ دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر کتون کا
خوف نہوتا تو مین کواڑون کو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جسپر
چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ اونکی معصیت کا سبب بنے یا اسکے رکھنے سے اونکی رغبت کو
جوش کرے اور اسلیے جب مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو اونھون نے
فرمایا کہ اسکو لے لو مجھکو حاجت نہین اونھون نے پوچھا کہ کسواسطے آپنے فرمایا کہ شیطان وسوسہ
ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگئے ہیں گویا آپنے اس بات سے احتراز کیا کہ چور گنہگار ہوگا اور شیطان
جو چوری کا وسوسہ ڈالتا ہے اوس سے دل پریشان ہو اور اسی جہت سے حضرت ابوسلیمان
دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر صوفیہ کے قلوب کا ضعف ہے اونھون نے تو دنیا
ترک کر دی اوسکو لیجانا اونکا کیا مطلب تھا تیسرے یہ کہ جس چیز کو مجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے
کہ نکلنے کے وقت نیت کرے کہ جو کچھ خدا تعالی اسمین حکم کریگا مین اوس پر راضی ہون اگر کسی
چور کو مسلط کرے تو پروا نہ کرے جو کوئی اسکو لیگا اوسکو یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا کی راہ مین
وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اوس پر صدقہ ہے اور اگر فقیر کی شرط نکرے تو بہتر ہے اور اگر اوس
چیز کو کوئی غنی لے تو دو نیتین ہونگی اول تو یہ کہ اوسکے مال کے سبب سے وہ معصیت سے باز رہے
یعنی اگر اسقدر پا گیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نرہے تو ہمیشہ جو مال حرام چور کھایا کرتا اوسکا
گناہ معاف کرنے سے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نکریگا تو اوسکا مال
گویا دوسرے کے حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی

بالفعل چوری کی معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانوں کی خیرخواہی پائی جاویگی اور اسکو
حدیث شریف میں کہ جیسے پایا ہوگا انصر اخاک ظالما او مظلوما اور ظالم کی مدد اسطرح سے
کہ اوسکو ظلم سے باز رکھے اور ظالم کا معاف کردینا ظلم کا نیست کرنا ہے اور آئندہ کو بازرکھنا اور یہ
دعا ضرور کرنا چاہیے کہ نیت اوسکی کسیطرح پر ضرر نہیں کیونکہ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں جو چور کو مسلط
کرتی اور قضائے الٰہی کو بدل ڈالے مگر یہ کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہو جاتی ہے کہ اگر اوسکا
مال چوری جاوے تو ہر درہم کی عوض سات سو ملیں اسلئے کہ اسکی نیت تو ہوگئی ہے نیت ہی کے
باعث ثواب ہوا کرتا ہے اور اگر مال چوری نہ جاوے تب بھی اوسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے اوس شخص سے کہا ہے جو اپنی بی بی سے عزل نہ کرے
اور نطفہ اپنے مقام میں جا رہنے دے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اتنا ثواب ہے کہ اوس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہو
اور بڑا ہوکر جہاد کرے اور اللہ کی راہ میں مارا جاوے گو اوسکے واقع میں لڑکا نہ ہو کیونکہ ولد کے
باب میں اوسکا کام تو صرف صحبت ہی ہے پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اوسکا خدا تعالی کے ہاتھ
میں ہے پس اگر فرض لڑکا ہوتا تو اوسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اسیطرح جو چیز چرائی گئی
چوری کا حال اوسی کی مثال میں سمجھنا چاہئے تیسرے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ
ناخوش نہو بلکہ ہو سکے تو خوش ہو اور یہ کہے کہ اگر اللہ تعالی اسمیں بہتری نسمجھتا تو مجھسے چوری نہ ہوتا
پھر اگر اوسکو وقف نہ کیا ہو تو چاہیے کہ اوسکی تلاش میں بہت کوشش نکرے کہ مسلمانوں سے
بدگمان ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اوسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرۂ آخرت
اپنے لیے کر چکا ہے پس اگر اوسکو وہ چیز ملے تو نہ لے اسلئے کہ اوسکو وقف کر چکا ہے اور اگر
قبول کرے تو ظاہر علم کی رو سے اوسکی ملک میں آجاویگی کیونکہ صرف اوس نیت سے شرط تمام
ملک ظاہر شرع میں نہیں جاتی مگر متوکلوں کے نزدیک یہ بات اچھی نہیں ہے اور یہ روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر رضی کی اونٹنی چوری گئی آپ تلاش کرتے تھک گئے پھر اوسکو خدا کی
راہ میں وقف کردیا اور مسجد میں داخل ہوکر دوگانہ پڑھا اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا
کہ حضرت آپکی اونٹنی فلانی جگہ ہے آپنے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوئے پھر استغفر اللہ کہکر
بیٹھ گئے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تشریف لیجا کر اوسکو لے آئیے آپنے فرمایا کہ میں اوسکو
فی سبیل اللہ کر چکا ہوں اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک اپنے بھائی کو مرنے
کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالی نے کیا معاملہ کیا اوسنے کہا

کہا کہ مجھکو بخشدیا اور جنت مین داخل کیا اور جو مکان جنت مین میرے تھے وہ مجھکو بتلا دیے
اونکو مین نے دیکھ لیا۔ راوی کہتے ہین کہ وہ شخص باوجود اسکے تعجب دار اور غمگین معلوم ہوتے تھے
اسلیے مین نے کہا کہ تمکو خداے تعالی نے بخشدیا اور جنت مین داخل ہو گئے پھر تم غمگین کیون ہو
اونھون نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ مین قیامت تک غمگین رہونگا مین نے
پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھون نے کہا کہ جب مین نے اپنے مکان جنت مین دیکھے تو میرے کو
علیین مین مقامات ایسے اونچے دکھلائے گئے کہ اونکے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین اونکو دیکھکر
خوش ہوا اور اونکے اندر جانیکا ارادہ کیا اوسوقت ایک پکارنے والے نے اونکے اوپر سے
آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہین ہین اونکے لیے ہین جو سبیل کو
پورا کرتے ہین مین نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھسے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ کہکر
پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی تجھکو ان مقامات مین پہنچا دیتے۔ اور بعض
عابدون کی نسبت حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب وہ جاگا تو
ہمیانی نہ پائی پاس والے شخص کو متہم کیا اور اس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کس قدر تھا اوسنے اتنا اور
بتلائی یہ شخص گھر سے لیجا کر اپنے پاس سے اوسقدر دیدیا۔ پھر اوسکے دوستون نے اوس سے
کہا کہ ہمیانی تو ہمنے ہنسی کیواسطے لے لی تھی تو وہ مع اون دوستون کے جسپر تہمت کی تھی
اوسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہوکر اوسکا مال پھیرنا چاہا اوسنے کہا کہ مین نہ لونگا
یہ مال تمھین بخشدیا وہ حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین
نکالتا ہون اوسکو واپس نہین لیتا ہون جب اونھون نے بہت اصرار کیا اوسنے اپنے بیٹے کو
بلایا اور اوس مال کو تھیلیون مین بھر رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہان تک کہ اوسمین
کچھ نہ رہا سلف کا حال اسطرح تھا اسیطرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہے اور وہ اپنے
مین چلا جاتا تو اوس روٹی کا واپس گھر مین لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دیدیتے اور
یہی حال دراہم و دینارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے۔ پانچوان ادب جو
سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بد دعا نکرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہو جاویگا
اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے کسی چیز پر افسوس کیا اوسکا جانا اوسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا
رہیگا اور اگر زیادہ بد دعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اوسکا ثواب بھی جاتا رہیگا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بد دعا کرتا ہے وہ اپنا بدلا لے لیتا ہے۔ اور روایت ہے

پانچواں ادب

ربیع بن خثیم کا گھوڑا جو بیس ہزار درم کا تھا چوری گیا اوس وقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو
نہ توڑا اور نہ اوسکی تلاش مین کچھ اضطراب کیا لوگ اونکے پاس تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب
چور کھونٹا کھولتا تھا مین اوسکو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپنے اوسکو کیون نہ للکارا آپنے
فرمایا کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اوس سے محبوب تر تھی یعنی نماز پڑھتا تھا
لوگ چور کو بددعا دینے لگے آپنے فرمایا کہ اوسے کچھ مت کہو اور اوسکے حق مین اچھا کہو اسلیے کہ
مین نے وہ گھوڑا اوسپر صدقہ کر دیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ اونکی چیز چوری گئی تھی
کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بددعا کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ مین برا اچھا نہین جانتا کہ اوسپر
شیطان کا مددگار ہون کسی نے پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپکے پاس لادے آپنے کہا کہ لینا تو درکنار مین
اوسکو دیکھون بھی نہین اسواسطے کہ وہ چیز مین نے اوسکو معاف کر دی ہے۔ اور بعض بزرگون
کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بددعا کرو اونھون نے فرمایا کہ مجھپر کسی نے ظلم ہی نہین کیا پھر فرمایا
کہ اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ مین اوس بیچارے پر اور زیادہ برائی چاہون اور کسی
شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج بن یوسف کو بہت گالیان دین اونھون نے فرمایا کہ تو
اوسکے گالیان دینے مین مست نہو اسلیے کہ اللہ تعالی جیسے کہ حجاج سے لوگون کے مال اور جان کا
ستم کرنے کا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اوسکی ہتک عزت کی ہوگی اونسے اوسکا عوض
لیگا اور یہ بھی حدیث شریف مین وارد ہے کہ بندہ بڑا ظلم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہے
اور برا بھلا کہتا ہے یہان تک کہ اوسکے ظلم کی برابر ہو جاتا ہے بلکہ اتنا زیادہ ہو رہتا ہے اوسکا مطالبہ
ظالم کیطرف سے اوسکے ذمے پر رہتا ہے ظالم کو اوس قدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا —
چھٹا اور یہ چاہیے کہ چور کیلیے غمگین ہو کہ اوسنے گناہ کیا اور خدا تعالی کے عذاب کا مستحق ہوا
اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ مجھکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ
کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ راہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا اونھون نے
فرمایا کہ تجھکو اپنی مال کے رنج کی نسبت اس بات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ
ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہوگا تو تم مسلمانون کے خیر خواہ نہین ہو
اور علی بن فضیل رح طواف کرتے تھے اونکے دینار چوری گئے اونکے باپنے اونکو دیکھا کہ روتے ہین
پوچھا کہ دینارون کیواسطے روتے ہو اونھون نے کہا کہ نہین بلکہ اوس بیچارے کے حال پر
روتا ہون کہ قیامت کو اوس سے سوال ہوگا اور اوس سے کچھ نہ بن پڑیگا۔ اور بعض اکابر سے

جو کسی نے ظالم پر بد دعا کرنے کو کہا تو اونھون نے فرمایا کہ مجکو اوسکا غم اتنا ہے کہ اوسمین اوسپر بد دعا کرنے کی مہلت نہین ہے یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سب پر اپنی رحمت کرے

چوتھا فن ضرر موجود کے دور کرنے مین سعی کرنے کے ذکر مین مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے بھی تین قسم ہین اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر کہو دیتا ہے اور روٹی بھوک کا دوسرے ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہے اور طب مین انکو اسباب ظاہری جانتے ہین تیسرے وہمی جیسے داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اوسکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہے اور اسباب وہمی کا چھوڑنا البتہ توکل کی شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو اوسکا تارک فرمایا ہے اور ان سب اسباب مین سے قوی تر داغ ہے اور اوسکے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شگون کا ہے اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کیطرف ملاحظہ کرنے مین نہایت درجے کا تعمق ہے باقی رہا درجہ متوسط یعنی اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی اون اسباب سے جو طبا کے نزدیک اسباب ظاہر ہین تو اوسکا کرنا مخالف توکل کے نہین بخلاف وہمی کے اور اوسکا چھوڑنا ممنوع نہیں بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ اوسکا چھوڑنا بعض احوال مین بعض اشخاص کے حق مین کرنی کی نسبت افضل ہو جایا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان مین ہے اور دوا کرنی توکل کے مخالف نہین اوسکی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا اور اوروں کو ارشاد فرمایا اور اوسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا

مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا لَہٗ دَوَاءٌ عَرَفَہٗ مَنْ عَرَفَہٗ وَجَہِلَہٗ مَنْ جَہِلَہٗ اِلَّا السَّامَ یعنی سام سے مراد موت ہے اور فرمایا تَدَاوَوْا عِبَادَ اللہِ فَاِنَّ الَّذِیْ اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الدَّوَاءَ اور جب کسی شخص نے آپ سے دوا اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونون خدا تعالی کا حکم کچھ پلٹ دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالی کے حکم مین سے ہین اور ایک حدیث مشہور مین ہے کہ مَا مَرَرْتُ بِمَلَاٍ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِلَّا قَالُوْا مُرْ اُمَّتَکَ بِالْحِجَامَۃِ اور حدیث مین ہے کہ آپ نے حجامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگواؤ ستر ہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر مین تاکہ خون جوش کرکے تمکو ہلاک نہ کرے اسمین دو باتین ذکر فرمائین ایک تو یہ کہ جوش خون سبب موت ہے اور حکم الہی سے وہ مہلک ہے دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کی صورت ہے

کوئی دوا ایسا نہین جسکی دوا نہو جانا ہم اوسکو جو جانتا ہے اور نہین جانا اوسکو جو نہین جانتا بجز موت کے ۱۲ طبرانی در کبیر بروایت ابن عباس باسناد ضعیف و ترمذی بروایت اسامہ بن شریک گفتہ اے بندگان خدا دوا کرو ... ۱۲

[illegible]

کیونکہ جیسے مہلک کا جلد پیٹ سے نکالنا اور بچھو کا کپڑوں میں سے باہر کرنا اور سانپ کا گھر میں سے دور کرنا ان سب میں کچھ فرق نہیں اور توکل کی شرط بھی نہیں کہ ان چیزوں کو ترک کرے بلکہ یہ تو ایسا ہے جیسا آگ پر اوسکے بجھانے کیواسطے پانی ڈالا جائے یا گھر میں آگ لگے پر اوسکا دور کرنے کو پانی ڈالدیا جائے اور یہ امر توکل میں ہرگز نہیں کہ جو عادت وکیل برحق کی ہی اوس سے باہر ہو جائے - اور ایک حدیث منقطع میں ہے کہ جو کوئی سترہویں تاریخ مہینہ کی منگل کے روز پچھنے لگوائے اوسکے لیے برس دن کی بیماری کا علاج ہوگا اسیطرح بہت سا کچھ فرمایا اب جو اور دنکو حکم علاج کا دیا ہے اوسکو سننا چاہیے کہ آپنے بہت سے اصحاب کو دوا اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اور حضرت سعد بن معاذ کی فصد کھلوائی اور سعد بن زرارہ کے داغ دلوایا اور حضرت علی کو آشوب چشم تھا آپنے اونسے فرمایا کہ تم خرما مت کھاؤ اور یہ چیز کھاؤ کہ تمھارے مزاج کے مناسب ہے یعنی ساگ جو کہ آٹا میں پکا ہوتا ہے کہ فرمایا کہ اسمیں سے کھاؤ اور حضرت صہیب کی آنکھ میں درد تھا اور وہ خرما کھا رہے تھے آپنے فرمایا کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمھاری آنکھ میں درد ہے اونھوں نے عرض کیا کہ میں دوسری طرف سے کھاتا ہوں آپ ہنس پڑے - باقی رہا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ایک حدیث میں جو اہلبیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آپ ہمیشہ ہر ایک رات میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے پچھنے اور ہر برس جلاب سنا کا لیتے تھے - اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپنے علاج کیا ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ وحی اوترنے کے وقت آپکے سر میں درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر مہندی کا لیپ کیا کرتے تھے - اور بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے زخم پر مہندی رکھدیا کرتے تھے اور ایکبار کسی زخم پر آپنے خاک ہی چھڑک دی تھی غرضکہ آپکے علاج کرنے اور لوگونکو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب میں روایات خارج از شمار ہیں اور اسباب میں ایک کتاب بھی بنی ہے جسکا نام طب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے - اور بعض علما نے بنی اسرائیل کے قصص میں لکھا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپکے پاس بنی اسرائیل گئے اور آپکے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کریں تو اچھے ہو جاویں آپنے فرمایا کہ میں دوا نکرونگا یہانتک کہ خدا تعالی مجھکو بیدوا ہی اچھا کرے وہ مرض بڑھ گیا پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اس مرض کی یہی دوا ہے اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہی اور ہمیشہ ہمکو مفید پڑی ہے آپنے اس بار بھی انکار کیا اور مرض ٹھہر گیا خدا تعالی نے وحی

طبرانی بروایت ... [illegible]
دونوں ... [illegible]
مسلم بروایت جابر ۱۲
طبرانی بروایت سہیل بن ... ضعیف ۱۲
ابوداؤد و ترمذی اور بخاری ... حسن اور غریب ہے ۱۲
[illegible]

بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تجکو اچھا نکرونگا جبتک لوگونکی دوا باقی ہوئی نکر سکیگا
آپنے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا اونھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہوگئے کہ یہی ہین
کچھ وسوسہ گذرا خدای تعالی نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام
حکمت درہم کر دو بتاؤ تو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہے وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتا ہے
اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ کسی نبی نے انبیاء علیہم السلام سے اپنے مرض کی شکایت کی اونکو
وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی اونکو گوشت اور دودھ
کھانے کا حکم ہوا کہ انمین قوت ہے۔ اور مروی ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے
شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی اونکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ
عورتون کو بہی کھلایا کرین اوس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ تدبیر تیسرے اور چوتھے مہینے مین
حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خدای تعالی اونہین دنون مین بناتا ہے وہ لوگ
حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونے کے دنون خرمای تازہ دیا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا
تعالی نے اپنی عادت اسطرح رکھی ہے کہ ہر مسبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہے کہ ظہور حکمت الہی کا
موجب ہوا اور دوا بھی مثل اور سببون کے ایک سبب تابع حکم الہی ہے جیسے روٹی بھوک کی دوا
اور پانی پیاس کی اسیطرح سکنجبین صفرا کی دوا ہے اور مجموعہ ان سببون کی صرف دو باتون کا
فرق ہے ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہے کہ کوئی فرد بشر
ایسا نہین کہ اسکو پہچانتا ہو اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہین بلکہ جسکو
اوسکا تجربہ ہوگیا ہو اوسکے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے بھوک کا علاج روٹی سے دوسرا
فرق یہ ہے کہ دوا جو دست لاتی ہے اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہے تو اوسکے لیے کچھ
شرطین باطن ہین اور بعضی ظاہر ہین اور مزاج بھی کچھ اسباب ہین کہ بعض اوقات اون شروط و اسباب
پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہے پھر اگر کوئی شرط نہین پائی جاتی تو دوا سے دست نہین آتی
مگر پیاس کے جانے کے لیے سوای پانی کے اور کوئی شرط نہین گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا
عارضہ لاحق ہو جاتا ہے کہ باوجود بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہین جاتی الا یہ امر بہت ہی
کم ہوتا ہے بہرحال اسباب کا خلل پیدا ہونا انھین دو چیزون سے ہمیشہ ہوتا ہے ورنہ مسبب کے
بعد اوسکا سبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی شرطین سب کامل ہون اور یہ سب باتین خدای تعالی
ہی کی تدبیر اور تسخیر اور ترتیب سے بمقتضاے اوسکی حکمت اور کمال قدرت کے ہوتی ہین

پس متوکل کو ان اشیا کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی اور طبیب یا دوا کی طرف
التفات نہ رکھنا توکل کے برخلاف نہیں چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے
کہ آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی دوا اور شفا کسکے پاس ہے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے پاس ہے
آپ نے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہیں اللہ تعالے نے فرمایا کہ اپنا رزق کھاتے ہیں
اور میرے بندون کا دل خوش کرتے ہیں یہان تک کہ میری شفا یا قضا میرے بندے پر
کوئی آجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنے کے ساتھ توکل کے یہ معنی ہیں کہ توکل علم اور
حال سے ہوتا ہے نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن میں گذرا اگر دوا سے ترک کرنا توکل میں شرط
نہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ داغ بھی انہیں علاجون میں سے ہے جنکا فائدہ خوب ظاہر ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کیونکہ اسباب ظاہر ایسے ہیں جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت
کے سرد دواؤن کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی ہوتے ہیں
حالانکہ بہت شہرون میں اسکی عادت لوگون کو نہیں صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہیں
پس اسکے وہمی سبب ہونے میں کچھ شک نہیں جیسے منتر وغیرہ ہیں جیسے ہی یہ بھی ہے مگر صرف
اتنا فرق ہے کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہے اور اوسکی حاجت نہیں اسلیے کہ جس کسی درد کا
علاج داغ وغیرہ سے کیا جاتا ہے اوسکی کوئی اور بھی دوا ہوتی ہے جسمیں جلانے کی نوبت
نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک قسم جسم کا خراب کرنے والا ہے اور اسکی سرایت کا بھی اندیشہ ہے
باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہیں بخلاف فصد و حجامت کے کہ اونکی سرایت بعید ہے اور
اونکی قائم مقام کوئی اور شے نہیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی
منع فرمایا منتر سے منع نہیں فرمایا حالانکہ توکل سے دونون ایسے ہیں۔ اور روایت ہے
کہ عمران بن حصین بیمار پڑے لوگون نے اونکو داغ دینے کی صلاح دی مگر اونھون نے نہ مانا
لوگون نے اصرار کیا اور امیر نے اونکو قسم کھلائی یہان تک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے
کہ میں نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھکو فرشتے سلام کرتے تھے جب میں نے
داغ کھایا سب باتیں جاتی رہیں اور فرمایا کرتے کہ ہم نے داغ کھائے تھے سو کھائے مگر اونسے
کچھ فائدہ نہوا نہ اوس نے فائدہ دیا پھر آپ نے توبہ کرکے اللہ تعالی کیطرف رجوع کی خدا تعالی نے
جو فرشتون کا معاملہ اونسے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرما دیا۔ اور مطرف بن عبد اللہ نے فرمایا
کہ جو بزرگی اللہ تعالی نے مجھکو پہلے دے رکھی تھی اوس سے پھر سرفراز فرمایا اور اونسے اپنی

کرامت کی جانب نفس کی خبر بھی کہہ چکے تھے ۔ حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہے
وہ متوکل کی شان کے لائق نہیں اسواسطے کہ اوسکے لیے متوکل کو تدبیر کی حاجت ہوتی ہے
اور تدبیر متوکل کے حق مین اچھی نہین اوسمین اسباب کیطرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے
سنئیے یہ بیان ہے کہ دوا نہ کرنی بعض اوقات مین اچھی ہوتی ہے اور قوت توکل کی دلیل ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہیں ۔ واضح ہو کہ سلف مین سے جن لوگون نے
دوا کی ہے وہ بیشمار ہین مگر بعض اکابر نے دوا نہین بھی کی تو گمان ہوتا ہے کہ دوا نہ کرنی اونکے
حق مین نقصان کی بات ہوا اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو ترک نہ فرماتے کیونکہ جو حال توکل مین آپکا تھا اوس سے کامل تر دوسرے کا ہو نہین
سکتا تو جواب اسکا یہ ہے کہ نقصان کیطرف گمان ہوا کیا جاسکتا ہے اور ہم یہ بھی کہتے ہین کہ اکابر مین
سے جیسے حضرت ابو بکر رضی کہ جب آپکی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرماوین تو کوئی طبیب
ہم آپکے لیے بلاوین آپنے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ مین جو چاہتا ہون کرتا ہون
۔ اور حضرت ابو درداء رضی سے حالت مرض مین کسی نے پوچھا کہ آپکو کس چیز کی شکایت ہے آپنے
فرمایا کہ اپنے گناہون کی لوگون نے پوچھا کہ آپکا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ خدای
تعالی کی مغفرت کو لوگون نے عرض کیا کہ ہم آپکے لیے طبیب بلالاوین آپنے فرمایا کہ مجھکو
طبیب ہی نے بیمار کیا ہے ۔ اور حضرت ابوذر رضی کی آنکھین دکھتی تھین لوگون نے کہا کہ آپ
اسکا علاج کیجیے آپنے فرمایا کہ مجھکو انکی کچھ فکر نہین لوگون نے کہا کہ آپ خدای تعالی سے دعا کیجیے
کہ اللہ تعالی آپکو صحت بخشے آپنے فرمایا کہ مین اوس سے وہ دعا مانگونگا جو انکھون کی نسبت
زیادہ مہم ہو ۔ اور ربیع بن خثیم رح کو فالج ہوگیا تھا اونسے لوگون نے کہا کہ آپ دوا کرین اونہون نے
فرمایا کہ مین نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومین بہت سی یاد آگئین کہ اون مین
بہت سے طبیب تھے لیکن نہ طبیب بچا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی ۔ اور حضرت احمد بن
حنبل رح فرماتے کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کہ یہ راہ چلے اوسکے لیے مین یہ اچھا سمجھتا ہون کہ دوا
وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور اونکو خود کو بیماریان ہوتین تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اوس سے
نکہتے ۔ اور حضرت سہیل رح سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہے آپنے فرمایا
کہ جب اوسکے جسم مین ضرر اور مال مین نقصان آوے تو وہ اوسکی طرف التفات نکرے اور اپنے
حال مین مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدای تعالی میرے سر پر قائم ہے پھر حال اون دوا کے

تارکین میں سے بہت لوگ ہیں انکے فعل میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں مطابقت
جب ہو سکتی ہے جب موانع علاج کو بیان کر دیا جاوے پس ہم کہتے ہیں کہ وہ انکے ترک کے چند
اسباب ہیں سبب اول تو یہ ہے کہ مریض صاحب کشف ہو اوسکو مکاشفہ سے دریافت ہو گیا ہو
کہ میری موت قریب آ پہنچی ہے دوا سے مجکو کچھ فائدہ نہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی غالب
ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہے اور غالبا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو
علاج نہ کیا تو اوسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میراث
کے باب میں فرمایا تھا کہ تیری دو بہنیں ہیں حالانکہ اوس وقت ایک ہی بہن تھی مگر آپکی زوجہ حاملہ
تہیں اور بعد کو لڑکی ہی پیدا ہوئی اور آپ نے پیشتر سے مکاشفہ کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی کا
حمل ہے تو کیا عجب ہے کہ آپکو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ جبکہ آپنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسروں کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے
کر سکتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہیں معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مریض کو اپنی ہی لگی ہو
اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدائے تعالی کے واقف ہونے میں ایسا مشغول ہو گیا ہو کہ اوسے
فراغت علاج کرنے کی نہ پاتا ہو یعنی اوس رنج و تردد میں مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ نوبت
اوسکے دوا کی پہونچے اور اسی امر پر حضرت ابو ذر رضی کی تقریر اور حضرت ابو درداء رضی کا کلام دال ہے
کہ حضرت ابو ذر رضی نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھوں کی فکر نہیں اور حضرت ابو درداء رضی نے
فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہوں کی ہے پس گویا دل میں خوف گناہوں کا صدمہ جسم کے
مرض کی تکلیف کی نسبت زیادہ تھا اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسیکا کوئی نہایت
عزیز مر گیا ہو اور اوسکا صدمہ اوسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس گرفتار
ہو کر گردن اوڑائی جانے کو لیا جاتا ہو اور اوسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے
شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا ہے کھانا کیوں نہیں کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمہ کے
باعث بھوک پیاس کچھ نہیں معلوم ہوتی اس سے یہ نہیں جانا جاتا کہ وہ شخص بھوک کی حالت میں
کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہے اور نہ کھانے والوں پر کچھ طعن پایا جاتا ہے اور اسی کے
قریب ہے حضرت سہیل تستری کا اشتغال بحال خود یعنی جب ان سے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا
چیز ہے آپنے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے سائل نے عرض کیا کہ میری غرض قوام انسانی
سے ہے آپنے فرمایا کہ قوام علم ہے اوسنے پوچھا کہ میں غذا کو پوچھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ

عذاب کرے گا اوسنے پوچھا کہ جسم ظاہر کا کھانا پوچھتا ہون آپنے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے کیا کام
چھوڑ اوسکو اوسی پر جسنے اوسکی پیشتر کفالت کی ہے وہی اوسکی کفالت آگے کو بھی کریگا
اور جب اوسمین روگ آجاے تو اوسکے بنانے والے کے سپرد کر کیا دیکھتا نہین کہ جب کسی کام
مین عیب ہوجاتا ہے تو اوسکے کاریگر کو دیتے ہین کہ اوسکو ٹھیک کرے تیسرا سبب یہ ہے کہ
بیماری پرانی ہو اور جو دوا اوسکے لیے لوگ بتاتے ہون اوسکا نفع بھی [illegible] ہو اور نتیجہ کا
فائدہ کبھی ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کرتا اور اسکی طرف اشارہ ہے
ربیع ابن خثیم کے قول مین کہ مینے عاد اور ثمود کی قوم کو دیکھا کہ اونمین طبیب بہت تھے
مگر نہ مریض بچا نہ طبیب اس سے اونکی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوا پر اعتماد یقینی نہین ہے
اور یہ امر کبھی تو واقع مین ایساہی ہوتا ہے اور کبھی مریض کے گمان مین متحقق ہوتا ہے
اسلیے کہ اوسکو طب مین مہارت اور تجربہ کم ہوتا ہے اس نظر سے اوسکو ظن غالب
دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت
عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق
ہوتا ہے اور یہ اعتقاد اوسیقدر ہوتا ہے جسقدر کہ تجربہ ہوتا ہے ۔ اور جو ایسی باتین ہین جن لوگون نے
دوا ترک کی ہے اونمین سے اکثر کی سند یہی ہے کہ دوا اونکے نزدیک ایک موہوم چیز
ناقابل اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہے کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین
اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین وہ سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا
اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے ۔ چوتھا سبب یہ ہے
کہ دوا نکرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہے کہ مرض باقی رہے تاکہ اوس مرض پر اچھی طرح صبر
کرنے سے مرض کا ثواب پاوے یا آزمانا منظور ہوتا ہے کہ خدا تعالی کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے
کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہے یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب مین بہت کچھ احادیث وارد ہین
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہم انبیا کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ
سخت مصیبت ہوتی ہے پھر اسیطرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے مصیبت بندے پر بقدر
ایمان کے ہوا کرتی ہے پس اگر ایمان اوسکا سخت اور پکا ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی
اور اگر اوسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی ۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ اللہ تعالی اپنے بندے کا امتحان مصیبت سے ایسی طرح لیتا ہے جیسے تم مین سے کوئی شخص

احمد و ابو یعلی و حاکم بروایت سعد بن ابی وقاص ۱۲

طبرانی بروایت ابوامامہ بسند ضعیف ۱۲

اپنے سونے کا امتحان آگ سے لیتا ہے پس بعض آدمی تو کندن کی طرح نکلتے ہیں اور بعض اوس سے کم
اور بعض کالے خراب ہو کے نکلتے ہیں اور ایک حدیث میں جو اہلبیت سے مروی ہے یہ وارد ہے
کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسپر بلا بھیجتا ہے پھر وہ اگر اوسپر صبر کرتا ہے
تو اوسکو مجتبیٰ کر لیتا ہے اور اگر اوسپر راضی ہوتا ہے تو مصطفیٰ کرتا ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے
کہ تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ ضالی گدھوں کی طرح ہو جاؤ کہ مرض بیماری کچھ تمکو نہ آوے
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو جب دیکھو گے تو دل کا تندرست اور بدن کا مریض
پاؤ گے اور منافق کو بدن میں زیادہ صحیح اور دل کا زیادہ تر روگی دیکھو گے غرضکہ جب
لوگون نے مرض کی ثنا و صفت اور بلا کی تعریف اسقدر جمع کی سنی تو اونکو مرض سے محبت
پیدا ہوئی اور اوسکا آنا اپنے اوپر غنیمت سمجھا کہ اوسپر صبر کرنے کا ثواب ہے پس بعض اکابر کا
دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اوسکا ذکر نہ کرتے اور بیماری کی تکلیف
کھینچتے اور خدا ہی تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہے کہ
مرض سے اوسمین کچھ خلل نہ ہوگا مرض کے باعث صرف اعضاء ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال
سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خدا ہی تعالیٰ کے حکم پر صبر کے ساتھ بیٹھکر ہی نماز پڑھینگے
تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہے گو وہ کھڑے ہو کر ادا کیجاوے
چنانچہ ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہے کہ میرے
بندے کے وہی عمل صالح لکھو جنکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید میں ہے اگر
میں اوسکو رہا کرونگا تو گوشت کی عوض میں عمدہ گوشت اور خون کی عوض میں اچھا خون
بدلونگا اور اگر اوسکو وفات دیونگا تو اپنی رحمت کیطرف اوسکی وفات کرونگا اور ایک
حدیث شریف میں ہے اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اُكْرِهَتْ عَلَيْهِ النُّفُوْسُ بعض محدثین نے
اسکے معنی یہ لکھے ہیں کہ اونسے بیماریان اور مصائب بہت دین اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس آیت میں وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور حضرت سہیل تستری
فرماتے ہیں کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف ہو جاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا
نکرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپکو ایک بڑی بیماری تھی
مگر اوسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگون کو جو اوس بیماری میں مبتلا پاتے تو اونکی دوا کرتے
اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اعمال نیک امراض کی تاب نہ لاکر اسلیے دوا کرتا ہے

ح ابو منصور دیلمی بروایت علی مرتضیٰ ۱۲

ح ابو نعیم و ابن عبد البر و بیہقی در شعب بروایت ابو فاطمہ ۱۲

ح طبرانی بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲

ح اعمال میں [illegible]

کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے اور طاعات کی بجا آوری میں اوٹھ سکے تو بہت تعجب کرتے
اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھکر نماز پڑھنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اس بات سے بہتر ہی
کہ صرف قوت اور کھڑے ہوکر نماز کے لیے دوا کرے۔ اور اونسے جب کسی شخص نے حال
دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر ایک یہ گنجایش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ضعف والوں کے لیے مقرر کردی اور جو دوا نہ پیوے تو افضل ہے اسلیے کہ اگر کوئی چیز
دوا میں سے لیگا گو صرف پانی ہی ہو تو اوس سے سوال ہوگا کہ تو نے کیوں لیا اور جو شخص کچھہ بھی
نہ لیگا اوس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپکا مذہب اور بصرہ والوں کا مذہب
یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کے توڑنے سے نفس کو ضعیف کرنا چاہیے اس وجہ سے
کہ اونکو معلوم تھا کہ ذرہ سی برابر اعمال قلوب میں سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال
جوارح کے پہاڑ جیسے عملوں سے افضل ہے اور مرض اعمال قلوب کا مانع نہیں مگر اوسی صورت
میں کہ اوسکی تکلیف نہایت زیادہ اور بیہوش کرنے والی ہو۔ اور حضرت سہل رح کا یہ بھی
قول ہے کہ جسم کی بیماری رحمت ہے اور دل کی عقوبت۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ آدمی سے پہلے
کچھہ گناہ کرچکا ہو اور اونکا خوف کرتا ہو اور تدارک کرنے سے عاجز ہو تو بیماری رہنے کو
اوسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسوجہ سے نکرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے اور کفارہ
گناہونکا خوب ہونے پاوے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آدمی پر بخار اور تپ کہنہ
ہمیشہ اسلیے رہتے ہیں کہ انجام کو زمین پر صاف لٹے کیطرح ہوجاتے کہ کوئی خطا اور گناہ اوسپر
نہیں۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے
بعضوں نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بخار ایکسال کی قوت کو گرا دیتا ہے اسلیے سال بھر کا
کفارہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے تین سو ساٹھہ جوڑ ہیں اور تپ ہر جوڑ میں
جاتی ہے اور اوس سے ایک تکلیف جداگانہ آدمی کو ہوتی ہے تو ہر ایک تکلیف ایک روز
کا کفارہ ہوکر سال بھر کا کفارہ ہوگیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تپ کو کفارہ
گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت نے خداے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میں ہمیشہ بخار میں مبتلا
رہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ بخار سے جدا نہوا اور چند لوگوں نے
انصار رضہ میں سے بھی یہی دعا مانگی تھی اونکو بھی کبھی بخار نہ چھوڑتا تھا۔ اور جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مَن اَذہَبَ اللہُ کَرِیمَتَیہِ لَم یَرضَ لَہٗ

ح
[illegible]

ح
اللہ تعالیٰ جس شخص کی دونوں آنکھیں لے لیوے تو اوسکا ثواب سواے جنت کے اور کچھ نہیں [illegible] اور مرض اور بیماری کی [illegible] اونہیں تعالیٰ نے انسان [illegible] ذکر فرمایا ہے ۱۲

انا ایادی فان استغنیتم تو انصار رضی اللہ عنہم ایسے لوگ تھے جو فاقہ ہونے کی تمنا کیا کرتے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جسم و مال پر مصیبت آنے سے خوش نہو
اس توقع سے کہ اوسکے باعث اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہیں۔ اور روایت ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت کھینچتا ہے جناب باری میں
عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اوسپر کیسے رحم کروں اسی سے تو اوسپر رحم کرونگا یعنی اسی
مصیبت کے باعث اوسکے گناہ دور کرونگا اور اوسکے درجات بڑھاؤنگا۔ چھٹا سبب یہ ہے
کہ آدمی زیادہ اچھا رہنے سے ڈرے کہ غرور تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہوجاویگا اس نظر سے
دوا چھوڑ دیتا ہے کہ ایسا نہو کہ مرض جاتا رہے تو پھر وہی غفلت و اترانا اور سرکشی اور
طول امل اور پست ہمتی تدارک مافات خود کرے اور خیرات میں تاخیر کرے۔ اگر اسباب کو نہ کرے
اسکا نام ہے کہ صفات سب قوی ہوں اور امراض کے باعث خواہش نفس و رکتی ہے اور
شہوات کو جنبش ہوتی ہے اور معاصی کی رغبت دلاتے ہیں کمتر درجہ یہ ہے کہ مباحات سے
لذت حاصل کرنے کیطرف بلاتی ہیں اور یہ اوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم یعنی لذت
اور ملازمت طاعت کو برباد دینا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو
امراض و مصائب سے متنبہ کرنے سے خالی نہیں چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہے کہ ایماندار
علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہیں ہوتا اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ مفلسی میرا جیلخانہ ہے اور مرض میری بیڑی ہے اوسمیں میں اوسکو قید کرتا ہوں جسکو اپنی
مخلوق میں سے دوست رکھتا ہوں۔ غرضکہ جب مرض میں آدمی سرکشی اور گناہوں کے ارتکاب سے
رکا رہتا ہے تو اس سے زیادہ اور کونسی خیر ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور
گناہوں کا ہو اوسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نکرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی میں خیریت ہے
چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اوسنے کہا کہ خیریت سے رہا
اونھوں نے فرمایا کہ اگر تم نے کوئی گناہ خدای تعالیٰ کا نہیں کیا تو واقع میں خیریت سے رہے
اور اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہے جسنے گناہ کیا وہ کیا خاک خیریت سے رہا
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق میں عید کے روز کی زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگوں
نے یہ کیا کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہے آپنے فرمایا کہ جس روز ہم
خدای تعالیٰ کی نافرمانی نکریں تو وہ دن ہماری عید کا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَصَیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا اَرٰاکُمْ مَا تُحِبُّوْنَ یعنی عافیت کو اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی
اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے - اور بعض اکابر نے فرمایا ہی
کہ فرعون نے جو دعوی خدائی کیا تھا اوسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یعنی چار سو
برس تک سر مین درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسلیے دعوی خدائی اوس
مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد سر ہی اوسکو ہوجاتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہے اور
بیہودہ امور سے بھی باز رہتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَکْثِرُوْا مِنْ ذِکْرِ
ھَادِمِ اللَّذَّاتِ اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہے تو وہ جب تک ہے موت کی یاد
دلانے والا اور لیت و لعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا - اور اللہ تعالی فرماتا ہے اَوَلَا یَرَوْنَ
اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اسکے معنی یہ ہین کہ انکو
امراض مین مبتلا کرکے اونکا امتحان لیا جاتا ہے - اور کہتے ہین کہ بندہ جب بار بار بیمار ہوتا ہے
اور توبہ نہین کرتا تو اوس سے ملک الموت یون کہتا ہے کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر
قاصد آیا مگر تو خبر نہوا - اور اکابر سلف کا اسلیے دستور تھا کہ اگر کوئی سال ویسا ہی گذرتا
جسمین اونپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے - اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ ایماندار پر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہے یہان تک کہ روایت ہے
کہ حضرت عمار بن یاسر رضی نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپنے اوسکو
طلاق دیدی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہانتک
کہ آپنے چاہا کہ اوسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت
کبھی بیمار نہین ہوئی آپنے فرمایا کہ تو مجھے اوسکی کچھ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیماریون اور دردون کا ذکر فرمایا کہ درد سر ایسا ہے اور فلان مرض ایسا ایک شخص نے
کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہے مین تو اوسکو جانتا بھی نہین آپنے فرمایا کہ تو مجھے علیحدہ رہ جو
کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین
وارد ہوچکا ہے کہ ہر ایماندار کے لیے بخار اوسکا حصہ ہے آتش دوزخ سے اور حضرت انس
اور حضرت عائشہ رضی کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ
قیامت کے روز شہیدون کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپنے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز
موت کو بیس بار یاد کیا کرے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے

سنجیدہ ہوا کرے۔ اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد مرض میں بہت ہوتی ہے پس جب فوائد
مرض کے بہت ہوئے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اس وجہ سے
کہ اپنے واسطے اسمیں نفع یا دقیق درجہ دیکھی اس جہت سے نہیں چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان
سمجھا ہو اور دوا کرنا نقصان کیسے ہو سکتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا

شبہ سوم ان لوگوں کے اقوال کے رد میں جو دوا نکرنے کو ہر حال میں افضل کہتے ہیں

واضح ہو کہ اگر کوئی یوں کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے
کی تھی کہ وہ اوروں کے لیے مسنون ہو جاوے ورنہ دوا کرنا ضعفا کا حال ہے قوی لوگوں کا
درجہ مقتضی اسی امر کا ہے کہ توکل دوا نکرنے پر کیا جاوے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمہاری
تقریر کے موجب توکل میں شرط ہونا چاہیے کہ پچھنے بھی نہ لگاوے اور جوش خون کے وقت
فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ان میں بھی شرط ہے تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو
یا سانپ کاٹے تو اوسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اندر کو لگتا ہے اور بچھو ظاہر پر وقت
کاٹتا ہے اور ان دونوں میں کچھ فرق نہیں جیسے اوس سے علیحدگی بچا ہے ویسے ہی
اس سے بھی کنارہ نکرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل
کو چاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کی گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے انکی نیش بھی یعنی پانی
اور روٹی اور کپڑے سے دور کرے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں کہ کھانے اور پانی اور لباس
کا استعمال چھوڑنا واصل توکل ہے اور ان چیزوں میں اور اول کی باتوں میں کچھ فرق نہیں
بلکہ جسطرح دوا زوال مرض کا سبب ہے اسیطرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہے اور ان سب
اسباب کو خدا تعالی نے اسلیے بنایا ہے اور اسیطرح اپنی عادت رکھی ہے اور اسکے توکل
کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضی نے حضرت عمر رض کے عہد مبارک میں آپکے ساتھ جب
قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے اونکو خبر پہونچی کہ شام میں طاعون وزور کا
عظیم پھیلی ہوئی ہے اسمیں لوگوں کے دو فرقے ہو گئے کچھ نے تو کہا کہ ہم وہاں میں
نجاوینگے اور جانتے آگ میں خود نگرینگے اور بعض لوگوں نے کہا کہ ہم شہر میں جاوینگے اور اللہ پر
توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگینگے ورنہ اون لوگوں کے
مانند ہو جاوینگے جنکی شان میں خدا تعالی فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ غرض دونوں فریق حضرت عمر رض کی خدمت میں حاضر ہو

اگر کوئی شخص شہر میں بچ رہا ہو اور وہاں سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اوسکو ہو چکی ہو
اوس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہ ہوئی ہو تو یہ وہاں سے نکلنا
ایک بیہودہ سبب خلاصی کا ہوا جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہیں اب اگر وہاں سے
نکلنے میں صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اوسکی ممانعت ہوتی لیکن نکلنا
ایک اور وجہ سے بھی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستون کو اجازت نکلنے کی دیجاے تو شہر میں سوا
مبتلایان وبا کے اور کوئی نہ رہے کہ انکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود بوجہ
ان باتون کے اپنے مرض کے باعث نہیں ہوسکتے اس حال میں تندرستون کا وہان سے نکلنا
گویا حقیقت میں بیمارون کو زندہ در گور کرنا ہے انکی تندرستی ہے تب بھی ہے جیسے تندرستون کو
احتمال بچ جانیکا ہے ویسا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاوین اگر تندرست وہاں گو رہے میں
تو موت کا یقین نہیں کہ خواہی نخواہی مر جاوینگے اور اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہیں مگر
اونکا نکلنا البتہ باقی بیمارون کے حق میں یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپس میں مثل عمارت
کے ہیں کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہیں کہ جب ایک عضو میں درد ہوتا ہے
تو دوسرون کو بھی بے چینی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنیکی وجہ یہ ہے نہ وہ جو آپ کو معلوم ہوئی ہو
آگے خدا جانے۔ اور جو شخص ابھی تک شہر میں داخل نہیں ہوا اوسکے حق میں یہ دلیل نہیں ہے
یعنی اوسکے باطن میں ہوا نے اپنا اثر نہیں کیا نہ شہر کے بیمارون کو اوسکی حاجت ہے کہ اگر وہ
نہ آویگا تو یہ تلف ہوجاوینگے ہاں اگر بالفرض وبا والے شہر میں سوا بیمارون کے لوگون کے اور کوئی
نہ رہا ہو اور اونکو حاجت خدمت گزارون اور نگہبانون کی ہو اور اوس وقت کچھ لوگ اونکی اعانت
کو آوین تو کیا عجب ہے کہ اونکا اسطرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہ ہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو امر موہوم
ہے اور بقیہ مسلمانون سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں وبا سے
بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے سے دوسرے
مسلمانون کی دلشکنی اور اونکے تباہ ہونے میں سعی پائی جاتی ہے۔ یہ باتین باریک ہین جو
انکو لحاظ نہیں کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اوسکے نزدیک اکثر باتین جو
اوسکے گوش زد ہوتی ہیں ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہیں عابدون اور زاہدونکو
ایسی صورتون میں بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کیجاتی ہے بیعلم کو خداے تعالی نے اسی سے
شرف دیا ہے۔ اب تقریر گذشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کی نہ کرنے میں بہتری ہے

تو اوس پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا کی ہوتی تاکہ یہ فضل بھی آپکو
ملتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوا کے ترک کرنے کی فضیلت اوسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے
بہت سے گناہ ہونیکا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے
خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبۂ غفلات کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا
یا مقامات متوکلین اور بعض شخصون سے قاصر ہو کر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا خود
طبیعت و الہام خدای تعالیٰ سے وہ واقف ہو کر ... اونکو شبہ ہوتا ہو جتنی کہ دوا اون کو
جہان تک بھی جانتا ہو یا ایسی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا نکر سکتا ہو اور اگر دوا کرے
تو اوس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب ضعف سے نہین رکھتا غرض کہ
مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب اور نسبت بعض لوگون کے کمال ہین در اصل ہین مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپکا مقام ان
سب مقامات سے اعلیٰ اور اشرف تھا اسلئے آپکا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب
وجود و عدم دونون مین ایکسا ہو کیونکہ انکو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا اور
جس شخص کا رتبہ یہ ہو اوسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا کہ ہمنے مال کے باب مین بیان
کیا ہے کہ اوسکی رغبت بھی نقصان ہے اور اوس سے نفرت بھی گو کمال ہے مگر بہ نسبت
اوس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہے یعنی ڈھیلے اور سونے کا
برابر ہونا اس بات سے کامل تر ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپکے نزدیک برابر تھا اور اوسکو آپ اسلئے نہ رکھتے تھے
کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرمائین کہ غایت انکی قوت کی یہی ہے نہ اس خوف سے کہ اوسکے
رکھنے سے آپکے نفس کو معاذ اللہ کسیطرح کا ڈر تھا اس سے تو آپکا رتبہ کہین بڑھا ہوا تھا
کہ دنیا آپ کو فریب دے سکے آپکے اوپر زمین کے خزانے پیش کئے گئے تھے اونکا قبول نفرمایا
اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نکرنا مساوی
تھا اور استعمال دوا کو جو نہ چھوڑا تو اس نظر سے کہ خدای تعالیٰ کی عادت اسیطرح جاری ہے
اور امت کو اونکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین
بخلاف مال جمع کرنے کے کہ اوسکا ضرر بہت بڑا ہے۔ ہان دوا کرنے کا ضرر ایک صورت
مین ہو سکتا ہے کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اوسکے پیدا کرنے والے کو یہ امر البتہ [illegible]

(۱) اس باب مین حدیث پیشتر گذر چکی ۱۲

ممنوع ہے یا اوس صورت میں ہو سکتا ہے دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اوسکو
اعانت معاصی پر لیجاوے تب بھی ممنوع ہے مگر یہ دونوں صورتیں شاذ و نادر ہیں اکثر ایسا نہ کہ
صحت کو معصیت کیواسطے نہیں چاہتے نہ کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھے بلکہ اسی نظر سے
مفید جانتا ہے کہ خدای تعالی نے اوسمیں تاثیر رکھی ہے جسطرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس و بھوک کیلیے
بذات خود نافع نہیں جانتا اس لیے کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہے جو حکم اوس کام کا ہے جسکے لیے
دوا کیجاتی ہے یعنی اگر کسی نے دوا کی تاکہ شکرانہ طاعت پر قوت ہو تو ایسا حکم ہوگا اور اگر
اسلیے ہے کہ شفا و صحت سے لذت حاصل کرے تو مباح ہوگا۔ اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا
کہ بعض احوال میں دوا نکرنا افضل ہے اور بعض میں دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہے اور یہ تفضیل باعتبار
حالات اور لوگوں اور اونکی نیتوں کے مختلف ہوتی ہے اور نیز معلوم ہوا کہ توکل میں دوا کا کرنا
یا نکرنا کچھ شرط نہیں ہے مگر یہ شرط ہے کہ ایسی باتوں کو چھوڑ دینا چاہیے جنکا ذکر تدبیروں میں کیا جا چکا ہے
جو متوکلین کے شان میں زیبا نہیں ہیں فصل مرض کو ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان میں
جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانوں میں ہے
اور بڑا رتبہ عالی ہے اسلیے کہ خدای تعالی کے حکم پر راضی ہونا اور اوسکی بلا پر صبر کرنا اور
وہی معاملہ ہے جو بندے میں اور خدای تعالی میں ہے تو اوسکو چھپانے میں آفتوں سے
زیادہ تر بچاؤ کی صورت ہے بلکہ ہم اوسکے ظاہر کرنے میں بشرطیکہ نیت درست ہو کچھ
مضایقہ نہیں اور یہی غرض جسکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہے تین ہیں اول یہ کہ
مقصود ہو اوسکے اظہار سے طلب علاج ہو یعنی طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے
طور پر بلکہ حکایت کے طور پر کہ جو کچھ قدرت اللہ تعالی کی اوسپر ظاہر ہو جون کی تون نقل کردی
چنانچہ حضرت بشر رحمہ عبد الرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے اور حضرت امام احمد
بن حنبل رحمہ جو مرض ہوتا اوسکو کہدیا کرتے اور فرماتے کہ جو کچھ اللہ تعالی کی قدرت نے مجھ میں
اثر کیا میں صرف اوسکو کہتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ بعض مقتدا لوگوں میں سے ہو اور معرفت
میں مستقل ہو وہ اپنے مرض کو اسواسطے بیان کرے اور وہ اس غرض سے کہے کہ لوگ اوس میں
اچھی طرح صبر کرنا سیکھیں بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاویں یعنی ایسی طرح مرض کو بیان کرے
کہ اوس سے معلوم یہ ہو کہ اسکے نزدیک یہ مرض ایک نعمت ہے اور جسطرح نعمت کا ذکر
کرتے ہیں اسیطرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اوسپر شکر کیا کریں۔ حضرت حسن بصری رحمہ

فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالی کی حمد و شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہے تو یہ بیان داخل شکایت نہین ہوتا - تیسرے یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی اور خدای تعالی کیطرف احتیاج ظاہر کرنی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہے جو قوت و شجاعت کے شایان ہو اور عاجزی کرنی اوس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالت مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو تاکنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خدای تعالی پر بہادری کرون غرضکہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خدای تعالی کیطرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ آپ کی قوت و شجاعت معروف و مشہور تھی اور اسمین وہی طریق چلے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوے تھے تو دعا مانگتے کہ الہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو تم نے خود کیا اللہ تعالی سے تندرستی کی دعا مانگو - حاصل یہ کہ ان تین نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہے اور اظہار مین انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر مرض شکایت ہے اور خدای تعالی کی شکایت کرنی حرام ہے جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونے کی جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینہ خفگی اور خدای تعالی کے فعل کو اچھا نہ جاننے کی وجہ سے شکایت ہو جاتا ہے پس اگر قرینہ خفگی بھی نہو اور وہ تینون نیتین مذکورہ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نکرنا بہتر تھا کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہے اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل ہوتا ہے کہ جسقدر بیماری موجود ہو اوس سے زیادہ بیان ہو جاتی ہے یا جسقدر توکل و [illegible] کیا ہے اوس سے زیادہ کہدیا جاتا ہے ایسی صورت مین اوسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اظہار کی نسبت کر اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس شخص نے مرض کو کہدیا اوسنے صبر نہین کیا اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہے اوسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ اوس سے مراد وہی ہے جسمین شکایت نہو - اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپکی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے پس اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تم میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہوے آپ نے عرض کیا کہ الہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہوگا - اور حضرت طاوس اور مجاہد رحمہما اللہ

لیتے ہیں کہ بیمار پر اوسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہے اور اکابر سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے
اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہے جو مقتضی شکایت ہے یہانتک روایت ہے
کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہیں ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض میں
آہ کی تھی اوس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا - اور حدیث شریف میں ہے کہ جب
بندہ مرض میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالی دونوں فرشتوں کو وحی فرماتا ہے کہ دیکھو اپنے عیادت
کرنے والوں سے کیا کہتا ہے پس اگر مزاج پوچھنے والوں سے خدا کا شکر اور وصف بیان کرتا ہے
تو فرشتے اوسکے لیے دعاء خیر کرتے ہیں اور اگر وہ شکایت کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے
تو دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تو ایسا ہی رہیگا - اور بعض عابد شکایت کے خوف سے اور اس
ڈر سے کہیں کلام زیادہ نہو جائے اپنی عیادت بری جانتے تھے کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے
گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی اونکے پاس نجاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگوں میں نکلتے
یہی حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث رح کا تھا اور حضرت فضیل فرمایا کرتے
کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بیمار ہوں مگر عیادت کرنیوالے نہوں میں بیماری کے انہیں لوگوں کے باعث گھبراتا ہوں

چھٹا باب محبت اور شوق اور انس و رضا کے بیان میں

رباعی

چاہے جو سلوک راہ دین اے دلبر — اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر
پھر داغ محبت سے بنا دیدہ دل — تا انس و رضا کا آوے میدان نظر

جاننا چاہیے کہ محبت الہی سب مقامات میں سے انتہائی درجہ کی غایت اور سب میں بلند
رتبہ رکھتی ہے اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیوں نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا
وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہیں اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد
اور دوسرے مقامات کے ہیں وہ سب محبت کے مقدمات ہیں - اور دوسرے مقامات اگرچہ
اونکا ہونا بہت نادر ہے پھر بھی سب دلوں میں اونکا امکان ہوتا ہے اور اوسکے امکان کے
ایمان سے کوئی دل خالی نہیں ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہے کہ یہانتک کہ بعض
علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہیں کہ اوسکی
طاعت پر مواظبت کیجائے اور محبت حقیقی خدا تعالی کے ساتھ محال ہے کیونکہ وہ اپنی
جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگوں نے جب محبت کا انکار کیا تو انس اور شوق

اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کر بیٹھے اسلیے اس باب مین ہمکو ضرور ہوا کہ
جو امور محبت سے متعلق ہین مع دلائل شرعی کے جو محبت مین وارد ہین بیان کرین اور یہ باب
مشتمل ہے دو فصلون اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین

اول بیان دلائل شرعی کا اس باب مین کہ بندے کو محبت خداے تعالی سے ہوتی ہے
یعنی اس محبت کا وجود ہے - جاننا چاہیے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہے کہ بندے کو خداے تعالی
اور اوسکے رسول سے محبت فرض ہے پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض
کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہوسکتی ہے
اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اوسکا ثمرہ ہے پہلے محبت کا وجود ہوے تو پھر محبوب کی
اطاعت ہو - اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہے کہ خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ
اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ان دونون آیتون سے
معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا وجود بھی ہے اور اسمین تفاوت بھی ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مین محبت الہی کو شرط ایمان فرمایا ہے چنانچہ ابو رزین عقیلی نے
آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ اللہ اور اوسکے رسول کا تیرے نزدیک
سب اونکے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہے - اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا يُؤْمِنُ
أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا اور دوسری
حدیث مین ہے کہ لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
اور ایک روایت مین ومن نفسہ بھی ہے اور کیون نہو کہ خداے تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ
آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ
اور اسکو تہدید اور انکار ہی کی جگہ مین ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي
لِحُبِّ اللهِ إِيَّايَ اور ایک روایت مین ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مین آپ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہورہو اونسے
عرض کیا کہ مین اللہ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہوجا - اور حضرت

عمر رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضہ کو آتے ہوئے دیکھ
کر ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہیں آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو
دیکھو کہ اللہ تعالی نے اسکا دل روشن کر دیا ہے میں نے اسکو اوسکے ماں باپ کے سامنے
دیکھا تھا کہ اوسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اب اللہ اور رسول کی محبت نے اسکا
یہ درجہ کیا جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت
علیہ السلام سے اوس وقت ارشاد فرمایا جب وہ آپکی روح کے قبض کرنے کے لیے تشریف لائے کہ بھلا
تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تمنے
کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے پس آپ نے ملک الموت
علیہ السلام سے فرمایا کہ لے اب قبض کر اور یہ بات اوسی بندہ سے پیش آتی ہے جو اللہ تعالی سے
تمام دل سے محبت رکھتا ہے وہ جبھی جانتا ہے کہ موت سبب ملاقات کا ہے تو اوسکا دل موت کیطرف
راغب ہوتا ہے اور خدای تعالی کے سوا کوئی محبوب نہیں ہوتا کہ اوسکی طرف التفات کرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ ارشاد فرماتے اللّٰھم ارزقنی حبک وحب
من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد
اور ایک اعرابی آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب
ہوگی آپ نے فرمایا کہ تو نے اوسکا کیا سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ میں نے بہت
نمازیں اور بہت روزے تو ذخیرہ نہیں کیے مگر مجھکو اللہ تعالی اور اوسکے رسول سے محبت
ہے آپ نے فرمایا کہ المرء مع من احب یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے حضرت انس
فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جیسا
اس بات کو سنکر خوش ہوے - اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خالص محبت
الہی سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اوسکو روک دیتا ہے اور تمام آدمیوں سے اوسکو
وحشت دلاتا ہے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے اوسکو
محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اوسمیں زہد کرتا ہے اور ایماندار آدمی اوس میں مشغول نہیں
ہوتا کہ غافل ہو جاوے وہ تو جب فکر کرتا ہے اندوہ کرتا ہے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنت اور اوسکے درمیان کی
نعمتیں اونکو خدای تعالی سے نہیں روکتی دنیا کے باعث تو کیسے خدای تعالی سے باز رہینگے

ابو نعیم در حلیہ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین شخصون پر گذرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے
پوچھا کہ تمھارا یہ حال کیون ہوا ہے اونھون نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوف والون کو ضرور امن بخشیگا پھر وہان سے بڑھکر آپ اور
تین شخصون پر گذرے وہ پہلون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپنے اونسے پوچھا
کہ تمھارا یہ حال کس وجہ سے ہوا اونھون نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث سے آپنے
فرمایا کہ ضرور ہے کہ خداے تعالیٰ تمکو وہ چیز عنایت کرے جسکی تمکو توقع ہو پھر آپ اونسے بڑھے
اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونون فریقون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے نور کا یہ
عالم تھا کہ گویا اونکے چہرون پر آئینے چمکتے تھے آپنے اونسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہوگئے ہو
اونھون نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہین آپنے فرمایا کہ مقرب تمہین ہو
مقرب تمہین ہو — اور عبدالواحد بن زید رح فرماتے ہین کہ مین ایک شخص پر گذرا جو برف مین
سوتا تھا مین نے پوچھا کہ تمکو سردی نہین معلوم ہوتی اوسنے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی مین گرم
رہتا ہے اوسکو سردی نہین معلوم ہوتی — اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جنپر
محبت الٰہی غالب ہوگی اونکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امت موسیٰ اور
اے امت عیسیٰ اور اے امت محمد مگر محبان اسطرح پکارے جاوینگے کہ اے اولیاء اللہ خداے پاک
کیطرف چلو اونکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہونگے — اور ہرم بن حیان رح فرماتے ہین
کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے تو
اوسی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کیطرف خواہش کی نظر
سے نہین دیکھتا نہ آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے دیکھے اپنے جسم سے تو دنیا مین ہوتا ہے اور
روح سے آخرت مین — اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ خداے تعالیٰ کا عفو تمام گناہون کو
لے لیتا ہے پس اوسکی رضا کا کیا حال ہوگا اور اوسکی رضا مین سب امیدین باقی ہین تو
اوسکی محبت کیسے ہوگی اور اوسکی محبت عقلون کو مدہوش کر دیتی ہے اوسکی مودت کا کیا
ٹھکانا ہے اور اوسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اسکا لطف کیسا کچھ ہوگا اور بعض
کتب آسمانی مین ہے کہ اے میرے بندے قسم ہے مجھکو تیرے حق کی مین تجھسے محبت رکھتا ہون
تجھکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محب ہوجا — اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ ایک رائی
کی برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے جو بے محبت ہو اور یحییٰ

اور بعضون کا قول ہے کہ الٰہی میں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور تیری ثنا میں مشغول ہوں تو نے
مجکو بچپن ہی سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا مجھ پر کیا اپنے لطف سے پھر تو نے
احوال و اعمال پر پہونچایا اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت میں مجکو پلٹتا رہا اپنے
حوضون پر مجکو پلایا اور اپنے باغون میں پھرایا میں تیرے امر کا ملازم اور تیرے قول میں
مشغول رہا جب میری مونچھیں نکلیں اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا ہو کر میں تجھسے کیسے
پھر جاؤن میں تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھسے عادی ہو رہا ہوں میں تو جب تک رہونگا
تیرے ہی گرد گھومتا رہونگا اور انکسار کے ساتھ تیرے سامنے گڑگڑاؤنگا کیونکہ میں تجھسے
محبت رکھتا ہوں اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے شغوف رہتا ہے اور اوسکے غیر سے
مہجور رہتا ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باب میں اخبار و آثار اتنے ہیں کہ تمام نہیں
ہو سکتے اور یہ ایک امر ظاہر ہے خفا اگر ہو تو محبت کے مضمون کی تحقیق میں ہو اسلیے ہم اوسکی طرف توجہ کرتے ہیں

دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور اوسکے اسباب کے بیان میں اور اس امر کی تحقیق میں
کہ بندے کی محبت خداے تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے کیا معنی ہیں۔ واضح ہو کہ اس بیان کا
مطلب جب تک نہ کھلیگا جب تک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجاے پھر اوسکی
شرطون اور سبب کی معرفت بیان ہو پھر اسکے بعد اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ کے
باب میں اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہیں پس سب سے اول تو یہ بات اوسکے قابل
سمجھنے کے ہے کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اوسی
چیز سے محبت کرتا ہے جسکو پہچانتا ہے اور یہی لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہیں
کر سکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہے پھر مدرکات جو دیکھتے ہیں تو
وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت دہ ہوتی ہیں یا اوسکی
طبیعت کے مخالف اور ایذارسان ہوتی ہیں یا اونمین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا
کچھ بھی نہیں ہوتا ان تینون قسمون میں سے ایسے مدرکات جنکے ادراک سے مدرک کو لذت
اور راحت ہو وہ اوسکے نزدیک محبوب ہوا کرتی ہیں اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اوسکے
نزدیک مبغوض ہوتے ہیں اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اوسکو نہ مدرک کے نزدیک
محبوب کہہ سکتے ہیں نہ مبغوض غرضکہ ہر ایک لذیذ چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب
ہوتی ہے اور اوسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طبیعت میں اوسکی طرف کو میل ہے

اور مبغوض کے یہ معنی ہین کہ طبیعت کو اوس سے نفرت ہے پس محبت اسیکا نام ہے کہ
طبیعت کا میل ایسی شی کیطرف ہو جس سے لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہوجاتا ہے
تو اوسکو عشق کہنے لگتے ہین اسیطرح بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان سے
کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہوجاتی ہے تو اوسکو مقت کہتے ہین ۔ یہ ہین معنی محبت
کی حقیقت کے کہ جنکا جاننا ضرور ہے ۔ امر دوم اہم یہ ہے کہ از انجا کہ محبت تابع ادراک اور
معرفت کے ہے تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اوسکی بھی تقسیم ہوگی اسلیے کہ
ہر حس کیواسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات
سے لذت ہوتی ہے اور اوسی لذت کے باعث طبیعت کو اوس چیز کیطرف میل ہوتا ہے
تو بالطبع سالم کے نزدیک وہ شی محبوب ہوتی ہے مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزون مین ہے کہ
اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلآویز اور موزون آوازون مین ہے
اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوئین ہین اور ذائقہ کی لذت غذائون مین اور لمس کی لذت نرمی
اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے یہ چیزین بھی طبع سلیم کو
اوسکی طرف محبت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِن
دُنیاکم ثلٰثٌ الطِّیبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃِ اس حدیث مین آپ نے
خوشبو کو محبوب فرمایا اور ظاہر ہے کہ اوس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف
سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ اونسے بہرہ دیکھنے وغیرہ کو
بینائی اور لمس کو ہی اور نماز کو آنکھ کی ٹھنڈک ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب ٹھہرایا اور
ظاہر ہے کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل ہے اسکے ماتحت ہے
اوسکا ادراک اوسیکو ہے جسکے دل ہو ۔ اور حواس خمسہ کی لذات مین تو انسان کے شریک
بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس خمسہ پر منحصر کرکے کہین کہ خداوند کریم حواس
مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اوسکی محبت بھی نہین ہوسکتی تو
اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہرے گی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات
سے ممتاز ہے اور جسکو عقل یا نور یا قلب یا کوئی اور اصطلاح کا لفظ کہتے ہین اٹھ جاوے گی
اور یہ امر بعید ہے اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہری بینائی کی نسبت قوی تر ہے اور قلب کی
نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین اونکا جمال

نسائی بروایت انس
اور اسمین لفظ ثلث نہین ہے

بنسبت ظاہر کی صورتوں کے جو آنکھ کو سوجھتی ہیں زیادہ ہے پس ضرور ہے کہ جن امور شریفہ الہیہ کو
قلب ادراک کرتا ہے اور وہ حواس سے نہیں معلوم ہو سکتے اونکے ادراک سے قلب کو جو لذت
ہوتی ہے وہ کامل اور اکمل ہو اسلیے طبع سلیم کا میل اوسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت
اسیکا نام ہے کہ طبیعت کو ایسی چیز کیطرف رغبت ہو جسکے ادراک میں لذت ہو چنانچہ عنقریب
اسکی تفصیل آگے ہوگی اس صورت میں محبت الہی کا انکار وہی کریگا جو درجۂ بہائم میں ہو اور
ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے قسم اول اہم یہ ہے کہ یہ بات ہے کہ انسان اپنے
نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسمیں کچھ شبہہ نہیں کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کیواسطے
محبوب جانتا ہے اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اوسکی ذات کے لیے ہو نہ اپنے نفس کی خاطر
یہ ضعیفوں پر مشکل ہو گیا ہے اونکے نزدیک ممکن ہی نہیں کہ انسان دوسرے سے صرف اوسکی
ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اوس سے کچھ بہرہ نہ ہو اور حق یہ ہے کہ یہ بھی بات
ممکن ہے اور موجود بھی ہے اسلیے ہم محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہیں اوسکی تفصیل
یہ ہے کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اوسکی اپنی ذات ہے اور اپنے نفس کی
محبت کے یہ معنی ہیں کہ اوسکی طبیعت میں رغبت اپنے وجود کی دوام اور بقا کی ہے اور عدم
اور ہلاک کی نفرت اسلیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہے جو محبت والے کے مناسب ہو
اور اپنی نفس کے دوام اور بقا سے کوئی چیز زیادہ موافق ہوگی اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھکر کیا
چیز مخالف ہوگی اسلیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہے اور قتل اور موت سے نفرت
نہ اسلیے کہ اوسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہے یا موت کے وقت کی جانکندنی
سے ڈرتا ہے بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح پر مرے کہ کچھ درد بھی معلوم نہ ہو جانکندنی کی نہ ہو اور نہ ثواب و
عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہ ہوگا موت کو برا ہی جانیگا ہاں اگر زندگی میں
شدت سے رنج کا تحمل ہوگا اوسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا میں
پھنستا ہے تو یہ امر محبوب ہوتا ہے کہ بلا جاتی رہے اس صورت میں اگر نیستی کو محبوب جانے گا
تو نہ اسلیے کہ نیستی ہی بلکہ اسلیے کہ نیستی ہونے سے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی
سے نفرت ہوا کرتی ہے اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہے اسیطرح
کمال وجود بھی محبوب ہے اسلیے کہ ناقص میں کمال نہیں اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے
نیستی ہے اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہے اور جسطرح کہ صفات کمال کی

ہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح اونکے ہونے سے محبت ہوتی ہے جیسے اصل وجود کا دوام
محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدای تعالی کی طرف سے سرشتی ہے غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے
اوسکی ذات ہے پھر سلامت اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست آشنا کی سلامتی اسلیے
محبوب اور مطلوب ہے کہ کمال وجود اور اوسکا دوام اوسپر موقوف ہے اور مال بھی اسلیے محبوب ہے
کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال وجود کا ہے اسیطرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنی انسان جو
ان چیزون سے محبت کرتا ہے تو خود اونکی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ اونکے باعث دوام
اور کمال اپنے وجود کا ہے یہان تک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہے گو اوس سے کچھہ اسکا فائدہ نہو
اور طرح طرح کی مشقتین اوٹھانی پڑین مگر اسلیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب بھی ہوتا ہے
تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنی بقا کی طمع ہمیشہ کے لیے
بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہے تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا
چاہتا ہے جو اپنی قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہے گویا کہ وہ بھی اوسکا ایک ٹکڑا ہے ہان اگر آدمی
کو کہا جاوے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اوسکی طبیعت وقت اعتدال پر ہو تو
وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہیگا اسلیے کہ ہرچند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہے
مگر تاہم بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسیطرح محبت اقارب اور خاندان کی اپنے نفس کے کمال کی
محبت کے سبب ہوتی ہے کیونکہ آدمی اقارب کے باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہے
اور اونکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہے اسلیے کہ مال و عیال و اسباب خارجی انسان کے حق مین
مثل بازو کے ہین جن سے تکمیل انسان ہوتی ہے اور وجود کا کمال اور دوام بلاشبہہ طبعا محبوب
ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک بندے کے نزدیک اوسکی ذات اور ذوات کا
کمال اور اونکا دوام محبوب ہے اور اسکا عکس مکروہ پس یہ تو اول سبب محبت کا ہوا۔ دوسرا سبب
محبت کا احسان ہے کہ انسان بندہ احسان مشہور ہے اور دلون کی سرشت مین ہی کہ احسان
کرنے والون سے محبت کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَيَّ يَدًا فَيُحِبُّهُ قَلْبِي
اسمین اشارہ ہے کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہے جسکو ٹال نہین سکتے اور
یہ امر سرشتی اور فطری ہے کہ اوسکی تبدیل کی کوئی سبیل نہین اور اسی سبب آدمی کبھی ایسے
انسان سے محبت کرتا ہے جو کچھہ اوس سے رشتہ اور علاقہ نہ رکھتا ہو محض اجنبی ہو اور اس

الٰہی کسی بدکار کی نعمت میرے اوپر مت کر کہ اوسکی وجہ سے میرا دل اوس سے محبت کرے ۱۲ ابومنصور در مسند فردوس بروایت معاذ بسند ضعیف منقطع ۱۲

سبب دوم کو اگر واقع مین غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کی طرف ہے اسلیے کہ محسن اوسکو
کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے بہی مدد کرے پس ضروری ہی کہ اوسکے احسان کے باعث وجود کا
دوام یا کمال حاصل ہو یا لذتین ہی ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہے ہان یہ فرق ہے کہ اعضا کی
محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونسے کمال وجود کا ہے تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب مین داخل ہین
مگر محسن بعینہ کمال مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہے جیسے طبیب کبھی سبب اعضا کی
صحت کے دوام کا ہوتا ہے پس صحت کی محبت اور طبیب کی محبت مین فرق ہی اسلیے
کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہے اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب
محبوب ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسیطرح علم اور استاد دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب
بالذات ہے اور استاد اس جہت سے محبوب ہے کہ وہ سبب علم محبوب کا ہے اسیطرح کھانا پینا
محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب ہے لیکن غذا بالذات محبوب ہے اور نقد اوسکا وسیلہ ہونے کی باعث
محبوب ہے پس فرق دونون محبتون مین اگر ہے تو رتبہ کا ہے کہ ایک اول ہے ایک اوسکے بعد
ورنہ اپنے نفس کی محبت دونون مین پائی جاتی ہے یعنی جو شخص محسن اوسکے احسان کے
باعث محبت رکھتا ہے تو وہ اوسکی ذات کا محب نہین بلکہ اوسکے احسان کو دوست رکھتا ہے
اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہے کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت جاتی رہے
گو خود اوسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسیقدر کم ہوجاوے تو اوسیقدر محبت کم ہوجاوے
اور اگر زیادہ ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہے
تیسرا سبب محبت کا یہ ہے کہ کسی چیز کو خود اوسکی ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اوس سے
اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اوسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت کو حقیقی اور سچی کہتے ہین
ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن وجمال کی کہ ہر ایک جمال جمال کے
مدرکون کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہے اسلیے
کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود بالذات محبوب ہوتی ہے کسی اور کی
جہت سے نہین — اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ محبت اچھی صورتون کی بدون قضاء شہوت
اور تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہے اسکے لیے بھی بعض
اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہے اسلیے ہوسکتا ہے کہ خود
محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہے نہ اس جہت سے کہ اوسمین کھانے یا پینے کا

فائدہ ہوتا کوئی اور حظ سوا دیکھنے کے ملتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب جاری
اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سب کے سب نظر کرنا شگوفون اور پھولون اور خوبصورت
جانورون اور عمدہ گل بوٹون اور اچھے نقشون کیطرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک
کہ آدمی اوس سے اپنا غم غلط کرتے ہین اور اونکے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین
لذت رسان ہین اور ہر ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اوسکی
ادراک مین لذت نہو اور نہ کسیکو جمال کے محبوب ہونے مین کسیطرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت
ہوجاوے کہ خداے تعالی صاحب جمال ہے تو ظاہر ہے کہ جس شخص پر اوسکا جمال و جلال کھلجاوے
اوسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان اللہ جمیل و
یحب الجمال چوتھا سبب محبت کا خود حسن و جمال ہے یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہے
واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و
جمال اسیکا نام ہے کہ پیدایش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سرخ قد کشیدہ ہو
جسکے وصف سراپای انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہے جو آنکھون کو
نظر آوے اونکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہے اسلیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز
نہ نظر آوے نہ شکل سکے نہ خیال مین آسکے نہ رنگ ڈھنگ ہو اوسکا حسن ممکن نہین اور جب حسن
ممکن نہوا تو اوسکے ادراک مین لذت بھی نہو گی اسلیے محبوب بھی نہو گی اور یہ اونکی بڑی غلطی ہے
اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کی محسوسات اور تناسب پیدایش اور سفیدی و سرخی رنگ پر نہین مثلاً
ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہے اور یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا حسین ہے بلکہ یہ بھی کہتے ہین
کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر رکھے جاوین تو پھر آواز
اور خط کے حسن کے کیا معنی ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہو
اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب یا اچھے ہین یا برے
پس وہ معنی حسن کے کونسے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین اونکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ
بحث طویل ہے علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت دیجاوے البتہ تصریح حق کیے
دیتے ہین کہ ہر ایک شی کا جمال و حسن اس امر سے ہوتا ہے کہ جسقدر کمال اوسکے لائق اور ممکن ہو
وہ اوسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اوسمین جمع ہوجاوین تو وہ شی نہایت حسین ہوگی
اور اگر بعض کمالات حاصل ہونگے تو حسن و جمال بھی اوتنا ہی اونکی نسبت سے ہوگا مثلاً گھوڑا حسین

وہ ہے جو جتنی باتیں خوبی کی گھوڑے میں ہونی چاہییں سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور
رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش نگاہی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اوسمیں ہوں اور عمدہ خط وہ ہے
جسمیں خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جاویں مثلاً تناسب حروف کا اور مقابلہ شوشوں کا
اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ - اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہے جو اوسکے
لائق ہے دوسری چیز میں بعض اوقات اوس کمال کے ضد شایان ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حسن ہر چیز کا اوسی کمال میں ہوگا جو اوسکے شایان ہے مثلاً جن باتوں سے گھوڑے کو اچھا
کہتے ہیں انسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا اونسے کوزہ عمدہ
نہ کہلاویگا اور جتنے برتن اچھے ہونگے اونسے کپڑے اچھے نہونگے اسیطرح سب چیزوں کو
جاننا چاہیے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزیں گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہیں ہوتیں
مثل آواز اور ذائقہ کی اشیاء کے مگر آخر کسی نہ کسی حس ہی سے مدرک ہوتی ہیں تو محسوسات میں
داخل ہیں اور حسن و جمال محسوسات سے تو انکار نہیں نہ اس سے انکار کہ محسوسات کو ادراک کرکے
لذت نہیں ہوتی بلکہ انکار حسن و جمال کا ایسی اشیاء میں ہے جو حواس سے مدرک نہوں تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ حسن و جمال منحصر محسوسات ہی میں نہیں غیر محسوسات میں بھی حسن و جمال موجود ہے
مثلاً کہتے ہیں کہ یہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ خصلت عمدہ ہے اور یہ حسن اخلاق
جمیلہ ہیں اور اونسے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوی اور کرم اور مروت اور
سب عادات خیر ہوتی ہیں انمیں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیاء
نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب محبوب ہیں جو شخص ان صفات سے
متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اوس شخص کے نزدیک جو اوسکے صفات سے واقف ہو
مثلاً دیکھو کہ طبیعت میں یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کریں اور صحابہ رض کو
محبوب جانیں حالانکہ اونمیں سے کسیکو نہیں دیکھا اسیطرح محبت ائمہ مذہب کی مثل امام ابو حنیفہ رح
و امام شافعی رح و امام مالک رح وغیرہم کے ہے یہانتک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت عشق
سے زیادہ کرتا ہے اور ایسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت میں
خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اوسکے امام پر کچھ طعن کرے اوسکو مارنے مرنے پر مستعد
ہو جاتا ہے ارباب مذاہب میں نصرت مذہب کے لیے بہت کشت و خون ہو چکے ہیں اور ہمکو
معلوم نہیں کہ جو شخص مثلاً امام شافعی رح سے محبت کرتا ہے وہ کیوں کرتا ہے اوسکی صورت

تو اوسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت دیکھتا تو شاید اچھی نہ سمجھتا پس اب جو وہ
اونکو اچھا جانتا ہے اور محبت رکھتا ہے تو کچھہ صورت ظاہری کے سبب سے نہین ہے وہ تو خاک
ہوگئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہے یعنی صفات دینی مثل تقوی اور کثرت علم
اور واقف ہونا طرق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین نشر کرنا خیرات کا وغیرہ
اور یہ باتین ایسی ہین کہ اونکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہوسکتا ہے حس انکے ادراک سے
قاصر ہین اسیطرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی سے محبت رکھتا ہے اور اونکو اور صحابہ سے
فضیلت دیتا ہے یا حضرت علی رضی سے محبت رکھتا ہے اور اونکو افضل سمجھتا ہے اور اونکی بابت مین
تعصب کرتا ہے تو اونکو صورت امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہے یعنی علم اور دین اور تقوی
اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ مثلاً جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی
سے محبت رکھتا ہے وہ اونکے گوشت و پوست اور ہاتھہ پانون اور استخوان و شکل کے باعث
محبت نہین کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب تبدیل و زائل ہوگئین باقی وہی رہی ہین جنکے سبب صدیق اونکو
صدیق کہا کرتے تھے یعنی صفات محمودہ جو عادات حسنہ کے مصادر تھین پس محبت بھی اون
صفات کے باقی رہنے سے باقی ہے گو صورتین نہین ہین اور اون صفات کا مآل صرف دو
چیزون علم اور قدرت پر رجوع کرتا ہے کہ آپ حقائق امور کو جانتا اور اسبات پر قادر ہو کہ
اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اونکو متحمل اون اوصاف کا کیا اسی علم و قدرت سے سب
عادات نیک متفرع ہوتے ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونون کا محل
تمام جسم مین سے ایک جزو لایتجزی ہے جو واقع مین محبوب ہے اور اسیجا کہ اوس جزو لایتجزی
کی کوئی صورت اور شکل و رنگ نہین جو آنکھہ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے محبوب قرار
دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر و عادات
مین جمال موجود ہے اور اگر سیرت جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو موجب محبت
نتھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہے اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور
اون سب کا مآل کمال علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ طبعاً محبوب ہے اور حواس سے
مدرک نہین یہانتک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوڑا ہوا ہو اگر ہم اوسکے نزدیک کسی غائب
یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے
کہ اوس شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اوسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام

بھی خصلتیں اوسکے سامنے طوالت کے ساتھ بیان کیجاوین جب اونکا اعتقاد اوسکو ہوجاویگا
تو بے اختیار محبت کرنے لگیگا اور نہ ہوسکیگا کہ محبت نکرے دیکھو صحابہ رضی کی محبت
اور ابو جہل او شیطان ملعون کا بغض دل میں لوگوں کے اسطرح جمے ہیں کہ صحابہ رضی کی بھلائیاں
اور ان دونوں مردودوں کی برائیاں بہت طول طویل سنیں اور یہ محاسن اور برائیاں
وہی ہیں جو حواس سے معلوم نہیں ہوتیں بلکہ لوگوں نے جب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور
حضرت خالد رضی کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلوں میں اونکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ
محبت نہ تو صورت ظاہری کے طرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے بلکہ
جب کبھی بادشاہ کی سیرت اور عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیجاوے
تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محب تک اوسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے نہوسکتا ہو مگر
تاہم اوسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت میں یہ کچھ ضرور
نہیں کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ
احسان اوسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہے اور صورتیں دو قسم کی
ہیں ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونوں میں ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتیں تو ظاہر کی
آنکھ سے معلوم ہوتی ہیں اور باطن کی صورتیں بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی
نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتیں دیکھے نہ اوسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت
باطنی حواس ظاہری کی نسبت کہ غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ
محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور
دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا
پانچواں سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب میں ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
دو آدمیوں میں محبت مستحکم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدے کی جہت سے بلکہ محض روحوں کے
تناسب کے سبب چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ
اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت میں جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان
کیا ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت میں سے ہے - اس سب بیان سے
معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہیں اول انسان کی محبت اپنے موجود کے
کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزوں میں جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے

اور بقاء وجود اور کمالات کے دور کرنے کی اعانت سے تیسری محبت ایسے شخص کی
جو بذات خود لوگوں سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نکرے چوتھی محبت ایسی چیز
کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچویں ایسے شخص سے محبت
کرنا جس میں اور محب میں پوشیدہ مناسبت باطن میں ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص میں جمع ہو جاویں
تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کو کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم میں یکتا
تدبیر میں اچھا لوگوں سے سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمتگار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو
ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت ہوگی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے کے
اوسیقدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ صفاتیں فی نفسہا قوی ہوں پس اگر صفات کسی
شخص میں بدرجۂ کمال ہوں تو محبت بھی اعلی درجے کی ہوگی

تیسرا بیان اس امر میں کہ مستحق محبت صرف خداے پاک کی ذات ہے

واضح ہو کہ ان سب اسباب مذکورہ کا بیان سابق کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی
ذات کے سوا اور کسی میں نہیں ہو سکتا اسلیے واقع میں مستحق محبت بجز اوسکی ذات
پاک کے اور کوئی نہیں اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کیطرف اوسکا لگاو نکرے
تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الہی سے ہے اور یہ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
عمدہ ہے اسوجہ سے کہ وہ عین محبت الہی ہے اور اسیطرح محبت علما اور اتقیا کی تصور کرنا چاہیے
اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اوسکا رسول اور اوسکا محب سب محبوب ہوتے ہیں اور سب کا
مآل اصل ہی کی محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اوسکے غیر کیطرف تجاوز نہیں کرتا پس واقع میں
اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالی کے اور کوئی محبوب نہیں اور نہ کوئی مستحق محبت
ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو اسباب پانچوں ہمنے ذکر کیے ہیں اونکی طرف رجوع کریں تو ثابت
کردیں کہ وے سب خداے تعالی میں جمع ہیں اور غیر اللہ میں اکٹھی نہیں پائی جاتے
ایک یا دو پائے جاتے ہیں اور خداے تعالی میں اوسکا ہونا تحقیقی ہے اور دوسرے میں مجازاً
بلکہ وہم و تخیل ہی ہے کہ اوسکی کچھ حقیقت نہیں اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر
کھل جاویگا کہ جو بات کم عقلوں اور ضعیف دل والوں نے خیال کر رکھی ہے کہ واقع میں
محبت الہی محال ہے یہ امر بالکل خلاف ہے بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے
خداے تعالی کے اور کسی سے محبت نکیجاے اسباب اول پر غور کرو یعنی انسان اپنی نفس کو

محبوب جانتا ہے اور اوسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہے اور ہلاکی اور نیستی اور نقصان اور
موانع کمال سے بغض رکھتا ہے یہ باتین ہر ایک شے کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ
کوئی انسے خالی ہووے یہ باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور
اپنے آپ کو پہچانتا ہے وہ یقینا جانتا ہے کہ اوسکا وجود کچھ اوسکی طرف سے نہین بلکہ اوسکی
ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کیطرف سے اور اوسی کی باعث سے ہے تو وہی وجود کا موجد
اور وہی اوسکا باقی رکھنے والا ہے اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اوسکو کامل کرتا ہے کمال
کیطرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہے پھر ہدایت استعمال اسباب کی پیدا کرتا ہے ورنہ بندہ
اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہین رکھتا محض عدم اور معدوم ہے اگر خداے تعالی اپنے فضل سے
موجود نکرے اور بعد وجود کے اگر اوسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر وہ اپنے
کرم سے کامل نکرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شی ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے
قیام ہو سواے ذات خداے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہے اور اوسکے سوا اشیا اوسکی بدولت
قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہے کہ اوس ذات سے محبت رکھے
جس سے کہ اوسکا وجود ہوا ہے اور جس سے کہ اوسکے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اوسکو
خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرونکا قائم رکھنے والا
جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نرکھے تو اپنے نفس اور رب دونون سے جاہل ہی ہے اسلیے
کہ محبت ثمرہ معرفت ہے جب معرفت نہوگی تو محبت نہوگی اور اگر معرفت ضعیف ہوگی تو
محبت بھی ضعیف ہوگی اور اگر قوی ہوگی تو قوی ہوگی اسیواسطے حضرت حسن فرماتے ہین
کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اوس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو پہچانیگا اوس مین زہد
کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے
محبت نکرے جس سے کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین
مبتلا ہو اور اوسکے بچاؤ کے لیے سایہ کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب
جانیگا جنسے سایہ کا قیام ہے اور ہر ایک موجود چیز کو خداے تعالی کی قدرت کیطرف ایسی ہی
نسبت ہے جیسی سایہ کو ہے درخت کیطرف اور نور کو ہے آفتاب کیطرف یعنی جسطرح
نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایہ کا وجود تابع درختون کا ہے اسیطرح کل موجودات کا وجود
تابع اوسکے وجود کا ہے اور سب کچھ اوسکے آثار قدرت مین سے ہے اور یہ مثال بھی اگر

تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہے کہ اونکو یہ خیال ہے کہ نور آفتاب کا اثر ہی
اور اوسی سے منکشف ہے اور اوسیکے باعث موجود ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے
کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہے کہ نور بھی
قدرت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یعنی جسطرح کہ آفتاب اور اوسکی شکل وصورت خدا کی قدرت
سے بنی ہے اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہے اوسکا نور بھی اوسکی قدرت
سے اختراع وایجاد پاتا ہے مگر چونکہ غرض مثال اون سے سمجھانا مطلب کا ہے اسلیے نفس حقیقت
مطلوب نہین غرضکہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہے تو اوس ذات سے بھی اوسکی
محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اوسکے نفس کو قیام ہے اور پھر اوسکی
اصل وصفات اور ظاہر وباطن اور جواہر واعراض کا دوام اوسی سے ہے بشرطیکہ اس
امر کو اسیطرح جانتا ہو اور کوئی شخص اس محبت سے خالی ہوگا تو ایسا شخص ہوگا کہ اپنے
نفس وشہوات مین مشغول ہوکر اپنے خالق اور رب سے غافل ہو اور اوسکو جیسا چاہیے ویسا نہ پہچانا
اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کیا ہو یعنی فقط عالم شہادت ہی پر رہے
جسمین بہائم بھی اوسکے شریک ہیں کہ وہی لذتیں اور تمتع اونکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے
قطع نظر کرے کہ جس سرزمین مین وہی پہونچ سکتا ہے جسکو کچھ مناسبت فرشتون سے ہو اور
اوسکی نظر اوس عالم مین اوسیقدر پہونچیگی جسقدر کہ اوسکو صفات مین فرشتون سے قرب ہوگا اور
جسقدر کہ پستی عالم بہائم مین نازل ہوگا اوسیقدر اوس عالم مین اوسکی سیر کم ہوگی اسباب دوسرا
سبب یعنی ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام مین نرمی کرے
اور ہر ایک طرح سے اوسکی اعانت کرے اور دشمنون کے قلع وقمع کرنے مین اور بدون کی
بدی دور کرنے مین مدد کرے اور تمام غرضون مین خواہ متعلق خود اوسکے نفس کے ہون
یا اولاد واقارب کے سب مین ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب
ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے کہ خدای تعالیٰ کے سوا اور کسی سے محبت نہ چاہیے
اسلیے کہ اگر خدای تعالیٰ کو جیسا حق اوسکے پہچاننے کا ہے ویسا پہچانیے تو جانیے گا کہ
احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض یہان یہ نہین کہ اوسکے احسان جو ہر ایک
بندے پر ہین اونکو شمار کرین اسلیے کہ وہ تو حد شمار سے باہر ہین جیسا خود ارشاد فرماتا ہے
وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا اور اسکی طرف مختصر آگے باب الشکر مین اشارہ بھی

اگر گنو احسان خدا کے پورا نہ کر سکو ۱۲

کیسے اوقع ہیں بلکہ یہان اسقدر سمجھتے ہیں کہ احسان آدمی کیطرف سے غیر ممکن ہے اگر آدمی کو محسن کہیں تو صرف مجازاً ہو سکتا ہے واقع میں محسن خدا ہی تعالی ہی ہے اسکے لیے فرض کرو کہ کسی شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیدیے اور اوسپر بالکل اختیار دیدیا کہ جسطرح چاہو انکو خرچ کرو تو تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمہارے ساتھہ اوس شخص کیطرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہی اسلیے کہ اوسکے احسان میں کئی باتین ہین اول خود اوس شخص کا ہونا دوسرا اوسکے مال کا ہونا سوم مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنے کا خاص تمکو اب ہم کہتے ہین کہ اوس شخص کو کسنے پیدا کیا اور اوسکے مال کو کسنے پیدا کیا اور اوسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا اور تمہاری طرف اوسکی محبت اور توجہ کسنے کی اور اوسکے دل مین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمہارے ساتھہ سلوک کرنے مین اوسکا کچھہ نفع دینی یا دنیاوی ہے اگر یہ سب باتین نہوتین تو وہ تمکو ایک خرمہرہ بھی نہ دیتا مگر جب اللہ تعالی نے تمام لوازم پیدا فرما دیے اور اوسکے دل مین جما دیا کہ اوسکا نفع دینی یا دنیاوی تمہارے حوالہ کرنے مین ہے تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور و بے بس ہے اوسکے خلاف کر ہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اوسی ذات کو جاننا چاہیے جسنے اوس شخص کو تمہارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اوسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے فعل احسان ہونے کو ہوا ہان ایک بات رہی کہ مال کا اوس شخص کے قبضے مین ہونا اس بات پر اشارہ کرتا ہے کہ شاید محسن وہی ہو تو اوسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہے صرف واسطہ ہے خدا ہی تعالی کے احسان کا یعنی خدا ہی تعالی نے اوسکو مال اسواسطے دیا کہ وہ تم تک پہونچا دے پھر وہ دے نہین تو کیا کرے اوسکا حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہے پس اگر تم اوسکو محسن جانو اور خود اوسکا شکر کرو نہ اس جہت سے کہ وہ واسطہ ہے تو بے شک حقیقت الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہے تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہے اور کسی مخلوق پر اوسکا احسان کرنا محال ہے اسلیے کہ آدمی جو مال خرچ کرتا ہے تو اوسکا عوض پہلے تاک لیتا ہے یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا مسخر کرنا یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازہ نام نیک یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کیطرف کھینچنا مقصود ہو اور جسطرح کہ آدمی اپنا مال دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اوسمین کوئی غرض نہین اسیطرح کسی آدمی کے ہاتھہ مین بھی بے غرض نہین ڈالتا اور وہی غرض اوسکی مراد و مقصود ہوا کرتی ہے پس اب تمکو

جو مال دیاہے تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمھارا اوس مال کو لے لینا اوس شخص کی غرض حاصل
ہونے کا وسیلہ ہے وہ غرض خواہ ذکر دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اوسنے تمکو مال پر قابض کر دینے
سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا کیا تو اس صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہے
اور مال کے بدلے مین جو چیز اوسکے نزدیک عمدہ ہے اوسکو لیا چاہتا ہے اگر اوس عوض کو
اوسکے عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمھارے لیے اپنا مال ہرگز نہ چھوڑتا بہرحال وہ شخص مستحق
شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدای تعالی نے تمام لوازم دینی کے اوسپر
مسلط کر دیے اوسکو اونکا خلاف کرنے کی مجال نہین اوسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے
ہے کہ اگر بحکم بادشاہ وہ کسیکو خلعت دیدے تو اوسپر اپنا احسان کچھہ نہین سمجھتا اسلیے
کہ اوسکو حکم بادشاہی کی تعمیل ضرور ہے تاب مخالفت ہرگز نہین اگر بادشاہ اوسکو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دے
تو وہ بھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اوسنے اول اوسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے
مسلط کیے اور پھر یہ دل مین ڈالا کہ اوسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے دینے مین ہی تو اسلیے
وہ مال دیتاہے دوسری وجہ یہ کہ جو کچھہ یہ دیتاہے اوسکی نسبت کہ جو کچھہ اوسکے نزدیک
عمدہ چیز ہے بدلے مین لیتاہے تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ محسن ہے ایسے ہی دینے والے کو
محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز جبھی دیتاہے جب اوسکا بدلہ خاطر خواہ لیتاہے
اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض سمجھہ لیتاہے تو مال دیتاہی
اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذات اور فوائد ایسی عوض مین
کہ انکے سامنے مال کی کچھہ حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتاہی یعنی مال کا
ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھہ فائدہ اور جود سوای خداوند کریم کے
اور شخص سے سرزد ہونی محال ہے البتہ اوسکا احسان وانعام خلق پر خاص خلق کے نفع
کے لیے ہے خدای تعالی کا فائدہ اوسمین کچھہ نہین نہ کوئی غرض اوسکی متعلق ہی اسواسطے مین
غیر کے اوپر جود و احسان کا بولنا یا جھوٹ ہے یا مجاز دوسرے مین جود و احسان محال و ممتنع ہے
جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے خداوند کریم ہی جود اور احسان اور
فضل و منت مین یگانہ ہے پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہے تو عارف کو
چاہیے کہ سوای خدا[illegible]الی کے اور کسی سے محبت نکرے اسواسطے کہ احسان دوسرے کی

ہونا محال ہے صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہے تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہے اور دوسرا شخص جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ محبت کرنے والا احسان کے معنی اور حقیقت سمجھتا ہو۔ اور تیسرا سبب یعنی انسان کا محبت کرنا خوبصورتی کو اوسکا احسان اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتون مین موجود ہے مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تمکو پہونچے کہ وہ عابد اور عادل اور عالم رحم دل لوگون پر مہربان اور سب سے متواضع پیش آتا ہے اور تمسے وہ بہت دور ہے اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق شریر لوگون کی ہتک کرنے والا ہے اور وہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے دل مین ان دونون مین فرق معلوم ہوگا کہ اول کیطرف دل کا میلان پاوے گے اور دوسرے سے نفرت یعنی اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے سے بغض باوجودیکہ اول کی خیر اور دوسرے کی شر سے تم ناامید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع اونکے ملکون مین جانے کی نہین تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہے کہ وہ محسن ہے نہ اس جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب بھی مقتضی خدا تعالی کی محبت کا ہے بلکہ اس امر کو چاہتا ہے کہ سوا اوسکے اور کسی سے محبت نکیجاوے مگر اسی شرط پر کہ کوئی سبب ہے اوسکو لگاؤ خدا تعالی کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر تفضل و انعام کرنے والا وہی ہے کہ اول اونکو ایجاد کیا اور پھر اونکے اعضا کا کمال بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے پھر اونکی آرایش کے لیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمین حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کو شائبہ مین نتھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل تھے نہ حاجت مین اعضای ضروری کی مثال سر اور دل اور جگر ہین اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پانون ہین اور زوائد جیسے ابرو کا کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ انسے کوئی حاجت متعلق نہین صرف زینت مقصود ہے اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی مثال دوا اور گوشت اور میوے ہین اور زائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولونکی رنگا رنگی اور لذیذ میوون اور غذاؤن کی کہ جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی زائل نہین ہوتی اور یہ تینون اقسام کی نعمتین ہر حیوان کے لیے موجود ہین بلکہ ہر ایک نبات کے لیے بلکہ تمام صنف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتین پائی جاتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ محسن وہی ہے دوسرا شخص محسن کسطرح ہو سکتا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو وہ بھی اوسکی قدرت کی حسنات مین سے ایک حسنہ ہے کہ وہی خالق حسن کا ہے اور وہی محسن

احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض جہالت ہے
اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سوا خداے تعالی کے اور سے محبت نکریگا
اور چوتھا سبب یعنی جمال و الا صرف جمال کے باعث محبوب ہوتا ہے سوا جمال کے اور کوئی فائدہ
محبت والے کو اوس سے نہین چاہیا کہ مشہور ہے شعر

گفت خاموش ہر انکس کہ جمالے دارد		ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش

اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتون کی سرشت مین داخل ہے اور جمال کی دو قسمین ہین
ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہے اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے
معلوم ہوتا ہے اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب سمجھتے ہین اور دوسرے کا ادراک کرنے کیلیے
اہل دل مخصوص ہین اور جو لوگ کہ صرف ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین وہ اوسکے
شریک نہین اور جو جمال ہے وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتا ہے پس اگر وہ دل سے مدرک ہو
تو محبوب دلی ہوگا اور اوسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والون کی محبت ہے کہ یہ
محبت ہوتی ہے اگرچہ چہرہ اون عضوون کا اور دوسرے اعضا ناخوب ہین اور صورت باطنی
کے حسن سے مراد یہی ہے اور حس اس صورت کو ادراک نہین کرتی ہان جو آثار کہ اوس صورت
باطنی سے صادر ہوتے ہین اور اوسپر دال ہوتے ہین اونکو ادراک کرتی ہے یہان تک
کہ جب یہ دلالت قلب کی اوسپر ہوتی ہے تو قلب اوسکی طرف میل و محبت کرتا ہے مثلا اگر
کوئی محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر رض یا امام شافعی رح سے کرتا ہے تو
یہی وجہ ہے کہ کوئی امر اونکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات نہ اونکے حسن صورت کی
نہ حسن افعال سے بلکہ حسن افعال اس بات پر دال ہین کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہین
اور افعال انھین سے صادر ہوا کرتے ہین وہ اچھے ہین جیسے کوئی شخص کسی مصنف کی
تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی
عمدگی دیکھے تو اوسکو ان افعال سے اونکی صفات جمیلہ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل
انجام کو علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے۔ پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال مین کامل تر
اور اعظم ہوگا اوسیقدر علم بھی اشرف اور اجل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور منزلت
مین بڑی ہوگی اوسیقدر قدرت بھی رتبہ اور قدر مین اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہے
کہ سب معلومات مین بزرگ تر خداے تعالی ہے تو ضرور ہے کہ علوم مین عمدہ تر اور اشرف

خدای تعالی کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اوسکے قریب اور مختص ہے پس جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے ہوگی اوسیقدر اوسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا جمال جنکو کہ دل طبعًا چاہتے ہین تین امور کیطرف راجع ہے اول اونکا علم اللہ اور فرشتون اور کتابون اور رسولون اور انبیا کی شریعتون دوسرے خود اپنے نفسون اور اللہ کے بندون کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے اونکا پاک ہونا رذائل و خباثت اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کیطرف بلاتے ہین اور انہین جیسی باتون کے باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور صاحب عدل ہین لوگون کو محبوب ہین پس ان تینون امورون کو خدای تعالی کی صفات کی بہ نسبت دیکھنا چاہیے - علم کا حال تو یہ ہے کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کرو تو خداوند کریم کے علم سے کچھ بھی نسبت نہین اوسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہے کہ جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ [1] اور تمام مخلوق کو ارشاد ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [2] بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہوکر دریافت کیا چاہین کہ مثلًا چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنے مین اوسنے کیا حکمت رکھی ہے تو اوسکے سوین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اوسکی علم سے کچھ آگاہ ہونگے مگر اوسی مقدار کے جو اوسکو منظور ہوا اور جسقدر قلیل تمام خلائق کو کچھ معلوم ہے وہ بھی اوسکی تعلیم سے ہے جیسا خود فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ [3] پس اگر علم کا جمال اور شرف امر محبوب ہے اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو اس نظر سے خدای تعالی کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے علوم اوسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو نہین ہوسکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے گو اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہوا اور بندونکے علم اور خدای تعالی کے علم مین جو فرق ہے وہ اوس سے زیادہ ہے جو ان دونون شخصون کے علوم مین ہے اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہے وہ علوم متناہی سے رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اگر اجہل بھی محنت کرے تو اونکو سیکھ لے اور زیادتی خدای تعالی کی علوم کی خلائق کے علوم پر بے انتہا ہے کیونکہ اوسکی معلومات بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہے

ف۱ غائب نہین ہوسکتا اوس سے کچھ ذرہ بھر آسمانون مین نہ زمین مین

سو دونون کو نسبت یکی قطرہ در بحر علم ہے اور خلق کی معلومات محدود ہیں بلکہ محدود اور انتہا میں کچھ بھی
نسبت نہیں۔ اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہو
اور ہر ایک کمال اور عظمت اور بہا اور غلبہ اور استیلا محبوب ہے اور اوسکا ادراک لذیذ ہے یہانتک
کہ انسان حکایتون میں شجاعت حضرت علی رضی اور حضرت خالد رضی اور اور شجاعون کی سنکر
اور اونکی قدرت و استیلاء اقران وامثال پر معلوم کرکے دل مین حرکت اور خوشی اور حبت
ضروری پاویگا صرف سننے کی لذت سے اسقدر خوشی ہوتی ہے دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور
یہ صفت کمال موجب محبت کی دل میں ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اوس صفت سے
ہوا اوسکو محبوب جانے پس اب تمام خلق کی قدرت کو خداتعالی کی قدرت سے مقابل کرنا چاہیے جو شخص
قوت میں سب سے بڑا ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دباوے
اور خباثت نفس کی بیخ کنی اوروں سے زیادہ بجا لاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست
اور دوسرون کی سیاست کا بھی رجحان ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ ہوا کرتی ہے
کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر اور آدمیون میں سے چند لوگون پر بعض امور میں قادر ہوا کرتا ہے
اور باوجود اسکے اپنے نفس کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہے نہ حیات اور پھر اوسکے نفس کا
نہ کسیطرح کے ضرر اور نفع کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے اور زبان کی
گونگا ہونے سے اور کان کی بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہیں کر سکتا
اور جتنی چیزین کہ اوسکے بس میں نہیں اور اوسکا نفس اون سے اپنے لیے اور غیر کے لیے
عاجز ہے اونکے شمار کی کچھ حاجت نہیں یہ حال تو اون اشیاء میں ہے جو متعلق اوسکی
قدرت کے ہیں اور جو چیزین کہ اوسکی قدرت کے متعلق ہی نہیں جیسے آسمانون کے
ملکوت اور ستارے اور زمین اور اوسکے پہاڑ اور سمندر اور ہوائین اور بجلیان اور معدنیات
اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو اونکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہیں اور اپنے نفس
اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اوسکے نفس کیطرف سے نہیں نہ اوسکے نفس کے
ساتھ قائم بلکہ خداتعالی اونکا اور اوسکی قدرت و اسباب کا سبکا پیدا کرنے والا ہے
جتنے اوسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھر بڑے سے بڑے بادشاہ اور سب سے
زبردست پر حیوانات میں سے مسلط کر دے تو مچھر ہلاک کر دے غرضکہ بندے کو قدرت
بدون عنایت مولی کے نہیں جیسا کہ خود روی زمین کے سب میں بڑے بادشاہ

ذوالقرنین کے باب میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ اس سے معلوم ہوا کہ تمام
ملک و سلطنت صرف خدای تعالی کے قادر کرنے سے انکو ملی تھی کہ ایک جزو پر زمین کے مالک
کر دیا تھا اور زمین تمامہا تمام اجسام کی نسبت کر ایک ڈھیلا ہے اور جو ولایتیں کہ جنپر کوئی
آدمی بہرہ مند ہوتا ہے وہ سب بلکہ اوس ڈھیلے کی نسبت کر ایک کنکری یا ذرہ ہے یہ بھی خدای تعالی
کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی میں آتی ہے اس صورت میں محال ہے کہ کوئی
بندہ بندگان الٰہی سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور سیاست اور
استیلا و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خدای تعالی سے یہ محبت نہو جو اوسکی جلال و
قوت اوسکے سوا کسیکو نہیں جو ہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اوسکے اختیار میں ہیں
اور زمین اور اوسکی چیزیں اوسکے قبضے میں تمام مخلوقات اوسکے پنجۂ قدرت
میں ہے اگر سب کے سب کو ہلاک کر دے تو اوسکی سلطنت اور ملک میں سے
کوئی ذرہ کم نہیں ہوتا اور اگر اون جیسے لاکھوں پیدا کرے تو پیدایش سے عاجزی اور
ماندگی اور اختراع میں کاہلی نہیں آتی اس صورت میں جو قدرت اور قادر ہے وہ اوسکی
آثار قدرت میں سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اوسیکو
شایاں ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کیجاوے تو اسی
محبت کا مستحق بھی سوا خدای تعالی قادر مطلق کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور صفت
عیبوں سے منزہ ہونے کی اور رذائل اور خباثت سے پاک ہونے کی جو موجبات محبت میں
سے اور مقتضیات حسن و جمال میں سے ہے اور باطنی صورتوں میں ہوا کرتی ہے اگرچہ انبیا
اور صدیقین بھی عیوب اور نقصانوں سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد
قدوس ذی الجلال والاکرام کے اور کسی میں نہیں پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہیں جسمیں
کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین نقصان ہے
اس سے معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہے وہ خدای واحد ہی کے لیے ہے غیر کو اوتنا ہی کمال ہے
جتنا اوسنے عطا فرمایا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسرے کو منتہای کمال عنایت ہو اسلیے
کہ انتہای کمال کا اقل درجہ یہ ہے کہ بندہ مسخر اور قائم بالغیر نہو اور یہ بات سوا خدای تعالی کی
ذات کے اور میں ہونی محال ہے پس کمال کے درجات میں یکتا اور عیوب و نقصانوں سے
مبرا اوسیکی ذات ہے اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہوں کا خدای تعالی کے لیے

باعتبار اوسکو بادشاہ ملک میں

بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اوسکو ذکر نہین کرتے
خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس اور تنزہ بھی کمال و جمال محبوب ہو تو اوسکی حقیقت بھی بجز
خدای تعالی کے اور کسیکے لیے نہین ہے اور اگر کسی مین تنزہ ہے تو وہ اوروں کی نسبت ہے مثلاً گھوڑا
بنسبت گدہے کے کامل ہے اور انسان گھوڑے کی نسبت کہ نقصان کم رکھتا ہے مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان نہو یہ بات
نہین بلکہ اصل نقصان سب مین ہے فرق صرف جات نقصان مین ہے کہ بعضے مین کم اور بعضو مین زیادہ ہی حاصل کہ جمیل
محبوب حقیقی اور جمیل مطلق وہ ہوگا جو ایسا ہے جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہے کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ
ایسا پاک ہے کہ اوسکا کوئی مزاحم نہین اور ایسا غنی کہ اوسکو کسیکی حاجت نہین ایسا قادر کہ
جو چاہتا وہ کرتا ہے اور جیسا چاہے ویسا حکم دے نہ کوئی اوسکے حکم کو ٹالے نہ اوسکی قضا کو
کوئی پیچھے ڈالے عالم ایسا رکھا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اوسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا
کہ اوسکے قبضہ قدرت سے جابرون کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک و سلاطین اوسکی گرفت اور
سطوت سے سرک سکین ازلی ایسا کہ اوسکے وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اوسکی بقا کی انتہا نہین
اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اوسکی جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود
قائم اور دوسری چیزون کا اوسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہے اور
جمادات اور حیوانات و نباتات کا خالق وہی عزت و جبروت مین یگانہ اور ملک و ملکوت مین
یکتا ہے زہے فضل اور جلال اور کبریا و جمال اور قدرت و کمال سب اوسکے لیے ہین جسکی جلال کی
معرفت مین عقلین حیران اور اوسکے وصف مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہے کہ اوسکی
معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہاے نبوت انبیا یہی ہے کہ اوسکی وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ
سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ
اور سید الصدیقین حضرت ابو بکر رضی فرماتے ہین کہ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ سبحان اللہ کیا
ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچانے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر

جز خضوع و بندگی و اضطرار		اندران حضرت ندارد اعتبار

اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدای تعالی سے محبت حقیقی نہین ہو سکتی مجازاً
ہو سکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خدای تعالی کو
ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال اور عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے ہین

شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم		چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ادراک کے معلوم کرنے سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے

یہ بھی خدای تعالی کی غیرت جلال و جمال ہے کہ اندھون کی آنکھ سے وہ پردہ رہتا ہے اور یہ بجز
اون لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دوزخ اور نیز تجلی
نہین فرماتا وہ حجاب سے ظلمات نابینائی مین حیران ہین اور وحشت آباد محسوسات اور شہوات
دنیا مین پریشان ظاہر کی زندگی دنیا وہی کو جانتے ہین اور آخرت سے غافل ہین
کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے — اور محبت الٰہی جس طرح کہ بنسبت جہان کے قوی تر ہوتی ہے کہ انسان
کم پیش ہوا کرتا ہے اور یہی لحاظ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ
محبوب تر مجھے بندون کا میرے نزدیک وہ ہے جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت
اپنا حق ادا ضرور کرتی ہے — اور زبور مین ہے کہ اوس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت
یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نکرتا تو کیا اس بات کی شایان
نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے — اور حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر عابدون کی جماعت پر
ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور اونھون نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف کرتے ہین اور جنت کی
طمع رکھتے ہین آپنے اونکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور
لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی نحیف تھے اونھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اسکی محبت
اور تعظیم کے لیے کرتے ہین آپنے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجھکو تمہین لوگون مین
رہنے کا حکم ہے — اور حضرت ابوحازم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت
ثواب یا عذاب کے بارے کرون اور بد ذات غلام کے موافق ہون کہ اگر ڈرے نہ تو کام نہ کرے
یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ پائے تو کچھ نکرے اور یہ مضمون حدیث شریف
مین بھی ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو جیسے برا مزدور کہ اگر اجرت نپاوے تو کام نکرے
اور نہ ایسا ہو جیسا برا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نکرے — باقی رہا پانچوان سبب محبت کا یعنی
مناسبت اور ہمشکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہے اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہے
وہ اوسکی طرف کھنچتی ہے دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہے اور بڑا بڑے سے
اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اوس سے نفرت کرتا ہے عالم کو عالم سے
زیادہ انس ہوتا ہے حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا تاجر کو تاجرون سے زیادہ الفت
زیادہ ہوتی ہے کہ اوتنی کسانون سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ تجربہ اسکا
شاہد ہے اور اخبار و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان ہم باب

تو واسطے محبت کے ہیں لکھے گئے ہیں جو اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہے کا ذکر ہے جسکا دل چاہے
وہاں دیکھ لے ۔ اور جب مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت
کبھی تو ظاہری امر کی بات میں ہوتی ہے جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن میں دونوں
کو مناسبت ہے اور کبھی کسی خفیہ امر میں مناسبت ہوتی ہے کہ اوس پر اوروں کو وقوف نہیں ہوتا
جیسے دو شخصوں میں اتفاقاً اتحاد ہو جاتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے ایک دوسرے کو دیکھا ہوا ہو
نہ کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہیں
کہ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْہَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْہَا اخْتَلَفَ[۱]
اس حدیث میں تعارف سے غرض تناسب ہے اور تناکر سے تباین ۔ حاصل ہوا کہ یہ سبب
بھی مقتضی خدائے تعالیٰ کی محبت کا ہے کہ بندہ میں اور اوسمیں مناسبت باطنی ہوتی ہو
نہ یہ کہ صورت شکل ایک سی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امور باطنی میں ہوتی ہے کہ بعض انمیں سے
کتابوں میں لکھے جا سکتے ہیں اور بعض ممکن نہیں کہ لکھے جا سکیں بلکہ اونکو پردہ غیرت ہی میں
مخفی رہنے دینا ٹھیک ہے تاکہ سالکان طریق ہی جب شرائط سلوک پوری کر چلیں تو خود
اون امور پر مطلع ہو جاویں پس جو مناسبت قابل لکھنے کے ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا قرب خدائے تعالیٰ
سے اون صفات میں ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہے اسطرح کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ[۲]
اور یہ امر یوں ہے کہ تمام صفات جو اوصاف الٰہی میں سے ہیں اونکو حاصل کیا جاوے مثلاً
علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسروں کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور اونکو
نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرعی سکھلانا تو
ہر ایک انمیں سے بندے کو قرب الٰہی سے بہرہ ور کرتی ہے نہ اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو
بلکہ قرب صفات کی رو سے ہو جاتا ہے اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہیں اور کتابوں میں
نہیں لکھی جا سکتی وہ وہی مناسبت خاص ہے کہ جو صرف آدمی میں پائی جاتی ہے اور
اوسکی طرف اشارہ ہے اس قول خداوندی میں وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ
مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[۳] اسمیں بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے خلق کی عقل کی حد سے خارج ہے
اور اس سے واضح تر دوسری آیت ہے فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ[۴]
اسی وجہ سے اوسکو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ[۵] اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الٰہی کا صرف

[۱] [illegible]
[۲] اختیار کرو اللہ کے اخلاق ۱۲
[۳] اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے ۱۲
[۴] پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اوسمیں ایک اپنی جان ۱۲
[۵] ہم نے کیا تجھکو نائب ملک میں ۱۲

اور یہی مناسبت ہے جو اوپر ہے اور اسکی طرف رمز ہے اس حدیث شریف میں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ
اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس سے کوتاہ اندیشوں نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اوسی شکل کا ہے
جو ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسلیے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گردیا
معاذ اللہ منہا اور یہی مناسبت کیطرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی میں کہ جناب احدیت نے
حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسی نے
عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہے حکم ہوا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا تو نے اوسکی عیادت نہ کی اگر
تو اوسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اوسکے پاس پاتا۔ اور یہ مناسبت جب ظاہر ہوتی ہے جب فرضون پر
قائم ہوکر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ لَایَزَالُ الْعَبْدُ
یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ
بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ اور یہ مقام ایسا ہے کہ شدید قلم کی
باگ کو یہان روکنا واجب ہے اسلیے کہ لوگ اس بات سے بہت متفرق ہوگئے ہین بعضے کوتاہ فہم تو
تشبیہ ظاہر کیطرف جھک پڑے اور بعضے مشرف عالی مناسبت سے بڑھ گئے اور اتحاد کے
قائل ہوے کہ خدای تعالی بندے مین حلول کرجاتا ہے یہان تک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے
نکالا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے باب مین نصاری بہک گئے کہ اونکو خدا کہنے لگے بعضے
لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا ہے اور بعضے اس بات کو قائل
ہوے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور
حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہوگیا ہے اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو
ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابوالحسن نوری رح اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ اونکو ایک
شعر سے وجد غالب ہوگیا جسکا ترجمہ یہ ہے

شعر

مرا از عشق ہر دم منزلے ہست نزول		کز ان نزول ہمہ حیرت آئے جملہ عقول

اس شعر سے آپکو اتنا وجد ہوا کہ اوسی حال مین برابر جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے نے تو
کٹ گئی تھی مگر اوسکی جڑین باقی تھین اونسے آپکے پانون چر گئے اور ورم کر آئے اور اسی مین
آپکا وصال ہوا غرضکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ
قوی اور عمدہ اور بعید تر ہے اور اسکا وجود بہت کم ہے پس ان پانچون اسباب کو دیکھو
تو خدای تعالی مین حقیقتاً جمع ہین اور سب کے سب اعلی درجات مین ہین نہ ادنی مین اس صورت مین

ارباب بصیرت کے نزدیک تابلوغ برائی صرف محبت الٰہی ہی ہو سکتی ہے جیسے کہ اندھون کے نزدیک
غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہے۔ پھر خلق مین سے اگر کوئی شخص انہین کے ایک سبب کی
جہت سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اوس سبب مین شریک ہو
تو وہ بھی محبوب ہو اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے اعراض
اور کوئی وصف محبوب اس طرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہو اور اوسکا شریک نہ پایا جاوے
اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اوسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم
جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو نہایت درجے کی جلال اور جمال کی ہین اوسکا شریک
نہین ہے تو کوئی بالفعل ہے اور نہ آگے کو ممکن ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی محبت مین شرکت نہین ہو سکتی
اسی محبت اوسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہو سکتا جیسے کہ شرکت کو اوسکے صفات مین
راہ نہین اس ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہو کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین

چوتھا بیان اس باب مین کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اوسکے دیدار کی ہے
اور یہ ممکن نہین کہ اوسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اوسی شخص کے نزدیک جو اوس لذت سے محروم ہو

جاننا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان بہت سی قوتون اور طبیعتون کا جامع ہے
اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جدا گانہ ہے یعنی حصول مقتضاے طبع کا
جسکے لیے ہر ایک قوت مخلوق ہے اوسکی لذت کہلاتا ہے اسلیے کہ انسان مین یہ قوی بیفائدہ
پیدا ہی نہین کیے ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کے لیے بنی ہے جو اوسکا مقتضاے طبع ہے
مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے پیدا ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ اوسکی لذت غلبہ اور
انتقام ہی سے ہو جو اوسکے مقتضاے طبع ہے اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق
ہوئی ہے جس سے کہ بقاے وجود ہو تو اوسکی لذت اوسی غذا کے ملنے مین ہوگی جو اوسکی مقتضاے
طبع ہے اسیطرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہوگی جو اونکے
مقتضاے طبع ہون پس ان قوی مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور
لذت ہوتی ہو اسیطرح دل مین ایک قوت ہے جسکو نور الٰہی کہتے ہین جسکے باب مین خداے تعالیٰ
فرماتا ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اور اسکو عقل اور
بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین بھی کہتے ہین اور اسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ
غرض نہین کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہے اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ کے

ف ۱ بھلا جسکا سینہ کھولدیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اوجالے مین ہے اپنے رب کی طرف سے ۱۲

اختلاف ہے معنی میں اختلاف نہین ہے اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کو نکال لیتے
پاتے ہین حالانکہ یہ بات اور وہی کے برعکس ہے جو حال دل مین ایک ایسی صفت ہے جس سے
کہ اوسکو تمام بدن سے تمیز ہے اور وہی صفت سے دل ہی ان باتون کو دریافت کرتا ہے جو
تخیل مین نہ محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا اور اوسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم وقدیم کی طرف
جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اوس معرفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ
کوئی شخص عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریق جدال اور مناظرہ کا ہوتا ہے کیونکہ
بالفعل عقل انہین معنون مین مشہور ہے اور اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہے ورنہ جو
صفت انسانی کہ اوسکے باعث بہائم سے تمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اوس سے دریافت کرے
وہ تو بڑی عمدہ صفت ہے اوسکو تو برا کہنا ہی نہ چاہیے۔ اور یہ قوت اسلیے پیدا ہوتی ہے
کہ اوسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اوسکا مقتضائے طبع معرفت اور علم ہے اور
یہی اوسکی لذت ہے جیسے اور قوی کا مقتضائے طبع اونکے حق مین لذت ہے اور اس
بات مین بھی کچھ شک نہین کہ علم و معرفت مین لذت ضرور ہے یہان تک کہ اگر کوئی شخص کسی
ادنیٰ سی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جو جہل کیطرف منسوب کیا جاتا ہے
گو کسی امر حقیر ہی مین ہو تو ناخوش ہوتا ہے دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز ہی جانتا ہو تو اوس سے
فخر اور بڑائی کرنے مین صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے اور یہ ادنیٰ بات ہے
مگر باوجود اسکی خست کے اوسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہے اوسپر زبان
چل ہی جاتی ہے اور یہ اسی لیے کہ لذت اوسکے جاننے کی بہت ہوتی ہے اور اوسکے علم کو
اپنی ذات کا کمال سمجھتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ علم سب صفات ربوبیت مین سے اخص ہے
اور منتہای کمال ہے اور اسلیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا اور کثرت علم کی کیجاتی ہے
تو طبیعت کو فرحت ہوتی ہے کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف
ہوتا ہے اسلیے عجب کرتا ہے اور لذت پاتا ہے پھر علم زراعت اور دوخت کی اتنی لذت
نہین جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی ہے اور نہ لذت علم نحو
اور شعر کی ایسی ہے جیسے خدای تعالیٰ اور اوسکے فرشتون اور اسرار آسمان و زمین کے علم کی ہے
بلکہ حاصل یہ ہے کہ لذت علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہے اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے
ہوتا ہے یہان تک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے اونکو کہتا ہے

اوسمیں بڑا مزہ پاتا ہے اور اگر معلوم نہیں ہوتے تو اوسکی طبیعت چاہتی ہے کہ اونکو تلاش کرے پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا حال اور اوسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اوسکے نزدیک کسانون اور بوریا فون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونے کی نسبت کہ زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اوسکی تدابیر وزارت پر وقفیت ہوگی تو یہ رئیس امر ریاست کی نسبت کہ اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھکر ہے تو وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اسکی اوپر تعریف چاہتی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی ذکر زیادہ محبوب ہوگا اسلئے کہ اسمین لذت زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ معارف میں سے لذیذ تر وہ ہین جو اشرف ہین اور اونکا شرف بحسب معلوم کے شرف کے ہے پس اگر معلومات میں کوئی چیز سب مین اشرف اور اعلی اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذ تر اور اشرف اور اطیب ہوگا اب ہمکو کوئی بتلادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور اونکو زینت دی اور نئے سر سے بنایا اور دوبارہ بھی بنا دیگا اور اونکا مدبر اور منتظم وہی ہے اوس سے زیادہ بڑھکر کونسی چیز موجود ہے جو اشرف اور اعلی اور اکمل اور اعظم ہو یا ہو سکتا ہے کہ جناب احدیت کے سوا کوئی اور بادشاہ اس طرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال میں سب سے زیادہ ہو وہی دربار جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف و اصفون کا قاصر ہے شعر

وصف تو کی کند کمال عز و جلال		ور ستایش زبان ناطقہ لال

پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اس بات مین بھی شریک نکرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور آلہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات پر ہین اقسام معارف مین سب سے بڑھکر ہے اور اور معارف کی نسبت کہ لذیذ اور عمدہ اور اشرف ہے یہی وقفیت ایسی ہے کہ جب نفس کو ہو جاوے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اوسکو زیبا ہے اور اوس سے خوش ہونا اور راحت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہے اور علوم مین لذیذ تر خدا تعالی اور اوسکی صفات اور افعال کا علم اور یہ تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہے اوسکا علم ہے پس اب سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت کہ مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہے اسلیے کہ لذات مین اول تو نوع کا اختلاف ہے مثلاً لذت جماع اور ہے اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت

اور یہ اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ انہیں کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہے جیسے جماع سے ایک
شخص مجرد کامل الشہوت اور حریص کو لذت زیادہ ہوگی اور سست کو اوسکی نسبت کم ہوگی اسیطرح
جو شخص نہایت اچھے کا خوبصورت ہو اوسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور جو شخص جمال
کم رکھتا ہو اوسکی طرف دیکھنے سے اور ہوگی اور لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان یہ ہے کہ اوسکے
ہوتے دوسری لذت کو اختیار نکرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی صورت کا دیکھنا
یا خوشبو سونگھنا اگر وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اوسکے نزدیک دیدار خوبصورت کا
خوشبو کی نسبت کر زیادہ لذیذ ہے اسیطرح اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا بھی ہو اور
شطرنج کھیلنے والا غذا کو ترک کرکے کھیل ہی میں مصروف ہے تو پایا جاویگا کہ شطرنج میں بازی
جیتنے کی لذت اوسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہے غرضکہ یہ علامت ایک اچھی کسوٹی ہو
اس سے لذتوں کی ترجیح خوب معلوم ہوتی ہے اب ہم پھر اول مقصود کیطرف رجوع کرتے ہیں کہ
لذات کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی جیسے ریاست
اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہے نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ
اور لمس کو اور باطنی لذات بہ نسبت ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہیں مثلاً
اگر کسیکو اختیار دیا جاوے کہ چرند پرند اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے یا ریاست اور غلبہ اور
دشمنوں کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل ہیچ کارہ ہوگا تب تو گوشت
اور حلوا اختیار کریگا اور اگر بلند ہمت وعقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا
اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کرلینا اوسپر آسان ہوگا تو ریاست کو ترجیح دینے سے
سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اوسکے نزدیک عمدہ غذاؤں سے لذیذ ہے ہاں جو ناقص کہ
اوسکے معانی باطنی ابھی پورے نہیں ہوے جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو
وہ کھانے کی چیزوں کی لذت کو ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ اوس شخص پر کہ جو
حالت لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسیطرح
لذت معرفت الٰہی اور مطالعہ جمال حضرت ربوبیت اور سیر اسرار امور الٰہی کی لذت ریاست کی
نسبت کہ جو خلق پر مستولی ہے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہیں
لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور ایسے لوگوں کے لیے وہ لذات ہیں کہ
جو نہ آنکھوں نے دیکھے نہ کانوں نے سنے نہ کسی بشر کے دل میں گذرے ہیں اور یہ لذت اوسیکو معلوم ہوگی

جو وہ فنون لذتوں کو چکھے پھر بیشک وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور تجرد معرفت میں تیرنا
پسند کریگا اور حق کی ریاست کو حقیر جانکر ترک کریگا کیونکہ اوسکو معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی
باقی رہیگی اور جسپر ریاست ہے وہ بھی نہ رہیگی اور اسمیں طرح طرح کی کدورات ملی ہیں کہ اونسے
خالی ہونا ممکن ہی نہیں اور موت پر تو ضرور ہی اسکا خاتمہ ہو جائیگا اور موت ضرور آنے کی
مطابق مضمون اس آیت کے حَتّٰی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ
اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا
حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ پس ایسی لذت کی نسبت کہ خدا تعالی کی
معرفت اور اوسکی صفات و افعال اور نظام مملکت کے اعلی علیین سے اسفل السافلین تک
کو رکھا ہے اوسکی سیر کی لذت کا کیا دیا جائیگا اسلیے کہ اس لذت میں کچھ مزاحمت اور کدورت نہیں
جو کوئی اسکو دیکھنا چاہے اوسکے لیے وسیع ہے اگر وہ اسکا پھیلاؤ دیکھے تو جہاں تک اندازہ
ہو سکتا ہے آسمانوں اور زمین کا عرض کہہ سکتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا ہے اور وہ اسے بڑھ کے ہے تو اوسکے
پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہیں حاصل یہ کہ عارف جو اوسکا مطالعہ کرتا ہے وہ دائم گویا
جنت میں رہتا ہے جسکا عرض آسمان اور زمین کی برابر ہے اوسکے چمنوں میں گلگشت کرتا ہے
اور میووں کو توڑتا ہے چشموں سے پانی پیتا ہے اور نہایت سے ... رہتا ہے کہ ہمیشہ
باقی رہیگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہیں کہ کبھی چلے جائیں اور نہ کسی سے اونکی روک ٹوک
ہے وہ دائمی اور سرمدی ہیں کہ موت کے باعث جاتے نہیں رہتے اسلیے کہ موت محل معرفت الہی کو
فنا نہیں کرتی اور محل معرفت روح ہے جو امر ربانی اور آسمانی ہے موت صرف روح کی حالات
اور اسکے کاموں اور علاقوں کو تبدیل کرتی ہے اور اوسکو حبس سے رہا کر دیتی ہے نیست ہرگز
نہیں کرتی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
سمجھنا چاہیے کہ یہ آیت اوس شخص کے بارے میں ہے جو جہاد میں مارا گیا ہو بلکہ عارف کو
ہر ایک دم میں درجہ ہزار شہید کا ملتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ شہید آخرت میں
تمنا کریگا کہ کسیطرح دنیا میں پھر جاؤں اور دوبارہ لڑائی میں مارا جاؤں اور اس تمنا کی وجہ یہ
کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم علما ہوتے اسوجہ سے کہ

روایت کی بخاری نے

علما کا درجہ بہت زیادہ ہے بلکہ یہی غرض کہ سب آسمان و زمین سے ملک عارف کے میدان میں جہان
چاہے وہاں سیر کرے اسکی حاجت نہیں کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے [illegible] بدن لیجاوے
اور یہی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث اوس جنت میں رہتا ہے جسکا عرض آسمان و
زمین ہے اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہے یہ نہیں کہ ایک دوسرے سے تنگی ڈالتا ہو
ہاں اتنا ہے کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اوسیقدر اوسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور اسی
خدا کے نزدیک اونکے درجات میں تفاوت ہوتا ہے جو شمار میں نہیں آسکتا اس بیان سے
ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہے وہ اہل کمال میں جو اسکی سب لذتوں سے بڑھکر
ہوتی ہے اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہیں ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت
بھی اہل کمال کو ہوتی ہے مگر ریاست کی لذت کو اوسپر ترجیح دیتے ہیں مگر معرفت الٰہی اور اوسکی
صفات و افعال اور آسمانوں اور اوسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے
بڑھکر ہے پس اسکو وہی شخص جانتا ہے جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور اوسکا مزہ چکھے
اوسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہ ہو غیر ممکن ہے اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن
ہے جسکے دل ہی نہ ہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک
کھیل کود پر ثابت نہیں کرسکتے نامرد کو اوسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ
لڑکے اور نامرد میں وہ قوت ہی نہیں جس سے وہ لذت ملتی ہے مگر جو شخص سونگھنے کی قوت
بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونوں لذتوں کا فرق جانیگا
پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت کہنے کی نہیں جو چکھے سو جانے ہاں طالب علم اگرچہ
طلب معرفت امور الٰہیہ میں مصروف نہیں ہوتے تب بھی اس لذت کی بو اونکے مشام
جان میں پہونچتی ہے جسوقت مشکلات اور شبہات اونپر منکشف ہوتے ہیں جنکے حل
ہونیکے لیے اونکو کمال حرص ہوتی ہے کیونکہ اونکا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت
اور علم میں داخل ہے اونکی معلومات ایسی شریف نہیں جیسے معلومات معرفت الٰہی ہوتی ہیں
مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خداے پاک میں دیر تک رکھتا ہے اور اسرار ملک الٰہی میں سے
اوسپر کچھ شمہ بھی منکشف ہوجاتا ہے تو اوس سے اسقدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہیں سماتا
اور مارے خوشی کے اڑا جاتا ہے اور تعجب کرتا ہے کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا
متحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہے کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہیں ہوسکتا کہنے سے اسمین

فائدہ کم ہوتا ہے پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خدای پاک سب اشیا سے
لذیذ تر ہے اور یہ کہ کوئی لذت اوس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اونکو خدای تعالی سے نہ خوف دوزخ روکے
نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کسطرح روک سکتی ہے اور اسیطرح حضرت معروف کرخی کے
بعض مریدون نے اونسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپکو
عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہو رہے اوسنے کہا کہ موت کی یاد نے
آپکا یہ حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہے اوسنے پوچھا کہ قبر و برزخ کی یاد سے
ایسے ہوے آپنے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اوسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے
ایسا کیا ہے آپنے فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین
کہ اگر اوسکو چاہو تو یہ سب باتین تمکو بھلا دے اور اگر تم مین اور اوسمین معرفت ہوجاوے تو تمکو
ان سب سے بچا دے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات مین ہے جب تم کسی جوان کو
خدای تعالی کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اوسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا
اور بعض شیوخ نے حضرت بشر بن الحارث رحمہ کو خواب مین دیکھا اونسے پوچھا کہ ابو نصر تمار
اور عبد الوہاب وراق رحمہ کا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ مین نے اونکو اسوقت خدای تعالی کے
سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے اوس شیخ نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہا کہ اللہ تعالی کو
معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کیطرف رغبت کم ہے اسلیے مجھکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا۔ اور
علی بن الموفق رحمہ سے مروی ہے کہ اونھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے
کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہے اور دو فرشتے اوسکے
دونون طرف سے انواع و اقسام کے میوے اوسکو کھلا رہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے
دروازے پر کھڑے ہوے لوگون کی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کر دیتے ہین
اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین اونسے حظیرۃ قدس کیطرف آگے بڑھگیا وہان سرادقات
عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کیطرف تاک لگائے ہوے ہے اور کسی طرف
نہین دیکھتا مین نے رضوان خزنے سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہا کہ معروف کرخی رحمہ ہین کہ
جنھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ بتوقع جنت بلکہ صرف اوسکی محبت سے
کی اللہ تعالی نے اونکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دیدی اور کہا کہ وہ تو

شخص دوسرے کے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ ہین اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہے کہ جو اپنے نفس مین مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اوسی مین مصروف رہیگا اور جو کوئی خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اوسکے ساتھ مشغول ہوگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح سے پوچھا کہ آپکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ مین نے اوسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ میرا حال برے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اوسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہے اور محبت کے باب مین اونھون نے کچھ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

ایک تو عشق کے باعث ہی تجھے چاہتی ہون
الفت عشق ہی سے ہے مری یہ کیفیت تھا
اور جس حب کا کہ لائق ہی تو اوس سے تو نے
پردہ اٹھا مین ہویدا اوسمین وہ سب تجکو

دوسرے اس سے کہ شایان تری حب سے ہو
یاد مین تیری سب اغیار سے مین ہون پاک
پردے سب کھول دیے دیکھتی ہون مین تجکو
میری تعریف کسی بات مین کچھ نہین ہے مجھے

اور غالباً اونکی مراد محبت عشق سے یہ ہے کہ اللہ کی محبت اوسکے احسان اور انعام کی باعث کی ہو یعنی وہ لذات کہ دنیا مین اوسنے عنایت فرمائی ہین وہ باعث محبت ہوئے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت صرف اوسکے جمال اور جلال کے باعث کی جو اونکو منکشف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم محبت اعلیٰ اور اقوی ہے۔ اور جمال ربوبیت کی دیکھنے کی لذت وہ ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا کہ

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

اور اگر کسی شخص کی صفائی قلب غایت کو پہونچ جاتی ہے تو اوسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہو جاتی ہین اسی واسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یا رب نہین کہتا ہون اور یہ قول مجھپر پہاڑ سے زیادہ اسکے بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہے اور کبھی دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہوا اور یہ بھی اونکا ہی قول ہے کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہے تو لوگ اوسکو پتھر مارتے ہین یعنی اوسکی گفتگو اونکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہے تو اوسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد سب عارفون کا اوسکا وصل اور ملاقات ہی ہے اور یہی اونکی خنکی چشم ہے کہ کسیکو نہین معلوم

کیا اونکے لیے اوسمین چھپی ہوئی چیز ہے اور جب وہ حاصل ہوجاتی ہے تو اور تردوات
اور شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اوسیکی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہے یہ اوسکا
استغراق ہے کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈالدیا جاوے تو اوسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی
آسایش اوسپر پیش کیجاوے تو اوس مزے کے سامنے اوسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہے کہ
اوس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین — اب یہہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت
کے سوا اور کچھ نہین سمجھتے وہ خدای تعالی کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین
اوسکی تو کوئی شکل و صورت نہین اور اللہ تعالی نے جو اپنے بندون سے اوسکا وعدہ فرمایا ہے
اور اوسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہے اوسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جو شخص خدای تعالی کو
پہچانتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین
وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جیسا کہ کسیکا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے نظم

آرزوہا داشتم در دل خلاف یکدگر	تا ترا نظارہ کردم جمع شد اہوای من
رشک مین می برد شخصے کہ بودم حاسدش	گشتہ ام مولای مردم تا توئی مولای من
گشت فارغ خاطرم از دین و دنیا ہر چہ	تا بتو مشغولم اے دین من و دنیای من

اور اسیواسطے بعضون کا یہ قول ہے شعر

ہجر او ہولناک تر ز سقر	وصل او خوشتر از بہشت برین

اور اس سے اونکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اوس لذت کو ترجیح
دینی ہے جو دل کو معرفت الہی مین حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہے جہان
حواس کو اونکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خدای تعالی کی لقا مین لذت ہوگی اور
لذتون کے باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہیین کہ مثلاً لڑکے مین ابتدای حرکت
اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث کھیل کود لذیذ جانتا ہے حتی کہ اوسکو
نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہے پھر اوسکے بعد زینت کی اور کپڑے
پہننے اور سوار ہونے کی لذت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر
جاننے لگتا ہے پھر اوسکے بعد لذت جماع اور عورتون کی خواہش پیدا ہوتی ہے اسکے
باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہے پھر ریاست اور بلندی اور فخر
اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے دنیاوی لذتون مین سے یہ لذت

سے اعلیٰ اور قوی تر ہے اور انہیں کیطرف قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے
جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اوسکے افعال کی ادراک کرتا ہے اس لذت کے
ہوتے ہوئے تمام پہلی لذتوں کو حقیر سمجھتا ہے غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہے وہ پہلی سے
قوی تر ہوتی ہے اور یہ سب پہلی ابا کو ہے کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز میں پیدا ہوتی ہے
اور عورتوں اور زینت کی محبت سن بلوغ میں اور ریاست کی محبت بیس برس کے بعد
ہوتی ہے اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا کا درجہ ہے اور جسطرح کہ
لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتوں سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہے
اسیطرح ریاست والے اون لوگوں پر ہنستے ہیں جو ریاست کو ترک کر کے معرفت الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں
اور عارف اونسے کہتے ہیں اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
پانچواں بیان اسبابت کی وجہ میں کہ معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت میں لذت دیدار کیوں
زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو خیال میں آتے ہیں مثلاً
خیالی صورتیں اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلیں رکھتے ہیں اور
ایک وہ ہیں جو خیال میں نہیں آتے جیسے خدا تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزیں جو جسم نہیں
رکھتیں مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھکر آنکھ
بند کرلے تو اوسکی صورت اپنے خیال میں پاویگا ایسی طرح کہ گویا اوسکو دیکھ رہا ہے مگر جب آنکھ
کھولکر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونوں صورتوں میں کچھ اختلاف ہو اسلیے
کہ وہ تو دونوں ایک ہی ہیں صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی میں انکشاف
اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اوسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی مثال
ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے کچھ دھندلا دیکھے پھر دن نکلنے اور
روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونوں دفعہ کے دیکھنے میں صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا
ہوگا اسیطرح خیال بھی ادراک کے اول ادراک کا نام ہے اور ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہے
اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہے اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے کہ انتہا کے درجہ کا
کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہیں کہ رویت متعلق آنکھ سے ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ

لغات جان رکھو کہ دنیا کا جینا بھی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتایت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی ۱۲

اس ادراک کامل کو خیالی یا آنکھ مین پیشتر لگا کہ دیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہ
تقریر خیالی صورتون مین تمھاری سمجھ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین کہ خیال مین
بھی نہین آتین اونکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہے اور دوسرا ادراک کی
تکمیل ہے اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہو جیسا صورت
خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزون مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو نسبت اول کے
مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہ نام اوس ادراک کا واقع مین درست ہی ہوا اسواسطے
کہ رویت کو رویت صرف نہایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جسطرح کہ قاعدہ الٰہی اس
بات پر جاری ہے کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شی مین اور
آنکھون مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اوسکا دور ہونا ضروری ہے اور جبتک وہ حجاب
دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت کہلاویگا اسیطور پر یہ بھی
مقتضاء عادت الٰہی ہے کہ نفس جبتک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضاے شہوات
اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اوسکو مشاہدہ اور رویت اون معلومات کی جو خیال سے
باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہے جیسے پلکون کا بند کرنا آنکھ سے کی
رویت کا حجاب ہوتا ہے اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہے اس علم مین
اوسکی تقریر شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو رویت کی استدعا مین جواب
ارشاد ہوا تھا کہ لن ترانی تو ہرگز نہ دیکھیگا مجھکو یعنی حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہے
اور کلام مجید مین ارشاد ہے لا تدرکہ الابصار اس سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا مین
رویت الٰہی نہین اور مذہب صحیح بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو
شرف رویت خداوندی حاصل نہین کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہو جاتا ہے
تو نفس کدورات دنیا مین آلودہ رہتا ہے بالکل اوس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق
ہوتا ہے بعض نفس تو ایسے ہوتے ہین کہ اونپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے
ہو جاتے ہین جیسے آئینے کو بہت تک نمناک مین رہنے سے مورچہ لگجاتا ہے اور اوسکا جوہر ہی
خراب ہو جاتا ہے کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خدا تعالی سے ابد الآباد
تک محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ اونکی کدورات اسحد کو پہنچی
نہین ہوتین کہ مہر اور زنگ کی کو پہنچین اور صلاح پذیر نہون وہ چند روز پیش کیے جاوینگے

اوسکو نہین پاسکتین آنکھین ۱۲

یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے اور مسلم مین روایت ہے اور دوسری روایت ثابت ہوا ہے ابن عباس سے اور حضرت علما کا ہے ۱۲

کہ جیسا چاہیئے ویسا سب دور ہو جاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلا کی ہو گی اوسیقدر دوزخ کا
سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق میں ایک لحظہ ہے اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار
برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہیں جاتا جسپر کچھ غبار
یا کدورت نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وَإِنْ مِنْكُمْ
إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ
الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر
تو یقینی ہوگا مگر اوس سے نجات ہونے کا یقین نہیں وہاں سے رہائی جب ہو کہ جب اوسکے
نفس کی طہارت اور صفائی اچھی طرح کر دیجاوے اور جو مدت خداے تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے وہ پوری
ہو لے اور جن باتون کا شریعت میں ذکر ہے یعنی حساب کتاب اور پیشی وغیرہ سب ہو چکین
اور استحقاق جنت کا بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہے کسیکو اللہ تعالیٰ نے اسپر مطلع نہیں فرمایا کیونکہ
صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہیں ان صورتون کے بعد نفس صاف
اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اوسمین کسیطرح کا داغ یا غبار نہ رہیگا پھر اس بات کے شایان ہوگا
کہ اوسمین خداوند جل و علی تجلی فرماوے یہ تجلی اوسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اوس سے انکشاف
اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا متخیلات کی نسبت کر ہوتا ہے اسی
مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت بیشک ہے بشرطیکہ
رویت سے کوئی یہ نسمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی خاص جہت میں جو ہوتا ہے
اوسکی تکمیل کا نام رویت ہے ایسا ہی رویت الٰہی بھی ہو گی اسلیے کہ خداے تعالیٰ ان سب
امور سے بری ہے بلکہ جسطرح کہ خداے تعالیٰ کو دنیا میں عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور
پابند خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے نہوے اسیطرح آخرت میں دیدار ہوگا بلکہ ہم
کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا میں ہوتی ہے وہی کامل ہو کر درجہ کمال کشف کو پہنچ جاتی ہے
اور وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہے اوس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی میں کچھ
اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہیں ہوتا جیسا کہ خیال کی مثال میں اوپر گذرا
پس جبکہ معرفت الٰہی میں ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہیں تو اوسکے پورا ہونے میں
اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہنچنے میں صورت اور جہت کیسے ہو گی وہ
دونون تو ایک ہی ہین صرف رویت اخروی میں انکشاف ہی زیادہ ہو جیسا صورت مرئی میں

حکیم ترمذی در نوادر بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲

نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
اسلئے کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہوجاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیدار اور
رویت کے درجے کو وہی لوگ پہونچینگے جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیا وہی ہی
ایسا تخم ہے جو آخرت مین مشاہدہ ہوجاتا ہے جیسے گٹھلی انجام کو درخت بنجاتی ہے اور دانہ
کھیتی ہوجاتا ہے اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اوسکو درخت کہان سے پیدا ہوگا اور جو بیج نہ ڈالیگا
وہ کیسے خرمن پاویگا ع چو تخم افگنی ہمچنان چشم دار — خود مشہور ہے پس اسیطرح جو شخص
اللہ تعالی کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ آخرت مین اوسکو کیسے دیکھیگا۔ اور از انجا کہ معرفت کے
درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف ہوگی جیسے بیج کے اختلاف سے سبزہ اور
روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہے مثلاً اگر بیج بہت ہوگا یا کم ہوگا اور اچھا قوی ہوگا یا ضعیف ہوگا
تو اوسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہوگی اسیطرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت
ہوگی ویسی ہی تجلی بھی ہوگی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَتَجَلّٰى
لِلنَّاسِ عَامَّةً وَّلِاَبِيْ بَكْرٍ خَاصَّةً پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ لذت دیدار اور نظر
جیسی حضرت ابوبکر رض کو ہوگی ویسی ہی اونسے کم درجے والون کو بھی ہوگی بلکہ اونکی لذت کا
سوان حصہ بھی اونسے کم درجے والون کو نملیگا اگر اونکی معرفت آپکی معرفت کی نسبت
سوان حصہ ہوگی اور از انجا کہ حضرت ابوبکر رض سر معرفت مین لوگون سے بڑھکے تھے اور یہ راز
آپکے سینہ مبارک مین جاگزین تھا اسلیے آخرت مین اسی تجلی کے مستحق ہوے جو خاص اونہین
کے لیے ہو۔ اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو مطعومات اور
نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اور بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور
امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات و مشروبات وغیرہ کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اسیطرح آخرت مین
معاملہ ہوگا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین اسلیے کہ
جنت مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا
حال ہمنے اوپر لکھا ہے کہ لذت علم و معرفت اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات پر
ترجیح دیتے ہین جنمین لوگ مشغول ہین اور اسیواسطے جب حضرت رابعہ رح سے پوچھا گیا کہ
جنت کے باب مین آپکی کیا راے ہے فرمایا کہ اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ یعنی اول صاحب خانہ

ت ۱۲ یعنی ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے کہتے ہونگے اے رب ہمارے پورا کر ہمارا نور

ح ۱۲ اللہ تعالی لوگون کو عام تجلی فرماویگا اور ابوبکر کے لیے خاص ۱۲ ابن عدی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ باطل ہے اور ابن جوزی نے اوسکو موضوعات مین لکھا ہے ۱۲

پھر فرمایا اس قول میں آپنے بیان کیا کہ میرے دل میں التفات جنت کیطرف نہیں بلکہ مالک جنت کیطرف ہے

طوبی کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا ہمکو تو ملک قربت یار چاہیے

اور جو شخص اللہ تعالی کو دنیا میں نہ پہچانیگا وہ اوسکو آخرت میں بھی نہ دیکھیگا جسکو لذت معرفت دنیا میں نہوگی وہ آخرت میں لذت دیدار نپاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسیکے ساتھہ کچھہ نجاویگا تو آخرت میں اوسکو کوئی نئی بات نہوگی جو یہاں بوئیگا وہی وہاں کاٹیگا اور آدمی جس بات پر مرا ہوگا اوسی پر اوٹھیگا اور جس بات پر جیا ہوگا اوسی پر مریگا پس جسقدر توشہء معرفت ساتھہ ہوگا اوسیقدر لذت پاویگا یہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاوے گی اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا ہوے گی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی ذہن میں رکھتا ہے اور پھر صورت آنکھہ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہی اوسکی منتہای لذت ہے اسلیے اوسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہوجاتی ہے اور از آنجا کہ جنت میں ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سواے دیدار الہی کے اور کچھہ نہ چاہتا ہوگا اوسکو اوسکے سوا میں کچھہ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہے کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسائش جنت اوسقدر ہوتی ہے جسقدر محبت الہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہے جسکو شرع میں ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یون کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھہ نسبت معرفت کیطرف ہے تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کئی گنا دوگنی چوگنی وغیرہ ہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا میں بہت ضعیف ہے پس اوسکا دوگنا چوگنا کرنے سے ایسی حد کو نہیں پہونچینگے جسکے سامنے سب جنت کی لذتیں ہیچ معلوم ہون تو اوسکا جواب یہ ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہونا ہے پس جو شخص معرفت سے خالی ہوگا وہ اوسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت اوسمین ہوئے اور دل میں علائق دنیاوی بھرے ہون تو اوسکو اوسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو اونکی معرفت اور فکر اور مناجات میں وہ مزے ہین کہ اونکی عوض اگر اونکے سامنے جنت کی لذتیں پیش کیجاوین تو ہرگز نہ لیں اور اپنی لذتوں کو جنت کے مزون سے نہ بدلیں پھر لذت عارفین کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھہ نسبت ہی نہیں رکھتی جیسے کہ تصور معشوق کی لذت کو اوسکے دیدار سے کچھہ نسبت نہیں ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانون کے سونگھنے کی لذت کو اونکے نگلنے کی لذت سے کچھہ نسبت نہیں یا ہاتھہ سے چھونیکی

لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہین اور ان دونون مین زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے ممکن نہین
اسواسطے ہم کہتے ہین کہ لذت دیدار معشوق دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہے اول حال
معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ کامل کیطرف دیکھنے سے زیادہ
لذت ہوتی ہے دوسرے محبت اور خواہش او رشوق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت ہوگی وہ
کم محبت والے کو نہوگی تیسرے ادراک کا کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی مین
دیکھیگا تو لذت زیادہ ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردہ باریک کی آڑ مین یا
دور سے دیکھے اسیطرح پاس لپٹنا اور کپڑے کا حجاب ہونا وہ مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین دیتا ہے
چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا مثلاً ایک شخص تندرست
فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اوسکو ہوگی وہ اوسکو نہوگی جو حالت خوف مین
اپنے معشوق کو دیکھتا ہے یا بیمار و دردمند ہے یا اوسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہے کہ کیفیت دیدار
اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو کہ ایک عاشق جسکا عشق ضعیف ہے وہ اپنے معشوق
کیطرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اسطرح کہ اوسکی صورت کی ماہیت اچھی طرح
نہین سوجھتی اور اسیطرح یہ ہے کہ اوس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اوسکو
کاٹ رہے ہین اور اوسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے
معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اوسپر یکایک ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف
ہوجاوے اور پردہ بھی اوٹھ جاوے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور چاندنا بھی خوب ہوجاوے
اور یہ شخص تندرست بے فکر ہوجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو
کہ نہایت درجے پر پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو
اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسیطرح لذت معرفت کو لذت دیدار کیطرف نسبت سمجھنا چاہیے
یعنی پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو انسان پر مسلط ہین
مثل بھوک پیاس غضب غم واندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت و محبت یہ ہے کہ دنیا مین نفس شوق
ملاء اعلیٰ کا کم رکھتا ہے اور لذت عرفان مین ناقص ہے اور اسفل السافلین کیطرف راغب ہے
لڑکا باعث چھٹاپے کھیلنے کے لذت ریاست کے دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ
دنیا مین اوسکی معرفت قوی ہوتا ہے ان مکروہات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا ان تردداتسے البتہ
ناممکن ہے ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت مین ضعیف ہوجاتے ہین اوسوقت جمال معرفت

ایسا نظروں میں چھپ جاتا ہے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی ہے اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہے
کہ اوسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہو جاتا ہے مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہے
بہت کم ٹھہرتی ہے بلکہ شواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہیں کہ جو عارف کو تردد میں ڈالدیں
اور عیش مکدر کر دیں اور اس حیات فانی میں یہ بات ہمیشہ یونہی رہتی ہے اسلیے ہرگز تا موت تک
یہ لذت مکدر ہی رہتی ہے جو عمدہ زندگی بعد موت کے ہے جسکے لیے حدیث شریف میں وارد ہے
لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور کلام مجید میں ارشاد ہوا اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ
لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اور جو شخص اس درجے کو پہنچ جاتا ہے وہ خدای تعالی کی ملاقات کو
محبوب جانتا ہے اسلیے موت کو اچھا سمجھتا ہے اور اوسکو برا نہیں جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے
پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہو جاوے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہے جسقدر یہ اچھی اور کامل
ہو جاوے اوسیقدر اوسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت میں ہوگا اور معرفت ایک دریای ناپیداکنار ہے
تو گویا احاطہ کنہ جلال الہی کا محال ہے مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اوسکے صفات و افعال و اسرار
مملکت کی زیادہ اور قوی ہوگی اوسیقدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا
تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہیں اور اسکا بونا بدون مزرعہ قلب کے نہیں ہو سکتا اور اوسکا
خرمن آخرت میں حاصل ہوتا ہے اور اسیلیے حدیث شریف میں وارد ہے اَفْضَلُ السَّعَادَاتِ
طُوْلُ الْعُمْرِ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مدت فکر و مجاہدہ اور علیحدگی علائق
دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب میں سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہے کہ معرفت بھی کامل اور واسع اور
زیادہ ہو پس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ معرفت میں اپنے آپکو ایسے
درجے پر دیکھتا ہے کہ اوس سے زیادہ کا ملنا اوسکو معلوم نہیں ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہے وہ اس
نظر سے کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہے اور اوسوقت اپنے آپکو درجہ
ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہے اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ
ہوتی ہے بخلاف تمام خلق کے کہ اونکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہے اگر ساری آرزوئیں
خاطر خواہ زیادہ ملیں تو طول عمر چاہتی ہیں اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہیں حالانکہ یہ باتیں
محرومی اور خسارے کی ہیں انکا منشا جہالت اور غفلت ہے اور یہی دونوں ہر ایک طرح کی
بدبختی کی جڑ ہیں اور معرفت سب باتوں کی اصل ہے اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق
معلوم ہو گئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہیں اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور

لذت رویت کی معلوم ہوگئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے عقل اور کمال والون کے
نزدیک لذیذتر ہو گو اہل نقصان کے نزدیک نہین ویسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لڑکون کے
نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی — اب معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل
آخرت مین دل ہوگا یا آنکھ تو لوگون کو اس باب مین اختلاف ہو اور اہل بصیرت اس خلاف پر
دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عاقل کو آم کھانے سے غرض ہو نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے
معشوق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عشق کی حالت مین اس بات کی پروا نہین کرتا کہ دیدار معشوق
آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اوسکی غرض رویت اور اوسکی لذت سے ہی برابر ہو کہ وہ
آنکھ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل و ظرف ہو وہ تو دیکھتی ہی نہین
نہ اوسکا کچھ اعتبار — اور امر حق اس باب مین یہ ہو کہ قدرت الٰہی مین دونون باتون کی گنجایش ہو کہ
دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہو تو یہ صورت تو جواز کی ہوتی اور دونون جائز باتون
مین سے آخرت مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہوسکتی
اسمین یہی حال ہو جو اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہو کہ رویت کے لیے آنکھ مین قوت دیجاویگی
اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہو اسلیے کہ الفاظ رویت اور نظر وغیرہ سے مستعمل ہین ظاہر
اون سے آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہو اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہین

چھٹا بیان اون اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالے کی محبت قوی ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو اونمین سے اللہ تعالی
کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنی یہی ہین کہ خدا ہی تعالی کے پاس آنا اور
سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہو کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنون کے
اشتیاق کے بعد جائیگا اور اوسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی
کبھی نہین پائیگا اور رقیب و اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ
خوشی اور لذت اوسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت قوی
ہوگی اوسیقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین ہوتی ہو اور اصل
محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت سب مین ہوتی ہو مگر فرط محبت اور
استیلاء محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہت سے لوگون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہین
اول یہ علائق دنیا سے علیحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالنا اسلیے کہ دل مثل

برتن سے کہ اگر برتن میں تھوڑا پانی ہو تو اسمیں گنجائش ہوا کی نہو گی اور دو دل خدا تعالی نے
کسیکو عنایت نہیں فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے میں غیر کی محبت بھرے
اور کمال محبت اسمین ہو کہ خدا تعالی کو تمام دل سے چاہے اور جب تک غیر کیطرف التفات رکھیگا
تو ایک گونہ اوسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اوسیقدر اوسمین
محبت الہی کم ہو گی جیسے برتن میں جسقدر پانی رہتا ہی اوسیقدر ہوا کم آتا ہی اور اسی کیطرف بھی
اشارہ ہی اس آیت میں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ اور اس آیت میں اِنَّ الَّذِیْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا بلکہ یہی مراد ہی کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے یعنی
کوئی معبود اور محبوب سوا خدا تعالی کے نہیں کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہی اسلیے کہ عبد مقید کو
کہتے ہیں اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہی اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو
محبوب معبود ہوا اور اسیلیے اللہ تعالی فرماتا ہی اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوٰىهُ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَبْغَضُ اِلٰہٍ عُبِدَ فِی الْاَرْضِ الْھَوٰى
اور اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہی مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مُخْلِصًا
دَخَلَ الْجَنَّۃَ اور معنی اخلاص کے یہ ہیں کہ دل کو خالص خدا تعالی کے لیے کرے کہ اوسمین
دوسرے کی شرکت باقی نرہے وہاں محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس
شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اوسکا قیدخانہ ہی اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اوسکو روکتی ہی اور مرنا اوسکے
حق میں قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہی تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اوسکی طرف
مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے میں بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے
اور ابدالآباد تک امن چین پاوے تو اوسکا کیا کہنا ہی۔ پس محبت الہی کی دلونمین کم ہونیکا ایک تو
یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلون میں قوی ہی اوسمین محبت زن و فرزند اور مال اور اقارب اور
زمین اور چارپایوں اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہی حتی کہ اگر جانوروں کی آواز خوش اور
نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو محبت دنیا ہی کیطرف متوجہ ہوگا اور اسکے باعث نقصان
محبت الہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اوسیقدر انس الہی کم ہوگا اور جس شخص کو
دنیا میں سے جسقدر ملتا ہی اوسیقدر آخرت میں سے کم ہو جاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے
جتنا قریب ہوتا ہی اوتنا ہی مغرب سے دور ہو جاتا ہی اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اوتنا ہی
اوسکی سوکن کو رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتون یا مشرق و مغرب کے ہیں اور یہ بات

اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوتی ہے اور دل میں محبت دنیا کی بیخ کنی
کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف و رجا کی باگ سے اوسکا مطیع ہونا ہے یہیں جو
مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے پہلے لکھے ہیں وہ محبت کے دونوں رکنوں میں سے
ایک کے حاصل کرنے کے ہیں اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہے اور اوسکا شروع اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے پھر اوس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہیں اور
ان دونوں سے توبہ اور اوس پر صبر کرنا متفرع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال و جاہ میں اور تمام
حظوظ دنیا میں زہد کرنا حاصل ہوتا ہے اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے
یہاں تک کہ بعد اسکے دل میں معرفت الٰہی اور اوسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہے اور یہ سب امور
مقدمات صفائی دل کے ہیں اور یہی صفائی محبت کے دو رکنوں میں سے ایک ہے اور اسی کیطرف
اشارہ ہے اس حدیث میں اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ جیسا کہ شروع باب طہارت میں ہم نے اوسکو
لکھا ہے — دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الٰہی کا قوی ہونا اور دل پر اوسکا حاوی ہونا
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اوسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسا زمین
کو گھاس وغیرہ سے صاف کر کے بیج ڈالتے ہیں اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہے پھر اس سے محبت و
معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہے اور اسیکا نام کلمہ طیبہ ہے جسکی مثال خدای تعالی بیان فرماتا ہے
آیت ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَاۗءِ
اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ
کلم طیب سے مراد معرفت ہے اور عمل صالح اوس معرفت کے حق میں مثل حمال اور خادم کے ہے
اور عمل صالح کا سبب اسی لیے ہے کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی
رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہے اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب
ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہے اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہے اور اوسکی غرض عمل ہے
اور عمل سے غرض صفائی قلب اور اوسکی طہارت ہے تاکہ اوسمیں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے
زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہیں اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور
ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل و صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا
تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی
کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہے اور محبت ضرور ہے کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

ترجمہ بیان کی اللہ نے کلمہ پاک کی مثال ایک پاک درخت کی طرح جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں

ترجمہ اوسکی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اوسکو اوٹھا لیتا ہے

برتن سے کبھی اگر برتن میں سرکہ یا پانی ہو تو اوسمیں گنجایش سرکہ کی نہو گی اور دو دل خداے تعالیٰ نے
کسیکو عنایت نہیں فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے میں غیر کی محبت رکھے
اور کمال محبت یہی ہے کہ خداے تعالیٰ کو تمام دل سے چاہے اور جب تک غیر کیطرف التفات رکھیگا
تو ایک گوشہ اوسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اوسیقدر اوسمیں
محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن میں جسقدر پانی رہتا ہے اوسیقدر سرکہ کم آتا ہے اور اسی کیطرف
اشارہ ہے اس آیت میں قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ اور اس آیت میں اِنَّ الَّذِيْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا بلکہ یہی مراد ہے کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے یعنی
کوئی معبود اور محبوب سوا خداے تعالیٰ کے نہیں کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے اسلیے کہ عبد مقید کو
کہتے ہیں اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہے اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو
محبوب معبود ہوا اور اسلیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَبْغَضُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِي الْاَرْضِ الْهَوٰى
اور اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا
دَخَلَ الْجَنَّةَ اور معنی اخلاص کے یہ ہیں کہ دل کو خالص خداے تعالیٰ کے لیے کرے کہ اوسمیں
دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس
شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اوسکا قیدخانہ ہے اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اوسکو روکتی ہے اور مرنا اوسکے
حق میں قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہے تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اوسکی طرف
مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے میں بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب کے
اور ابدالآباد تک امن چین پاوے تو اوسکا کیا کہنا ہے۔ پس محبت الٰہی کی دلوں میں کم ہونیکا ایک تو
یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلوں میں قوی ہے اور اسمیں محبت زن و فرزند اور مال و اقارب اور
زمین اور چارپایوں اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہے حتی کہ اگر جانوروں کی آواز خوش اور
نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو جہت دنیا ہی کیطرف متوجہ ہوگا اور اسیکے باعث نقصان
محبت الٰہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اوسیقدر انس الٰہی کم ہوگا اور جس شخص کو
دنیا میں سے جسقدر ملتا ہے اوسیقدر آخرت میں سے کم ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص مشرق سے
جتنا قریب ہوتا ہے اوتنا ہی مغرب سے دور ہو جاتا ہے اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اوتنا ہی
اوسکی سوت کو رنج ہوتا ہے اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتوں یا مشرق و مغرب کے ہیں اور یہ بات

ف ١ کہ اللہ ہی ہے پھر چھوڑ دو انکو اپنی بک بک میں کھیلا کریں

ف ٢ مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر ثابت رہے ١٢

ف ٣ بھلا دیکھ تو جس نے ٹھیرایا اپنا حاکم اپنے چاؤ کو ١٢

ف ٤ [illegible]

ف ٥ جو شخص کہے لا الہ الا اللہ [illegible]

اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوتی ہے اور دل میں محبت دنیا کی بیخ کنی
کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف ورجا کی باگ سے اوسکا متعلق ہونا ہی لیکن جو
مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف ورجا کے پہلے لکھے ہیں وہ محبت کے دونوں رکنوں میں سے
ایک کے حاصل کرنے کے ہیں اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہو اور اوسکا شروع اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور جنت ودوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اوس سے خوف ورجا پیدا ہوتے ہیں اور
ان دونوں سے توبہ اور اوسپر صبر کرنا متفرع ہوتا ہی اور پھر زہد دنیا اور مال وجاہ میں اور تمام
حظوظ دنیا میں زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہوجاتا ہے
یہانتک کہ بعد اوسکے دل میں معرفت الہی اور اوسکی محبت کے آنے کی گنجایش ہوتی ہی اور یہ سب امور
مقدمات صفائی دل کے ہیں اور یہی صفائی محبت کے دو رکنوں میں سے ایک ہی اور اسی کی طرف
اشارہ ہو اس حدیث میں الطھور شطر الایمان جیسا کہ ہم نے باب طہارت میں پہلے اوسکو
لکھا ہی۔ دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الہی کا قوی ہونا اور دل میں اوسکا پھیل جانا
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اوسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہی جیسا کہ زمین
کو گھاس وغیرہ سے صاف کرکے بیج ڈالتے ہیں اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت
ومعرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسیکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خدای تعالی بیان فرماتا ہی
(آیت) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ
اور اسیکی طرف اشارہ ہو اس آیت میں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ
کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اوس معرفت کے حق میں مثل حمال اور خادم کے ہی
اور عمل صالح سب کا سب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی
رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب
ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اوسکی غرض عمل ہی
اور عمل سے غرض صفائی قلب اور اوسکی طہارت ہی تاکہ اوسمیں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت
زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہیں اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور
ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل وصحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا
تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی
کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی اور محبت ضرور ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

(ترجمہ) بیان کی اللہ نے ایک مثال ستھری بات کی جیسے ایک درخت ستھرا اوسکی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان میں ۱۲

(ترجمہ) اوسکی طرف چڑھتا ہی کلام ستھرا اور کام نیک اوسکو اوٹھا لیتا ہی ۱۲

دنیا وہی کاروبار ہو رہا ہے جسکی اس معرفت کیطرف یہ چیزین پہونچاتی ہین یعنی فلک یا ملائکہ وغیرہ
بہت سی کہ وہ شرح طلب ہین اور نظر دائمی خدای تعالی اور اوسکی صفات اور ملکوت افلاک اور
تمام مخلوقات مین کیسی اور جو لوگ اس درجے پر پہونچتے ہین وہ دو قسم کے ہین قسم اول زبردست
اونکا یہ حال ہے کہ اول خدای تعالی کو پہچانتے ہین پھر اوسکے سبب سے اوسکے غیر کو پہچانتے ہین
قسم دوم ضعفا کا اول معرفت افعال کی کرتے ہین پھر افعال سے فاعل کیطرف ترقی کرتے ہین اور
قسم اول کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور اس مین
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور بعض عارفون نے اسی قول سے جواب دیا تھا کہ جب اونسے
پوچھا گیا کہ تمنے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا او نہون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب ہی سے پہچانا
اور اگر میرا رب نہوتا تو مین اوسکو نہ پہچانتا اور دوسرے کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین سَنُرِیْهِمْ
اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اور اس آیت مین
اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اس مین قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور اس مین اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ
اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل ہے اور سالکین کو اسمین گنجایش زیادہ ہے اور اسی پر اکثر آیات
قرآنی متضمن ہین کہ کہین تدبیر کا حکم ہے کہین تفکر کا کہین عبرت پکڑنے کا کہین نظر و تامل کرنے کا
اور ان آیتون مین مذکور ہے کہ اونکا شمار نہین ہو سکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون راستے مشکل ہین
کوئی ایسی چیز بتلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر مدد مل سکے اور اوس سے محبت تک
پہونچ سکین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بہتر طریق تو خدای تعالی کی معرفت سے اور تمام خلق کی معرفت
پر پہونچنا ہے اور وہ طریق باریک ہے اوس باب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہے
اوسکو کتابون مین لکھنے سے فائدہ نہین مگر جو طریق سہل تر اور ادنی ہے وہ البتہ اکثر سمجھ مین آ
سکتا ہے اور اوسکے سمجھنے سے جو فہم قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تدبر سے روگردان
ہین اور شہوات اور نفس کی لذات مین غلطان پیچان اور اوسکے لکھنے کی یہ بات مانع ہے کہ اوسکا
پھیلاو اور کثرت بہت ہے اور اوسکے اقسام اتنے ہین کہ بے شمار اور بے نہایت سے زائد ہین اسلیے کہ
کوئی ذرہ آسمان زمین سے لیکر زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجائب نشان کمال قدرت اور
کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الہی پر دال نہو اور اسطرح کے ذرات لا انتہا ہین

خود ارشاد فرمایا ہے لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
تو ایسے ذکر میں صرف ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر میں غوطہ مارنا ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا
کہ اوسکو علوم معاملہ کا تفصیلی کر کے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصر ایک مثال بطور رمز و ایما
بیان کر دی جاوے تاکہ اوس سے اوسکی جنس پر تنبیہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہیں کہ دونوں طریقوں
میں سے سہلتر دیکھنا افعال کا ہے اور اوسیکا ذکر کرتے ہیں اور اعلیٰ طریق کو چھوڑ دیتے ہیں
اب افعال الٰہی کو جو دیکھتے ہیں تو وہ بھی بہت ہیں اونمیں سے کمتر اور حقیر و صغیر لیکر اوسکی عجائب
میں فکر کرتے ہیں ظاہر ہے کہ باعتبار فرشتوں اور ملکوت اعلیٰ کے سب مخلوقات میں سے کمتر زمین
اور اوسکی اوپر کی چیزیں ہیں کہ اگر تم اونکی رو سے دیکھو آفتاب جو دیکھنے میں چھوٹا معلوم
ہوتا ہے مگر [illegible] اوس سے زیادہ ہے تو آفتاب کو کیا نسبت کہ اوسکی نہایت [illegible] چاہیے کہ
آفتاب کی چھوٹائی اوس آسمان کی نسبت کہ جسمیں وہ ہے دیکھو کہ اوس سے آفتاب کو کچھ نسبت ہی
نہیں اور یہ آسمان چہارم میں اور اسکا مقام ہے یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانوں کی نسبت کچھ چھوٹا ہے
اور ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے جنگل میں کوئی انگوٹھی کا حلقہ پڑا ہو اور کرسی
عرش میں ایسی ہی ہے تو یہ ظاہر ہے [illegible] جسکی رو سے زمین ساری کی ساری
اوسکے مقابل کتنی حقیر چھوٹی ہے بلکہ اگر زمین کو سمندر ہی کی نسبت سے دیکھو تو نہایت چھوٹی ہے
جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ الْأَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَالْإِصْطَبْلِ فِي الْأَرْضِ
اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے یعنی معلوم ہوا ہے کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہے اوسکو
تمام کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چھوٹے جزیرہ کو ہے تمام خشکی کیطرف پھر آدمی کو دیکھنا
چاہیے جو مٹی سے بنا ہے اور مٹی زمین کا ایک جزو ہے اسیطرح تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت
کتنے چھوٹے ہیں ان سبکو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو اونمیں سے مچھر اور شہد کی
مکھی یا جو ایسے ہی ہوں اونکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے
تامل کرو کہ اوسکو خدا تعالیٰ نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اوسکے ایک سونڈ
لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اوتنے ہی اوسکو بھی دیے
اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اوسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہے کہ بازو اونکے
اور ہاتھ پاؤں بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے
اور اونمیں قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسی اور حیوانات

یہ تو شکل و صفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اوسکی غذا کیسی بتلادی کہ آدمی کا خون ہی اور آدمی
کی طرف اوڑنے کا سامان اوسکو دیدیا اور سونڈ اوسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام
کیسے اوسکو بتلادیے کہ اپنی سونڈ اونمین سے ایک مین گھسے اور اوسکو کیا سخت بنایا ہی کہ مسام مین
چبھا دیتا ہی اور اوسکو چوسنا اور خون پینا کیسے بتلادیا اور سونڈ کو باوجود اتنی پتلی ہونے کے کیسا
مجوف بنایا کہ اوسمین سے خون پتلا ہوکر اوسکے پیٹ مین چلا جاوے اور تمام اعضا مین پہیلے اور اوسکو
غذا پہونچاوے پہر اوسکے معدے اور دیگر اعضا و معاء باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چہوٹے ہونگے اور
اوسکو کیسے بتلادیا کہ انسان اوسکو اپنے ہاتھ سے مارا کرتا ہی اور بہاگنے کا حیلہ بھی اوسکو بتلادیا اور
اوسکا سامان اوسکو عنایت کیا اور اوسکے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی تہوڑی سی
حرکت بھی سن لیتا ہی گو ابھی ہاتھ اوس سے دور ہوتا ہی حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چہوڑ کر بہاگ
جاتا ہی جب ہاتھ ٹھہر جاتا ہے تو پہر چلا آتا ہی پہر اوسکی آنکھون کے ڈھیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا کی
جگہ دیکھ لیتا ہی باوجودیکہ چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہی اور چونکہ ہر چہوٹے حیوان کا ڈھیلا چہوٹا ہی
کی جہت سے پپوٹون کا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے کے لیے پپوٹے منزلہ صیقل ہوا کرتے ہین
کہ خس و خاشاک و غبار سے اوسکو صاف رکھتے ہین لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو پاؤن بنادیے
اسلیے مکھی کو دیکھتے ہو کہ اپنے اون دونون پاؤن سے آنکھ کے ڈھیلے ہمیشہ صاف کرتی
رہتی ہی اور انسان اور بڑے حیوانون کے ڈھیلون کے لیے پپوٹے پیدا کردیے کہ ایک
دوسرے سے ملجاتے ہین اور اونکے کنارے پتلے رکھے تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آجاوے اوسکو
جمع کرکے پلکون پر ڈالدین اور پلکون کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر ہونے دین اور
دیکھنے مین مدد ہون اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت آنکھ پر جال سا پڑجاوے
کہ غبار تو نہ آنے پاوے اور جال کی آڑ سے دیکھنے مین خلل واقع نہو اور مچھر کے دو ڈھیلے نے
پپوٹون کے صاف جلا دار بنائے اور اوسکو ترکیب اونکی صفائی کی بتلادی کہ اپنے دونون
پاؤن سے صاف کرتا ہی اور از انجا کہ اوسکی بینائی ضعیف ہوتی ہی اسلیے چراغ پر گرتا ہی
کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہی اور جب وہ بیچارہ چراغ کی
روشنی دیکھتا ہی تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری مین سمجھتا ہو اور چراغ کی روشنی کو روشندان
سمجھتا ہی اسلیے روشنی کی طلب مین اوسکی طرف جاتا ہی اور جب اوس سے آگے دھکا اندھیرا
دیکھتا ہی تو گمان کرتا ہی کہ روشندان مجکو نہین ملا اور اوسکی سیدھ مین نہین پہونچا اسلیے

دیکھا

دوبارہ چراغ کی طرف لوٹتا ہے یہانتک کہ جل جاتا ہے اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اوسکے نقصان
اور جہالت سے ہوتا ہے تو یہاں لو کہ انسان کی جہالت پتنگے کی جہالت سے بڑھکر ہے کیونکہ
آدمی کا جو شہوات دنیاوی پر گرنے میں حال ہے ایسا ہی ہے جیسا پروانہ آگ میں گرنے میں ہے کیونکہ
انوار شہوات صورت ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہیں اور اوسکو یہ معلوم نہیں ہوتا
کہ انکے نیچے زہر قاتل ہے پس ہمیشہ اپنے نفس کو ہمیشہ شہوات میں ڈالتا رہتا ہے یہانتک کہ انجام کو
اونمیں گرفتار ہوکر ہلاک ابدی میں جا پڑتا ہے کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا کیونکہ یہ
بھی تو نہیں وہ ظاہر کی روشنی سے دہوکا کہا کر اگر جلتا ہے تو اوسی وقت چھوٹ جاتا ہے اور آدمی
تو شہوات میں مبتلا ہوکر ہمیشہ یا بہت مدت کے لیے آتش دوزخ میں رہتا ہے اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّکُمْ تَتَھَافَتُوْنَ
عَلَی النَّارِ تَھَافُتَ الْفَرَاشِ وَاَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ [illegible] ہوکر
اس چہوٹے جانور میں یہ عجائب صنعت الٰہی ہے اور جانوروں میں اس سے عجائب ہیں کہ اگر اگلے
پچھلے لوگ متفق ہوکر حقیقت اوسکی دریافت کیا چاہیں تو کنہ کو نہ پہنچینگے جو ظاہر ہیں سو
صاف صاف باتیں ہیں وہ بھی اونکو معلوم ہوتی ہیں خفیہ امور کا جاننا سواے خداے تعالیٰ کے
اور کسیکا کام نہیں ہے پھر ہر ایک جانور اور پرندے میں ایک باتیں ایسی عجیب چیزیں ہیں کہ
اوسمیں خاص ہیں دوسرے میں نہیں پائی جاتیں مثلاً شہد کی مکھی کو غور کرو کہ کیونکر اوسکو خدا
نے بتلا دیا کہ اونچے درختوں اور پہاڑوں اور مکانوں پر چھتہ بناتی ہے اور اوسکے لعاب سے
موم اور شہد بنتا ہے ایک روشنی کے کام کا ہے اور دوسرے میں مرضوں کی شفا رکھی ہے پھر اوسکی
عجائب باتوں کو غور کرو کہ پھولوں اور کلیوں پر بیٹھتی ہے اور نجاست سے بچتی ہے کہ نہیں جاتی
اور اپنے حاکم کی جو جسم میں سب سے بڑی ہوتی ہے اطاعت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اونکے
حاکم میں بھی یہ عدل و انصاف رکھا ہے کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھکر چھتے میں جانا چاہتی ہے
تو فوراً مار ڈالی جاتی ہے مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہے بدون مسطر و پرکار مسدس شکل
بناتی چلی جاتی ہے اور گول اور چوکھونٹے اور پانچ کھونٹ کے نہیں بناتی صرف مسدس
چھہ گوشے والے بناتی ہے اسکی بھی ایک وجہ ہے کہ مہندس بھی سمجھ سکتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ
وسیع شکل دائرے کی ہے یا جو اوس سے قریب ہو اسلیے کہ مربع میں تو گوشے بیکار رہجاتے ہیں کیونکہ
کہ مکھی کا جسم گول ہوتا ہے تو مربع میں رہنے سے زاویے بیکار رہجاتے ہیں اور اگر گول بناتی تو

اونکو ایک دوسرے سے ملانے نہین فرج بیکار رہجاتے اسواسطے کہ گول چیزین جیسا پلید وغیرہ سے
ملتی ہین او خوب متصل نہین ہوتین اور زاویہ دار شکلون مین ایسی کوئی نہین کہ گنجایش ہین تو
گول شکل کا سا کام دیوے اور ملا نہین اوسمین فرج نرہے بجز شکل مسدس کہ اسمین دونون
صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہی تو غور کا مقام ہی کہ اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے
جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اوسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کیطرف اوسکو
حاجت تھی وہ اوسکو سکھادی تاکہ چین سے رہے ان باتون کو اگر سوچو اور بیٹھا کے دھندے
فرصت ملی ہو اور شہوات نفس او ہمسرون کی عداوت اور بھائیون کی طرفداری وغیرہ سے
بچا ہے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و
احسان سے ذرا ذرا سے جانورون جقدر ہین رکھی ہین اب تمہین کو دیکھکر عجائبات اور اسرار
زمین و آسمان کو جانئے وجہ جسقدر کہ ہماری فہم ناقص ہین کہ ذرا ہی اسکو اگر واضح کرکے لکھا جاوے
تو بہت سی جلدین چاہیین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے
خلق کے علم کو خدای تعالی کے علم سے کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوتی ہین اونکو
خدای تعالی کے علم کے سامنے علم ہی نکہنا چاہیے غرضکہ اس طرح کی باتین سوچنے سے وہ معرفت
زیادہ ہوتی ہی جو دونون طریقون مین سے سہلتر سے حاصل ہوتی ہی اور معرفت کی زیادتی سے
محبت زیادہ ہوتی پس اگر تمکو سعادت ملاقات الہی سے مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت
ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھ نہ کچھ مل رہے
اور اس تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو

ساتوان بیان اس امر مین کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون مین ہوتی ہی اسلیے کہ ایمان مین سب مشترک ہین
مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور
یہ ظاہر ہی کہ اشیا مین اوسیقدر تفاوت ہوتا ہی جتنا اونکے اسباب متعلقون مین ہوتا ہی اور لوگون مین
اکثر ایسے ہین کہ خدای تعالی کے صفات اور اسما جو اونکے کانون مین پڑے ہین وہی سیکھ
یاد کرتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض اوقات اون اسما و صفات کے معانی اپنے خیال
کر لیے کہ خداوند جل شانہ اون معانی سے مبرا ہی اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف نہوئے
اور نہ اونکے کچھ معنی خیال کیے بلکہ تسلیم و تصدیق کے طور پر ایمان لائے اور عمل مین

مصروف ہو کر گفتگو کو بالائے طاق رکھدیا یہ لوگ اصحاب یمین میں سے سمجھے جاتے ہیں اور جو
لوگ خیال فاسد بناتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور جو حقیقت کے عارف ہیں وہ مقرب لوگ ہیں
اور اللہ تعالیٰ نے ذکر ان تینوں قسم کے لوگوں کا اس آیت میں فرمایا ہے فَأَمَّا إِن كَانَ
مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ
فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ
اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتیں کم سمجھتے ہیں اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے
دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثلاً شافعی مذہب والوں کو حضرت امام شافعی رحم سے محبت ہے
اس محبت میں فقیہ اور عالم اور عوام سب شریک ہیں اور انکا فضل اور دینداری اور سیرت نیک
اور خصائل حمیدہ سب کو ایک قدر ہی معلوم ہے اور انکا علم مجمل جانتا ہے اور فقیہ مفصل جانتا ہے
اسلیے فقیہ کا آپ کو جاننا کامل ہوگا اور اس جاننے سے آپکے ساتھ محبت اور تعجب بھی
فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہے اور اوسکو اچھا جانتا
اور اوس تصنیف کے باعث مصنف کی فضیلت جانتا ہے تو اوسکی قدر جانتا ہے اور محبت بڑھتا اور
اور اوسکی طرف اوسکا دل مائل ہوتا ہے پھر اگر اوس تصنیف کی نسبت کوئی دوسری
تصنیف اوس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھیگا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ اوسکے کمال کی
معرفت بھی بڑھیگی اسیطرح آدمی کسی شاعر کے باب میں اگر اعتقاد رکھتا ہے کہ شعر خوب کہتا ہے
تو اوس سے محبت کرتا ہے اور جب اوسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہے کہ جنمیں شاعر کی مہارت
اور صنعت دانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہے اور محبت بھی زیادہ ہو جاتی ہے اسیطرح
تمام صناعات اور فضائل کا حال ہے اور عامی کبھی سنتا ہے کہ فلاں شخص مصنف ہے اور اوسکی
تصنیف اچھی ہوتی ہے مگر مضمون تصنیف سے واقف نہیں ہوتا تو اوسکو مجمل معرفت ہوتی ہے
اور اوسی نسبت کی میل و محبت بھی مجمل ہوتا ہے اور دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہے
اور اوسکے عجائب پر واقف ہوتا ہے تو اوسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہے اسواسطے کہ عجائب
صنعت اور شعر و تصنیف کے صفات صانع اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہیں
اس عالم سب کا سب خدا تعالیٰ کی ساخت و تصنیف ہے اور عامی صرف اسکا اعتقاد
اور علم رکھتا ہے مگر اہل بصیرت اوسکی صنعت کی تفصیل سے واقف ہوتا ہے یہانتک
کہ مچھر میں مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہے کہ اوسمیں عقل دنگ ہو

شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار		ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اسی وجہ سے اوسکے دل میں خدا تعالی کی عظمت و جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہے
اور اوسکے باعث محبت بڑھتی ہے اور جسقدر صنائع الٰہی کی عجیب باتوں پر اطلاع بڑھتی جاتی ہے
اوسیقدر اوسکی عظمت و جلال دل میں زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اوتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے
اور انتہا کہ عجائب صنع الٰہی کا دریا ناپیداکنار ہے اسلیے محبت میں اہل معرفت کا تفاوت بھی
بیشمار ہے اور جن سببوں سے کہ محبت میں اختلاف ہوتا ہے وہ اختلاف اون پانچوں سببوں کا ہے
جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص خدا تعالی سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے
کہ وہ اوسکا محسن اور منعم ہے اور اوسکی ذات سے محبت نہیں رکھتا تو اوسکی محبت ضعیف ہے اسواسطے
کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہے تو بلا کی حالت میں یہ محبت ایسی نہیں ہوتی جیسی
خوشی اور آسایش کی حالت میں ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اسوجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات
پاک خداوندی مستحق محبت ہے کہ کمال و جمال اور مجد و عظمت سب اوسکو حاصل ہے تو اوسکی محبت
احسان کے مختلف ہونے سے نہیں بدلا کرتی ہمیشہ یکساں رہتی ہے غرضکہ محبت میں لوگوں کے
مختلف ہونیکی یہ وجہ ہے اور اسی سبب سے سعادت اخروی میں فرق ہوا کرتا ہے اور
اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا

آٹھواں بیان اس امر کی وجہ میں کہ معرفت خدای پاک میں خلق کی فہم کیوں قاصر ہے
واضح ہو کہ موجودات میں سے ظاہرتر خدای پاک ہے اور اس سے چاہیے تھا کہ سب معرفتوں سے
اول اوسکی معرفت فہم میں آتی اور عقل پر سہلتر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہے تو اسکی وجہ
بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات میں سے ظاہرتر ہے یہ ایسے
باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ میں نہیں آنیکا اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر کسی انسان کو
لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھیں تو اوسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب جو [illegible]
میں سے ظاہرتر ہوگا یعنی اوسکی زندگی اور علم اور قدرت اور ارادہ کام کا ہمارے
نزدیک میں اوسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ
صفات باطنی مثل شہوت و غضب و خلق اور صحت و مرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہیں
باقی رہیں صفات ظاہری اونمیں سے بعض کو ہم نہیں جانتے اور بعض میں شک ہے
مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہو سکتے ہیں مگر انمیں کسیوقت

شناس بھی رہ سکتا ہے اور حیات اور علم اور قدرت وارادہ بدون اسکے کہ اونمین حس بصر کا
لگاؤ ہو یہ چیزین ظاہر ہو جاتی ہین کہ یہ چیزین علاوہ حس باصرہ کے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین
لیکن یا ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہو سکتا پھر اگر ہم تمام عالم کیطرف بھی
نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خدای تعالی کی صفت ہمکو معلوم ہو دونون صورت مین بات تو
ایک ہی اور بہت صاف ہے بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرینگے اور جو حس ظاہری اور باطنی سے
ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات و شجر یا حیوان یا زمین و آسمان یا ستارے
یا خشکی و تری یا عناصر یا عرض و جوہر وغیرہ تو ان سب سے وجود اللہ تعالی کا اور قدرت
و علم اور تمام صفات ضروری مشاہدہ ہونگے اور سب سے ثبوت کامل جسکے وجود وغیرہ کا
بلکہ اول دلیل خدای تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور
احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات و سکنات مین پھر جانا ہے اور
ہمکو عالم کی راہ سے ظاہر ترین ہمارا نفس معلوم ہوتا ہے پھر وہ چیزین جو ہماری حواس خمسہ سے
معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل و بصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین
ہر ایک چیز ایک شاہد و دلیل جداگانہ ہے اور جتنی چیزین عالم مین ہین سب کی سب شاہد ناطقہ
اور دلائل کاملہ اس بات پر ہین کہ اونکا پیدا کرنیوالا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا
موجود ہے اور اوسکے علم و قدرت اور لطف و حکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکہ
کی کچھ انتہا نہین تو خدای تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر
کاتب کی حیات و علم و قدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنی اوسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے
ثابت اور ظاہر ہو جاتی ہے تو خدای تعالی کا وجود و حیات وغیرہ کسطرح ظاہر نہوگا اوسکے لیے
تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اوسکے وجود وغیرہ پر دال نہو ہمارے نفسون کے اندر کوئی شے
ایسی ہے نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک چیز زبان حال سے پکار رہا ہے کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک
نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہے اور یہی ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور
گوشت پٹھے اور مسامات اور ہاتھ پاؤن کی صورت اور تمام اجزاء ظاہری و باطنی شاہد ہین اسلیے
کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ
خود بخود نہین ہلتا لیکن اور اسیجا کہ موجودات مین سے کوئی شے مدرک و محسوس اور معقول اور حاضر
اور غائب ایسی نہین جو خدای تعالی کے وجود پر شاہد نہو تو اسلیے اوسکا ظہور اتنا ظاہر ہو گیا

کہ عقلین اوسکے ادراک سے متحیر رہگئین اسلیے کہ جو شی کہ اوسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہو اوس
قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا اوس شی کا بذات خود خفی اور باریک ہونا جسکی مثال ظاہر ہے
معلوم ہی ہے یا اوس شی کا وضوح حد سے زیادہ ہونا جیسے شپرہ رات کو دیکھتی ہی اور دن کو نہین دیکھتی
نہ اسوجہ سے کہ دن بہ نسبت رات کے پوشیدہ ہی بلکہ اسوجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہی اور شپرہ
اپنے ضعف بصر سے اوسکی تاب نہین رکھتی آفتاب کا نور چمکتا اور خوب ظاہر ہونے کے وقت اوسکی
بینائی کو خیرہ کر دیتا ہے ہان جب وسمین کچہ تاریکی ملجاتی ہی اور ظہور مین ضعف آجاتا ہی تو اوسکی
بینائی کام دینے لگتی ہی اسیطرح ہماری عقلین ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجہ کی
چمک اور نور اور شدت کا شمول کہتا ہی کہ کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے نہین چہپا
ہر سنگ مین شرار ہی تیرے ظہور کا + مصداق اس بیان کا ہی جب بالکل ثابت ہوا زمین و آسمان مین
کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے خالی نہین تو یہی ظہور سبب اوسکے خفی ہونے کا ہوگیا ہی سبحان اللہ

افراط نور آڑ ہو جسکے جمال کی		کب چشم و دل کو تاب ہو اوسکے جلال کی

اور شدت ظہور کے باعث خفی رہنے سے تعجب نکرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین یا اپنی ضدون سے
کہل جایا کرتی ہین اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہ ہو اوسکا ادراک ضرور مشکل ہوگا
یا اشیا ہی مختلف طور کی ہون کہ کچہ دلالت کرتی ہون اور کچہ نکرتی ہون تو جلد اونمین فرق
معلوم ہو سکتا ہی اور اگر سب اشیا ہی دلالت مین ایک ہی طرح پر مشترک ہون تب بھی مشکل ہوگی
مثلا آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہی ہمکو معلوم ہی کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر جاتا رہتا ہی
اور ایک عرض آفتاب کے ساتھہ قائم ہی پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو
ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام مین بجز اونکے رنگون سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز
نہین کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہین روشنی تو جسم نہین ہو کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب
غروب ہوگیا اور تاریکی سب جگہ پہیلی تو ہمکو دونون حالون مین فرق معلوم ہوا اور جان لیا
کہ اجسام کو روشنی دہوپ سے تہی اور اونمین ایک بات تہی کہ وہ غروب ہو جاتی سے ہمنے غرض ہمکو
دہوپ کا وجود اوسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نیست نہوتی تو اوسپر اطلاع مشکل ہی ہوتی
اسلیے کہ اجسام ایک شی نظر پڑتے اندہیرے اوجالے کا کچہ فرق نہوتا پس یہ کہنا چاہیے
کہ نور سے چیز جو محسوسات مین سے ظاہر تر ہی اور دوسری چیزون کو ظاہر کرتا ہی صرف ظہور کے
باعث اوسکا حال کیسے مشتبہ ہو سکتا ہی بشرطیکہ اندہیرا نہوا اب خدای تعالی تو سب امور سے

ظاہر ہوا ہے اور سب چیزیں اوسی سے ظاہر ہوئی ہیں اگر اوسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو
تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہو جاتے اور دونوں حالوں میں فرق معلوم
ہوتا اسی طرح اگر بعض چیزیں اسکے ساتھ موجود ہوتیں اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونوں
چیزوں کی دلالت میں ہوتا لیکن اوسکی دلالت سب اشیا میں ایک ہی طرح ہے اور اوسکا وجود
سب احوال میں دائم و قائم ہے کہ اوسکے خلاف ہونا محال ہے تو بالضرور شدت ظہور موجب اخفا کی
ہوا ہے یہی باعث فہم کے قاصر ہونے کا ہے لیکن جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہے
وہ اپنے اعتدال کے حال میں سوا اللہ تعالی کے اور کسیکو نہیں دیکھتا نہ اور کو پہچانتا ہے اور
جانتا ہے کہ موجود سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہیں ہے اور افعال اوسکے آثار قدرت میں
ایک اثر ہیں تو وہ اوسکے تابع ہیں واقع میں بدون اوسکے غیر کا وجود نہیں بلکہ وجود اوسی واحد
برحق کو ہے جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہے اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہیں دیکھتا
جسمیں اوسکی نظر فاعل حقیقی کی طرف نہ ہو نہ آسمان کو آسمان جانے نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو
اونکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا میں اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک واحد برحق کی صنعت
و صنائع ہیں تو فقط اوسکی نظر غیر کیطرف جاتی ہی نہیں جیسے کوئی شخص کسی کا شعر یا خط
یا تصنیف دیکھتا ہو اور کاتب و مصنف کیطرف خیال کرے اور ان چیزوں کو اوسکا آثار
دیکھے کہ اون میں صاحب کے آثار ہیں تو ایک شئی نظر سے کہ سیاہی ہے کا غذ پر لکھی ہوئی نہیں
تو ظاہر ہے کہ اوس شخص کی نظر غیر مصنف کیطرف نہ ہو گی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خدای تعالی
کی ہے تو جو شخص اوسکی طرف اس اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہے اور اسی اعتبار سے اوسکو
پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی میں ناظر ہوگا نہ اوسکا عارف نہ دوسرے کا
محب اور وہ واقع میں موحد حقیقی وہی ہو گا جو خدای تعالی کے سوا اور کسیکی طرف نظر نہیں کرتا
یہاں تک کہ اپنے نفس کیطرف بجز اس اعتبار کے نہیں دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہے پس ایسے ہی
شخص کو کہا کرتے ہیں کہ توحید میں فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس قول میں کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ ہی پھر خودی سے فنا ہو گئے تھے اب بے
خودی کے پتلے ہیں یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہیں لوگوں کی فہم ضعیف ہے
اونکو معلوم نہیں کر سکتے اور علما سے اونکی تشریح اور توضیح ایسی عبارت میں نہیں ہو سکتی
جسے اور لوگ بھی غرض کہ توحید بیان ... علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس میں مشغول ہیں اور

اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس بات کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی فہم معرفت
الٰہی سے قاصر ہیں اور اسکے اوپر یہ امر زائد ہوگیا کہ مدرکات حس کے سبب جو خدا تعالیٰ پر شاہد ہیں
آدمی کو اونکا ادراک لڑکپن میں بے عقلی کی حالت میں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہے
حالانکہ او سوقت اپنی شہوات میں ڈوبا رہتا ہے اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے او
مالوف و مانوس ہوجاتا ہے دلمیں اونکی کچھہ قدر و منزلت نہیں رہتی کہ اونکے باعث کوئی نئی
بات معرفت کی اوس سے سرزد ہو ہاں اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا سبزہ یا کوئی اور فعل
خدا کے افعال میں سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہے تو خود بالطبع معرفت کا قول زبان پر
آجاتا ہے اور کہنے لگتا ہے سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جنکو یا روز
ہوتا ہے دن بھر دیکھتا ہے اور یہ سب شواہد قاطعہ ہیں مگر اوسکو زیادتی انس سے اونکا
شاہد ہونا محسوس نہیں ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادرزاد عاقل بالغ ہو پھر ایکبارگی اوسکی آنکھ
کھلجائے اور آسمان و زمین اور درختوں اور نباتات و حیوانات پر دفعتہ اوسکی نگاہ پڑے
تو خوف ہے کہ کہیں اوسکی عقل چکر میں نہ آجائے کیونکہ ایسی عجائب چیزوں کی شہادت اونکو
خالق پر اوسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ یہی جیسے اسباب اور شہوات میں ڈوبا ہونا
خلق پر راہ معرفت بند ہے تو یہاں یہ مثل صادق آتی ہے کہ بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈھورا
اور اسیلیے کسی نے قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

تو وہ ظاہر ہے کہ پوشیدہ نہیں خلقت پر	ایسا جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب
ہے ترا پردہ تو فقط یہ ہی نہایت کا ظہور	کیسے معلوم ہو جسکا کہ ہو شہرت ہی حجاب

طریق معرفت آشنا یار اور لوگ اوس سے اتنے دور شعر

دوست نزدیک تر از من بمن ست	وین عجب تر کہ من از وے دورم

بدیہی امور جب مطلوب ہوتے ہیں تو مشکل ہوجاتے ہیں

نواں بیان شوق الٰہی کے معنوں کے ذکر میں — جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا
واقع میں ہونے کا منکر ہے اوسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق
تو محبوب ہی کیطرف ہوتا ہے اور ہم یہاں ثابت کرتے ہیں کہ عارف کو شوق خدا کیطرف ضرور
ہوتا ہے اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہے اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہے اول بطریق نظر اور تجربہ
بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات میں تو وہی کافی ہے جو

اثبات محبت مین پہلے کہہ چکا ہون کہ جو چیز محبوب ہے غائب ہونے کی صورت مین اوسکی طرف
اشتیاق ضرور ہوتا ہی اور جو موجود اور حاصل ہو اوسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق
نام طلب اور اشتیاق کا ہی کسی امر نایاب اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہے
کہ شوق اوسی چیز کی طرف ہوتا ہی جو ایک وجہ سے مدرک ہو اور ایک وجہ سے غیر مدرک اور جو چیز
کبھی ادراک نہوا ہو تو اوسکی طرف اشتیاق بھی ہرگز نہوگا مثلاً اگر ایک شخص دوسرے
شخص کو نہ کبھی دیکھا اور اوسکی تعریف سنی تو خیال مین نہین آتا کہ وہ اوسکا مشتاق ہو اسیطرح
اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجہ سے ہو جاوے تو اوسکی طرف بھی شوق نہین ہوتا اور کمال
ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے پس جو شخص اپنے محبوب کے مشاہدہ مین ہو اور اوسکو دائم دیکھتا ہو
اوسکا تصور بھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق اوسی چیز سے متعلق ہوتا ہے جو ایک وجہ سے
مدرک ہو اور ایک وجہ سے نہین اور اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک معشوق
اوسکے پاس نہین اور اوسکا خیال اوسکے دل مین ہی تو اوس خیال کی تکمیل کے لیے دیکھنے کا مشتاق
ہوگا اور اگر یاد اوسکے دل سے اوسکا خیال اور ذکر فراموش ہو جاوے اور بھولا ہوا ہو گیا
تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص کیا اوسکا مشتاق ہو اور اگر اوسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا
کہ دیکھنے کے وقت اوسکا مشتاق ہو اسلیے کہ شوق کے معنی تو یہ ہین کہ جو خیال دل مین ہے
اوسکی تکمیل کا طالب ہونا اور یہ بات وہان کسیطرح پائی جاتی ہے اسیطرح کبھی عاشق کو اندھیرے مین
دیکھتا ہو اسطرح کہ اوسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اس دیدار کی تکمیل کا
ہوتا ہی اور چاہتا ہی کہ جانا رہے تو اوسکو روشنی مین دیکھ لون یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر
اوسکے بال اور محاسن نہین دیکھے تو اوسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہی گو اونکو کبھی نہ دیکھا ہو اور
نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے کا جما ہو گا مگر یہ معلوم ہی کہ اوسکا ایک عضو یا کئی عضو خوبصورت
ہین اور تفصیل جمال کی دیکھنے سے معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہی کہ جو بات کبھی نظر
سے نہین پڑی وہ منکشف ہو جاوے اور یہ دونون صورتین خدای تعالی مین متصور ہین بلکہ ہر ایک
عارف کے لیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھہ امور الٰہیہ مین سے عارفون پر واضح ہوا ہے
گو غایت وضوح اوسمین ہو مگر بھی ایسا ہی کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہی تو نہایت
درجہ کا وضوح نہوا بلکہ مشابہ تخیلات کے ساتھہ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سے
معلومات کے لیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے اور اس قسم کے خیالات معارف کو

واضح کرتے ہیں اور ان خیالات پر کار و بار دنیاوی بھی اضافہ ہو جاتے ہیں سو جمال و کمال کا وضوح
مشاہدہ اور تجلی کے اشراق تام کا نام ہے جو دنیا میں نہیں ہو سکتی آخرت میں ہوگی اور چونکہ یہ نہایت
محبوب عارفوں کا یہی ہے تو بیشک موجب شوق ہوگی تو ایک قسم شوق کی تو یہ ہوگی یعنی
جس چیز کا انکشاف کسیقدر ہوا تھا اوسکے کامل انکشاف کا مشتاق ہونا۔ اب دوسری قسم یہ ہے
کہ امور الٰہیہ کی کچھ انتہا نہیں ہے بندہ کے لیے کسیقدر منکشف ہوتے ہیں اکثر غیر متناہی
نامعلوم رہجاتی ہیں اور عارف کو اونکے وجود کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ امور جنکو
کہ معلوم ہیں اور یہ کہ جتنی باتیں مجھکو معلوم نہیں وہ معلومات کی نسبت کہیں زیادہ ہیں اسلیے ہمیشہ
اوسکا طالب و مشتاق رہتا ہے یہانتک کہ اوسکو اصل معرفت اون معلومات کی ہو اور جو باقی معلوم
ہونے سے باقی ہیں نہ اونکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور پر اور شوق اول تو آخرت میں تمام
ہوگا یعنی اوس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہیں اور اس شوق کا دنیا میں
فرو ہوجانا ممکن نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن
میں نے عرض کیا کہ الٰہی تو اگر اپنے عاشقوں میں سے کسیکو ایسی چیز عنایت فرماتا ہے جس سے
اوسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہوجاتی ہو تو وہ چیز مجھکو بھی مرحمت ہو مجھکو اضطراب نے
بہت تنگ کیا ہو میں رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ خداوند کریم نے مجھکو اپنے سامنے
کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہے جس سے میری
ملاقات سے پیشتر ہی تسکین خاطر کرنے بتا تو سہی کوئی مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے
پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہے میں نے عرض کیا کہ الٰہی میں نے تیری محبت میں حیرت زدہ ہو کر
معلوم نہ کیا کہ کیا کہوں اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجھکو سکھلاوے کہ کیا کہوں ارشاد ہوا
کہ یوں کہو اللّٰھم رضّنی بقضائک وصبّرنی علی بلائک واوزعنی شکر نعمائک
کیونکہ یہ شوق آخرت میں فرو ہوگا۔ اور دوسری قسم شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اوسکا انجام نہ دنیا میں ہو نہ آخرت میں سو اسلیے کہ اوسکا انجام جب ہو جب آخرت میں
بندہ کو خداوند تعالیٰ کا جلال اور اوسکے صفات اور حکمت و افعال اسقدر معلوم ہوں جسقدر
کہ خداوند تعالیٰ کو معلوم ہیں اور یہ امر قطعاً محال ہے اسواسطے کہ معلومات الٰہی کی کچھ انتہا نہیں
اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال و جلال میں سے ابھی اور کچھ باقی ہے جو مجھپر نہیں کھلا تو
کبھی اوسکا شوق فرو نہ ہوگا خصوصاً جس وقت وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا

سنا ہے کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے - اور حضرت داؤد علیہ السلام کا اخبار میں مروی ہو کہ
خدا تعالی نے اونکو ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میری یہ بات زمین والونکو سنا دے کہ جو مجھسے محبت کریگا میں
اوسکا حبیب ہوں اور جو میرے پاس بیٹھے گا میں اوسکا جلیس ہوں اور جو میرے ذکر سے انس
حاصل کریگا میں اوسکا انیس ہوں اور جو میرے ساتھ رہیگا میں اوسکے ساتھ ہوں اور جو مجھکو
اختیار کریگا میں اوسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا میں اوسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے
محبت کرتا ہے اور اوسکی محبت دل سے مجھکو خوب معلوم ہو جاتی ہو تو میں اوسکو اپنے واسطے قبول
کرتا ہوں اور اوس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ میری خلق میں سے اوسپر کوئی مقدم نہیں ہوتا
جو مجھکو سچ سچ طلب کرتا ہے وہ مجھکو پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہے وہ مجھکو نہیں پاتا تو اے زمین کے
باشندو تم اب جس حال میں ہو کہ دنیا کے فریب میں آ رہے ہو اوسکو چھوڑو اور میری کرامت اور
محبت اور پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو میں تمھارے ساتھ انس کرونگا اور
تمھاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ میں نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسی
اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہے اور میں نے مشتاقوں کے دل اپنے نور سے بنائے ہیں
اور اپنے جلال سے اونکو پرورش کیا ہے اور بعض انبیاء سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے بعض
صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے کچھ خاص بندے ایسے ہیں جو مجھسے محبت رکھتے ہیں
اور میں اونسے محبت رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں اونکا مشتاق ہوں اور وہ
مجھکو یاد کرتے ہیں میں اونکو یاد کرتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں اونکی طرف دیکھتا ہوں
اگر تو بھی اونکی راہ چلیگا تو میں تجھسے محبت کرونگا اور اگر اونکی راہ سے پھر جائیگا تو تجھپر غصہ ہونگا
اوس بزرگ نے عرض کیا کہ الہی اون بندوں کی پہچان کیا ہے حکم ہوا کہ دن کو سایہ کو ایسا
تاکتے ہیں جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریوں کو تاکتا رہتا ہے اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق
رہتے ہیں جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے پس جب رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا
کھیجاتا ہے اور بچھونے بچھ جاتے ہیں اور [illegible] ہوتے ہیں اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے
ملتا ہے اوسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اوٹھاتے ہیں اور پیشانی بچھاتے ہیں اور میرے
کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہیں بعضے
کوئی چیختا ہے کوئی روتا ہے کوئی آہ کرتا ہے کوئی شاکی ہے کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع
کرتا ہے اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہیں اور میری محبت کی

شوق کا بیان [illegible] پھر جو باتین اونکو دیگا تو تین باتین ہین اول کہ
اپنے نفس [illegible] اونکو [illegible] کہ وہ جس حال سے خبر دینگے جیسے مین اونکے حال سے خبر
دیتا ہون [illegible] اور [illegible] اونکے روبرو کے مقابل
ہونگی تو مین اونکو [illegible] اونکی طرف
کرونگا [illegible] معلوم ہوتا [illegible] دیا جاتا ہے
اور [illegible] حضرت داؤد علیہ السلام [illegible] کہ خدای تعالی نے [illegible] وحی بھیجی کہ ای
داؤد [illegible] شوق [illegible] عرض کیا کہ الٰہی
تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا [illegible] مشتاق [illegible] ہر ایک کدورت
صاف کیا ہے اور [illegible] اپنی طرف [illegible] کر دیا ہی جس
وہ میری [illegible] اپنے ہاتھ مین [illegible] آسمان [illegible] دیکھتا ہون پھر
فرشتون کو [illegible] ہون [illegible] مین اونکو ارشاد ہوتا ہون
کہ مین [illegible] نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہی کہ [illegible] مشتاقون کے دلون کو دیکھاو
اور اونکے [illegible] آسمان مین فرشتون کو ایسا [illegible] جیسے
آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہی ای داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے
اور اپنے [illegible] سے اونکی [illegible] کی اونکو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا
اور اونکے بدنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور اونکے دلون مین ایک راہ
رکھی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز اونکا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہی حضرت داؤد
نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو اپنے عاشقون کی زیارت کرادے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان
چودہ آدمی کہ اونمین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین اونسے جا کر میرا
سلام کہنا اور کہیو کہ تمہارا رب بعد سلام کے کہتا ہی کہ تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے
تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمہاری
صحبت کیطرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے اور لوگونکو
ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدای تعالی کی عظمت مین فکر کر رہے ہین جب اونھون نے حضرت داؤد
کو دیکھا تو اوٹھے تاکہ اونسے علیحدہ ہو جاوین آپنے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمہارے
پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آیا ہون او [illegible] کیطرف متوجہ ہو کر کان لگا دئے

اور کہتے ہیں کہ الیسع نے حضرت داؤد سے فرمایا کہ میں پیغام لایا ہوں کہ خدا تعالیٰ بعد سلام
تمسے فرماتا ہے کہ تجھسے کوئی حاجت کیوں نہیں مانگتے ہو کیوں نہیں پکارتے کہ تمہاری دلداری
تم تو میرے دوست اور دہتا اور اولیا ہو تمہاری خوشی سے میں خوش ہوتا ہوں اور تمہاری
محبت کی طرف سرعت کرتا ہوں اور جیسا ماں شفیقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہے اسیطرح میں ہمیشہ
تمکو دیکھتا ہوں یہ سنکر اون سب کے آنسو چہروں پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جدا دعا مانگی اونمین
بوڑہے نے کہا الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندون کی اولاد ہیں جسقدر ہماری
عمر گذشتہ میں تیری یاد موقوف ہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے
بندے اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں جو معاملہ ہم میں اور تجھ میں ہوا اوس میں ہمپر احسان کرکے
حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندون کے بیٹے
ہیں کیا ہم تجھسے دعا پر جرات کریں تجکو تو معلوم ہے کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہیں اتنا
احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر جارہنا ہمارے لیے ہمیشہ کیواسطے کر دے اور اس بات
ہمپر بار منت رکھ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہمسے تیری رضا کی طلب میں قصور ہوا تو اپنے جود سے
اوسپر ہماری اعانت کر پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت میں
غور کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت میں مشغول اور تیرے جلال میں متفکر ہو وہ بھلا
کلام کی جرات کر سکتا ہے ہمارا مقصود تو یہی ہے کہ اپنے نور سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی
چونکہ تو عظیم الشان ہے اور اپنے اولیا سے قریب رہتا ہے اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان
کرتا ہے اسلیے ہماری زبان یارا نہیں دیتی کہ تجھسے کچھ دعا کریں ساتوین نے کہا کہ خدایا جو تو نے
ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا
تو اس نعمت کے شکر میں جو ہمسے تقصیر ہوئی ہے اوسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری
حاجت تو تجکو معلوم ہی ہے وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہے نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا سے
کچھ جرات نہیں کر سکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دعا کا اپنے الطاف سے کیا ہے اسلیے عرض کرتے ہیں
کہ ہمکو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانوں کے طبقات کے اندھیروں میں راہ ملے دسوین نے
کہا کہ خدایا تجھسے تجھی کو چاہتے ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے
کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ تو نے ہمکو عنایت کی ہے اوسکے پورا کرنے کی تجھسے درخواست ہے
بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوق میں سے تو ہمکو کسی چیز کی حاجت نہیں بس اپنی جمال کی

بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اوسکو اطمینان ہوتا ہے - اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام
کو اخبار میں ہی کہ اے داؤد جو بات کہ میری محبت کیطرف سے تجھ پر ہو اوسکو صبر سے لے کیونکہ اگر
میں خلقت سے پوشیدہ رہوں اور تم میں اور اپنے درمیان میں پردہ کو دور کر دوں
تو اسمیں تمہارا کیا ضرر ہے تم مجھکو اپنے دلوں کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر دنیا کو
تمسے علیحدہ رکھوں اور دین کو تمپر فراخ کر دوں تو اسمیں تمہارا کیا نقصان ہے اور جبکہ تم
میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی اخبار میں
ہی کہ اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تجھکو یہ گمان ہی کہ تو مجھے محبت رکھتا ہی پس اگر یہ بات سچی ہی
تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں
جمع نہیں ہوتی ای داؤد میری محبت اگر چاہتا ہی تو دنیا خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری
ملناجلنا دین میں میری تقلید کر لوگوں کی رسم کی بات اوسمیں نہ کر جو کہ میری محبت کے
موافق تجھکو معلوم ہو تو اوسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اوسکو میرے حوالہ کر علاوہ ازیں میں تیری
سیاست اور راستی پر رہنے کیطرف سبقت کرتا ہوں اور تیرا ہادی اور قائد ہوں بدون اسکے
تجھکو دیتا ہوں اور سختیوں پر مدد کرتا ہوں اور میں نے اپنے نفس پر قسم کہا لی ہی کہ بدون اس
بندے کے کسیکو ثواب نہ دونگا جسکا مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجھکو معلوم ہو جاوے
اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہو جاویگا تو میں کلفت اور وحشت کو تجھسے دور کر کے
تیرے دل میں غنا بھر دونگا اسلیے کہ میں نے اپنے نفس پر قسم کہا لی ہی کہ جو بندہ اپنے نفس پر
مطمئن ہو کر اوسکے افعال کا نگران رہتا ہی تو میں اوسکو اوسکے نفس کے حوالہ کر دیتا ہوں تو
اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہوں ورنہ تو گنہگار ہوگا اور تجھسے
تیرے ساتھیوں کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجھکو نہ ملیگی کیونکہ اوسکی کچھ انتہا نہیں
اور جب تو زیادہ مجھسے مانگیگا تو میں تجھکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہیں
پھر بنی اسرائیل کو جتا دے کہ مجھ میں اور کسی مخلوق میں کوئی رشتہ نہیں اس صورت میں اونکی رغبت
اور ارادت بھی میری طرف زیادہ ہونی چاہیے میں اونکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری مجھکو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اپنے دل کی آنکھ سے
میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے اون لوگوں کیطرف مت دیکھ جنکے دل اور آنکھیں
مجھسے محجوب ہیں اور تیرے مہار ہوئے ہیں میں نے اونسے ثواب منقطع کر دیا ہی میں نے

ہو اس سے بہرحال وہ اپنے نفس ہی کی محبت کہیگا اور جو الفاظ کہ خدا تعالی کی محبت میں
بندوں کے ساتھ وارد ہیں سب اول ہیں اور حال اونکا یہ ہے کہ محبت کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالی بندہ کے
دل پر سے حجاب کھول دیتا ہے یہانتک کہ بندہ اوسکو اپنے دل سے دیکھنے لگتا ہے یا یہ کہ بندہ کو اپنے
قرب پر قادر کر دیتا ہے یا ازل میں اوسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادہ ازلی کیطرف نسبت
کیا جاوے جس سے کہ بندہ لائق قرب کا ہوا ہے تو اس صورت میں محبت خدا تعالی کی کسی
بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اوس فعل کیطرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو
بندے کے دل پر سے دور کرتا ہے تو اس صورت میں محبت حادث ہوگی کہ سبب حادث سے پیدا
ہو جاویگی چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه
یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفای باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجہ قرب الہی میں پہونچنے کا
ہوتا ہے اور یہ سب امور خدا تعالی کے فعل اور لطف و کرم سے اوسکے ساتھ ہوتے ہیں یہی معنی
خدا تعالی کی محبت کے ہیں اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ میں نہ آویگی اور وہ یہ ہے کہ مثلاً
ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہے اور ہر وقت اپنے حضور میں حاضر رہنے کا اوسکو
حکم دیتا ہے یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا اوسکے مشاورے سے آرام پاویگا یا اوسکی
رائے کی امور میں لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اوسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ
اوس غلام سے محبت کرتا ہے یعنی بادشاہ اوسکی طرف اس جہت سے مائل ہو کہ اوسمیں ایک امر
موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہے تو یہ صورت تو محبت کے اول معنوں سے ہوئی
اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہے اور حضور سلطانی میں آنے سے اوسکو منع نہیں کرتا
نہ اس جہت سے کہ اوس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اوس غلام میں
بذات خود وہ عمدہ اخلاق اور خصائل حمیدہ پائے جاتے ہیں کہ انکے ہوتے ہوئے اوسکو یہی
زیبا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں قرب اور سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اوس سے کچھ بھی غرض نہ
ہو تو اس صورت میں اگر بادشاہ اوس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اوٹھا دے گا تو یہی
کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت کرتا ہے اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ میں سے وہی
حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہوں تو کہا جاویگا کہ اوسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے
آپکو بادشاہ کا محبوب کر دیا پس محبت الہی بندے کے ساتھ ان معنوں کے ساتھ ہے جو گذر چکے
نہ اول معنوں کے ساتھ بلکہ دوسرے معنوں کے ساتھ بھی نسبت پاتی ہے کہ ان قرب سے یہ نہ سمجھو

محبت بندے کے ساتھ اس طرح ہو کہ پہلے [illegible] اور اوسکے
باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرے کہ اپنی ذات پاک کے حضور پیدا فرما دے اور اوسکے
دل سے حجاب اوٹھا ڈالے یہان تک کہ بندہ اوسکا مشاہدہ اسی طرح کرے گویا اپنے دل سے
اوسکو دیکھ رہا ہو الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اوسکے یہ معنی ہین کہ بندہ اسکا خواہش کرے
اس کمال کو جس سے وہ مفلس ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز اوسکے نہین ملی اوسکی طرف اوسکا اشتیاق
ہوگا اور جب اوسمین سے کسیقدر اوسکو پایگا تو اوسمین سے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت شوق
خدای تعالیٰ کی طرف سے محال ہے - اب اگر یہ کہو کہ خدای تعالیٰ کی محبت بندے کے ساتھ
ایک امر مشتبہ ہے ہم کس طرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی علامتین پائی جائین تو
اوسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اِقْتَنَاہُ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے
پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اوسکے پاس مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت
الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ پہچان ہے کہ اوسکو غیر سے متنفر کرے اور اوسمین اور غیر اللہ مین
حائل ہو جاوے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسینے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی
دراز گوش کیون نہین خریدتے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات گران ہے کہ مجھکو اپنی ذات
پاک سے چھوڑا کر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے - اور حدیث شریف مین ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اِجْتَبَاہُ فَاِنْ رَضِیَ اِصْطَفَاہُ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو
خدا سے محبت کرے اور خدای تعالیٰ تجھکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجھکو برگزیدہ
فرمایا چاہتا ہے - اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھکو کچھ محبت سوجھائی دی ہے
اونھون نے پوچھا کہ بھلا خدای تعالیٰ نے تجھکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا ابتلا بھی کیا ہے
کہ اوسکے اوپر تو نے خدای تعالیٰ کو ترجیح دی ہو اوسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی اونھون نے فرمایا
کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خدای تعالیٰ بدون ابتلا کرنے کے اوسکو عنایت نہین کیا کرتا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا جَعَلَ لَہٗ وَاعِظًا مِّنْ نَفْسِہٖ
وَزَاجِرًا مِّنْ قَلْبِہٖ یَاْمُرُہٗ وَیَنْہَاہُ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ
بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہے کہ بندہ
خدای تعالیٰ سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خدای تعالیٰ اوس سے محبت کرتا ہے

ح: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب کرتا ہے تو اوسکو مبتلا کرتا ہے اور جب کامل محبت اوس سے کرتا ہے تو اوسکو خالص کر لیتا ہے [illegible]

ح: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبت کرتا ہے تو اوسکو مبتلای آفات کرتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اوسکو برگزیدہ کرتا ہے اور اگر راضی ہو تو مصطفیٰ کرتا ہے ۱۲ [illegible]

[illegible]

اور جو شخص کہ اوس بندے کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ خداوند کریم اوسکے سب امور
ظاہری اور باطنی اوسکے اور علانیہ کا کفیل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلاتے وہی اخلاق کی
درستی فرماتے وہی اوسکے اعضا کو نیکی مین مصروف کرے وہی اوسکے ظاہر و باطن کو براہ راست
لاتے اوسکی فکرون کو ایک ہی فکر مین لگانا اوسیکا کام ہو اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت
اور خلوت کی مناجات سے انس دینا اور اپنے اور اوسکے درمیان سے حجاب کا دور کرنا سب
اوسیکی طرف سے ہو اس قسم کی علامات سے محبت اللہ تعالی کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہی
اب ہم علامات بندے کی محبت کے خدا سے تعالی سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس
محبت پر دال ہوا کرتے ہین۔ علامات بندے کی محبت کے خدای تعالی سے
جاننا چاہئے کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کیا کرتا ہی دعوی تو آسان بات ہو لیکن محبت کا پایا جانا
بہت کم ہوتا ہی آدمی کو بچنا چاہیے کہ شیطان کے فریب مین نفس جو دعوی محبت الہی کرے تو اوسپر
فریفتہ ہو جاوے جب تک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور حجت اور برہان سے
صادق دعوی معلوم نہو جاوے محبت ایک درخت عمدہ ہی جسکی جڑ نیچی ہو اور شاخ بالای آسمان
اوسکے پھل دل و زبان اور جوارح مین ظاہر ہوتے ہین اور اوسکے آثار محبت کا وجود ایسا معلوم ہو جاتا ہی
جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختون کا اور اسطرح کے آثار بہت ہین۔ ایک تو
یہ ہی کہ خدای تعالی کی لقا کو کشف و مشاہدہ کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلیے کہ
ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے اور اوسکے مشاہدے اور لقا کو نہ چاہے اور اوسکو معلوم ہو
کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہوگی تو چاہیے کہ موت سے محبت کرے کبھی
اور اوس سے نفرت نکرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اوسکے
دیدار سے بہرہ ور ہونے کو جانا گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے
مین داخل ہونے کا دروازہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۵ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ
اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ اور حضرت حذیفہ رض نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب حبیب
حاجت کیوقت آیا جو اوس سے پشیمان ہوا اوسکو فلاح نہو۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندے مین
بعد محبت خدای تعالی کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدای تعالی کو پسند ہو
پس سجدے پر محبت دیدار الہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونے کی
راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے دعوی کیا کہ ہم اللہ تعالی سے محبت

۵ جو شخص اللہ تعالی سے ملنے کو اچھا جانتا ہے اللہ تعالی اوسکے ملنے کو اچھا جانتا ہی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

کہتے ہین تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا اور فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ پس راہ خدا مین شہید ہونے کی طلب کو علامت محبت فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رضہ کی وصیت مین جو حضرت عمر رضہ کو کی تھی یہ لکھا ہے کہ حق بات گران ہوتی ہے اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہے اور امر باطل سبک ہوتا ہے اور باوجود اسکی آسانی کے اگر تم میری وصیت یاد رکھو گے تو کوئی غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب نہو گی جو تمکو آویگی اور اگر اس وصیت کو ضائع کر دو گے تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک موت سے بڑھکر بری نہو گی حالانکہ تم اوسکو ٹال نسکو گے۔ اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص روایت کرتے ہین کہ میرے باپ یعنی سعد رضہ مجھسے فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن جحش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدای تعالی سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہو کر عبد اللہ نے یون دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک شدید الغضب سے ہو جس سے مین لڑون اور وہ مجھسے لڑے پھر مجھکو پکڑ کے میری ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو تو مجھسے پوچھے کہ ای عبد اللہ تیری ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ الٰہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے راستے مین میرا یہ حال ہوا ہی تو فرمادے کہ سچ کہتا ہی حضرت سعد رضہ کہتے ہین کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبد اللہ بن جحش کے ناک کان ایک ڈورے مین بندھے لٹکتے ہین اور سعید بن المسیب رضہ فرماتے ہین کہ مجھکو توقع ہی کہ اللہ تعالی حضرت عبد اللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اوسنے اگلی سچی کی ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی رحمہ فرمایا کرتے تھے کہ موت کو برا وہی سمجھتا ہی جسکو شک ہو اسلیے کہ حبیب تو ہر حال مین اپنے محبوب کی ملاقات کو برا نہین جانتا۔ اور بویطی رحمہ نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اوسنے سکوت کیا آپنے فرمایا کہ اگر تم سچے زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہین لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ آپنے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہی کہ تمنای موت مین ایک طرح کا ضرر ہی کیونکہ قضای الٰہی پر راضی ہونا اس امر سے بہتر ہی کہ اوسکے حکم سے گریز کرے۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خدای تعالی کا محب ہو سکتا ہی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ موت کا برا جاننا اول تو اس باعث سے ہوتا ہی کہ دنیا کی محبت اور زن و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو

قتال — جو لڑتے ہیں اوسکی راہ میں قطار باندھکر ۱۲
قتل — لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں ۱۲

اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے کمال میں نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہے
جو تمام دل پر چھایا ہو کہ محبت شان و فرزند کے ہوتے ہوئے کچھ دشوار نہیں کہ کچھ ضعیف سی
محبت خداے تعالیٰ کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی میں متفاوت تو ہوتے ہی ہیں چنانچہ اس تفاوت پر
دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے اپنی بہن فاطمہ کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم
سے کر دیا تو قریشیوں نے اونکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم نے ایک اصیل عورت قریش کی
غلام سے بیاہ دی آپ نے جواب دیا کہ میں نے بیاہ جب کیا ہے جب جان لیا ہے کہ سالم فاطمہ سے
اچھا ہے یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ کیسے ہو سکتا ہے فاطمہ تو
تمہاری بہن ہے اور سالم تمہارا غلام ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے چاہتا ہے تو وہ سالم کو
دیکھ لے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے
نہیں چاہتے بلکہ اوس سے بھی محبت رکھتے ہیں اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہیں تو ضرور ہے کہ جب
خدا کے پاس جاوینگے تو اونکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہوگی اور جسقدر دنیا سے محبت کم ہوگی
اوسکے چھوڑنے کے وقت اوسیقدر اونکو درد فراق ہوگا۔ دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا
یہ ہو کہ بندہ مقام محبت کے شروع میں ہو اور موت کو برا تو سمجھتا ہو مگر اوسکے جلد آنے کو برا
جانتا ہو یعنی ملاقات خداے تعالیٰ کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو
تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق
اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہے
تاکہ اوسکے لیے گھر کو آراستہ کر لے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ بخاطر خواہ
اوس سے فارغ البال ہو کے ملے کوئی مانع اور حارج نہ ہو پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال
محبت کے خلاف نہیں اس حال کی پہچان یہ ہے کہ عمل میں کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت
کی تیاری میں مستغرق رکھے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ جس چیز کو خداے تعالیٰ پسند کرے
اوسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و باطن میں ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل و محنت
کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہواے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو بالاے طاق
رکھے ہمیشہ کر طاعت الٰہی میں جان پر چست باندھکر نوافل سے تقرب کا جویاں رہے اور بلندی
تر و نزدیکی درجات کا خواہاں جیسے عاشق اپنے معشوق کے دل میں زیادہ تر قرب کا

عمر فاروق خلافت کی
ساتھ بیان کیا ہے اور
اسکی اسناد میں ابی المجید

غالب رہتا ہے اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہیں اونکا وصف اللہ تعالی قرآن مجید میں یا کہے یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور جو شخص اپنی ہوائے نفس کا ہمیشہ تابع ہو تو اوسکا محبوب وہی ہوگا جسکو وہ چاہتا ہے عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہے اوسکی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہے جیسے کسی شاعر کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر

میں تو ہوں طالب وصل اوسکو ہے منظور فراق ۔۔۔ وہ خوش جس مین ہے تو لو وصل سے میں گذرا

بلکہ سلطان عشق الہی جب غلبہ کرتا ہے تو پھر کوئی خواہش نہیں چھوڑتا سبکی بیخ کنی کر دیتا ہے سوای معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہیں رکھتا جیسے کہ روایت ہے کہ زلیخا جب ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آئی تو اونسے علیحدہ ہو کر عبادت میں مصروف ہوئی اور خدای تعالی ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس ان کو بلاتے تو رات ہونا لیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ ای یوسف میں آپسے جب تک محبت کرتی تھی کہ مجھکو خدای تعالی کی معرفت نہ تھی اب کہ میں نے اوسکو پہچان لیا تو اوسکی محبت نے میرے دل مین کسی اپنے غیر کی محبت نہیں چھوڑی اور مجھکو اوس محبت کا عوض منظور نہیں کہ اوسکی محبت چھوڑکر دوسرے کی محبت اختیار کروں یہی حال ہوتا یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھکو خداوند کریم کا حکم اسطرح ہوا اور ارشاد فرمایا ہے کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو اور مجھے بیٹے سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونون کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا اگر خداوند کریم نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے اور مجھکو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہے تو میں خدای تعالی کے حکم کی تابع ہوں اور محبت پر راضی ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہے وہ اوسکی نافرمانی نہیں کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک نے ایک قطعہ فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ

دم بھر وا اوسکی محبت کا کرو تسپہ گناہ ۔۔۔ ہے عجب طرح سے واللہ تمہاری کردار
سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے ۔۔۔ ہوتے عاشق تو ہیں معشوق کے فرمانبردار

اور اسی باب میں یہ شعر بھی ہے

خواہش نہیں مجھے کچھ تیری رضا کے آگے ۔۔۔ جی کو برا لگے گو خوش ہوں تری رضا سے

اور حضرت سہیل رحمہ فرماتے ہیں کہ علامت محبت الہی یہ ہے کہ اوسکو اپنے نفس پر اختیار کرے یہ بات نہیں کہ جو شخص خدای عز وجل کے امر کی طاعت کرے وہ اوسکا حبیب ہو جاتا ہے

ترجمہ: محبت کرتے ہیں اون سے جو وطن چھوڑ کر اونکے پاس آوے اور نہیں پاتے اپنے دل میں غرض اوس چیز سے جو دیا جاوے انکو اور اول رکھتے ہیں اونکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ ۱۲

کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور اوسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہیں
اونکو دوست رکھا کرتا ہے پس محبت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ اوسکے ذکر سے محبت ہو اور اوسکے
کلام یعنی قرآن مجید اور اوسکے رسول پاک سے محبت ہو اسیطرح جو چیز خدا تعالیٰ کے ساتھ نسبت رکھے
اوس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہے تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت
کیا کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی چیزیں اوس سے
متعلق ہوتی ہیں اونکے ساتھ بھی ہو جاتی ہے اور اسکو شرکت محبت میں سمجھنا چاہیے اسلیے
کہ رسول محبوب سے اسلیے محبت کرے کہ وہ اوسکا رسول ہے یا کلام کو پیغمبر محبوب جانتا کہ یہ اوسکا کلام
ہے یہ سب محبوب ہی کی محبت ہے اوسکے غیر کی نہیں بلکہ اوسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال
محبت پر دلالت کرتی ہے جس شخص کے دل پر محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہے وہ تمام مخلوق خدا سے
محبت کرتا ہے یعنی بلحاظ کہ یہ سب محبوب حقیقی کی ہیں پس قرآن مجید اور رسول کریم اور نیک لوگوں سے
کیسے محبت نہ کریگا اور ہم اسامر کی تحقیق باب آداب الصحبت اور برادری کے بیان میں لکھ چکے ہیں اور
اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي لِلَّهِ
تعالیٰ۔ اور حضرت سفیان رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے محبوب سے محبت کرتا ہے وہ
اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اکرام و تعظیم کرنیوالے کی تعظیم کرتا ہے وہ خدا ای تعالیٰ
کی تعظیم کرتا ہے اور بعض مریدین روایت کرتے ہیں کہ ایام ارادت میں مجھکو مناجات کا مزہ ملا میں نے اوس دن قرآن مجید
کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرأت چھوٹ گئی تو خواب میں میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ
مجھسے یہ کہتا ہے کہ اگر تجھکو ہم سے دعویٰ محبت ہے تو تو نے ہماری کتاب سے کیوں ظلم کیا کیا تو نے
ہماری کتاب کے لطائف کو جو اوس میں ہیں تامل نہیں کیا اسکے بعد جو میں بیدار ہوا تو دل میں محبت
قرآن کی بھری پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں
کہ تم میں سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نکرے اسلیے کہ جو قرآن
سے محبت کریگا تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو خدا ای تعالیٰ
سے بھی نہوگی۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہے
اور خدا ای تعالیٰ اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت
کرنی ہے اور آپکے ساتھ محبت کرنے کی علامت محبت آپکے طریق کی ہے اور آپکے طریق سے

محبت کا نشان آخرت کی محبت ہے اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہے
اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہے کہ اوسمیں سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے۔ اور ایک
علامت محبت یہ ہے کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مواظبت
کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفا ہو وقت کو غنیمت جانے
اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہے کہ محب خلوت اور اوسکی مناجات سے لذت پانے کو آسایش ہوا
سمجھے تو جو شخص کہ اوسکے نزدیک خواب اور گفتگو میں مشغول ہونا مناجات الٰہی کی نسبت کے زیادہ لذیذ
ہو اوسکی محبت کیسے درست ہوگی حضرت ابراہیم ابن ادہم پہاڑ سے اترے اوس وقت پوچھا کہ وہ
کہاں تھے اونہوں نے کہا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے تو اونہوں نے فرمایا کہ انس باللہ سے
اور حضرت داود علیہ السلام کی اخبار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق
میں سے کسی کے ساتھ انس نہ کر اسلیے کہ میں دو طرح کے شخصوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیتا ہوں
ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کرتا سمجھکر عمل سے رہ گیا دوسرے وہ شخص کہ میری یاد کو بھولکر اپنے
حال سے خوش ہوا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ میں اوسکو اوسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں اور دنیا میں
حیران چھوڑ دیتا ہوں۔ اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہوگا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہوگا
اوسیقدر خدا تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا۔ اور برخ غلام
حبشی کے احوال میں جسکے وسیلہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی
لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہے مگر اوسمیں ایک
عیب ہے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی اوسکا عیب کیا ہے فرمایا کہ اوسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہے
اور اوسکی طرف رغبت کرتا ہے اور جو شخص مجھ سے محبت کیا کرتا ہے وہ کسی چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا
اور روایت ہے کہ ایک عابد نے خدا تعالیٰ کی عبادت مدت تک کسی جنگل میں کی پھر ایک پرندہ کو
دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہے اوسمیں بیٹھکر چہچہے کرتا ہے عابد نے کہا کہ اگر میں اپنی عبادت
کی جگہ اس درخت کے پاس کر لوں تو اس پرندے کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ
درخت کے پاس کر لی تو خدا تعالیٰ نے اوس وقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے
کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہے اسکی سزا میں میں نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ
کسی عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات
محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اوسکے ساتھ تنہا ہونے میں اور جو شئی کہ خلوت

ومناجات میں لذت ہو تو پیدا کرے اوس سے کمال محبت کی وحشت ہو اور انس کی علامت یہ ہو
کہ عقل و فہم بالکل لذت مناجات میں غرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے کلام میں کرتا ہو
مناجات کرتا ہوا اور بعض کا یہ حال تھا کہ لذت اس درجہ کو پہونچی کہ وہ نماز میں تھے اور اونکے گھر میں
آگ لگی اور اونکو خبر نہوئی اور بعض شخصوں کا پاؤں کسی بیماری کی وجہ سے نماز ہی میں کاٹا گیا
اور خبر نہوئی۔ اور جب محبت اور انس غالب ہوجاتے ہیں تو خلوت و مناجات آنکھوں کی ٹھنڈک
اور دل کی تسکین کی چیز ہوتی ہیں کہ اوس سے تمام فکریں دور ہو جاتی ہیں اور وہ دل ایسے ہو جاتے
ہیں کہ اگر سب اور دنیا کی دوسری باتیں کانوں میں پہنچیں تا ہم اونکی سمجھ میں نہیں آتیں
جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگوں سے گفتگو کرتا ہو مگر باطن میں اپنے حبیب کی
یاد سے بیتاب ہو غرضکہ محب ایسے ہوتے ہیں جنکا اطمینان بجز ذکر محبوب کے نہو حضرت قتادہ رح نے
اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہو الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ
کہ اطمینان سے غرض خوشی اور انس اون کا ہو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہیں کہ
جو کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہو اوسکو وہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہو اور تمام
آدمیوں سے متنفر کر دیتا ہو اور مطرف بن ابی بکر رح فرماتے ہیں کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے
ملول نہیں ہوا کرتا۔ اور خداے تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری
محبت کا دعوی کرے اور جب رات ہو تو مجھ سے غافل ہو کر سو جاوے وہ جھوٹا ہو اسلیے کہ وہ
کیسا محب ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات نہیں پسند کرتا ہو اور میں تو طالبوں کے لیے
موجود رہتا ہوں وہ جہاں ہو مجھکو طلب کرتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری
میں عرض کیا کہ الٰہی تو کہاں ہو کہ میں تیرے پاس آنیکا قصد کروں حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا
فورا آ پہنچ جاویگا۔ اور حضرت یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خداے تعالیٰ سے محبت
رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو اور یہ بھی انہیں کا ارشاد ہو کہ جس میں تین خصلتیں نہیں ہوتیں وہ
عاشق نہیں اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دیوے دوم خداے تعالیٰ کی ملاقات کو خلق کی ملاقات پر
ترجیح دیوے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت یہ ہو کہ جو چیز
سواے خداے تعالیٰ کے اسکے پاس سے جاتی رہے اوسکا تو افسوس نکرے لیکن اگر کوئی ساعت
بدون ذکر و عبادت الٰہی کے گذر جاوے تو اوسکا نہایت افسوس کرے اور جب غفلت ہو جاوے
اوسی وقت اوس سے توبہ و استغفار کرے۔ بعض اکابر کا قول ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے

ترجمہ: وہ جو یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اونکے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل ۱۲

محبت میں مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا پھر بھی اوسکے پاس کچھ نہ رہا
اوس سے کسی نے پوچھا کہ محبت میں تمہارا یہ حال کس طرح ہوا اوس نے جواب دیا کہ میں نے ایک روز ایک
عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت میں کہہ رہا تھا کہ بخدا میں تجکو اپنے تمام دل سے
چاہتا ہوں اور تو مجھ سے اپنا منہ پھیرے رہتا ہے معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھ سے محبت
رکھتا ہے تو بتا پھر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک میں ہے وہ سب تجکو
دیدونگا پھر اسکے بعد اپنی جان فدا کردونگا کہ تو راضی ہو اس گفتگو کو سنکر میں نے سوچا کہ جب بندہ
بندے کے ساتھ اس طرح ہو تو بندہ کو معبود کے ساتھ کس طرح ہونا چاہیئے غرض یہ بات محبت کی ترقی کا ہوا
اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ تمام خدا کے بندوں پر مشفق اور مہربان ہو اور خدا تعالی کے
دشمنوں پر اور ان لوگوں پر جو اوسکی مرضی کے خلاف کریں سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور اس امر میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اوسے
تاثیر نکرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی
میں مذکور ہے یعنی میرے اولیا وہ ہیں کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہیں جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ
ہوتا ہے اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہیں جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہے اور میری
منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہیں جیسے چیتا غراتا ہے کہ اوسکو پروا نہیں ہوتی کہ آدمی بہت ہیں
یا تھوڑے ہیں پس اس مثال کو تامل کرنا چاہیئے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہے تو اوس سے
کسی طرح علیحدہ نہیں ہوتا اور اگر اوس چیز کو کوئی اوس سے لے لے تو بجز رونے اور چیخنے کے
اور کچھ کام نہیں کرتا جبتک کہ وہ چیز اوسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اوسکو اپنے کپڑوں میں
لیکر سوتا ہے اور جب جاگتا ہے تو پھر ہاتھ میں لے لیتا ہے اور جب اوس سے جدا ہوتا ہے تو روتا ہے اور ملجاتا ہے
تو ہنستا ہے اور جو شخص اوس سے اوس چیز میں نزاع کرتا ہے تو اوس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص وہ
چیز دیتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور چیتا غصہ کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتا شدت غضب میں اوسکی نوبت
ہوتی ہے کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہے یہ علامات محبت کی ہیں جس شخص میں یہ علامات پوری ہوں اوسکی محبت کامل
اور خالص ہوگی اور آخرت میں اوسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت میں غیر اللہ کی محبت ملا دیگا تو بقدر
مقدار محبت آسایش پاویگا یعنی اوسکی شراب میں اسیقدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ
اللہ تعالی مقربین کے احوال میں فرماتا ہے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ پھر فرمایا يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ
مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ غرضکہ شراب ابرار کی جو اچھی ہوگی تو اسوجہ سے
کہ اوسمیں ملاوٹ شراب خالص کا ہوگا جو خاص مقربین کے لیے ہے اور شراب سے غرض تمام آسائش
و لذات بہشت ہے جسطرح کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہیں اور اوسکے بابمیں فرمایا ہے اِنَّ كِتَابَ
الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ پھر فرمایا يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ تو انکی کتاب کی بلندی کی یہ حد
کو اتنی اونچی ہوگی کہ اوسکو مقربین دیکھتے ہیں اور جسطرح کہ ابرار دنیا میں مقربین کے قریب
و مشاہدہ میں حالت ایمان میں اور معرفت میں قریب ہیں تو اسیطرح اونکا حال آخرت میں ہوگا
خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور فرمایا كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ
خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ اور فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا
شراب خالص ہوگی اور ملی ہوئی کی جزا ملاوٹ شراب ہیں اور ملاوٹ ہوگا بمقدار کہ نیکیان ہیں اور
اعمال میں ملاوٹ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ
اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا اور فرمایا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ پس جو شخص کہ دنیا میں محبت کرتا تھا اور اوسکی
توقع جنت اور حور اور قصور کی لذت تھی تو اوسکو جنت میں قادر کر دیا جاویگا کہ جہان چاہے
سیر کرے لڑکون کے ساتھ کھیلے اور عورتون سے مزہ اوڑاوے اوسکی لذات کا خاتمہ آخرت میں
انھیں اشیا پر ہو جاویگا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو محبت میں وہی ملیگا جو اوسکا نفس چاہتا ہے
اور جس سے اوسکی آنکھ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا
اور اوسکے دل پر خالص اوسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اوسی مقام میں اوتارا جاویگا فِيْ مَقْعَدِ
صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون اور جنتون میں حور اور غلمان کی ساتھ
سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی میں حاضر رہینگے اور اوسکی طرف اپنی تاک لگائے رہینگے
اور اس لذت کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسائشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ
کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے میں مشغول ہونگے وہ اور ہونگے اور خداے تعالیٰ کے پاس
بیٹھنے والے اور ہونگے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَكْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ
الْبُلْهُ وَعِلِّيُّوْنَ لِذَوِي الْاَلْبَابِ یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہیں اور مقام علیون کے
مستحق اہل عقل ہیں اور جبکہ سمجھ انسان کی معنی علیین کے جاننے سے قاصر تھی اسلئے

ہو عظیم الشان تھا اسلیے خدای تعالی نے ارشاد فرمایا وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ جیسے قارعہ
کے لیے ارشاد فرمایا الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ اور ایک علامت
محبت کی یہ ہو کہ خدای تعالی کی محبت مین خائف اور اوسکی ہیبت و تعظیم مین مبتلا رہے
بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خوف محبت کے مخالف ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اصل یہ ہو کہ
عظمت کا علم موجب ہیبت کا ہوتا ہی جیسا جمال کا ادراک موجب محبت ہوا کرتا ہی محبین کو مقام محبت مین بعض
خوف ہوتے ہین ... اور بعض خوف بعض کی نسبت زیادہ ہوا کرتا ہی اون خوفون مین
اول خوف دوری کا ہی اور اوس سے زیادہ حجاب کا اور اوس سے بھی بڑھکر خوف اپنے پاس سے
دور کر دینے کا اور حدیث شریف مین جو حضور نے فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اوس سے بھی
دوری مراد ہی جسنے آپ کو بوڑھا کیا تھا اور جو اوس سورت مین بیان کیا ہی اور وہ یہ ہی أَلَا بُعْدًا
أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ اور ظاہر ہے کہ ہیبت دوری کی اور
خوف دوری کا اوسکو زیادہ ہوگا جو قرب کا مالوف اور اوس سے مانوس ہو اور پھر دوری
کے بعد کا ذکر مبعدین کے باب مین اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو اونکو بوڑھا کر دیگا اور جو شخص
دوری ہی سے مالوف ہو وہ قرب کیطرف کیون مشتاق ہونے لگا تھا اور جسکو حالت قرب کی
ایسا حال قرب کی جسنے نہین ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیون رونے لگا تھا موجب ... شہود
بند کیا جانا ادراک کی بنا ہے پھر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی درجات کے بند ہونے کا ہوتا ہی
ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہین اور بندہ پر لازم ہی کہ ہر دم یہ کوشش
کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہوجاوے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ
مَنِ اسْتَوَى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِنْ أَمْسِهِ فَهُوَ مَلْعُونٌ
اور اسیطرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہی إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي فَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
سَبْعِينَ مَرَّةً چونکہ آپ کا قدم راہ سلوک مین ہر وقت بڑھتا تھا اور قدم اول
بہ نسبت آیندہ کے بعد مین داخل تھا اسلیے آپ استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق مین راہ مین
تھک جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہی چنانچہ حدیث قدسی مین
وارد ہو کہ شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہی تو ادنی سزا اوسکی
مین یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی لذت اوس سے چھین لیتا ہون حاصل یہ کہ زیادتی درجات
کا چھین لینا شہوات کے باعث سے تمام سالکون کے حق مین عذاب ہے اور خوف تو زیادتی ...

اور یہ وقت مجھ سے ہو جاتے ہیں کہ صرف دعوی یا عجب کریں یا جو مبادی لطف الہی سے اونپر ظاہر ہو
اونکی طرف میل کریں اور بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کے آسان سمجھنے پر بھی قادر ہوتے ہیں جنکے قدم
راہ سلوک میں [illegible] کا ہے جو بعد [illegible] حضرت
ابراہیم [illegible] کہ کوئی یہ کہتا ہے قطعہ

ہم نے [illegible] تیرے سے کنارہ	[illegible] بخشا قصور اعراض کا
فوت جو تجھ سے ہوا وہ ہے معاف	فوت جو ہم سے ہوا باقی رہا

اسکو سنکر آپ چیخے اور بیہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر
طاری ہوئے پھر ایک آواز سنی کہ اے ابراہیم بندہ ہو جا ابراہیم کہتے ہیں کہ میں بندہ
ہو گیا اور ہوش میں آیا۔ پھر فرمانے مجھے معلوم ہو گیا کہ عاشق ہمیشہ شوق طلب اور
حرص میں رہتا ہو اور زیادتی کی طلب میں رہتی ہے اور اسلیے ہوا تی نہیں کرتا اور الطاف تازہ کا
منتظر رہتا ہے اگر یہ بات نہ ہو تو باعث ایک مرتبہ پہنچ جانا یا محبت کا مٹ جانا اور بد ہو جانا
آدمی پر ایسی طرح آتا ہے کہ اسکو خبر نہیں ہوتی جیسے بعض اوقات محبت اسیطرح ہو جاتی ہے
اسلیے کہ دل کی ان حالتوں کے اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ آدمی کو انپر اطلاع ہو پس جب
اللہ تعالی بندے کا توقف اور خرابی چاہتا ہے اور سختی کو پوشیدہ رکھتا ہے پس بندہ دنیا ہی کی چاہ
میں ٹھہرا رہتا ہے اور جس طرح سے وہ کھایا جاتا ہے تو شہوات یا ہوائے نفسانی یا شیطان
غالب ہو جاتا ہے اور یہ سب باتیں شیطان کے لشکر ہیں جو علم اور عقل اور ذکر وبیان وغیرہ لشکر ملائکہ
پر غالب آجاتے ہیں۔ اور جسطرح کہ خداے تعالی کے اوصاف لطف اور رحمت اور حکمت کے ایسے
ہیں جو بندوں میں ظاہر ہوتے ہیں تو مقتضی جوش محبت کے ہوتے ہیں اسیطرح اسکے اوصاف ایسے
بھی ظاہر ہوتے ہیں جو موجب سختی کے ہوا کرتے ہیں مثل اوصاف جباری اور عزت اور استغنا کی
اور اسیطرح کی باتیں مقدمات بدبختی اور حرمان کی ہیں۔ پھر خوف اس بات کا ہے کہ دل محبت
الہی سے اسکے غیر کیطرف منتقل ہو جاوے اور اس مقام کا نام مقت ہے یعنی شدت غضب الہی ہے
اور تجھی محبت حقیقی سے اس مقام کا مقدمہ ہے اور اعراض وحجاب مقدمہ تجلی کا ہوتا ہے
اور تجلی سے دل تنگ ہونا اور ورد ذکر سے دل چرانا اور وظائف اوراد سے گھبرانا اعراض
وحجاب کے اسباب مقدمات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان اشیا کا ظاہر ہونا اسبات کی دلیل ہے کہ
آدمی مقام محبت سے مقام مقت میں جا پہنچا نعوذ باللہ منہ اور ہمیشہ ان امور سے خائف رہنا

اور شدت سے اعتراض کرنا دلیل ہے صدق محبت کی اسواسطے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے
ظاہر ہے کہ اوسکے جانے سے ڈرا کرتا ہے تو لازم آیا کہ جو محبوب ہو اوسکا جاتا رہنا ممکن ہو
تو محب کو اوس سے ضرور خوف ہوگا ۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی عبادت محض
محبت سے بدون خوف کے کرتا ہو وہ باعث ناز کے ہلاک ہوگا اور زیادہ باتیں بنا کر تباہ ہو کے
ہلاک ہوتا ہے اور جو شخص اوسکی عبادت صرف خوف سے بدون محبت کے کرتا ہے وہ دوری اور
وحشت سے الگ ہو جاتا ہے اور جو شخص اوسکی عبادت محبت اور خوف دونوں سے
کرتا ہے اوسکو خدا تعالی محبوب بنا کر مقرب بناتا ہے اور اوسکو قدرت دیکر عنایت فرماتا ہے پس
محب کو خوف ضرور ہوا اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کر اوس کی خوب
چھا گئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہو تو اوسکو کہینگے کہ مقام محبت میں ہے اور اوسکی شمار محبین میں
ہو گی اور خوف کی آمیزش سے کچھ محبت کو تسکین دیتی ہوگی اور اگر محبت و معرفت اور زیادہ
ہو جاویں تو طاقت بشری اوسکی متحمل نہو گی خوف سے البتہ اوس میں اعتدال پیدا ہو جاتی
اور دل پر اوسکا واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے
درخواست کی کہ خدا تعالی سے دعا کیجیے کہ ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجھکو عنایت فرمائے
اونھوں نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی اون بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑوں میں سرگردان پھر
عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھیں پتھرا گئیں نہ اپنے آپ کی خبر نہ نفع لیا
اور نہ کسی چیز کو فائدہ ہوا [illegible] صدیق نے خدا تعالی سے اونکے لیے دعا مانگی کہ الہی ذرہ بھر
معرفت سے کچھ کم کر دے اوپر وحی ہوئی کہ ہم نے اوسکو ذرہ بھر معرفت کا لاکھواں حصہ عنایت
فرمایا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تو نے اسکے لیے دعا کی تھی اسیوقت ہمارے لاکھ بندوں نے
بھی درخواست کی تھی میں نے اونکی دعا قبول کرنے میں تاخیر کی تھی کہ جب تو اس شخص کا
سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو اونکی بھی دعا قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھ
بندوں میں تقسیم کر دی جسکا نتیجہ تو نے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ اے احکم الحاکمین جسقدر تو نے
اوسکو عنایت فرمایا ہے اوس میں سے کم کر دے اللہ تعالی نے دس ہزار واں حصہ دس لاکھ میں
حصے کا سے دیا اور باقی کو سلب کر دیا تب اوسکا خوف و محبت و رجا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی
دفع ہوئی اور اور عارفوں کیطرح ہو گیا عارف کا حال ایسا ہی ہے

قریبا وجد و مقصد و بشش بعید است		جستہ از جام اسرار و عجیب مست است

پوشیدہ ہو اور بایں ہمہ یہ ہو کہ دعوے میں کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکل جاتی ہے کہ اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اور اسکا نتیجہ آخرت میں برا ہوتا ہے اور دنیا میں بھی جلد مصیبت آتی ہے ہاں کبھی عاشق کو نشہ محبت کا ایسا ہوتا ہے کہ اوس سے مدہوش ہو جاتا ہے اور حال مضطرب ہو جاتا ہے اور اوس وقت محبت ظاہر ہو جاتی ہے اگر اوس محبت کا اظہار بدون تکلف اور اختیار کے سرزد ہو تو معذور ہے کیونکہ آتش محبت کبھی ایسی مشتعل ہوتی ہے کہ اوسکی تاب نہیں رہتی کبھی دل کو بہا دیتی ہے اور اوسکا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے چھپانے پر قادر ہے وہ یوں کہا کرتا ہے قطعہ

گرچہ گویند نزدیک است دوست	بندہ را نیست کجا در قرب اوست
ور کنارم گر نشیند آفتاب	دیدہ کے گردد ز رویش خیرہ تاب
نیست جز یاد وے مرا در دل ازو	سوز عشقم درد دردم حاصل ازو

اور جو شخص کہ اوس راز کو چھپا نہیں سکتا اوس سے عاجز ہو وہ یوں کہتا ہے شعر

گرچہ راز عشقش را همیدارم نگاہ	آشکارا میشود از اشک و آہ

اور یہ بھی کہتا ہے شعر

جسکا دل ہو غیر کے ہمراہ اوسکا حال کیا	راز جسکا آنکھ میں ہو کب ہے ممکن ہے چھپا

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لوگوں میں دور تر خدا سے وہ ہوتا ہے جو اوسکی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر ایک چیز میں اسکا ہونا اور ہر بات سے ہر ایک کے سامنے خدا کی طرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقین اور خدا تعالی کے دوستوں کے نزدیک محبت میں بلکہ مبغوض و ممقوت رہتا ہے حضرت ذوالنون مصری رح اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لیگئے جو اپنی محبت کا ذکر لوگوں سے کیا کرتا تھا آپنے اوسکو مصیبت میں مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خدا تعالی کی محبت کی وجہ کی تکلیف معلوم کرتا ہو وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا اوس شخص نے کہا کہ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اوسکی چوٹ سے لذت یاب نہیں ہوتا وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا حضرت ذوالنون رح نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے نفس کو اوسکی محبت سے مشہور کرتا ہو وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا اوس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر میں ذکر محبت کسی سے نکرونگا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ محبت الہی منتہا مقامات میں سے ہے اوسکے ظاہر کرنے میں تو بہتری ہی معلوم ہوتی ہے کیا وجہ ہے کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ محبت عمدہ چیز ہے اور اوسکا خود بخود ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ امر برا ہے کہ اوسکے تکلف ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے میں دعوی

پایا جاتا ہے اور جتنی بات ہے اوس سے زیادہ ظاہر ہونے کی گنجایش ہے حالانکہ سزاوار محب کے یہ ہے
کہ اوسکی پوشیدہ محبت پر اوسکے افعال و احوال دال ہوں نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت الہی جاہے
ظاہر ہو کہ اوسکے قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہو اوسکا قصد یہ ہو کہ یہ محبوب
کے سوا اور کسیکو اوسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات
محبت میں شرک کرنیوالی ہے اور اوسمیں خلل انداز ہے چنانچہ انجیل میں مذکور ہے کہ جب تو صدقہ دیوے
تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھ نجانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اوسکا بدلہ تجھکو علانیہ
وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزوں کو دیکھتا ہے اور جب تو روزہ رکھے تو اپنا منہ دھو اور سر میں
تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا اور کسیکو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا
قول و فعل دونوں کا برا ہے مگر اوس صورت میں کہ نشہ محبت غالب ہو کر زبان گویا ہو جاوے
اور اعضا مضطرب ہو جاوین تو اس صورت میں اوس شخص پر ملامت نہیں ہو سکتی - روایت ہے
کہ ایک شخص نے بعض مجنونوں سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اوسمیں جاہل پایا اسکا حال
حضرت معروف کرخی رحمۃ سے کہا انہوں نے تبسم فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہیں
چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی ہیں عاقل ہیں اور مجنون بھی ہیں یہ حال جو تو نے دیکھا مجنون میں
مجنونوں کا ہے اور انکو اسی پر سمجھ لینا چاہیے اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اسوجہ سے
بھی ہے کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتوں کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی
واقف ہوگا جسکے باعث اونکا یہ حال ہے یُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ف ۱
اور لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ف ۲ تو اپنے نفس اور اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا
اور جان لیگا کہ میں سب محبوں میں سے کمتر ہوں خدا تعالی کی سلطنت میں جتنے اوسکے
محب ہیں میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہے - بعض مکاشفین بیان کرتے ہیں کہ میں نے
تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ میں طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہانتک
کہ مجھکو گمان ہوا کہ خدا تعالی کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات
اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان میں بیان کر کے آخر میں لکھا ہے کہ میں
ایک فرشتوں کی صف میں پہونچا جنکی تعداد مخلوقات کی برابر تھی اونسے میں نے پوچھا
کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدا عزوجل کے محب ہیں اوسکی عبادت یہاں تین لاکھ برس سے
ایسی طرح کرتے ہیں کہ ہمارے دل و زبان پر سوا اوسکے اور کچھ نہیں گذرا تب تو مجھکو

ف ۱ یاد کرتے ہیں رات اور دن نہیں تھکتے ۱۲

ف ۲ جو حکم الہی ہے اوسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو ان کو حکم ہوا وہی کرتے ہیں ۱۲

اپنے عمل سے محبت جتانی اور جسے اعمال میں شک ادب اور کوتاہی کی شرمندگی ہو تو عذر کرتا ہے
تاکہ اون پر وقت میں پوشیدہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے شوق کو اوس سے چھپاتا ہو
اور اوس سے بہت ڈرتا ہے جیسا کہ چاہیے ویسا ہی کہتا ہے تو اوسکی زبان دعوی اظہار محبت سے گونگی ہو جاتی ہے
ہاں اوسکی حرکات وسکنات اور تردّدات البتہ محبت پر شاہد ہوتے ہیں چنانچہ حضرت جنید رحمۃ
اپنے استاد و مرشد حضرت سری رح کا حال بیان فرماتے ہیں کہ ایکبار وہ بیمار ہوئے ہمکو نہ تو سبب
اونکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسی نے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو میں اونکا قارورہ
لیکر اوس طبیب کے پاس گیا اوسنے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ
قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہے میں نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہو گیا اور شیشی میرے
ہاتھ سے گر گئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت میں آکر یہ حال کہا آپ نے تبسم کر کے
فرمایا کہ واقع میں وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہے میں نے پوچھا کہ کیا قارورہ سے بھی
عشق ظاہر ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں قارورہ میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور ایکبار حضرت
سری رح نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ دوں کہ اوسکی محبت نے میرا پوست ہڈیوں پر لگا دیا
اور بدن کو دبلا کر دیا پھر بیہوش ہو گئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول غلبۂ
وجد میں جسوقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا ۔ اور علامات محبت میں سے انس اور
رضا بھی ہیں جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہاں تک علامات محبت اور اوسکے ثمرات کا بیان ہوا
الحاصل تمام دین کی خوبیاں اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہیں اور جس چیز کی ثمرہ محبت نہیں
اوسکو اتباع ہوائے نفسانی جاننا چاہیے جو کہ رذائل اخلاق میں سے ہے ۔ ہاں اللہ تعالی کے
ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہے کوئی تو اوس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا احسان اوسپر ہے
اور کوئی صرف اوسکے جلال و جمال کے باعث محبت رکھتا ہے گو اوسکی طرف کچھ احسان نہ ہو
اور اسیلیے حضرت جنید بغدادی رح نے فرمایا ہے کہ آدمی خدائے تعالی کی محبت میں دو قسم ہیں
ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہیں کہ اوسکا احسان اور کثرت انعام
ہمیشہ دیکھتے ہیں پس اوسکے الطاف دیکھکر رہ نہ سکے کہ اوسکی محبت نکریں مگر اونکی محبت میں
کمی بیشی بقدر نعمت و احسان کے ہوتی رہتی ہے ۔ اور خواص کیجو دولت محبت ملی ہے
تو اللہ جل شانہ کی قدر اور قدرت اور علم و حکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت میں
یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہے یعنی جب اونہوں نے اوسکی صفات کاملہ اور اسمائے حسنی کو

زان میان اینکہ تن در ہر فنا	ہر چہ بر وے رفتہ از حکم قضا
زان میان چہرہ آتش چون باغ	باشد و قالب مثل الا ابداغ

گیارہوان بیان معنی انس کے خدای تعالی کے ساتھہ ۔ ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ انس اور
خوف اور شوق آثار محبت مین سے ہین کہ یہ آثار محب پر باعتبار غلبہ کیفیت وقت و اوسکے
تبدل کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جس صورت مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجاب غیب سے
لیکن منتہای جمال تک تاک لگائے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھہ گیا ہو
تو اوسوقت دل اوسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اوسکی طرف جوش مارتا ہی تو یہ دل کا اچھال
جو امر غائب کیطرف ہوتا ہی اوسکو شوق کہتے ہین ۔ اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی
خوشی اور جو کچھہ کشف ہوا ہی اوسکے باعث مشاہدہ حضوری غالب ہو اور اوسکی نظر صرف مطالعہ
اوس جمال پر مقصود ہو جو اوسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہی اور جو چیز
کہ اب تک حاصل نہین ہوئی اوسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہی اوس سے
دل کو ایک سرور ہوتا ہی اس سرور کو انس کہتے ہین ۔ اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور
بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال و دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو
ان امور کے جاننے سے دل مین رنج ہوتا ہی اسیطرح دل کا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتین
اپنے اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان
ملاحظون کے مقتضی ہین اور اونکا حصر ممکن نہین ۔ حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعہ جمال کے
دل کو سرور اور خوشی ہو یہان تک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہی اوسکا
لحاظ نرہے اور خطرہ زوال بھی دل پر راہ نپاوے تو اس سرور مین کمال درجے کی لذت اور راحت
ہوگی ۔ اور یہی وجہہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو اونہون نے جواب دیا
کہ شوق تو غائب چیز کیطرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کیطرف رہے
اس جواب سے پایا جاتا ہی کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اوسکی خوشی مین ایسا ڈوبے تھے
کہ جو کچھہ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے اونکی طرف بالکل التفات نہ تھا ۔ اور جس
شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہی اوسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کیطرف ہوا کرتا ہے
چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اوترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لائے
فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ انس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہی

ارشاد ہوا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایک بندے کیطرف متوجہ ہونے اور دوسرے سے اعراض کرنے میں عتاب فرمایا
اگرچہ بندگی میں دونوں برابر تھے مگر حال میں مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ
يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى اور دوسرے کے باب میں فرمایا اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى اسیطرح ایک لوگوں میں آپکو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ ارشاد ہو
وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اور فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور دوسرے لوگوں سے اعراض
کرنیکا حکم دیا اور فرمایا وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ
عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ
فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اسیطرح کبھی کیا جاتا اور ناز بعض بندوں کی
برداشت کیا جاتا ہے اور بعض سے نہیں کیا جاتا مثلاً حضرت موسی علیہ السلام سے حالت
انس کے انبساط میں عرض کیا تھا اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ
مَنْ تَشَاۗءُ اور جب اونکو حکم ہوا کہ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ یعنی فرعون کے پاس جا
تو اوسکے جواب میں بطور عذر عرض کیا وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ اور
اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ اور وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ
اور اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى اور اسیطرح کے اقوال سوا
حضرت موسی علیہ السلام کے اور سے سرزد ہوتے تو خلاف ادبی ہیں اسلیے کہ جو شخص مقام
انس میں قیم ہوتا ہے اوسکے ساتھہ نرمی برتی جاتی ہے اور اوسکی ناز برداری کیجاتی ہے دیکھو
حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت میں تھے اونسے اس سے بھی کمتر بات برداشت
نکی گئی اور اوسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں کے اندر قید کیے گئے اور
قیامت تک اونکے حق میں یہ منادی ہوگئی لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ
وَهُوَ مَذْمُوْمٌ حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ عرا سے مراد قیامت ہی اور ہمارے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ
رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور یہ اختلافات کچھ تو
احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہیں اور کچھ اسوجہ سے کہ ازل میں چند و نکو

ایک دوسرے پر فضل دیا گیا ہے اور قسمت مین تفاوت رکھا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد
فرماتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ اور فرمایا مِنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ حضرت عیسی علیہ السلام اون انبیا مین سے ہین جنکو فضل رحمت ہوا اسیواسطے
اونھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ
وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا یعنی چونکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور
ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحیی علیہ السلام کے جو مقام ہیبت اور حیا مین
مقیم تھے اونھون نے اپنے آپ کچھ نہ فرمایا یہان تک کہ اونکے پروردگار نے اونکی تعریف مین
ارشاد فرمایا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور یہ بھی خیال کرنا چاہیے
کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ اون سے کیا وہ کسطرح برداشت کر لیا گیا بعض
علما فرماتے ہین کہ یہان سے إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا سے لیکر كَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ
تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار کین جنمین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک ایک مین تین تین
اور چار چار جمع ہین مگر اونکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک
سوال تقدیر کا کیا تھا اوس سے درگذر نکی گئی یہان تک کہ اونکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت سے
محو کیے گئے اسیطرح بلعام بن باعورا بڑے علما مین سے تھا اوس نے دنیا دین کی عوض مین
کھائی اوس سے درگذر نکی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اوسکی معصیت متعلق
باعضای ظاہری تھی اوسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت
سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے سردار عابدین اور اے پیشوای زاہدین تیری خالہ کا بیٹا
آصف کب تک میری نافرمانی کریگا مین اوسکی بار بار حلم کرتا ہون قسم ہے اپنی عزت و
جلال کی اگر کہین مجھکو میری آندھیون مین سے ایک نے اوسکو آ لیا تو اوسکے ساتھ والونکو لیے
اوسکو عبرت بناؤنگا اور اوسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت مین حضرت
سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوے تو آپ نے وحی کا حال اون سے کہا وہ وہان سے اوٹھکر باہر
گئے اور ایک ریت کے ٹیلے پر آئے پھر اپنا سر اور ہاتھ آسمان کی طرف اوٹھائے اور
عرض کیا کہ الہی تو تو ہے اور مین مین ہون اگر تو مجھکو توبہ نصیب کریگا تو مین توبہ کرونگا
اور اگر تو مجھکو نہ بچاویگا تو مین اسیطرح کرتا رہونگا اگر تو مجھکو بچائیگا تو مین دوبارہ
خطا نکرونگا پھر اللہ تعالی نے اوسپر وحی بھیجی کہ تم سچ کہتے ہو اے آصف تم تو ہم ہو اور

ت ۱ اور ہم نے زیادہ کیا بعضے نبیون کو بعضون سے ۱۲

ت ۲ کوئی ہے کہ کلام کیا اوس سے اللہ نے اور بلند کیے بعضون کے درجے ۱۲

ت ۳ اور سلام ہے مجھ پر جس دن مین پیدا ہوا اور جسدن مرون اور جسدن کھڑا ہون جی کر ۱۲

ت ۴ اور سلام ہے اوسپر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مرے اور جسدن کھڑا ہو جی کر ۱۲

ت ۵ [illegible]

اور اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ قرآن کے علوم کی بحث کرو اور اوسکے
عجائبات تلاش کرو کہ اوسمین علم اگلون اور پچھلون کا ہی اور واقع مین اونکا قول درست ہے
اسرار قرآنی کو وہی جانے جو اوسکے ایک ایک کلمہ کو خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور پاری
سے یہان تک کہ اوسکو ثابت ہو جائے کہ بیشک یہ کلام جبار قہار بادشاہ قادر کا ہی اور حد طاقت
بشری سے خارج ہی اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ضمن مین ہین تو مرد عاقل کو چاہیے
کہ اونکے مستنبط کا حریص ہو تاکہ اوسپر عجائبات قرآنی مین سے وہ امور منکشف ہون جنکی
سامنے اور علوم مزخرفہ کو ہیچ جانے جو کلام عجیب سے خارج ہے

دوسری فصل خدای تعالی کے حکم پر راضی ہونے کے معنی اور رضا کی حقیقت اور اوسکی فضیلت کے بیان مین
واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات مین سے ایک ثمرہ ہی اور مقربین کے اعلی مقامات مین سے ہی
اور اوسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہی اور جو کچھ اوسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہی وہ اوسی وقت پر
نہین کھلتا بدون اون لوگون کے جنکو خدای تعالی نے تاویل کا علم و فہم دیا ہی اور دین کی
سمجھ عنایت فرمائی ہی منکر تو یہی کہتے ہین کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہو اوسپر رضا کیسے
ہوسکتی ہی اور کہتے ہین کہ اگر یہ یون ہے کہ یہ فعل الہی ہی ہر چیز پر رضا ہوسکتی ہی تو چاہیے کہ آدمی
کفر اور معصیت پر بھی راضی ہوا کرے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے مین پڑ گئے اونکا اعتقاد یہی
ہو گیا کہ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض و انکار نکرنا یہ بھی خدای تعالی کے حکم کو ماننے مین
داخل ہی اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سننے ہی سے آدمی پر کھل جایا کرتے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رض کے حق مین یہ دعا نہ مانگتے کہ اللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّین
وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْل اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصون کے اور
رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اوسکا ممکن ہونا بیان کرین اور آخر کو لکھینگے کہ
بعض امور ایسے ہین جو رضا کی تمامی مین خیال کیے جاتے ہین مثلا دعا مانگنا اور معاصی پر
سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا مین نہین ہین اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان رضا کی فضیلت مین - رضا کی فضیلت جو آیات مین وارد ہی وہ یہ ہے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اور فرمایا ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَان اور منتہای احسان یہ ہی کہ خدای تعالی اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اوس
صورت مین ہوتا ہی کہ بندہ خدای تعالی سے راضی ہو اور فرمایا وَمَسَاکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْن ۱۸۱

(۱) یعنی جو مذکور ہوا ... [illegible] ... بخاری و مسلم ... [illegible]

کہ تم کیا ہو اونھون نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی علامت کیا ہے
عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہین اور وسعت کے وقت شکر کرتے ہین اور قضا کے موقعون پر
راضی رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری حدیث مین ہے کہ
حُکَمَاءُ عُلَمَاءُ کَادُوْا مِنْ فِقْهِهِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ اور ایک حدیث مین ہے
طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ لِلْاِسْلَامِ وَکَانَ رِزْقُهٗ کَفَافًا وَرَضِیَ بِهٖ اور فرمایا ہے مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰهِ
تَعَالٰی بِالْقَلِیْلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْعَمَلِ اور فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ
عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَاِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ فَاِنْ رَضِیَ اصْطَفَاهُ اور فرمایا
کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خداے تعالی میری امت کے ایک گروہ پر عنایت فرماویگا
وہ اپنی قبرون مین سے اڑکر جنت کیطرف جاوینگے اور اوسمین جسطرح جہان چاہینگے ٹہلینگے
مزے اوڑاوینگے اونسے فرشتے پوچھینگے کہ تم حساب دیکھ چکے وہ کہینگے کہ ہمنے تو حساب نہین دیکھا
فرشتے پوچھینگے کہ تم پلصراط سے اوتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہمنے تو وہ بھی نہین دیکھا
پھر پوچھینگے کہ تمنے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہمنے تو کچھ نہین دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر
تم کس شخص کی امت مین سے ہو وہ کہینگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین ہین وہ
پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہین سچ بتاؤ کہ تمھارے اعمال دنیا مین کیا تھے وہ کہینگے کہ دو
خصلتین ہم مین تھین جنکے باعث خداے تعالی کے فضل سے ہم اس رتبہ کو پہونچے ایک تو
کہ جب تنہا ہوتے تو خداے تعالی کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے جسقدر ہمارے لیے
مقدر کر دیا تھا اوسپر راضی رہتے فرشتے کہینگے کہ تب تو یہ حال تمھارا ہونا ہی چاہیے اور ایک
حدیث شریف مین ہے کہ یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اَعْطُوا اللّٰهَ الرِّضٰی مِنْ قُلُوْبِکُمْ تَظْفَرُوْا
بِثَوَابِ فَقْرِکُمْ وَاِلَّا فَلَا اور حضرت موسی علیہ السلام کے اخبار مین ہے کہ بنی اسرائیل نے اونکی
خدمت مین عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا کام پوچھ دیجیے کہ جب ہم اوسکو
کرین تو وہ ہم سے راضی ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی جو
کچھ یہ کہتے ہین تونے سنا حکم ہوا کہ اے موسی انسے کہدے کہ مجھسے راضی رہین تاکہ مین انسے
راضی ہون اوسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہین مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّعْلَمَ مَا لَهٗ
عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْیَنْظُرْ مَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی
یُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَیْثُ اَنْزَلَهُ الْعَبْدُ مِنْ نَّفْسِهٖ اور حضرت داود علیہ السلام کو فرمایا ہے

اپنی عزت وجلال کی اگر یہ بات تیرے دل میں گذرتی کہ تو میرا کام قبل تقدیر ہونے کے چاہتا تو
اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اترتا تھا
یعنی آپ کی پسلیوں پر سیڑھی کی طرح پاؤں رکھ کر نیچے سے اوپر چڑھ جاتا اور پھر وہاں سے اوترتا
اور آپ اپنا سر زمین کی طرف جھکائے اور چپ بیٹھے رہتے نہ سر اوٹھاتے نہ کچھ کہتے آپکے کسی لڑکے نے
عرض کیا کہ بابا جان یہ آپکے ساتھ کیا کرتا ہے آپ اسکو منع نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ بیٹا میں
دیکھتا اور جانتا ہوں تمکو معلوم نہیں ایک حرکت میں نے کی تھی تو اوسکے عوض میں کرامت
اور آسائش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر میں اوتار دیا گیا اب ڈرتا ہوں کہ اگر دوسری حرکت
کروں تو اور نجانوں کیا مصیبت پیش آویگی۔ اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ میں نے
دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا
کہ کیوں کیا اور اگر نکیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اوسکو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہوتی
اور اگر نہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپکے گھر والوں میں سے کوئی جھگڑتا تو فرماتے
کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر میں کچھ ہونا ہے وہی ہوگا۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی
بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں پس
اگر تو میرے چاہنے پر راضی ہوگا تو میں تیری خواہش تجھکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش پر
نہ مانیگا تو تجھکو تیری خواہش میں مشقت میں ڈالونگا پھر بھی وہی ہوگا جو میں چاہونگا اور آثار میں
بھی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں اول جو لوگ جنت میں
بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال میں اللہ تعالی کی حمد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں اچھی
سمجھتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ مجھکو سوای موقع حکم الہی کے اور کوئی خوشی
باقی نہیں رہی اور اونسے جو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ خدای تعالی
میرے لیے حکم کرے۔ اور میمون بن مہران رح فرماتے ہیں کہ جو شخص حکم الہی پر راضی نہو تو اوسکی
بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ اگر تو تقدیر الہی پر درست نہ رہیگا تو
اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہیگا۔ اور عبد العزیز ابن ابی داود فرماتے ہیں کہ جو کی روٹی
سرکہ کے ساتھ کھانے میں اور اون پہننے میں شان نہیں ہے بلکہ شان درویشی خدای عز وجل
راضی رہنے میں ہے ۔ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض
فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری چاٹوں جو جلادے سو جلاوے اور چھوڑدے سو چھوڑدے

ح ۱؎ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے [illegible] ۱۲

رکھ لیا اور کچھ گھبرایا جب وہ ہوش میں آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملہ میں
دخل دیتا ہے اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو میں اوسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے ہیں کہ
بعد اس معاملہ کے جب کبھی مجھکو اسطرح کا معاملہ بندے میں اور پروردگار میں معلوم ہوا میں نے کبھی اوسکو برا
نہیں جانا۔ اور ابو عمرو محمد بن اشعث رحمہ فرماتے ہیں کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح سے رہے کہ اونکی غذا بجز
دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب اونکو بھوک لگتی آپکی صورت دیکھ لیتے وہ لذت
جمال بھوک کی تکلیف اونکو معلوم نہونے دیتی تھی اور قرآن مجید میں اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے یعنی
عورتیں جمال حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئیں کہ بیخبری میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اور سعید بن یحیی
کہتے ہیں کہ بصرے میں عطا بن مسلم کی سرائے میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ میں لیے پکار پکار کر
لوگوں کے بیچ میں کہہ رہا تھا قطعہ

ہے قیامت سے بڑا ہجر جدائی کا روز آہ اس درد جدائی سے تو مرنا بہتر
بوسہ وہ کون ہے میں بولا نہیں میرا کچھ بلکہ کرتی ہے حقیقت میں مری جان کا خون

پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مر گیا میں نے اوسکا حال پوچھا تو لوگوں نے مجھسے کہا کہ کسی بادشاہ کے
ایک غلام پر عاشق تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اوسکے لیے اپنے یہ حال کیا۔ اور روایت ہے
کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ مجھکو وہ شخص بتاؤ جو زمین پر سب سے
زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبریل نے ایک شخص کو بتلایا کہ جذام سے اوسکے ہاتھ اور پاؤں علیحدہ
کر دیے تھے اور کان اور آنکھیں غارت کر دی تھیں آپ نے سنا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے
چاہا ان اشیا سے مجھکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا اونکو مجھسے چھین لیا اے نیکوکار اور مطلب پر پہونچانے والے
مجھکو تو توقع اپنی ذات کی باقی رکھ دیئے ہے یہ کیا تھوڑی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا ایک لڑکا
بیمار ہوا آپکو بہت شدت سے غم ہوا یہانتک کہ لوگوں کو خوف ہوا کہ کہیں اس لڑکے کے سبب آپکو
کچھ ہو نجاوے وہ لڑکا جب مر گیا تو آپ اوسکے جنازے کے ساتھ ہوئے اور کسی شخص کو ایسی
خوشی چہرے پر نہوئی ہوگی جیسی اوس وقت آپکو تھی لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ
مجھکو اوسکی بیماری سے اوسپر ترس آتا تھا اسلیے غمگین تھا اب مشیت الٰہی پہونچی تو میں اوس پر خوش
ہوں اور حضرت مسروق رحمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں تھا اوسکے پاس ایک کتا اور ایک گدھا
اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور اسباب وغیرہ چیزیں
لاد لاتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لیگئی اوس شخص کے گھر والوں کو رنج ہوا

مگر وہ شخص مکمل جنت تھا اوسنے کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا آیا اور اوسنے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا
وہ مر گیا اوسپر بھی لوگون نے رنج کیا اور اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر کتا بھی مر گیا اسپر بھی
اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اوسکے گھر والون نے دیکھا کہ اونکے گرد و پیش
کے سب لوگ غلامی مین گرفتار ہوگئے وہ باقی رہ گئے اور وجہ اونکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کتے اور گدہے
اور مرغون کی آواز سنکر لوگ پکڑ لیگئے انکے یہان یہ سب پہلے جا چکے تھے یہ محفوظ رہے تو اون چیزون کے
ہلاک ہونے مین حکمت تھی - اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خداے تعالی کے الطاف خفی کو جانتا ہے وہ
ہر حال مین اوسکے فعل سے راضی رہتا ہے - اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک شخص اندھے
برص والے اپاہج دونون طرف سے فالج زدہ پر گذرے کہ اوسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا
اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اوس خدا کو جسنے مجکو اون امراض سے صحت دی جنمین بہتون کو مبتلا
کر رکھا ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے اوس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہین
اوسنے کہا کہ اے روح اللہ مین اوس شخص سے بہتر ہون جسکے دل مین خداے تعالی نے وہ چیز نہین ڈالی
جو میرے دل مین اپنی معرفت سے ڈالی ہے آپ نے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اوسنے ہاتھ
دیا آپکے ہاتھ مین آتے ہی چہرہ سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہوگئی اوسکا سب مرض جاتا رہا
وہ شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا - اور حضرت عروہ بن زبیر کا پاؤن گل گیا تھا
اونہون نے زانو سے پاؤن کٹوا دیا پھر فرمایا کہ خداے تعالی کا شکر ہے جسنے مجھسے ایک لیا تیری ذات
کی قسم ہے اگر تو نے لیا تو تو نے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تو نے بیمار کیا تو تو نے ہی عنایت
دی تھی پھر اوس رات بھی ورد پڑھتے رہے - اور حضرت ابن مسعود فرماتے کہ مفلسی اور تونگری دو
سواریان ہین مجکو پروا نہین کسی پر چڑھون اگر فقیری ہے تو صبر ہے اور تونگری ہے تو داد و دہش
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہے
سواے رضا کے کہ اوسمین سے مجکو صرف ایک مہک سی ملی ہے اور اسپر اگر اللہ تعالی تمام خلق کو
جنت مین داخل کرے اور مجکو دوزخ مین تو مین اسپر راضی ہون - ایک عارف سے لوگون نے کہا
کہ تمکو رضا کا اقصی مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ نہین اوسنے کہا کہ اقصی مرتبہ تو نہین ملا مگر مقام رضا مین
پہونچ گیا ہون اگر خداے تعالی مجکو دوزخ کا پل بنا دے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت مین جاوین
پھر اپنی قسم سچی کرنے کو مجھے ہی دوزخ کو بھر دے تو اوسکے اس حکم کو مین پسند کرون اور اوسکی
تقسیم پر راضی رہون - اور یہ کلام ایسے شخص کا ہے جسکی ہمت قطعا محبت مین مستغرق ہو رہی تھی کہ

کر اوسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضاء محبوب مین محجوب ہو جاوے
یعنی چھپ جاوے اوسکو حس اس بات کا ہو اسلئے کہ مجھکو دوزخ مین ڈالنے سے اوسکی رضا پوری ہوگی اور اوسکی
رضا مجھے زیادہ دوست ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غلبہ کرنا اس
حالت کا گو ہمارے اندر محال نہین کو ہم جیسے ضعیفون کے حالات کی نسبت یہ بعید معلوم ہوتا ہو لیکن
جو ضعیف کہ کسی حیثیت سے عاجز ہو اوسکو نہ چاہیے کہ زبردستون کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے
کہ جس امر مین مین عاجز ہون اور سب اولیا بھی عاجز ہین۔ اور رودباری سے کہتے ہین کہ مین نے
ابو عبد اللہ بن جلا دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلان شخص کا قول ہے کہ مین دوست رکھتا ہون کہ میرا جسم
مقراضون سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے اور تمام خلق اوسکی اطاعت کرین اسکے کیا معنی ہین اونھون نے
فرمایا کہ ہان صاحب اگر یہ قول بطور تعظیم و اجلال کے ہے تو مجھکو معلوم نہین اور اگر خلق کی خیر خواہی
اور شفقت سے مروی ہوا ہے تو البتہ جانتا ہون راوی کہتے ہین کہ اسکے بعد اونکو غش آگیا۔ اور حضرت
عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اوٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے
تھے اور واسطے حاجت کے لیے پایون کے پاس کا شیشہ کیا گیا تھا اونکے پاس مطرف اور اونکے بھائی علا
آئے پس مطرف بھائی اونکا حال دیکھکر رونے لگے اونھون نے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو کہا کہ تمھاری
اس بڑی سختی کو دیکھکر روتا ہون اونھون نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خدای تعالی کو پیاری
محبوب ہو وہی مجھکو زیادہ پسند ہو اور مین تم سے ایک بات کہتا ہون شاید خدای تعالی اوس سے تمکو
نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اوسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کرتے ہین
مین اون سے انس پاتا ہون اور مجھکو سلام کرتے ہین مین اونکا سلام سنتا ہون اسلئے مین جانتا ہون کہ
یہ مرض بلا نہین ہے بلکہ نعمت ہے جو وہ عذاب نہین پس جو شخص اپنی مصیبت مین ایسا امور دیکھتا ہو وہ کیونکر بھلا
کیسے راضی نہو۔ مطرف کہتے ہین کہ ہم سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے
ہمکو گمان ہوا کہ اوسکے نیچے کچھ نہین یہانتک کہ اونکے منہ پر سے کپڑا اوٹھایا گیا اونکی بی بی نے کہا کہ
آپکو کیا کھلاؤن کیا پلاؤن اونھون نے کہا کہ لیٹے لیٹے کمر مین زخم ہوگئے ہین ہڈیان چھل گئے اور دبلا اتنا
ہوگیا ہون کہ اسقدر مدت سے کھانا پینا متروک ہے مگر مجھکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس کیفیت مین سے
ناخون کی برابر بھی مین کمی کرون۔ اور جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مین تشریف لاتے اور اونکی آنکھ
جاتی رہی تھین لوگ اونکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی درخواست کیا
کرتے تھے آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے

حضرت شعیب الله بن السائب کہتے ہیں کہ میں بچپن ہی اون دنون لڑکا تھا آپکی خدمت میں آیا اور آپ کو اپنا
نشان بتایا آپ نے مجھکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے میں نے کہا کہ البتہ پھر اوسکی گفتگو ہوتی
یہانتک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اورون کے واسطے دعا کرتے ہین اپنے واسطے بھی دعا
فرمائیے کہ خدا تعالی آپکی بینائی جون کی تون کر دے آپ نے تبسم فرما کر کہا کہ بیٹا خدا تعالی کے
حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک ملا اور نہ اوسکا
حال معلوم ہوا لوگون نے اوس سے کہا کہ آپ خدا تعالی سے دعا مانگیے کہ اوسکو واپس لادے اوسنے
ملامت کی اونھون نے فرمایا کہ جو کچھ الله تعالی نے مجھپر حکم کیا اوسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے
کے جانے سے زیادہ سخت ہے - اور بعض عابد کہتے ہین کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا
جسکے عوض مین ساٹھ برس سے روتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے کہ کسیطرح
توبہ اوس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہے اونھون نے فرمایا کہ ایکبات
ہوگئی تھی مین نے اوسکو کہا تھا کہ نہوتی تو خوب ہوتا - اور بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم
مقراضون سے کترا جائے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہے کہ جو چیز الله تعالی کی ہو اوسکو
یون کہون کہ اگر نکرتا تو خوب تھا - اور عبد الواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہے کہ
اوسنے پچاس برس عبادت کی ہے وہ اوسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبت پر تو تم
قانع ہوئے ہو کہ نہین اوسنے کہا نہین پوچھا کہ اوس سے انس ہوا کہ نہین کہا نہین پھر پوچھا کہ اوس پر
راضی ہوئے ہو کہ نہین اوسنے جواب دیا کہ نہین کہا کہ تمکو اوسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے
اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے کہا کہ مجھے تجھسے شرم آتی ہے نہین تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا
معاملہ اندر سے کھوٹا ہے یعنی اتنے دنون تک تیرے دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اوس سے بسبب اعمال
دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اب تک طبقات اصحاب یمین مین ہی رہا اسواسطے کہ تجھکو
اوس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہے - اور ایک جماعت حضرت
شبلی رح کے پاس مارستان مین گئی جہان وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے اون
لوگون سے آپنے پوچھا کہ تم کون ہو اونھون نے کہا کہ ہم آپکے دوست ہین آپ اونکی طرف
ڈھیلے مارنے لگے یہانتک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپنے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے تم میری محبت کا دعوی
کرتے ہو اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور حضرت شبلی رح نے ایک شعر کہا ہے جسکا ترجمہ ہے
با عزہ عشق الٰہی سے تو شاد ہے مجھکو کہ مین مبتلا ہو کہ عاشق تو ہو اور دیسا

اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہو کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اوسکی تصدیق کرتے ہوے ملوگے
اور غالبًا اوسکی تکذیب بھی کی ہوگی سوا اسکے کہ تم مین سے اگر کسیکی اونگلی سونے کی ہو تو اوس سے اشارہ
کرنے لگتا ہے اور اگر اوسمین کچھ خلل ہو تو اوسکو چھپاتا پھرتا ہے اس سے اونکی مراد یہ تھی کہ سونا خدا تعالی
کے نزدیک برا ہی اور لوگ اوس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہین اور بلا آخرت والون کے حق مین زینت ہی
اوسکو برا جانتے ہین — اور روایت ہے کہ بازار مین آگ لگی لوگون نے حضرت سری رح کو خبر دی کہ بازار جل گیا
اور تمھاری دکان نہین جلی اونھون نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ مین نے الحمد للہ کیسے کہا صرف مین ہی
بچا ہون اور مسلمان تو نہین بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ
صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ اور استغفار چاہی تو توبہ او استغفار کیلیے کاروبار سے دست بردار
ہوے — پھر ان حکایات کو اگر تامل کرو تو قطعًا جان لوگے کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا محال نہین بلکہ وہ
ایک بڑا مقام اہل دین کے مقامات مین سے ہی اور ارشاد تھا کہ محبت خاص مین اور اونکے حظوظ مین پس اگر ممکن ہی
تو محبت الٰہی اور حظوظ اخروی مین بطریق اولی ممکن ہو اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر
رضا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت اور تلخ دوا پر رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ
رضا اوسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہی اور کبھی محبت
اس درجے پر پہنچ جاتی ہی کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی مین چھپ جاتی ہی اس صورت مین سب چیزون سے
زیادہ لذیذ اوسکے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی اور اوسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہی گو اوسکی
جان ہی ہلاک ہونے مین کیون نہو چنانچہ مشہور ہے ؎ جس زخم مین خوشی ہو تمھاری کہان ہے درد ؎
اور یہ رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہی اور کبھی محبت اسطرح غالب ہوتی کہ ادراک درد سے
بیہوش کردیتی ہی قیاس اور تجربہ سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہے پس جو شخص کہ یہ
کیفیت اپنے نفس مین نہ پاوے اوسکو اسکا انکار کرنا نچاہیے ہو اسطے کہ اوسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے
نہین ہی کہ اوسمین اوسکا سبب یعنی فرط محبت موجود نہین اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ
نہین وہ محبت کے عجائب کو کیا جانے جتنی باتین ہم لکھ چکے ہین عاشقون پر اوس سے بھی
بڑی بڑی عجیب باتین ہوا کرتی ہین چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہین کہ موضع رقہ مین مین اپنے ایک
دوست کے پاس ایک مجلس مین تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانے والی عورت پر
عاشق تھا اور وہ بھی اوس مجلس مین تھی اوسنے باجا بجایا اور اسی مضمون کا گیت گایا ؎

ذلت عشق کی پہچان ہے عاشق کو سکہا	خاص جب اپنے لیے کوئی نیا دستے ہیں

اوس جوان نے کہا کہ کیا خوب تو نے گایا اب کیا مجھکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہی اوسنے کہا کہ اگر
راست باز ہی تو مرجا۔ راوی کہتا ہی کہ اوسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور منہ اور آنکھین بند کرلین سننے جو
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی
آستین پکڑے اوس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اوسکا عاشق بتاتا تھا اوس
لڑکے نے اوسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کب تک رہیگا اوسنے کہا کہ مین جھوٹا نہین ہون خدا دیکھتا
کہ جو کچھ مین کہتا ہون اوسمین سچا ہون یہان تک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین مرجاؤن لڑکے نے کہا کہ
اگر تو سچا ہے تو مرجا اوس شخص نے علیحدہ ہو کر اپنی آنکھین بند کرلین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا۔
اور سمنون محب کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اوسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے
اوسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز وہ شخص اوسکے لیے حریرا اور پنیر کا گھی مین حلوا بناتا تھا
جسوقت وہ چمچہ چھیڑتا تھا اوس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اوس شخص نے جو یہ آواز سنی اوسکے ہوش
جاتے رہے اور چمچہ ہاتھہ سے گر پڑا اور اضطراب مین انگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہان تک کہ
انگلیان اوسکی سب جلکر گرگئین اوس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہی اوسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہی
اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ
جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا شعر

مرنا ہو جسے عشق مین یون جی سے گذر جاے	بے موت نہین عشق مین کچھہ خیر تو مرجاے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرادیا اور مرگیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہوسکتے ہون
تو خالق کی محبت ہونی تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے
راست تر ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہے بلکہ عالم مین جتنا جمال ہی وہ اوسی
جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہے۔ ہان جسکی آنکھہ نہین ہوتی وہ صورتون کی خوبی کا انکار
کیا کرتا ہے اور جو بہرا ہوتا ہی وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہے تو ضرور ہی کہ جسکے دل نہوگا وہ
بے شک ان لذتون کا منکر ہوگا جنکو بدون دل کے سمجھہ ہی نہین سکتے

تیسرا بیان اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین۔ واضح ہو کہ دعا کے باعث دعا مانگنے والا
مقام رضا سے خارج نہین ہوتا اسیطرح گناہون کو برا جاننا اور ان سے خفا رہنا اور اسباب
گناہون کو برا سمجھنا اور اونکے دور کرنے مین امر معروف اور نہی منکر بجالانا بھی مخالف رضا کے نہین
اور اس باب مین بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ تعالی کی

قضا و قدر سے ہیں تو اوسپے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہین
دعا کو تو خدا تعالی نے ہمارے لیے عبادت ہی کر دیا ہو چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور انبیا علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہے جیسا کہ ہمنے باب الدعا مین لکھا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلی مقام پر پہنچے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے
آپ کیون دعا مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندون کی تعریف یون فرماتا ہے کہ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا
اور گناہون کا انکار اور اونکو برا جاننا اور اونپر راضی نہونا بھی خدا تعالی نے اپنے بندون کے لیے
موجب عبادت بنایا ہے اور اونپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہے جیسے کہ فرمایا وَرَضُوْا
بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور فرمایا رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اور ایک حدیث مشہور مین ہے کہ مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِيَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ اور ایک حدیث مین ہے
اَلدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آدمی بری بات سے غائب [illegible]
رہتا ہو اور اوسپر اوتنا ہی گناہ ہوتا ہو جتنا مجرم کو ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپ نے
فرمایا کہ یہ اس طرح سے کہ وہ بری بات مین شریک تو نہوا مگر جب اوسکو خبر پہنچی تو اوسپر راضی ہوا
اور ایک حدیث مین ہے کہ اگر کوئی بندہ مشرق مین مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب مین اوسکے قتل سے
راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اوسکے قتل مین شریک ہوگا اور خدا تعالی نے خیرات مین اور شر سے بچنے مین
رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ
يَبُثُّهَا فِي النَّاسِ وَيُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ اور ایک روایت مین
یہ ہے کہ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ اٰتَانِيَ اللّٰهُ مِثْلَ
مَا اٰتٰى هٰذَا لَفَعَلْتُ مِثْلَ مَا يَفْعَلُ اور کافرون اور فاجرون سے بغض رکھنے اور اونپر
انکار کرنے مین قرآن و حدیث کے دلائل بہت ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى
اور فرمایا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی نے
ہر مومن سے عہد لے لیا ہے کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک
ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور فرمایا مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَوَالَاهُمْ حُشِرَ
مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور فرمایا اَوْثَقُ عُرَى الْاِيْمَانِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ اور اوسکے دلائل

ہوتا ہے ہیں ہم نے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کو ذکر میں آداب الصحبت اور باب امر معروف و نہی منکر میں
اونکو لکھا ہے دوبارہ بیان نہیں لکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے
کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہیں تو یہ محال ہے اور اس سے
توحید میں خلل ہوتا ہے اور اگر قضاء اللہ سے ہیں تو اونکا برا جاننا اور ناپسند ہونا قضاء اللہ کا
برا جاننا ہے پس طریق ان ضدین کے جمع کرنے کا کیا ہے رضا اور کراہت ایک ہی چیز میں کیسے
جمع ہو سکتی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہیں
اونپر یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگوں کو جو شبہہ ہوا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام
سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہے اصل یہ ہے کہ رضا اور کراہت
جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح پر وارد ہوں تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن اگر
کراہت اور جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہے مثلاً اگر کوئی تمہارا دشمن مر جاوے
کہ وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اوسکے ہلاک میں ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہے کہ تمکو
اوسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے دشمن کی فکر میں ہلاک ہوتا تھا اور اسوجہ سے اچھا
معلوم ہوگا کہ تمہارا ایک دشمن کم ہو گیا اسیطرح معصیت کی بھی دو رخ ہیں ایک تو بندہ کیطرف کہ اوسکے
فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوئی اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہے وہ اپنی چیز
جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کیطرف ہے کہ اوسکے کسب سے حاصل ہوئی اور اوسکی صفت کہلائی
ہے اور اوسکے لیے اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک مغضوب اور بغیض ہو گیا اسوجہ سے
کہ اوسنے بندے پر اسباب دوری اور خفگی کے مسلط کر دیے پس اس نظر سے معصیت بری اور مذموم ہے
اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ میں نہیں آتی اسواسطے اسکی مثال کے لیے ہم ایک معشوق
مخلوق میں سے فرض کرتے ہیں کہ اوسنے اپنے عاشقوں کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے
کہ اپنے دوستداروں اور بغض والوں میں تمیز کریں اور اسکے لیے ایک سچی آزمائش مقرر کریں یعنے
اول فلان عاشق کیطرف قصد کریں اور اوسکو اتنا ستاویں اور ماریں کہ وہ ہمکو گالیاں دینے کو مضطر ہو
پس جب وہ گالیاں دینے لگیگا تو ہم اوس سے بغض کرینگے اور اوسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جنکو وہ محبوب
جانیگا ہمکو معلوم ہو جاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور جس سے یہ بغض رکھیگا اوسکی محبت و صدق کا
حال معلوم ہو جاویگا پھر اوسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اوسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو ایذا
اور ستایا اوسنے گالیاں دیں جو بغض کا سبب تھیں اور بغض بھی ہو گیا جو عداوت کا باعث ہے

بیان جواب اعتراض بر احادیث اس باب میں گذرین

اوس صورت میں جو شخص اوسکا عاشق صادق ہی اور شہوت و محبت سے واقف ہی اوسکو چاہیے کہ معشوق سے
یون کہے کہ جان من تم نے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت پر آمادہ
کرنے کی کی ہی سب مجھکو پسند ہی اور مین اوس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و ارادہ ہی مگر
اوس شخص نے جو تجھکو گالی دی تو اوسکی طرف سے زیادتی ہی کیونکہ اوسکو شایان نہ تھا کہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا
مگر چونکہ تیری مراد اوسکی ضرب سے یہی تھی کہ اسطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل اس
جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہوا مین اوسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر مین
نقصان اور مطلب مین تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد تجھکو نہ ملے لیکن اس نظر سے
کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہی اور اوسکی زیادتی اور گستاخی ہی کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ
مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی نہ دیتا تو البتہ اوسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہون
اور تو جو اوسکو گالیون کے باعث دشمن جانتا ہے تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری مراد
اور تیری موافقت کے باعث مین اوس سے بغض بھی رکھتا ہون اسلیے کہ شرط محبت یہ ہی کہ محبوب کے
حبیب کا دوستدار اور اوسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجھسے بغض رکھتا ہی تو اسوجہ سے کہ تو نے اوسپر اوسکی
بغض مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنیکا ارادہ کیا مین اوسپر راضی ہون بلکہ اسوجہ سے کہ وہ بغض اوس
شخص کا وصف اور کسب و فعل ہی اوسکو برا جانتا ہون غرضکہ ان امور مین ہر ایک چیز کو معشوق کیطرف
منسوب کرنے سے اچھا جانتا ہی اور مجرم کیطرف نسبت کرنے سے برا اور تناقض ایسا مین ہی کہ یون کہے
کہ راضی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہی اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہی اور جب اوسکو
اس نظر سے برا جانا کہ وہ دوسرے کا کسب یعنی وصف اور فعل ہی نہ معشوق کی مراد ہونیکی جہت سے تو
اسمین کسیطرح کی خرابی نہین اور ایسا ہو سکتا ہی کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ
اوس سے راضی ہو اسکی نظیرین بہت ہین پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خدای تعالی نے بعض
لوازم شہوت کے مسلط کر دیے یہان تک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے باعث
مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہی جیسا مثال مذکورہ بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے
باعث اوسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین - اور خدای تعالی جو اپنی نافرمانی کرنے والے
سے خفا ہوا ہی تو گو اوسکی خطا خدای تعالی کی ہی تدبیر سے ہوتی ہی مگر وہ ایسی ہی جیسے معشوق اپنی گالی دینے والے
سے بغض کرے ہرچند گالیان اوسنے معشوق ہی کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ اپنے اسباب اختیار کرتا نہ وہ اوسکو
گالیان دیتا - اور اللہ تعالی جو ہر ایک بندہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کرتا ہی یعنی وہ اوسکی معصیت [illegible]

مسلط کر دیتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اوسکی مشیت اوس بات سے کہ دور کرے اور اوسپر خفگی کرنے
کے لیے پہلے ہو چکی ہے پس جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اوسپر واجب ہے کہ جس سے خدای تعالیٰ
بغض رکھے اوس سے وہ بھی بغض رکھے اور جسپر وہ غصہ ہوا اوسپر وہ بھی غصہ ہوا اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے
دور کرتے اوس سے وہ بندہ محب بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خدای تعالیٰ کی قدرت اور قہر سے مخالفت
اور دشمنی پر دستی ہوا ہو لیکن پھر بھی ملعون اور مردود درگاہ تو ہے اسواسطے جتنے اوس جناب عالی کے
سبب ہیں اون سب کی نظرون میں اسکا مبغوض اور ممقوت ہونا ضروری ہے تاکہ محبوب کی موافقت پائی جاوے
کہ جسپر اوسنے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کر دیا اوسپر عاشق بھی اپنا غضب ظاہر کرے اور
اس تقریر سے جتنی روایتیں کہ اخبار کی ہیں یعنی بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافرون پر سختی کرنی
اور اونسے کنارہ رہنا اور ناراضی کے باب میں تاکید کا ذکر ہے باوجود قضاء اللہ پر راضی رہنے کے درست
ہو جاتے ہیں یعنی اونمیں رضا سے یہی مقصود ہے کہ رضا اس اعتبار سے کہ وہ افعال منجملہ خدای تعالیٰ
کیطرف ہیں اور یہ سب باتیں اسرار تقدیر کے معاملے سے جا ملتی ہیں جسکے افشا کی اجازت نہیں اور
وہ یہ ہے کہ خیر و شر دونون داخل مشیت و ارادہ ہیں مگر شر مراد اور مکروہ ہے اور خیر مطلوب اور مرضی لیکن
پسندیدہ ہیں جو شخص یہ کہے کہ شر خدای تعالیٰ کیطرف سے نہیں وہ جاہل ہے اسیطرح جو یہ کہے کہ خیر و شر
دونون خدای تعالیٰ کیطرف سے ہیں اور انمیں کچھ فرق رضا اور کراہت کا نہیں وہ بھی قصور وار ہے
اور اوسکو مفصل شرح وار بیان کرنے کی اجازت نہیں لہذا اوس سے سکوت اولیٰ ہے اور یہی مناسب ہے
کہ جسطرح شریعت حکم دے وہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
القدر سر اللہ فلا تفشوہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور یہان ہمکو مقصود یہ تھا
کہ بیان کرین کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا اور گناہون کو برا سمجھنا باوجودیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہیں
ایک ساتھ ممکن ہے چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت کا جمع ہونا ممکن ہے
سر تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہوئی - اور یہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہون سے بچنے اور اونکی
مغفرت اور عجز کے لیے دعا مانگنی یا اور جو اسباب دین میں معین ہیں اونکی درخواست کرنی قضاء اللہ پر
رضا کے خلاف نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کو بندون کے لیے عبادت مقرر فرمایا ہے تو اسلیے ہے
کہ دعا کے باعث اونسے ذکر صاف نکلے اور دل میں مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکے باعث
دل کی جلا ہو اور موجب کشف ہو اور سبب پے در پے ہونے الطاف کی افزونی کا ہو جیسے آبخورے کا اوٹھانا
اور پانی پینا رضا بالقضاء اللہ کے خلاف نہیں اسلیے کہ پانی کا ڈھونڈھنا اور پینا پیاس دور کرنے کے لیے

خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہو رضا کے
خلاف نہین اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہے جسکو خدای تعالی نے مفتاح اور موجب جلای قلب وغیرہ کا بنایا ہے
اور اوسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسباب پر
موافق عادت الہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہین چنانچہ اسکا بیان شرح باب التوکل مین لکھ چکے
اسیطرح رضا کے بھی مخالف نہین کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہے- ہان مصیبت کا ظاہر کرنا
شکایت کے طور پر اور دل مین اوسکو خدای تعالی کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہے بلکہ بلا کا ظاہر کرنا
شکر کے طور پر اور قدرت الہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہین بعض اکابر فرماتے ہین کہ قضا
رضا کی خوبی مین داخل ہے کہ شکایت کے طور پر کسیسے یون نہ کہے کہ دن بہت گرم ہے بلکہ جاڑون مین یہ کہنا
داخل شکوہ ہے اور شکایت بہر حال رضا کے خلاف ہے- غذا کو برا کہنا اور عیب کا لگانا بھی رضا کے خلاف ہین
کہ مذمت کسی چیز کی مذمت اوسکے بنانے والے کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ سب چیزین اوسی کی بنائی ہوئی ہین
اور اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہے اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ
قول بھی رضا مین خلل انداز ہے بلکہ چاہیے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کرے اور وہ قول کہے
جو حضرت عمر نے فرمایا کرتے تھے کہ مین نہین پروا کرتا خواہ فقیر ہو جاون یا تونگر اسواسطے کہ مین
نہین جانتا کہ ان دونون مین سے میرے حق مین کون شی بہتر ہے

چوتھا بیان اس بابمین کہ اون شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہو اور گناہون کی مذمت کرنی
رضا مین خلل انداز نہین- واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے تو آپ کا منع فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شہر مین
گناہ ظاہر ہوے ہون وہان سے بھی نکلنا نہ چاہیے اسواسطے کہ دونون صورتون مین قضا و قدر سے
بھاگنا لازم آتا ہے اور یہ بات نہین ہے بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہے کہ اگر یہ باب مفتوح ہو
تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہجاوین کوئی اونکا خبرگیران نہو لاغری و مرض سے
تباہ ہو جاوین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے
ساتھ دی تھی اور اگر یہ نہی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہے تو جو شخص شہر کے
قریب پہونچ جاتا ہے اوسکو وہان سے پھر جانے کی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہم نے باب توکل مین
لکھا ہے اور جب علت نہی کی معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہرون مین ظہور گناہون کا ہو وہان سے بھاگنا
قضا سے بھاگنے مین داخل نہین بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے اوس سے بھاگنا بھی داخل حکم الہی ہے- آخر

رح اس امر کی حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے

رح یہ حدیث اوپر گذر چکی ۱۲

اون مواضع کی مذمت جو گناہون پر برانگیختہ کرین اور اون اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہوتے ہین یا
لوگون کے علیحدہ کرنے کے واسطے بیان کرنی مذموم نہین سلف کے صلحا اکثر اس بات کے عادی
رہتے ہین یہان تک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور سب ظاہر کرتے تھے
اور یہان سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارک رح فرماتے تھے کہ مین شرق اور
مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہے آپ نے فرمایا
کہ اوسمین خدا تعالی کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی کو ادنی بات سمجھتے ہین اور جب کہ
آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ وہان مین اونمین
صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت خوردہ یا قاری حیرت زدہ ۔ اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ یہ قول اونکا غیبت تھا اسلیے کہ آپنے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اوسکو اس سے
ضرر ہوتا نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپ کا قصد اس بیان سے لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو
تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی
عوض مین سولہ دینار خیرات کر دیتے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا ۔ اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً
حضرت عمر بن عبد العزیز اور حضرت کعب احبار رض عراق کو برا کہا کرتے تھے ۔ اور حضرت ابن عمر رض نے
اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ عراق مین آپنے فرمایا کہ تیرا وہان
کیا کام ہے مین نے یون سنا ہے کہ جو شخص عراق مین رہتا ہے اوسکے پیچھے اللہ تعالی کوئی بلا لگا دیتا ہے
اور حضرت کعب احبار رض نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اوسمین دس حصون مین سے نو حصہ برائی
ہے اور اوسمین مرض لا علاج ہے اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے کہ خیر کے دس حصہ ہین اوسمین سے نو حصہ
شام مین ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصون مین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک
حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن عیاض رح کی خدمت مین بیٹھے تھے اتنے مین
ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اوسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمھارا مکان کہان ہے
اوسنے کہا کہ بغداد مین آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو زاہدون کا سا
پہنکر آتے ہین اور جب ہم اونسے پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمون کے گھونسلے مین
رہتے ہین ۔ اور حضرت بشر بن الحارث رح فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہے وہ ایسا ہے کہ پاخانہ
مین عابد بنے ۔ اور فرماتے کہ ہمین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے [illegible] مین نہ کرے کہ جسکا جی
باہر جانے کو چاہتا ہو [illegible] اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق نہوتا

تو ہم تو اس شہر میں نہ رہتے لوگوں نے پوچھا کہ پھر کہاں رہتے آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا رہتے
اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندوں کا پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ وہاں کا زاہد بیکار رہا ہے
اور شہر میں بیکار شہر پڑو سبیل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے شہر میں کہ جس میں معاصی کی
کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اوسکو وہاں رہنے کا کچھ عذر نہ چاہیے بلکہ وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا پس اگر ہجرت کا مانع اوسکو عیال وغیرہ ہو تو وہاں کی
باتوں پر راضی نہ ہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اور اسی طرف کو میلان کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ پریشان خاطر ہو کر یہ دعا مانگتا رہے
ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہے
تو مصیبت نازل ہوا کرتی ہے اور سب کو تباہ کر دیتی ہے کیونکہ ان کے ساتھ اچھوں کو بھی پہنچ جاتی ہے چنانچہ لوگ بھی مارے پڑتے ہیں
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ غرضکہ کسی چیز میں اسباب
نقص میں سے رضا مطلق نہیں بلکہ صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب بفعل الٰہی ہے ہوا اور خود اونسی رضا کی
کسی حال میں کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر تین شخص ہوں تو اس کے ہو ویں یعنی ایک تو اس وجہ سے کہ موت کو
شوق دیدار الٰہی کی واسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولیٰ کی خدمت کے لیے اچھا سمجھتا ہو
اور تیسرا کہتا ہو کہ میں کچھ پسند نہیں کرتا جو کچھ خدا تعالیٰ میرے حق میں پسند کرے یا وہی میری پسند ہے
تو علما کو اختلاف ہے کہ ان تینوں شخصوں میں سے افضل کون ہے اور چنانچہ کسی عارف سے جو یہ پوچھا گیا تو
اونھوں نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہے اسلیے کہ اون سب میں سے فضول اس میں کم رہی ہے۔ اور ایک روز
وہیب بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن اسباط اکٹھے ہوے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ
آج سے پہلے مجھکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج میں چاہتا ہوں کہ مر جاؤں حضرت یوسف بن اسباط
نے اوسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ میں فتنے سے ڈرتا ہوں اونھوں نے کہا کہ مجھے تو زیادہ
جینا برا نہیں معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیوں اونھوں نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید
کوئی روز ایسا ملجاوے جسمیں مجھکو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کروں پھر حضرت وہیب سے پوچھا
کہ آپ کیا کہتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں تو کچھ پسند نہیں کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہے وہی
مجھکو محبوب ہے خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری نے اونکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ یہ روحانی ہے

پانچواں بیان عاشقوں کی کچھ حکایات اور اونکے اقوال و مکاشفات کے ذکر میں

بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو اونھوں نے کہا کہ میں محب نہیں ہوں بلکہ محبوب ہوں
محب تو مشقت زدہ ہوتا ہے اور اونھیں سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم سات میں سے ایک ہو

اونھوں نے کہا کہ مین اوپر اساس ہون اور یہ پوچھا کہ فرمایا کہ یہ تعجب تم نے مجھکو دیکھا یا کہ چالیس
ابدال کو دیکھ لیا لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے
دیکھنے کے برابر ہو اونھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہے اور ہر ایک ابدال کا
ایک خلق اوسکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہے۔ اور ایک نے کسیطرح سوال کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ آپ خضر
علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپ نے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضر علیہ السلام کو دیکھے اوس سے
تعجب کیا ہے بلکہ تعجب ایسے شخص سے ہے کہ خضر اوسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جائے۔ اور حضرت
خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین خیال
ہوا ہے کہ اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین ہے جسکو مین نجانتا ہون اوسی روز مجھکو ایسا ولی ملا ہے کہ
پہلے سے مین اوسکو نہ جانتا تھا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ سے ایکبار کسینے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا
مشاہدہ جو آپ کو ہوتا ہے اوسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمہاری شان کے
شایان نہین کہ تم اوسکو جانو لوگون نے عرض کیا کہ خدای تعالیٰ کے بارہ مین جو سخت سے سخت مجاہدہ
آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ ہمسے بتلائیے آپنے فرمایا کہ تمکو اوس سے واقف کرنا بھی جائز نہین
اونھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ ہان اسطرح سے کہ مین نے اپنے نفس کو خدای تعالیٰ کیطرف بلایا اوسنے سرکشی کی مین نے
اوسکو قسم دیدی کہ ایک برس تک پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا اوس نفس نے اوسکو پورا کر دیا۔ اور یحییٰ
بن معاذ رحمہ روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید رحمہ کو نماز عشا کے بعد اونکے بعض مشاہدات مین دیکھا
کہ صبح صادق تک اس صورت سے بیٹھے ہین کہ گھٹنے زمین پر ٹکے ہوے پنجون کے بل تلوے اور ایڑیان
زمین سے اوٹھائے ٹھوڑی کو سینے سے لگائے دونون آنکھین کھلی ہوئی نہ پلکین جھپکتی تھین جب صبح
قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کچھ لوگون نے
تجھ سے مانگا اور تو نے اونکو پانی پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہوے اور مین
تجھ سے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھ سے درخواست کی تو نے اونکو زمین کا طے کرنا
مرحمت کیا اور وہ اوسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھ سے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے جو تجھ سے
سوال کیا تو تو نے اونکو زمین کے خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھ سے اوس سے بھی پناہ
مانگتا ہون یہان تک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپ نے اپنی دعا مین شمار کیے پھر جو میری
طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحییٰ ہے مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہے ارشاد فرمایا کہ

تو وہاں کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر ہوں آپ چپ ہو رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ
مجھسے کچھ حال بیان فرمایئے آپنے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہے وہ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ
خدای تعالی نے مجھکو فلک اسفل میں داخل کیا اور ملکوت سفلی میں مجھکو پھرایا اور زمینوں اور تحت الثری کی
سیر کرائی پھر فلک علوی میں داخل کیا اور آسمانوں میں مجھکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیزیں
آسمانوں میں تھیں سب مجھکو دکھائیں پھر مجھکو اپنے سامنے کھڑا کرکے ارشاد فرمایا جو کچھ چیزیں تو نے دیکھی ہیں
ان میں سے جو مانگیگا میں تجھکو دیدونگا میں نے عرض کیا کہ خداوندا میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی
جسکو میں اچھا جانتا ہوں اور تجھسے اوسکو مانگوں فرمایا کہ تو میرا بندہ سچا ہے تو ٹھیک میرے ہی واسطے
میری عبادت کرتا ہے میں تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتیں فرمائیں یحیی بن معاذ
کہتے ہیں مجھکو اس بات سے ہول آئی اور اون سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپنے
خدای تعالی سے اوسکی معرفت کا سوال کیوں نہ کیا آپکو تو اوسنے اختیار دیا تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہے
حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجھکو اپنی طرف سے خدای تعالی پر غیرت آئی کہ
اوسکے سوا اور کوئی اوسکو پہچانے اور اوسکی معرفت اوسکے غیر کو بھی نہ ہو

باب ابو تراب نخشبی کا قصہ	عاشق مست ابو یزید کی ملاقات

اور روایت ہے کہ ابو تراب نخشبی ایک مرید پر بہت مہربان تھے اوسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اوسکی خدمت
کرتے اور وہ عبادت میں مشغول رہتا ایک دن اوسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی ملاقات
کر لے اوسنے کہا کہ مجھکو اونکی حاجت نہیں جب دو ایک دفعہ ابو تراب نے بہت اصرار کیا تو مرید کو جوش آ گیا
اور کہا کہ میں ابو یزید کو کیا کرونگا میں نے خدای تعالی کو دیکھا ہے اوسنے مجھکو ابو یزید کے دیکھنے سے
بے پروا کر دیا ابو تراب کہتے ہیں کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو میں نہ رہا اور بولا کہ تو تنہا
کہ خدای تعالی کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہے اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھے گا تو خدای تعالی کو ستر بار دیکھنے سے
تیرے حق میں زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ابو تراب نے
کہا کہ تو خدای تعالی کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور ابو یزید کو تو خدا
کے پاس دیکھیگا کہ اوسکے لیے اوسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اوسنے اس قول کا بھید معلوم کر لیا
اور کہا کہ مجھکو اونکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہاں ایک بڑا قصہ لکھا ہے اوسکے آخر میں لکھا ہے کہ ہم آکر
ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار میں کہ ابو یزید بیشہ سے نکلیں کیونکہ وہ اون دنوں درندوں کے
جنگل میں رہا کرتے تھے اسی اثنا میں حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے میں نے اوس

جوان سے کہا کہ یہ ہین ابویزید انکی طرف دیکھ اوسکا دیکھنا تھا کہ اوسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہم نے
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سبنے ملکر اوسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابویزید رح سے عرض کیا کہ حضرت
آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اوسکے دل مین ایک
بھید پوشیدہ تھا کہ اوسکا وصف اوسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اوسنے مجکو دیکھا تو اوسکے دل کا
بھید کھل گیا اوسکو تاب اوسکی برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی
مارا گیا۔ اور جبکہ زنگی لوگ بصرے مین داخل ہوے اور کشت و خون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہیل رح کے
مرید اونکے پاس جمع ہوے اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خداے تعالی سے دعا کیجے کہ انکو دفع
کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر
بد دعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہو جاوے
مگر وہ بد دعا نہین کرتے ہین لوگون نے پوچھا کیون آپنے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خداے تعالی کو اچھی نہین معلوم ہوتی اوسکو
وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جا سکتا
یہان تک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعالی سے درخواست کرین کہ قیامت برپا نکرے تو خداے تعالی
اوسکو بھی نہ قائم کرے۔ اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہو اوسکو
چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ
قدرت خداے تعالی کی وسیع اور اوسکا فضل عام اور ملک اور ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خداے تعالی
کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اوسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہے اوسکی بھی کچھ حد نہین
اوسواسطے حضرت ابویزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات
اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے
تو اور اسکے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اوسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اوسکے پاس
موجود ہین اگر تو کسی شے پر مطمئن ہو جاویگا تو اوسی سے تیرا حجاب کر دیگا۔ اور یہ بلا ویسے لوگون کے
لیے ہو جاتی ہے جنکا سا حال انکا تھا اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین
کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور اونپر لباس اور زیور سونے
اور چاندی اور جواہر کا ہے جس مین بولتا ہے اور اونکے ساتھ ساتھ پھرتا ہی مین نے اونکو ایک نظر دیکھ لیا
اوسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پیشتر کی حورون سے
حسن و جمال مین زیادہ تھین اور مجسے کہا گیا کہ انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کرلین اور

اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الٰہی تجھ سے میں تیرے سوا سے پناہ مانگتا ہون مجھکو انکی حاجت نہیں اسیطرح
مین تضرع کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالی نے میرے پاس سے انکو ہٹا لیا۔ پس مومن کو چاہیے کہ
اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرے
کہ ہر کوئی وہی بات مانا کرے جو اوسکے نفس تنگ تاریک مین مشاہدہ ہوجائے تو راہ ایمان بالکل تنگ
ہوجاویگی۔ یہ حالات اسطرح کے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد گھاٹیون کے گذرنے اور مقامات
کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین ادن مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس
اور ملاحظہ خلق کو تمام اعمال ظاہری اور باطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ
گمنامی مین چھپے رہنا ہی ہے یہ باتین ادن لوگون کی سلوک کے اوائل اور مقامات کے آغاز کی ہین جو
لوگون مین سے بڑے پرہیزگارون مین بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورات التفات سے صاف کرنے کے
بعد اوسپر نور یقین کا فیض ہوتا ہے اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک
طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین کہ وہ صاف کیا جاوے
اور آئینہ کیصورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اور اسکے انکار کی وجہ یہی ہو کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر
زنگ اور میل چڑھا ہو دیکھتا ہے کہ اسمین تو کوئی صورت نظر ہی نہین آتی اسلیے اوسنے اوسوقت کی انکشاف کا
بھی انکار کیا جب اوسکو جلا کرکے جوہر اسکا لاجاوے بلکہ اس امر کا انکار نہایت درجہ جہل اور گمراہی ہے یہی حکم
اوس شخص کا ہے جو کرامات اولیا کا منکر ہو اسلیے کہ اوسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود
اوس کیفیت سے قاصر ہے اور جسکو اوسنے دیکھا اوسکو قاصر پایا الا یہ کہ انکار قدرت الٰہی نہایت ہے اور
مکاشفہ کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہے جو کچھ بھی مبادی طریقت مین سے چلا ہو اور جبتک وہ راہ ہی نہین
چلیگا تبتک کیا جانیگا کہ اوس راہ مین کیا کیا ہوتا ہے۔ حضرت بشر سے کسی نے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر
کیسے پہونچے آپ نے فرمایا کہ مین خدا تعالی سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر
نکرے۔ اور روایت ہے کہ اونھون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اونسے کہا کہ آپ میرے لیے
دعا کیجیے حضرت خضر نے فرمایا کہ خدا تعالی تمپر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور کچھ دعا کیجیے
اونھون نے فرمایا کہ خدا تعالی اوس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اوس طاعت کو خود تمسے
خفیہ رکھے کہ تو اوسپر التفات نکرے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مجکو شوق حضرت خضر کے دیکھنے کا
بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ اونکی زیارت مجکو کرادے تاکہ مجھے وہ باتین تعلیم کرین
جو سب سے زیادہ میرے لیے مہم ہون خدا تعالی نے میری دعا قبول فرمائی اور اونکی زیارت مجکو ہوگئی

اوسوقت مجکو اوسکی کچھہ سمجھہ نہ تھی میں نے یہی کہا کہ ای ابو العباس آپ مجکو ایسی چیز سکھا دیجئے کہ جب میں
اوسکو پڑھوں تو لوگوں کے دلوں سے محجوب ہو جاؤں انکے دلوں میں میری کچھہ قدر نہ ہو اور میری
نیک بختی اور دیانت کو کوئی نہ جانے اونھوں نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اَسْبِلْ عَلَيَّ كَثِيْفَ سِتْرِكَ
وَحُطَّ عَلَيَّ سُرَادِقَاتِ حُجُبِكَ وَاجْعَلْنِيْ فِيْ مَكْنُوْنِ غَيْبِكَ وَاحْجُبْنِيْ عَنْ قُلُوْبِ
خَلْقِكَ پھر آپ غائب ہو گئے میں نے انکو پھر دیکھا نہیں مشتاق ہوا کہ وہ دعا اونھوں نے
سکھائی تھی اوسکو ہمیشہ پڑھتا رہتا۔ بیان کرتے ہیں کہ اوس دعا کی تاثیر اونپر اتنی ہوئی کہ ذلت اور
اور بے قدری اسحد کو پہنچی کہ ذمی لوگ بھی اونسے مسخر کیا کرتے اور بیگار میں پکڑ کر اپنا بوجھا اونکے
سر پر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھہ اونکی نظروں میں نہ تھی یہ سب کچھہ برداشت کرتے لڑکے اونکا مذاق
کھیل بناتے حاصل یہ کہ اونکے دل کا چین اور درستی حال ذلت اور گمنامی میں تھی یہ حال اولیاء اللہ کا
تھا اونکی تلاش بھی ایسے ہی لوگوں میں چاہیے اور معاملہ کھائیوالے لوگ اونکو ایسے شخصوں میں
تلاش کرتے ہیں جو پیوند کا گدڑیاں اور چادریں پہنتے ہوں اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے
خلق میں مشہور ہوں حالانکہ غیرت اللہ جل شانہ کی اپنے اولیاء پر اسی بات کی متقاضی ہے کہ اونکو مخفی
رکھے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اونکو سوا میرے اور کوئی
نہیں پہچانتا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ خلاصہ یہ کہ ان معانی کی خوشبو سے زیادہ تر دور اون دلوں کے مشام ہیں جو تکبر اور
عجب کرتے ہیں اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خیر خوش پاتے ہیں اور نزدیکتر وہ دل ہیں جو شکستہ
ہیں اور اپنے نفسوں کی ذلت اسقدر سمجھتے ہیں کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاویں تو ذلت اونکو معلوم بھی نہو
جیسے غلام ذلت کو معلوم نہیں کرتا جسوقت کہ اوسکا آقا اوسپر اونچا بیٹھتا ہے پس جب کیفیت ہو جاوے
کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہے بلکہ اپنے جی میں ایسی بھی کم تر سمجھے
کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق میں ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتوں سے کمتر جانے یہانتک
کہ تواضع بالطبع اوسکی ذات کی صفت ہو جاوے تو ایسے دل سے توقع ہے کہ وہ اون خوشبوؤں سے
ابتدا ہی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم میں ایسا دل نہو اور ایسی روح سے بھی ہم محروم ہوں تو ہمکو نہیں چاہیے
کہ جو لوگ اسکے اہل ہیں اونکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نرکھیں کیونکہ اگر آدمی سے یہ نہو سکے
کہ خدا تعالی کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اوسکے اولیاء سے محبت رکھتا ہو اور اونپر ایمان ہو شاید
اسی سبب سے اونکے زمرے میں حشر ہو کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حدیث مشہور ہو اور شکستگی اور ذلت کے

زیادہ مفید ہونے کی یہ دلیل ہی جو حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہی کہ آپ نے بنی اسرائیل سے
پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہی لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپ نے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا ہون
کہ حکمت بھی اوسی دل مین جمتی ہی جو مثل مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہے مصرعہ
خاک شو پیش از انکہ خاک شوی ۔۔ اور اللہ تعالی کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جستجو
کے لیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور پست ہو جانا دیا ہی یہان تک کہ روایت ہو
کہ ابن کرنبی جو حضرت جنید رحمہ کے استاد تھے انکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازہ کے
قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اوس شخص نے بلایا پھر دروازے کے پاس
ہٹا دیا اسیطرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ انکو گھر مین لیگیا اور کہا مین نے آپکی تواضع کے
امتحان کے لیے یہ حرکت کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی
کر لیا ہے یہان تک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہو گیا ہے کہ اگر ہٹاؤ تو ہٹ جاتے ہے اور جب اوسکی طرف
ہڈی پھینکو تو چلا آتے ہیں تو اگر مجکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا ۔ اور انہین کا حال یہ بھی ہو
کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین آ تا اور وہان نیکبختی مین مشہور تھا ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا اور
مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسیکے اوٹھا لیے اور اونکو پہنکر اونکے اوپر اپنی گدڑی پہنی
اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجکو آپکڑا اور میری گدڑی اوتار کر وہ کپڑے مجسے لیلیے
اور خوب دھول دھپت سے میری خبر لی آئندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا
اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسون سے کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خدا تعالی اونکو خلق کیطرف
دیکھنے سے چھوڑا دے اور رفتہ رفتہ اپنی نفس کیطرف بھی التفات نہ رہے اسواسطے کہ جو شخص اپنے نفس کی طرف التفات کرتا ہو
وہ خدا تعالی سے محجوب رہتا ہے اور اوسکا شغل نفس ہی اوسکے حق مین حجاب ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالی اور بندے مین کوئی
حجاب یا حائل نہین بلکہ دونون کی دوری یہی ہے کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہو اور
سب سے زیادہ حجاب شغل نفس ہے اسلیے منقول ہے کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان رؤسائے بسطام مین
کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک روز اوسنے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین
تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر
باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اوسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین
اوسکی تصدیق کرتا ہون اور اوس سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس تک بالفرض روزہ
رکھیگا اور راتون کو جاگیگا اوس علم مین سے ایک ذرہ نہ پاویگا اوسنے عرض کیا کہ کیون حضرت

آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہی اوسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھہ علاج ہی
آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اوسنے کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے
فرمایا کہ تو اوس علاج کو قبول نکریگا اوسنے کہا کہ آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اوسکو بجا لاؤن آپنے فرمایا
کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اوتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی
گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور اونسے کہدے کہ
جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اوسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسی صورت سے بازارون مین جا اور سب
بازارون مین مجمع کے وقت پھر اور جو شخص تیرا آشنا ہو ان اونکے پاس بھی اسیطرح جا اوس شخص نے کہا سبحان اللہ
آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہی اوسنے پوچھا کہ کسطرح آپنے
فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھہ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اوسنے
عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا الا اور کچھہ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے
اسکو کرنا چاہیے اوسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو پہلی ہی کہا تھا کہ تو قبول
نکریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابویزید رح نے بتائی تھی اوس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے
نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز
اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھہ نہین پس جو شخص کہ علاج کی تاب نرکھتا ہو اوسکو یہ نچاہیے
کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا ہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اوسی تدبیر سے کرتا ہو اوسکو کہے
کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اوسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور
جسمین اسقدر بھی بات نپائی جاوے تو اوسکی خرابی ہی اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین
اور باوجود ظہور کے اوس کے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہے اور
حدیث شریف مین وارد ہی لَا یَسْتَکْمِلُ الْعَبْدُ الْاِیْمَانَ حَتّٰی تَکُوْنَ قِلَّةُ الشَّیْءِ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ کَثْرَتِهٖ
وَحَتّٰی یَکُوْنَ اَنْ لَا یُعْرَفَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یُعْرَفَ اور فرمایا ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ
اِسْتَکْمَلَ اِیْمَانَهٗ لَا یَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا یُرَائِیْ بِشَیْءٍ مِنْ عَمَلِهٖ وَاِذَا عُرِضَ لَهٗ
اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا لِلدُّنْیَا وَالْاٰخَرُ لِلْاٰخِرَةِ اٰثَرَ اَمْرَ الْاٰخِرَةِ عَلٰی اَمْرِ الدُّنْیَا اور فرمایا
لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْهِ ثَلٰثُ خِصَالٍ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُخْرِجْهُ غَضَبُهٗ
عَنِ الْحَقِّ وَاِذَا رَضِیَ لَمْ یُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِیْ بَاطِلٍ وَاِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَنَاوَلْ مَا لَیْسَ لَهٗ
اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ ثَلٰثٌ مَنْ اُوْتِیَهُنَّ فَقَدْ اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ الْعَدْلُ

فِالْیَقِیْنِ وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَخَشْیَۃُ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تو یہ شرطیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہیں پس اوس شخص سے تعجب ہے کہ دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ میں ان شرطوں میں سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہے اوسکا انکار کرے اور اخبار میں وارد ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبرون کیطرف وحی بھیجی کہ میں اپنا خلیل اوس شخص کو بنایا کرتا ہون جو میرے ذکر میں سستی اور قصور نکرے اور سوا میرے اوسکو کوئی فکر نہو نہ میرے اوپر کوئی چیز کو میری مخلوقات میں سے اختیار کرے اور اگر اوسکو آگ میں جلاویں تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آرون سے چیرین تو اوس سے بھی تکلیف محسوس نہو۔ پس جس شخص کی محبت اس حد تک کو بھی نہ پہونچی ہو اوسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہیں اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہی اور ایمان کے مقامات اور اوسکے کم و بیش ہونے کے اختلافات کی کچھ شمار نہیں اوسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے تجھکو اتنا ایمان دیا ہے کہ وہ اون تمام لوگون کے ایمان کی برابر ہے جو میری امت میں سے مجھپر ایمان لائے ہیں اور مجھکو جو ایمان دیا ہی وہ سب اولاد آدم کے ایمان کی برابر ہی جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہی کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہیں جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اوس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا حضرت ابو بکر رضی نے پوچھا کہ یا حضرت مجھہ میں بھی کوئی اون اخلاق میں سے ہی آپ نے فرمایا کہ ای ابو بکر تجھہ میں سب کے سب ہیں اور اون سب میں محبوب تر اللہ تعالی کے نزدیک سخاوت ہی اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اوسکے ایک پلہ میں مجکو رکھا اور ایک پلہ میں میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری تھا اور ابو بکر کو ایک پلہ میں رکھا اور میری امت کو لاکر ایک پلہ میں ابو بکر کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی تعالی کے ساتھہ اسطرحکا استغراق تھا کہ آپ کے دل میں گنجایش خلت کی دوسرے کے ساتھہ نہ تھی اسیواسطے فرمایا کہ اگر میں لوگون میں سے کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا مگر میں اللہ تعالے کا خلیل ہون

خاتمہ کچھہ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر میں جنسے فائدہ ہوا کرتا ہے

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے اور اور لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھہ یون کہتے ہیں کہ محبوب کا سب پر ترجیح دینا محبت

۲ ... اور سند اس کی ضعیف ہے ۱۲ ... بسند ضعیف ۱۲ ... بخاری و مسلم ...

اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ دنیا میں باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہے اور یہ اقبال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتا ہے نفس محبت کو کسی نے بیان نہیں کیا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ محبت وہ بات ہے محبوب کی ہے جو لوگوں کو معلوم ہے دل زبان سے کہے اور اس کی بیان سے عاجز ہیں اور حضرت جنید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ علاوہ اس کے محبت کا ہم ہی اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہے تو جب عوض جاتا رہتا ہے محبت بھی جاتی رہتی ہے۔ اور حضرت ذو النون رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اوس سے کہدو کہ اس بات سے ڈر کہ غیر اللہ کے لیے ذلیل ہے اور کسی نے حضرت شبلی رح سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہو جاوے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپ نے ایک قطعہ کہا جسکا یہ ترجمہ ہے

قطعہ

اے خداوند رحیم اور کریم — عشق تیرا ہے مرے دل میں مقیم
تو نے کھوئی ہے مری آنکھ سے نیند — مجھپہ جو گذرے ہے تو ہی ہے علیم

اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب میں کہے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

ہے عجب گر کہے کوئی کہ حبیب آیا یاد — اوسکو کیا بھول گیا ہوں کہ کہوں یاد آیا
یاد سے تیری میں مرتا ہوں پھر اوٹھتا ہوں — حسن ظن مجھکو نہوتا تو میں کیسے جیتا
آرزوؤں سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت — مرنے جینے کا مرے تجھپہ یہ دستور بندھا
بادہ عشق سے گو میں نے پیے جام پہ جام — پر نہ وہ مے ہی چکی اور نہ میں سیر ہوا
خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اوسکا خیال — پھر جو کوتاہی کروں دید میں تو ہوں اندھا

اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتا دے اونکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے لیکن دنیا نے اوس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور ابن جلاء رح کہتے ہیں کہ خداے تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں جب کسی بندہ کے سر پر مطلع ہوتا ہوں اور اوسمیں محبت دنیا اور آخرت کی نہیں پاتا تو اوسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اپنی حفاظت سے اوسکا کفیل ہوتا ہوں۔ اور روایت ہے کہ حضرت سمنون رح نے ایک روز محبت کے باب میں گفتگو کی استے میں ایک پرند آپکے سامنے اوترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہاں تک کہ اوسمیں سے خون نکلا اور مر گیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھے اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھکو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے مجھکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں۔ اور حضرت سری رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خداے تعالی سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح اور شام نکمی چیزوں میں سعی کرتا ہے اور عاقل آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے۔ اور حضرت رابعہ رح سے کسی نے پوچھا کہ آپکو رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہی اونھون نے فرمایا کہ مجکو محبت تو آپ کے ساتھ بہت ہے مگر
خدای تعالی کی محبت نے مجکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام سے
کسینے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ خدای تعالی سے راضی ہونا اور اوسکی محبت
اور حضرت ابو یزید فرماتے ہین کہ محب دنیا کی محبت کرتا ہی نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کی
چاہتا ہے۔ اور حضرت شبلی رح کا قول ہی کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہے اور
بعضون نے کہا ہی کہ محبت اسکا نام ہی کہ اپنے آپکے نشان مٹانے یہان تک کہ کوئی چیز ایسی باقی نرہے کہ جسکا
مآل محب ہے اوسکی طرف راجع ہو۔ اور بعض کہتے ہین کہ محبت یہ ہی کہ محبوب سے خوشی اور بشارت کے
ساتھ نزدیک ہو۔ اور خواص رح فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہی
اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہی کہ جب اللہ تعالی نے کسی اپنے بندہ کے
دل کی مراد سمجھ لی تو اوسکو اپنے مشاہدہ کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ محب کا معاملہ اللہ
چار مقامون مین ہوتا ہی اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل تعظیم اور
محبت ہین اسلیے کہ یہہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور اونکے سوا اور چیزین
اونسے علیحدہ ہو جاتی ہین۔ اور ہرم بن حیان رح کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو
اوس سے محبت کرتا ہی اور جب اوس سے محبت کرتا ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب توجہ کا
مزا پاتا ہے تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کی طرف نظر کاہلی سے دیکھے اور وہ اپنے
جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور روح سے آخرت مین۔ اور عبد اللہ بن محمد رح کہتے ہین کہ مین نے
ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہا رہی تھی بخدا کہ مین خدای تعالی
کے شوق مین اور اوسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آگئی ہون یہان تک کہ اگر موت
بکتی ہوتی تو مین اوسکو خرید لیتی۔ راوی کہتے ہین کہ مین نے اوس سے پوچھا کہ تجکو اپنے عمل پر اطمینان ہے
اوسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اوس سے محبت رکھتی ہون اور اوسپر مجکو حسن ظن ہے تو کیا
تمکو یہ خیال ہی کہ باوجود محبت کے وہ مجکو عذاب دیگا۔ اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام
وحی بھیجی کہ جو لوگ مجسے روگردان ہین اگر اونکو معلوم ہوجاے کہ مین اونکا کیسا منتظر رہتا ہون
اور اونکی ساتھ نرمی برتتا ہون اور اونکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو اونکو میری طرف اسقدر
شوق ہو کہ اوسمین مرجاوین اور میری محبت سے اونکے جوڑ بند جدا ہوجاوین ای داود میری خواہش
جب روگردانون کے باب مین یہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اونکے باب مین

قیاس کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی ای داؤد سب سے زیادہ محتاج میری طرف بندہ اوس حال مین ہوتا ہے
جب مجھسے بے پروا ہو جاتا ہے اور زیادہ تر رحیم اپنے بندے پہ مین جب ہوتا ہون جب مجھسے روگردان
ہو جاتا ہے اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اوسوقت ہوتی ہو جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہو
اور ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ ای گروہ عابدان
تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اوس پر نہین کرتے تم تو خوف و رجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر
اور حضرت شبلی رح کہتے ہین کہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای داؤد میرا ذکر
ذاکرون کے واسطے ہے اور جنت اطاعت کرنیوالون کے لیے اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین
خود اپنے محبون کے لیے ہون ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت
کرتا ہے اوسکے قول کو سچا جانتا ہے اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہو اوسکے فعل سے راضی ہوتا ہو
اور جو اوسکی طرف مشتاق ہوتا ہے تو اپنا راستہ جلد جلد چلتا ہے ۔ اور خواص رح اپنی چھاتی پر ہاتھہ مارتے
اور کہتے کہ ہای شوق اوسکا جو مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین
کہ حضرت یونس علیہ السلام اتنا روئے کہ اندھے ہو گئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہو گئے اور
نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہے تیری عزت و جلال کی اگر مجھہ مین اور تیرے
درمیان مین کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجکو تیرا اتنا شوق ہے کہ مین اوسمین بھی گھس جاتا ۔ اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا آپ نے فرمایا
کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میرے دین کی اصل ہے اور محبت میری بنا ہے اور شوق میری
سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر
اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی
اور طاعت میرا حسیب اور جہاد میرا اخلاق ہے اور میری آنکھہ کی ٹھنڈک نماز مین ہے ۔ اور حضرت ذوالنون
نے فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنا دیے پس عارفین کی روحین تو جلالی
اور قدسی ہین اسواسطے اللہ تعالی کیطرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین روحانی ہین
اسی جہت سے جنت کے مشتاق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ بھین وجہ دنیا کے
راغب ہوے ۔ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اونھون نے ایک شخص گندم گون لاغر تن کو جبل لکام
مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ؎

تیرے شوق و الفت نے مارا ہے جال	پھنسایا مجھے اور کیا ہے یہ حال

اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خداے تعالی اپنے اولیا کے دل پر روشن کرتا ہی یہانتک کہ
اوسکے باعث تمام اونکی دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادات اور عوارض و حاجات کی سب جل جاتے ہین
اب اس باب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہی

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین

رباعی

نیت پہ شریعت مین ہے موقوف عمل
نیت کی درستی بھی ہو اور ہو اخلاص
اخلاص نہو اوسمین تو ہے وہ مختل
بے صدق مگر نہو کبھی جہت دخل

واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہوسکتا اسلیے کہ آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین بجز اخلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے محض مشقت ہی اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہی اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہی چنانچہ خداے تعالی اوس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہوا اس طرح ارشاد فرماتا ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اوسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجالاویگا اور جو صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اوسپر اول ضروری ہے کہ نیت کو سیکھے تاکہ اوسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندہ کی نجات اور خلاص کا ہین اسلیے ہم اس باب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک کو لکھینگے

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان نیت کی فضیلت مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت

قتیل و صفوں کے درمیان میں خدا جانے اوسکی نیت کیا تھی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اس آیت میں نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی تمھاری صورتوں کو اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو
اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلوں کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ
بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور اونکو فرشتے مہری صحیفوں میں لیکر اوپر چڑھتے ہیں اور خدای تعالی
کے سامنے جا رکھتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمیں ہے اوسکے عامل نے
اوس سے میری نیت نہیں کی پھر فرشتوں کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کیواسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو
وہ عرض کرتے ہیں کہ الہی اوسنے تو انمیں سے کوئی کام کیا نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اوسنے اون کاموں کی
نیت کی تھی اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہیں ایک
وہ ہے جسکو خدای تعالی نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنے علم کے موجب اپنے مال میں کام کرتا ہو تو دوسرا
شخص یوں کہتا ہے کہ اگر مجھکو اللہ تعالی ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہے تو میں بھی ایسا ہی کام کرونگا
جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اوسکو خدای تعالی نے مال دیا ہو
اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات میں اوڑاتا ہو اور کوئی شخص یوں کہے کہ
اگر اللہ تعالی مجھکو مال دے تو میں بھی ایسا ہی کروں جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں —
یہاں دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیوں اور برائیوں میں آپنے شریک فرمایا — اور
اسیطرح حدیث انس بن مالک میں مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں نکلے تو
فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ ہم سفر کرتے ہیں یعنی جنگل طی کرتے ہیں یا ایسی جگہ کو
پامال کرتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلاتی ہے یا کچھ خرچ کرتے ہیں یا بھوکے ہوتے ہیں وہ ان سب میں
ہمارے ثواب کے شریک ہیں حالانکہ وہ مدینے میں ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ کسطرح ہے وہ تو ہمارے
ساتھ نہیں ہیں آپنے فرمایا کہ اونکو عذر نے روک دیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہو گئے اور حضرت
ابن مسعود رضی کی حدیث میں ہے کہ مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور ہم میں
سے ایک عورت سے نکاح کیا اوسکا نام مہاجر ام قیس ہو گیا — اور اسیطرح ایک وہ حدیث میں ہے کہ
ایک شخص خدا کی راہ میں مارا گیا اور اوسکا نام قتیل حمار ہوا اس جہت سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا
کہ اوسکا مال اور گدھا لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا — اور عبادہ رضی کی حدیث
میں یوں مروی ہے مَنْ غَزَا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ إِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰى اور حضرت ابی فرماتے ہیں

کہیں نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ میں میرے ساتھ ہو اوسنے کہا کہ میرے لیے کچھ اجرت مقرر کردو
تو ساتھ ہون میں نے ویسا ہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا
آپ نے فرمایا کہ اوسکو دنیا اور آخرت سے اوسیقدر ملا جو تو نے مقرر کر دیا تھا اور بنی اسرائیل کے
قصوں میں ہے کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کی حالت میں گذرا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ
ریت طعام سمجھنے ہوتا تو میں لوگوں کو بانٹ دیتا اللہ تعالی نے اوسکے نبی پر وحی بھیجی کہ اوس شخص سے
کہدو کہ اللہ تعالی نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیری حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجھکو وہی ثواب دیا کہ
اگر یہ بالفرض اسقدر رکھتا ہوتا اور تو اوسکو بانٹ دیتا اور بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ مَنْ هَمَّ
بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث میں ہے کہ جس شخص کی نیت
دنیا ہو اللہ تعالی اوسکا افلاس اوسکی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور وہ ایسے وقت میں دنیا سے مفارقت
کرتا ہے کہ زیادہ رغبت دنیا کی اوسکو ہوتی ہے اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالی اوسکی غنا اوسکے
دل میں کر دیتا ہے اور اوسکا سامان اوسپر جمع کر دیتا ہے اور وہ دنیا میں زاہد ہو کر اوٹھتا ہے اور حضرت
ام سلمہ رض کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف ہوئیگا
زمین میں دھسنا جنگل میں ہو حضرت ام سلمہ رض نے پوچھا کہ یا حضرت اون میں وہ شخص بھی ہوگا جو
زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ اونکا حشر اونکی نیتوں پر ہوگا اور حضرت عمر رض
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے اِنَّمَا يُقْتَتَلُ الْمُقْتَتِلُونَ
عَلَى النِّيَّاتِ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب دو صفیں ملتی ہیں تو فرشتے اوترکر خلق کو درجہ بدرجہ
لکھتے ہیں کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہے اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے
خبردار کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ میں شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خدای تعالی کا بول بالا
ہو وہ خدا کی راہ میں ہے۔ اور حضرت جابر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپنے
فرمایا يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہیں کہ آپنے فرمایا
اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ لوگوں نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی
جہت سے جاویگا مقتول کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اوسنے دوسرے کے مارنیکا
ارادہ کیا تھا۔ اور حدیث ابی ہریرہ میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت
اوسکے ادا کی نہ رکھتا ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھ قرض لے اور اوسکے دینے کی نیت نہ ہو تو وہ چور ہے
اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدای تعالی کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن

ایسے حال میں آویگا کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کیلیے خوشبو لگاویگا قیامت کے دن آویگا اور اوسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی +

اور آثار نیت کے فضائل میں یہ ہیں کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ سب اعمال میں افضل وہ ہے جو خدای تعالی نے فرض کیا ہے اور بچنا اون اشیا سے جو خدای تعالی نے حرام فرمائی ہیں اور درستگی نیت کی اون امور میں ہے جو خدای تعالی کے پاس ہیں۔ اور سالم بن عبد اللہ رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مدد بندے کیواسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہے جسکی نیت کامل ہوگی اوسکے لیے خدای تعالی کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت میں نقصان ہوگا تو مدد بھی اوسیقدر ناقص ہوگی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ اکثر کام چھوٹے ہوتے ہیں اونکو نیت بڑا کردیتی ہے اور اکثر کام بڑے ہوتے ہیں نیت اونکو چھوٹا کردیتی ہے۔ اور حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نیکوکار کہ اوسکی نیت تقوی کی ہوتی ہے اگر اوسکے تمام اعضا دنیا میں متعلق ہوجاوینگے تو اوسکی نیت کسی روز اوسکو نیک نیت کیطرف ہٹا لیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو سیکھتے ہو۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جب تک خیر کی نیت کرتے رہوگے تب تک خیر میں رہوگے اور کوئی طالب علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجھکو ایسا عمل بتاوے کہ اوسکے باعث میں ہمیشہ خدای تعالی کیواسطے عامل رہوں اسلیے کہ مجھکو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن کی ایسی گذرے جسمیں میں خدا کی واسطے عمل نکرتا ہوں اوسکو علما نے کہا کہ تیرا مطلب تجکو حاصل ہے جسقدر ہو سکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اوسکو چھوڑے تو دل سے اوسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ خدای تعالی کی نعمت تمہارے شمار سے زیادہ ہے اور تمہارے گناہ تمہاری دانست سے پوشیدہ تر ہیں لیکن اگر صبح و شام کو توبہ کرلیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خوشی ہو اوس آنکھ کو جو سووے اور قصد معصیت نکرے اور بیگناہی پر جاگے اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اوٹھائے جاوینگے اور حضرت فضیل بن عیاض رح جب یہ آیت پڑھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نیتوں ہی کے باعث جنتی جنت میں

ہمیشہ رہیگا اور وہ دوزخی ہوتے ہیں ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے
کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہے اور جس سے میرا غیر ارادہ کیا گیا ہو گا وہ
بہت بھی تھوڑا ہے اور بلال بن سعد رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہے مگر اللہ تعالی
اوسکو اور اوسکے قول کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ اوسکے عمل کو نہ دیکھ لے پس اگر عمل کرتا ہے تو اوسکے
ورع کو دیکھتا ہے اور اگر ورع بھی کرتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ اسکی نیت کیا ہے پھر اگر نیت درست ہوئی تو
اوسکے سب کام درست ہونگے ۔ حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتیں ہیں عمل اپنے خیر ہونے میں نیت کا محتاج

اور نیت فی نفسہ آپ خیر ہے گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہ ہو سکے

دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا ۔ جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مترادف ہیں جو
ایک معنی کیواسطے آتے ہیں اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہے کہ علم و عمل کے بیچ میں ہوتی ہے علم تو
اوس سے پہلے آتا ہے اسوجہ سے کہ وہ اصل و شرط اوس حالت کی گویا ہوتا ہے اور عمل اوسکے بعد ہوتا ہے
بایں نظر کہ اوس حالت کا ثمرہ اور فرع ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت و سکون اختیاری تین چیزوں سے
پورا ہوتا ہے علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہیں جانتا اوسکا ارادہ نہیں کرتا پس
اوسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہیں کرتا جب تک کہ ارادہ نہیں کرتا تو عمل کیلیے ارادہ کا ہونا ضرور ہوا اور ارادہ
کے معنی ہیں دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کیطرف جو اوسکے نزدیک اوسکے مقصود کے موافق ہو خواہ
اوس وقت ہو یا انجام کار اور چونکہ انسان کی سرشت اسطرح کی ہے کہ بعض امور اوسکے موافق اور اوسکی
غرض کے مناسب ہوتے ہیں اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اوسکو احتیاج مناسب و موافق چیز کے اپنی
طرف کھینچنے کی اور بری چیز کو اپنے نفس سے علیحدہ کرنے کی پڑی اسلیے اس بات کی حاجت ہوئی کہ مضر
اور مفید چیزوں کو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بچا رہے مثلاً جو شخص غذا کو
نہیں دیکھتا اور نہیں پہچانتا تو ممکن نہیں کہ غذا کھا وے اور جو شخص آگ کو نہیں دیکھتا اوس سے بھاگ بھی
نہیں سکتا اسلیے اللہ تعالی نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور اوسکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس
ظاہری اور باطنی اور اسلیے ہماری غرض نہیں پھر اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہے تب بھی
کھانے کیلیے اوسکا فی نہیں جب تک کہ آدمی میں میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنیوالی نہو
دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہے اور جانتا ہے کہ یہ موافق ہے مگر رغبت کے نہونے اور قوت مشتہیہ کے جاتے
رہنے سے اوسکو کھا نہیں سکتا اسکیلیے اللہ تعالی نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا اور مراد اوس سے بھی
اس سے یہی ہے کہ نفس میں ایک اشتیاق اور دل میں توجہ کھڑی ہو پھر رغبت اور ارادہ بھی کافی نہ

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہی اور اوسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہے مگر اپنے
اپاہج ہونے کی جہت سے نہین کھا سکتا پس اس قوت کی دفع کے لیے قدرت اور اعضاء متحرک
پیدا کیے جنسے تناول کامل ہو۔ پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین کرتا اور قدرت ارادہ کی
منتظر رہتی ہے اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہے یعنی اسبات کا دل مین امر
پختہ ہو جاوے کہ وہ شی ہمارے موافق ہی تو جب معرفت مصمم ہو جاتی ہی کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہے
اور اوسکا کرنا ضرور ہی اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اوٹھتا ہے اور رغبت ثابت ہوتی ہی اور جب
ارادہ اوٹھتا ہی تو قدرت اعضا کے حرکت دینے کو تیار ہو جاتی ہی حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع ہے
اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہی تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد
اور قدرت کے درمیان مین ہی یعنی ارادہ اور نفس کا اوبھرنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کیطرف
جو اوسکی غرض کے موافق حال مین یا مآل مین پس اوسکو سمجھ کہ غرض مطلوب ہوتی ہی اور باعث اوسکو کہتے ہین
اور یہی غرض اوبھارنے والی نیت کیا ہوا مقصد ہی اور اوبھرنا قصد اور نیت ہی اور قدرت کا کام
پانون وغیرہ کو ہلانا عمل ہے مگر اوبھارنا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہے
اور کبھی دو باعثون سے جو ایک ہی فعل مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہی
کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ ہونے پر قادر ہوتا ہی اور کبھی قاصر کہ بدون اجتماع دوسرے باعث کے
کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہی مگر دوسرا باعث اوسکا معاون و مددگار ہو جاتا ہے گو اکیلا
مستقل نہین ہوتا اسلیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہیین
پہلی قسم یہ ہی کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اوسکو
دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اوٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اوسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے اور کوئی
نہین اسلیے کہ جب اوسنے درندے کو دیکھا اور اوسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اسیوقت اوسکا نفس
بھاگنے پر منبعث ہوا اور اوسی رغبت کے سبب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی کہا جاتا ہے
کہ نیت اوسکی نفس کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہی کہ اوٹھ کھڑے ہونے سے اور کچھ مطلب نہین ایسی
نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو خلاص کہتے ہین یعنی
اگر لحاظ غرض باعث کے دیکھا جائے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی
شارکت اور خلط سے خالص ہے۔ دوسری قسم یہ ہی کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون اور دونون
سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو اوسکی مثال محسوسات مین یہ ہے کہ

دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اوٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھے
اور ہماری غرض کے موجب یہ مثال ہو کہ آدمی سے اوسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست
کرے اور وہ اوسکو پورا کر دے اور اوسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور یہ بات کو جانے
کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اوسکی حاجت پوری کر دیتا یا قرابت نہوتی تو
فقیر ہی کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دل مین یہ بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار
غنی درخواست کرے تو اوسکی قضاء حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی
رغبت ہوگا — اسیطرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور
وہ روزہ رکھ لے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کر دیتا اور پرہیز نہوتا تو عرفہ
کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہو گئے اور اوسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلا باعث کا رفیق ہوا
تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق رکھتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین — اور
تیسری قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہو مگر دونون ملکر
باعث حرکت قدرت کے ہوے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہے کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اوٹھا دیوین کہ اوسکو
جدا جدا اوسے نہ اوٹھا سکتے ہون اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اوسکے
پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اوسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اوسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس
مانگنے آوے تو اوسکو دیدے اس صورت مین اوسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت
اور فقر کے ملنے سے ہوگا — اسیطرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے
صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو دینے پر آمادہ
نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اوسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب یہ
دونون باتین جمع ہو گئین تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین — اور
چوتھی قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا
ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہے تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہے اوسکی مثال محسوس
چیزون مین یہ ہے کہ کوئی شخص تندرست کچھ بوجھ اوٹھاتا ہو اور اوسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے
ہر چند قوی آدمی خود اوسکو اوٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن نہ تھا کہ اوٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی
اوٹھانے مین ہو جاتی ہے اور ہماری مراد کے موافق مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا
عادی ہے اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کے وقت کچھ لوگ آ گئے تو اونکے دیکھنے کے باعث

اور پھر وہ عمل آسان ہو گیا اور اپنے نفس سے اس بات کو جانتا ہے کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل کو نہ چھوڑتا
اور اگر طاعت کا خیال نہ ہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اسطرح کی نیت
میں کس قدر اختلال ہوتا ہے ایسی قسم کے باعث کو ہم کہتے ہیں حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا تو شریک
ہوتا ہے یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم ہم اخلاص کی فصل میں لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام
کا بیان ہے وہ اسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہے اور اوسی سے حکم حاصل کرتا ہے اسلیے ارشاد ہوا ہے
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اور ظاہر ہے کہ تابع کا خود کچھ حکم نہین ہوتا ہے حکم متبوع ہی کا رکھتا ہے
چہارم بیان اس حدیث کے بھید کے بیان مین نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ یعنی ایماندار کی نیت
اوسکے عمل سے بہتر ہے حدیث مین جو وارد ہے تو اسکی کیا وجہ ہے اور اس سے کیا مراد ہے بعض شخصون کو
یہ خیال ہے کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہے کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہے سواے اللہ تعالی کے اوسپر کوئی
واقف نہین ہوتا اور عمل ظاہر ہے اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہے اسلیے نیت کو بھی ترجیح ہے پس
ہرچند اتنی بات درست ہے کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہے مگر وہ یہان مراد نہین اسلیے کہ اس سے
یہ لازم آتا ہے کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خداے تعالی کا ذکر اپنے دل سے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے
تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو۔ اور کبھی یہہ گمان ہوتا ہے کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہے کہ نیت تا
انجام عمل تک رہتی ہے اور اعمال مین دوام نہین ہوتا اور یہ وجہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے
کہ عمل کثیر عمل قلیل کی نسبت کہ بہتر ہو علاوہ ازین یہہ بھی درست نہین کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ
نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گھڑی کے لحظات تک ہوا کرتی ہے اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہین
اور مضمون حدیث سے یہ پایا جاتا ہے کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو۔ اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اسکے معنی
یہ ہین کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہے ہرچند یہ تو ہے کہ عمل بدون نیت سے
نیت اچھی ہے مگر یہہ مراد نہین ہو سکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھہ مین کچھہ بھی خیر نہین
اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہو اور ترجیح اوسی چیزون مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین
مشترک ہون بلکہ مراد یہ ہے کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور
عمل بھی تو ساری طاعت مین سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہے یعنی نیت اور عمل ہرچند دونون
مقصود مین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کہ بہت ہوتی ہے پس حدیث مذکور کے
معنی یہ ہوے کہ نیت مومن کی منجملہ اوسکی طاعت کے اوس عمل سے بہتر ہے جو وہ بھی منجملہ اوسکی
طاعت کے ہو اور غرض یہہ ہے کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہو اور عمل مین بھی ہو اور دونون عمل ہین

اعمال نیتون سے ہین اور ہر شخص کو وہی ملیگا جو نیت کی ۱۲

طبرانی بروایت سہل بن سعد ساعدی ۱۲

گر بہتری نیت ہی کو دیتے تو یہی اس حدیث کے معنی ہوئے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونے کا کیا سبب ہے
تو اوسکو وہی سمجھیگا جو دین کے مقصود اور اوسکے طریق کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر
مقصود کے پہونچانے میں کسطرح ہوتی ہے اور بعض اثروں کو بعض پر قیاس کرے تا کہ معلوم ہووے کہ
مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضلیت ہے مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کہ بہتر ہے تو
اوسکی مراد یہ ہے کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہے اور اس بات کو وہی سمجھیگا جو
یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کے لیے ہے جسکو صحت اور بقا کہتے ہیں اور غذائیں تاثیرات مختلف ساتھ
رکھتی ہیں اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کرلے کہ اصل مقصود کس میں زیادہ ہے
اور طاعات ہیں جو غور کیا جاتا ہے تو یہ بھی دلوں کی غذائیں ہیں اور انسے مقصود دلوں کی شفا اور بقا اور
آخرت میں سلامت رہنا اور سعادت اخروی سے بہرہ ور ہونا اور خداے تعالی کے دیدار سے لذت پانی ہے
غرضکہ مقصود لذت سعادت لقا ہے فقط اور اوس سعادت سے لذت یاب وہی ہوگا جو خداے تعالی کا
عارف اور محب ہوکر مرے اور اوس سے محبت وہی کریگا جو اوسکو جانیگا اور اوس سے انس اوسیکو ہوگا
جو زیادہ تر اوسکا ذکر کرے پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت
کی تابع ہوتی ہے اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہیں ہوتا مگر اسطرح کہ دنیاوی شغلوں سے فارغ ہو اور
اشغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہے جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہوجاویں یہانتک کہ خیر کی
طرف مائل اور راغب ہوجاوے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اوسوقت
پیدا ہوتا ہے کہ جان لیوے کہ سعادت اخروی انھیں چیزوں سے وابستہ ہے جیسے کہ عاقل فصد اور پچھنے کیطرف
جب مائل ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ میری سلامتی انہیں میں ہے اور جب اصل میل معرفت سے حاصل ہوجاتا ہے تو وہ
عمل سے قوی ہوجاتا ہے یعنی اگر مقتضاے میل کے موجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہے تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہے
اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر کہ فی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہے جس سے
صفت قلبی زور پکڑ جاتی ہے اور خوب جم جاتی ہے مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کیطرف مائل ہو تو شروع میں
اوسکا میل ضعیف ہوتا ہے مگر جب مقتضاے میل کے موجب علم میں مشغول ہوتا ہے خواہ حصول ریاست کے لیے
تدبیریں شایان عمل میں لاتا ہے تو وہ میل راسخ ہوجاتا ہے حتی کہ اوس سے علیحدہ ہونا اوسکو مشکل پڑجاتا ہے اور اگر میل
کے خلاف کرلیوے تو اوسکو ضعف ہوجاتا ہے اور اکثر جاتا بھی رہتا ہے یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہے
تو اوسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہے پھر اگر اوسکے مقتضا کے موجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام
ہونا اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکل جاویگا

اور جدا نہیں ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی میں اگر نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضاے میل کے بموجب عمل نہ کریگا
تو ایسا ہوگا کہ گویا میل کی غذا موقوف کردے تو بوجہ اسکے کہ وہ میل ضعیف اور شکستہ ہوکر نیست و نابود
ہوجاوے اور گیا ہوگا اسیطرح سب صفات کا حال ہے۔ اور خیرات اور طاعات سب اسلیے ہیں کہ ارادے
آخرت مطلب ہوتی ہے اور شرور سب کے سب سے دنیا مراد ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کیطرف اور اوسکا
پھرنا دنیوی خیرات سے بھی دل کو ذکر اور فکر کے لیے فارغ کردیتا ہے اور یہ پختہ جب ہوتا ہے جبکہ
اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اسلیے کہ اعضاے ظاہری
اور دل میں ایک ایسا علاقہ ہے جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو میں زخم لگتا ہے تو
اوس سے دل میں درد ہوتا ہے اور دل جب کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے یا کسی امر خوفناک
سے غمگین ہوتا ہے تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ بدن کانپتا ہے کہ رنگ بدل جاتا ہے
فرق اتنا ہے کہ دل اصل ہے گویا کہ امیر یا حاکم ہے اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہیں کہ انکی خدمت
کی جہت سے دل کی صفات پختہ ہوجاتے ہیں غرض کہ دل ہی مقصود ہے اور اعضا آلات ہیں جس سے مقصود
تک رسائی ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ لَہَا
سَائِرُ الْجَسَدِ۔ اور فرمایا اَللّٰہُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ وَالرَّعِیَّةَ راعی سے مراد آپکی قلب ہے اور اللہ تعالی
ارشاد فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ اور تقوی قلب کی صفت ہے
اسلیے ضرور واجب ہے کہ قلب کے اعمال دیگر طاعات اعضا کی نسبت کہ افضل ہوں پھر سب
خیر ہے کیونکہ اون سب میں سے نیت افضل ہے اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کیطرف اور ارادہ
خیر کو کہتے ہیں اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہی ہے کہ ان سے دل ارادہ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اوس میں
پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہوکر ذکر اور فکر پر چپ پڑے تو ظاہر ہے کہ اعمال میں بہتری
اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت میں چونکہ نفس مقصود حاصل ہے لہذا بلحاظ مقصود وہ اوسکی
افضلیت ہونی چاہیے جیسے معدے میں اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہیں کہ اوپر سے لیپا
کردیں اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلادیں جو معدے میں پہونچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا
اسلیے کہ اوس سے بھی مقصود وہی ہے کہ اثر معدے میں پہونچے تو جو چیز خود معدے ہی سے ملی رہے
وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسیطرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اسلیے کہ اون سے مطلب دلوں کے تغیر
اور اونکے صفات کی تبدیل ہے نہ کچھ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ پیشانی کا
رکھنا زمین پر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہے مضبوط ہوجاوے یعنی جو شخص اپنے

نفس میں تواضع پاتا ہے تو جب اپنے اعضا سے اوسپر مدد چاہیگا اور اونکی شکل تواضع کی بناویگا
تو اوسکی تواضع پختہ ہو جاویگی اور جو شخص اپنے دل میں یتیم پر ترس پاتا ہے جب اوسکے سر پر ہاتھ پھیریگا
اور پیار کریگا تو وہ صفت دل میں پختہ ہو جاویگی اور ایسی صورتوں میں عمل بدون نیت ہرگز مفید نہیں
مثلاً کوئی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے مگر دل میں غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ میں کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہوں
تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل میں کچھ بھی نہوگی اسیطرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اوسکا
دل دنیا کی فکروں میں مشغول و مستغرق ہو تو اوسکے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہیں ہوتی
جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور جس چیز کا وجود اور عدم برابر ہو
مطلوب کے برابر ہو اوسکو باطل کہا کرتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل
اور یہ اوس صورت میں ہے کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اوس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو
تو اوسکا وجود و عدم ہی برابر نہوگا بلکہ ایک خرابی بھی پیدا ہو جاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ
نہوگی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اوسکی تاکید ہوگی اور وہ صفت مائل بہ دنیا کیا جانا ہے
کرنے میں داخل ہے یہ وجہ ہے نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی
میں آتے ہیں مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً اسلیے کہ دل کا قصد کرنا اوسکا خیر
کیطرف مائل ہونا اور ہوای نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہے جو بہت سی خوبی
غور ہو تو عمل کرنے سے اوس خوبی کی تاکید ہو جاتی ہے مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور
خون نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدای تعالی کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم
جانکر اوسکو خدای تعالی کی راہ میں دیڈالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے سبب کرنے ہی سے حاصل ہو جاتی ہے
گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا
وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور تقوی کا مقام احادیث کی رو سے دل ہے اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے میں ہیں اور جہاد میں ہمارے
شریک ہیں اسواسطے کہ اونکے دل نیت بخیر ہونے اور خدای تعالی کا کلمہ بلند کرنے اور مال و جان کے
خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے میں ایسے ہی تھے جیسے اون لوگوں کے تھے جو جہاد کو نکلے تھے
صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہوسکی تھی اور ان معنون سے
احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت میں وارد کی ہیں سمجھ میں آجاوینگی تو اونکو انھیں معنون پر مطابق
کر کے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہو جاویں ۔

چوتھا بیان ان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہیں اونکی تفصیل کے ذکر میں —

واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام میں منقسم ہو سکتے ہیں یعنی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فعل ہیں یا قول اور حرکت ہیں یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہیں یا دفع ضرر کے لیے اور فکر کے ہیں یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہیں کہ اونکا شمار بھی نہیں ہو سکتا مگر تاہم اونکی تین قسمیں ہیں اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینوں قسموں میں نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ نیت کے باعث اسمین کچھ تغیر نہیں ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہوجاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرائے بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتیں ہیں نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نرہیگا بلکہ مقتضاے شرع کے خلاف ان سے خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہے پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی میں کریگا تو جہالت کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے - اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہے جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہواے باطنی اس امر کو دل میں ڈالدیتے ہیں اسلیے کہ جب دل طلب جاہ اور لوگوں کے دل اپنی طرف کرنے کا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے - اور اسیوجہ سے حضرت سہیل رح فرماتے ہیں کہ خداے تعالیٰ کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہیں جتنی جہل کی معصیت ہے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہے اونھوں نے فرمایا کہ ہاں اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہے - اور واقع میں آپ کا قول درست ہے اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کر دیتا ہے مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیونکر سیکھے گا کسی نے سچ کہا ہے شعر

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند	در جہل مرکب ابدالدہر بماند

اسیطرح علم سے خداے تعالیٰ کی اطاعت کرنی سب اطاعتوں سے افضل ہے اور علم کا علم سب علموں کی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتوں کی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ اون علوم میں مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوے ہیں اور وہ علوم واہیات ہیں جو اونکے لیے دنیا کے وسیلے ہیں اور ایسے ہی علوم میں مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے - حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اوسکا عذر جہالت نہیں سنا جاویگا البتہ ایک صورت میں معذور ہوگا

کہ اوسکو مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہون اور مہلت سیکھنے کی نملی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالی
ارشاد فرماتا ہے فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَا يُعْذَرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلٰى جَهْلِهٖ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ
يَسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہون کا تقرب کرتے ہین
اوسکے قریب یہ بھی ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق و فجور مین مشغول اور اسی بات پر
آمادہ ہون کہ علما سے جھگڑے اور فقہا کو بہکائے اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع
بادشاہون اور یتیمون اور مسکینون پر دانت رکھتے ہون اونکو علم پڑھایا جاوے ایسے لوگ ایسے بد ذات
جب علم سیکھتے ہین تو خدا تعالی کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بلکہ
دنیا پر جھگڑتا ہے اور ہوای نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور تقوی سے دور رہتا ہے لوگون کو اوسکے
دیکھنے سے خدا تعالی کی نافرمانیون کی جرات ہوتی ہے پھر یہی علم اوس شخص سے دوسرے کسی آدمی
جیسے کو ملتا ہو وہ بھی اوسکا دستاویز کے قدم بقدم چلتا ہے اسطرح یہ علم مسلسل ہوتا چلا جاتا ہے اور
سب اسطرح کے عالم اوس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اوسی معلم اول پر پہنچتا ہے جسنے
باوجود نیت فاسد شاگرد کے اوسکو علم پڑھایا اور باوجودیکہ اوسکے قسم قسم معصیت اقوال و افعال
اور کھانے پینے مسکن وغیرہ مین دیکھے تھی اور اوسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرحکا عالم جب مرجاتا ہے
تو اوسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہے جو مرے اور
اوسکے ساتھ اوسکے گناہ ہونکا بھی خاتمہ ہو جاوے پھر تعجب ہے کہ ایسے عالم جہالت سے کہتے ہین
کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ مین تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہے اگر سیکھنے والا اوسکو فساد مین استعمال
کریگا تو قصور اوسکا ہے نہ میرا میری نیت تو یہی تہی کہ وہ اوس سے امر خیر پر مدد لے اوسکے اس قول کا
منشا ریاست کی محبت اور بخود دم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہے اور شیطان جو باعث ریاست کی محبت
کے اوس پر امور مشتبہ کر دیتا ہے مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے
راہزن کو تلوار ہبہ کر دی اور اوسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کر دیے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد
اور پھر یہ کہتا ہے کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کرلی ہے جو اللہ تعالی کے عمدہ اخلاق مین
سے ہے اور میری یہ نیت ہے کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو
یہ سامان دینا ظاہر ہے کہ بڑے ثواب کی بات ہو اب اگر وہ خود اوسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین
کیا کرون وہ خود گناہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہے کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہنچانی

جاہل کے لیے جہل پر چپ رہنا [illegible] نہین ... طبرانی نے اوسط [illegible] بروایت جابر [illegible] ابن [illegible]

حرام ہی یا وجودیکہ سخاوت سب اخلاق میں سے محبوب ہے اور اوسکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہیں جو کوئی اونمیں سے ایک سے بھی اوسکی طرف تقرب کرتا ہے
وہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور اون سب میں محبوب خدا کو سخاوت ہے پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو
حرام کر دیا اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرما دیا پس جبکہ اوسکی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ ہتھیار کو
شر کے اوپر مدد لیتا ہے تو اوس سے ہتھیاروں کا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اوسکو دیے جاویں
اور علم بھی وہ ہتھیار ہے کہ اوس سے شیطان اور دشمنان خدا سے بچ جاتے ہیں اور بعض اوقات اوس سے
دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہے جیسے ہوای نفسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے اور اپنی خواہش کو
آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دی جاتی ہے کہ وہ
اوس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہو جاوے۔ بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو
شخص اونکے پاس آمد و رفت رکھتا تھا اوسکے احوال کے تجسس میں رہتے تھے اگر اوس سے ایک نفل میں
بھی قصور دیکھتے تو اوسکو برا جانتے اور خاطرداری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال
سمجھنا دیکھ پاتے تو اوسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی
اسواسطے کہ اونکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہے اور اوسکے موجب عمل نہیں کرتا اوسکو پھر جگہ میں
استعمال کرتا ہے تو وہ اور کچھ نہیں سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہے اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے
پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہیں مانگی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح کے حال میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کی
خدمت میں برسوں سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقاً آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور
گفتگو موقوف کی نہایت عنایت سے ڈال دیا اوس شخص نے ہر چند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے
آخر بعد اصرار کے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گارا لگایا
اور قدآدم مٹی سے لی ہے اور وہ مسلمانوں کی راہ کی خاک ہے اسلیے اب تجھ میں لیاقت نہیں ہے کہ علم کی
نقل کرے پس [illegible] سلف کے لوگوں کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس زمانے میں باتیں غبی لوگوں اور شیطان کے
تابعداروں پر مخفی رہتی ہیں گو اونکے پاس چادریں اور چوڑی چوڑی آستینیں ہوں اور وہ خود زبان دراز
اور خوش تقریر ہوں اور علم بھی بہت سا رکھتے ہوں یعنی وہ علم جسمیں دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان
اور آخرت کی ترغیب و طلب نہ ہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق میں مروج ہے اور یا اوسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہیں
اور لوگوں کی پیروی چاہتے ہیں اور ہمسروں پر بڑھ بڑھ کر بیٹھتے ہیں اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا
کہ حدیث انما الاعمال بالنیات خاص و قسم اعمال کے لیے ہے یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور

اور معاصی کے لیے نہیں ہے اسلیے کہ طاعت تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہوجاتی ہے اور نیت سے بھی
طاعت بھی رہتی ہے اور مباح کا بھی یہی حال ہے کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعت دونوں ہوسکتی ہیں مگر
معصیت کسیطرح طاعت نہیں ہوسکتی بلکہ نیت سے اوسمین عکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین
ملجاتی ہین تو اوسکا وبال اور گناہ اور زیادہ ہوجاتا ہے چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا دوسری قسم
اعمال کی طاعات ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو صحت مین دوم ثواب کی
زیادتی مین اول تو اسطرح کہ عمل سے عبادت خدای تعالی کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا
تو وہ عبادت معصیت ہوجائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیتین حسنات کی ایک عمل مین
کرے تو جب ایک طاعت مین نیت چند نیات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جداگانہ ملیگا کیونکہ
ہر نیت ایک حسنہ ہے اور ایک حسنہ پر بموجب حدیث شریف کے دس گنا ثواب ملتا ہے مثلا کوئی شخص
مسجد مین بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کر لے ہر چند یہ ایک طاعت ہے مگر بہت سی نیتون سے اوسی
ہوسکتی ہے کہ اعمال متقین کی سی فضیلت اسمین آجاوے اور مقربین کے درجے کو اوسکے باعث پہونچ جاوے
پہلی نیت یہ ہے کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہے اور جو اسمین آتا ہے اوسکو خدا کی زیارت ہوتی ہے تو مسجد مین
بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرے تاکہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے حاصل ہوجاوے چنانچہ آپ فرماتے ہین من قعد فی المسجد فقد زار اللہ تعالی وحق علی المزور اکرام زائرہ
دوسری یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت کرے تاکہ جب تک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی
مراد ہے کلمہ ورابطوا سے جو قرآن مجید مین وارد ہے تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور
ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل بازرہنے کا نام ہے اور وہ ایک قسم کی
رہبانیت ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رہبانیۃ امتی القعود فی المساجد
چوتھے ہمت کا مقتصر کرنا خدای تعالی پر اور فکر آخرت کے سبب سے اپنا لینا اور جو اشغال اوس سے روکتے ہوا
ہین اونکو دفع کرنا پانچوین ذکر الہی کے لیے تنہا ہوجانا یا صرف اوسکا ذکر سننے کے لیے یا اوسکی یاد دلانے کو
ہونا جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہے من غدا الی المسجد لا یرید الا ان یذکر اللہ تعالی او یذکرہ کان کالمجاہد
فی سبیل اللہ تعالی چھٹے قصد امر معروف اور نہی منکر کا کرنا اسلیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا ہی کرتے ہین جو نماز اچھی
نہ پڑھتے ہین یا ایسی حرکات کے مرتکب ہون جو اونکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا اونکو اچھی بات سکھاوے
اور دین کی راہ بتاوے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اوسمین یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہوجاوے
ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دیندار خدای تعالی کے

اور اللہ تعالی کے باب مین دوستی کرنیوالے موجود رہا کرتے ہین اونسے استفادہ ہو تو ذخیرہ آخرت اور غنیمت ہو آٹھوین یہ کہ گناہون کو خدا ی تعالی کی شرم سے چھوڑدے اور اس بات سے ڈرے کہ خدا ی تعالی کے گھر مین وہ بات نہ کرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہے اللہ تعالی اوسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہی یا کوئی بھائی ملتا ہی جس سے خدا ی تعالی کے باب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہے یا علم عجیب یا ایک کلمہ جو راہ ہدایت بتادے یا کسی بات سے چھڑادے یا گناہون کا چھوڑنا خدا ی تعالی کے خوف سے یا اوسکی شرم سے پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہی اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کرلینا چاہیے اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہین جو محتمل بہت سی نیات کی نہو جنبندہ مومن کے دل مین اونمین سے اوسیقدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہی اسی سے اعمال ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ ہوتی ہین تیسری قسم مباحات مین اونمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہوسکتی ہین جنسے کہ مباحات عمدہ قربات مین سے ہوجاوین اور اونسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اوسکو ہی جو اونسے غافل ہو اور چوپاؤن کیطرح سہو اور غفلت سے اونکو بجا لاوے اور یہ نچاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سب کی پوچھہ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اوس مباح مین ہی جسمین کراہت کا شائبہ نہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہا حساب وحرامہا عقاب اور حضرت معاذ بن جبل رض کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ الْعَبْدَ لَيُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَعَنْ فُتَاتِ الطِّينَةِ بِأُصْبُعَيْهِ وَعَنْ لَمْسِهِ ثَوْبَ أَخِيهِ اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص خدا کیواسطے خوشبو لگاوے قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ کیواسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اوسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا اوسمین ضرور ہوا اب اگر پوچھیے کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہی وہ خدا کیواسطے کیسے ہوسکتی ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات مین خوشبو لگاوے تو ہوسکتا ہی کہ اوسکا مقصود صرف دنیاوی لذات راحت پانے کا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تاکہ ہمسر حسد کرین یا خلق کو دکھلانا منظور ہو تاکہ اونکے دلون مین اوسکی جگہ ہو اور اوسکا وقر کریں تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہی خوشبو سے ذوق یا یہ منظور ہو کہ اجنبی عورتون کے دلون مین محبوب ہوجاوے بشرطیکہ اونکو دیکھا کرتا ہو اور اور بہت سے امور اسیطرح کے ہوسکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہوجاتی ہی اسلیے اوسکی بدبو مردار سے

اوسکی مطالعہ مین حیلہ ... جلد سوم ... دوم

برہنگی قیامت میں ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ معصیت نہیں
سوال و حساب بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اوسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کی
مباحات میں سے کرلیگا تو قیامت کو اوس پر عذاب تو نہوگا مگر اوسیقدر راحت آخرت کم کردی جاویگی
اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہے کہ یہاں کے ایک مرفانی کے عوض میں جو رہنے والی
کم ہو جاوے۔ اور اچھی نیتیں خوشبو میں یہ ہیں کہ مثلاً اوس سے اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانہ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدا ہی تعالی کی زیارت کو مسجد میں
بے خوشبو نہ جانا چاہیے یا اپنے پاس والوں کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو
دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اوسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی
صورت میں لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہیں اور میرے سبب سے خدا ہی تعالی کی
معصیت نکریں اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اوس سے بچنے پر قادر ہے تو وہ اس معصیت میں
شریک ہوا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ اسمیں اشارہ ہے کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہے اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے ذہن و ذکا
زیادہ ہوا اور امور دینی کا سمجھنا اور اونمیں فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ جسکی
خوشبو اچھی ہوتی ہے اوسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرح کی نیتیں ایسی ہیں کہ جب آدمی کے دل پر
تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتیں کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا ہے اور جس شخص
کہ اوسکے دل پر آسایش دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتیں اوسکے دل میں نہیں آتیں اور اگر کوئی ذکر بھی
کرے جب بھی اوسکا دل نہیں اوبھرتا کہ یہ نیتیں کرے اور اگر کوئی ان نیتوں میں سے کرتا بھی ہے تو
صرف خطرے کے طور پر ہوتی ہیں کہ اوسکو نیت نہیں کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہیں اور اونمیں
نیتوں کی شمار ممکن نہیں اس ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کرلو۔ اور اسی وجہ سے بعض عارفین سلف
فرمایا ہے کہ مجھکو مستحب معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں ایک نیت کر لیا کروں یہاں تک کہ کھانے اور پینے اور
سونے اور پاخانہ میں جانے اور دوسری چیزوں میں سب میں ایک نیت ہو اور یہ سب باتیں اوس قسم کی ہیں
کہ انمیں نیت تقرب الی اللہ کی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور مہمات بدنی سے
دل کے فارغ ہونے کا ہے وہ دین پر معین ہوتی ہے مثلاً جو کھانا کھانے سے نیت کرے کہ عبادت پر
قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دل کی خوشی اور توقع ولد
صالح کی کہ میرے بعد خدا ہی تعالی کی عبادت کرے اور امت محمدی اوس سے بڑھے تو اس صورت میں

وہ شخص اپنے کھانے اور غیبت سے طاعت بجا لانیوالا ہوگا اور سب چیزیں نفس سے ۔۔۔ ہوئے
دونوں چیزیں ہیں تو جب شخص کے دل پر آخرت غالب ہوا ہو ان دونوں سے خیر کی نیت کرنی محال
نہیں۔ اسیطرح چاہیے کہ جب کوئی مال جاتا رہے تو اوسمیں بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ
مال تو سبیل اللہ ہوا اور سبب یہ ہے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہو تو دل میں خوش ہو اسوجہ سے کہ اسکے
نامۂ اعمال میں غیبت کرنیوالے کی برائیاں اوٹھا دیگا اور اوسکے نامۂ اعمال میں سے نیکیاں اوسکے
نامۂ اعمال میں چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے کہ ثواب پہنچنے کا ہوتا ہے کہ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اوسکے سب اعمال آفت سے آجانے سے بیکار ہو جاوینگے یہاں تک
کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اوسکے لیے اعمال حسنہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ سزاوار جنت ہوگا
پھر وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو میں نے کبھی کیے نہیں تو اوس سے کہا جاویگا کہ یہ
اعمال اون لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی اور تجھ پر ظلم و زیادتی کی اور دوسری
حدیث میں آیا ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر وہ اوسکے لیے
ہوں تو جنت میں داخل ہو جاوے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسیکو گالی
دی ہوگی کسیکو مارا ہوگا اسلیے ان سب مظلوموں کو اوسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ
اوسکے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہوچکیں اور ابھی دعویدار
باقی ہیں حکم ہوگا کہ اسپر اونکی سیئات ڈالو اور اسکو ایک ٹکڑا دوزخ میں کو لیجاؤ غرض آدمی کو چاہیے
کہ اپنی حرکات میں سے کسیکو حقیر نہ سمجھے اور ایسا نہ ہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اوسکے شرور سے نہ سمجھے
اور سوال اور حساب کے دن کے لیے اوسکی جوابدہی کی تیاری نہ کرے اللہ تعالیٰ ہر ایک حرکت کا دانا بینا ہے
چنانچہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ میں نے
ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اوسپر مٹی ڈالکر خشک کردوں مگر دل نے نہ مانا پھر میں نے
کہا کہ یہ تو مٹی ہے اسکی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اوسکو خشک کر دیا اوسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی سے

جو سمجھے ہیں یہ خاک لینی روا	قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا

اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمہ کے ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپ کا کپڑا اولٹا تھا آپکی
خدمت میں عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کریں مگر پھیر نہ کیا اوس شخص نے اسکا
باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کپڑے کو خدا تعالیٰ کے واسطے پہنا تھا میں نہیں چاہتا کہ اوسکو
غیر کے واسطے اسکو سیدھا کروں اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے

اوجھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا حساب اللہ تعالی کے سامنے ہو وہ کہیگا کہ بخدا میں تجکو نہیں جانتا وہ کہیگا
کہ جانتا کیونکر نہیں تو نے ایک اینٹ میری دیوار میں سے لی تھی اور ایک دہاگا میرے کپڑے میں سے
لیا تھا اسیطرح کے اخبار خائفین کے دل کے پرزے کیے دیتے ہیں پس اگر تم کچھ عقل و رحیا رکھتے ہو
اور دہوکا کہانے والوں میں نہیں ہو تو اپنے احوال کے نگران ہو اور اس سے پیشتر کہ حساب میں بال کی کہال
نکالی جاوے تمہیں چاہیے کہ حرکات و سکنات کو سوچ سمجھ کر جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیوں کرتے ہو
اور کیا نیت ہے اور اوس کے باعث دنیا میں سے کیا ملیگا اور آخرت میں سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہیں پھر دل کے
بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک میں کیا نیت کرتا ہے کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہے اور اوسمیں بھی
نیت صحیح کا ہونا ضرور ہے ایسا نہو کہ اوسکا سبب کوئی ہوا ہو اور اسپر آگاہی نہیں ہوا کرتی اور ظاہر
کی باتوں سے دہوکا مت کہاؤ اور اوسکا باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ دہوکا کہانے والوں سے نکل جاؤ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ کسی دیوار گار سے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار والوں نے
آپکو دو روٹیاں دی تھیں اور آپ کا دستور تھا کہ ہر روز اپنی ہاتھ کی اجرت سے کہانا کہاتے تھے تو جب
آپ کہانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپنے اونکی تواضع نہ کی یہانتک کہ سب کہا چکے لوگوں کو
آپ سے تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ ایسا ہر تو اضع کر لینا بہتر تھا آپنے
فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کی مزدوری کرتا ہوں اور اونہوں نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ اونکا کام کروں اور
طاقت مجھ میں آجاتی ہے اگر تم بھی اسے کہانے میں شریک ہوتے تو نہ تمہارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور میں اونکے
کام میں ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام میں کمی ہوتی
فرض کا نقصان ہے اور تواضع کہانے کی نکرنی نفل کا نقصان ہے فرائض کے ہوتے ہوئے نوافل کی کچھ
پوچھ نہیں۔ اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ میں حضرت سفیان ثوری رح کی خدمت میں گیا اوسوقت آپ
کہانا کہاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کی یہانتک کہ اپنی اونگلیاں چاٹیں پھر فرمایا کہ اگر میں یہ کہانا قرض
نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمیں سے کہاتے۔ اور حضرت سفیان ہی کا قول ہے کہ جو شخص کسی
دوسرے کو اپنے کہانے میں شریک ہونے کو کہے اور اوسکو کہلانے کی رغبت نہو تو اگر اوسکے کہنے سے
دوسرا کہا لیگا تب تو اوسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کہاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو
نفاق ہے کہ باطن میں شرکت نہیں چاہتا تو اضع ظاہری کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
ایسی بات پر انگیختہ کرتا ہے کہ اگر وہ جان لے تو برا جانے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال میں
اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نکرے اور اگر نیت اوسوقت نہو تو نہ

کرے اسلیے کہ نیت اپنے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے موجود ہو جاوے

پانچواں بیان اس باب میں کہ نیت اختیار میں نہیں ہوتی ہے واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت کی خوبیاں جو ہمنے لکھی ہے سنتا ہے اور یہ قول نبوی کو سنتا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اپنے سب کاموں کے شروع میں دل میں کہا کرتا ہے کہ نیت کرتا ہوں خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی وغیرہ اور گمان کرتا ہے کہ نیت ہو گئی حالانکہ یہہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہیں یا فکر ہے یا ایک خاطر سے دوسری کیطرف بدلنا ہے نیت سے اون امور کو کچھہ سروکار نہیں اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے اوبھار اور توجہ اور میل کا ہے ایسی چیز کیطرف کہ جسمین نفس کی غرض اوسوقت یا انجام کو اوسکے عندیے میں ہو اور میل اگر نہیں ہوگا تو ممکن نہیں کہ اوسکو صرف ارادہ سے حاصل اور پیدا کر لیا جاوے بلکہ اوسکی صورت تو ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ کھانے کی خواہش کروں اور اوسکی طرف مائل ہوں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص پر عاشق ہوں اور اوسکو اپنے دل میں پیارا اور محبوب جانوں اور ظاہر ہے کہ یہہ دونوں باتیں دشوار ہیں بلکہ دل کی کسی چیز کی طرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریق یہی ہے کہ اول اوسکے اسباب حاصل کرے اور وہ کبھی کبھی اختیاری ہوتے ہیں اور کبھی نہیں اور نفس جو فعل پر اوبھرتا ہے تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے اور جب تک انسان یقینی اعتقاد نہیں کر لیتا کہ میری غرض البتہ فلاں فعل سے ہے تب تک اپنا قصد اوسکی طرف متوجہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہیں کہ دل میں کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد کبھی ہو جاتا ہے تو دل متوجہ جب ہوتا ہے جبکہ فارغ ہو اور اوس غرض کی نسبت کسی اور قوی غرض میں مشغول نہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہیں پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزوں کے بہت سے اسباب ہیں جتنے وہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں اور اونکا جمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی خواہ دنیاوی اوسکے اعتقاد میں نہو تو ایسے شخص سے نہیں ہو سکے گا کہ صحبت کے وقت ولد کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے اور یہاں غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہے تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر یہہ امر غالب نہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے اور اسوجہ سے اوسکا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے تو ممکن نہیں کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو بجز اسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دل میں کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہے نیت نہیں ہاں اس نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہے کہ اول

اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کی کثرت میں سعی کرتا ہے اوسکو بہت ثواب ہوتا ہے اور دل میں سے جتنی نفرت کی چیزیں اولاد کی ہیں
وہ دور کرے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل میں ہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہے کہ
دل میں سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اوٹھے اور اوسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اوسکو
حرکت دے اور اوسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش میں آویں پھر اگر قدرت زبان کی بحرکہ عقد کے
قبول کیواسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہو گیا ہے اوسکی جہت سے قدرت زبان میں
حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو
بات دل میں ہانک لیتا ہے اور اوسکو بار بار کہتا ہے کہ میں قصد اولاد کا ہے وہ وسواس اور ہذیان ہے اور
اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کا ادبھار اور جھکنا واسطے غرض صحیح کا طلب ہونا چاہیے سلف اکثر اوقات میں
بہت سے لوگوں نے بعض طاعتوں سے پرہیز کی ہے اسلیے کہ اونکو نیت موجود نہوتی اور فرما بھی دیا
کہ ہمکو اسوقت اس عمل میں نیت حاضر نہیں چنانچہ روایت ہے کہ ابن سیرین رحمہ نے حضرت حسن بصری کے جنازہ کی
نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں نیت حاضر نہیں ہوتی۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالوں میں
کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال الجھ رہے ہیں اوسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤں وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہاں
لوگوں نے پوچھا کہ آپکے سکوت کی وجہ کیا تھی اونھوں نے جواب دیا کہ اول میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی
نیت نہ تھی اسلیے میں نے سکوت کیا یہانتک کہ خدا ہی تعالی نے نیت آئینہ کی دل میں پیدا کر دی۔ اور ایک عالم
کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ سے کہا گیا کہ آپ اونکے جنازہ پر نہیں جاتے
آپنے فرمایا کہ اگر مجھکو نیت ہوتی تو میں ضرور جاتا۔ اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا
تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خدا ہی تعالی نیت عنایت فرماویگا تو کرینگے۔ اور حضرت طاؤس رحمہ بدون نیت
حدیث بیان نہ فرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کر دیتے
لوگوں نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہیں تو آپ نہیں کرتے
اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت میں بیان کیا کروں جب مجھے
نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہوں۔ اور منقول ہے کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد
بن حنبل رحمہ اوسکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اوسمیں ڈالی اور پھیر دی اونھوں نے پوچھا کہ کیا
واپس کرتے ہو آپنے فرمایا کہ اسمیں ضعیف اسناد ہیں داؤد رحمہ نے فرمایا کہ میں نے اوسکی بنا اسناد پر
نہیں رکھی اسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے میں نے جو اسمیں عمل کے لحاظ سے نظر کی تو مجھکو مفید ہوئی امام احمد نے

فرمایا کہ تو لاؤ مجکو دو تاکہ میں بھی اوس نظر سے دیکھوں جس نظر سے تم نے دیکھا ہے پھر وہ کتاب لی اور
مدت تک اونکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خدا تعالیٰ جزاء خیر دے مجکو اس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت
طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو اونھوں نے فرمایا کہ اچھا میں دعا کی نیت اپنے میں پاؤں تو کروں
اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہوں مجھ میں
اب تک درست نہیں ہوئی۔ اور عیسیٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ میں میمون بن مہران کے ساتھ گیا جب وہ اپنے
دروازے پر پہنچے تو میں ٹھہرا اونکے بیٹے نے اونسے کہا کہ آپ انکو رات کا کھانا نہیں کھلاتے فرمایا کہ
میری نیت میں یہ منقول ہے کہ پہلے نیت تابع منظور کی ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت بھی بدل جاتی ہے اسلاف کا اعتقاد تھا
کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہے اور عمل بدون نیت
صادق کے ریا اور تکلف ہے اور ایسا عمل سبب غضب ہے نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت
اسکا نام نہیں کہ زبان سے کوئی کہے کہ نیت کرتا ہوں بلکہ وہ دل کا ابھارا ہے قائم مقام فتوح غیبی کے
خدا دیتا ہے کبھی بعض اوقات میسر ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہاں جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہے اوسکو
اکثر اوقات میسر ہوتی ہے اسلیے کہ اوسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہے تو دوسری خیرات پر بھی فوراً
اوبھر کھڑا ہوتا ہے اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہے اور دنیا اوسپر غالب ہوتی ہے اوسکو یہ بات
سہل نہیں ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہے فرائض میں بھی اوسکو نیت میسر نہیں ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے
تو نہایت کوشش اور جد و جہد سے ہو جاتی ہے اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اوسکے
عذاب سے ڈراوے یا آسائش جنت یاد دلاوے اور اپنے نفس کو اوسکی رغبت دلاوے تو ایسی صورتوں میں
کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اوٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اوسکو ثواب بھی بقدر نیت اور رغبت ہی کے ملتا ہے لیکن
طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے کہ مستحق طاعت و عبودیت وہی ہے دنیا کے راغب کو میسر نہیں ہوتی
اور یہ نیت سب میں اعلیٰ اور کمیاب ہے روے زمین پر ایسے لوگ کم ہیں جو اسکو سمجھیں اور اسکو استعمال
کرنا تو در کنار ہے۔ اور لوگوں کی نیتیں طاعات میں کئی قسم پر ہیں بعض ایسے ہیں کہ اونکا عمل خوف کے
باعث سے سرزد ہوتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور بعض کا عمل بتوقع ہوا کرتا ہے کہ رغبت
جنت کی اونکے عمل کا باعث ہوتی ہے اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہے یعنی جو طاعت
کہ بہ نیت خدا کی تعظیم محض کے کیجاوے اور کسی جہت سے نہو اوسکی نسبت کہ بہ نیت خوف و رجا کی کرنا
کم ہے مگر تاہم اقسام صحیح نیتوں میں سے ہے اسلیے کہ آخر میل ایسی چیز کی طرف تو ہے جو آخرت میں موعود ہے
گو وہ چیز اوس جنس میں سے ہے جسکی الفت دنیا میں ہے اور غالب تر سب چیزوں میں سے شکم اور شرمگاہ

اور اونکی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہی ہیں جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہی وہ گویا اپنے
شکم و شرمگاہ کے لیے کرتا ہی جیسے مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولوں کا سا درجہ ہوگا اور اپنے
عمل سے وہ اوس درجہ کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہوگا مگر عبادت عقل والوں کی صرف
ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہی اسوجہ سے کہ وہ اوسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہیں اور اونکے تمام اعمال اسی
محبت و ذکر و فکر کے موکد ہوا کرتے ہیں ان لوگوں کا رتبہ اس سے بڑا ہی کہ منکوح اور مطعوم چیز کی طرف
جنت میں التفات کریں اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہ تھی بلکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خداے تعالی کو
دیدار شفقت آثار سے مزے اوڑائیں اور اون لوگوں پر ہنسیں جو حوروں کے دیدار سے ملتفت ہوں جیسے حوروں کو
دیکھنے والا اون لوگوں کو ہنسی ہوتی ہے کہ کھلونوں کو تاکیں بلکہ فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور
جمال حوروں کے کہیں زیادہ ہی اوس فرق سے جو حوروں کے جمال و مٹی کے کھلونوں کے جمال میں ہی
بلکہ نفوس بہیمیہ کا حوروں سے راضی ہوتا اور خداے تعالی کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے
خنفساء اپنے جوڑ سے الفت رکھتا ہی اور عورتوں کے جمال سے روگردان ہی اکثر دلوں کا اندھا ہونا
خداے تعالی کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہی جیسا خنفسا اور اسکے جمال عورتوں سے اندھا ہی اور اسکو اونکی
کچھ خبر ہی نہیں اور اگر اوسکو عقل ہوتی اور عورتوں کا ذکر اوسکے سامنے کیا جاتا تو وہ اون لوگوں پر
ہنستا جو اونکی طرف مائل ہیں اصل یہ ہے کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ خداے تعالی خود فرماتا ہی
اور اسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ یعنی ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے
منقول ہی کہ احمد بن خضرویہ نے خداے عزوجل کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہی کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا
طالب ہی سواے ابویزید کے کہ وہ مجھکو طلب کرتا ہی اور حضرت ابویزید رح نے خواب میں خداے جل شانہ کو دیکھا
اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنیکا کیا طریق ہی ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اوٹھا اور میری طرف
قدم بڑھا- اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تجھسے
کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعوی پر مجھسے دلیل طلب نہیں فرمائی مگر ایک قول پر جو میں نے ایک روز کہا تھا کہ جنت
کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر
کونسا خسارہ ہی غرض یہ کہ ان نیتوں کا درجہ متفاوت ہی جس شخص کے دل پر انہیں سے ایک غالب ہوجاتی ہی
اوسکا اکثر دوسری نیت کیطرف عدول کی نسبت نہیں پہنچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے
اعمال و افعال کا ہوتی ہے کہ فقہاے ظاہر اونکا انکار کرتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کی نیت

امر مباح میں تو موجود ہو اور نفل میں نہو تو اوسکے حق میں مباح اولی ہے اور وہی اوسکے لیے افضل کا
کام ہوگا اور خود نفل اوسکے حق میں نقصان ہی اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہی مثلاً معاف کرنا فضل کی
رو سے بہ نسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کو معاف کرنے میں نیت نہیں ہوتی
ظلم کا بدلہ لینے میں نیت ہوتی ہی تو اس صورت میں انتقام ہی افضل ہے یا یہ کہ اوسکی نیت کھانے اور پینے
اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آیندہ کی عبادات کے لیے قوت پاوے اور اوسوقت نیت
روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سورہنا اوسکے حق میں افضل ہی بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے
اور اوسکا سرور نرہے اور رغبت سست ہوجاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل میں یا باتوں میں مصروف
رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجاویگا تو کھیلنا اوسکے حق میں نماز سے افضل ہے چنانچہ حضرت ابو درداء
رضی فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیدیتا ہوں پس یہ امر میرے لیے حق پر مددگار ہو
اور حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ دلوں کو راحت دو ورنہ اگر اونپر زبردستی کیجاویگی تو اندھے ہوجاوینگے
اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پاسکتے ہیں اوچھوں کو معلوم نہیں ہوسکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت
زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہی حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہے اور
معالج کی غرض یہ ہوتی ہی کہ اول اوسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ ضد سے علاج کرنے کی برداشت کرسکے
اور ماہر جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہی کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہی تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات
کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہی اور دور کے منصوبے نہیں جان سکتا وہ اسکی اس حرکت پر ہنسدہ اور تعجب کرتا ہے
اور سپاہی بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہی اور اوسکو دم دیتا ہی کہ کہیں موقع پاکر ایک دفعہ ہی
اوسپر حملہ کرکے غالب آجاوے بس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہی کہ یہ بھی بالکل شیطان سے
لڑنا ہی اور دل کا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہی وہ اسمیں لطائف الحیل کرتا ہے جنکو
منفعت اوسکے جانتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نچاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل میں اوسکو
برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ جہانتک اوسکی فہم کی حد ہو وہاں توقف کرے
اور جو باتیں اوسکی سمجھ میں نہ آویں اوسکو اونھیں کے حوالہ کرے یہانتک کہ اونکے رتبہ کو پہونچکر خود اوسپر اوسکا بھید کھل جاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان میں مشتمل پانچ بیانوں پر

پہلا بیان اخلاص کی فضیلت میں اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ اور فرمایا أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ اور فرمایا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا
بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ اور فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

ہدایت اوس شخص کے باب مین اوتری کہ خداے تعالی کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اوسپر لوگ اوسکی تعریف کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحۃ للولاۃ ولزوم الجماعۃ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم پایہ والون پر مجھکو فضیلت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے اس امت کو ضعیفون کی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے اور حضرت حسن بصری سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدون مین سے ایک بھید ہے اوسکو اپنے جس بندے کے دل مین چاہتا ہون سپرد کردیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رض کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا ما من عبد یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک تو وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اوسکو علم دیا اوس سے خداے تعالی سوال فرماویگا کہ تو نے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الہی دن رات مین اوسکی خدمت کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ یون کہین کہ فلان شخص عالم ہے تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا۔ دوسرا وہ شخص کہ جسکو خداے تعالی نے مال دیا اللہ تعالی اوس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اوس سے فرماویگا کہ تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الہی تو نے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہان تک کہ مارا گیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اوسکو جھوٹا بتاوینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص شجاع ہے سو یہ کہا گیا حضرت ابو ہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکڑی اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ سب سے اول انھین تین شخصون سے آتش جہنم بھڑکائی جاویگی اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہ رض کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر اتنا روئے کہ دم نکلنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرمایا ہے اللہ جل شانہ نے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہے کہ ایک عابد مدت سے عبادت خداے تعالی کی کیا کرتا تھا اوسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم

کہ خدا تعالی کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہے وہ عابد اس بات سے غصے میں آیا اور اپنی کلہاڑی
کندھے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اوسکو کاٹ ڈالے راستے میں اوسکو شیطان ایک پیر مرد کی
صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلاں درخت کاٹ ڈالوں
اوسنے کہا کہ تمھیں اوس سے کیا مطلب پڑا ہے کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑ کر اور بات میں مصروف ہوتے ہو
عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہے اوسنے کہا کہ میں آپکو کاٹنے نہ دونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو
عابد شیطان کو زمین پر ڈالکر اوسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اوسنے کہا کہ تم مجھکو چھوڑ دو تاکہ میں کچھ تم سے کہوں
عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ اے شیخ تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالی نے تو تیرے اوپر اوسکا کاٹنا فرض
نہیں کیا نہ تو اوسکی عبادت کرتا ہے اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اوسکا گناہ تجھپر ہونے سے رہا
اور روے زمین پر خدا تعالی کے انبیا بہت سے ہیں اگر اوسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والوں کے
پاس بھیجکر اونکو کاٹنے کا حکم کر دیگا تجھکو کچھ ضرور نہیں کہ جو بات تیرے ذمے نہو اوسکے درپے ہو عابد نے
کہا کہ میں تو اوسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے اوسکو دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا
جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائیں جو تیرے حق میں بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا
کہ اچھا اوسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہوں عابد نے اوسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور
لوگوں پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجھکو کھانا دیتے ہیں اور تجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل یوں چاہتا ہے
کہ اپنے بھائیوں سے سلوک کرے اور ہمسایوں سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگوں سے بے پروا
ہو جاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہے ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا میں تیرے سرھانے
ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو اونکو لے لیا کرنا اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ میں اوٹھایا کرنا
اور بھائیوں کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق میں اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں اس درخت کے کاٹنے کی
نسبت کہیں زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہوگا اوسکی جگہ اور بو دیا جاویگا اونکا کیا جاویگا
مگر تجھکو اور تیرے بھائیوں کو اوسکے کٹنے سے کچھ نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول میں تامل کیا اور کہا
کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہے میں کچھ پیغمبر نہیں کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خدا تعالی نے مجھکو اوسکے
کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہے اوسمیں زیادہ فائدہ ہے
اسکے بعد اوس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہو گئی عابد اپنے عبادت خانے میں پھر آیا اور رات کو سو یا
جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرھانے سے پائے اونکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز
اور آیندہ کو پھر کچھ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اوٹھا چلا راستے میں ابلیس پیر مرد کی صورت میں ملا اور پوچھا

کہا ان کو اوسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہوں ابلیس نے کہا کہ تو چھوڑتا ہی اب تجھے نہیں کہہ سکتا
نہ تو وہاں تک پہنچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اوسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب [illegible]
اور عابد کو اوٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اوسکے دونوں پاؤں میں چڑیا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اوسکے
سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہیں تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب
مقاومت نہیں اوس سے کہا کہ تو مجھ پر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے میں کیسے غالب ہو گیا تھا
اور اب تو کیسے جیتا اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہو کہ پہلے تو نے غصہ خدا ہی تعالیٰ کیواسطے کیا تھا اور تیری نیت
آخرت تھی اسلیے اللہ تعالیٰ نے مجھکو تیرا ذلیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کیواسطے اور دنیا کیلیے
کیا اسواسطے میں نے تجھکو پچھاڑ دیا۔ اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص کے نہیں چھوٹتا اور اسیلیے حضرت معروف کرخی
اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص کر کہ تجھکو خلاص ہو۔ اور یعقوب مکفوف کہتے ہیں کہ مخلص وہ ہے
جو اپنی حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیاں چھپایا ہے۔ اور ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہیں کہ خوشحال وہ شخص
کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سوا خدا تعالیٰ کے اور کسی کی نیت اوس میں نہ ہو۔ اور حضرت عمر رض نے
حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہے اوسکو اللہ تعالیٰ اون باتوں کی کفایت کر دیتا ہے
جو اوس میں اور لوگوں میں ہیں۔ اور بعض اولیاء نے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال میں نیت کو خالص کر
کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔ اور ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ عمل کرنے والوں پر سب اعمال سے زیادہ
سخت نیت کا خالص کرنا ہے۔ اور مطرف رحمہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اوسکے لیے صاف
کیجاتی ہے اور جو شخص ملا کرتا ہی اوسکے لیے ملا کیا جاتا ہی اور بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا
اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا اونہوں نے فرمایا کہ جو چیز میں نے خدا ہی تعالیٰ کیواسطے کی تھی
اوسکو تو پایا یہاں تک کہ انار کی گٹھلی بھی جو راستے میں سے ہٹا دی تھی پایا اور ایک بلی میری مر گئی تھی
اونکو حسنات کے پلے میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک دھاگا ریشم کا تھا اوسکو برائیوں کے پلے میں پایا
اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مر گیا تھا اوسکا ثواب مجھکو نہ ملا میں نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے
پلے میں موجود ہو مگر گدھے کا مرنا اوس میں نہیں ہے مجھکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے اوسکو
بھیجا تھا یعنی جب وہ مر گیا تھا اور تجکو اوسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت میں
گیا اسلیے تیرا ثواب اوس میں باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت میں ہے کہ
اونہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تھا تو لوگونکا میری طرف دیکھنا

مجھے اچھا معلوم ہوا اوسکا یہ حال ہوا کہ اوسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب - اور حضرت سفیان ثوری نے
جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اوسپر اوس صدقے کے باعث عذاب نہوا یہ تجھ
میں احسان ہوا - اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ اخلاص عیبوں سے عمل کو ایسا جدا کرتا ہے
جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے - اور نقل ہے کہ ایک شخص عورتوں کا لباس پہنکر جہان
عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی میں جایا کرتا ایک دفعہ کسی مجمع میں گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے
غل مچایا کہ دروازہ بند کرو دیکھو ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہان تک کہ نوبت
اوس شخص کی اور ایک اوسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اوسنے اللہ تعالی سے اخلاص کیساتھ دعا
مانگی اور کہا کہ الہی اگر میں اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی یہ بھیس نہ بدلونگا وہ موتی اوس عورت کے
پاس سے نکلا اور لوگون نے پکارکے کہا کہ موتی پا گیا اب کسیکی تلاشی نہو سب کو چھوڑ دو وہ شخص بھی چھٹ گیا
اور بعض صوفیہ سے روایت ہے کہ میں ابو عبید تستری رح کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن
اپنی زمین جوت رہے تھے عرفہ کا دن تھا اتنے میں اونکا کوئی بھائی ابدال آیا اور اوسنے کچھ آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا
کہ نہیں وہ ہوا سے بادل کیطرح زمین ناپنے لگے حتی کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے میں نے ابو عبید سے
پوچھا کہ اونہوں نے آپ سے کیا کہا تھا اونہوں نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو
میں نے انکار کر دیا میں نے کہا کہ آپنے حج کیوں نہ کیا اونہوں نے فرمایا کہ مجھکو حج کی نیت نہ تھی میں نے
یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کو اونکی خاطر سے ساتھ
ہو لیتا تو موجب غضب الہی کا ہوتا کہ خدا کے کام میں دوسری چیز داخل کرتا اس صورت میں جو کام میں
کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہے - اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں تری کی راہ جہاد کو
چلا ایک شخص نے ہم میں سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا میں نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد میں کام آویگا
جب فلان شہر میں پہونچیگا تو اسکو بیچ ڈالونگا کچھ فائدہ ہو رہیگا اس خیال سے اوسکو لے لیا اوسی رات
خواب میں دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اوترے ہیں ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ غازیوں کو لکھ لو
دوسرا اوسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریا کے لیے اور فلان تجارت کے لیے
اور فلان خدا کی راہ میں پھر اوسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا میں نے
کہا کہ خدا سے ڈرو میں تجارت کیواسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہے جسمیں تجارت کرونگا میں تو
جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اوسنے کہا کہ میان صاحب تمنے کل توشہ دان خریدا ہے اور تمہاری نیت ہے
کہ اوسمیں سے کچھ فائدہ تمکو ملے میں رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اوسنے دوسرے شخص کیطرف

دیکھا اور کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے اوسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزا کیواسطے نکلا مگر وہ
اثناے راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اوس سے نفع ہو اسپر خدا تعالی جو چاہیگا حکم فرماویگا —
اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے کہ
ستر یا سات سو حدیثین عالی اسناد کے ساتھ لکھو۔ اور بعضون کا قول ہے کہ ایک ساعت کا اخلاص مین
ہمیشہ کی نجات ہے لیکن اخلاص کمیاب ہے۔ اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے اور اوسکا
پانی اخلاص ہے۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جب خدا تعالی کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو
تین باتین اوسکو دیتا ہے اور تین نہین دیتا۔ نیکون کی صحبت تو دیتا ہے مگر یہ نہین کہ اوسے کچھ بات
قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہے لیکن اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہے تو اوسمین
صدق نہین دیتا اور سوسی رحمۃ اللہ کہتے ہین کہ لوگون کے عمل سے خدا تعالی کی مراد صرف اخلاص ہے
اور حضرت جنید رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین جب عاقل ہوتے ہین تو عمل
کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین تو اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص اونکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہے۔ اور محمد
بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے ایک تو فعل اوسکا تیرے ساتھ ہے
دوسرے تیرا فعل اوسکے لیے پس جو کچھ وہ تیرے ساتھ کرے اوسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اوسکے
واسطے کام کرے اوسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین تجھمین ہین تو دونون جہان کی فلاح کو پہونچیگا

دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین۔ جاننا چاہیے کہ ہر چیز مین ممکن ہے کہ دوسری چیز کا خلط ہو
پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اوسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے وہ
صاف ہو اوسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا
سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ تو دودھ کا خالص یہی ہے کہ اوسمین خون اور گوبر کا شوبہ نہو اور ایسی چیزون کا
جنکا ملنا اوسمین ممکن ہو اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شریک کرنا ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو مخلص
نہین وہ مشرک ہے مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہے اوسکی ضد شرک
در الوہیت ہے اور شرک مین سے کچھ تو خفی ہے اور کچھ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہے اور اخلاص اور شرک
دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل انکا دل ہے اور انکا ورود قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہے
اور ہم حقیقت نیت کی بیان کر چکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہے تو جس صورت مین
کہ باعث صرف ایک ہی ہو تو اوسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اوس غرض مقصود کے اسے اخلاص
ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اوسکی غرض محض ریا ہے تو وہ مخلص ہے اس اعتبار سے

گوبر اور لہو [illegible] صاف دودھ [illegible] ۱۲

کہ پیدا ہو اور کسی چیز کی آمیزش نہیں کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہے وہ شخص مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے ہوا مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اوسکو کہتے ہیں کہ نیت صرف
تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشوں سے پاک و صاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت میں میل کرنے کے
ہیں مگر اصطلاح میں حق سے میل کرنے کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہے وہ ہلاک کو
پہونچا دیتا ہے اوس میں ہماری گفتگو نہیں اسلیے کہ جو باتیں اوس سے متعلق ہیں ہم تیسری جلد کے
باب الریا میں لکھ چکے ہیں ادنی یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ریاکار قیامت کے دن چار
ناموں سے پکارا جاویگا او ریاکار او دغاباز او مشرک او کافر۔ اب ہم اوس صورت کا بیان کرتے ہیں
کہ آدمی کی نیت تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اوسکے باعث میں کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس
وغیرہ مل گیا ہو مثلاً کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے
یا غلام آزاد کرے کہ اوسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت سے
اوسکا مزاج درست ہو جاوے یا اسلیے کہ کسی برائی سے جو وطن میں رہنے سے اسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے
کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو یا زن و فرزند خواہ اور کسی کام سے تھک گیا ہو اور چند روز استراحت
کرنا چاہے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن میں مہارت ہو اور اوسکے اسباب و لوازم جمع کر سکے اور لشکر کا
فراہم کرنا اور اوسکا انتظام سیکھ جاوے یا تہجد پڑھے اور اوسمیں یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ
اپنے گھر بار کی حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکھے کہ اوسکے باعث سے بقدر کفایت مال کا طلب کرنا آسان
ہو جاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم میں عزت دار ہو خواہ اس وجہ سے کہ اوسکا مال و متاع علم کے طفیل سے
طامعوں کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے
اور گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ اونکی نظروں اور
لوگوں کی نظروں میں اوسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتیں اور اسکا
ساتھ دیں یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہو جاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ
اپنے اوپر سے کرایہ کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور ٹھنڈا ہو جاوے یا اسوجہ سے
غسل کرے کہ اوسکی بو اچھی ہو جاوے یا حدیث اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانیں کہ بڑے محدث ہیں
یا مسجد میں اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایہ میں تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا
پکانے کی دقت نہ ہو یا اسلیے کہ کام کرنے میں کھانے کا کھانا حارج نہ ہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے
کہ اوسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اوسکا الحاح منقطع ہو جاوے یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود

بیمار ہو تو اوسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازے کے ساتھہ اسلیے جاوے کہ کوئی اسکے یہان اگر
مر جاوے تو اوسکے ساتھہ بھی لوگ چلین یا ان باتون کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھہ مشہور اور
مذکور ہو اور لوگ نیکبختی کی نگاہ سے اوسکی طرف دیکھین - ان سب صورتون مین اگر باعث تقرب
الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات مین سے بھی کوئی خطرہ اوسکے ساتھہ ہوجاویگا حتی کہ اوسکے باعث
اوسپر عمل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اوسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکلجاویگا اوسکو یہ نہین کہینگے کہ خالص
خدا کی ذات کیواسطے ہی اور اوسمین شرک کو رستہ ہوجاویگا اور اللہ تعالی حدیث قدسی مین ارشاد
فرماتا ہے کہ مین سب شرکا کی نسبت شرکت سے غنی تر ہون غرضکہ دنیا کے حظوظ مین سے جو حظ اسطرحکا ہوگا
کہ نفس اوسکی طرف مایل ہو اور دل اوسپر جا ٹہرے وہ خواہ تہوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل مین دخل پاویگا تو اوس عمل کے
دخل سے اوسکی صفائی اور اخلاص مکدر ہوجاویگی اور اسیطرح انسان اپنے حظوظ اور شہوات مین ڈوبا
رہتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی فعل یا عبادت اس قسم کے حظوظ اور اغراض سے خالی
اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر مین ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کیلیے میسر ہوگا وہ
نجات پاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان
آمیزشون سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اوسکو کہتے ہین کہ جسمین کوئی باعث سواے تقرب
الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو - اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہون تب تو ظاہر ہے کہ عمل
کرنے والے پر نہایت سختی اون اعمال مین کیجاویگی مگر ہم اون صورتون کو پیش نظر کرتے ہین کہ قصد
اصلی تو تقرب ہی ہو اور اومین کسیقدر یہ آمیزشین بھی زائد ہوجاوین اور اونکے زائد ہونے کی تین
صورتین ہین یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بسبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان مین گذرا پہر باعث
نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور اونمین سے ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے چنانچہ
عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہین کہ عمل ان سب آمیزشون سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشین
تہوڑی ہون یا بہت یہانتک کہ اوسمین بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اوس شخص سے
متصور ہے جو اللہ تعالی کا عاشق زار اور آخرت مین تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو
اوسکے دل مین گنجایش نہی ہو یہانتک کہ کھانا پینا اوسکو کچھ محبوب نہ معلوم ہوتا ہو اونکی رغبت اوسمین
ایسی ہو جیسے قضاے حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی
رغبت اس جہت سے ہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اوس سے خداے تعالی کی عبادت پر
تقویت کرتا ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہوجاوے کہ پہر حاجت

کھانے کی خواہش ہے اور نہ دل میں کوئی حظ اور فضول زائد از حاجت کا ہے اور اوسکے نزدیک قدر
ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس سوا اس فکر آخرت کے اور کوئی فکر نہو تو اس طرح کا
آدمی اگر کھاویگا یا پیویگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتوں میں خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ
سب حرکات و سکنات میں اوسکی نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی
عبادت کے لیے قوت اور راحت ہوجاوے تو اوسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اوسمیں بھی اوسکو مخلصوں کا
درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا نہوگا تو اعمال میں اخلاص کا ہونا اوسکے حق میں بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جسطرح
کہ حرکات اور سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اوسکی ہمت کی حاصل
کرکے بالکل اخلاص ہوجاتی ہیں اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست اور بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ
غالب ہوجاوے تو اوسکے حرکات و سکنات بھی اوسکی صفت پیدا کرلیتے ہیں پس کوئی اوسکی عبادت خواہ
نماز ہو یا روزہ سلامت نہیں رہتی بہت کم اخلاص اوسمیں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا
علاج یہ ہے کہ نفس کے حظوں کو توڑے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خاص ہو رہے
کہ وہی دل پر غالب ہوجاوے اسوقت میں اخلاص میسر ہوگی۔ اور بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ انسان اونمیں
مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان میں اونکو خاص خدا تعالیٰ کی ذات کے واسطے سمجھتا ہے حالانکہ اوسکو
مغالطہ ہوتا ہے اسلیے کہ اونمیں آفت کی وجہ اوسکو معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ
وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول میں پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز
مجھکو دیر کسی عذر کے باعث سے ہوگئی تو میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی پس مجھکو نہایت شرم
لوگوں سے آئی کہ اونہوں نے مجھکو دوسری صف میں دیکھا اوسوقت میں نے جانا کہ لوگ جو مجھکو صف اول میں
دیکھتے تھے اوس سے مجھکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھکو اوسکی خبر نہ تھی سو یہ بات ایسی باریک اور
غامض ہے کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہیں اور نہ ہر ایک کو اسکی خبر ہو بجز اون لوگوں کے جنکو
خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہیں وہ آخرت میں اپنے سب حسنات کو سیئات پاوینگے اور
ایسے ہی لوگ مراد ہیں اس آیت سے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا اور
آیت قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا
اور سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علما کو ہے اسلیے کہ اکثروں کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی
لذت اور سروری کی خوشی اور حمد و ثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان اونپر حق کو مشتبہ کر دیتا ہے اور کہتا
ہے کہ تمہاری غرض دین الٰہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مخالفوں کو دفع

کرتا ہے سو اعظ جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خدا ہی تعالی پر احسان جتاتے ہین
اور لوگ جو اوسکا قول قبول کرتے ہین اور اوسکی طرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور
کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اس بات کی ہے کہ خدا ہی تعالی نے ہمسے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر
کوئی اوسکا ہم پیشہ پیدا ہو کہ اوس سے وعظ اچھا کہتا ہوا اور لوگ اوسکی طرف متوجہ ہوجاوین تو اونکو نہایت
برا معلوم ہوتا ہے اور اسکا رنج کرتے ہین اسیلئے ہم پوچھتے ہین کہ اگر اونکی وعظ کا باعث دین ہی تھا
تو اونکو دوسری وعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیئے تھا کہ اپنے ہمکا دوسرے سے لیا
اور اونکو نکلنا پڑا مگر شیطان پھر بھی اونکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمکو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے
تمکو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمھارا ثواب جاتا رہا ہی اگر لوگ تمھاری وعظ
رو براہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے لئے کام کرنا بہتر ہی اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق
کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہی بانسبت تنہا خود کرنے کے
دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوئے تھے حضرت عمر رض بھی غم کرتے
کہ تمام خلق کے مصالح کا تکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہی مگر حضرت عمر رض حضرت ابوبکر صدیق رض کی
خلافت سے خوش تھے کہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیون
نہین خوش ہوتے اور بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے مین آجاتے ہین کہ جیسین کہنے لگتے ہین کہ اگر
ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اوس سے خوش ہونگے پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہے اسلیئے کہ
نفس اس جیسے وعدہ کرنے مین نہایت سہولت سے منقاد ہوجاتا ہی مگر جب موقع آپڑتا ہی تو وعدہ
پورا نہین کرتا فوراً بدلجاتا ہے اور اس بات کو وہی جانتا ہی جو نفس کے مکرون سے واقف ہی اور اوسکا
امتحان بہت کرتا رہتا ہی حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اوسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اوسمین
لوگون کا پتا نہین لگتا کوئی شاذ و نادر بچتا ہے چونکہ اس آیت مین مستثنی ہے الا عبادک منہم المخلصین
پس بندے کو چاہیئے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا
تیسرا بیان اخلاص کے باب مین لوگونکے قولون کے ذکر مین — سوسی رح کہتے ہین کہ اخلاص اسکا
نام ہی کہ اخلاص پر نظر نہ ہے اسلیئے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھیگا تو اوسکے اخلاص کے لیے حاجت
اخلاص کی رہیگی اس قول مین اشارہ یہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیئے کیونکہ اخلاص کیطرف
نظر کرنا عجب ہی جو منجملہ آفات کے ہے اور خالص اوسیکو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جس اخلاص
مین عجب ہوگا اوسمین ابھی ایک آفت باقی ہے — اور سہل رح فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے

بیان حقیقت اخلاص مین

حرکات اور سکون خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہوں یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور اسی غرض کو
متضمن ہے قول حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ کا کہ فرماتے ہیں اخلاص سچا کرنا نیت کا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ
اور حضرت سہل رحمۃ اللہ سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اخلاص ہے اسوجہ سے
کہ نفس کا اوسمیں کچھ بہرہ نہیں۔ اور رویم رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اسکا نام ہے کہ مخلص اوسپر
دونوں جہان میں کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا
اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت میں شہوات سے نفس کو آسائش ملے وہ فریفتہ
حظ ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے سوای رضاء الٰہی کے اور کوئی بات نہ چاہے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقوں کی
اخلاص کیطرف اسکو اخلاص مطلق کہتے ہیں اور جو شخص توقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ
باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے ورنہ اصل میں وہ حظ شکم اور شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک
مطلوب اتقیا صرف رضاء الٰہی ہے نہ کوئی حظ اوسکے سوا۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ انسان کبھی کسی حظ کیلیے
حرکت کیا کرتا ہے اور حظوں سے بری ہونا صفت الٰہی ہے جو اوس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے
چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ نے حکم کفر کا اوس شخص پر کیا جو مدعی حظوں سے بری ہونے کا ہوا اور فرمایا
کہ یہ صفت خدا تعالیٰ کی ہے انسان اسکا مدعی نہیں ہو سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگوں کی مراد [illegible]
حظوں سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان حظوں سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہوں اور لوگ جنکو حظ کہتے ہیں
وہ شہوات مذکورہ جنت میں کی ہیں اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہے
اوسکو لوگ حظ نہیں جانتے بلکہ اوس سے تعجب کرتے ہیں حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کی نعمتیں
طاعت اور مناجات اور مشاہدہ حضرت الٰہی کے عوض میں اون لوگوں کو دیے جاویں تو اونکو حقیر جانیں
اور ذرا التفات نہوں تو حرکت ان لوگوں کی اور طاعت سب حظ کے لیے ہو مگر ان حظوں کے لیے نہیں
جنکو عوام حظ کہتے ہیں اونکا حظ صرف اونکا معبود ہے نہ اور کوئی چیز۔ اور ابو عثمان رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اخلاص
یہ ہے کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش ہو جائے اس قول میں اشارہ صرف آفت
ریا سے حفاظت کرنے کا ہے۔ اسیطرح بعض اکابر کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اوسپر شیطان کو خبر
ہو کہ اوسکو بگاڑ سکے نہ فرشتے کو کہ اوسے لکھیں اسمیں اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ
اخلاص وہ ہے جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے۔ اور محاسبی
کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملہ میں سے خلق کو نکال ڈالے اسمیں صرف ریا کی نفی ہے اسیطرح
قول خواص رحمۃ اللہ کا ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکل جاتا ہے

اور حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہے آپنے
فرمایا کہ جو شخص خدا تعالی کیواسطے عمل کرتا ہے اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اوسپر
اوسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہے اور اسکو خالص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین
خلل آتا ہے اونمین سے قوی تر یہی ہے - اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کے
صاف کرنیکا نام ہے - اور فضیل رحمہ فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل نکرنا ریا ہے اور اونکی خاطر
عمل کرنا شرک ہے - اخلاص یہ ہے کہ خدا تعالی تجھکو ان دونون باتون سے بچا دے - اور بعضون نے
کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ کرے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہے اور
اقوال اس باب مین بہت ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے
کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی جب آپ سے اخلاص کا
حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمَ کَمَا اُمِرْتَ اس سے غرض یہ ہے کہ
اپنے نفس اور ہوا کی عبادت نکرے اور بجز اپنے رب کے اور کسی کی عبادت نکرے پھر اوسکی عبادت مین
جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم بنا رہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع نظر کر لے اور واقع مین اخلاص یہی ہے

چوتھا بیان اون آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین

واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص کو ابتر کرتی ہین اونمین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی
باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضے باوجود خفی ہونے کے قوی ہین اور ظہور و خفا مین اونکے
درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنیوالی چیزون مین سے
ظاہر تر ریا ہے اوسکی مثال ہم لکھتے ہین کہ مثلا ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کر رہا ہو اور دفعتہ
شیطان اوسپر آفت ڈالتا ہے اسطرح کہ نماز پڑھتے مین اگر کچھ لوگ اوسکو دیکھ لین یا کوئی اوسکے پاس آ جاوے
تو شیطان اوس سے کہتا ہے کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیک بخت
سمجھے تیری حقارت اور غیبت نکرے اور وہ اس بات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و
سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجہ اول ہے اور ریا ظاہر ہے یہ مریدان مین سے مبتدیون پر بھی مخفی
نہین رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اوس سے احتراز کرتا ہو یعنی اب شیطان کی
اطاعت نکرتا ہو نہ اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اوسی طرح پڑھتا ہے تو اب شیطان خیر
کے بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کریگا
اور لوگ اوسمین تیری اقتدا کرینگے تو اونکے اعمال کا ثواب تجکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا

اور اونکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے
سامنے عمل اچھی طرح کرنا یہ وہ خشوع اور اچھی طرح بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجے کی
نسبت کچھہ باریک ہی جو لوگ درجہ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس حال مین پھنس جاتے ہین
مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہوجاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت
کی خوبی اوسکے نزدیک بہتر ہے کہ دوسرے کی خاطر اوسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو اونکا
عادی کیون نہ کیا اور یہ نہین ہوسکتا کہ دوسرے کا نفس اوسکے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے
معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پیشوا وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہوا اور اوسکا دل روشن اسطرح
کہ اوسکی روشنی دوسرون پر پہونچتی ہو تو البتہ اوسکا ثواب اوسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور
دھوکے کی ہی یہ سمجھنے پاتا کہ اگر اوسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اوس مقتدا سے تو
بازپرس اس بات کی ہوگی کہ جو چیز تجھہ مین نہ تھی اوسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی دیا جاوے گا
تیسرا درجہ جو دوسرے درجے کی نسبت کہ بھی باریک ہی یہ ہے کہ بندہ اس بات مین اپنے نفس کا امتحان لے
اور مکر شیطان سے آگاہ ہوکر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال
ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہے
اور اپنے نفس اور پروردگار سے اس بات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت سے بہت
خشوع زیادہ کرے اس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور وہان بھی نماز ویسی خوبصورتی سے
پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اوسکو پسند ہی اور مجمع مین بھی اوسیطرح پڑھے تو یہ صورت بھی
ریا ہی دقیق اور خفی کی ہی اسلیے کہ خلوت مین اپنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی
اوسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین دونون مین اسکی نظر خلق کی طرف رہی اور اخلاص
اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اسکی نظر مین یکسان ہوجاوین تو گویا اسکا دل
گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل مین شرماتا ہے کہ کہین ریاکار
کی صورت مین نہ ہوجاوے اور اوسکو یہ گمان ہے کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کی صورت یکسان ہوجاویگی
تو ریا سے خارج ہوجاونگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی
طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہے خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون
صورتون مین خلق کیطرف بہت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہے
چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اوسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اوسکو یہ کہے کہ

کہ لوگ اونکی خاطر خشوع کرے اسواسطے کہ اوسکو معلوم ہے کہ یہ فریب ہے یہ شخص سمجھ گیا ہے اوسمین نہ آوے گا
تو شیطان اوس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت اور جلال مین تامل کر جسکے سامنے تو کھڑا ہے اور
اس بات سے حیا کر کہ تیرے خدا تعالی تیرے دلکو ایسے حال مین دیکھے کہ دل اوس سے غافل ہو
اس خیال کے آنے سے اوسکا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اوسکو گمان ہوتا ہے
کہ اخلاص یہی ہے حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہے اسلیے کہ اگر خدا تعالی کے جلال پر نظر کرنے سے یہ خشوع
ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسطرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص موجود ہو تو اوسکے آنے سے یہ نیت
حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی مین بھی دل سے جاوے جسطرح کہ مجمع
مین رہتا ہو اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے سے ہوا ہو بلکہ ہونا چاہیے کہ اوسکے آنے پر کوئی خیال
اس قسم کا منحصر نہین ہوتا غرضکہ جبتک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور جانور کے دیکھنے مین اپنے
اعمال مین فرق معلوم ہوتا ہے تبتک وہ صفائی اخلاص سے خارج اور اوسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریا کا ہے
یہی شرک اسطرح کا ہے کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین سخت پتھر پر چلے
خفی تر ہے جیسا کہ حدیث مین وارد ہے اور شیطان سے کوئی شخص نہین بچ سکتا مگر وہ شخص جسکی نظر
دقیق ہو اور اللہ تعالی کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان اون لوگون کی
تاک مین ہر وقت رہتا ہے جو عبادت الہی کے لیے مستعد ہون اونسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا یہانتک
کہ اونکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لا ڈالتا ہے حتی کہ آنکھ مین سرمہ لگانا اور لبون کا کتروانا اور
جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ خلق کی
نظر کو اونسے ملاقہ ہوا اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو اونمین ایک حظ خفی ہے پس شیطان بھی ہر کو
ان چیزون کے فعل کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل سنت ہے اسکو ترک کرنا نہ چاہیے اور نفس اوسکی
تقریر سے اسلیے اوبھرتا ہے کہ اوسمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا دل کا اوبھار اون شہوات سے
مخلوط ہوتا ہے اسقدر کہ اوسکے باعث سے حد اخلاص سے نکل جاتا ہے اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے
محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ مین اعتکاف کرتا
اور اوسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہے اور فضائل اعتکاف کثرت سے اوسکے
سامنے بیان کرتا ہے اور محرک خفی اوس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا
اوس سے راحت پانا ہوتا ہے اور یہ امر اوسوقت معلوم ہوتا ہے جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو
اوسمین اعتکاف کو دل نچاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزش اور نفس کی کدورت مین مخلوط ہین

حقیقت اخلاص اکثر جاتی رہتی ہی اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص ہونے مین ملاؤ ہوتا ہے
کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہے کہ ملاؤ ہی غالب ہوا اور کبھی کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہوجاتا ہے اور کبھی اتنا
تھوڑا ہوتا ہے کہ بدون خوب پرکھنے والے بینا کے اور کوئی نہین جان سکتا اور دل کا ملاؤ اور شیطان کا
دخل اور نفس کی خباثت اس سے کہین دقیق اور خفیہ تر ہے چنانچہ مشہور ہے کہ خبث نفس مکر و دبا لہا
معلوم ہو اسلیے کہا گیا ہے کہ دو رکعتین عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہین اس
قول مین عالم سے وہی شخص مراد ہے جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہوتا کہ اپنے عمل کو اون سے پاک و
صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر کیا کرتا ہے اور اوسی سے مغالطے مین پڑجاتا ہے جیسے کوئی
گنوار ایک کھوٹی نکلی اشرفی کو بظاہر سرخ اور گول دیکھکر مغالطے مین آجاتا ہے حالانکہ کھری بے عیب
تھوڑا سا سونا بھی اوس اشرفی سے بہتر ہوتا ہے جو کھوٹی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہین اسی طرح عبادات کا
معاملہ مختلف ہی بلکہ یہ سخت تر اور بڑا ہے اور اعمال مین جسقدر آفات راہ پاتے ہین اونکا حصر اور شمار نہین
ہم اسیقدر مثال پر کفایت کرتے ہین درحالیکہ اگر بہت سے ہون بہت اور تھی آدمی کو کہ فکر نہ کرے
کچھ اثر نہین ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہی ع

نگویند از سر بازیچہ حرفے	کزان پندے نگیرد صاحب ہوش
اگر صد باب حکمت پیش نادان	بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

پانچوان بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خدا تعالی
کیواسطے نہین ہوتا اور اوسمین ملونی ریا یا اور نفس کے حظون کی ہوتی ہی تو لوگون کو اختلاف ہے
کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا نہ اور عذاب یا دونون مین سے کسیکا مقتضی نہین اور یہ تو ظاہر ہے
کہ جس عمل مین صرف مقصود ریا ہوگی وہ موجب عذاب و غضب ہی اور جو خالص بوجہ اللہ ہوگا وہ موجب
ثواب ہی صرف اختلاف عمل مخلوط مین ہی اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوس آدمی کو ثواب نہو
تاہم اخبار جو اسباب مین وارد ہین اونمین اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعث
کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونون برابر ہون تو دونون کی کچھ تاثیر
نرہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اوس عمل سے کچھ
فائدہ نہوگا بلکہ ضرر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہان اوسکا عذاب اوس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا
جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاؤ اوسمین کچھ بھی نہو۔ اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی
نسبت کچھ قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکو ثواب ہوگا

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا
ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھکر ہوگا تو قصد ریا کے برابر
تو باطل ہوجاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے
ملتا اوسمین سے کچھ تخفیف ہوجاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہے
کہ بعض صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اوسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہے
اور اس مہلک کی غذا اور قوت اسطرح ہوتی ہے کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ خیر نجات دینے والی
صفات مین سے ہے اوسکی قوت اوسکے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہے پس جب یہ دونون صفتین دلمین
اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اوسکو تقویت ہوگی
خواہ وہ ریا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہے اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی
تقویت یکسان ہی ہے تو دونون برابر ہونگے مثلاً کسیکو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہے اور وہ
اوسکے گرم چیزین کھالے پھر ان گرم چیزون کی قوت کے مقدار سرد چیزون کا استعمال کرے تو دونون
کھانے کے بعد یہی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب
ہوگی تو مقدار غلبہ کے ضرور تاثیر کریگی تو اسیطرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے دوا کا جسم مین خدا تعالی کی
عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسیطرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دلمین روشنی
یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہے اور خدا تعالی سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہے پس اگر ایسا عمل کیا جس سے
ایک بالشت مثلاً قریب ہوا اور اوسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر
تھا اوسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایسا ہو کہ اوس سے قرب دو بالشت کا ہوا ہو
دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہے کہ ایک بالشت کا فضل اسکو رہیگا۔ اور حدیث شریف مین
ہے کہ اَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا اس صورت مین جبکہ ریائے محض کو اخلاص محض اوسکے پیچھے مٹا دیتی ہے
تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے بعکس عمل کرینگے۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہے
کہ اس بات پر اجماع امت ہو کہ جو شخص حج کیواسطے نکلے اور مال تجارت بھی اوسکے ساتھ ہو تو اوسکا حج
درست ہے اور اوسپر ثواب دیا جاویگا گو اوسکے ساتھ ایک نفس کے حظوظ بھی لگ گیا ہے ہان یہ کہا جا سکتا ہے
کہ اوس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ملتا ہوتا ہے جب کہ مکہ معظمہ مین پہنچتا ہے اور تجارت حج پر
موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا اگر قصد تجارت ہوگا

تو اس لحاظ سے مناقشت میں کچھ ثواب پائیگا لیکن بہتر یہ ہے کہ یون کہا جائے کہ جس امور میں تعریف کی اصلی
مبہم ہو اور غرض تجارت مثل مسیر اور دنیاوی کے ہو تو نفس سفر میں بھی ثواب پائیگا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ
غازیوں کو کفار کے ساتھ ایسی جہت میں لڑنا جہاں غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت میں کہ غنیمت نہ ہو
فرق نہیں معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ کہنا بعید ہے کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے
انکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہے کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمہ
خدا تعالی کا ہو اور رغبت غنیمت اوسکی تابع ہو تو اوس سے ثواب ضائع نہ ہوگا ہان اوس شخص کے
ثواب کی برابر نہ ہوگا جسکا دل غنیمت کی طرف بالکل ملتفت نہ ہوا ہو کیونکہ اس التفات سے نقصان ضرور ہوگا
البتہ یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہے اور جیسی ریا کی
آمیزش ہے ویسی ہی تلاش غنیمت کا خطرہ اور تجارت وغیرہ حظوظ کا خیال ہوتی ہیں چنانچہ طاؤس اور
دوسرے تابعین روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص
احسان کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے مگر اوسکو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اوسکی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ یہ آیت اتری فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا
لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا اور حضرت معاذ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل میں شرک کیا ہوگا اوس سے کہا جاویگا کہ ثواب بدلہ
اوس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے ۔ اور حضرت عبادہ رض سے روایت حدیث قدسی کی
ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں سب شریکوں کی نسبت شرک سے غنی ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے
اور اوس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے تو میں اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں ۔ اور
حضرت ابو موسی رض روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اوسکا
مرتبہ خدا کی راہ میں معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خدا تعالی کا بول بالا رہے وہ راہ
خدا میں ہے ۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہے اور شاید کہ اوسنے اپنی
سواری کی خورجی روپیوں سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہیں کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے
کیا تھا ۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي
شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهُ ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں اوس بات کے مخالف نہیں جو ہمنے ذکر کیا ہے

حاکم بروایت طاؤس مرسلا ۱۲

بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا
اور دنیا ہی کی طلب اوسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت
اور زیادتی ہے نہ اس وجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے
عوض میں حرام ہے اسلیے کہ اوسمیں ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہے اور لفظ شرکت جہاں
وارد ہے اوس سے برابری مراد ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب دونوں قصد برابر ہونگے تو ساقط
ہو جاوینگے اور اس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان
ہمیشہ شرکت کی حالت میں خطرے میں ہے کیونکہ اوسے کیا معلوم ہے کہ دونوں قصدوں میں سے
اوسپر کونسا غالب ہے کیا عجب ہے کہ بعض اوقات عمل اوسکے حق میں وبال ہو جاوے اسلیے اللہ تعالے
فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
اس سے یہ مراد ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوئے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہتر ین احوال شرکت میں
سے یہ ہے کہ عمل ساقط ہو جاوے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ منصب شہادت لڑائی میں بدون اخلاص
نہیں ملتا مگر یہ کہنا بعید ہے کہ جس شخص کا ارادہ دینی اعلاے کلمۃ اللہ ہو صرف جہاد کے لیے اوسکا ارادہ کرنا
کو غنیمت سے ہوا اور کفار کی جماعت تو انکا اور غلبہ دونوں سے لڑ سکتا ہو لیکن وہ انگروں کی طرف ہو
جھکے گا مقصد ملنے خدا تعالی کا بول بالا کرنے کا بھی خیال ہو اور غنیمت بھی ہے تو ایسے شخص کو ثواب
حاصل نہ ملیگا اور معاذ اللہ ایسا ہے ہیچ ہو اور دین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جاویں اسلیے
کہ ایسے آمیزش سے تو کبھی انسان خالی ہی نہیں رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ میں کوئی تابع ہو اور
اگر یہ صورت ہوتی بھی ہے تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزشوں کی تاثیر ثواب کے کم کرنے میں البتہ ہوا
کرتی ہے یہ نہیں کہ ثواب بالکل جاتا ہی رہے ہاں آدمی کو اس حالت میں بڑا خطرہ ہوا کرتا ہے
کہ اوسکو بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہی ہے حالانکہ اوسکے باطن پر غالب
حظ نفسی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجہ کو مخفی ہوتی ہے بہت ہی کم اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہے
اور آدمی جتنی چاہیے احتیاط کرے اپنے نفس سے اوسکے اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ
عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بہ خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول میں متردد رہے کہ کہیں
میری عبادت میں کوئی آفت ایسی پیش نہ آئے جسکا وبال ثواب کی نسبت کے زیادہ ہو اہل بصیرت
میں سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے اونکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی
رکھنا چاہیے اور اسیوجہ سے حضرت سفیان ثوری رحم فرماتے ہیں کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا اوسکو میں

شمار نہیں کرتا۔ اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہین کہ مین اس گھر کا مجاور ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج
کیے لیکن اعمال آدمی مین سے جو عمل مین نے کیا جب وہ مین اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اوس عمل مین
بہ نسبت خداے تعالی کے حصے کے زیادہ پایا۔ مین یہی غنیمت جانون اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہون نہ باعث
عقاب۔ اور باوجود اس سب آفتون کے یہی نہین چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جائے
اسلیے کہ منتہاے آرزوے شیطان یہی ہے کہ آدمی عمل ترک کرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہے کہ اخلاص
نجانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونون جاتے رہینگے۔ منقول ہے کہ کوئی فقیر
حضرت ابو سعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور اونکے کامون مین مدد دیا کرتا ایک دن ابو سعید نے حرکات مین
اخلاص ہونے کا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب ہو کر
اپنی حاجات کا پورا کرنا کچھ دشوار ہو گیا اور حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے مین خود
وقت اوٹھانی پڑی اوس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیون نہین کرتے اوس نے کہا کہ مین آپ کے ارشاد کے
بموجب اعمال مین حقیقت اخلاص کا طالب اپنے نفس سے کرتا ہون مگر اکثر کامون مین سے اخلاص سے عاجز
اسلیے چھوڑ دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہین کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے
حاصل کرنے مین کوشش کر مین نے تجھ سے نہین کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو خالص کرو۔ اور حضرت فضیل رح
فرماتے ہین کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہے اور خلق کے باعث اوسکا کرنا شرک ہے

تیسری فصل صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان صدق کی فضیلت مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ اور صدق کی فضیلت مین اسقدر کافی ہے کہ صدیق اوس سے مشتق ہوا اور اللہ تعالی
نے اپنے انبیا کی مدح و ثنا مین اونکو صدیق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا
اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا
وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ
عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ چار باتین ایسی ہین کہ جس شخص مین
ہون نفع اوسکو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر۔ اور بشر بن الحارث رح
فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالی سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہے وہ لوگون سے نفرت

اور ذکر کر کتاب مین ابراہیم کا بیشک وہ تھا سچا نبی ۱۲

اور مذکور کر کتاب مین اسمعیل کا وہ تھا وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی ۱۲

اور مذکور کر کتاب مین ادریس کا وہ تھا سچا نبی ۱۲

کیا کرتا ہے۔ اور ابو عبد اللہ رملی کہتے ہیں کہ میں نے منصور دینوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ
خدا ئے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا اونھوں نے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور مجھپر رحم کیا اور جو مجھکو توقع نہ تھی
وہ عنایت فرمایا پھر میں نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اونمیں سب سے اچھی
کیا چیز ہے اونھوں نے فرمایا کہ صدق ہے اور سب سے بری چیز خدا ئے تعالی کی طرف متوجہ ہونے کی
جھوٹ ہے۔ اور ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہیں کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور حق کو تلوار اور اللہ تعالی
کو اپنا اعلی درجہ کا مطلوب۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ میں نے کوئی سچا آدمی نہیں دیکھا
حکیم نے جواب دیا کہ اگر تم سچا ہوتا تو سچوں کو پہچانتا۔ اور محمد بن علی کتانی کہتے ہیں کہ ہمنے خدا ئے تعالی
کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلوں پر ہوتا ہے اور
حق جوارح پر اور صدق عقل پر ہے۔ اور حضرت ثوری رحمہ اس آیت کی تفسیر میں یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ
کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْھُھُمْ مُّسْوَدَّۃٌ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے دعوی محبت الہی کا کیا اور
اوس دعوی میں سچے نہ تھے اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داود
جو شخص مجھکو اپنے باطن میں تصدیق کرتا ہے میں اوسکو خلائق میں ظاہر طور پر سچا کرتا ہوں۔ اور ایک
شخص نے حضرت شبلی رحمہ کی مجلس میں چیخ ماری اور اپنے آپ کو دجلہ میں گرا دیا حضرت شبلی رحمہ نے فرمایا
کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اوسکو خدا ئے تعالی ایسا بچا دیگا جیسا حضرت موسی علیہ السلام کو بچا دیا تھا
اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اوسکو اسطرح غرق کر دیگا جیسا فرعون کو غرق کر دیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ فقہا اور علما کا سبکا اتفاق ہے کہ تین باتیں اگر درست ہو جاویں تو آدمی کی نجات ہو جاوے اور
یہ تینوں ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہیں اول اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم عملوں
میں خدا ئے تعالی کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا۔ اور وہب بن منبہ رحمہ فرماتے ہیں کہ
توریت کے حاشیہ پر میں نے بائیس حرف لکھے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا کرتے
تھے وہ جملے یہ ہیں۔ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہیں۔ کوئی مال حلم سے بڑھکر زیادہ مفید نہیں۔ کوئی
حسب غصے سے زیادہ کمتر نہیں۔ کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہیں۔ کوئی رفیق جہل سے
بڑھکر عیب دار نہیں۔ کوئی شرف تقوی سے زیادہ عزیز نہیں۔ کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہیں
کوئی عمل فکر سے افضل نہیں۔ کوئی حسنہ صبر سے اعلی نہیں۔ کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنیوالی نہیں
کوئی دوا بہتر نرمی سے نہیں۔ کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہیں۔ کوئی رسول حق سے عادل تر
نہیں۔ کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہیں۔ کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہیں۔ کوئی تونگری زیادہ

بدبخت جو طمع سے نہیں۔ کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہیں۔ کوئی معیشت عفت سے زیادہ
گوارا تر نہیں۔ کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہیں۔ کوئی زہد قناعت سے بہتر نہیں۔ کوئی محافظ
سکوت سے زیادہ نہیں۔ کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک تر نہیں۔ اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہیں
کہ جب تو اللہ تعالی کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالی تیرے ہاتھ میں ایک آئینہ عنایت فرماوے
جسمیں تجھکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آویں اور ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اپنے اور خدا کے درمیان میں
صدق کی حفاظت کر اور نیز اپنے اور مخلوق کے درمیان میں ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنون رح سے
کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

صدق چاہیں شے نہیں ملتا	اسمیں ہم ہیں نہ بندے اور سیران
ہے گراں ہم پہ ترک خواہش نفس	دعوے عشق ہے مگر آسان

اور حضرت سہل رح سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جسپر ہم ہیں آپ نے فرمایا کہ صدق اور
سخاوت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوی اور حیا اور غذاء حلال۔ اور حضرت
ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا
کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا۔ اور حضرت جنید رح اس جملے کی تفسیر میں لیسئل الصادقین عن صدقہم
فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے عندیے میں صادق ہیں ان سے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ

دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اسکے معنوں اور مراتب کے ذکر میں۔ جاننا چاہیے
کہ لفظ صدق چھہ معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اول صدق قول کا دوم صدق نیت کا سوم صدق در عزم
چہارم وفای عزم میں صدق کا ہونا پنجم صدق در عمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق میں صدق کا
ہونا۔ پس جو شخص ان چھوں باتوں میں صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق
میں نہایت درجہ کو پہنچے گا تو صیغہ مبالغہ اوسپر صحیح ہوگا۔ پھر صادقین کے بہت سے درجات ہیں
جس شخص کو کسی خاص چیز میں صدق حاصل ہوگا وہ اوسی شی کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمیں اوسکا
صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پہلا صدق زبان کا ہے اور وہ اخبار
میں اور اون اقوال میں جو متضمن اخبار ہوں ہوا کرتا ہے۔ اور خبر یا زمان گذشتہ سے متعلق
ہوتی ہے یا زمان آیندہ سے اور اسمیں داخل ہے وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا
ہر ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور
سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کریگا اور

اور اشیا کا حال جیسے واقع مین ہین اوسکے خلاف نہ ہوگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق
کے لیے دو کمال ہین اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہ کہتے ہین کہ کنایات مین جھوٹ سے بچاؤ ہے
اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہین کیونکہ جھوٹ مین جو بات تو ممنوع ہے کہ وہ غیر
واقع مین یکسطرح کی ہو اوسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر اتنا تو کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض
اوقات مصلحت وقت اوسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب مین اور ظالمون سے
بچنے مین اور دشمنون سے لڑنے مین اور اسرار ملک پر اونکی اطلاع سے احتراز کرنے مین تو ایسی
صورتون مین اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق با یہمہ کی صورت یہ ہے کہ خدا کیواسطے
وہ بات کہے جسکا حکم اوسکو حق کرے اور جسقدر سچ کا مقتضی دین ہو جب اسطرح بولیگا تو صادق ہوگا گو
اوسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہیں بلکہ امر حق پر
دلالت کرنے کی جہت سے اوسپر نظر ہے کہ حق کیطرف بلانا ہی مقصود ہوتا ہی اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا
بیجا ہے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون پر جہان تک ہو سکے کنایات کو کام مین لانا چاہیے
تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کیطرف متوجہ ہوتے
تو اوسکو دوسرے سے چھپاتے تاکہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چھڑا دین یہ بات فراخ دستی مین
اور ایک حدیث شریف مین آپنے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا
اور آپنے تین جگہون مین جسمین مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو شخص دو
آدمیون مین صلح کرانے دوسرے جسکے دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مقام مین ہو اور صدق
ان جگہون مین صدق نیت مراد لیا جاتا ہے پس لحاظ نیت اور ارادہ خیر ہی کا کیا جاتا ہے لفظون کا
لحاظ نہیں ہوتا پس جو شخص کہ اوسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور بجز خیر کا طالب ہو وہ صادق
اور صدیق بھی ہوگا گو اوسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہو اور اوسکا طریق یہ ہے کہ
کسی بزرگ سے منقول ہے کہ جب اونکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر ہی مین ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے
کہ اپنی انگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اوسمین اونگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہیں ہین اس بہانہ سے
جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچ جاتے تو اونکا قول سچ تھا اور ظالم کو یہ معلوم ہو جاتا تھا
کہ وہ گھر مین نہیں غرضکہ کمال اول لفظون مین تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور کنایات دونو سے احتراز کرے
اور بدون ضرورت ان دونون سے گریز نہ کرے اور دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے اندر الفاظ کے
معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے خدا تعالی سے مناجات اور دعا کیا کرتا ہے مثلاً [illegible]

جھوٹا نہیں ہے وہ شخص جو دو آدمیون مین صلح کرانے کے واسطے بہتر بات پہنچا دے بخاری و مسلم بروایت ام کلثوم بنت عقبہ

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور دل خدای تعالی سے منحرف اور دنیاوی
آرزوؤں اور شہوات میں مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہے یا زبان سے کہے ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہیں یا کہے میں
بندہ خدا ہوں اور بندہ ہونے کی ماہیت اوسمیں نہ پائی جاتی ہو خدای تعالی کے سوا مطلوب کوئی
اور چیز ہو تو اوسکی کلام سچ نہوگی اور اگر قیامت کو بازپرس اس جملے کے صدق کی ہوگی کہ میں بندہ خدا
ہوں تو اس سے صدق ثابت نہوگا اسلیے کہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ
ہوگا تو اپنے قول میں سچا نہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہوجایا کرتا ہے وہ اوسکا بندہ کہلاتا ہے
چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْحُلَّةِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ اس حدیث میں جس شخص کا
دل جس چیز میں مقید تھا اوسکو اوسیکا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالی کا وہ ہے جو اول غیر اللہ
سے آزاد ہوکر آزاد مطلق ہوجاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اوسمیں خدای تعالی
کا بندہ ہونا سماویگا اور یہ بندگی بندے کو خدای تعالی اور اوسکی محبت میں مشغول کردیگی اور اوسکا باطن
و ظاہر مقید اللہ تعالی کی طاعت کا ہوجاویگا اور کوئی مراد اوسکی سوای خدای تعالی کے نرہیگی
پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کرکے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہے پہنچ جاتا ہے
جسکو آزادی کہتے ہیں یعنی اس بات سے آزاد ہوجاتا ہے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خدای تعالی کیواسطے
بھی نکرے بلکہ جو کچھ اوسکو منظور ہو اوسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادہ
اوسکے ارادے میں فنا کردے تو ایسا شخص دوبارہ آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہوکر بندہ خاص ہوا
پھر اپنے نفس سے آزاد ہوکر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اوسنے ہلایا تو ہلا
اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت میں مبتلا کیا تو راضی ہوا اوسمیں گنجایش کسی چیز کی درخواست کی
یا اعتراض کی باقی ہی نہیں رہی بلکہ خدای تعالی کے سامنے وہ ایسا ہے جیسا مردہ بدست زندہ اور
بندگی خدای تعالی میں یہ نہایت درجے کا صدق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہے جسکا
وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خدای تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور غیر اللہ سے
آزادی صادقین کے درجات میں سے ہے اور اسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہے اور اوس سے
پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانیکا ہے نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت و ارادے کا ہے
جسکا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے یعنی سالک ایسے حال میں ہو کہ حرکات اور سکنات میں اوسکا
باعث سوای خدای تعالی کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی میں سے اوسمیں ملجاویگا تو صدق نیت

قال ۱۲ میں نے اپنا منہ کیا اوسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین ۱۲

ہلاک ہو بندہ دینار کا اور ہلاک ہو بندہ درہم کا اور ہلاک ہو بندہ لباس کا اور بندہ کملی کا ۱۲ بخاری نے روایت کی ۱۲

جاتا رہیگا اور اس شخص کو اس صورت مین جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک
حدیث تین شخصون کے سوال وجواب کی نقل کی ہے کہ جب وقت عالم سے سوال ہوگا کہ تونے علم
سیکھکر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مین نے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ
تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہے یہان دیکھنا چاہیے کہ اوسکو یون نہین فرمایا کہ تونے
عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ ونیت مین اوسکو جھٹلایا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق کے معنی
یہی ہین کہ قصد مین توجہ صحیح ہو اسیطرح اس آیت مین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون
بعد اسکے کہ اونھون نے کہا تھا انک لرسول اللہ حالانکہ یہ قول سچ ہو اللہ تعالی نے اونکے
زبانی قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات اونکے دل مین پوشیدہ تھی اوس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور اونکا
کہنا تکذیب خبر سے پیدا کرتی ہے اور یہ قول افعال کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے اسلیے کہ کہنے والے
اپنا اعتقاد زبان سے بتاتے ہین کہ جو لفظ ہم منہ سے کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہے تو اسکی تکذیب
فرمائی کہ حال کے قرینے کی وجہ تم اپنے عقائد پر دال بتلاتے ہو یہ جھوٹ ہو حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی نیت کا
خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہے کہ مخلص بھی ہو دوسرا
صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے اپنے دل مین امنگ کیا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر
اللہ تعالی مجھکو مال دیوے تو سب تصدق کرڈالون یا نصف دیدون اور اگر خدا کی راہ مین کسی دشمن سے
ملون تو کچھ پروا نکرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعالی مجھکو حکومت دے تو عدل کرون اور خدا کی
کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کیطرف میل کرنے سے نکرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے دل مین پاتا ہے
اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہے اور کبھی اوسکے عزم مین ایک قسم کا میل اور تردد اور ضعف
ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً کہتے ہین
کہ فلان شخص کو اشتہای صادق ہے یعنی پوری اور قوی ہے اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہا
کاذب ہے یعنی اوسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہین پایا کہ اوسکی اشتہا ضعیف ہے پس
جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے
عزم کو خیرات کے بارہ مین پورا اور قوی پاوے نہ اوسمین میل کچھ ہو نہ ضعف نہ تردد بلکہ اوسکا نفس ہمیشہ
خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھکو لوگ گردن کاٹنے کو
پیش کردین تو مجھکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مین اوس قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر
صدیق رضہ ہون تو آپ نے اپنے دل مین عزم پختہ اور محبت صادق اس بات کی پائی کہ باوجود

حضرت ابو بکر رضی کے امیر ہونے میں پھر اس عزم کو اپنے قتل ہو جانے سے تاکید کر دی ۔ اور حضرت صادقین
کے عزم میں مختلف ہوتے ہیں کبھی عزم کو اتنا پایا ہے کہ اوسکی حد نہیں یہاں تک کہ اوسکے باعث قتل پر
راضی ہو جاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جب آپ قتل ہو جانے کے لئے تیار ہے اور
اگر اوس سے قتل کی گفتگو کیجاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں
کہ اگر بالفرض انکو اختیار دیا جاوے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابوبکر کا تو اونکو اپنی
زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی کے محبوب ہوگی اور کیا صادق عزم سے پورا کرنے میں ہے
اسلئے کہ نفس سر دست تو عزم کر لیا کرتا ہے کیونکہ وعدہ اور عزم میں کیا حرج ہوتا ہے مگر جب موقع آجاتا ہے
اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوات کا زور ہوتا ہے تو عزم ڈھیلا ہو جاتا ہے اور شہوات
غالب ہو کر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتیں اور یہ بات وفائے عزم کے صدق کے خلاف ہے اور
اسی واسطے اللہ تعالی اس قسم کے صدق کے باب میں فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ
اسکی شان نزول میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت کرتے ہیں کہ وہ
جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے اونکو یہ امر نہایت گراں گذرا اور فرمایا کہ
اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور میں آپ کی
خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعالی مجھکو کوئی دوسرا موقع شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ میں دکھلا دیگا تو اللہ تعالی دیکھیگا کہ میں کیا کرونگا ۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر سال آئندہ میں
جنگ احد میں حاضر ہوئے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضی آئے آپ نے پوچھا کہ ابو عمرو کہاں کو
آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے اوسکے اسی طرف معلوم ہوتی ہے پھر لڑے یہاں تک کہ شہید ہوگئے
آپکے بدن میں کچھ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزہ کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ میں
نے اپنے بھائی کو زخموں کے باعث نہ پہچانا اور انگلیوں کے پوروں سے البتہ پہچانا تب یہ آیت اوتری
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی کے پاس
کھڑے ہوئے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منہ کے بل گر کر شہید ہوئے تھے
اونکے پاس بھی یہی آیت پڑھی رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ
اور فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہیں ایک شخص ایماندار جسکا
ایمان خوب کھرا ہے کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالی کی تصدیق کی یہاں تک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص

۵ ترمذی اور نسائی نے اسکو روایت کیا اور بخاری نے مختصر نقل کیا ہے ۱۲

۶ ابو نعیم و ابو عبید روایت ابن علیم (؟) ۱۲

ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اوسکی طرف اپنی آنکھیں اسطرح اوٹھاوینگے اور آپ نے اپنا سر اوٹھایا
یہان تک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرتؐ کی گر گئی یا حضرت
عمرؓ کی اور ایک وہ مرد دیندار کھرے ایمان والا ہے کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اوسکی آنکھوں مین
نکلے وہ سے اوسپر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہے اور ایک مرد با ایمان
ایسا ہے جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ برا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالیٰ کی تصدیق کی یہان تک
کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہے اور ایک مرد با ایمان ہے جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے
بھڑ کر خداے تعالیٰ کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہے۔ اور حضرت مجاہدؒ
روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے
خداے تعالیٰ نے اونکو مال عنایت فرمایا لیکن انھون نے بخل کیا تو یہ آیت اوتری وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ
لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک
ایسی شئی تھی جسکو خداے تعالیٰ نے اون لوگون کے دلون مین روشن کر دیا تھا زبان سے اونھون نے
کچھ نہین کہا تھا اس عہد کے پورا کرنے پر ارشاد فرمایا وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ
لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ
فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ
اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اوسکے خلاف کرنے کو کذب اور اوسکے پورا کرنے کو
صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کہ سخت تر ہے اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہوجاتا
مگر پورا کرنے کے وقت چونکہ اوسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہے اور اسباب موجود و قدرت حاصل
ہوتی ہے تو اوس وقت پہلو تہی کرجاتا ہے اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب آپ نے
فرمایا کہ مجھکو اگر گردن مارنے کو لیجاوینگے کہ مین تو مجھکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین
ایسی قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکرؓ ہون اور اوسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے
وقت میرا نفس مجھکو کوئی ایسی بات نہ سوجھاوے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے
نفس سے امن نہین شاید اوسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس
قول مین اشارہ ہے کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہے۔ اور حضرت ابو سعید خرازؒ فرماتے ہین
کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اوترے ہین اور انھون نے مجھسے پوچھا کہ
صدق کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا اونھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور آسمان کو چلے گئے

پانچواں صدق اعمال میں ہے وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوسکے اعمال ظاہری سے
یہ بات نپائی جاوے کہ دل میں اوسکے کوئی بات ہے جو واقع میں نہیں اور یہ کوشش کچھ
اعمال کے ترک کرنے سے نہو بلکہ اسطرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک
ریا کے خلاف ہے جسکا ذکر ہم کر چکے ہیں اسلیے کہ ریاکار تو یہی چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے
لوگ اوسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانیں اور اس صدق سے غرض ترک ریا نہیں کیونکہ
اکثر نمازی اپنی نماز میں خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہیں اونکا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا
اونکو دیکھے لیکن اونکا دل نماز سے غافل رہتا ہے اگر بالفرض اوسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خدا تعالی
کے سامنے کھڑا ہے حالانکہ باطن میں وہ بازار میں یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس
قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہیں جنمیں وہ شخص جھوٹا ہے اور اس سے باز پرس
اعمال میں صدق کی ہے اسطرح آدمی کبھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہے اور اوسکا باطن ان
ان دونوں صفتوں کا پتا بھی نہیں ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل میں صادق نہیں ہوتا اگرچہ خلق کیطرف
ملتفت نہو نہ اونکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہیں ہوتی مگر یہی صورت کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکساں
ہوجاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگوں نے ظاہری ابتر کر
اور برے لوگوں کا لباس اختیار کیا تھا تاکہ اونپر گمان خیر کا ظاہر کو دیکھکر کوئی نکرے ورنہ ظاہر
حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو کاذب ٹھہرینگے غرضکہ مخالف ہونا
ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اوسکا نام ریا ہوگا اور اوسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہے
اور اگر بے قصد ہو تو اوس سے صدق جاتا رہتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دعا مانگا کرتے تھے اللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيرَتِي خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِي وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِي صَالِحَةً اور یزید بن الحارث
فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو یہ عدل کی صورت ہے اور اگر باطن
افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام
جور ہے پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا
وگر ظاہر ہوا اچھا اور باطن میں خرابی ہو
تو سمجھنا لو اشرفی اچھی کو جسپر ہو گمان جھانے

اسی سے دو جہان میں ہو گئی ہے نعمت اور عزت
تو جتنے سب گوشہ نشیں سب با جد ہیں اور انکاں
ملمع کی اگر ہووے تو سب اوس سے کریں نفرت

اور عطیہ بن عبد الغافر فرماتے ہیں کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالی

اوسکے باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔ اور معاویہ بن قرہ
کہتے ہیں کہ کوئی مجکو ایسا شخص بتلائے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے۔ اور عبد الواحد
کہتے ہیں کہ حضرت حسن ہم کا دستور تھا کہ جب کچھ اونکو امر کیا جاتا تو سب لوگوں سے بڑھکر اوسکے
عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور میں نے
کبھی کسیکو نہیں دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا اونکا تھا۔ اور ابو عبد الرحمن زاہد
کہتے تھے کہ الٰہی میں نے اپنا اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ تو اوسنے امانت کے ساتھ کیا
اور مجھہ میں اور تجھہ میں جو معاملہ تھا اوسکو میں نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کرتے
اور ابو یعقوب نہرجوری کہتے ہیں کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن میں ہو اس سے
معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے چھٹا صدق جو سب جات سے اعلی
اور کمیاب ہے وہ صدق دین کے مقامات میں ہے جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد
اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت میں اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہیں کہ جنسے
اوسکا ظہور ہوا اوسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد اونکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے
اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو اونکی حقیقت کو پہونچ جاتے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل
ہوا کرتی ہے تو اوسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ فلان شخص لڑائی کا سچا
اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت سچی ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
هُمُ الصَّادِقُونَ اور فرمایا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ
وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ
وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
اور حضرت ابوذر رضی سے کسینے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا
کہ ہمنے آپسے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا
حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہیں کہ مثلاً جو بندہ
اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالی سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ
خوف اسطرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اوسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہیں پہنچتا
تاکہ اوسکو خوف صادق کہہ سکیں دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر میں رہزن وغیرہ سے ڈرتا ہے

تو اوسکا رنگ جو زرد پڑ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤن پر جو لرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہو جاتا ہے اور
خواب و خورش دشوار ہو جاتی ہے کسی بات مین دل نہین لگتا ہوش پراگندہ ہو جاتے ہین بعض
اوقات ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے آرام و چین کو چھوڑ کر وحشت اور شدت پیش کو اختیار کرتا ہے
پھر کیا بات ہے کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب اوسکو کسی معصیت کا ہوتا ہے تو اون مین
کوئی بھی بات اوسمین ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ
لَمْ اَرَ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا
بہت ہی کم ہے اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اوسکی انتہائی اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو
اوسکے حال کے موافق انمین سے بہرہ ہوتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اوس صورت مین
بندہ صادق کہلاویگا غرضکہ معرفت اور تعظیم الٰہی اور اوس سے خوف کرنے کی کوئی حد نہین اسیوجہ سے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمہاری
صورت اصلی پر دیکھون تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ اوسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپ نے فرمایا کہ
نہین دکھلا ہی دو تب اونھون نے وعدہ کیا کہ اوجالی رات البقیع مین دکھلاونگا آپ چاندنی رات
مین وہان تشریف لیگئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہے آپ
دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہوگئے تھے آپ نے فرمایا
کہ میرے گمان مین خدای تعالی کی مخلوق مین سے اسطرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش الٰہی اونکے کندھے پر ہے اور اونکے پاؤن ساتوین
نیچے کی زمین مین اترے ہوئے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی
چڑیا کی برابر ہو جاتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھائی
ہوگی جو اس نتیجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفت مین متفاوت
ہین تو صدق در تعظیم اسکا نام ہے۔ اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شب معراج کو جب مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملاء اعلی مین خدای تعالی کے خوف سے ایسے
تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈال دیتے ہین اسیطرح پر صحابہ رضہ بھی خائف تھے مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچتے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ جب تک
تو سب لوگون کو اللہ تعالی کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا
اور مطرف رحمہ کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین ہے جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر تھوڑا ہی

کہ بعض حمق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ
ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگون کو خدا کے مقابل مین اونٹون کی مانند نہ دیکھے اور
پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرے اور اوسکو سب سے زیادہ حقیر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات مین
صادق آدمی کمیاب ہے پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض امور مین صدق
ہوتا ہے اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ سچا صدیق ہے حضرت سعد بن معاذ
فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین سچا ہون اور انکے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ مین نے شروع
اسلام سے کبھی نماز ایسی نہین پڑھی کہ جسمین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا - دوم یہ کہ جس جنازہ کے
ساتھ گیا جیمین یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا اور تک اور کچھ خیال
نہین گذرا سوم یہ کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک حق ہے
پس حضرت ابن مسیب نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ باتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع نہین ہوئین
تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہے حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رضہ نے نماز ادا کی اور جنازے کے
ساتھ گئے مگر اس درجہ کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اوسکے معانی کا - اور کلمات جو
صدق کی حقیقت کے باب مین مشائخ کرام سے منقول ہین اونمین ان معانی مین سے ایک ایک
پائے جاتے ہین ہان ابوبکر وراق رح نے فرمایا ہے کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہے صدق توحید اور
صدق طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع
کے لیے ہے اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام
پھر پھر اکر اونھین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہے کہ اونھون
نے وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہے اور وہ بھی پوری نہین - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ صدق مجاہدے کا نام ہے اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نکرے جیسے اوسنے تجھپر
غیر کو اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اور منقول ہے کہ خدا تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہون تو اوسپر ایسی بلا ڈالتا ہون
کہ جسکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اس سے مجھکو اوسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہے پھر اگر
مین اوسکو صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون
کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اوسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور اوسکے سب رسولون پر وہی ہین سچے ایمان والے

معلوم ہوا کہ صدق کی علامتوں میں سے یہی ہے کہ مصیبتوں اور طاعتوں کو دونوں کو چھپاوے اور خلق کا واقف ہونا اونکو برا جانے

آٹھواں باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان میں جس میں کئی قسمیں ہیں

رباعی

جو کام کرے نفس تو لے اوس سے حساب	میدان جزا میں ورنہ پاویگا عذاب
مرنا ہی قیامت ہے ہر اک کے حق میں	نگرانی نفس چاہیے سمجھ کر شتاب

واضح ہو کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ اور فرمایا وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور فرمایا يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور فرمایا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور فرمایا ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور فرمایا يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ اور فرمایا وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ان آیات کے مضامین سے اون لوگوں نے جو بندگان الہی اہل بصیرت ہیں جان لیا کہ اللہ تعالی بندوں کی گھات میں لگا ہے اور اونسے حساب ہوگا اور پوچھا ہوگا اور ذرہ ذرہ خطروں اور لحظوں کی پوچھ ہوسے گی اور یقین کیا کہ ان خطروں سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کریں اور سچے نگران اپنے احوال کے رہیں ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھیں اور ہر خطرہ و لحظہ میں اوس سے حساب لیں اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لے چلے اوس سے پیشتر کہ محاسبہ کیا جاوے اوسکا حساب قیامت میں ہلکا ہوگا اور جواب میں حاضر رہیگا اور اوسکا رجوع اور انجام وہاں اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچھتا ویگا اور میدان قیامت میں مدت تک کھڑا رہیگا اور اوسکی برائیاں اوسکو رسوائی اور غضب میں مبتلا کرینگی - پس جب اونکو یہ امر منکشف ہوا تو اونھوں نے جان لیا کہ ان چیزوں سے نجات کی صورت بدون طاعت الہی کے اور کوئی نہیں اور اللہ تعالی نے صبر اور رباط کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

نہایت غم ہے ہمکو اوس خوشی سے | یقین جسکی جدائی کا ہمین ہے

اس صورت میں محتاط پر جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہے کہ اپنے نفس کے
حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم میں غفلت نکرے اسلیے
کہ عمر انسان میں جو سانس ہے وہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جسکا کچھ عوض نہیں اور اوس سے ایک خزانہ
ایسا مول لیا جا سکتا ہے کہ جسکی دولت ابد الاباد تک تمام نہو پس ایسی سانسون کا ضائع ہونا یا ایسی
باتون میں مصروف ہونا جو سبب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہے کہ کسی عاقل کا نفس
اسکو نمانیگا پس جب کوئی بندہ صبح کو اوٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دل کو
نفس سے شرط کرنے کے لیے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنیکے وقت اپنے شریک
کار سے سب شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہے دوسرے شخصون کو اوس مجلس میں نہیں
آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے
یون کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہے جب یہ فنا ہو جاوے گی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور
طلب منفعت سے یاس ہو جاویگی اور اس آج کے دن میں اللہ تعالی نے مجھکو مہلت دی ہے اور
میری موت میں تاخیر فرمائی ہے اور مجھپر انعام کیا ہے اگر بالفرض مجھکو موت دیتا تو میں آخر یہی تمنا کرتا
کہ ایک دن مجھکو دنیا میں بھیجدے کہ میں عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان اب
پھر کر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو غنیمت کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر بے مول ہے اور
یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات میں چوبیس گھڑیان ہیں اور حدیث میں وارد ہے کہ بندے کے ہر روز
میں چوبیس خزانے ایک قطار میں پھیلائے جاتے ہیں اونمین سے ایک خزانہ اوسکے لیے کھولدیا جاتا ہے
تو اوسکو اپنے حسنات کے نور سے پر دیکھتا ہے اور یہ وہ حسنات ہوتی ہیں جو اوس گھڑی میں کیے تھے
اون نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اوسکا وسیلہ ہیں اوسکو وہ فرحت اور سرور
اور بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کردیا جاوے تو اتنی خوشی اونکے
حصے میں آوے کہ اوسکے مارے آگ کی تکلیف اونکو کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی میں کہ اوسنے
خدا تعالی کی نافرمانی کی ہے اوسکا خزانہ کھولا جاتا ہے تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہے اوسکی بدبو
پھیلتی ہے اور اندھیری اوسکو دبا لیتی ہے اوس خزانے کے دیکھنے سے اوسکو اس طرح کا خوف و دہشت
چھاتی ہے کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دی جاوے تو اونکا آرام و چین منغص کرے اور ایک
اور خزانہ اوسکے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خالی ہوتا ہے نہ اوسمین خوشی کی خبر ہوتی ہے نہ غم کی

اسکی سند صحیح نہیں ملی ۱۲

پر اکتفا کرنا کھانوں کی مذمت کرنی دشمنوں پر لعنت اور بددعا کرنی اونکا اظہار بغض و عیب بیان کرنی وغیرہ
بہت خراب ہیں چنانچہ باب آفات زبان میں اونکا ذکر ہوچکا ہے پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہو
باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہے کہ ذکر کرے اور لوگوں کو نصیحت اور ذکر کی کرے اور علم کی تعلیم
اور خدا تعالی کے بندوں کو اوسکا رستہ بتانی اور آپس میں دو شخصوں کے جو بگاڑ ہوا ہو اوسکی درستی
کرنے میں صرف ہے تو نفس سے شرط کرے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلاوے ایماندار کی
گفتگو ذکر ہی ہوتا ہے اور اوسکی نظر عبرت کے لیے اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین حق تعالی
فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید تو سوا ذکر کے سکوت ہی مناسب ہے
اور شکم کو مجبور اس بات پر لاوے کہ حرص چھوڑے اور حلال روزی سے تھوڑا کھاوے اور کھانا ادنی ہو
شبہہ کی چیزوں سے احتراز کرے اور شہوات سے اوسکو روکے کہ مقدار ضرورت پر اکتفا کرے
اور اپنے نفس سے یہ شرط بھی کرلے کہ اگر ان باتوں میں سے کچھ خلاف کریگا تو سمجھ لے سزا دونگا کہ
شکم کی شہوات سے باز رکھونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اوسنے حاصل کیا ہو اوس سے
زیادہ جاتا رہے علی ہذا القیاس سب اعضا کے باب میں شرط کرے سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اور اعضا کی
طاعات اور معاصی کچھ مخفی نہیں ہیں کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو پھر اعضا کے باب میں وصیت کرکر
پھر نفس کو وصیت اون طاعات کی کرے جو بروز و شب میں کئی کئی بار ہوتی ہیں پھر نوافل کے باب میں
وصیت کرے جنپر قادر ہو اور جتنے کر سکتا ہے اور اون نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور
اونکا اسباب آمادگی کی کیفیت سب مرتب کردے اور یہ شرطیں ایسی ہیں کہ انکی حاجت ہر روز
ہوا کرتی ہے مگر انسان جب انکا عادی ہو رفتہ رفتہ ہوجاتا ہے اور نفس ان سب شرطوں کے پورا کرنے میں
تن دیتا ہو تو ہمیشہ شرط کی حاجت نہیں رہتی اور اگر بعض شرطوں میں اطاعت کرتا ہے تو بھی سے شرط کرنی کی
حاجت باقی ہے اور انسانکا کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جسمیں ایک نئی مہم اور نیا واقعہ ہوتا ہو
اور اوسکا حکم خاص ہو اور خدا تعالی کا حق اوسمیں جدا طور کا ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے
اعمال میں مشغول ہونے والوں کو بھی اکثر ہوجایا کرتی ہے مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم میں کم کوئی
دن ہوتا ہوگا جسمیں کوئی نیا معاملہ نہوتا ہو اور اوسمیں اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ
پڑتی ہو تو اسلیے اپنے نفس سے یہ شرط بھی کرلے کہ ایسے معاملات میں جو مستقیم ہے اور امر حق کی اطاعت
کرے اور غیر سرکار رستے کے انجام سے نفس کو ڈراتے رہے اور اوسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے
بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش اور

نہیں ہوتا ایک بات جو یہین اوس پاس ایک ماہ [illegible] بار ۱۳

محبوبیت سے مشرف ہونے کو جگہ پا کرتا ہے مگر وعظ و ادب دینا اوس میں تاثیر کرتا ہے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ پس اس طرح کی شرط نفس سے
کرنی مقام اول اور ... نگاہداشت کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ
کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ اور یہ آئندہ کے لیے ہے - اور جو نظر کہ کثرت
اور مقدار میں واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے اوسکو محاسبہ کہا کرتے ہیں پس بندہ
اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال میں نظر رکھیگا اس غرض سے کہ اوسکا حال کم و بیش ہونا معلوم
ہو جاوے تو یہ بھی ویسا ہی محاسبہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا
اور فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ اسکو ڈرانے کے لیے اور آئندہ کو
احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہیں کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت اور نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا کہ
جب کسی امر کا ارادہ کرے تو اوسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اوس کام کو کر اور جو خراب ہو
تو اوس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل ہوا نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت
کو پورا نکرو جب تک اسکا انجام نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے پورا ہونے کی نسبت کہ دل میں پشیمانی کا
رہنا زیادہ برا ہے - اور حضرت لقمان کہتے ہیں کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو پشیمانی سے
بچ رہتا ہے اور شداد بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا
الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّىٰ عَلَى اللَّهِ
دان نفسہ کے معنی یہ ہیں کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہیں اور کلام مجید
میں أَئِنَّا لَمَدِينُونَ کے معنی بھی یہی ہیں کہ حساب لیے جاوینگے - اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں
کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تم سے محاسبہ کیا جاوے اور اوسکو وزن کرو پیشتر اس
کے وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو - اور حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ اپنے
نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت میں حساب کرو اور حضرت کعب احبار رض سے
پوچھا کہ محاسبہ کا حال کتاب الہی میں کیسے دیکھا ہے اونھوں نے عرض کیا کہ اوسمیں لکھا ہے
کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے کی بلا ہے حضرت عمر رض

اونسے قدرے لیکر اوسے اور فرمایا کہ بجز اوسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب نے
عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ تو اسکے برابر ہی توریت میں مذکور ہے کوئی اور کلمہ بیچ میں نہیں اور
سب میں اشارہ آیندہ کے محاسبہ کیطرف ہے اسواسطے کہ فرمایا ہے مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا
بَعْدَ الْمَوْتِ جسکے یہ معنی ہیں کہ امور کو اول وزن کرے اور خوب تامل و تدبر اوس میں کر کے پھر اونکے
کرنے پر جرات کرے — دوسرا مقام مراقبہ کے باب میں — جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کر کے
اور اوسپر شرائط مذکورہ بالا کر چکے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال میں داخل ہو تو اوسکا ملاحظہ
بچشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو خراب اور سرکش ہو جاویگا پس اول ہم

فضیلت مراقبہ کی بیان کرتے ہیں پھر اوسکے درجات ذکر کرینگے

بیان اول فضیلت مراقبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو احوال الاحسان کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ خدا تعالی کی عبادت اسی طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالی کی عبادت اسطرح کرو کہ گویا تم اوسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات
نہو کہ تم اوسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھتا ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ
عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور فرمایا اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَائِمُوْنَ اور حضرت ابن مبارک رح نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ
اوسنے اسکے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ اسی طرح رہو کہ گویا خدا تعالی کو دیکھتے ہو اور
عبد الواحد بن زید رح فرماتے ہیں کہ جب میرا آقا مجکو دیکھتا ہے تو میں دوسرے کی پروا نہیں کرتا
اور ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے اون
سب میں بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے عمل سے اپنے علم کی سیاست ہے اور ابن عطا رح
فرماتے ہیں کہ بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہے اور جریری رح کا قول ہے کہ ہمارا یہ
امر دو اصل پر مبنی ہے ایک یہ کہ اپنے نفس پر خدا عزوجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ
علم ظاہر اعمال پر قائم ہو اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ جب تو لوگوں میں بیٹھے تو اپنے نفس اور
قلب کا واعظ ہو ایسا نہو کہ اونکے پاس ہونے سے تو دھوکا کھائے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو
دیکھتے ہیں اور خدا تعالی باطن کو اور منقول ہے کہ کسی شیخ کا ایک شاگرد جوان تھا اوسکی
تعظیم وہ بہت کرتے اور اوسکو اور دن پر مقدم کرتے اونکے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ

اسکی تعظیم کرتے ہین حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہین اونہون نے چند پرند منگاۓ اور ایک
ایک مرید کو ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اوس
جوان کو بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لاۓ اور وہ شخص یونہی ہٹا لایا شیخ نے پوچھا کہ
تو نے اپنے ساتھیون کے موافق ذبح کیون نکیا اوسنے کہا کہ مجھکو ایسی جگہ کوئی نملی جہان کوئی نہ دیکھے
اسلیے کہ اللہ تعالی ہر جگہ مجھکو دیکھتا تھا سب مریدون نے اوسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اوسکی فضیلت کی
مقر ہوے ۔ اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اوٹھکر ایک
بت کا منہ ڈھانکدیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا
کرتی ہے مجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نکرون ۔ اور بعض جوانون کے حال مین
لکھا ہے کہ اوسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اوسنے کہا کہ تجھکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین
کس سے حیا کرون ہمکو ستارون کے سوا اور کون دیکھتا ہے اوسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا
وہ بھی تو دیکھتا ہے ۔ اور ایک شخص نے حضرت جنید رح سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر مین کس چیز سے مدد
لون آپنے فرمایا کہ یہ جاننا کہ جس چیز کیطرف تو دیکھتا ہے تیری نگاہ اوس تک پہونچنے سے پہلے ناظر کی
نگاہ تجھپر اول پہونچتی ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ مراقبہ مین سچا وہی ہوتا ہے جسکو خوف ہو
حظ اپنے پروردگار سے جاتا رہیگا ۔ اور حضرت مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس مین سے ہین اور
اوسکی حورین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسینے پوچھا کہ ان جنتون مین کون رہیگا آپ نے فرمایا
کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہینگے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو میری عظمت یاد
کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین قسم ہے اپنی عزت
اور جلال کی کہ مین اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والون
کیطرف دیکھتا ہون تو اونسے عذاب ہٹا لیتا ہون ۔ اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا
کہ اوسکا شروع یہ ہے کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو ۔ اور مرتعش کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور
ہر کلمے پر غیب کے ملاحظے کیواسطے باطن کی رعایت رکھے ۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فرشتون
سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون ۔ اور محمد بن علی ترمذی رح فرماتے ہین کہ
اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کرو کہ جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر کہ جسکی نعمتین تجھسے منقطع نہون
اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہین اور خضوع اوس شخص کے لیے کر کہ جسکی ملک اور سلطنت سے تو
نہ نکلے ۔ اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ بندے کے دلکو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا

پیدا اس بات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہان مین ہونگا خداے تعالی میرا شاہد رہیگا - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ کے کیا معنی ہین اونھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اوسکی ہوگی جسنے خداے تعالی کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا - اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہے اونھون نے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر باطن مین خداے تعالی کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اوسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اوس سے حساب لیا جاوے اور مراقبے کے باب مین کسینے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار

گر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہہ تنہا ہون	بلکہ خالق ہے ترے حال کا ہر دم نگران
جان مت اوسکو کہ اکدم کو ہو تجھسے غافل	اور جو بات چھپاوے ہے اوسسے پنہان
دیکھ تو کیسی چلی آتی ہے کل آج کے بعد	آج کل ہی مین فنا ہوتی ہے عمر انسان

اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجھکو کچھ نصیحت کرو اونھون نے فرمایا کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خداے تعالی تمکو دیکھتا ہے تب تو تم بڑی ہی جرات کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہو اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو وفا کی مالک ہے اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہے - اور فرقد سنجی رح کہتے ہین کہ منافق تاکتا رہتا ہے جب کسیکو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہو جاتا ہے مگر صرف لوگونکو تاکتا ہے خداے تعالی کا لحاظ نہین کرتا - اور عبداللہ بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطاب رض کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اوترے آپ کے پاس ایک چرواہا پہاڑ سے آیا آپنے اوس سے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھ بیچڈال اوسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اوسکو بھیڑیا کھا گیا اوسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمر رض رونے لگے پھر آپ اوسکے ساتھ ہو اور اوسکے آقا سے اوسکو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجھکو آزاد کرادیا اور مجھکو توقع ہے کہ آخرت مین بھی تجھکو آزاد کر دے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اوسکے درجات مین - واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہے کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اوسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے

احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ
حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اوس حالت سے کچھ اعمال اعضا مین اور
کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اوسیکی طرف
مشغول اور ملتفت رہنا اور اوسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا - اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ خدا تعالی کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر
اوسکو رقیب سمجھنا اور سب نفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اوسکے سامنے
ایسا عیان ہے جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہے بلکہ اوس سے بھی زیادہ پس یہ معرفت
جب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر غالب ہو کر اوسکو دبالیتی ہے تو
قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لیجاتی ہے اور اوسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہے اور اسمین
کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اوسپر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین
شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہین وہ مقرب
ہین اور اونکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسلیے اونکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہے
اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ دل اوس
جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہے اور اوسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہے پھر اوسمین گنجایش
دوسرے کی طرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین
کرتے اسلیے کہ اوسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضاے ظاہری تو مباحات کی طرف
بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہے اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو
ایسے ہوتے ہین کہ گویا اونھین مین منجے ہوے ہین اسلیے اونکی حفاظت کے باب مین اور درست
رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہے وہ رعیت کو آپ
درست کر دیتا ہے اور یہان دل راعی ہے اور اعضا اوسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود ہوگیا
تو اعضا بے تکلف راستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہے جسکو ایک ہی فکر ہوا اور
اللہ تعالی نے اوسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجے پر پہونچ جاتا ہے وہ کبھی
خلق سے اتنا غافل ہوتا ہے کہ جو شخص اوسکے پاس آوے اوسکی بھی خبر اوسکو نہین ہوتی اور باوجود
آنکھین کھلی ہونے کے اوسکو نہین دیکھتا اور اگر کچھ اوس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہ ہونے کے
نہین سنتا اور کبھی اوسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اوس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض

اسکا جرکیواسطے ہوجاتا تھا اونہین جو کسینے اس باب مین عتاب کیا تو اوس سے کہا کہ جب تو میرے پاس کو
نکلے تو مجھے بلا دینا ۔ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر اون دلون مین پائی جاتی ہے
جو پادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہان تک کہ پادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اونہین کچھ
ہوجانے سے خبر نہین ہوتی اسلیے کہ پادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور اونپر کیا
موقوف ہے کبھی ہر آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنی کام مین اگر مشغول ہو لیتا ہے تو اوسمین ایسا فکر مین
ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہین کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہان سے آگے نکل جاتا ہے اور جس کام
کے لیے اوٹھا تھا وہ بھول جاتا ہے ۔ عبد الواحد بن زید رح سے کسینے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین کسی
کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہو کر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا صرف
ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمھارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوئے
آپ نے اونسے پوچھا کہ تم کہان سے آتے ہو اونھون نے کسی جگہ کا نام لیا کہ اوسکا راستہ بازار مین
تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمھین کون ملا تھا اونھون نے کہا کہ مین نے تو کسیکو نہین دیکھا اور
حضرت یحیی علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت سے جو دھکا لگا تو وہ
منہ کے بل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپنے اسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا
اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا ۔ اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیر اندازی
کرتے تھے اور ایک شخص اونسے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا مین اوسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو
کرون اوسنے کہا کہ خداے تعالی کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اوسنے کہا
نہین میرے ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون
اوسنے کہا کہ جسکو خداے تعالی بخش دے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہے اوسنے اشارہ آسمان کیطرف
کیا اور اوٹھکر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو
خداے تعالی کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اوسیکا ذکر ہو جو سنے تو اوسیکی باتین
سنے ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون
اوس حالت کے جسمین وہ ہین اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے ۔ اور حضرت شبلی رح حضرت ابو الحسین
نوری رح کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین چپ چاپ جمعیت سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین حرکت
نہین کرتی حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا اونھون نے فرمایا کہ
ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک

نہین ہلاتی تھی اوس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے - اور ابو عبداللہ بن خفیف کہتے ہین کہ مین نے
ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا مجھسے عیسی بن یونس مصری نے
جو زاہد کرکے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک ادھیڑ مراقبے کے حال پر ایک جگہ
بیٹھے ہین اگر تم اونکو ایک نظر دیکھ لو تو غالبا تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا اور جسل ہوا میری
کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ
بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا اونھون نے جواب نہ دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا
مین نے اونکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گردن سے سر اوٹھایا اور میری طرف
دیکھکر کہا کہ ای خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے لہذا
تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کر لے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی کہ
میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب جاتی رہی اور ہمہ تن مجھکو اونھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا
سر جھکا لیا مین اون دونون کے پاس یہان تک ٹھہرا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے
کہا کہ مجھکو نصیحت کرو اوس جوان نے میری طرف سر اوٹھایا اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین
ہمارے زبان نصیحت نہین ہین اونکے پاس تین دن ٹھہرا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور اون دونون نے بھی خواب
خورش کچھ نہ کی اوسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین اونکو قسم دون کہ مجھکو کچھ نصیحت کرین شاید مجھکو
انکی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اوٹھایا اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت
لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجھکو خدای تعالی یاد آ جاوے اور اوسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجھکو زبان
فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون
کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہے اونکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہے کہ اونمین گنجایش
اور چیز کی باقی ہی نہین رہتی - دوسرا درجہ اصحاب یمین مین سے پرہیزگارون کا ہے وہ وہ لوگ ہین کہ
اونکے دلون پر یہ بات تو یقینا غالب ہے کہ خدای تعالی ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہے مگر ملاحظہ جلال
نے اونکو مدہوش نہین کیا بلکہ اونکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور اونمین گنجایش اس بات کی بھی رہی
کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین ہے ہان اونپر
خدای تعالی سے حیا کا غلبہ ہے اسلیے اگر کسی کام کی جرات کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور
اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اوسکے گرد نہین پھرتے اسلیے
کہ وہ دنیا ہی مین خدای تعالی کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہے

اور ان دونون درجون کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اوسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اوسکو معلوم ہو جاوے
کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اوس سے حیا کرنے لگیگا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہے
کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث
کرتا ہے اسلیے کہ اوسکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ جوش مین لاتی ہے اور کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اوسکے پاس آجاتا ہے تو اوسکی تعظیم اتنا مستغرق کر دیتی ہے
کہ تمام کامون کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہے
اسیطرح بندون کے مرتبے خدای تعالی کے مراقبے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو شخص اس درجہ مین ہوتا ہے
وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات و لحظات اور سب اختیارات
کو نگران رہے اور ان اشیا مین اوسکی دو نظرین ہونی چاہیین ایک عمل سے پہلے اور ایک عمل مین
عمل کے اندر پہلے عمل سے آگے دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہے اور جسکے واسطے میری خاطر نے
حرکت کی ہے وہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے یا وہ ہوای نفس یا اتباع شیطان مین سے ہے اور
جب تک یہ امر منکشف نہو تب تک اوس فعل کی مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الہی سے
معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے تو اوسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر
غیر اللہ کیواسطے ہی تو اوس سے باز رہے اور خدای تعالی سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے
کہ اوسکی رغبت اور میل و قصد کیون کیا اور اوسکو اوسکے فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی مین
سعی کرتا ہے اور اپنا دشمن ہے اگر خدای تعالی اپنی عظمت سے تلافی نفرماوے تو تیرا کہین ٹھکانا نہ لگے
اور ابتدای امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہے کسیکو اس سے مفر نہین اور حدیث مین
آیا ہے کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذرا سی ہی کیون نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہوگا
کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہوگا کہ کسطرح کیا تیسرے مین ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا
کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے
اوسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خدای تعالی ہی کیواسطے اوس کام کا کرنا ضرور تھا
تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کسطرح کیا یعنی ہر عمل مین خدای تعالی کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور
وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اوس سے کہا جاویگا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے
کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی

بارے میں اخلاص کی ہوگی کہ خاص رضاے الٰہی کے لیے کیا ہو اور لا الٰہ الا اللہ کو منایا ہی تب تو
تیرا اجر خداے تعالیٰ پر ہی اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہی تو اوسی سے جا کر اپنا اجر لے
اور اگر اسواسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہیں اور اگر سہو و غفلت
کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہوگئی اور اگر میرے غیر کیواسطے کیا ہی
تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتوں میں
چین اوڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کرنے کا کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہیں سنا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ اور اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ تیرا برا ہو کیا تو نے نہیں سنا کہ میں فرمایا ہوں اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ پس جب بندہ جانتا ہے کہ مجھسے یہ مطالبات اور جھڑکیاں ہونگی تو وہ اپنے نفس کا
مطالبہ اوس مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر
جواب کا ٹھیک ٹھیک ہونا چاہیے پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونوں صورتوں میں
تامل کے بعد کرے اگر ایک بار اونگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھوں کے سرمے اور گارا اوٹھانے اور اپنے بھائی کا کپڑا
چھونے پر بھی پوچھا جاویگا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ
کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم ہوجاتا کہ خدا کیواسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی انہیں کا
قول ہے کہ خداے تعالیٰ رحم کرے اوس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالیٰ
کیواسطے وہ قصد ہو تو اوسکو پورا کرے اور اگر اوسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے - اور حدیث
سعد رض میں مذکور ہے کہ جب اونکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کے وقت
خداے تعالیٰ سے خوف کیا کر جب کبھی قصد کرے - اور محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ایماندار توقف کرنیوالا
اور تامل کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا کرتا ہی ایسا نہیں ہوتا جیسا رات کو
لکڑیاں جمع کرنے والا یعنی وہ جلدی میں خاک بلا سب اوٹھا لیتا ہے ایماندار ایسا نہیں ہوتا - اس
مراقبے میں یہ اول نظر کا حال ہے اور اس سے بچاو کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو
اور اسرار اعمال اور نفس کی غوریں اور شیطان کی مکر یعنی معرفت حقیقی موجود ہو پس جبتک کہ اپنے
نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نہ پہچانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ ہواے نفس کے موافق کیا چیز ہی اور اوس میں
اور اوس چیز میں جسکو خداے تعالیٰ محبوب اور پسند کرتا ہے یعنی اوسکی نیت اور قصد اور فکر اور

حرکت و سکون میں سے کون سی خدای تعالی کے پسند ہی اور کونسی موافق ہوای نفس کے ہے اور جبتک
تمیز نکریگا تب تک سلامت اس مراقبہ میں نرہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور میں جو خدای تعالی کو برے
معلوم ہوں مرتکب جہالت کے ہوتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں۔ اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہے اوسمین اوسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب
مسلمانوں پر فرض ہوا اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتوں سے افضل ہوتی ہیں
کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکروں اور اوسکے مغالطہ دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہے
اور ان سب کو نیست کر دیتا ہے اور جاہل اوسکو جانتا ہی نہیں تو اوس سے احتراز کیسے کریگا بلکہ وہ
ہمیشہ مشقت بھر اکریگا اور شیطان اوس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے
تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہے پس اللہ تعالی کا حکم بندے پر یہی ہے کہ جب کام کیواسطے
قصد کرے اور اعضا سے اوسکے لیے سعی کرے اپنے نفس کا نگران رہے اور فعل کے کرنے میں جلدی
نکرے یہانتک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہی پھر اوسکا مباشر ہو اور اگر
ہوای نفس کے لیے ہو تو اوس سے باز رہے اور دل کو اوسکا فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے جھڑک دے
کیونکہ باطل امر میں اگر اول ہی خطرے کو دفع نکیا جاویگا تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد
پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پکا ہو جاویگا اور اوسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب تباہی اور
غضب الہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخکنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرہ اول ہی کو
دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور چیزیں تو اوسکی تابع ہیں اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور
منکشف ہو تو اوس بات میں نور علم سے فکر کرے اور خدای تعالی سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہوای نفس کے
شیطان کے جال میں نہ آجاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ بن پڑے تو علمای دین کے نور سے
اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نجاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہیں بلکہ
اونسے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف
وحی بھیجی کہ میرے باب میں اوس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو وہ تجھکو
میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندوں کے راہزن ہیں پس جو دل کہ دنیا کی محبت
اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھیرے ہیں وہ خدای تعالی کے نور سے محجوب ہیں اسلیے کہ چشمہ
دل ایمان کے نور سے حضرت ربوبیت ہے پس جو شخص کہ اوس سے پشت پھیریگا اوسکو نور کسطرح ہوگا
اور جو شخص کہ خدای تعالی کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے خدای تعالی کو بغض اور غضب ہے یعنی

شہوات دنیا سے عشق پیدا کر لیگا تو اوسکو وہ تجلی کب ملیگی - پس ہمت مرید اول اسی باب میں مصروف
ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان یا اوسکی کم رغبت
رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل روگردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی
شبہات کے آنے کے وقت چشم بینا کو پسند کرتا ہے اور ہجوم شہوات کے وقت عقل کامل کو محبوب
جانتا ہے دونوں باتوں کو آپ نے جمع فرما دیا کہ واقعی ہیں بھی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں
جس شخص کی عقل ایسی ہو کہ شہوات سے روکے اوسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی ہوگی اور اسی [illegible]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ اَبَدًا
پس آدمی کی عقل ضعیف ہو جاتی ہے جسکو گناہ کرنے سے قدرے کھوٹ پہنچے گا کرے - اور آفات اعمال
کی معرفت اس زمانے میں بالکل باقی نہیں رہی ہے اسلیے کہ سب آدمیون نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے
اور جو جھگڑے بات کہ لوگو نمین بباعث شہوات برپا ہوتے ہیں اونکے درمیان پڑنے مین مشغول ہو کر
اوسکا نام فقہ رکھا اور یہ علم جو دین کا فقہ تھا اوسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کو پیدا کیا
ہو گئی تو اس سے صرف دفع کرنا شغلون کا دلون سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہو جاویں اور
اور وجہ فقہ دنیا کی علوم دین میں ہونے کی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگون نے
معاملہ برعکس کر دیا - اور حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ آج ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے بہتر وہ ہے
جو عمل کی طرف سبقت کرے اور ایک وقت تمپر عنقریب آویگا کہ اوسمین تم میں سے بہتر وہ ہوگا جو
توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رض نے اہل عراق اور اہل شام کے لڑنے میں توقف کیا
کہ اونپر امر مشتبہ ہو گیا حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم
رضی اللہ عنہم اونھین لوگون میں سے تھے جنھوں نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے وقت
توقف نکرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خود رای اور اون لوگو نمین سے ہوگا جنکی شان میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ
فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ اور جو شخص کسی شبہے میں بدون تحقیق غور کرتا ہے وہ اس
آیت کے خلاف کرتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور اس حدیث کے بھی اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ
فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ اور ظن سے مراد اس حدیث میں ظن بدون دلیل کے ہے
جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت میں اپنے دل سے فتوی لیتے ہیں اور اپنے ظن کے متبع
ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہے اسوجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنِی اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ مُتَشَابِھًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ الْھَوٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہو اوسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اوسکی ظاہر ہو اوس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اوسکو اوسکے واقف کار کے سپرد کرنا چاہیے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ غرضکہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خدا تعالیٰ کے بڑے انعامون مین سے بندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہے اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا فضل سے مراد علم ہے اور فرمایا فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور فرمایا وَ عَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ ہوای نفس نابینائی کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے اور یقین بہت عمدہ ہٹانے والا غم کا ہے اور جھوٹ کا مال پشیمانی ہے اور سچائی مین سلامتی ہے اور بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کو باعث کسی حبیب کا چھوڑنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہے اور حیا ہر احسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقویٰ ہے اور نہایت مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ سبب ہے جو تجھ مین اور خدا تعالیٰ مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اوسیقدر ہے جسقدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کر لیا اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہے اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہے کہ اگر تو اوس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آوے گا اور اگر تیری پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اوسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا نکر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین اور جو چیز نہین ہوئی اوسپر اوس چیز سے قیاس کرلے جو ہو گئی اسواسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہین اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت ہوتی اوسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہے اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا اوسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہے پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اوسپر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ سرور اوس بات پر کر جو توشہ آخرت کر لیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت مین مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ اور ہمارا غرض ان جملون کی نقل سے ایک جملہ ہے یعنی حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے

الٰہی مجھکو حق کو حق دکھا اور روزی کر مجھکو اوسکی پیروی اور دکھلا باطل کو باطل اور روزی کر مجھکو اوس سے بچنا اور نہ مشتبہ کر اوسکو مجھ پر پس نفس کی پیروی کرون ۱۲

الٰہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اس سے کہ دین مین بے علم کہون ۱۲

اس صورت میں مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خدائے تعالی
کے لیے ہے یا اپنی ہوائے نفس کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں
کہ جسمیں وہ ہوویں اوسکا ایمان کامل ہوا اول یہ کہ خدائے تعالی کے معاملات میں ملامت کرنیوالوں کی ملامت
سے خوف نکرے دوم یہ کہ اپنے کسی عمل سے ریا نکرے سوم جب اوسکو دو امر پیش آویں ایک دنیا کا اور دوسرا
آخرت کا تو آخرت کو دنیا پر اختیار کرے - اور جب اوسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہے مگر
اوسمیں کچھ فائدہ نہیں تو اوسکو ترک کرے اسلیے کہ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ
ما لا یعنیہ دوسری نظر مراقبہ کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ کیفیت عمل کا طالب ہونا کہ خدائے تعالی کا حق ادا کرے اور اوسکے پورا کرنے میں ہمت کو
درست کرے اور اوسکی صورت کامل کرے اکمل طریق پر جہانتک بن پڑے الا مکان بجا لاوے اور یہ بات
اپنے سب احوال میں لازم کرے اسلیے کہ سب احوال میں کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو خالی
نہیں ہوتا سو انہیں پس اگر سب امور میں خدائے تعالی کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعالی کی عبادت نیت اور فعل
اور رعایت آداب کیساتھ ادا ہو جاویگی مثلا اگر بیٹھا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر المجالس ما استقبل بہ القبلۃ اور چار زانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہوں کے
سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہیں تو بادشاہ حقیقی جو اسکے حال کو دیکھتا ہے اوسکے سامنے کیسے چار زانو
بیٹھیگا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ چار زانو بیٹھ گیا پھر ایک ہاتف کو سنا کہ
کہتا ہے کیا بادشاہوں کے سامنے تو اسطرح بیٹھا کرتا ہے اسکے بعد میں کبھی چار زانو نہیں بیٹھا -
اور اگر سووے تو اپنے داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے اپنے موقعوں میں
لکھ آئے ہیں سب امور میں ہر ایک کا لحاظ رکھے یہ باتیں داخل مراقبہ ہیں بلکہ اگر پاخانہ پھرنے میں بھی
اوسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہے حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہیں
یا طاعت میں ہوگا یا معصیت میں یا مباح میں اور ان تینوں حالتوں کے لیے تین مراقبے ہیں طاعت میں
تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچانا
پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اوسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اوسکی کفارت میں
مشغول ہونے سے کرے اور اگر مباح میں ہو تو اوسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے کہ منعم کی نعمت کا
شکر کرے اور بندہ اپنے تمام احوال میں بلا سے خالی نہیں جسپر صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے
خالی نہیں جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہے بلکہ بندے کو ہر حال میں اللہ تعالی کا

ایک فرض ہی خواہ وہ فعل ہے جسکا کرنا اوسکو لازم ہے یا امر ممنوع ہے جسکا چھوڑنا ضروری ہی یا مستحب ہے
کہ اوسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہے تاکہ مغفرت الٰہی کیطرف سبقت کرے اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل
کرے یا امر مباح ہے کہ اوسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہے اور بجا آوری طاعت مین اوس سے مدد
ملتی ہے اور انہین سے ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہے ورنہ
جو کوئی خدای تعالی کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا۔ تو بندے کو چاہیے
کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کو دیکھے جبکہ فرائض سے فارغ ہو جاوے اور زوائد پر
قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اوسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل
کرنے پر قادر ہو کر چھوڑ دے تو وہ نقصان اوٹھاویگا اور جتنی فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اوسیقدر
ملیگا اسلیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لیوے ہے جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَنْسَ
نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہو سکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین
ہین ایک وہ جو گذر گئی اوسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین پڑتی کسیطرح وہ گذری ہو خواہ مصیبت مین
خواہ آرام مین اور ایک ساعت وہ ہی جو آیندہ آویگی اوسکا حال بندے کو معلوم نہین کہ جیتا رہیگا
یا نہین اور نہ یہ معلوم ہے کہ خدای تعالی اوسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہی جسمین بندہ موجود ہی
تو چاہیے کہ اوس ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خدای تعالی کا کرے
اسلیے کہ اگر اوسکو دوسری ساعت نملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو نہوگا اور اگر دوسری
ساعت ملی تو اوسمین بھی اپنا حق ویسا لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی امید کی توقع
پچاس برس کی نٹہرا لے کہ کہیں گھبرانے لگے کہ اتنے دنون تک مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے آپکو اوسی گھڑی کا
مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہین اور عجب بھی نہین کہ آخری ہی سانس ہون اور اوسکو
معلوم نہو اور جب اوس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہے تو چاہیے کہ اوسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر
بالفرض موت اوس حال مین آجاوے تو اپنے مرنے کو اوس حال مین برا نجانے یا سب احوال اوسکے
اوسیطرح پر رہین جو حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتونکا
طامع ہوتا ہے یا توشہ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے چکھنے کا اور ایک حدیث اونہین سے
او منقول ہی جسمین اسیطرح کا مضمون ہے یعنی عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک تو وہ کہ جسمین
اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اوسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اوسمین
خدای تعالی کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اوسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔ اسلیے کہ

اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے

اس ساعت سے اوسکو باقی ساعتون پر پردہ ہوگی - پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین
مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور شکر
کرنا چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہے اوسمین اتنے عجایبات ہین کہ اگر اونمین فکر کرے اونکو سمجھے
تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہو اور اس باب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ
لوگ ہین جو کھانے کو بچشم عبرت دیکھتے ہین کہ کیسے عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہے جانورون کی زندگی اس
کیسی متعلق ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے
لوازم جو اوسکے مسخر ہین اونکو بنایا چنانچہ اونمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھ آئے ہین
پس یہ فکر تو ارباب دانش کو ہوتی ہے دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور بکراہت جاننے کی نظر سے
دیکھتے ہین اور صرف ضرورت اسکی وجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسیطرح اس سے مستغنی ہوجاتے
مگر کیا کرین کہ شہوت کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ زاہدون کی ہے تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت
صانع کو دیکھکر اوس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس خدا کا دیکھنا ہی اونپر دروازہ
فکر وا کرتا ہے اور یہ نظر سب مین اعلیٰ ہے یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے کہ
محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتابت اور تصنیف دیکھتا ہے تو صنعت کو بھولکر اوسکا دل صانع مین
مشغول ہوجاتا ہے اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اوسمین خدا تعالیٰ کی صنعت موجود ہے پس اوس سے
صانع کیطرف نظر کرنے کی بہت گنجایش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اوسپر مفتوح ہون اور یہ بات
بہت کمیاب ہے چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو بنظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اوسمین سے
کچھ جاتا ہے تو اوسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز اوسمین سے
اونکی مرضی کے موافق نہو اوسکو برا کہین اور اوسکے بنانے والے یعنی پکانے والے کی برائی کرین اور یہ
نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اوسکے بادرچی کی قدرت و فعل کا
خدا تعالیٰ ہی ہے اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الٰہی برا کہے وہ خدا تعالیٰ
کو برا کہتا ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے
کہ خدا تعالیٰ ہی دہر ہے پس یہ دوسری نگاہ داشت ہے کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور
اسکی شرح بہت طویل ہے مگر جسقدر ہمنے لکھا ہے اوسقدر سے اصول پر آگاہی ہوجاتی ہے بشرطیکہ آدمی اصول کی محافظت
تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین
بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(۱) مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

(۲) ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چاہیے دیکھ لے ہر جی جو بھیجا کل کیواسطے

اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنیکا اشارہ ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اپنے
نفسون سے حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور انکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمہاری جانچ
کیجاوے اور حدیث مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ جب تو
کسی امر کا قصد کرے تو اوسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر برا ہو تو اوس سے باز آ۔ اور ایک
حدیث مین ہے کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک ساعت نفس کے حساب کو
لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اور توبہ اسی کا نام ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اوسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَتُوبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ اور اللہ تعالی
فرماتا ہے اِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ
اور حضرت عمر رضہ جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر درہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تو نے
آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک کہ اپنے نفس سے
اسطرح حساب نکرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپس مین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین
اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اونکی مرگ کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین
سے مجھکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر اون سے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ رضہ
نے آپکا قول کہدیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین
تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپنے تامل کیا اور اوسکی جگہہ دوسرا جملہ بدل دیا
اور حضرت ابو طلحہ کے حال مین مروی ہے کہ جب اونکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا
باغ صدقہ کر دیا یعنے ندامت اوس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دے ڈالا اس توقع پر کہ خدا تعالی
اسکے عوض مین اور دیگا اور حضرت ابن سلام رضہ کے حال مین ہے کہ اونھون نے ایک لکڑیونکا
بوجھا اوٹھایا اونسے کسی نے عرض کیا کہ آپکے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا
کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو برا تو نہین جانتا ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہے خدا تعالی کے واسطے اوس سے حساب لیا کرتا ہے اور اون لوگون پر حساب
ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب اون لوگون پر ہوگا جنھون نے
اس کام کو بدون محاسبہ لیا پھر آپنے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات آتی ہے کہ اوسکو اچھی معلوم ہوتی

تو کہتا ہے کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہے اور میرے کام کی ہے مگر کیا کیجیے کہ تجھ میں اور مجھ میں آڑ کر دی گئی ہے
اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہے پھر آپ نے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر
ہو جاتی ہے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہے بخدا
اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف میں کبھی عود کرنے والا نہ ہونگا انشاء اللہ۔ اور انس بن مالک رض
سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رض اور میں باہر نکلے آپ ایک باغ میں چلے گئے اور میرے اور آپکے
درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے سنا کہ آپ باغ میں یوں فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب
امیر المومنین ہے بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجھکو بیشک عذاب دیگا۔ اور حضرت حسن رح
نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ارشاد فرمایا قولہ تعالیٰ لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہ مومن ہمیشہ اپنے
نفس پر عتاب کرتا رہتا ہے کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور میرا مقصود اس کھانے سے کیا اور اس
پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار بیدھڑک گزرتا ہے کبھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔ اور مالک بن
دینار رحمہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اوس بندہ پر جو اپنے نفس سے یوں کہے کہ تو فلاں فعل والا
نہیں تو فلاں خطا والا نہیں پھر اوسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تابع کر دے کہ وہی اوسکو لیجا کر پھیر
اور یہ قول داخل معاتبہ نفس میں ہے چنانچہ اپنے محل پر اوسکا ذکر ہوگا۔ اور میمون بن مہران رح
کہتے ہیں کہ صاحب تقویٰ آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہے اور ابراہیم
تیمی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اوسکے پھل کھائے اور شہد پیکر
اور نہروں سے پانی پیا اور وہاں کی کنواریوں کو گلے لگایا پھر ایک صورت اوسکی بنائی اور دوزخ
میں گیا وہاں کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیریں پہنیں پھر اپنے نفس
سے میں نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اوسنے کہا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس کیا جاؤں
تاکہ نیک عمل کروں میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر
اور مالک بن دینار رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اوس
بندہ پر کہ اپنے نفس کا حساب لے قبل اسکے کہ حساب دوسرے کے قبضہ میں چلا جاوے اور اوس
بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اوس پر رحم کرے
جو اپنے پیمانہ پر نظر کرے اور اوس پر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسیطرح انہی لوگوں کا نام لیا کہ مجھ کو رلا دیا
اور احنف بن قیس کا ایک ہمدم بیان کرتا ہے کہ میں اونکے ساتھ رہا کرتا تھا آپکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ
دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جاکر اوسکے شعلہ میں اپنی انگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اوسکو معلوم ہوتی تو اپنے

نفس سے کہتے کہ اے جان فلان دن تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلان روز تو نے فلان کام کس باعث سے کیا

دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبہ کی حقیقت واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہے کہ بندے کیواسطے شروع
دن میں ایک ایسا وقت ہو جسمین وہ اپنے نفس سے شرائط کر لیا کرے اور اوسکو حق کی وصیت کیا کرے
اسیطرح یہ بھی چاہیے کہ آخر روز میں ایک ایسی ساعت ہو کہ اوسمین نفس سے بازپرس اور محاسبہ
اوسکی حرکات وسکنات کا کیا کرے جیسے دنیا میں سوداگر اپنے شریکون سے سال کی تمامی پر یا مہینے
یا دن کی تمامی پر کیا کرتے ہیں اس حرص سے کہ متاع دنیا کہیں تلف نہو جاوے حالانکہ اگر وہ باقی بھی رہے
تو انکے حق میں اوسکا جانا بہتر ہے اور اگر بالفرض باقی رہے تو صرف چند روز رہے گی پس جب ایسی فانی چیز کو
اتنا بکھیڑا کرتے ہیں تو عاقل آدمی ایسی چیزون کا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نکریگا جن میں بدبختی اور سعادت
کا اندیشہ ابدالآباد کے لیے ہے ہان اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہے
اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان کو
دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اوس سے لے لیا اور شکر اوسکی
کارگذاری کے ہووے اور اگر ٹوٹا ہوا تو اوس سے بھر لیا اور آیندہ کو اوسکی تلافی کرائی اسیطرح بندہ کا
راس المال دین میں فرائض ہیں اور اوسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہیں اور ٹوٹا معاصی ہیں اور وقت اس
تجارت کا تمام دن ہے اور اس تجارت میں کارندہ نفس امارہ ہے تو اول اوس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے
کہ جیسا چاہیے تھا ویسا اونکو ادا کیا ہے یا نہیں بصورت اول میں خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت
دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اوس سے مطالبہ اونکی قضا کا کرے
اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو اوسکے نقصان کا جبر نوافل سے کرانا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو
تو اوسکی سزا اور عذاب اور عتاب میں مشغول ہو تاکہ جو جو قصور اوسنے کیا ہو اوسکا تدارک اچھی طرح
کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب میں کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی
تلاش کیجاتی ہے اور زیادتی اور نقصان کے ہدات یاد کر لیے جاتے ہیں تاکہ کسی چیز میں غبن کارندہ کو
نہ پہنچنے پاوے اسیطرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ بڑا مکار دھوکے باز ہے
پس اول اوس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اوس سے لے جو میدان
قیامت میں اوس سے کوئی اور لیگا اسیطرح نظر کا حساب لے اور خطرون اور فکرون اور نشست و برخاست
اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب لے یہان تک سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ کیون ہوا اور
سکون کی بازپرس کرے کہ کیون ساکن ہوا پس جب کہ سب باتین جو نفس پر واجب تھین معلوم کر لین اور جو کچھ

جان لیا کہ ان واجبات میں سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جسقدر باقی ہے اوسکو اپنے صفحہ دل پر لکھ لے
جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اوسکے حساب میں لکھ لیجاتی ہے اور دل ہی میں مقدمہ
ہوتی ہے پھر نفس قرضدار ٹھہرا اوس سے قرضوں کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور
کچھ واپسی شے پھیر دینے سے اور کچھ اوسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہیں مگر وصول کے لیے حساب کا
صحیح ہونا اور جسقدر باقی ہے اوسکی قسم واجب الادا کا اور اوسکا جدا ہونا ضرور ہے پھر جب حساب ہو چکے اور باقی
تشخیص ہو چکی تو اوس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اوس سے حساب
تمام عمر کے دن دن کا اور گھڑی گھڑی کا سب اعضائے ظاہری اور باطنی میں لیا جاوے چنانچہ توبہ بن صمہ
حال میں لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز اونہوں نے
اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اوسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوئے ایک بارگی
چیخ ماری کہ ہائے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ
ہوئے ہونگے تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گرے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگوں نے سنا کہ کوئی کہنے والا
کہتا ہے کہ لو اب فردوس بریں کو چلا جا پس اسیطرح آدمی کو سانسوں کا حساب لینا چاہیے اور جو نافرمانی
قلب اور ہر عضو سے سرزد ہوئی ہو اوسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک کنکر
ڈال دیا کرے تو اوسکا گھر تھوڑے ہی دنوں میں بھر جاوے اتنی خطائیں کرتا ہے مگر گناہوں کی یاد دہانی
میں تساہل کرتا ہے حالانکہ دونوں فرشتے اوسکے گناہ اوسپر لکھ دیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احصاہ اللہ ونسوہ
چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا ہے جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور
قصور سے سالم نہ ہوا اور خدا تعالیٰ کے حقوق میں اوسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اوسکو مہلت نہ دے
اسلیے کہ اگر مہلت دیگا تو گناہ ہونے کا کرنا اوسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اوسکو ایسا انس ہوگا کہ پھر
باز آنا دشوار ہوگا اور یہی امر موجب اوسکی تباہی کا ہو جاویگا بلکہ یوں چاہیے کہ ایسی صورت میں اوسکو
سزا دے مثلاً اگر اقتضائے شہوت سے کوئی لقمہ شبہہ کا کھا لے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم
دیکھا ہو تو آنکھ کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسیطرح ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کی طرف اوسکی
رغبت ہوا اوس سے اوسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم
ایک عابد کا حال لکھتے ہیں کہ اونے ایک عورت سے باتیں کیں رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اوسکی ران پر
رکھ دیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھ دیا کہ جلکر کباب ہو گیا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک شخص تھا کہ اپنے عبادتخانے میں عبادت کیا کرتا تھا اسیطرح مدت تک رہا ایک روز باہر کو نظر کی

قولہ اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں

اور ایک عورت کو دیکھکر اوسپر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل میں لایا اور اپنا پاؤں باہر نکالا تاکہ اوٹھکر
اوسکے پاس جاوے رحمت ازلی جو اوسکی معین ہوئی اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیا حرکت کرتا ہوں
غرضکہ اوسکا نفس آگاہ ہوگیا اور خدا تعالی نے اوسکو بچا دیا پھر اپنے کئے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پاؤں
عبادتخانے میں پھیر لے تو کہا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں خدا تعالی کی نافرمانی کے لیے باہر
نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادتخانے میں پھر آوے یہ کبھی نہوگا پس اوس پاؤں کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا
مینہ اور ہوا اور دھوپ لگ کر وہ پاؤں کٹ کر گر پڑا اللہ تعالی اوسکی اس تدبیر سے خوش ہوا
اور اوسکا ذکر اپنی بعض کتب میں فرمایا اور حضرت جنید سے مروی ہے کہ اونہوں نے فرمایا کہ
میں نے ابن کریبی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی
میں نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاؤں کہ صبح ہو جاوے
اور پانی گرم کر لوں یا حمام میں نہا لوں نفس پر مشقت نڈالوں میں نے کہا کیا خوب میں نے تمام عمر خدا تعالی
کا کام کیا تو اوسکا ہے اور پر حق واجب ہے وہ جلدی کرنے میں تو مجکو ملیگا توقف اور تاخیر میں لگیگا
مجھے بھی قسم ہے کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہیں اوتارونگا اور اوسکو نچوڑ کر نکال دونگا دھوپ
میں سکھا دونگا — اور روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابو موسی رضوان ایک ساتھ کسی جہاد میں تھے کوئی
عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اوسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اوٹھا کر آنکھ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ورم
کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تجھے ضرر دے اور کسی شخص نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی
اوسکے کفارے میں اپنے نفس پر التزام کر لیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیونگا چنانچہ ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ
نفس پر عیش تلخ رہے — اور منقول ہے کہ حسان بن سنان ایک گھر پر گذرے اور کہا کہ یہ کب بنایا
پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیوں کرتا ہے تیری سزا یہ ہے کہ میں تجھے روزہ
رکھونگا پھر سال بھر کے روزے رکھے — اور مالک بن ضیغم کہتے ہیں کہ رباح قیسی عصر کے بعد میرے والد کو پوچھتے
ہوئے آئے ہم نے کہا کہ وہ سوتے ہیں اونہوں نے فرمایا اس وقت سوتے ہیں یہ وقت
سونے کا ہے پھر چلے گئے ہم نے اونکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہیں تو اونکو جگا دو
وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن میں تھے میری بات سمجھنے کی اونکو فرصت نتھی میں نے دیکھا
کہ وہ قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونے کا وقت ہے کیا تیرے
اوپر یہ کہنا واجب تھا جس وقت آدمی چاہے سوئے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونے کا وقت نہیں
تو نے ایسی بات کیوں کہی جو تو نہیں جانتا اب خبردار ہو کہ میں خدا تعالی سے پکا عہد کرتا ہوں اکہ

کبھی نہیں توڑونگا کہ تجھکو سونیکے واسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگانے دونگا بشرطیکہ کوئی مرض حائل نہو
اور بعض ان میں فتور ہوا اور یہ کہا تجھے شرم نہیں آتی کب تک اور انکو چھوڑ گیا اور اپنی کمر ایسی باندھی کہ
پیٹ کھنچے جاتے تھے اور پیر ٹوٹے جاتے تھے اور انکو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہاں ہوں جب میں نے انکا
یہ حال دیکھا تو انکو اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات
سو گئے اور تہجد کو نہ اوٹھے اس خطا کے عوض نفس کی سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور
خواب کو ناجائز کر لیا۔ اور حضرت طلحہ رضی سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے
اوتار کر دھوپ کے دنوں میں گرم ریت پر لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اسی رات کے مردار
اور دن کے بیکار کیا ذائقہ ہے آتش دوزخ میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہوگی اسی اثنا میں اسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک درخت کے سایہ تلے تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجھپر غالب ہو گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اوسکے سوا کیا
اور کوئی چیز تجھکو کافی ہوگی تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالی نے تجھپر
باعث فخر فرشتوں پر فخر کیا پھر آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے توشہ لو چنانچہ لوگ
ہر طرف سے اوسکو کہنا شروع کیا کہ میرے لیے بھی دعا کر تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ان سب کے لیے دعا کر اوس شخص نے کہا کہ الہی تقوی کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکا کام جمع کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الہی اسکو راہ راست پر رکھ تب اوس شخص نے کہا کہ الہی جنت
انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے پوچھا کہ شہوات نفس میں تم اپنے
نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اونھوں نے کہا کہ روی زمین پر ایسا کوئی نفس نہیں جسکے ساتھ مجھکو اتنا بغض ہو
جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا میں اوسکو اوسکی خواہش کیونکر دینے لگا تھا۔ اور ابن سماک رحمہ حضرت
داؤد طائی رحمہ کے یہاں اوسوقت گئے کہ آپکی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے
ہوئے تھے اونھوں نے اونکو دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس کیا پیشتر اس سے کہ
محبوس کیا جاوے اور اوسکو عذاب دئے جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس جسکے واسطے تو
کیا کرتا تھا آج دیکھیگا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
مدت تک عبادت کی تھی پھر اوسکو کچھ حاجت خدا تعالی سے پیش آئی اوسکے لیے ستر ہفتے تک
التزام کی ریاضت کی کہ ہر ہفتے میں گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت کی
درخواست کی اللہ تعالی نے قبول نہ فرمائی تو اونھوں نے اپنے نفس کو ملامت کی [illegible]

ویسا پایا اگر تجھ مین کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کیجاتی اوسیوقت اوسکے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا
کہ ای ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے
تیری حاجت پوری کی۔ اور عبداللہ بن قیس کہتے ہین کہ ہم جہاد مین تھے جب دشمن آموجود ہوا تو لوگون
مین پکار ہوئی سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے اوس روز ہوا بہت تیز تھی مین نے دیکھا کہ ایک شخص
میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا کہ ای نفس مین فلان جہاد مین شریک ہوا تو
تو نے کہا کہ اپنے زن و فرزند کیطرف چل مین نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد مین
شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو اول کہا تھا اور مین نے تیرا قول مانا مگر آج تجھکو خدا کے سامنے
کیے دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑے راوی کہتے ہین کہ مین نے دل مین کہا کہ مجھے بھی آج اس
شخص کو دیکھنا ہے اور اوسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون مین
تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو اوسکے قدم اوکھڑ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہان تک
کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسیطرح یہان تک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا مین نے
اوسپر اور اوسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے۔ اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم
لکھ آئے ہین کہ باغ مین کسی جانور کی آواز سے جو نماز مین خیال بٹا تو اوس باغ ہی کو اس کفارہ مین
صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمر رات کو اپنے پاؤن مین درہ مارا کرتے تھے اور کہا
کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار اپنا سر چھت کیطرف اوٹھایا اور ایک
عورت پر نگاہ جا پڑی آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا مین رہونگا اپنا سر آسمان کیطرف
نہ اوٹھاونگا۔ اور حنیف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی اونگلی چراغ پر رکھدیتے
اور کہتے کہ ای نفس تجھکو کیا ہوا تھا کہ فلان روز تو نے فلان قصور کیا تھا۔ اور وہیب بن الورد کو کوئی بات
اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو اپنی چھاتی کے چند بال اوکھاڑے یہان تک کہ اوسکی تکلیف زیادہ
ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون۔ اور محمد بن بشیر نے داؤد طائی رح کو دیکھا
کہ افطار روزہ کے بعد روٹی پھیکی کھاتے ہین اونسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھائیے اونھون نے فرمایا
کہ میرا نفس برس روز سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جب تک دنیا مین ہے نمک نہین چکھیگا۔ غرضکہ احتیاط والے
اپنے نفسون کو یون سزا دیا کرتے تھے۔ اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی اور زن و فرزند کو
ارتکاب عادت بد پر یا کسی کام مین تقصیر کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤن تو
کہین یہ لوگ میرے ہاتھ سے نکل جاوین اور سرکشی کریں پھر اپنے نفس کو کیسے جانے دیتا ہے

وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت
اوسکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پریشان کردینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی
عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اوسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور
نفس اوس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے
پانچوان مقام مجاہدہ کا ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اوسکو مرتکب
کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اوسکی سزا اون عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اوسکو دیکھے کہ
کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اوسکی تادیب اسطرح کرے کہ
وظیفون کا بوجھ اوسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اوسپر لازم کردے
یہی دستور سلف کے عمل کرنے والون کا تھا جو خدای تعالی کیواسطے کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت
عمر رضی کو جب عصر کی نماز کی جماعت نملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین کہ قیمت دو لاکھ درہم تھے
صدقہ کردی۔ اور حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اوس شب
تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو غلام
آزاد کیے۔ اور ابن ابی ربیعہ رحمہ کی فجر کی سنتین قضا ہو گئین تو آپنے ایک غلام آزاد کردیا اور بعض
اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کردینا مقرر کرلیتے تھے
اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتے تھے اور وہ بات اختیار کرتے کہ جسمین اوسکی
نجات ہو جاوے۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے
تو پھر اوسکا کیا علاج ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی
جو اخبار مین وارد ہے وہ اوسکو سنادے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی
صحبت کا جویا ہو جو عبادت مین خوب جد و جہد کرتا ہو تاکہ اوسکا حال دیکھنے سے اوسکی اقتدا کرے
بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت مین مجکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع رح کا
احوال اور اوسکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج
مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہے پہلونکا سا اجتہاد
اب کہان ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کرکے سننے کیطرف رجوع کرے
کہ اونکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور اونکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ جتنی
کوشش وہ کرتے تھے اونکی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب اور رحمت ابد الآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع

منہ کی اونکی سلطنت کتنی بڑی ہے اور بڑا افسوس اوسپر ہے جو اونکی اقتدا نکرے اور چند روزہ
ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہین پھر اوسپر موت آجائے اور اوسمین اور اوسکی
خواہشون مین جدائی حائل ہو اعاذنا اللہ منہا - اب ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جنسے
ہر ہوکی رغبت جنبش مین آوے کہ اونکی اقتدا کرکے اعمال مین خوب جد وجہد کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رحم اللہ اقواما یحسبہم الناس مرضی وما ہم بمرضی حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ مریضون سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے نزار کر رکھا ہے
اور اللہ تعالی فرماتا ہے والذین یؤتون ما آتوا وقلوبہم وجلة حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیک کے جسقدر ادن سے ہو سکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ انکو
باعث عذاب الہی سے ہمکو نجات نہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی
لمن طال عمرہ وحسن عملہ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ
میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین اونکو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ الہی تو نے
اونکو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اوس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اوسکی
طرف مشتاق ہین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھہ پائین تو کیا ہو فرشتے
عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین مین نے بہت سے
لوگون کو دیکھا اور اونمین سے ایسی جماعتون کے ساتھہ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش
نہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا اونکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے
پانون سے ملتے ہو بعضے اونمین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی اونکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی
بی بی سے کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور اونکو
مین نے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوئی ہاتھہ پانون پر کھڑے ہوگئے چہرون کو
زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے
تو اوس سے خوش ہوتے اور اوسکے شکر مین جد وجہد بجا لاتے اور اللہ تعالی سے اوسکے قبول
فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اوس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالی سے
درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور
بخدا کہ گناہون سے نہ بچے اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی۔ اور حکایت ہے کہ کچھہ لوگ حضرت
عمر بن عبد العزیز رح کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ اونمین ایک جوان نہایت

دبلا ہے اوس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہے اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین
بیمار ہون نہ یہ حال کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو خدا کیواسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اوسنے
عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اوسکو تلخ پایا اور اوسکی آرایش اور حلاوت میری
نظرون مین حقیر ہو گئی مجکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل جلالہ کے
عرش کے پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی لیے تمام دن پیاسا رہتا ہون
اور رات بھر جاگتا ہون اور خداے تعالیٰ کے ثواب و عقاب کے سامنے یہ حال جس مین مین ہون
کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے۔ اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی روٹی کے
ریزون کو پانی مین بھگو لیکر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو اونسے پوچھا گیا تو فرمایا
کہ روٹی چبانے مین دیر لگتی ہے پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین یا وہ صرف ہوجاتا ہے
اور ایک شخص اونکی خدمت مین ایک دن آیا اور کہا کہ آپکے گھر کی چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے ٹوٹی ہوگی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا۔ اور اکابر سلف کا
دستور تھا کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے۔ اور محمد بن عبد العزیز
کہتے ہین کہ احمد بن رزین کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر اونھون نے نہ کسیطرف توجہ کی نہ بائین کو
اونسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ اونسے عظمت الٰہی کو
دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اوسپر گناہ لکھا جاتا ہے۔ اور مسروق کی بی بی کہتی تھین
کہ اونکو جب کسینے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث اونکی دونو پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور
مین آپکے پیچھے بیٹھکر آپکے حال پر ترس کر کے رویا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ
اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک دن کی زندگی بھی اچھی سمجھتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا
رہنا دوسرے آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم اون لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین
جیسے گرمی مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین۔ اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور
گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ اونکا جسم سبز اور زرد ہوجاتا تو علقمہ بن قیس اونسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اوسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ
اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑ جاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے اونکے پاس انس بن مالک اور حسن تشریف
لیگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض نہین پھر کیون
کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا

اور کوئی فرماتے دن میں ہزار رکعت نماز روز مرہ پڑھتے یہاں تک کہ دونوں پاؤں سے بیٹھ رہتے
تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ
مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض میں دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز سے
کس طرح مانوس ہو گئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو اونکے دل کیونکر
روشن ہوئے ۔ اور ثابت بنانی رحمہ کے حال میں ہے کہ اونکو نماز بہت محبوب تھی اسلیے دعا مانگا کرتے
کہ الٰہی اگر تو کسیکو قبر میں اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو اجازت دینا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھوں ۔
اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری رحمہ سے زیادہ عابد کسیکو نہیں دیکھا کہ اٹھانوے
برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوئے اونکو نہ دیکھا ۔ اور حارث بن سعد کہتے ہیں
کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس سے گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اوس سے اس باب میں
کہا اوسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور اہوال خلق پر منڈلا رہے ہیں اونکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہے مگر
لوگ غافل ہیں اپنے نفسوں کے لذات پر گرے ہوئے ہیں اور جو حظ اکبر کہ اونکو خدا کے پاس سے ملیگا
اوسکو بھولے ہیں یہ سنکر سب لوگ رو پڑے ۔ اور ابو محمد مغازلی کہتے ہیں کہ ابو محمد جریری ایک سال بھر
مکہ معظمہ میں مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کی نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ ٹانگیں پھیلائیں ایک روز ان کے
پاس ابوبکر کتانی گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے آپنے فرمایا کہ میرا
علم نے میرے باطن کو سچا کر دکھایا ہے اوسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے کتانی اپنا سر نیچا کر کے سوچتے ہوئے
چلدیے ۔ اور بعض اکابر روایت کرتے ہیں کہ میں فتح موصلی رحمہ کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے
روتے ہیں یہاں تک کہ آنسو اونکی انگلیوں کے بیچ میں سے گر رہے ہیں میں اونکے قریب گیا اور آنسوؤں کو
دیکھا کہ زردی آمیز ہیں میں نے اونسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ اگر
تو مجھکو قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا ہاں میں خون روتا ہوں میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں
فرمایا کہ اس بات سے کہ جو حق خدا تعالیٰ کا مجھپر واجب تھا اوس میں میں نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ
آنسو کہیں صحیح نہ نکلے ہوں پھر جب وہ مر گئے اونکو بعد مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے
کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھکو بخشدیا میں نے پوچھا کہ آپکے آنسوؤں کے باب میں کیا ہوا فرمایا کہ مجھکو اللہ جل شانہ نے
پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنیکی
بابت سے پھر پوچھا کہ خون کسواسطے روتا تھا میں نے عرض کیا کہ اس خوف سے کہ کہیں آنسو صحیح نہ ہوں اور
نا مقبول ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی

کہ تیرے دونون لکھنے والے یہان چالیس برس تیرے نامۂ اعمال کو لایا کیے اوسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہے
کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علیحدہ تھا اوسکو
جو پکارا تو اوسنے عبادتخانے مین سے سر نکالکر اونکی طرف دیکھا اوس سے اونھون نے کہا کہ ہم راستہ
بھول گئے ہین ہمکو راستہ بتادو کدھر کو ہے اوسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اوسکا مطلب سمجھ گئے کہ
معرفت کا رستہ بتاتا ہے پھر اوس سے کہا کہ ہم تجھسے پوچھین جواب دیگا اوسنے کہا پوچھو اور زیادہ
مت پوچھیو کیونکہ دن پھر نہین آئیگا نہ عمر پھر آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے لوگون کو
اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فردای قیامت مین لوگون کا حشر خداے تعالی کے نزدیک کس چیز پر
ہوگا اوسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اوس سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اوسنے کہا کہ اپنے سفر کے موافق
توشہ لو کیونکہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہونچا دے پھر انکو رستہ بتا کر اندر کر لیا
اور عبدالواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اوسے راہب
کہکے پکارا اوسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر مین نے کہا کہ او راہب تو بولا سہ بارہ پھر کہا اوسنے میری
طرف سر نکالا اور کہا کہ میان تم سمجھے مین راہب نہین راہب وہی ہے جو خداے تعالی سے ڈرے اور اوسکی
تعظیم کرے اور اوسکی بلا پر صبر کرے اور اوسکی قضا پر راضی رہے اور اوسکی نعمتون کا شکر کرے
اور اوسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اوسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اوسکی قدرت کے
اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اوسکی ہیبت سے خشوع کرے اور اوسکے حساب و عذاب مین فکر
کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خداے تعالی سے مانگنا اوسکو جگائے
تو یہ راہب تو اوسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باولا کتا ہون اپنے آپکو اس عبادتخانے
مین بند کر لیا ہے تاکہ لوگون کو نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خداے تعالی سے علیحدہ
کر رکھا ہے پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اوسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خداے تعالی سے علیحدہ
کیا ہے تو صرف دنیا کی محبت اور اوسکی زینت نے کیا ہے دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہے
ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خداے تعالی کے سامنے اپنے گناہون سے
توبہ کرے اور ایسی باتون پر متوجہ ہو جو خداے تعالی سے نزدیک کرین۔ اور کسینے حضرت داود طائی
سے کہا کہ آپ اپنی داڑھی مین کنگھی کر لیجیے اونھون نے فرمایا کہ تو پھر مین بیکار ہون اور
حضرت اویس قرنی رح کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اور ساری رات کو ایک ہی رکوع مین
صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اور اوسکو سجدہ ہی مین بسر کرتے

اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلام رح تائب ہوے تو کھانے اور پینے کیطرف راغب نہوتے اونکی
ماں مشفقہ اونسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کر وہ جواب دیتے کہ مین آرام ہی کا طالب ہون تھوڑی سی مشقت مجھکو
کر لینے دو پھر مدتون تک آرام ہی کرونگا - اور منقول ہے کہ حضرت مسروق رح نے حج کیا تو جب سوے
سجدے ہی کی حالت مین سوے - اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ رات کے چلنے کی تعریف
لوگ صبح کو کیا کرتے ہین اور تقوی کو بعد موت کے اچھا جانینگے - اور عبداللہ بن داؤد کہتے ہین کہ
بزرگان سلف مین سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات مین سونا بالکل
موقوف کر دیتا - اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیون
کی جڑ اوٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا
اور ربیع بن خثیم رح کی لڑکی اونسے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہین اور آپ نہین
سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجھکو آگ کا ڈر ہے اور جب اونکی ماں نے اونکا حال رونے اور جاگنے کا دیکھا
تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا رہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ ہان اونکی ماں نے کہا
کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اوسکے رشتہ دارون کو ڈھونڈھین کہ وہ تجھکو معاف کر دین اسلیے کہ تیرا
حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ نے کہا کہ وہ تو میرا نفس ہے - اور بشر بن الحارث
کے بھانجے جنکا نام عمر ہے کہتے ہین کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری
پسلیان اور تہیگاہ مجھ مین گڑتی ہین میری ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمہارے واسطے ایک مٹھی
میدہ کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دون اوسکو پیوگے تو کچھ توانائی تم مین آجاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا
کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اللہ تعالی مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہان سے آیا تو پھر مین کیا
جواب دونگا میری ماں رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور اونکے ساتھ مین بھی رویا راوی کہتے ہین
کہ میری ماں نے جب اونکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کمزور ہو گیا تو اونسے کہا کہ بھائی کیا
اچھا ہوتا کہ تمہاری ماں سے مین پیدا نہوتی اسلیے کہ تمہارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہی اونھون نے
یہ جواب دیا کہ بہن مین بھی یہی کہتا ہون شعر

وگر میزادے کس شیرم ندادے	مرا اے کاشکے مادر نزادے

میری ماں اونکے واسطے شب و روز رویا کرتی - اور ربیع رح کہتے ہین کہ مین حضرت اویس رض کی
خدمت مین آیا تو اونکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا مین بھی بیٹھ گیا اور دل مین کہا کہ انکے وظیفے مین ہارج
نہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہان تک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز

پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر
جمے یہاں تک کہ عشا پڑھی پھر اوسی جگہ جمے یہانتک کہ نماز صبح پڑھی پھر جب بیٹھے تو سو گئے پھر فرمایا
کہ الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھوں سے جو سو جاویں اور ایسے شکم سے جو سیر نہو میں نے
دل میں کہا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ برکت دے کافی ہے یہی پس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا
کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں بیمار نہوں تو کیا ہوں کہ
بیماروں کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہیں کھاتا بیمار سوتے ہیں اور اویس نہیں سوتا۔ اور احمد بن حرب
کہتے ہیں کہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ جنت اوسکے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اوسکے نیچے دہکائی جاتی ہے تو
تعجب ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچ میں کیسے سوتا ہے اور ایک عابد بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم
بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہیں میں آپ کو دیکھنے
لیے بیٹھ گیا آپ نے اپنے آپکو ایک کمل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ
صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اوٹھکر نماز میں شریک ہوئے اور وضو نکیا یہ بات میرے
دل میں کھٹکی میں نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر نیا وضو نکیا آپ نے فرمایا
کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلوں میں پھر اس صورت میں بتاؤ
نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں کہ نماز پڑھتے پڑھتے
اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنوں چلنے کے نہیں آسکتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ابو بکر
بن عیاش نے چالیس برس میں اپنی کمر نہیں لگائی اور اونکی ایک آنکھ میں پانی اوتر آیا بیس برس
تک اونکے گھر والوں کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہیں سوجھتا۔ اور منقول ہے کہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ
ہر روز پانسو رکعتیں تھیں۔ اور ابو بکر مطوعی کہتے ہیں کہ جوانی میں ایک رات دن میں اکتیس ہزار دفعہ
قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے کہ کونسا عدد فرمایا۔ اور منصور بن معتمر
ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو سمجھے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے یہ حال
رہتا کہ آنکھیں نیچی کیے آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آنکھ آنسو گرین اونکی ماں اونسے
کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے تمام رات رویا کرتا ہے چپ نہیں ہوتا شاید بیٹا تو نے کوئی
خون کیا ہے یا کیا بات ہے وہ جواب دیتے کہ اے ماں میں ہی جانتا ہوں جو میں نے اپنے نفس
کیا ہے۔ اور کسی نے عامر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے
صبر کرتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹالدیا اور اونکو

سونے کو دن پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں نے جنت کی مثال ایسی چیز نہیں
دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو
کہتے کہ آگ کی حرارت نے خراب کر دیا پھر صبح تک سوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے
نیند دور کر دی اور شام تک سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے سو شام ہی سے
چل پڑتا ہے اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ
کہ میں عامر بن عبد قیس کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے اونکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہوں۔
اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہے کہ میں نے آپکے پیچھے نماز
صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے
نکلنے تک آپ ایسے ہی بیٹھے رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے اور آج اونکے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ اور بکھرے بال رکھتے
رات کو سجدہ و نمازوں میں کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے اور پاؤں اور پیشانیوں کو باری باری زور
دیتے اور جب اللہ تعالی کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور اونکی
آنکھوں سے آنسو اتنے جاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ رات کو بے
غافل ہو کر سوتے ہیں۔ اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی نمازگاہ میں لٹکا رکھا تھا
اوس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اوٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجھکو اتنا رگیدونگا
کہ تو ہی تھکیگا میرا کچھ نہ بگاڑیگا پھر جب اونپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے
کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر مار اور ہانکنے کا ہے اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگوں کو ہمارے ساتھ شرکت
نصیب نہیں بخدا کہ اوس میں ہم بھی اونکی شرکت اچھی طرح کرینگے تا کہ وہ بھی جانیں کہ ہمارے پیچھے
کچھ لوگ رہے ہیں۔ اور صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے سوکھی تھیں اور اجتہاد میں
اس درجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض اونسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو اونکے اعمال معمولی پر
کچھ زیادتی نہ ہونے پاتی اونکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں
کوٹھری کے اندر رہتے کہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت اونکی حالت سجدہ میں ہوئی
یہ دعا مانگا کرتے کہ الہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما۔ اور حضرت قاسم
بن محمد رحمہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اوٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اوٹھکر اول اپنی پھوپھی حضرت

عایشہ رضی کی خدمت مین جا کر اونکو سلام کر آتا اوس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہین
اور اوسمین یہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ پڑھکر رو رہی ہین مین کھڑے کھڑے
تھک گیا اور اونکا وہی حال رہا جب مین نے دیکھا کہ اونکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے
کام سے فراغت پالون تو پھر آؤنگا مین کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی اونکو اوسی حال مین پایا
کہ روتی جاتی تھین اور دعا مانگتی تھین اور آیت کو مکرر پڑھتی تھین — اور محمد بن اسحق کہتے ہین کہ جب
ہمارے پاس عبد الرحمن بن اسود حج کے ارادے سے آکر اوترے تو اونکے ایک پاؤن مین کچھ مرض ہو گیا
تو آپ ایک پاؤن پر کھڑے ہو کر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
مجکو موت سے کچھ خوف نہین مگر یہ اندیشہ ہے کہ میرے اور تہجد کے درمیان حائل ہو جائیگا — اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
فرماتے ہین کہ تہجد گذارون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری سے رنگ زرد اور آنکھین
بھی اور روزے کے سبب لب خشک ہوتے ہین اور اوپر خشوع والون کی طرح غبار ہوتا ہے — اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ
سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی
وجہ یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالیٰ اونکو اپنے نور مین سے اوڑھنا
دیتا ہے — اور حضرت عامر بن عبد القیس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجکو پیدا کیا تب مجھسے مشورہ نہین لیا
اور مار دیگا تب بھی مجھسے نہین فرمائیگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہ
بھرتا ہے اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو برکنارہ الٰہی مین تیرا
مین کیونکر رکون اگر تو مجکو نہ روکے الٰہی دنیا مین رنج و غم ہین اور آخرت مین حساب و عذاب تو پھر آسایش
کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے

شعر

یان فکر معیشت ہے وہان دغدغہ حشر	آسودگی کی خیر فرصت نہ یہان ہے نہ وہان ہے

اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلام ہر رات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اسطرح کہ جب نماز عشا سے
فارغ ہوتے اپنا سر دونون زانون کے درمیان رکھکر تفکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک
چیخ مارتے پھر گھٹنون مین سر رکھکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے
یہان تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہین کہ مین نے انکا حال کسی بصرے کے رہنے
والے سے کہا اوسنے کہا کہ تم انکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان اونپر
کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ مارتے تھے — اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ زمعہ یمن ہمارے
پاس محصب مین اوترے اور وہ مع اپنی زوجہ اور دختروں کے ٹھیرے ہوے تھے اونکا دستور تھا کہ بہت رات سے

اور نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنے والو کیا اس تمام رات
سوتے رہوگے اور اوٹھکر چلو گے نہیں یہ سنکر سب اوٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت
کرتا کوئی وضو کرتا جب صبح ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا
کرتے ہیں ۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اوسکے انعام کو بات
اوسکو پہچان گئے ہیں اور اوسنے جو اونکا سینہ کھولدیا تو اوسکی اطاعت کی اور اوسپر توکل کیا اور خلق
اور امر کو اوسکے حوالہ کیا اسلیے اونکے دل صفائی یقین کی کانیں اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق
اور قدرت کے خزانے ہوگئے ہیں حال اونکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور اونکے
دل ملکوت میں جولانیاں کرتے ہیں اور محجوب غیب میں پناہ لیتے ہیں پھر وہاں سے جو پھرتے ہیں
تو اونکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں کہ جنکا وصف کوئی بیان نہیں کرسکتا وہ لوگ
باطن کی خوبی میں تو حریر سے ہیں اور ظاہر میں جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے بتواضع پیش
آتے ہیں اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہیں مل سکتا بلکہ خدا تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے دے
اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل میں
آیا اور ایک آواز زور کی سنی اور وہ پہاڑ اوسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی میں اوس آواز
کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہونچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا اوسمیں ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا
اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے (۱) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ میں اوسکے پیچھے بیٹھکر سننے لگا
وہ بھی پڑھتا رہا یکایک ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا میں نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوا
پھر میں اوسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اوسکو ہوش ہوا میں نے سنا کہ یہ کہتا ہے الہی
میں تجھسے دروغگوؤں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے اعمال سے اور
غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دل خشوع کرتے ہیں
تیری ہی طرف قصور واروں کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دل ذلیل ہوتے ہیں
پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا سروکار اور اوسکو مجھسے کیا علاقہ اے دنیا جو
تجھسے چھپا ہوا اوسکے پاس جا اور جو تجھکو پسند کرے اونھیں کو جاکر اپنی آسایش اور ہزاروں طرح کے آرام
سے فریب دے پھر کہا کہ پہلے لوگ کہاں گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہیں مٹی میں سڑتے ہیں
اور چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں میں نے اوسکو پکارا کہ اے بندۂ خدا میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے

تیرے سے فراغت پانیکا منتظر ہون اوسنے کہا کہ بھلا اوس شخص کو فراغت کسطرح ہوگی جو زمانہ سے
بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اوس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہین موت اوسکے نفس پر سبقت
نہ کرجاے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جسکے دن تو گذر گئے ہون اور اوسکے گناہ رہگئے ہون پھر اوسنے
میری طرف سے دھیان پھیر خدای تعالے سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ اون گناہون کیواسطے تو ہی ہے
اور ہر شدت کیواسطے جسکے آنیکی مجھکو توقع ہے اور یہ آیت پڑہی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا
يَحْتَسِبُونَ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے
کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اوسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپتا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون
اور میرا خطر کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردہ رحمت مین مجھکو چھپا اور اپنے
کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جسوقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون مین نے اوس سے
کہا کہ قسم ہے مجھکو اوس ذات کی جسکی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھسے کچھ کلام کر اوسنے کہا
کہ کلام اوس سے جا کر جسکے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہوا اور اوس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے
تباہ کر دیا ہو مین اس جگہ مین نہ معلوم کبتک سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ مجھسے لڑتا ہے آج تک
سوا اوسکے کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجھکو نکالتا ایک تو آیا ہے تو مجھے غلطی ہی رہ اسلیے کہ تو نے
میری زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کیطرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خدای تعالی
کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غضب سے مجھکو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھپر
فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خدا تعالی کا ولی ہے ایسا نہو
کہ مین اسکو باتون مین مشغول کرون تو اسی جگہ مجھپر عذاب آوے اس خیال سے مین اوسکو چھوڑ کر
واپس آیا۔ اور ایک اور نیکبخت روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کیطرف کو
گیا کہ اوسکے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بڈھا مجھپر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اوٹھ کھڑا ہو کیونکہ
میری نہین پھیر سامنے ہی کو چلد پایا مین اوسکے پیچھے ہوا او سنا کہ یون کہتا تھا کُلُّ نَفْسٍ
ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اوسنے کہا جو شخص
بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ چھپا طاور خوف کے مارے چلنے کو لیوے دامن اٹھائے رہیگا و جہان مین
اوسکے رہنے کی جگہ نہوگی پھر کہا کہ ای وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار
دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فردای قیامت مین
اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھہ اب مجھے تجھسے شرم آنیکا وقت آ پہونچا اور

اور سجنے روگردان ہونے سے اب مین باز آیا اگر تیرا علم نہوتا تو مجکو میری موت بھی نہ کہپاتی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پہنچتی پھر وہ شخص مجکو چھوڑ کر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین

اشعار

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر — کہ پہاڑون مین ہو کبھی دشت مین اوسکا گذر

فاش کر چیزون چہ کرے نالہ اشتیال عندلیب — خواب راحت ترک کر کے طے کرے ہر دم سفر

خوف اوسکو جوش مین آئے تو پہر ہو مضطر — یون وہ جاگے نیند مین یا ہو ادی فی الخطر

جوہری نوبت سے تو اوسکا خدا یاری علیم — تو بہت کرتا ہے بندون کی خطا سے عذر

اور کسی اور نے مجاہدے کے حال مین کچھ اشعار کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

زنان مطربہ گر زیب تن کرین پوشاک — سنو سے اونمین مزہ وہ جو اوسکو ہے لذت

کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال — بغیر اسکے کسی سے نہو اسے الفت

رہے عبادت خالق مین اپنے خاطر خواہ — پسند گوشہ نشینی ہو یا نہو شہرت

پھرے جہان کہین بس ذوق ہو بلا وقت کا — زبان و دل کو نہو کرے سوا حرکت

سنائے مژدہ رسان آکے اوسکو وقت پہ — کہ ہر طرح سے کرے الہی نکلے حسرت

تمنا اوسکی ہو جو کچھ پھر اوسکو حاصل ہو — ہزارون عیش کرے ہوکے داخل جنت

اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادت مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے اونسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو اونہون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے کہا کہ سات ہزار برس اونہون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کام کرنے سے اگر تم اوس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے اونکی غرض یہ ہے کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر ایسا مجاہدہ کرے کہ اوس ایک دن سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پائے تب بھی اوسکو بہت فائدہ ہے اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اوسکو ہوتی اور جب عمر تھوڑی سی اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہے غرضکہ سیرت صالحان سلف کی نفس کے مراقبہ اور محاسبہ مین ایسی ہوتی ہے پس اگر تمہارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کر دیکھنا

ایسے لوگون کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھکر اقتدا کرو
تو کیا کہنا ہے ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور
اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو انکے احوال سننے ہی سے غفلت نہ کرو بقول مشہور ع گندم اگر بہم نرسد
جو غنیمت ست + اور اپنے لیے دو باتون مین سے ایک پسند کرو یا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور عقلمند اور
دین مین اہل بصیرت ہین اونکی اقتدا کرکے اونکے زمرے مین داخل ہو یا اپنے زمانے کے غافلون
جاہلون کی اقتدا کرو مگر ان بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور انکو دونون سے مشابہ ہونے پر ہرگز
راضی نہ ہو اور عقلا کی مخالفت کسیطرح اختیار مت کرو اور اگر تمہارا نفس یون کہے کہ انکا [illegible]
اور زبردست لوگ تھے تجھکو اونکی اقتدا کی مجال نہین تو تم عورتون نے عبادت مین مجاہدے کیے ہین
اونکے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کمبخت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو
بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہوکر دین یا دنیا کے معاملہ مین عورت سے کم رہے اب ہم [illegible]
تھوڑا سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین — حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اونکا معمول تھا
کہ جب نماز عشا پڑھ لیتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کمر کو اور دوپٹہ کو خوب کسکر کہتین کہ الہی
ستارے چھٹک پڑے اور آنکھین سو گئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب
اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب سحر
ہوجاتی تو کہتین کہ الہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہین کہ تونے مجھسے یہ
رات قبول فرمائی تو مین مبارکبادی اپنے آپ کو دون یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہے
تیری عزت کی جبتک تو مجھکو باقی رکھیگا اپنا طریق یہی رکھونگی اور اگر تو اپنے دروازے سے
مجھکو جھڑک دیگا تو مین ہرگز نہ ٹلونگی اسلیے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور
عجوزہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک
سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کیطرف
سبقت کرتے ہین الہی مین تیرے ہی ذریعے سے تجھسے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے
نہین مانگتی کہ تو مجکو سابقین کے اول زمرے مین کردے اور مجھکو علیین مین مقربین کے درجے تک پہونچادے
اور اپنے نیک بخت بندون مین شامل کردے تو میرے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب
بڑون کا بڑا ہے پھر سجدے کے لیے اسی طرح گرتین کہ اونکے دعا کے کی آواز سنائی دیتی پھر
صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتین — اور یحیی بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا

اور جو کچھ اونکی زیادہ وزاری ہوتی اوسکو دیکھا کرتا ایکبار میں نے انسے ایک بار کہا کہ اے حبیب
یہ تنہا ہوں تو اوسنے کہیں کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں اوسنے کہا کہ اختیار ہے جو تم اوسکی
خدمت میں لگے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کریں اور اتنا نہ رویا کریں تو جو تمہاری مراد ہے اوس سے
یہ بات زیادہ ہوگی وہ یہ بات سنکر رو پڑیں پھر کہا کہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ میرے تن میں
ایک آنسو نہ رہے پھر خون رویا کروں یہانتک کہ کسی میرے عضو میں ایک قطرہ خون کا باقی نہ رہے
مگر مجھے رونا کہاں آتا ہے یہ کہتی ہوئی وہ روتی ہی رہیں بہت دیر تک کہا کہ میں کہاں تک روتی ہوں پھر
بیہوش ہوگئیں ۔ اور محمد بن معاذ کہتے ہیں کہ مجھسے ایک عابد عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں
دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوئی کہ تمام اہل جنت اپنے دروازوں پر کھڑے ہیں میں نے پوچھا
کہ جنت والے کیوں کھڑے ہیں مجھسے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار میں کھڑے ہیں جسکے آنے سے
آراستہ کی گئی ہیں میں نے کہا کہ وہ عورت کون ہے مجھسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ابلہ کے
لوگوں کی ہے جسکو شعوانہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے میں اسی گفتگو میں تھی کہ اتنے میں
وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اوڑتی آرہی تھی جب میں نے اونکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو جیسے
کہ آ گئی ہو اپنے تئیں دعا کرو کہ مجھکو بھی تمہارے ساتھ ملا دے اونھوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے
آنے کا وقت نہیں آیا مگر میری دو باتیں یاد رکھ اول تو یہ کہ اپنے دل پر رنج رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالی
کی محبت کو اپنی خواہش نفس پر مقدم رکھنا پھر انشاء اللہ تجھکو نقصان نہوگا کبھی تیری موت آوے
اور عبد اللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جس سے میں بہت خوش تھا
ایک رات وہ میرے پاس سوئی تھی میں جو جاگا تو اوسکو بچھونے پر نپایا اوسکو ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو
وہ سجدہ میں پڑی ہوئی کہہ رہی ہے الہی بواسطہ اوس محبت کے جو تجھکو میرے ساتھ ہے مجھکو بخشدے میں نے
کہا کہ یوں مت کہہ کہ جو محبت تجھکو میرے ساتھ ہے بلکہ یوں کہہ کہ جو محبت مجھکو تیرے ساتھ ہے اوسکی بابت
گناہ معاف کر اوسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہیں وہی محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکالکر مشرف
باسلام فرمایا اور اوسکی محبت سے یہ ہے کہ مجھے رات کو جگایا حالانکہ بہت اوسکی مخلوق سوتی ہے
اور ابو ہاشم قرشی کہتے ہیں کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان میں
آکر ٹھہری میں اوسکی زیادہ وزاری رات بہر سنا کرتا ایک روز میں نے اپنے خادم سے کہا کہ اس
عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہے اوسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہیں کرتی یہ کرتی ہے
کہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہیں ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کہ تو نے سریہ کو پیدا کیا

پھر اپنی نعمت سے اوسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے میں کیا تیرے سب احوال اوسکے حق میں اچھے
ہیں تیرے مصائب اوسکے علم سے ہیں سلوک ہیں اور وہ باوجود اسکے اپنے آپکو تیرے غصہ کے لیے
مستحق ہوتی ہے کیسے تامل تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان
کرتی ہوگی کہ تو اوسکے افعال یہ نہیں دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم او خبیر اور ہر چیز پر قادر ہے - اور ذوالنون
مصری یہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی سے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے
ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور کہتی ہے کہ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور
روتی ہے جب وہ شے نزدیک آئی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت ہے صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ میں ڈونگی
لیے ہے اوسنے کہا کہ تو کون ہے جو خدای تعالی سے قطع نظر کرکے اور کی طرف متوجہ ہوتا ہے میں نے
کہا کہ ایک مرد مسافر ہوں اوسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خدای تعالی کے ہوتے ہوئے غربت کا شکوہ
کیا جاتا ہے میں اوسکا اس کلمہ سے چلا اوسنے کہا کہ اب کیوں روتا ہے میں نے کہا کہ دوا ایسی درد میں پہنچی کہ زخم
ہوگیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہوگیا اوسنے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیوں روتا ہے میں نے کہا کہ سچے کیا
روتا نہیں کرتے اوسنے کہا نہیں میں نے پوچھا کہ کیا ہے اوسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہے کہ اوس میں
اوسبات کو سنکر تعجب کرتا رہ گیا اور کچھ کہا ... کہتا ہوں کہ ... کے پاس جانے کی اجازت
چاہی او نھوں نے مجھکو اجازت نہ دی ہم دروازہ ہی پر بیٹھے رہے اور کہہ رہے تھے جب او نکو معلوم ہوا تو خود
دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئیں اور یہ کہا کہ دروازہ کھولا الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اوس شخص سے جو
مجھکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور اوس سے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ دعا کریں او نھوں نے فرمایا کہ
اللہ تعالی تمہاری ضیافت میرے گھر میں یوں کرے کہ تمہاری مغفرت فرماوے پھر مجھسے کہا کہ عطا سلمی نے
چالیس برس آسمان کیطرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ کی جو ان ... کی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور
پیٹ میں کوئی پردہ پھٹ گیا کاش بغیر اپنا سر اوٹھاے اور نافرمانی نکرے اور کتنا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی
کی ہو تو اوسکو دوبارہ نکرے - اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ میں ایک دن بازار گیا اور میرے ساتھ
ایک حبشی لونڈی تھی میں بازار سے علیحدہ ایک جگہ پر اوسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا
کہ جب تک میں نہ آؤں یہاں سے مت نکلنا جب میں اپنے کام سے پھر کر آیا تو اوسکو جہاں بٹھلا گیا تھا
وہاں نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اوسپر تھا جب اوسنے مجھکو دیکھا تو چہرہ سے غصہ
پہچان گئی او مجھسے کہا کہ آپ جلدی نکریں میری بات سن لیں جس جگہ آپ مجھکو بٹھلا گئے تھے وہاں
میں نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ جگہ دھنس نجاے اسلیے ان

وہان سے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اوس سے کہا کہ تو آزاد کر
اوسنے کہا کہ یہ آپ نے برا کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب
ایک جاتا رہا۔ اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھین
اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پڑھتین کہ اوسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین
اسیطرح کیا کرتین یہان تک کہ رونے کی کثرت سے اونکی آنکھین جاتی رہین اوسکے چچازاد بھائیون
نے آپسمین کہا کہ چلو انکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب اونکے پاس گئے اور
پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہین اور اوسکے منتظر ہین کہ
کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہمنے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین پھر اونہون نے
کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ اونمین سے جاتا رہا اوس
اوسکا کیا نقصان ہے اور اگر اونکو خدا کے یہان برائی ہے تو اور اس سے زیادہ رو وینگی پھر
منہ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اوٹھ کھڑے ہو انکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور
معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کھاتین جب
رات ہو جاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین۔ اور ابو سلیمان دارانی
فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ کے یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئین اور مین مکان کے
ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہمکو
قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اوسکا شکریہ کیا ہے حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اوسکا شکر
یہ ہے کہ دن کو اوسکے واسطے روزہ رکھین۔ اور شعوانہ نے اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے
ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہان توقع
کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہو الٰہی اگر اب میری موت ہو اور
کسی عمل نے مجکو تجھسے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر
تو معاف فرماویگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہے
الٰہی مین نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اوسپر ستم کیا اب اوسکے واسطے تیرا حسن نظر باقی ہے اگر تو اوسکا
مطلب پورا نہ فرماویگا تو اوسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس
احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہے اوس سے
مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھے بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرا رہا

سلوک کی ہی کہا ہے تو بکھیر ای پوشیدہ کرنا پوری تیری ہے جن نظر سے اسلیے یا اوس نے بیان الٰہی اگر بہت گناہ ہون نے
مجھکو ڈرایا ہے تو تجھ سے محبت مجھکو پہنچائے ہے اور سنے اطمینان دلایا ہے پس مجھ سے معاملہ کو اوسطرح جیسا کہ
جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل بکر اوس شخص پر کہ جو جہل یا ہو پر غرور ہے الٰہی اگر تجھکو میری رسوائی
منظور ہوتی تو تو مجھکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو میرا عیب پوشیدہ کیون کرتا پس جس چیز سے
کہ تو نے ہدایت کیا اوسی سے مجھکو بہرہ ور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اوسکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے
گمان نہین کہ جس مطلب ہین ہر ہر پہ اپنی عمر کاٹی اوسکو تو نا منظور فرما کر مجھکو بھٹا دیگا الٰہی اگر مین گناہ نکیا
ہوتا تو تیری عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی - اور نقل ہے
کہتے ہین کہ ہم ایک عابد کے پاس گئے اوسکا حال یہ تھا کہ وہ رو رو کے سیاہ ہو گیا تھا اور آنکھین بیرونی ہو کر
اندھی ہو گئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے ٹکی ہو گئی تھین تو بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھین ہمنے اوکو سلام
کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تا کہ اوپر معاملہ آسان ہو جائے اوسنے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ
میرا جو کچھ دل میرے نفس کا حال ہے وہ مجھی کو معلوم ہے اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہو گیا مین چاہتی ہون
کہ کاش خدای تعالیٰ مجھکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین پس اگر تمکو اپنے
نفس کی نگاہ پوشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنہون نے اجتہاد کیا تا کہ
تمکو بھی سرور آئے اور جسقدر اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کیطرف ہرگز مت دیکھنا جنکے باب مین
خدای تعالیٰ فرماتا ہے وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ اور اجتہاد والونکی
حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کے لیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو
تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اوسمین بیان احوال صحابہ اور تابعین اور اونکے بعد کے
لوگون کا ہے اوسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سب اہل دین سے کسقدر
دور ہین پھر اگر تمہارا نفس اسی زمانے والون کو دیکھے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانے میں ہے کہ
بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر انکی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسلیے
ضرور ہوا کہ سبکا ساتھ دو دوران اسکا جواب یہ ہے کہ جو آدمیکا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا مصیبت بھی ہوگی تو ہوگی
ہوگی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور
اوسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اوس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑی سیلاب آتی ہو جو شہر کے شہر کو غرق
کرد ے اور لوگون کو اوسکی حقیقت معلوم نہوا سیلیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہٹین اور
تمکو اوسنے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اوس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اوسوقت کیا

ترجمہ
اور اگر تو کہا مانے
اکثر لوگون کا جو ہین
زمین مین تجھکو بہکا دین
اللہ کی راہ سے ۱۲

سمجھا ہے دل میں گذرتا ہے کہ مرکر اونکو چھٹے دار ہو اور اوس وقت تو تم اونکی موافقت نہیں کرتے اور
اونکی احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کا فکر کرتے ہو پس جب تو دنیا کے درد سے جسکا
عذاب ایک ساعت کا ہے تم لوگوں کی موافقت ترک کرتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے
اوس سے کچھ نہیں کرتے اور ہر وقت اوسکے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہے
تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہیں اسلیے کہ دوزخیوں کو اتنی مہلت کہاں جو عام اور خاص
کیطرف التفات کریں سوا اسکے دیکھو کہ کفار کو صرف اونکے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا اونھوں
نے بھی یہی کہا تھا اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ غرضکہ جب تم
نفس کے عتاب کرنے میں مشغول ہو اور اوس سے اچھا دلواؤ وہ کہنا مانے تو اوسکو ملامت کرنے
اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اوسکو بتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ
ان باتوں کے باعث اپنی سرکشی سے باز آوے چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب میں
واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکا نفس ہے جو بغل کے پاس رہتا ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور
مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اوسکے تزکیہ اور سیدھا کرنے اور زبردستی
خدا تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم
ہوا ہے پس اگر آدمی اسکی طرف سے لاپرواہی کرے تو وہ سرکشی کرکے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر ہمیشہ
ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا رہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خدا تعالیٰ نے
کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرہ بندگان الٰہی میں راضی اور مرضی ہوکر بلایا
جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسی وقت اوسکی فضیحت اور عتاب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت
جب کرے پہلے اول اپنے نفس کو کرے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم
تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگوں کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَكِّرْ
فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اوسکا طریق یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اوسکی بیوقوفی اور جہالت اور
نادانی ثابت کردے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اوسکو احمق کہیے
تو بہت ہی برا مانتا ہے پس اوس سے یوں کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو تو کہتا ہے کہ
میں حکمت والا اور زیرک اور دانا ہوں مگر تیرے برابر بے وقوف اور کم فہم کوئی نہیں کیا تو
نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں اور ایک میں تو عنقریب جانے والا ہے تجھے
کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل میں مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھے بڑا کام درپیش ہے

شاید کہ بالکل تجھکو موت آ و بائے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہو گیا تجھے
یہ معلوم نہیں کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہے جو آنے کی نہیں کیا یہ
نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی پہلے اوسکا قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور
پیام ہو نہ یہ کہ گرمی میں آئے اور جاڑے میں نہ آوے یا جاڑے میں آوے گرمی میں نہ آوے یا دن کو آوے
رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن میں آوے جوانی میں نہ آوے یا جوانی میں آوے
لڑکپن میں نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس میں ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہو تو مرض
دفعۃً ہوتا ہے جو موت تک پہونچا دیتا ہے پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے
اوسکی تیاری نہیں کرتا کیا تو اس آیت کو نہیں سمجھتا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ
مُعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ
اگر تو خدای تعالی کی نافرمانی پر اسلیے جرات کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد میں خدای تعالی تجھکو نہیں دیکھتا
تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خدای تعالی کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بیحیا ہے اگر تیرے سامنے
کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجھکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منہ چڑھاوے
اور غصہ کہاوے پھر کونسی جرات سے تو خدای تعالی کے غصہ کا مستوجب ہوتا ہے اور اوسکی عذاب
و عقاب سے نہیں ڈرتا کیا تجھکو یہ گمان ہے کہ اوسکے عذاب کی برداشت کرسکیگا ہرگز نہیں یہ
بات دل سے دور رکھ اور اگر اوسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت دہوپ میں یا
حمام گرم میں بیٹھ یا اپنی اونگلی آگ سے قریب کرتا کہ قدر طاقت اور عجز اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ
مغالطہ ہے کہ خدای تعالی کریم اور صاحب فضل ہے اوسکو کسیکی طاعت کی حاجت نہیں پس اللہ تعالی
کے کرم پر دنیا کے کاموں میں کیوں نہیں اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیوں
حیلے اوسکے دفع کے کرتا ہے جب کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالی اپنے کرم سے اسکو دور کریگا
یا جب کوئی کام دنیا کی تجھکو دیتا ہے جو بدون روپیہ پیسے کے نہیں سرانجام ہوتا تو اوسوقت
تیرا کیوں دم سا نکلتا ہے اور اوسکی طلب میں بیسیوں حیلے بناتا ہے اوسوقت اعتماد کرم الہی پر
کہاں جاتا ہے کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالی کوئی خزانہ بتلا دیگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجیگا کہ تیرا
کام بدون تیرے ہاتھ پاوں ہلائے سرانجام کردیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خدای تعالی صرف
آخرت ہی میں کریم ہے دنیا میں نہیں اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدای تعالی کا طریق بدلا نہیں کرتا
اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کماوے آہ

نفس تیرا جھوٹے دعوے اور نفاق سے بھی عجیب ہیں اسلیے کہ تو زبان سے تو دعویٰ ایمان
کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ
فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور آخرت کے باب میں فرماتا ہے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ
إِلَّا مَا سَعَىٰ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اوس نے
فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اوسمیں کچھ حاجت نہیں اور آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر
تو نے اپنے افعال سے خدا تعالیٰ کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہے اوسمیں تو بدحواسوں
اور باولوں کی طرح کرتا ہے اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اوس سے بالکل سرگردان اور
حقارت کنان ہے پس یہ تو نشان ایمان نہیں اگر زبان سے ہی ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے
سب سے نیچے میں کیوں ہوتے ارے کم بخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا اور گمان کرتا ہے
کہ مرنے کے بعد تجھکو رہائی ہو جاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَيَحْسَبُ
الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ پس اگر تجھکو یہی گمان ہے کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا
تو تیرے برابر اور جاہل نہیں اور تو کیسا کافر ہے یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھکو کس چیز سے بنایا ہے
چنانچہ خود فرماتا ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ
ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہے
کہ جب وہ چاہیگا تجھکو مرنے کے بعد اوٹھا کھڑا کریگا اگر تو جھوٹ نہیں جانتا تو پھر احتیاط کیوں
نہیں کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھسے کہدے کہ تیرے مرض میں فلاں کھانا مضر ہے گو وہ
تیرے نزدیک سب کھانوں سے لذیذ تر ہو مگر تو اوس سے صبر کریگا اور اوسکو چھوڑ دیگا اور یہی
کرا کریگا اب ہم پوچھتے ہیں کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے اونکا قول اور خدا تعالیٰ کا قول اوسکی
آسمانی کتابوں میں تیرے نزدیک اتنا بھی نہیں کہ ایک یہودی کے قول کی برابر ہو جو اٹکل پچو سے دلیل باوجود
نقصان علم و عقل کے کہدیتا ہے کہ اوسکا اثر تو ہوتا ہے اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہیں اور اوس سے
عجیب تر یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا تجھسے کہدے کہ تیرے کپڑوں میں ایک بچھو ہے تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت
پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینک دیتا ہے کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک
لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہے جو محض نادان ہوتا ہے یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اوسکے طوق و عذاب
اور سینگر اور گرز اور پیپ اور ہوائے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہے جسکی تکلیف ایک

ایک ذرہ یا اوس سے بھی کم ہوتی ہے یہ کام تو دانشمندوں کا نہیں بلکہ اگر یہ تمام بے تیرے اعمال منکشف ہو
تو سمجھ لے اور تیری عقل پہنچے نہیں پھر اسی کم بخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ
کہ عمل میں لیت و لعل کرتا ہے موت تو تیری گھات میں لگی ہے کیا عجب ہے کہ مہلت لینے سے پہلے اور جلدی
آجاوے تو کس باعث سے اوس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آویگی اور ہم نے مانا کہ تجھکو سو برس کی مہلت ملجاوے
تب بھی تو راہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کیلئے
گھر سے باہر نکلے اور باہر جاکر برسوں بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا ہے کہ پچھلے برس میں سیکھ لونگا
جب گھر کو جانیکے تھوڑے دن رہینگے تو سیکھونگا اوس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے
کہ ذرا سی مدت میں فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا بدون فقہ سیکھے فقہا کے منصب کا طالب ہے اور خداے تعالی کے
کرم پر بھروسا رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر میں کوشش عمل میں
کرنی نافع ہے اور اوس سے بلند درجے ملتے ہیں تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی
روز آخری ہو یعنی اوس میں مشغول بعبادت نہونیکے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی ملگیا ہو تب بھی عمل کو
مبادرت نہ کرنے اور لیت و لعل کرنیکی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشوں کے خلاف کرنے سے
عاجز ہے اسلیے کہ اوس میں محنت و مشقت ہوتی ہے پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس میں
مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن نہ خداے تعالی نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے
جنت تو جب ملیگی تو شاق باتوں سے جیسی ہوئی ملیگی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو
محال ہے سچ تو یہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہے
جب آج ہی گیا تو کل کیا کرسکیگا تجھے معلوم نہیں کہ جو کل آج ہوگئی اوسکا حکم گذشتہ کا ہوگیا بلکہ اصل
یہی ہے کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہے
جسکا اکھاڑنا بندے کے لیے مثل عبادت ہے پس اگر سستی کے باعث اوسکو نہ اوکھاڑا اور
دوسرے دن پر رکھا تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اوس وقت درخت کے
اوکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اوسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے
درخت میں مضبوطی زیادہ ہوجاتی ہے اور آدمی میں ضعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان
ہوکر نہ اوکھاڑ سکا اوسکو بڑھاپے میں کبھی نہ اوکھاڑ سکیگا شیخ سعدی رحمہ فرماتے ہیں قطعہ

درختے کہ اکنون گرفتست پاے — بنیروے شخصے برآید زجاے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی — بگردونش از بیخ بر نگسلے

واقعی یہ ہے کہ بڑھاپے کی بابت ایک مشقت ہی مشقت ہے مثل مشہور ہے کہ بوڑھے توتے نہیں پڑھتے
پھر بڑھاپے کی تادیب محض تعذیب ہے تر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاویگی تو پھر نہ مڑ سکیگی ۔

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ	نشود خشک جز بآتش راست

پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہے تو پھر کیوں اپنے
آپ کو عاقل کہتا ہے اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ مجھ سے عمل اسلیے
مستقیم نہیں ہو سکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہوں اور تکلیف مشقت پر کم صبر کر سکتا ہوں تو یہ
نہایت ہی بیچے کی حماقت اور پلے سرے کا بڑا عذر ہے اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہے تو ایسی شہوتوں کا
طالب کیوں نہیں ہوتا جو ابد الآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہوں اور اونکے ملنے کی توقع جنت
کے سوا اور جگہ نہیں اگر واقع میں تو شہوت ہی کا حریص ہے تو یہ حرص اسطرح مٹ سکتی ہے کہ تو شہوت
دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقموں سے دست بردار
ہونا پڑتا ہے اور ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تا کہ
تندرست ہو جاوے اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصہ میں
پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیرپا میں مبتلا ہو جاوگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اس صورت میں
مقتضاے عقل اوس بیمار کے لیے کیا ہے تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اوسی وقت اپنی
خواہش پوری کرے کہ مجھ سے تین دن صبر نہ ہو سکیگا اور مخالفت خواہش کی تکلیف برداشت نہ ہو سکیگی
گو اوسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت آسایش اہل جنت
اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کرو یعنی ایام زندگی کو ابد کیطرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن
کو ہے تمام عمر کیطرف اوس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول
نسبت محدود چیز کی ہے لا انتہا شے کیطرف جو واقع میں کچھ بھی نہیں اور صورت دوم میں محدود کی
نسبت دوسری محدود چیز کیطرف ہے یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتاوے کہ شہوات سے
صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اوسکی مدت بڑی ہے یا درکات دوزخ میں رہنے اور آگ کی تکلیف
سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا اوس سے خداے تعالی کے عذاب
کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس تو جو اپنے نفس پر شفقت کرنے میں سستی کرتا ہے تو دو حال سے خالی
نہیں یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہوا اور مقدار
ثواب و عذاب کو برا سمجھتا ہوا اور علانیہ بیوقوفی یہ ہے کہ خداے تعالے کے کرم اور عفو پر اعتماد ہوا اور

اوسکی ان باتون پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہے اور تیری عبادت کی
اوسکو کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے روٹی کے لقمے مین یا مال کے بابت مین یا خلق سے کسی کلمے کے
سننے مین خداے تعالیٰ کے کرم پر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اسباب مین حصول غرض کے لیے ہون
سب کو استعمال مین لاتا ہے اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجکو جناب رسالت مآب صلے اللہ
علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ
اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ　اے کم بخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو اور نہ او
کسی چیز سے خداے تعالیٰ پر دغا کھا تو اپنا آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب موقوف نہین اپنے اوقات
ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجہ مین سے کچھ کمی ہو جاتی ہے
بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے
توانگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جتنا تو آخرت مین رہیگا
اوسیقدر اوسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسیطرح کرتا ہے کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے اوتنے ہی
دنون کا سامان کیا کرتا ہے کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہے اور انہین سے
کسی چیز مین خداے تعالیٰ کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون
جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہے تو پھر کیا تجہی یہ گمان ہے
کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کہ جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہنے کی یا یہ
گمان ہے کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہو جاویگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسے
جاڑے کی سردی بدون لباس اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسیطرح حرارت و برودت
جہنم بھی بدون گڑھی توحید اور طاعت کے خندقون کے نہین جاویگی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہے کہ
تجکو طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اوسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کی
دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اوسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہ سے بتلا دیا تاکہ
تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اوسکا اسمین نہین ہے کہ بدون قلعہ کے تجسے عذاب
دور کرے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح کہ لکڑیون کا
خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خداے تعالیٰ کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہے بلکہ ان چیزون کو
صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہے اسیطرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین اوس سے بھی وہ غنی ہے
یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر

	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم		من نکردم امر تا سودے کنم	

پس جو کوئی اچھا کریگا وہ اپنے واسطے اور برا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالی سب سے بے پرواہ ہے ارے نفس
اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالی فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ
اور فرمایا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ اور فرمایا كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ اور خدا وند کریم کے طریق
و عادت میں کچھ تغیر اور تبدیل کو راہ نہیں انکی سنت میں تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہوں
اسی محبت سے اوسکی جدائی تجھپر شاق ہے تو اوس سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور اپنے نفس میں اوسکی دوستی
مضبوط کرتا جاتا ہے تو جان لے کہ تو خدا ہی تعالی کے ثواب اور عذاب اور احوال قیامت اور وہاں کے
حالات سے غافل ہے اور اسی محبت سے موت پر تجھکو ایمان اور یقین نہیں کہ اوس سے تجھ سے تیری دل چاہتی
چیزون میں جدائی ہو گی بھلا بتا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہی گھر میں جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازے سے نکل جاوے
اور اوسمیں کسی خوبصورت پر جا نظر پڑ جا لے کہ اوسکا دل اوسمیں مصروف ہو جاویگا اور انجام کو اوسکی جدائی ضرور
ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسیطرح یہ دنیا مالک الملوک کا گھر ہے اور تجھکو اوسمیں صرف اجازت
گذرنے کی دی گئی ہے اور جتنی چیزیں اس دنیا میں ہیں وہ اس سے سفر کرنے والوں کے ساتھ نہیں جاتی ہیں
موت کے بعد دنیا ہی میں رہتی ہیں اوسیواسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان روح القدس
نفث في روعي أحبب ما أحببت فإنك مفارقه واعمل ما شئت فإنك
مجزي به وعش ما شئت فإنك ميت تجھے کیا معلوم نہیں کہ جو شخص دنیا کی
طرف التفات کرکے اوس سے مانوس ہوتا ہے باوجودیکہ موت اوسکے پیچھے ہے تو جب اوسکو چھوڑتا ہے بہت سی
حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا گذرے ہوئے لوگون کا حال نہیں دیکھتا
کہ کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر

	رفت و منزل بدیگرے پرداخت		ہر کہ آمد عمارت نو ساخت	

اونکی زمین و ملک پر اللہ تعالی نے کیسا اونکے دشمنون کو وارث کردیا ہے دیکھ لے کہ جو چیز اونکے کمانے کی نہیں
اوسکو کیونکر جوڑتے ہیں اور جس مکان میں نہیں رہتے اوسکو کیسا بناتے ہیں اور توقع ایسی لمبی کرتے ہیں جو
اونکو نہیں ملتی ہر ایک شخص اپنا مکان آسمان کی طرف کو بناتا ہے اور اوسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر
ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا میں حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کوئی اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ
اوس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اوسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجھکو
ان احمقون کی حماقت میں موافقت کرنے سے شرم نہیں آتی اب فرض کرکہ تو اہل بصیرت میں سے نہیں

اگر جسکو باتین سوجھین بلکہ شرارت ہی سے چاہتا ہے کہ کسیکی موافق ہوجاوے اور کسیکا اقتدا
کرے تو اس صورت مین انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے
منھ گرے ہوے ہین مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انمین سے جو تیرے نزدیک
زیادہ عاقل ہون اونکا اتباع اور اقتدا کر اے نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت سخت اور سرکشی
ظاہر تعجب ہے کہ تو ان ہمارے اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت نے تیری
آنکھون مین چربی چھا دی ہے تو یہ نہین سوجھتا کہ جاہ صرف بعض لوگون کے دل کے میل کرنے کا نام ہے اور
فرض کر کہ زمین کے لوگ روے زمین پر بس تجھے سجدہ کرتے ہین اور کہا مانتے ہین تو کیا تو یہ نہین جانتا
کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو یہ زمین رہیگی نہ وہ جنہون نے تجھے سجدہ کیا تھا اور تیری اطاعت
کی تھی اور پھر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ نہ تیرا ذکر رہیگا اور نہ انکا ذکر رہیگا جیسا ذکر
جیسے تجھ سے پیشتر کے بادشاہون کا حال ہوا کہ اب کہین نام ہے انکا اور نشان پایا جاتا ہے پس
ایسی چیز جو ہمیشہ کو رہے اوسکو ایسی چیز کے عوض مین جو پچاس یا سو برس تک رہے تو کیسے بیچتا ہے
اور جاہ بھی اوس صورت مین کہ تو زمین کے بادشاہون مین سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب
تیری اطاعت کرین اور سب لوگ اور تیرے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے
ادبار اور نحوست سے کسی محلہ کا یا اپنے گھر کا مالک نہو تو اوس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی
حماقت ہی پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھے دنیا سے نفرت نہین ہوتی اسوجہ سے کہ تو جاہل ہے
اور بصیرت نہین رکھتا تو یہی خیال کر کے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک خسیس ہین اور اسمین مشقت
بہت ہی اور جلد فنا ہو جاتی ہے جب یہ بات ہے دنیا تجھے چھوڑتے ہی ہے تو تو اوسمین سے تھوڑی کو
کیون نہین چھوڑتا ابھی ہوسکتا اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو خوب دستے اور اگر دنیا تیرے
موافق ہو تو تو خوش کیون ہوتا ہے تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجھسے
بڑھکر ہونگے اور اونکی لذت و زینت اونکے پاس تجھسے زیادہ ہوگی پس تف ہے دنیا پر جسمین
خسیس لوگ بھی تجھسے بڑھکر ہین اور چونکہ انبیا اور صدیقین مقربین کے زمرے مین رہنے اور
رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منھ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین جو نیچون کے پاس
رہنا اختیار کرتا ہے اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور ہمت کا خسیس اور
عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ہی ملا۔ اے کم بخت اب تو سبقت کر کے مرنے پر آ پہونچا موت
نزدیک آگئی پیام اوسکا آموجود ہوا جو کرنا ہے اب کر لے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا

نہ روزہ رکھیگا نہ خدای تعالی کو تجھسے راضی کریگا ای کم بخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہیں
اور یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ انہیں تو تجارت کرے اگر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ اگر تمام عمر
اوس برباد رفتہ زمانے پر رویگا تب بھی تھوڑا ہے اور اگر عادت پر اصرار کرے باقی عمر کو بھی تلف
کر ڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہیں جانتا کہ موت تیری وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا
بستر اور کیڑے تیرے انیس اور بڑا بھاری تیرا جلیس ہے اور فزع اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے کیا
تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے اور انہوں نے اپنے اوپر قسمیں
لے لی ہیں کہ بدون تجھے ساتھ لیے نہ پلٹینگے کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمکو
ایک دن دنیا میں پھیر دیا جاوے تو گزشتہ کا تدارک کر لیں اور تجھکو تو یہ بات حاصل ہے اگر تو اپنی عمر کا
ایک دن تمام دنیا کی عوض اونکے ہاتھ بیچے تو وہ اوسکو بسر اور خوشی خرید لیں بشرطیکہ اونکو قدرت ہو اور
تو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں تلف کر رہا ہے ای کم بخت تجھکو ذرا شرم نہیں اپنے ظاہر
تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کرکے خدای تعالی سے لڑتا ہے
خلق کی تو شرم ہے اور خالق کی نہیں کیا وہ تیرا خلق کی نسبت کچھ بھی کم دیکھتا ہے لوگوں کو تو خیر کی
حکم کرتا ہے اور آپ ایسی ایسی باتوں سے آلودہ ہے اور لوگوں کو خدای تعالی کیطرف بلاتا ہے اور
خود اوس سے بھاگتا ہے اور اونکو اوسکی یاد دلاتا ہے اور خود اوسکو بھولا ہوا ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں
کہ گناہگار پانی سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پانی غیر نجس کو پاک نہیں کرسکتا تو جب تیرا آپ
پاک نہیں تو دوسرے کو پاک کرسکنے کی طمع تجھکو لا اصل ہے ارے کم بخت اگر تو اپنے آپ کو جیسا
چاہیے ویسا پہچانے تو تو گمان کرے کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری نحوست سے ہے
تیرا کیا ہو تو شیطان کا گدھا بنگیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لیے پھرتا ہے اور تیری ہنسی
کرتا ہے اور باوجود اسکے تو اپنے عمل پر شیخی کرتا ہے حالانکہ اوس میں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر اوس سے بالکل
بچا رہے تو کچھ نفع ہو اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے کیا نہیں
دیکھتا کہ شیطان نے خدای تعالی کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں مردود اور راندہ
درگاہ ہوگیا اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خدای تعالی کے تھے مگر ایک خطا کے
باعث جنت میں سے نکالدیے گئے ای کم بخت تو کتنا مغرور ہے اور کتنا جہالت کا پتلا
اور کتنا معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بیخبر ہے ای کم بخت کب تک حیلے حوالے کریگا
اور کب تک عہد کر کرکے توڑیگا کیا اتنی خطاؤں پر بھی دنیا کو آباد کرتا ہے کہ گویا اوس سے سفر نکرے گا

قبر والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا کہ اونہوں نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر اونکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہو گئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت

شعر

خاک اونہوں کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہو	آہ وہ شکلیں پیاری پیاری کیسی جا سوئی ہیں یہان

کیا تجکو اونکے حال سے عبرت نہیں ہوتی کیا تو اونکا حال نہیں دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ آخرت میں وہی بلائے گئے ہیں تو ہمیشہ دنیا ہی میں رہیگا اگر یہ بات ہے تو بہت بیہودہ وہم ہے جب تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے تھوڑے دنوں میں تیرا گھر زمین میں تیری قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہیں کہ جب جان گلے میں اٹکیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترش رو ہو کر آوینگے اور تجھے عذاب سناوینگے تو اوس وقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہوگا یا نہیں اور رونے دھونے سے کیا اثر ہوگا تیرے رونے پر کسیکو رحم آویگا اور تعجب یہ ہے کہ باوجود اسکے تجکو دعویٰ اپنی سمجھ اور دانائی کا ہے کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہو اور عمر کے کم ہونے کا غم نکرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ اے نفس آخرت تجھ سے روگردان ہے اور وہ تیری طرف آتی ہے اور دنیا کی طرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھ سے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے جیسا کہ اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ اونہوں نے جس چیز کی امید کی تھی وہ توقع کی پوری نہوئی کام کل پر رکھا اوس تک نہ پہنچے اور حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت سے باز نہیں آتا اے نفس اوس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ کسی بندہ کو اوس دن امر و نہی کی ہر اوس سے اوسکے عملوں کی باز پرس ضرور کریگا چھوٹا بڑا ظاہر و باطن کچھ بھی نہ چھوڑیگا اب تو سوچ کہ کیا منہ لیکر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کیواسطے تیار رہ جواب باصواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے چھوٹے چھوٹے دن میں لمبے بڑے دنوں کیواسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن میں اور دار البقا اور خانہ طرب و خوشی کے لیے کچھ کرلے پہلے اس سے کہ تو بیمار ہوجائے اور دنیا میں سے باختیار خود نکلے آدمیوں کی طرح نکلنا اوس سے پیشتر کہ اوس میں سے بزور نکالا جائے اور دنیا کی تروتازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اوس سے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اوٹھاتا ہے اور بہت نقصان والونکو اپنے نقصان کی خبر نہیں ہوتی میں خرابی ہے اوس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر اوس پر ہنسے

اور نفسوں کی پیدا اور بیٹھے کپڑے اور کھاوے اور پہنے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں
وہ آگ کی ایندھنوں میں لکھا ہے اے نفس تجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر عبرت سے دیکھے
اور اوسکے لیے سعی مجبوروں کی طرح کرے اور اوسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں
سبقت کرے اور ایسے لوگوں میں مت ہو کہ جسقدر اونکو ملا ہے اوسکا شکر کرنے سے تو نہ ہیں اور بقیہ
عمر میں اور زیادتی کے خواہاں ہیں اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں آتے اور اے نفس یاد رکھ کہ
دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ پس جس شخص کی سواریاں رات دن کی ہوں اوسکو لیے پھرتے ہیں سوار ہے
وہ اوسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ جاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے گھبراتا
ہوتا ہو وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ تو آگ سے خوش ہو یا اس نصیحت پر کان دھر
پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اوسکو ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری سے
دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہ ہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اگر اس سے بھی نہ جاوے تو ملاقات و گفتگو کم کر اور
جو بھی اس سے نہ ہو تو عزیزوں سے سلوک اور یتیموں پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ خدا تعالی نے
تیرے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب ہی چھا گئی
پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اسلیے کہ خدا تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ
اوسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اوسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک شخص سے
وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ میں اگر گنجایش نصیحت سننے کی نہ رہی ہو
تو اپنے نفس سے نا امید ہو اور نا امید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے نا امید تو ہو نہیں سکتا
اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر مسدود ہیں اگر ایسی صورت میں رجا کرے
تو وہ واقع میں رجا نہیں بلکہ مغالطہ کھاتا ہے جس سے نا امیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس
مصیبت میں تو مبتلا ہوا ہے اوسپر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو
آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحر رحمت میں سے ہے اس سے معلوم ہوا
کہ ابھی تجھ میں رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت میں نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور ارحم الراحمین
سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے
تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریادرسی کرے اسلیے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی
اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز کر گئے اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور
وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب بھاگنا اور رستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماوا

سجدہ اور اس حالی سرکار کے کہین نہین اوسکے سامنے گریہ وزاری کر اور ڈھائین مار اور اپنے تضرع مین اتنا خشوع کر جتنا تجھ مین جہالت اور گناہون کی کثرت ہی اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنے والے پر رحم فرمایا کرتا ہی اور طالب شفقت کی فریاد کو پہونچتا ہی اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اوسکی طرف مضطر ہے اور اوسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجھپر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے تدبیرین بند ہو گئین نصیحت نے تجھ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجھکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اوسکی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اوسکی جناب مین یون کہہ

اشعار

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ام
پشیم گناہکار بدو بر خطای خویش
یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است
ور لایق است اگر عقوبت ما بسی کنی
دلہای خستہ را از کرم مرہمی فرست
دلہای دوستان تو خون باشد و زغت
گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش

امید ہست از کرمت عفو با سخا
یا از عنایت کرمت چشم بد عطا
روزیست کہ راز ہا فتد از پردہ برملا
ور با چنانکہ در خور ما فعل ماسزا
الطاف ست اگر کشی قلم عفو بر خطا
اے اکرم الخلائق در تحقیق نتیجہ شفا
بازا کمال لطف تو دل ہست پر رجا
یارا بس ست رحمت و فضل تو متکا
سگانرا کہ روے کنند و بس ہیچ ملتجا

اس امر مین اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہ رحمہ روایت کرتے ہین کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدای تعالی نے جنت سے زمین پر اوتار دیا تو یہان اسطرح رہے کہ آنکھون سے آنسو تھمتے نہ تھے اللہ تعالی نے ساتوین روز اونپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ سے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہین اونپر وحی بھیجی کہ اے آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا کہ الہی میری مصیبت بڑھگئی اور گناہون نے مجھکو گھیر لیا عالم ملکوت مین سے نکالا گیا اور اوس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام مین آیا اور سعادت سے بدبختی مین پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت مین پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا مین مبتلا ہوا اور اوس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اس موت اور نیستی کے گھر مین آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤن خدای تعالی نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا مین نے تجھکو اپنے لیے برگزیدہ نہین کیا تھا اور تجھکو اپنے

گھر میں نہیں اوتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے غصہ سے محفوظ نہیں
دیا تھا کیا تجھکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی روح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور تجھکو
اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میرے عہد کو بھول گیا
اور میرے غصے کا متعرض ہوا قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے
بھر دوں کہ سب تجھ جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو
گنہگاروں کے مقام میں اوتاردونگا پس حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روتے رہے اور
عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے اور گریہ کی حالت میں رات بھر کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ
جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوئے میں وہ ہوں کہ جب ایک گناہ کو چھوڑنے کا
قصد کیا تبھی میرے پیش نظر میری خواہش نفس ہو گئی ہاے عبید تیری خطا پرانی بھی ہنوز باقی
کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو کیا کریگا وای عبید اگر
تیرے لیے تھے دوزخ ہاے عبید الٰہی کہ تو طالب ہوا ہوئے کہ شاید تیری حاجت
پوری ہو اور منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے
مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض
یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس وقت سے گناہ کیا کہ مجھکو تیرا مرتبہ نہیں معلوم تھا یا تیرے
عذاب کے پیش آنے کو کیا یا پاتا تھا یا تیرے دیکھنے کو حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہے کہ
میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظروں میں اچھا کر دیا اور میری بدبختی نے اس بات میں یاری
کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر تھی اس نے مجھکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث
تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچاویگا
اور اگر تو میری رسی منقطع کر دیگا تو میں کس کی حبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو
تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے بوجھ والے لوگوں کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ
والوں کو حکم ہوگا کہ اوتر جاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہو کر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگوں کے ساتھ میں
بھی اوتار دیا جاؤنگا ہاے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اتنے ہی گناہ اور معاصی
بڑھ گئے اب کہاں تک میں توبہ کرونگا اور کب تک انکو دوبارہ کیا جاؤنگا کیا وہ وقت نہیں
آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں غرضکہ لوگوں کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اسی طرح
تھا اور وہ اپنے نفس ان کو خطاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضا طلبی الٰہی کی

کہا یا رسول اللہ شیطان اون لوگون سے کدھر رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ اونکو معلوم بھی نہین کہ شیطان پیدا
ہوا ہے یا نہین اونھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہین جانتے کہ
آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے ہین کہ نہین۔ اور عطا رحمہ سے منقول ہے کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر
حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ
کہ تم ہمارے پاس نہین آتے اونھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زر غبا
تزدد حبا پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہمسے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو
بیان فرمائیے حضرت عائشہ رض رو پڑین اور فرمایا کہ اونکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے
پاس آئے اور مجھے ساتھ لیٹے پھر فرمایا کہ مجھکو چھوڑو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اوٹھکر
ایک مشک مین سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوئے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی پھر
سجدے مین روئے یہان تک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہان تک کہ بلال نماز صبح کی
اطلاع کیواسطے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدای تعالی نے
معاف فرمادیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ رووُن اے بلال آج رات مجھپر یہ
آیت اوتری ہے اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ
لِأُولِي الْأَلْبَابِ پھر فرمایا کہ خرابی ہے اوسکی جو اوسکو پڑھے اور اوسمین فکر نکرے حضرت
اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات مین کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ اونکو پڑھکر سمجھا جاوے
اور محمد بن واسع رح سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابو ذر رض کی ماں کے پاس
بعد اونکی وفات کے گیا اور اونکی ماں سے اونکی عبادت کا حال پوچھا اونھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے
کونے مین فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری
سے بہتر ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہے جسمین آدمی کی نیکیان اور برائیان معلوم
ہوا کرتی ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا
مغز ہے۔ اور سفیان بن عیینہ رح اکثر مثال مین ایک شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے

فکر ہو گر میسر انسان کو | اوسکو ہر ایک شئ مین عبرت ہو

اور طاؤس رح سے مروی ہے کہ حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ
یا روح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہاری برابر ہے یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان جس شخص کی
گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میری ہی مثل ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکا کلام

حکمت نہو وہ لغو ہے اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہے اور اس آیت کی
تفسیر میں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اونکا یہ قول ہے کہ اسکے
معنی ہیں کہ اونکے دلوں کو اپنے معاملہ میں فکر کرنے سے روک دونگا - اور حضرت ابو سعید خدری رضی
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ
لوگوں نے عرض کیا کہ عبادت سے اونکا بہرہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ قرآن مجید میں نظر کرنا اور اوس میں
فکر کرنا اور اوسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی - اور ایک عورت کا قول ہے جو جنگل میں مکہ معظمہ
کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیوں کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی خیر جو کچھ پردوں میں اونکے لیے
حجب غیب میں جمع ہے تو دنیا میں نہ اونکا عیش کبھی صاف ہوتا نہ آنکھ کو دنیا میں خنکی اور قرار ہو
اور لقمان رحمہ اکیلے بہت بیٹھا کرتے اونکا آقا اونکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا بیٹھے ہو
اگر لوگوں کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا بیٹھنے سے فکر خوب ہوتا ہے
اور بہت فکر جنت کا راہبر ہے - اور وہب بن منبہ رحمہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا فکر زیادہ ہوتا ہے
وہ جان جاتا ہے اور جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
کی نعمتوں میں فکر کرنا بہترین عبادت ہے - اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رضہ نے سہل بن علی کو
خاموش و متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہاں پہونچ گئے اونہوں نے فرمایا کہ پل صراط پر - اور حضرت بشر رحمہ
فرماتے ہیں کہ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نکریں - اور حضرت
ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ دو رکعتیں متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گذاری سے بہتر ہیں
جسمیں دل حاضر نہو - اور ابو شریح چلے جاتے تھے راستہ میں بیٹھ گئے اور اپنی چادر منہ پر لپیٹ کر رونے لگے
لوگوں نے اونسے سبب رونے کا پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے
کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کا مجھے فکر ہوا تھا - اور ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کو
رونیکا عادی کرو اور دلونکو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ دنیا کے باب میں فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہے
اور اہل ولایت کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مورث حکمت ہے اور دلوں کو زندہ کرتا
اور حاتم رحمہ کہتے ہیں کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف -
اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ خیر کا فکر کرنا اوسکے عمل میں لانیکا مقتضی ہوتا ہے - اور
شر پر ندامت کرنی اوسکے ترک کی مقتضی ہے - اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب
آسمانی میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہیں کرتا ہوں بلکہ اوسکے قصد اور

خواہش کو دیکھتا ہون جب یہ دونون میرے واسطے ہوتے ہین تو مین اوسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون اور اوسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہین اور فکر سے ذکر کے یہان تک کہ اونکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت بولنے لگتے ہین - اور اسحاق بن خلف رح فرماتے ہین کہ داؤد طائی رح چاندنی رات مین ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کیطرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک کہ ایک ہمسایہ کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر اونکو چور خیال کرکے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار رکھدی اور پوچھا کہ آپکو چھت پر سے کسنے گرا دیا اونھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ سب سے اعلی اور اشرف مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ ہے جسکو خدا تعالی نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعی رح فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رای مین پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل و فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کرلینا چاہیے اور اچانک کام کرنے سے پیشتر سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے - اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ فضیلتین چار ہین اول حکمت ہے اسکا مادہ فکر ہے دوم عفت ہے اسکا اعتدال شہوت مین ہے تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہے چوتھی عدل اوسکے راستے قوای نفس کے اعتدال مین ہے - یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے اونمین سے اوسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہوسکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اوسکے ثمرے کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ اونسے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اوسکی یہ ہے کہ جو شخص دنیا کیطرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسیطرح یہ معلوم ہو جاوے کہ دنیا کی نسبت آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اوسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی مان لے اور اوسکو سچا جانے بدون اسکے کہ

حقیقت امر سے کچھ بصیرت کارگر ہوئی ہو اور صرف اوسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل
آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہے
کہ اول یہ جانے کہ جو شی پایدار ہو اوسکو اختیار کرنا بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پایدار ہے اور ان دونون
معرفتون سے اوسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس
تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دل مین دونون پہلی معرفتون کا
موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہے
انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی معنون پر بولے
جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معانی جدا جدا ہین گو اصل مین ایک ہی ہے جیسے کہ صارم
اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو
اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہے اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ ہند کی
طرف منسوب ہے اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر زائد اس سے نہین سمجھا جاتا اسیطرح
دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کی طرف
عبور کر سکتے ہین اور اگر عبور نہوا ہو اور صرف دونون معرفتون ہی پر آگاہی ہوئی ہو تو اوسکو
تذکر کہتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اسمین تلاش
تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہو اوسکو ناظر نہ کہینگے اس سے معلوم ہوا
کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہی کہ دل پر
معارف مکرر آکر جم جاوین اور اوسمین سے محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت
نتھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہے تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک
خاص ترکیب سے ملتے ہین تو اونسے اور معرفت نکلتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے
اور جب نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری معرفت سے ملتی ہے اس سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے اسیطرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور
علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتا جاتا ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو
موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے اور یہ طریق اوسکو حاصل ہوتا ہے جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو
اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلیے کہ اونکے پاس راس المال ہی نہین
یعنی وہ علوم اور معارف جنسے اور معارف پیدا ہوتے ہین اونکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس
سرمایہ نہو تو وہ نفع پیدا نہین کرتا اور بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت نہین جانتا

اسلیے کچھ فائدہ نہین پاتا اسیطرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف سچے ہین پر اس ایصال ترتیب سے بے بہرہ
ہے کہ اوسکو اونکا اچھی طرح کام مین لانا اور ایسی طرح ملانا نہین آتا جس سے اونتیجہ حاصل ہو اور طریق
استعمال کبھی تو دلمین نور الہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا
اور یہ بات بہت کمیاب ہے اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے اور یہی اکثر ہے
پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ حاصل ہوتا ہے مگر اوسکو اوسکے حاصل ہونے کی کیفیت
معلوم نہین ہوتی اور نہ اوسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے اسوجہ سے کہ عبارت بیان کرنے کے فن کی مہارت نہین رکھتا
مثلاً بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہوتا ہے لیکن اگر
سبب اس معرفت کا اونسے پوچھا جائے تو پھر کچھ بیان نکرسکیگا کہ یہ معرفت کہان سے اوسکو ہوئی
حالانکہ بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اوسکو حاصل نہین ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ
تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس غرض سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہون اور فکر کا ثمرہ
علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہوسکتے ہین مگر اوسکا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہین
ہان جسوقت دلمین علم حاصل ہوجاتا تو دل کا حال بدلجاتا ہے اور جب اوسکا حال بدلتا ہے تو جوارح کے اعمال
بھی بدلجاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہے اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا
کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدا ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر
بہ نسبت ذکر کے بہتر ہے اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور عمل قلب کا ذکر
اعضاے ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اوسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہے اس سے
ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز کی
عبادت سے بہتر ہے پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہے جو بری چیزون سے محبوب اشیا کیطرف
منتقل ہوتا ہے اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کیطرف انتقال کرتا ہے اور بعضون نے کہا ہے
کہ حال وہ ہے کہ مشاہدہ اور تقوی پیدا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے لعلهم یتقون
او یحدث لهم ذکرا اور اگر تمکو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو
اوسکی مثال وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اوسمین فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا
اختیار کرنا بہتر ہے جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقیناً جم جاتی ہے تو دل آخرت کیطرف رغبت
کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کیطرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال
پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سردست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اوسیکی طرف مائل تھا اور

آخرت سے تنفر اور اوسکی رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال اور ہو گیا اور اوسکا ارادہ اور رغبت
بدل گئی اور تغیر ارادہ کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور سے اور ہو گئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ
اعمال آخرت ہوئے غرضکہ یہاں پانچ درجے ہیں اول تذکر یعنی دل میں دونوں معرفتوں کا حاضر کرنا
دوم تفکر یعنی دونوں معرفتوں سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا
اور دل کا اوس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدل جانا
پانچویں جسطرح دل کا حال بدلتا جاتا ہے اوسیطرح اعضاء ظاہری بھی دل کی خدمت کرتے ہیں جسطرح کہ
پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اوس سے جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہے
اور پہلے سے نہیں سوجھتا تھا اور اعضا عمل کیلیے آمادہ ہو جاتے ہیں اسیطرح نور معرفت فکر سے
پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونوں معرفتوں کو جمع کرکے اونمیں ایک تالیف خاص دیتا ہے جس سے نور معرفت
چمکتا ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور اونمیں ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے
پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدلتا ہے اور جس چیز کیطرف پہلے مائل نہ تھا اوسکی طرف مائل
ہوتا ہے جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلتا ہے اور جو چیز پہلے نہیں دیکھتی تھی وہ اب
دیکھنے لگتی ہے پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہیں جیسے اندھیرے
کے سبب جو شخص کام نکرسکتا تھا روشنی ہونے سے کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ
فکر کا علوم اور احوال ہیں اور انتہا کہ علوم بھی بیشمار ہیں اور جو احوال کہ دل پر اونکی تبدیلی ممکن ہیں
اونکی بھی کچھ حد نہیں اسلیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخوں کو شمار کرے اور اوسکے چلنے کی
جگہ اور ثمرات کو شمار کرے تو کبھی نہ ہوسکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہیں اور ثمرات بے انتہا ہیں
مگر ہم اس باب میں کوشش کرتے ہیں کہ فکر کی راہیں جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہیں اونکا اور
احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہیں ضبط کریں تو اسطرح ضبط کرنا ایک
مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اوسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کیجائے اور یہ سب باب اس
کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہیں کیونکہ اونمیں وہ علوم ہیں جو افکار مخصوص سے حاصل ہوتے ہیں
تو اس حساب سے بہت طول ہو جاویگا اس نظر سے ہم بطریق اشارہ اجمالی بیان کرتے ہیں تاکہ
فکر کی راہیں مجمل معلوم ہو جاویں۔

تیسرا بیان فکر کی راہوں کے ذکر میں واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہے
اور کبھی غیر دین میں اور ہمکو یہاں غرض اوس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسکے سوا

قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خدای تعالی اور بندہ کے
درمیان ہوا ہے بلکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو بندہ اور اوسکے صفات اور احوال سے متعلق ہوگا
سمجھو اور اوسکے صفات اور افعال سے۔ اور جو فکر بندہ سے متعلق ہے اوسکی دو قسمیں ہیں یا
تو بندے کے اون احوال پر غور ہو جو خدای تعالی کے نزدیک محبوب ہوں یا ایسے ہوں جو مکروہ
ہوں اور ان دونوں قسموں کے سوا اور کسی چیز میں فکر کی حاجت نہیں ہے۔ اور جو فکر متعلق خدای تعالی
سے ہے وہ یا اوسکی ذات اور صفات اور اسماء حسنی میں ہوگا یا اوسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور
تمام آسمانوں اور زمینوں اور انکے درمیان کی چیزوں میں اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام میں ایک
مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہیں اور اوسکے دیدار کے مشتاق اونکا حال
عاشقوں کے حال کے مشابہ ہے اسلیے ہم عاشق ہی کو بطور مثال کے لیتے ہیں کہ جو عاشق
ہوتے ہیں اپنے عشق میں ڈوبا ہوا ہو اوسکا فکر دو باتوں سے تجاوز نہ کریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے
نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اوسکے جمال اور کمال ذاتی میں فکر کریگا تاکہ اوسمیں فکر
کرنے اور مشاہدہ سے لذت حاصل کرے اور یا اوسکے افعال لطیفہ عمدہ میں فکر کریگا جن سے
اوسکے اخلاق و صفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے لذت دوچند اور محبت دوبالا ہو اور
اگر اپنے نفس میں فکر کریگا تو یا اپنے ایسے صفات میں کریگا جن سے محبوب کی نظر میں گر جاوے اس
غرض سے کہ اون سے اجتناب کرے یا ایسے صفات میں کریگا جو اوسکو محبوب کے نزدیک کریں اور محبوب
اور اوسکی محبت کا اپنے ساتھ ہونا تاکہ اون صفات سے متصف ہو۔ اور اگر ان امور کے سوا کسی اور
چیز میں فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہی اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا
وہ ہے جس میں کہ عاشق ڈوبا ہے اور اوسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اوسمیں
نہ چھوڑے اور عاشق خدای تعالی کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اوسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نکرے
اور جب تک اوسکا فکر ان چاروں قسموں میں منحصر رہیگا تب تک وہ مقتضا محبت سے ہرگز
خارج نہوگا اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہیں یعنی فکر کرنا اپنے نفس کے صفات و افعال
میں تاکہ اون میں سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے کہ یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم
معاملات سے ہے جو اس کتاب میں مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے۔ پھر جو افعال
و صفات کہ خدای تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اونکی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری جیسے کہ طاعات
اور معاصی ظاہرہ اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور اونکی تفصیل

تو پہر فکر اونکے سننے سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت کونسی کہی سے ہے یا جب کوئی دوسرا شخص
سامنے کہے تو اوسکو منع کرنے سے ہے اور پیٹ کے باب مین فکر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
کہانے مین اور پینے مین کرتا ہے اسطرح کہ حلال رزق سے بہت سا کہا جاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے
اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتیار ہے یا مال حرام اور مشتبہ سے تو یہ فکر کرے کہ میری غذا اور لباس اور
مسکن اور وجہ معیشت کہان سے ہے اور حلال رزق کی آمد کی صورتین سوچے اور یہ فکر کرے کہ اوسمین
مجھے کسطرح ملے کونسا حیلہ حلال رزق کا ہے اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے
ذہن نشین کرے کہ حرام غذا کے ساتھ ساری عبادتین بیکار ہین اور رزق حلال عبادات کی اصل ہے
اور اللہ تعالیٰ اوس بندے کی نماز نہین قبول کرتا جسکے کپڑے مین ایک درم حرام کا لگا ہو جیسا کہ حدیث
شریف مین وارد ہے علی ہذا القیاس اپنے سب اعضا مین فکر کرے ہمکو سب کے کہنے کی ضرورت نہین اسقدر
کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقفی اور پیدا ہو جاویگا تو تمام دن نگران ہو گا
اور اعضا کو سب ان خرابیون سے بچاویگا۔ دوسری قسم طاعات ہین تو اول فرائض جو اوسکے ذمے
فرض ہین اونکو دیکھے کہ اونکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہین اور پھر اونکے نقصان کو نوافل سے
پورا کرتا ہے کہ نہین۔ پھر ہر ہر عضو کے باب مین فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہین وہ اوس
سے ہو سکتے ہین مثلاً کہے کہ آنکہ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہے کہ اسرار آسمان و زمین کو بنظر عبرت
دیکھے تاکہ طاعت الٰہی مین لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف دیکھنے کے لیے ہو اور مین قادر
ہون کہ ان دونون چیزون کو دیکہا کرون آنکہ کو مشغول طاعت الٰہی کرون تو کیون نہین کرتا اور یہ بھی
ممکن ہو سکتا ہے کہ فلان شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھا کرون اوسکے دل کو مسرور کرون اور فلان
بدکار کو بنظر حقارت دیکہا کرون اوسکو نافرمانی سے روک دون تو کیا وجہ کہ مین یہ امور نہین کرتا اسیطرح
کان کے باب مین کہے کہ مین مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہون یا حکمت اور علم اور قرأت اور ذکر
کے سننے پر قادر ہون پہر کان کو بیکار کیون رکھتا ہون خداے تعالیٰ نے تو مجھکو اسلیے حوالہ کیا ہے کہ
مین اوسمین اوسکی نعمتون کا شکر کرون پہر اوسکی نعمت کی ناشکری کرنی اور اوسکو ضائع اور بیکار
رکھنے کی کیا وجہ ہو اسیطرح زبان مین فکر کرے کہ مین زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالیٰ کا
تقرب کر سکتا ہون اور نیکبختون کے دل مین محبوب ہو سکتا ہون اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے
کوئی عمدہ بات کہون تو اوسکے دل پر سرور لا سکتا ہون اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہون اسیطرح
عمدہ کلمات کہہ سکتا ہون جنمین سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہے تو پہر اس نعمت سے اپنے زبان کو کیون

۳۵ حدیث [illegible] کذا فی [illegible]

محروم رکھتا ہون اسیطرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہون اسوجہ سے
کہ مجھے اوسکی حاجت نہین اور اگر آیندہ حاجت بھی ہوگی تو خداے تعالی اور عنایت کریگا اور
بالفعل اگر حاجت بھی ہے تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجھکو ضرورت ہے کہ وہ شخص
اس چیز کا مجھسے حاجتمند زیادہ ہے پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون
اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کی آلات و اسباب مین جنسے کہ خداے تعالی کی اطاعت پر
قادر ہو سکتا ہے پس فکر و تدقیق کرے کہ جو جو طاعتین انسے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر وہ باتین
سوچے جنسے ان طاعات کیطرف اپنے آپ کو رغبت ہو پھر اونمین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس
کے عمل جائز و پاکیزہ ہووے تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہین جنکا محل دل ہے اونکا ذکر جلد سوم مین ہمنے
بیان کیا ہے اونکی بابت غیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا
اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور پسندیدہ دل
ان صفات کا جو پاک ہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل انسے پاک ہے تو اوسکے امتحان کی کیفیت
اور علامات سے نفس کی درستی صحت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہے اور وعدہ کے
خلاف کرتا ہے مثلاً اگر نفس تواضع کا دعوی کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایک
بوجھ لکڑیون کا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاے تاکہ اوسکی دعوی معلوم ہو اکابر سلف اسیطرح اپنے
نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم کا دعوی کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمین دوسرے کو
غصہ آئے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسیطرح تمام صفات مین فکر کرنا چاہیے اور یہ فکر
اس باب مین ہے کہ مین ان صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے علامات ہین جو ہم جلد
ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ مین موجود ہے تو اون
اسباب کا فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکا منشا جہالت
اور غفلت اور خبث باطن سے ہے مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور سمجھے کہ
میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادے سے ہوا ہے اور یہ سب چیزین نہ میری ہین
نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خداے تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اوسی نے مجھپر ان چیزون کا انعام
فرمایا ہے کہ مجھکو پیدا کیا اور میرے ہاتھ پاؤن اور قدرت اور ارادہ کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے
اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کرون میرے نفس کو خود تو تمام بذات خود
میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیون

برا سمجھتا ہے بڑا تو وہ ہے جو خدای تعالی کے نزدیک برا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہوگی کہ کن
اوسکے نزدیک برا ہے ظاہر کا تو حال یہ ہے کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے ہیں اور مرنے کے وقت
خدای تعالی کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر مرتے ہیں اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت
خاتمے کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہیں پس جب کبر مہلک ہے اور اوسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ
اسکے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے والوں کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس میں
کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہے اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت
جماع میں کمال ہوتا تو یہ خدای تعالی کے صفات اور فرشتوں کے صفات میں داخل ہوتے جیسے علم
و قدرت داخل ہیں اور چونکہ بہائم ہی ان صفات سے موصوف ہوئے ہیں تو اگر حرص زیادہ غالب
ہوگی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتوں سے دور تر ہوگا اسی طرح غضب کے باب میں اپنے نفس سے
تقریر کرے اور اوسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتیں ہم ہر ایک صفت کے بیان میں لکھ چکے ہیں
جسکو طریق فکر کی وسعت منظور ہو وہ ضرور ان سب بابوں کو دیکھ لے چنانچہ ہم نے ان صفات کا حال
لکھا ہے چوتھی قسم نجات دینے والی چیزیں ہیں یعنی توبہ اور گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر
شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا میں زہد کرنا اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی تعظیم
اور اوسکے افعال پر راضی ہونا اور اوسکا شوق کرنا اور اوسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا چنانچہ ہم نے
اس جلد چہارم میں لکھا ہے اور ہر ایک کے اسباب و علامات ذکر کیے ہیں پس بندے کو ہر روز فکر
کرنا چاہیے کہ ان اوصاف میں سے جو اللہ تعالی کی طرف نزدیک کرتے ہیں مجھکو کون سے کی حاجت ہے
جب کسیکی طرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہیں یہ بدون علوم کے حاصل نہیں ہوتے
اور علوم فکروں کے ثمرات ہوتے ہیں پس جبکہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال
حاصل کرے تو اول اپنے گناہوں کو تلاش کرے اور اونکو سوچے اور نفس پر سب اکٹھے کرے
اور دل میں اونکو بہت بڑی جانے پھر اوس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت میں اون گناہوں کے
باب میں وارد ہیں اور پھر اپنے جی میں ٹھان لے کہ میں خدای تعالی کے غضب کا کام کر رہا ہوں اس
تدبیر سے اوسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے اوبھرے تو اللہ تعالی
کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اس بات کو غور کرے کہ اوسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ
ڈال رکھا ہے اور گناہوں پر فضیحت نہیں فرماتا اس امر کا بیان تفصیلوار اسباب الشکر میں ہم لکھ آئے ہیں
وہاں مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خدای تعالی کے جلال

اور جمال اور عظمت اور کبریا میں فکر کرے یعنی اوسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر
اوسکا جلال و جمال غور کرے اور اوسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم میں فکر کی ذکر کیا جاویگا اور
جب حالت خوف پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور
اوسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال و قبر کا عذاب اور اوسکے سانپ بچھو کیڑے مکوڑے
کے کاٹنے پر سکا رکا خوف پھر محشر کا ہول جسوقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہوگی پھر حساب کا کھٹکا
اور مناقشہ کی باز پرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اوسپر گذرنے میں یہ اندیشہ کہ اگر بائین
پھسل گیا تو دوزخ والوں میں سے ہوگا اور دہنے طرف کو گیا تو جنت والوں میں سے ہوگا۔ اور
اور اس میں اوتارا جائیگا پھر جو احوال قیامت کے بعد ہیں اپنے دل میں دوزخ اور اوسکے طبقات اور گرز
اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سینہ زور اور طرح طرح کے عذاب اور اوسکے فرشتوں کی بُری
صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گنہگارونکی جلدین پکا دینگے دوسری کھالین بدل دینگے
اور وہ اگر دوزخ میں سے نکلنا چاہینگے تو پھر اوسمین گرا دیے جاوینگے اور جب اوسکو دور سے دیکھینگے
تو اوسکی کھدکھداہٹ اور چیخ سنینگے اسیطرح جتنی باتین کہ کلام مجید میں دوزخ کے بیان میں ہیں اون سب کو
پیش نظر کرے اور جب حالت رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اوسکی لذت اور درخت اور نہرین اور
حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے۔ غرضکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم
مطلوب ہوتے ہین کہ اونسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اوسکا طریق یہی
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے اون احوال میں سے ہر ایک حال میں ایک باب علیحدہ لکھا ہے جس سے
تفصیل فکر پیدا ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سب کے پائے جانیکی کوئی
کلام مجید کی تلاوت کی برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہے
اور اوسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اوسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا
اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات
مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اوسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اوسکی
مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور
فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے
سوچنے میں توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین
کہ جنکی شمار نہین اور جب تک صاف دل سے فکر دقیق نکیا جاوے اور معاملہ درست نہووے تب تک

وہ معلوم بھی نہیں ہوتے اسیطرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپکو کلمات
جامع عنایت ہوئے ہیں ہر لفظ آپکے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر عالم اونکو جیسا چاہئیے ویسی طرح
سمجھے تو کبھی عمر بھر اوسکا غور پورا نہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول کھینچتی ہے مثلاً
اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہیں اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ
فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ
مَجْزِیٌّ بِہٖ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتوں پر جامع ہیں تامل کرنے والوں کو عمر بھر
سوچنے کو کافی ہیں اسلیے کہ اگر اسکے معنوں پر واقف ہوں اور اونکے دلپر یقین کیطرح غالب ہو جاویں
تو دنیا پر چھا جاوینگے اور پھر اونکو اتنا نہ چھوڑینگے کہ دنیا کیطرف ذرا بھی التفات کریں یہ طریق ہے علوم معاملہ
میں فکر کرنے کا اور بندے کے صفات میں اس لحاظ سے کہ وہ خداے تعالی کے نزدیک محبوب ہیں
یا مذموم بندے کو چاہیے کہ ان فکروں میں ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دلکو اخلاق محمودہ اور مقامات
شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور میں
غور کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہیں بلکہ جو ان فکروں میں مشغول ہے وہ
صدیقوں کے سلسلے سے محجوب ہے اونکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداے تعالی کے جلال و جمال میں فکر کرنے میں
لذت پاویں اور دل ایسی طرح اسمیں ڈوبے کہ اپنے نفس اور حالات و مقامات اور صفات سب کو بھول جاوے
صرف محبوب حقیقی ہی میں اونکی نیت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے
کہ اوسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی حیران سا ہو جاتا ہے اور
یہ کمال درجے کی لذت عاشقوں کی ہے اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تاکہ قرب اور
وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی صلاح ہی میں تلف کی تو پھر قرب کے لذت
کسطرح پاویگا اسیطرح حضرت خواص رح جنگلوں میں پھرا کرتے اونسے حسین بن منصور رح ملے اور پوچھا
کہ تم کس حال میں ہو اونھوں نے کہا کہ میں جنگلوں میں پھرتا ہوں تاکہ اپنا حال توکل میں اچھا کروں حضرت
حسین بن منصور نے فرمایا کہ عمر تو آپنے اپنے باطن کی درستی میں صرف کردی فنا در توحید کو کسوقت
ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق میں فنا ہونا طالبوں کا عمدہ مطلب و صدیقین کے انتہا درجے کی
لذت ہے اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح میں عدت سے نکلنا اور منجیات
صفتوں اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہی جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ
دھووے اور بالوں میں کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت

تمام عمر جسم کی صفائی اور ستھرائی میں ہی ضائع کرے تو خداوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسیطرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کے اہل ہوا اور اگر شریر غلام کیطرح ہو کہ بدون مار کے
خوف کے اور اجرت کی طمع کے نہیں ہلا کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے سہنے دو کہ وہ اوسکے
کہ تمہارے درمیان میں اور تمہارے دل میں پڑا کہ رہا پردہ ہے اعمال سے البتہ یہ ہوگا کہ اگر اچھی طرح
ادا کروگے تو اہل جنت میں ہوگے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہیں۔ شعر

موسیا آداب دانان دیگر اند | سوختہ جانان و روانان دیگر اند

اور جب علوم معاملہ میں جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب اسکو
صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خدای تعالی سے
دور کرتے ہیں اور ان احوال سے جو اوسکی طرف نزدیک کرتے ہیں غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو
چاہیے کہ اپنے پاس ایک پرچہ رکھے کہ اوسمیں سب صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات
لکھے ہوں اور ہر روز اوسے اپنے نفس کی پڑتال کیا کرے مہلکات میں سے اوسکو دس چیزوں میں نظر
کرنا کافی ہے کہ اگر اونسے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہیں بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور
حسد اور شدت غضب اور حرص طعام اور کثرت شہوت اور محبت مال اور محبت جاہ اور منجیات سے بھی
دس کافی ہیں گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتوں پر شکر کرنا اور خوف
و رجا کا معتدل رہنا اور دنیا میں زہد کرنا اور اعمال میں اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خلقی سے پیش آنا
اور محبت اللہ تعالی کی اور اوسکے سامنے خشوع کرنا تو یہ سب بیس باتیں ہوئیں جنمیں سے دس بری
ہیں اور دس اچھی پس ایک بات میں فکر کرنا شروع کرے جب تک ایک بری بات جاتی رہے تو اوس سے فارغ
ہیں اوس صفت پر خط کھینچ دے اور اوسکے باب میں فکر نکرے اور خدای تعالی کا شکر کرے کہ ایک سے
تو نجات دی اور دل کو اوس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خدای تعالی کی توفیق اور مدد سے ہوئی
ورنہ وہ اگر ہمکو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی سی بری صفت بھی ہم سے دور نہو سکتی غرضکہ
ایک ایک کو اسیطرح لیتا جاوے اور جب وہ دور ہوتی جاوے تو باقی میں اوسپر قلم مارتا جاوے یہانتک
کہ دسوں بری صفتیں تمام ہوجاویں اسیطرح نفس سے پھر اس بات کا خواہاں ہو کہ صفات منجیات کیساتھ
موصوف ہو پس جب منجیات میں سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلاً توبہ اور ندامت کی صفت اوسمیں
آجاوے تو اوسپر خط کر دے اور باقی صفات میں مشغول ہوتا کہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ
طریق ایسے شخص کے لیے ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا میں شمار ہوتے ہیں اونمیں سے اکثر کو

چاہیئے کہ وہ اپنے دفترون مین ظاہری گناہ بھی لکھین جیسے شبہہ کا کھانا اور غیبت اور چغلی پر زبان
کھولنی اور خوشامد کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنون کی عداوت مین مبالغہ کرنا اور دوستون کی دوستی مین
افراط کرنا اور خلق کی منہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو
نیکبخت شمار کیے جاتے ہین اونمین یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہین اور جب تک اعضاء ظاہری گناہون
پاک نہین ہوتے دل کی آبادی مین مشغول ہونا اور اوسکو صاف کرنا ممکن نہین بلکہ آدمیون کے ہر ایک
فریق پر ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہے پس چاہیئے کہ وہ لوگ اوسکے درپے ہون اور اوسکی تدبیر کرین
اپنے گناہون مین فکر کرین جیسے کہ وہ گنہگار پرہیزگار ہون مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہے
اور شہرت اور آوازہ کا خواہان ہوتا ہے خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص ایسا ہو اسکے درپے ہوتا ہے
وہ ایسے فتنے مین پڑتا ہے کہ اوس سے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین نجات پاتا یعنی اگر اوسکا کلام مقبول
ہوتا ہے اور دلون مین خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم کو عجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی
نہین ہوتا اور یہ سب باتین مہلک ہین اور اگر کوئی اوسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور غیرت اور کینے سے
خالی نہین ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اوسکا اوسپر چندان غصہ نہین آتا
اپنے کلام نہ ماننے پر زیادہ آتا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان اوسکو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا
غصہ اسلیے ہے کہ اوس نے حق بات کو نہ مانا اور اوسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور دوسرے
عالم کے کلام نہ ماننے پر یکسان خفا ہوتا ہے تو خیر ورنہ ظاہر ہے کہ یہ غلطی مین پڑا ہوا اور شیطان کا
بنایا ہوا ہوگا۔ پھر جب کہ لوگون کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہے اور اونکی تعریف کرنے سے
پھولتا ہے اور اونکے نہ ماننے اور رد کردینے کو برا جانتا ہے تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظون کی
خوبصورتی سے ادا کرنے مین بھی کرنے لگتا ہے اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ
تکلف خداے تعالی کو پسند نہین اور شیطان یہان بھی اسکو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو جو الفاظ کو
اچھی طرح ادا کرتا ہے تو تیری غرض یہ ہے کہ حق بات پھیلے اور دل مین خوب جگہ کرے اور اس سے صرف
بلند کرنا دین الہی کا ہے تو اس صورت مین اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالمون کے الفاظ کی
نسبت کر زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہے اور طالب جاہ کا حریص گو خود گمان کرے کہ میری
غرض دین ہے اور جب اوسکے دل مین صفات [illegible] پیدا کرتی ہین تو اوسکا اثر ظاہر مین بھی
ہو جایا کرتا ہے یہان تک کہ اگر کوئی اوسکی تعظیم کرے یا اوسکے فضل کا معتقد ہوا اور دوسرا شخص
کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آو بھگت کیا کرتا ہے بنسبت دوسرے کے معتقد کے

کو دوسرا عالم اسکی نسبت کہ اعتقاد کا لائق تر ہو اور اکثر اہل علم میں غیرت کی نوبت یہاں تک
ہو جاتی ہے کہ عورتوں کیطرح غیرت کرنے لگتے ہیں اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے
تو اوسپر نہایت شاق ہوتا ہے ہرچند یہ جانتا ہے کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہے
اور دین کی باتیں سیکھتا ہے اور ان سب امور کا منشا وہی صفات مہلکہ ہیں جو دل کے اندر مخفی ہیں اور
عالم براہ مغالطہ جانتا ہے کہ میں انسے بچا ہوا ہوں اور وہ ان علامات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتی ہیں
غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا بادشاہ ہی یا بالکل تباہ عوام کیطرح بچ جانیکی طمع اوسکو نہیں تو چاہیے
عالم اپنے نفس پر ان صفات کو معلوم کرے اور اوسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب واجب ہے
اور سوالات میں فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہ رضی میں مسجد شریف میں بہت سے صحابہ
رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا
تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجھکو بچا دیتا تو خوب تھا اور غفلت کیوقت آدمیوں کے شیطانوں سے
ڈرنا چاہیے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ تم گوشہ نشینی اختیار کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم
خلق میں سے جاتے رہینگے اوسکا جواب یوں دینا چاہیے کہ دین اسلام میں میری کچھ حاجت نہیں وہ
پیشتر بھی معمور تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے مرنے سے دین کے ارکان گر نہیں جاوینگے
اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہیں لیکن میرا یہ حال ہے کہ اپنے دل کی اصلاح سے میں بے پروا نہیں ہو سکتا
اور یہ کہنا کہ میرے بیٹھے رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہے کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہے اسلیے
کہ اگر لوگوں کو بالفرض قیدخانے میں بند کرکے بیڑیاں ڈالدی جاویں اور کہدیا جاوے کہ اگر علم طلب
کروگے تو آگ میں جلا دیے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت انکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ بیڑیاں
توڑکر اور دیواریں گرا کر نکل بھاگیں اور علم تحصیل کریں پس جب تک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت
دلاتا رہیگا علم کسیطرح نہیں جاسکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نکریگا
تو جبھی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگوں کے باعث پھیلینگے کہ انکو آخرت میں کچھ
نہ ملیگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَاخَلَاقَ لَهُمْ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس عالم کو نہیں چاہیے کہ ایسے فریبوں سے دھوکا
کھاکر خلق سے ملنے میں مشغول ہو اور اپنے دل میں جاہ دنیا کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا تخم ہے
حدیث شریف میں ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا ذِئْبَانِ ضَارِیَانِ اُرْسِلَا فِیْ زَرِیْبَةِ غَنَمٍ بِاَکْثَرَ فَسَادًا فِیْهَا مِنْ

باب العلم جلد اول میں گذر چکی ۱۲

دو بھیڑیے بھوکے اگر بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جاویں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا جاہ و مال کی محبت آدمی کے دین میں کرتی ہے ۱۲

یہ حدیث پہلے گذر چکی ۱۲

مشغلہا وَالمَالَ فِي دِينِ المَرْءِ المُسْلِم اور محبت جاہ کے دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگوں سے گریز کرنے
اور جن باتوں سے اونکے دلوں میں جاہ بڑھتا ہے اونکو چھوڑنے کے نہیں اوکھڑتی تو عالم کو اپنے
دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر انسے نجات کی کیا ہے اور یہ فکر عالم
متقی کے لیے ہے اور ہم جیسوں کو تو فکر اون باتوں کا چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی
ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگوں کو بزرگان سلف دیکھیں تو قطعاً کہیں کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہیں
اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہیں جیسے جنت دوزخ پر اعتقاد رکھنے والوں کے ہوا کرتے ہیں کیونکہ جو
کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اوس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اوسکو طلب کیا کرتا ہے
اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہے حالانکہ
ہم اونمیں ڈوبے رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اونمیں
بھی ہم قاصر ہیں بلکہ فرائض ہی اچھی طرح نہیں ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حرص میں
ہماری اقتدا کریں اور یہ کہیں کہ اگر حرص دنیا بری ہوتی تو علما ہماری نسبت کر اوس سے بہت زیادہ گریز کرتے
پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کیطرح ہوتے اور جب ہم مرجاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مرجاتے اب تو
اگر سوچتے ہیں تو جس فتنے کے ہم سامنے ہوئے ہیں وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں
کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسروں کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی
توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہمپر انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کے فکروں کے طریق علوم معاملہ
میں یہ تھے جب وہ اونسے فارغ ہوتے ہیں تو اونکا التفات اونکے نفسوں سے اوٹھ جاتا ہے
اور ان فکروں سے ترقی کرکے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اوسکے مشاہدہ کی لذت
میں فکر کرنے لگتے ہیں اور یہ فکر پورا جب ہوتا ہے جب سب مہلکات سے علیحدہ ہو اور سب منجیات
سے متصف ہو اور اگر اس سے پیشتر کچھ اوسمیں ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے والا
ہوگا بجلی کیطرح چمک جاویگا اوسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت میں سالک کا حال مثل اوس
عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور اوسکے کپڑوں کے اندر سانپ اور بچھو ہوں کہ
برابر کاٹ رہے ہوں اور لذت مشاہدہ کو اوسپر مکدر کردیں اور بدون انکے نکالے آسایش پوری نہو
اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہیں انسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر میں انکی نیشوں کی
تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کہیں زیادہ ہوگی قسم اول فکر کا بیان اسیقدر کافی ہے اس سے آگاہی
طریق فکر کی حاصل ہو کہ جو صفات بندہ کو خدا تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اونمیں کسطرح فکر کیا کرے

دوسری

دوسری قسم فکر کرنا خدای تعالی کے جلال و عظمت اور کبریائی مین اور اوسمین چند مقامات ہین سب سے
اعلی مقام یہی ہے کہ خدای تعالی کی ذات اور صفات اور اوسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا
ممنوع ہے اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہے کہ خدای تعالی کی مخلوق مین فکر کرو اوسکی ذات مین فکر مت کرو
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلین اوسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقون کے اور کوئی اوس طرف آنکھ نہین
کھول سکتا اور وہ بھی اوسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھون کا حال خدای تعالی
کے جلال کی نسبت کر ایسا ہے جیسا شپر کی آنکھ کا حال ہے نور آفتاب کی نسبت کہ یعنی شپر کو مجال
آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو کسیقدر روشنی مین جو آفتاب کے زمین پر
رہتی ہے دیکھتی ہے اور صدیقون کا حال مثل انسان کے حال کے ہے کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہے مگر ہمیشہ
نہین دیکھ سکتا و بخوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہے بلکہ مدام اوسکی طرف تاکے اور خوب نظر لگا کر دیکھے تو
بھی آنکھین چندھی اور بینائی متفرق ہو جاتی ہے اسیطرح خدای تعالی کی ذات کیطرف دیکھنا موجب حیرت
اور بیہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اسصورت مین مناسب یہی ہے کہ خدای پاک کی ذات و صفات
مین فکر کے رستون کا بیان نکیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اوسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی ہی مقدار جسکی
تصریح بعض علما نے کی ہے کہ خدای تعالی مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہے وہ نہ عالم کے اندر ہے
نہ باہر نہ اوس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اوسی سے بعض لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اوسکے انکار پر ہوے
کیونکہ نہ سننے کی طاقت اونکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی برداشت بھی نکر سکے
یعنی جب اونسے کہا گیا کہ خدای تعالی اس بات سے بری ہے کہ اوسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پانوں اور آنکھ
اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو اونھون نے اسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہ تعریف تو خدای تعالی
کی عظمت و جلال مین نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض عوام احمقون نے کہا کہ یہ تعریف تو ہندستانی تربوز کی
ہے خدای تعالی کی نہین اسلیے کہ اوس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انہین اعضا مین ہے
کیونکہ انسان صرف اپنے آپہی کو جانتا ہے اور اپنی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ صفات مین اوسکی
برابری نہین کرتی اوسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان غایت اوسکی یہ ہے کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر
بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کر لے تو ضرور یہی کہ خدای تعالی کے باب مین بھی
مان لیگا تاکہ اوسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اوس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہین
نہ پر نہ پاؤن نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھسے کم کسطرح ہوگا کیا یہ
ہو سکتا ہے کہ اوسکے پر کٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اڑ نسکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو

اور جو چیز ایسی پاکیزہ والا ہے اوسمین یہ لوازم اور قدرت نہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی خیال کے
قریب ہین تو صحیح ہے کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے اپنی بعض
انبیا پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجھکو نہ مانینگے بلکہ اونسے میرا حال
ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور ازانجا کہ خدای تعالی کی ذات وصفات مین غور کرنی اسوجہ سے
ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم کبھی اوسکے درپے نہون
بلکہ اس مقام کو چھوڑکر دوسرے مقام کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی غور کرنا اوسکے افعال اور عجائب
صنعت اور غریب معاملات مین جو اوسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اوسکے جلال اور عظمت اور کبریا
اور پاک ہونا اور کمال علم وحکمت اور جاری ہونا اوسکی مشیت کا پایا جاتا ہے پس اوسکی صفات پر
غور اوسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ توانائی نہین کہ اوسکی صفات کیطرف نظر
کرین تو اونکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب نکلتا ہے تو ہم اوسکی طرف نہین دیکھ سکتے
بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اوسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے
نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہے اور اثر کو دیکھنے سے
موثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آ جاتا ہے گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کی آثار
قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اوسکے انوار ذات مین سے ایک نور ہے بلکہ کوئی تاریکی عدم سے
بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے زیادہ اور وجود سب چیزون کا خدا تعالی کے انوار ذات مین سے
ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزونکا وجود اوسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جسطرح کہ جسمون کا
نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب گہن لگتا ہے تو عادت
یون ہے کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اوسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نکرے سو صورت مین
پانی ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کر دیتا ہے تاکہ اوسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو
اسیطرح افعال الٰہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات سے
متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہوگئی اور یہی بھید ہے باعث
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللهِ پس اب
کیفیت تفکر کی خدای تعالی کی مخلوق مین معلوم کرلی چاہیے واضح ہو کہ جو چیز سوای خدای تعالی کے
موجود ہے وہ اوسیکا فعل اور اوسکی پیدایش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت و موصوف
کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خدای تعالی کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر

ہوتی ہے اور اوسکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہوجاوے اور اوس سے وہ عجائب لکھے جاوین تو اوسکا خاتمہ ہوجاوے اور اوسکا اور چھور نہ ملے تاہم بطور نمونہ اونمین سے ہم کچھ ایک لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ موجودات جو خداے تعالی کی مخلوق ہین اونکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اونکی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا مین ہم سے تفکر نہین ہوسکتا اور ایسے موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین جانتے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ اور فرمایا وَنُنْشِئَکُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور ایک وہ ہین کہ اونکی اصل معلوم ہے اور مجملا بھی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی اشیا مین ہمکو ممکن ہے کہ ہم اونکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ آنکھ سے نہین سوجھتی جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہین ایسے اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اوسی قسم کی فکر کو لکھتے ہین جو سمجھنے کو زیادہ تر قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیزین اونکے درمیان ہین آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور اونکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو ہین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل اور مینہ اور برف اور اولے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور اونکے درمیان مین اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انمین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے پھر ہر نوع کی بہت سی قسمین ہین پھر اقسام کے فروع ہین اسیطرح شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہین جسقدر اختلاف صفات اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہو اوسیقدر انقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان سب باتون مین فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خدا تعالی نہو اور اوسکی حرکت مین ایک حکمت یا دو یا دس یا ہزار حکمتین خداے تعالی کی وحدانیت اور اوسکے جلال و عظمت پر دال نہون اور یہ سب اشیا نشانیان اور آیات دالہ ہین قرآن مجید مین انمین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہو اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ اور وَمِنْ اٰیٰتِهٖ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جا وارد ہے ہم ان آیتون کا یان فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلا ایک خداے تعالی کی آیات مین سے یہ ہو کہ انسان نطفہ سے

(ف) اور آسمان اور زمین کا پیدا کرنا اور رات اور دن کا بدلنا اس مین نشانیان ہین عقل والون کو

پیدا ہوا ہے اور سب سے نزدیکتر آدمی سے اوسکا نفس ہے اور اوسمیں خدای تعالی کی عظمت پر تیز عجائب و ال ہیں کہ عمرین لٹ جاوین اور سوان حصہ بھی نہ معلوم ہوں اور آدمی اونسے غافل ہے پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہے اور تجکو خدای تعالی اپنی کتاب مجید میں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے نفس میں تامل کر چنانچہ فرمایا وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہے جیسے ارشاد ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ اور فرمایا وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ اور فرمایا أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى اور فرمایا أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ اور فرمایا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفے کو پھٹکی کردیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیاں چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا پس نطفے کے بار بار کلام مجید میں ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اوسکے معنون میں تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفہ پر غور کرو مثلا اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہے اگر گھڑی بھر پڑا رہنے دیا جاوے کہ ہوا اوسکو لگ جاوے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیوں سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور اونکے دلوں میں الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونوں آپس میں ملے پھر جماع کی حرکت سے مرد میں سے اس نطفے کو نکالا اور عورت کے رحم میں ڈالا پھر حیض کا خون کہاں کہاں کی رگوں کے اندر سے کھینچکر رحم میں اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اوسکو خون حیض کھلایا پلایا یہانتک کہ بڑھا اور پرورش پائی پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اوسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیے اوسکے ٹکڑے تو یکسان تھے مگر کسیکو ہڈی کر دیا کسیکو پٹھا کسیکو رگ کسیکو گوشت پھر گوشت اور پٹھوں اور رگوں سے اعضاء ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور منہ اور دوسرے منفذ اونکو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پانوں کو لنبا بنایا اور اونکے سروں میں انگلیاں اور انگلیوں میں پورین پھانٹ دین پھر اعضاء باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپڑا

اور سرخم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہے پھر ان مین
ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا جنمین سے ایک
طبقے کا ایک جداہی وصف ہے اور جداہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اوسکی صفت زائل
ہوجاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہوجاوے غرضکہ جو عجائب ان اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا
پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدھے عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ
کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین اونکو نرم اور پتلے نطفے سے کیسے بنایا اور اونکو بدن کی راستی کا عمود
ٹھہرایا پھر اونکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لمبی ہے کوئی
چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور چونکہ انسان کو ضرورت
حرکت کی ساتھ بدن بھی اور بعض اعضا کو بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ بعض عضو کے ہلانے کی ضرورت
جسم کل سے کسی کے لیے ہو صرف اوسکو ہلا لیا کرے تو اسلیے اوسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان
اور اونکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ اونسے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ کی ہڈی کی شکل کو موافق حرکت
مطلوب کے رکھا پھر جوڑ جو ہڈیون کے ملائے ہین تو اونکی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارہ کو دوسرے کنارہ سے
ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے وہ ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چپٹے ہین کہ یا بندھی
بندھن پھر ایک ہڈی کے سرین کونے زائد اوس سے باہر کو نکلے ہوئے بنائے ہین اور دوسرے کے سرے مین
اوسکے موافق گھر اگڑھا بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد اونمین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا
کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلانا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہوتے تو یہ امر ہرگز نہو سکتا پھر دیکھو کہ
ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کرکے ملایا وہ گنتی مین پچپن جدی جدی شکلون اور صورتونکی ہین
اون سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جیسا نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیون سے چھ ہڈیان خاص
کھوپڑی کی ہین اور چودہ اوپر کے جبڑے کی اور بارہ نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے
بعضے چپٹے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہین تو کچھ
داڑھین اور بعض کچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اوسکو سات منکون سے
مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور انمین گھٹاؤ بڑھاؤ ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوجاوین
اور حکمت کی وجہ اسباب مین لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے
لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس مہرون سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب
کیا پیچھے کیطرح تو اوس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیونکو

سینے کی ہڈیان اور مونڈھے اور ہاتھون اور زیر ناف اور سرین کی ہڈیون مین ملایا پھر رانون
اور پنڈلیون اور پانون کی اونگلیون کی ہڈیان ہین انکے شمار ہم نہین لکھتے مگر سارے بدن مین دوسو
اڑتالیس ہڈیان ہین انمین وہ چھوٹی ہڈیان داخل نہین جو جوڑون کے گڑھے بھرنے کے لیے ہوئی ہین
اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفہ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیون کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود
نہین کہ انکی گنتی معلوم ہو جاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہین بلکہ
غرض یہ ہے کہ ان ہڈیون کو دیکھ کر جنسے انکا انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف غور کرین کہ کیسے
اور کیسا ونکو مقرر کیا اور انمین انتظام کیا اور انکی شکلین اور مقدارین علاحدہ علاحدہ بنائین اور انکے شمار
مین یہ کہے اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہو جاتی ہے اور اوسکے دور کرنے کا محتاج ہوتا ہے
اور اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے پس طبیب جو ہڈیون پر غور کرتا ہے
اسلیے کرتا ہے کہ انکے علاج کا ماہر ہو جاوے اور اہل بصیرت جو انپر غور کرتے ہین تو اونسے بنانے والے کو
پیدا کرنیوالے کی بڑائی سمجھتے ہین کہ کیا خوب بنائی ہے تو دونون نظرون مین نہایت نتیجے کا فرق ہے پھر دیکھو
کہ خداوند تعالی نے ہڈیون کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیان بدن مین پانسو انتیس پیدا کین اور
مچھلی گوشت اور پٹھے اور بند اور جھلیون سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلون مین جیسی جگہ اور جیسی
حاجت تھی اوسکے موافق جدا جدا ہین اونمین سے چوبیس مچھلیان تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹون کے ہلانے کو
ہین کہ اگر اونمین سے ایک کم ہو جاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہو جاوے اسیطرح ہر عضو کے لیے ایک شمار
معین اور مقدار معین پر مچھلیان بنی ہین اور پٹھون اور رگون اور شریانون کا حال اور انکے شمار اور نکلنے کی
جگہ اور شاخون پھوٹنے کا ماجرا اور بھی عجیب تر ہے اور اوسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو
ان اجزا مین سے ہر ایک مین دوڑنے کی گنجایش ہے پھر ہر ہر عضو مین پھر سارے بدن مین فکر کی مجال ہے
اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے
معلوم نہین ہوتے اب ظاہر انسان اور اوسکے باطن اور بدن اور اوسکے صفات کو غور کرو تو اونمین بھی وہ
عجائب اور صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب آوے اور یہ سب خداے تعالی کی صنعت ایک قطرہ آب ناپاک مین ہے

دہد نطفہ را صورتے چون پری — کہ کردست بر آب صورت گری

اب جو پانی کے قطرے مین صنعت کرتا ہے تو اوسکی صنعت ملکوت آسمانون اور اونکے ستارون مین
کیا کچھ ہوگی اور اونکی وضع اور شکلون اور مقدارون اور شمار اور بعضون کے یکجا ہونے اور بعضون کے
علاحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے مین کیسی کچھ حکمت ہوگی۔ یہ نہ گمان کرنا چاہیے

کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدائش کی
رو سے وہ مضبوط اور بلحاظ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کہین زیادہ تر جامع عجائبات
کا ہے بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجائب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خداے تعالے
فرماتا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا
وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۔ پھر اب نطفہ کیطرف رجوع کرکے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہوگیا اور سوچو کہ
اگر تمام جن اور انسان اس بات پر متفق ہون کہ نطفے کیواسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم
یا روح پیدا کرین یا اوسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بنا دین تو کبھی نہ بنا سکینگے بلکہ اگر چاہین
کہ خداے تعالی کے بنانے کے بعد اوسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اوس سے عاجز ہونگے
تو اب تم سے تعجب آتا ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر منقش دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے دانائی
دکھائی ہو یہان تک کہ اوس تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہے کہ انسان ہی ہے بولنے کی کسر ہے تو
تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ کیسا ہنر دکھایا چابکدست اور ہوشیار اور
اپنے فن مین یگانہ ہے اور دل مین بھی اوسکی بڑائی بسنے لگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم
اور ہاتھ اور دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور
اوسکی پیدایش نہین ہے بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہے جو کچھ مصور نے کیا وہ یہی ہو سکتا ہے کہ رنگ کو
دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تمکو اوس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھکر
تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرہ ناپاک نیست تھا پھر اوسکو اوسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون
مین پیدا کیا پھر وہان سے نکالکر اوسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اوسکے اجزا جو ایک
صورت کے تھے اونکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور
ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونمین غذا کے جاری کی
جگہ مقرر کی تاکہ سبب اوسکے زیادہ رہنے کا ہو اور اوسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اوسکی پشت کو
بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو
کھولا اور اوسکے طبقون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر اونکو
پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ اونکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک روکتے رہین پھر اونکے تلون مین
جو وسعت مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لمبے
چوڑے رہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو اونمین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بچی رہے

کیا تم بنانے مین مشکل ہو یا آسمان اوسکو بنایا اوسکی چھت کو بلند کیا اور اوسکو ٹھیک کیا اور اوسکی رات کو اندھیری کی اور اوسکے دن کو ظاہر کیا

اور کپڑے کے اندر پہنچاوین اور اونکے گرد سیپ کی صورت کے جھرے رکھدیے تا کہ آواز اوسے اٹھی
ہوکر کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اوسکی چال ان جھرون
سے معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گوشے اور پیچ ہے بنا دیے تاکہ کیڑا اگر کان مین
جاوے تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اوسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ
کے بیچ مین اونچا کیا اور اوسکی شکل عمدہ بنائی اور اوسکے دو نتھنے رکھے اور اونمین سونگھنے کی قوت
عنایت فرمائی تاکہ بو کے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزین معلوم کرسکے اور ہوا کی روح دلکی
غذا کے لیے نتھنون کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور منہ کو کھلا رکھا اور
اوسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کرسکے اور منہ کو دانتون سے زینت دی تاکہ سامان
پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑون کو مضبوط اور اونکے سرون کو تیز اور
رنگ کو سفید بنایا اور ایسا برابر برابر رکھا کہ گویا موتی پروئے ہین اور ہونٹون کو بنا کر اونکا رنگ اور شکل
عمدہ بنایا تاکہ منہ پر اپس مین مل سکین اور اوسکی راہ بند ہوجاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اونسے گفتگو کے
حروف پورے نکلین پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اوس سے آواز نکلے اور زبان مین قوت حرکت اور علیحدہ
کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا مخارج مین آواز کو علیحدہ کرنے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف
بولنے کی گنجایش ہو جاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لمبے
اور چھوٹے ہونے مین نرخرونکو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اسکے سبب سے آوازین جدی ہوجاوین اور دو
آوازون مین خلط نہو جاوے بلکہ دو دو آوازین جدا جدا معلوم ہون یہان تک کہ آدمی ایک دوسرے کو
اندھیرے مین آواز ہی سے پہچان لین پھر سر کو بالون اور زلفون سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی
اور ابرو سے اور ابرو کو پتلے بالون اور کمان کی صورت ہونے سے آراستہ فرمایا اور آنکھون کو پلکون سے
زینت بخشی پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کیواسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدہ کو
غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیے بنایا کہ غذا کو خون کرے اور تلی اور پتے اور گردے
جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر سے جذب کرتی ہے اور پتا صفرا کو اور گردہ
رطوبت ابی کو اور پھکنا گردے کا خادم ہے کہ پانی گردے مین سے لیکر پیشابگاہ کے رستے سے
نکالدیتا ہے اور رگین جگر کی یہ خدمت کرتی ہین کہ خون کو بدن کے تمام اطراف مین پہونچاتی ہین
پھر دونون ہاتھون کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تاکہ چیزون کیطرف بڑھ سکین اور ہتیلی کو چوڑا کرکے
اوسکی تقسیم پانچ انگلیون مین کی اور ہر انگلی مین تین تین پورین رکھین اور چار انگلیونکو ایکطرف

رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چارون انگلیون کو طول مین
مختلف رکھکر ایک صف مین ایک دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اہل زمانہ آخر کے لوگ متفق ہوکر کوئی
اور صورت بڑی یا باریک فکر سے نکالا چاہین کہ اس وضع خاص سے جو انگلیون کو اب حاصل ہے وہ سمجھ
ملکی پر رکھے ہین اور سب کام دیوین جواب دیتی ہین تو ہرگز نہو سکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد کے
بہت سے فوائد ہین لینا اور دینا اور پکڑنا سب انھی سے ہوتا ہے اگر انگلیون کو پھیلا ہوا رکھو تو ہاتھ
تشتری کی طرح پھیلا ہوا سپر رکھلو اور اگر اونکو بند کرلو تو مارنے کا آلہ گرز نیا ہو جاویگا اور اگر ادھ کھلی
تو چاہو تو کفچہ کی صورت ہو جاویگی اور اگر پھیلا کر کھولدو تو پھری یا پنجے کی شکل ہو جاویگی پھر انگلیون کے
ناخن ہیں پیدا کیے کہ انکی زینت کی زینت ہوا اور پشت کی ہاتھ سے انکی مدد کی تاکہ پتلی چیزین اوٹھا سکو
چیزین جو پوروں سے نہ اوٹھ سکین انکو بھی اوٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت اونسے کھجا سکے یا
ناخن سب اعضا میں ادنی ہے لیکن اگر ناخن نہو اور آدمی کو خارش ہو جاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف
خلق ہو جاتا اور کوئی بدن کھجانے مین اپنے ناخن کا قائم مقام ہو سکیگا شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین

نخارد کسے در جہان پشت من	بعضو اسکی خبر ز انگشت من

پھر ناخن کو خارش کی جگہ بتلا دی کہ اوسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی مین ہو اور اگر بدن
کھجانے مین دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد اطلاع کرپاتا پھر یہ سب
باتین نطفہ مین پیٹ کے اندر تین اندھیرون کے درمیان بناوین اگر باطن رحم کے سب پردے
اوٹھا لیے جاوین اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے
جاتے ہین نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اوسکے بنانے کا دکھائی دیتا ہے تو بھلا ایسا کوئی مصور یا
کاریگر تمنے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اوسکو چھوے نہ اوسکے پاس
آوے اور پیٹ کے اندھیرون کے اندر اوسمین تصرف کرے یہ شان اوسی پاک ذات کی ہے اور کسیکی
مجال نہین پھر اوسکے کمال قدرت اور رحمت کاملہ کو دیکھو کہ جب بچہ بڑا ہوا اور رحم مین گنجائش نرہی
تو اوسکو کیسے بتا دیا کہ اوندھا ہو کر اور وہانسے ہلکر اوس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا
جس چیز کیطرف محتاج اوسکو سمجھتا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اوسکو چھاتی
منہ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اوسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے
اوسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ رطوبت سے کیسا صاف ستھرا پیدا کیا
اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور اونمین دودھ اکٹھا کیا اور اونکے سر ایسے کر دیئے کہ لڑکے کے منہ مین

آجاتا ہے پھر اونہیں سوراخ بہت باریک تھے تاکہ دودھ بدون دبانے نہ نکلے اور دبانے سے
آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکے کا معدہ تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہو سکتا ہے پھر اوسکو چوسنا کیسے بتا دیا تاکہ شدت
بھوک کے وقت اوس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اوس مہر و محبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتوں کا
پیدا کرنا دو برس تک پورا ہونے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اوسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہے دانتوں کی
حاجت نہیں ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اوسکے موافق نہیں ہوتا اوسوقت غذا گاڑھی چاہیے
اور غذا کو چابنے اور پیسنے کی ضرورت ہے اسلیے جب حاجت ہوئی تب دانت جمے نہ پہلے نہ پیچھے پس
تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے سخت ہڈیاں اون چھوٹے ہونٹوں میں کیسے نکالیں پھر والدین کے دل میں
شفقت الٰہی کہ جسوقت وہ اپنا آپ تدبیر نہیں کر سکتا اوسوقت یہ دونوں اوسکی خدمت
کرتے ہیں اگر خداوند کریم انکے دل میں رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز اپنی تدبیر سے
نہ ہوتا پھر دیکھو کہ جوں جوں بڑھتا گیا اوسکو قدرت اور تمیز اور عقل درجہ بدرجہ کیسے نصیب فرمایا گیا
یہاں تک کہ بیٹا کتنا ہو کر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکر گزار
مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خدای تعالی فرماتا ہے هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ
حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا پس اول لطف و کرم
دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے بہت حیرت ہوگی اور نہایت
تعجب اوس شخص سے ہے کہ عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اوسکو پسند کرتا ہے
تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور میں لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اوسکو
اپنے دل میں بڑا عالم کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن میں کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے
مگر یہ عجائب اپنے آپ میں اور دوسروں میں دیکھتا ہے اور اوسکے کاریگر اور مصور برحق سے
غافل رہتا ہے اوسکی عظمت اوسکو پریشان کیوں نہیں کرتی اور اوسکے جلال و حکمت سے متحیر
کیوں نہیں ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہیں سب کا لکھنا ممکن نہیں اگر آدمی فکر
کیا چاہے اوسکی فکر کے واسطے کو بہت قریب ہیں اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہیں
مگر آدمی اپنے سے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے میں لگا ہوا ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں آتا کہ
بھوک لگی تو کھالیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑ لیا حالانکہ ان باتوں میں
چارپائے اور درندے سب آدمی کے شریک ہیں خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہیں وہ یہ ہے

کہ آسمانوں اور زمین کے اسرار اور جانوروں اور جہان کے عجائبات کو غور کرے کہ خدا تعالی کو پہچانے اسلیے
کہ اس سے بندہ مقرب فرشتوں کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے اور انبیاء اور صدیقین کی جماعت میں محشور ہو کر
خدا تعالی کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہیں ہے نہ اوس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات
بہائم پر راضی ہو اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت برا ہے اسلیے کہ بہائم میں تو قدرت معرفت کی ہے
نہیں اور انسان میں تو خدا تعالی نے قدرت پیدا کی تھی مگر اوس نے اوسکو بیکار رکھا اور نعمت الہی کا
شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ اوس سے بھی بدتر ہیں اور جب تمکو اپنے آپ میں فکر کرنے کا طریق معلوم
ہو گیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمہاری قرارگاہ ہے پھر اوسکی نہروں اور دریاؤں اور پہاڑوں اور کانوں
میں فکر کرو پھر اوس سے بڑھ کر آسمانوں کے اسرار پر ترقی کرو پس زمین میں بہت نشانیاں ہیں ایک یہ ہے
کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اوس میں راستے اور چوڑے رستے بنائیں اور اوسکو نرم کیا تاکہ اوسکی اطراف میں
پھرو اور اوسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہیں اور اوس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑیں تاکہ حرکت سے اوسکو مانع ہوں
پھر اوسکے اطراف کو چوڑا کیا یہاں تک کہ آدمی اوسکے سب اطراف میں پہنچنے سے عاجز ہو گیا اگرچہ اونکی
عمریں بڑی ہوں اور گردش زیادہ کریں چنانچہ ان باتوں کو خدا تعالی نے فرمایا ہے والسماء بنیناھا
باید وانا لموسعون والارض فرشناھا فنعم الماھدون اور فرمایا ھو الذی جعل
لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا
اسیطرح کلام مجید میں خدا تعالی نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہے تاکہ اوسکے عجائب میں فکر کیا جاوے
کہ اوسکی پشت زندوں کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مردوں کے سونے کا مقام ہے اسواسطے اللہ تعالی نے فرمایا
الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اوسپر
پانی پڑتا ہے تو تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور سبز ہو کر عجیب طرح سے نکلتی ہے اور اوس میں سے طرح طرح کے
حیوانات نکل پڑتے ہیں پھر دیکھو کہ زمین کے کناروں کو اونچے اونچے اٹل پہاڑوں سے کیونکر مضبوط
کیا اور کسطرح پانی اوسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہریں بہائیں جو روئے زمین پر چلتی ہیں
اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیریں اور نہایت صاف نکالا اور اوس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے
درخت اور ہر قسم کی اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور انار اور بہت سے بیشمار میوے جدی جدی
شکلوں اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پیدا ہوئے کہ سب [illegible] کھانے میں ایک دوسرے سے
بڑھ کر [illegible] حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں اگر کوئی
کہے کہ ان میوؤں کا اختلاف انکی تخموں کے اختلاف سے ہے تو ہم کہتے ہیں [illegible] گٹھلی میں خوشہ

کہ ان سے لگے ہوئے تھے اور ایک سے دانے بیس۔ سات بالیں اور ہر بال میں سو دانے کہاں تھے پھر شگوفوں کی
زمین کو دیکھو اور اوسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک ہی مٹی معلوم ہوگی اور جب اوس پر پانی پڑتا ہے
تو تر و تازہ ہو کر ابھرتی ہے اور رنگ برنگ کی چیزیں اور ایک سی صورت کی [illegible] اور مختلف
صورت کی اوگاتی ہے کہ ہر ایک کا ذائقہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علیحدہ ہے پھر اونکی کثرت
اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر بوٹیوں سے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور
کرو کہ اللہ جل شانہ نے ان بوٹیوں میں کیسے عجیب فوائد رکھے ہیں مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہے کوئی قوت
دیتی ہے کوئی [illegible] ہے کوئی قاتل ہے کوئی سرد ہے کوئی گرم کوئی معدہ میں جا کر صفرا کو
رگوں کے اندر سے دور کرتی ہے کوئی خود صفرا بن جاتی ہے کوئی دافع بلغم و سودا ہے اور کوئی بلغم و سودا بن جاتی
کوئی مصفی خون ہے کوئی خون ہو جاتی ہے کوئی مفرح ہے کسی سے نیند آتی ہے کسی سے زور بڑھتا ہے
کسی سے قدرت [illegible] غرضکہ زمین سے جو نباتات نکلتا ہے اوس میں ایسے فوائد ہیں کہ آدمی اونکی
ماہیت پر اطلاع نہیں ہو سکتا پھر ان نباتات میں سے ہر ایک کی پرورش میں کسانوں اور مالیوں کو جدا
کام کرنا پڑتا ہے مثلاً کھجور میں نر کا پانی مادہ میں دیا جاتا ہے انگور کو چھانٹا جاتا ہے کھیتی میں گھاس وغیرہ
علیحدہ کرنا پڑتا ہے کسی کا بیج زمین میں بکھیرتے ہیں کسی کی پود لگاتے ہیں کسی کی قلم لگاتے ہیں اگر ہم
چاہیں کہ نباتات کی جنسوں اور قسموں کا اختلاف اور اونکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کریں
تو اسکے لیے ایک مدت چاہیے اسلیے ہر جنس میں سے کسیقدر کافی ہے جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاوے
نباتات کے عجائب تو ہو چکے۔ دوسری نشانی زمین میں یہ ہے کہ پہاڑوں اور کانوں میں جو اونکے جواہر
رکھے ہیں یہی زمین ہے کہ اسمیں بہت سے ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات میں علیحدہ ہیں
مثلاً پہاڑوں کو دیکھو کہ اون میں سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہیں کہ بعضے
تو ہتھوڑوں سے پٹتے ہیں جیسے چاندی سونا تانبا رانگ لوہا اور بعضے نہیں پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل
وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالی نے کیسے لوگوں کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور انسے برتن اور اوزار اور
نقد اور زیور بنانا بتلا دیا پھر زمین کی کانوں کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ اون میں سے نکلتے ہیں
اور سب سے ادنی نمک ہے جسکی حاجت کھانے کی درستی میں ہوتی ہے اگر کسی شہر میں شور ہو تو جب وہاں لوگ
رہتے [illegible] خدا تعالی کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعضی زمینوں کے جوہر کو [illegible] شور بنایا کہ اون میں
[illegible] پانی [illegible] اکٹھا ہو کر نمک [illegible] کرنے والا بنایا کہ [illegible] نہیں اگر کوئی اوسکو تنہا [illegible]
کھائے [illegible] اسلیے بنایا کہ اوس سے کھانا درست ہو جائے اور جب [illegible] اوسکو کھاوے تو [illegible] اچھی طرح

اور کوئی پتھر اور حیوان اور نبات ایسے نہین جسمین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہو کوئی اونمین سے
بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیے تھا اور جسطرح چاہیے تھا اور جیسے اوسکے
جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسیوجہ سے خود فرمایا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ مَا خَلَقْنَاهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ تیسری نشانی اقسام حیوانات ہین کہ
اونمین سے بعضے اوڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پانون سے چلتے ہین
بعضے چار سے بعضے دس اور سو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہے پھر فوائد اور
صورت شکل اور عادات و طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندون اور خشکی کے وحشیون اور خانگی
بہائم کو دیکھو انمین وہ عجائب پاؤ گے جنسے انکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور حکمت
مین کچھ شبہہ نکرو گے اور ان سبکا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر
اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسے جمع کرتے ہین اور اپنے
جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہے اور گھر کی شکل موزون بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہے اور
اپنی حاجتون کیطرف اسطرح رستہ ملتا ہے تو ہرگز ہم سے سب بیان نہو سکیگا مثلاً مکڑی کو دیکھو کہ اپنا
گھر نہر کے کنارے بناتی ہے تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہے کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ یا
ہاتھ یا اس سے کم و بیش ہو تاکہ دونون جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہے کہ اپنا
لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ اوسمین چمٹ جائے پھر دوسری طرف جاکر وہان دوسرا
سرا تار کا چپکا دیتی ہے اسیطرح دوبارہ سہ بارہ آمد و رفت کرتی ہے اور فاصلہ تارون کا مناسب اور موزون
رکھتی ہے یہان تک کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور اونکو تانے کی
شکل کر لیتی ہے تب بانے مین مصروف ہوتی ہے اور بانے کو تانے پر رکھنا شروع کرتی ہے اور جہان
بانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہان مضبوط گرہ دیدیتی ہے اور اسمین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو
لحاظ رکھتی ہے اور اس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہے جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ
ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جال مین پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہے
تو لپک کر اوسکو پکڑ کے کھا جاتی ہے جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دیوار کا کونا
ڈھونڈھکر کونے کے دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہے اور اولٹی ہوا مین
لٹکی رہتی ہے اور اوڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہے جب کسی مکھی کا گذر وہان کو ہوتا ہے تو اوسکو
پکڑ کر اپنا تار اوسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے پھر اوسکو کھا لیتی ہے۔ پس کوئی حیوان

چھوٹا یا بڑا ایسا نہین کہ اوسمین ان عجائب مین سے بیشمار نہون پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے
آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے اوسکو بتایا یا خواہ سکھلایا ہے یا اوسکا کوئی
ہادی اور بتانے والا نہین ہے کوئی اہل دانش ایسا نہین شک نکریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہے
بلکہ ہاتھی جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے یہ تو ضعیف ہی
جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل و صورت اور حرکت اور ہدایت و عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنے والے
حکمت والے اور قادر و دانا پر شہادت نہین دیتی - ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے جانورون مین عظمت خالق
و مدبر کی اور اوسکا جلال و کمال قدرت و حکمت وہ دیکھتا ہے جس سے عقلین حیران رہجاوین بڑے
حیوانون کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بیشمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور اونکی شکلین اور عادات اور
طبیعتین بیشمار ہین اور دلون کو تعجب انسے اسواسطے نہین ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث انسے
مانوس ہو گئے ہین ہان اگر کبھی حیوان عجیب یا کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کر کے کہتے ہین سبحان اللہ
عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے اپنے آپ کو دیکھکر تعجب نہین کرتا بلکہ جن چوپایون سے
مانوس ہو رہا ہے اگر اونکی شکلون اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور اونکے چمڑون اور اون اور بالون کو
دیکھے کہ خداے تعالی نے اونکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزون کے برتن اور
غذا رکھنے کے ظروف اور پانو کی حفاظت بنایا ہے اور اونکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر
کی ہے پھر بعض چوپایون کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور کے جنگل اور
بیشے طی کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والے کو اونکے پیدا کرنے والے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہوا سلیے
کہ اوسنے اونکو جبھی پیدا کیا جب اونکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم مین گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا
ذات پاک ہے جسکے علم مین بے فکر و تامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر او مشورت دینے والے کی مدد
نہین لیتا بس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنی چیز سے عارفون کے
دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اسکے سوا اور کچھ نہین کہ اوسکے قہر اور قدرت کا یقین
کرین اور اوسکے پروردگار ہونے کے مقر ہون اور اوسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا
اقرار کرین بس اب کون ایسا ہے جو اوسکی ثنا کر سکے وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے ہم انتہا کے
معرفت ہم لوگون کی یہ ہے کہ اوسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین ہم خداے تعالی سے درخواست
کرتے ہین کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ و کمال رافتہ - چوتھی نشانی گہرے گہرے سمندر
جو زمین کے حصون مین ہین یہ سب اوس بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کو گھیرے ہے اور

ہیں سب اتنے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوئے ہین وہ سب پانی کی نسبت کر ایسی ہین جیسے بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح اَلْاَرْضُ فِی الْبَحْرِ کَالْاِصْطَبْلِ فِی الْاَرْضِ تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکو تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائب اون عجائب سے دونے ہوگئے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاو سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح اوسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہے کہ اوسمین حیوانات اتنے بڑے بڑے ہین کہ اگر تم اونکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے کہ تری کے مسافر حیوان آبی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اوترپڑے ہین اور اوسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اوسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے خشکی مین ہین مثلاً گھوڑا پرندگائے انسان وغیرہ یہی اقسام دونے ہوگئے بلکہ کہین زیادہ تری مین پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی اونکے صفات اور کتابین لوگون نے لکھی ہین جنھون نے مشقت دریائی سفر کی اوٹھا کر اوسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالی نے موتی کیسے بنایا اور اوسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھرون سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھرون سے سبزہ نکلا ہے پھر اوسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور اوس سے نکالتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ اونکو اللہ تعالی نے پانی کے سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو اونمین پھرایا اور کشتیون کو اونکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اوسمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلاوین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور اونکے چلنے کی جگہ اور وقت بتلا دیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خداے تعالی کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین بھی پورے نہین بیان ہوسکتے اور ان سب مین سے عجیب ور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک جسم سیلان بہتا ہوا شفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اوسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہے گویا علیحدہ ہی ہے تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملا دو یا جدا کردو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نباتات کی زندگی اوسی سے ہے پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اوسکو نہ پینے دیا جائے تو اگر اوسکے مالک ہین تمام روی زمین کے خزانے ہوں تو اوس ایک گھونٹ

کیواسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اوسکو نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے
تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دیڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہے کہ دینار اور درہم
اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خداے تعالی کی ایسی نعمت ہے کہ اوسکے پینے خواہ نکالنے
کیواسطے تمام دنیا دیڈالے غافل رہے بس پانی کے عجائب اور نہرون اور کوون اور سمندرون کے عجائب
کو سوچو کہ فکر کی انمین گنجایش اور جولانی کی جگہ ہے اور یہ سب چیزین ملیلین ایک دوسری کی معاون اور
علامات متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحۃ اپنے پیدا کرنے والے کا جلال بیان کر رہی ہین اور اوسکے
کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہین اور اہل دل کو اپنی نغمات دلاویز سے پکار کر یون کہتی ہین کہ کیا تو مجھے
نہین دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلافات حالات پر نظر نہین کرتا کیا
تجھے یہ گمان ہے کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسی نے میری جنس مین سے مجھے پیدا کیا ہے کیا تجھے شرم
نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی دانا قدرت
وارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہے اور تو عجائب نوشتہ خداے تعالی کے جو میرے چہرے کے
ورق پر اوس قلم الہی سے لکھے ہوے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین سوجھتا
دیکھتا ہے اور پھر تیرے دلمین اوسکے کاریگر کا جلال نہین آتا۔ اور نطفہ کان والون سے یہ کہتا ہے جو اون
لوگون سے جو کانون سے معزول ہین کہ مجکو یون وہم کر کہ اندر کے پردون کی اندھیری مین خون
حیض مین ڈوبا ہوا ہون اوس وقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی نقاش ازل میری
آنکھ اور پلکین اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہے پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد
ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ رحم وہان ہین ہوگا نہ اوس سے خارج اور اون
نقشون کی خبر مان کو ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو۔ تو بھلا کیا یہ نقاش اوس نقاش سے عجیب تر نہین
جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہے جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاو تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ اسیطرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اوسکے تمام اجزا کے سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائی اور اندر
باہر سے پاس ہونے کے نقش بنا دو بس اسپر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش و مصور اپنا نظیر اور برابر نہین رکھتا
اور کوئی نقاش و مصور اوسکی برابری نہین کر سکتا جیسے اوسکا کام بے نظیر ہے اور اوسکی برابر کوئی نقش
و صورت نہین ویسی ہی اوسکی ذات ہے کہ اسلیے کہ کامون مین جتنا فرق ہوتا ہے اوتنا ہی کاریگرون مین
ہوا کرتا ہے تو اگر تمکو ان امور سے تعجب آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود
اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلا شک قابل زیادہ تر تعجب کے ہی بس پاک ہے وہ ذات جسنے

ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیکبخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی آنکھین کھولدین تو
اونھون نے اوسکو تمام ذرات عالم اور اوسکے اجزا مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے
کردیے اور اپنی عزت و عظمت اونسے مخفی رکھی تو اوسکو ہے خلق اور امر اور منت اور فضل اور لطف اور
قہر نہ کوئی اوسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اوسکی قضا کو سمجھ سکے پانچوین نشانی ہوا لطیف ہے جو
آسمان اور زمین کے بیچ مین کی ہوئی ہے چلنے کے وقت تو اوسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہے
مگر آنکھ سے اوسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سبکی سب مثل ایک دریا کے ہے پرند آسمان کی جو مین بھی
پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پاؤن مارکر تیرتے ہین اسیطرح پرند بھی ہوا مین
اپنے بازوؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اوٹھتی ہین اسیطرح
آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اوٹھتی ہین پس جب اللہ تعالی ہوا کو حرکت دیتا ہے تو وہ چلتی ہوا
ہوجاتی ہے پھر اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کردیتا ہے جیسا کہ ارشاد
فرماتا ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات
اور نباتات مین پہونچتی ہے اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہوجاتے ہین اور اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنی
خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کردیتا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا
فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ تَنْزِعُ النَّاسَ کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ پھر ہوا کی نزاکت اور ہلکی کو دیکھو کہ باوجود
لطافت کے کتنا زور اوسمین ہے مثلاً ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اوسکو پانی مین
ڈبوئے تو ہرگز نہ ڈوبیگی اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جاوے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی
سے باوجود لطافت کے کیسی پکی ہے کہ ہرگز اوسکے اندر نہین ہٹتا اور اسی حکمت سے خدا تعالی نے
کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہے اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہے اوسکا بھی حال ہے
کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اوسمین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے رکتی ہے اور کشتی کے اندر
کے سطح کو نہین چھوڑتی اسوجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوائے لطیف کے سہارے
پانی پر ٹھہری رہتی ہے جیسے کوئی کوئین مین گرپڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑلے جو اوسکو
گرنے سے بچالے اسیطرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہوائی قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے سے
بچی رہتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہوائے لطیف کے سہارے سے رکھا بدون
کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اوسمین بادل اور رعد
اور بجلی اور مینہ اور برف اور شہاب اور گرج اور عجیب باتین آسمان و زمین کے درمیان کی ہین اور

اللہ تعالی نے انکی طرف مجملاً اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین یا مرکب ہین
انکو مجمل فرمایا اور انکی تفصیل کیطرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ
اور دوسری آیتون مین جہان رعد اور برق اور مینہ بادل کا مذکور ہے پس اگر تمکو ان سب سے بہرہ بجز اسکے
نہو کہ بادل کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اس امر مین تو تمہارے شریک بہائم بھی
ہین اسلیے تمکو بہیمی درجہ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونیکے لیے ترقی کرنی چاہیے یعنی
جب تمہاری آنکھین کھلی ہین اور تم نے ان چیزون سے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند
کرلو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کیطرف نظر کرو تاکہ عقدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ
قسم بھی ایسی ہی کہ قلم اسمین بہت ٹہر جاتا ہے اسلیے کہ اوسکے پورا ہونیکی توقع نہین مثلاً گاڑھے
بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہے کہین کہین کدورت نہین ہوتی اور
اوسکو خداے تعالی جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کردیتا ہے اور وہ باوجود اپنی نرمی کے
بھاری پانی کو اوٹھاتا ہے اور اوپر ہی ہوا مین لیے پھرتا ہے یہان تک کہ خداے تعالی اوسکو اجازت
پانی کے چھوڑنے کی دے تو بلا اجازت مینہ کے قطرات ایسے پیدا کرتا ہے جیسے خداے تعالی نے
مقدر کیے ہون اور جتنا اور جس شکل کے ارادہ کیے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے
لگتا ہے ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ملکر ایک دوسرے سے
ملجاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک اوسی طور پر گریگا جو اوسکے لیے مقرر ہوا ہے اوس سے ذرا
انحراف نکریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہانتک کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس
اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہوکر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کرلین تو نہ کرسکین یا جسقدر
قطرے ایک شہر مین یا ایک گانون مین گرتے ہین اونکے شمار معلوم کرلین تو جن اور انسان دونون کے
حساب سے باہر ہونگے اونکے شمار کو بجز اونکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا پھر اون مین سے ہر قطرہ
زمین کے ایک حصہ کیواسطے معین ہے اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کیلیے وہ قطرہ ہے
تو اوس قطرے پر خط الہی سے لکھا ہوا ہے جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے
کیڑے کا ہے جو فلان پہاڑ کیطرف فلانی زمین مین ہے جب اوسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اوسکے پاس پہونچیگا
علاوہ ازین جو عجائب کہ اولون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کیطرح اسی
پانی کے جمکر گرنے مین ہین تو اونکی کچھہ شمار نہین یہ سب باتین خداے جبار قادر کے فضل اور خالق

اور نہین بنایا ہم نے آسمان زمین اور جو انکے بیچ مین ہے کھیلتے ہوئے
اور ابر جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان و زمین

زبردست کے قہر سے ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ اونمین کسیطرح کا دخل بلکہ ایمانداروں کو
بجز مسکنت اور خضوع کے اوسکے جلال و عظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ اندھے منکرون کو
بجز اسکے اور کچھ حاصل ہے کہ اوسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے انکل تک لگاوین اور اوسکا کوئی
سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہے کہ پانی کے بہنے کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی
سرشت سے بھاری ہے یہی وجہ ہے کہ نیچے کو پڑتا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ بہاؤ کی وجہ معلوم ہوگئی
اور اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر اوس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت
کو بھاری کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہے کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اوسکی شاخون مین اوپر پہنچ جاتا ہے اگر
وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہے تو نیچے کیطرح اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نالیون مین
تھوڑا تھوڑا سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیلگیا کہ آنکھون سے جانا بھی نہین معلوم ہوتا اور پھر ہر پتے
کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہے اور اون کو ون مین ہوکر جاتا ہے جو مثل بال کے باریک ہین اور یہ ہوتا ہے
اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہے جو پتے کی جڑ ہے پھر اوس رگ سے اون رگون مین جاتا ہے جو پتے کے اندر
چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علی ہذا القیاس اور چھوٹی چھوٹی ہین پس بڑی رگ کو مثل نہر کے
جاننا چاہیے پھر اوس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین
اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کی
عرض مین پھیلے ہوئے ہین انہین مین کو پانی ہوکر پتے کے سب اجزا مین پہنچ جاتا ہے اور اوسکو غذا
دیکر بڑھاتا اور ابھارتا ہے اور اوسکی تروتازگی قائم رکھتا ہے اسیطرح تمام اجزاء میوون کو سمجھنا چاہیے
پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہان اوپر کو کیون گرتا ہے اگر کہو کہ
رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہے تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہوگے کہ خدا ہی تعالی کے پیدا کرنے سے
اونمین خاصیت کشش کی ہے تو اول ہی کیون نہین کہتے کہ خدا تعالی کی حکمت اور قدرت سے معاملے ہوتے ہین جہالت سے کیا فائدہ

	آنچہ دانا کند کند نادان		لیک بعد از خرابی بسیار	

چھوٹی نشانی اوسکی آسمانون کے اسرار اور اونمین کے ستارون کی کیفیتین ہین اور اصل یہی ہے اگر
کسیکو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہون تو واقع مین اوسکو کچھ بھی معلوم نہوا
اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سوائے آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت ایسی ہین جیسے
ایک قطرہ سمندر کی نسبت بلکہ اوس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالی نے آسمانون کے اور ستارون کے
امر کو اپنی کتاب مین کیسا بڑا کیا ہے کہ کوئی صورت ایسی نہین جو انکی بڑائی پر شامل نہو اور جسجا اونکی

قسم بھی موجود ہے جیسے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ
ذَاتِ الْحُبُكِ اور وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا اور فَلَآ اُقْسِمُ
بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اور وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى اور فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ
پس عجائب نطفہ ناپاک کے تو تمکو معلوم ہوے کہ اونکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر
اوسکی قسم خدای تعالی نے نہین کھائی تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ جس چیز کی خدای تعالی نے
قسم کھائی ہے اوسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا کہ
ارشاد ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور آسمانون کے باب مین فکر کرنے والون کی تحسین
فرمائی اس قول مین وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین وَيْلٌ لِّمَنْ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا سَبَلَتَهٗ یعنی بے فکر کئے گذر جائے اور اعراض
کرنے والون کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ
اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک
علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والی ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ یہانتک
کہ اونکا وقت مقرری تغیر کا پہونچے اور یہان لحاظ خدای تعالی نے اونکو محفوظ فرمایا جیسا اوپر کی آیت
مین گذرا اور فرمایا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور فرمایا ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا
رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا اب انکے عجائب پر غور کرو تاکہ عزت و جبروت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان مت کرو
کہ ملکوت سموات کے دیکھنے سے یہ غرض ہے کہ آنکھ اوٹھا کر آسمان کا نیلا پن اور ستارون کی روشنی اور
چھٹکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو چوپائے بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خدای تعالی
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اس آیت مین ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ اصل یہ ہے کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید اونکو ملک
اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آنکھ سے غائب ہین اونکو غیب اور ملکوت کے نام سے
اور اللہ تعالی غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہے اور ملک اور ملکوت دونون کا حاکم کوئی شخص
اوسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اوسیقدر کہ وہ چاہے جیسا خود ارشاد فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ
فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ
تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھلجاوین اور تو اپنے دل سے اونکا اطراف مین جولانیان
کرے یہانتک کہ تیرا دل عرش خدای تعالی کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالبا توقع ہو

کہ تو رتبہ حضرت عمر رضی کو پہونچ جاتی ہے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خدای تعالی کو دیکھا اور ان
چھ ہون نشانیون کو بترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دور کی چیز پر نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتی ہین
اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہے پھر زمین ہے جسپر رہتا ہے پھر ہوا ہے جو اوسکے بدن سے لگی ہوئی ہے
پھر نباتات و حیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کی اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور اونکے ستارے ہین
پھر کرسی پھر عرش پھر جو فرشتے کہ عرش کے اوٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد
عرش و کرسی و آسمان و زمین اور اونکی درمیانی چیزون کے مالک کی طرف نظر کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ
آدمی مین اور خدای تعالی مین اتنے جنگل وسیع اور فاصلہ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی سب سے
قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور
بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے اوسکو پہچان لیا اور اوسکی
خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اوسے کہنا چاہیے کہ آسمان کیطرف اپنا سر اوٹھا اور
اوسمین اور اوسکے ستارون اور اونکی گردشون اور اونکے طلوع اور غروب اور سورج اور چاند اور مشرق
و مغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے
بلکہ سب کے سب ترتیب از منزلون مین ایک حساب معین بلا کم و بیش سے پھرتے ہین یہانتک کہ خدای تعالی
اونکو مکتوب کیطرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور اونکی کثرت اور رنگ کے اختلاف پر غور کر کہ کوئی سرخی مائل
ہے کوئی سفیدی مائل اور کسیکا رنگ راکھ کا سا ہے پھر اونکی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت ہین اور
بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل و شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت
نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی مدت مین اوسکے آسمان مین غور کر کہ ہر روز
اوسکا طلوع و غروب ایک نئی چال سے ہوتا ہے جو خالق نے اوسکے لیے معین کر دی ہے اگر آفتاب کا طلوع
اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اوجالا معاش کے حاصل
کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالی نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام
اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کمی بیش
ایک ترتیب معین سے کیا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے بیچ مین
بیچ مین سے جھکا دیا جسکے باعث گرمی اور جاڑا اور بہار اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب
خط استوا سے نیچے کو خط جدی کیطرف ہوجاتا ہے تو ہوا سرد ہوجاتی ہے اور جاڑا آجاتا ہے اور جب اوسکی
چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہے تو شدت کی گرمی ہوتی ہے اور جب [illegible] اعتدال پر ہوتا ہے

تو موسم بھی معتدل رہتا ہو۔ اور آسمانون کے عجائب اتنے ہین کہ اونمین سے لاکھون حصہ کے شمار
کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اسقدر جو ہمنے لکھا تو صرف طریق فکر کے بتانے کو لکھا حاصل یہ ہے کہ
یون اعتقاد کرلو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدائش مین خدا تعالی نے بہت سی حکمتین نرکھی ہون
پھر اوسکی مقدار اور شکل اور رنگ مین پھر آسمان مین سے ایک جا پر معین ہین کہنے مین پھر خط استوا اور
پاس کے ستارون سے نزدیک دور ہونے مین سب مین حکمتین بہت ہین اور اس امر کو اوسی پر قیاس کرلو جو ہم
اعضاے بدن انسانی کے باب مین لکھ آئے ہین کہ کوئی جز اعضا کا ایسا نہین جسمین ایک حکمت نہ بلکہ بہت سی
حکمتین نہون اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھہ نسبت ہی نہین نہ
جسم کی بڑائی مین اور نہ کثرت معانی مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا ان دونون کی
بڑائی مین فرق ہے اور یہ تو تمھین معلوم ہے کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ آدمی اوسکے گرد نہین پھرا
جاسکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاو نسبت زمین کے چند اوپر ایکسو ساٹھہ گنا زیادہ ہے
اور اخبار سے بھی آفتاب ہی کی بڑائی معلوم ہوتی ہے پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین اونمین سے
چھوٹے سے چھوٹا زمین سے اٹھہ گنا ہے اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہے اس سے تمکو اونکا فاصلہ اور بلندی
سمجھہ مین آویگی کہ کتنی دور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے
اونکی دوری کی طرف اشارہ فرمایا کہ رفع سمکہا فسوّاہا اور اخبار مین ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے تک
کا فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہے پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہے تو اب اونکی کثرت کو
لحاظ کرو پھر اوس آسمان کو دیکھو جسمین ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تمکو اونکی
چال ایک ساعت مین معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہے مگر اسمین شک نکرو کہ آسمان ایک لحظہ
مین بقدر عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہے اوس سے دوسرے کنارے تک
کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہو پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہوا تو آسمان ایک لحظہ مین زمین کے
سو حصے کے برابر چلا اور سیر ہمیشہ جاری رہتا ہے مگر تم اوس سے غافل ہوا اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آفتاب
کی سرعت سیر کو کن لفظون سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ دن ڈھلکیا تو
اونھون نے کہا کہ نہین ہان آپ نے پوچھا کہ نہین ہان کے کہنے کی کیا وجہ ہے اونھون نے عرض کیا کہ
جتنے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اوسکے جسم کی عظمت اور سرعت
سیر کو دیکھو پھر خدا تعالی حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اوسکے اطراف کے کسطرح آنکھہ کے
چھوٹے سے ڈھیلے مین اوسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اوسکی طرف آنکھہ کھولو تو سب ستارے نظر آتے ہین

پہلا جز احمد نے بروایت عبد اللہ بن عمرو اور طبرانی نے اسکو بروایت ابو امامہ کے نقل کیا ہے

پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کیطرف مت دیکھو بلکہ اونکے خالق کیطرف نظر کرو کہ کسطرح
اونکو پیدا کیا اور بے ستون اور بےکسی لگاؤ کے اونکو تھام رکھا ہے اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہی
اور آسمان اوسکی چھت ہے تو تعجب کی بات ہے کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اوسکو منقش
رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمھارا تعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اوسیکو یاد کرتے
رہتے ہو اور اوسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اوسکی زمین اور ہوا
اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روز مرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے کبھی
اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اوس گھر سے کم نہین جسکی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ
ایک جز زمین کا ہے جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہے مگر باوجود اسکے تم اوسکی طرف
نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ جہان تمھارے رب کا گھر ہے اور اوسنے اسکو تنہا بنایا ہے اور تم اپنے
نفس اور اپنے رب اور اوسکے گھر کو سب کو بھولکر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو بجز
اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمھاری شہوت کا یہ ہے کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین
ہو سکتا کہ چوپایہ کے دسوین کی برابر بھی کھا سکو تو اس بات مین چوپایہ تم سے دس حصہ زیادہ ہی اور نہایت
حشمت یہی ہے کہ تمھارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمھاری خوشامد کرین اور دل مین تم سے
بد عقیدہ رہین اور اگر بالفرض وہ سچی بات مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمھارے لیے نہ اپنے لیے کسی فایدے
یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اوسکے ابدا ونشر کے مالک حالانکہ تمھارے شہر مین بہت سے
کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمھاری دولت سے زیادہ ہو اور تم ایسی مین مشغول ہو کہ جمال ملکوت مین وہ
آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اوس مزے سے بھی خبر نہین جو مالک ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہے
اور تمھاری مثال اس بات مین ایسی ہے جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر بنا کے
جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام سے اور ہر قسم کے جواہر موجود اور اقسام کی
نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے
ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اوس سے اور کچھ گفتگو نہ کریگی مگر اپنے مکان کا حال اور غذا کا ملنا اور
جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی بادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہے اوسکی اوسکو کچھ
خبر ہوگی نہ اوسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو
اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسری طرف بڑھائے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اوسکی زمین اور
چھت اور دیوارون اور تمام عمارت اور اوسکے باشندون سے غافل ہے [illegible] غافل ہے کہ

قدرت نہین رکھتی اور تم جو خداے تعالی کے گھر اور اوسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا
جانتے ہو جتنا چیونٹی تمہارے گھر کی چھت کو جانتی ہے اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے ہو جیسا
وہ تمکو سمجھتے ہین حالانکہ تمکو قدرت ہے کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور اوسکے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو
جنسے خلق غافل ہے تو باوجود اسکے متوجہ ہونا اس بات پر دال ہے کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ
اس فکر کے ذکر سے روکتے ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہے جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی
اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالی نے ہمکو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے اوسکی شرح
نکر سکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہے وہ اور عالمون اور اونکی علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہے اور
علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیا علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہے اور انبیا کو جسقدر
معرفت ہے وہ اوس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہے اور
جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل اور جبریل کی معرفت کے تھوڑی ہے
پھر تمام علوم فرشتون اور جن اور آدمیون کے اگر خداے تعالی کے علم کیطرف نسبت کیے جاوین تو اس
لائق ہی نہین کہ اونکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر ہے کہ اوسکا نام بدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی
رکھا جاوے پس پاک ہے وہ ذات کہ اپنے بندون کو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وَمَا اُوتِیتُم مِّنَ العِلمِ
اِلَّا قَلِیلًا یہ ہے بیان اون مجمل طریقون کا جنمین فکر اون لوگون کی دوڑتی ہے جو خداے تعالی کی
مخلوق مین فکر کرتے ہین اور اسمین بیان خداے تعالی کی ذات مین فکر کرنے کا نہین بلکہ خلق مین
فکر کرنے سے ضرور ہے کہ خالق کی معرفت اور اوسکی عظمت وہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور
جسقدر عجائب صنعت الٰہی کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکے جلال وعظمت کی معرفت کامل
ہوگی اور اوسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اوسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر
کوئی اوسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھوگے تو اوس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اوتنی ہی اوسکی توقیر
اور عزت زیادہ کروگے یہان تک کہ ہر ایک کلمہ اوسکے کلام کا اور ہر بیت اوسکے اشعار کی تمہارے
دل مین اوسکی جگہ زیادہ کریگی اور اس بات کی خواہان ہوگی کہ تم اوسکی تعظیم کرو اسیطرح خداے تعالی کی
مخلوق مین اور اوسکی تصنیف وتالیف مین تامل کرنے کا حال ہے اور جو چیز مخلوق کی موجود ہے وہ
اوسکی تصنیف تالیف ہے اور اوسمین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اوسیقدر کر تا ہے
جتنا اوسکو قسمت ہوا ہے اب چاہیے کہ اسی کو ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے
کہ باب الشکر مین ہماری نظر خداے تعالی کے افعال پر اس اعتبار سے کہ اوسکا احسان اور انعام ہمارے

اور یہ ہے کہ اوسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اس باب مین صرف اسی اعتبار سے ہو کہ افعال الٰہی ہیں یہ ہین اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہے اونمین ہین فلسفی بھی نظر کرتا ہے اور اوسکی نظر اوسکی گمراہی اور بدبختی کا باعث ہوتی ہے اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہے تو اوسکی نظر سبب اوسکی ہدایت اور سعادت کا ہوتی ہے اور کوئی ذرہ آسمان و زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالیٰ اوسکے باعث جسکو چاہے گمراہ نکرے اور جسکو چاہے ہدایت نکرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ خدا تعالیٰ کے افعال اور صنائع ہین تو وہ اپنے معرفت خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کی حاصل کریگا اور ہدایت پاویگا اور جو اونمین بنظر قصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خدا تعالیٰ ہمکو گمراہی سے بچاوے اور اوس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو بچاوے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے۔ نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہے جسمین موت اور اوسکے بعد کا حال یاد کرنیکا ذکر ہے اور اسی پر کتاب احیا کا خاتمہ ہو وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

دسوان باب موت اور اوسکے بعد کے ذکر مین

رباعی

اے جان جو تجھے عقل ہے تو موت نہ بھول
کر موت کے سامان مین تو سعی معقول
ہے زندگی چند نفس مثل حباب
اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے پچھڑنے کا وقت موت ہوا اور بستر خاک اوسکی خوابگاہ ہو کیڑے اوسکے انیس ہون اور منکر نکیر اوسکے جلیس گویا اوسکا مقام ہو اور شکم زمین جای آرام قیامت اوسکے وعدہ کی جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اوسکے اوترنے کی جگہ تو اوسکو شایان ہے کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نکرے نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لیے سامان بہم پہونچاوے نہ اوسکے سوا کوئی تدبیر خیال مین لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اوسکے سوا کا تپاک انتظام بھی اوسیکا ہو اور انتظار بھی اوسیکا اور سزاوار ہی کہ اپنے نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنے والی ہے وہ بہت پاس ہو دور وہی ہو جو نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہی جو اپنے نفس کو دبائے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہے کہ جبتک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اوسکی تیاری نہین ہو سکتی اور بار بار ذکر جبھی ہوتا ہے جب یاد دلانے والی چیزین سنتا ہے اور جن چیزون سے اوسپر تنبیہ ہو اوسکو دھیان کرتا ہے اسلیے ہم موت کا حال اور اوسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور

قائم رہا ہو اور عطاء خراسانی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمین
آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس مین ذکر لذات کے مکدر کرنیوالیکا شامل کرو لوگون نے
عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہے آپ نے فرمایا موت ہے۔ اور حضرت انس رضہ سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ يُمَحِّصُ الذُّنُوْبَ وَيُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا
اور فرمایا كَفٰى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا اور ایک حدیث مین مفرقا کی جگہ واعظا ہے اور ایکبار آپ مسجد مین
تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتین کر کے ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سن لو قسم ہے اوس
ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رو و
اور ایک شخص کا ذکر آپ کے سامنے ہوا لوگون نے اوسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمہارا یار موت کی
یاد مین کیسا تھا لوگون نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہین سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبہ کا
نہین جسپر تم اوسکو سمجھے ہوے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس عشرہ کے دسوین ہو کر گیا ایک شخص نے انصار مین سے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین
زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اوسکی تیاری سب سے زیادہ کرے
وہی لوگ دانا ہین دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لیگئے۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حسن رحمہ
فرماتے ہین کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نچھوڑا۔ اور ربیع بن خثیم رحمہ فرماتے ہین
کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اوسکیلیے اور کوئی نہین اور فرمایا کرتے تھے کہ
جب مین مرون تو میری خبر کسیکو نہ کرنا آہستہ مجھکو میرے رب کیطرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکماء نے اپنے
ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار ناپایدار مین موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام مین جاوے کہ
موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے۔ اور حضرت ابن سیرین رحمہ کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اونکا ہر ایک
عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ہر شب فقیہون کو جمع کرتے کہ وہ موت اور قیامت اور آخرت
کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رحمہ فرماتے ہین
کہ دو چیزون نے لذت دنیا کی مجھسے علحدہ کر دی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالی کے سامنے
کھڑے ہونے نے۔ اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اوسپر دنیا کی مصیبتین
اور رنج آسان ہو جاتے ہین۔ اور مطرف رحمہ کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ بصرہ کی مسجد مین کوئی
یون کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والون کے دل ٹکڑے کر ڈالے اب جدہر دیکھو وہ ہوش باختہ
نظر آتے ہین۔ اور شعث رحمہ فرماتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رحمہ کے پاس جایا کرتے تھے تو حضرت

ابن ابی الدنیا مرسلا ۱۲ عص
زیادہ کرو ذکر موت کا کہ وہ گناہون کو صاف کردیتی ہے ۱۲
ابن ابی الدنیا سند نہایت ضعیف ۱۲
بس ہے موت جدا کرنیکو یا نصیحت کو ۱۲
حارث بن ابی اسامہ بروایت انس سند ضعیف اور ابن مبارک نے بروایت ابو عبدالرحمن جبلی

دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے رہا کرتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک
عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپ نے اوسکو
فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جاویگا اوس نے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کی شکر گذاری کے لیے آئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی
جلد میں سے خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو کوئی موت اور قیامت کا ذکر ہوتا تو اسقدر
روتے کہ آپکے بند بند کھل جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی۔ اور
حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اوسی سے اندیشہ ناک پایا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمائیے اونھوں نے فرمایا کہ خلیفوں میں
تمہیں اول نہیں کہ مرو گے اور عالم بھی تم سے پہلے مرچکے ہیں آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے عالم نے
کہا کہ تمہارے باپ دادوں میں سے حضرت آدم تک کوئی ایسا نہیں جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمہاری
نوبت ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اس بات کو سنکر رو پڑے۔ اور ربیع بن خثیم رحمہ نے اپنے گھر میں ایک
قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اوسمیں لیٹا کرتے اسطرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اگر ایک گھڑی بھی
موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہو جاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہیں کہ
اس موت نے تو راحت والوں کے عیش میں رخنہ کر دیا پس ایسی راحت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رحمہ نے عنبسہ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجھکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو
اوسکو تنگ کرے اور اگر تنگی عیش ہو تو اوسکو وسیع کرے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے
ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو اونھوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے پوچھا کس واسطے اونھوں نے
فرمایا کہ اگر میں کسی شخص کا قصور کروں تو اوسکی ملاقات نہ چاہوں گی پس اللہ کی نافرمانی کر کے اوسکی وصال کیسے اچھی جانوں

دوسرا بیان دل میں ذکر موت کے جمانے کا طریق۔ جاننا چاہیے کہ موت ہولناک ہے اور اوسکا اندیشہ
بہت بڑا ہے اور آدمی جو اوس سے غافل ہیں تو اسوجہ سے کہ اوسکا فکر کم کرتے ہیں اور اوسکا ذکر نہیں
اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہیں کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہے اسلیے ذکر موت
کی تاثیر دل میں نہیں ہوتی تو اوسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے
ہے اور چیزوں سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک میں جانا چاہتا ہے یا سمندر میں
سفر کرنا چاہے تو اوسکو سوا سفر کے اور کوئی فکر نہیں رہتا تو جب موت کی یاد دل میں چھا جاویگی تو کیا
عجب ہے کہ اوسمیں اثر کرے اور اس صورت میں سرور و خوشی دنیا کی کم ہو جاوے اور دل میں شکستگی

غفلت آجاتی ہے اور زیادہ تر موثر طریق اس باب میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہیں
یاد کرے یعنی اونکی موت اور پچھڑ جانے کو خیال کرے اور اونکی صورتیں اور عہدے اور حالات یاد کرے
اور سوچے کہ اب مٹی نے اونکی وہ خوبصورتی خاک میں ملا دی اور انکے اعضا قبروں میں متفرق ہوگئے کس طرح
اپنی بیبیوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے مال اونکے جاتے رہے مسجدیں اونکی ویران ہو گئیں مجلسیں
سونی پڑ گئیں کچھ نشان اونکا نہ رہا وہ کہ جو تھا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے۔ پس ایک ایک شخص کو
جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل میں اوسکے حال و کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اونکی صورت کا اندازہ
کرے کہ اوسکی خوشی اور تردد اور زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے
موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور اس سے
موت جلد اور ہلاکت سامنے ہے غافل رہنا یاد کرے اور یہ فرض کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اوسکے
دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑوں نے زبان
اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیریں نکالتا تھا کہ برسوں تک اونکی حاجت نہ ہوتی
حالانکہ مرنے میں ایک ہی مہینا باقی تھا اور اوسکو خبر نہ تھی کہ مجھکو کیا پیش آنا ہے موت ایسے وقت میں
آگئی کہ اوسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اوسکی نظروں میں ظاہر ہوگیا اور اوسکے کان میں آواز
بہشت خواہ دوزخ کی ڈالدی جب یہ تامل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں
اور مجھکو غفلت بھی ویسی ہی ہے جیسے اون لوگوں کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو اونکا ہوا
حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی اونہیں میں شمار کر لے
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسروں کے
حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہیں کہ تم کیا دیکھتے نہیں کہ ہر روز
ایک ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے سامان کرتے ہو
اور اوسکو زمین کے ایک غار میں رکھدیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے اسباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے
اسباب سب علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ان فکروں یا ان جیسے اور فکروں کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان میں جانا
اور بیماروں کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل میں تازہ ہوتی رہتی ہے یہاں تک
کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اوس وقت ایسی صورت میں بعید نہیں کہ آدمی
موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ
کم دیتا ہے اس سے آگاہی اور نصیحت کچھ نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے

خوش ہو تو چاہیے کہ اوس وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے۔ ابن مطیع رحمہ نے ایک روز
اپنے گھر کو دیکھا اور اوسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش
ہوتا اور اگر یہ حال کہ ہمارا قبروں کی تنگی میں جانا ہے نہ ہوتا تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں پھر سخت روئے یہانتک کہ آواز بلند ہو گئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی کی اور طول امل کے سبب اور اوسکے علاج کے بیان میں اس فصل میں چار بیان ہیں

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا
کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کیواسطے
کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کیلئے اسلئے کہ اے عبداللہ تجھکو معلوم نہیں کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا یعنی
مردہ کہلاویگا یا زندہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سب سے زیادہ جسکا خوف میں تم پر کرتا ہوں دو خصلتوں کا ہے ایک پیروی خواہش نفس کی دوسرے طول امل اسلئے کہ پیروی
خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہے اور طول امل دنیا کی محبت ہے پھر فرمایا کہ آگاہ رہو اللہ تعالی دنیا
اوسکو بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہو اور اوسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہے اور جب اللہ تعالی کسی بندہ کو
دوست رکھتا ہے تو اوسکو ایمان دیتا ہے سن لو کہ کچھ لوگ دین کے اہل ہیں اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین کے
ہو جاؤ اور اہل دنیا سے نہ ہو اور دیکھو کہ دنیا منہ پھیر کر چلی جاتی ہے اور آخرت سامنے آتی ہے سنو کہ تم اوس دن میں
کہ تم عمل کے دن میں ہو جسمیں کچھ حساب نہیں اور عنقریب حساب کے دن میں ہو گے جسمیں عمل نہ ہوگا انتہی
اور ام منذر فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا
کہ تم خدا تعالی سے شرم نہیں کرتے اونھوں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں
جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں اور ایسی امید رکھتے ہو جو پاتے نہیں اور ایسے مکانات بناتے ہو
جنمیں بستے نہیں۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید نے ایک لونڈی
مہینے بھر کے وعدے پر حضرت زید بن ثابت رضہ سے سو دینار کو خریدی پس میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہیں آتا کہ اسامہ نے مہینے کے وعدے پر خرید لی ہے
اسامہ بے شک طول امل رکھتا ہے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے
اپنی دونوں آنکھیں کبھی اس طرح نہیں کھولیں کہ یہ گمان کیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے اللہ تعالی میری
روح قبض کر لیگا اور نہ کبھی میں نے آنکھ اوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اوسکے نیچے کرنیکا
گمان کیا ہو اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اے
آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانوں کو مردوں میں شمار کرو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں

میری کیا بات ہے [illegible] تم سے [illegible] کی اور [illegible] کوتاہی امل کی اور حضرت
ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے واسطے نکلتے اور پیشاب کرکے
مٹی سے تیمم فرماتے میں عرض کرتا کہ حضرت پانی قریب ہے آپ فرماتے
کہ مجھے کیا معلوم شاید میں پانی تک نہ پہنچوں اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین لکڑیاں لیں ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اوسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا
کہ جانتے ہو کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ
پاس کی دونوں لکڑیاں ایک انسان ہے اور ایک اوسکی موت اور دور کی لکڑی اوسکی امل ہے کہ
آدمی اوس سے معاملہ کرتا ہے اور موت اوس تک پہنچنے نہیں دیتی بیچ ہی میں اوچک لیتی ہے اور
ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال ایسی ہے کہ اوسکے گرد ننانوے موتیں ہیں اگر
اون سے بچے تو بڑھاپے میں پڑے اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آدمی ہے اور یہ اوسکے
گرد اوسکی موتیں اوسکی طرف کو چھوٹی ہوئی ہیں اور بڑھاپا انکے پیچھے ہے اور امل بڑھاپے کے
بعد ہے آدمی امید کی حرص کرتا ہے اور یہ موتیں اوسکی طرف کو چھوٹی ہوئی ہیں جسکو حکم
ہوتا ہے وہی اوسکو دھر دباتی ہے پھر اگر ان موتوں سے بچ گیا تو بڑھاپا اوسکا خاتمہ کردیتا ہے امل کا
اوسکو انتظار ہی رہتا ہے اور عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک لکیر چوکوشی کھینچی اور اوسکے بیچ میں ایک لکیر کھینچی اور اوسکے گرد اور لکیریں کھینچیں اور ایک
لکیر ایسی باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدای تعالی اور اوسکا رسول
زیادہ جانتے ہیں آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو گھیرے ہے اور
یہ خطوط چھوٹے مصائب ہیں کہ اوسکو نوچ رہے ہیں اگر ایک نوچنا بھول جاوے تو دوسری نوچ لیتی ہے
اور جو خط باہر ہے اوسکو امل فرمایا اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقَى مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ وَالْأَمَلُ اور ایک روایت میں ہے وَتَشِبُّ مَعَهُ
اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ ع مرد چون پیر شود حرص جوان مے گردد
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات
پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام
بیٹھے ہوئے تھے اور ایک بوڑھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا
کہ الہی اس شخص سے امل کو دور کردے وہ بوڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر

ابن مبارک [illegible] بزار [illegible] احمد [illegible] ابن ابی الدنیا [illegible] عبد اللہ [illegible] بخاری ۱۲

[illegible]

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اسکے امل اسکو دیدے وہ شخص اوٹھکر کام کرنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اوس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ رہا تھا اور اب کیوں کام کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرتے میں میرے نفس نے مجھسے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک کام کریگا اسلیے میں نے کدال پھینکدی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھسے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں بسر اوقات کی فکر ضرور ہے اسلیے اوٹھکر اپنا کام کرنے لگا۔ اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اچھا جانتے ہو کہ جنت میں جاؤ کو کون عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتوں کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے جیسے حیا چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یوں فرمایا کرتے اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الدُّنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ الْآخِرَةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ الْمَمَاتِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَمَلٍ يَمْنَعُ خَيْرَ الْعَمَلِ آثار مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اگر میں جانتا کہ میری موت کب ہوگی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے کہ موت سے غفلت دیدی ہے اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتیں ہیں بنی آدم پر اگر یہ دونوں نہوتیں تو مسلمان اوٹھکر نہ چلتے۔ اور ثوری رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہوتی تو زندگی کی خوبی نہوسکتی۔ اور سعید بن عبد الرحمن رحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا اسلیے آباد ہے کہ اوسکے لوگوں کی عقلیں کم ہیں اور حضرت سلمان فارسی رحمہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں نے مجھے تعجب میں ڈالا اور تین نے مجھے ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اوسکی طالب ہے دوم غافل کہ اوس سے غفلت نہیں کیجاویگی سوم منہ بھرکے ہنسنے والا کہ نہیں جانتا کہ پروردگار عالم اوس سے ناخوش ہے یا راضی اور تین چیزیں ہیں کہ اونھوں نے مجھکو اتنا غمگین کیا کہ رولا دیا اول فراق دوستوں کا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت میں کھڑے ہونے کا تیسرے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا کہ معلوم نہوگا کہ جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن ابی اوفی کو بعد اونکے مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک اعمال میں سے کونسا زیادہ ہے اونھوں نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوری رحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا۔ اور مفضل بن فضالہ رحمہ نے اپنے رب سے التجا کی کہ امل دور کردے اونسے استغنا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے امل دیدیے

اور کھانے پینے لگے۔ اور حضرت حسن رحمۃ اللہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو سعید آپ اپنا کرتا نہین دہوتے آپ نے
فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمھاری پیشانیون کی بالون مین
بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمھارے پیچھے کوتہ ہوتی جاتی ہے۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ایسا ہو رہا ہون
جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہوا اور اوسکے سر پر تلوار رہو اور منتظر رہتا ہو کہ کب گردن اوڑائی جاویگی
اور داؤد طائی رحمۃ اللہ کہتے ہین کہ اگر مین اتنے امل کرون کہ مہینا بہر جیون تو جانون کہ مین نے گناہ کبیرہ کیا ہوا
اور یہ امل مین کیسے کر سکتا ہون حالانکہ دیکھتا ہون کہ تمام خلق پر مصیبتین رات دن کی ساعتون مین
چھائی رہتی ہین۔ اور کہتے ہین کہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رحمۃ اللہ کے پاس آئے اور اونکے
گوشہ چادر مین کچھہ بندھا تھا اونکے اوستاد نے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے شقیق رحمۃ اللہ نے کہا کہ کچھہ
بادام ہین مجھے ایک بھائی نے دیئے ہین اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم انسے
افطار کرنا اونکے استاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جیمین یہ کہتے ہو کہ مین شام تک زندہ رہونگا مین تجھسے
اب کبھی نہ بولونگا شقیق رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ استاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ رہے۔ اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہے اپنی دنیا سے
آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنی تقوی کو کر لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خداے تعالی کے ثواب اور عذاب کو
دیکھہ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ
ورنہ تمھارے دل سخت ہو جاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے سمجھو کہ وہ شخص اپنے امل کو
نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد مجکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور
ان دونون کے درمیان مین موتون کے حملے اکثر ہوا کرتے ہین مین نے اور تم نے اکثر اون
لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھہ ٹھنڈی اوسکی ہے جو عذاب الہی سے نجات پانیکا
اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہے جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگونکا یہ حال ہو کہ ایک
زخم ابھی بھرا بھی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور لگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خداے تعالی سے
پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ تمکو اوس بات کا حکم کرون جس سے اپنے نفس کو منع کرون پھر تباہ ہو
میری تجارت مین نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اوس روز ظاہر ہو جسدن توانگری اور محتاجی
کھلیگی اور ترازو مین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اوسکی تکلیف
دیے جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت
اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین اور تمکو بیشک دونون مین سے ایک مین جانا ہے۔ اور ایک شخص نے

اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان
دونوں میں واسطہ موت ہے اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں والسلام اور ایک اور شخص نے اپنے
بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ کچھ گھٹتا جاتا
اور بدن میں بلا آہستہ شکل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کرنی
چاہیے والسلام - اور حضرت حسن یہ فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام نے خطا نہیں
کی تھی انکا امل پیٹھ پیچھے تھے اور موت آنکھوں کے سامنے اور جب آپ نے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا
کہ امل تو آنکھوں کے سامنے کر دیے گئے اور موت پیٹھ کے پیچھے - اور عبد اللہ بن سمیط کہتے ہیں کہ میں نے
اپنے باپ سے سنا ہے کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنی زیادہ تندرستی ہونے سے مغالطہ میں ہے کیا
تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہیں دیکھا اے وہ شخص کہ مہلت ہی مہلت پانے سے مغالطہ میں ہے
کیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہیں دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی زیادتی میں فکر کرے تو
اپنی پہلی لذتیں سب بھول جاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطہ میں پڑے ہوئے ہو یا بہت دنوں
آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اوس سے
تمکو نہ تمہاری ثروت بچاوےگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہیں کہ موت کا وقت سختیوں اور غموں اور
قصور پر پشیمانی کی گھڑی ہے پھر یوں کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اوس بندے پر جو موت
کے بعد کے لیے عمل کرے خدا تعالیٰ رحم کرے اوس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی
نظر کرے - اور ابو بکر ہاشمی کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک پتھر
جس پر کچھ کندہ تھا کوئی اونکے سامنے لایا اوسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اوس میں
لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنے طول امل کو چھوڑ دے اور
عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کر دے اور توکل کو پشیمانی اوٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش
کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھسے جدا ہونگے اور بیٹا
اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا میں پھریگا نہ اپنے عمل میں زیادتی پاویگا بس قیامت کی حسرت اور
ندامت سے پیشتر کچھ کرے اسکو سنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں نے خط محمد بن
یوسف کا بنام عبد الرحمن بن یوسف کے دیکھا اوس میں لکھا تھا کہ بعد سلام کے میں شکر کرتا ہوں اوس معبود کا
کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں اور تجھکو ڈراتا ہوں اوس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کی جگہ
اور جزاء اعمال کے گھر میں جاویگا اب تو زمین کے اوپر بیٹھا ہے چند روز میں اوسکے اندر ہو جاوے گا پھر

تیرے پاس منکر اور نکیر آکر تجکو بٹھلاوینگے اور تجکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اوسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا
تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خداے تعالی تجکو اور تجکو پناہ دے کہ
پھر بھی نوبت ہوگی تمام لیٹنے کا تنگ ہوجاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اوٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا
جاویگا اور خداے جبار مقدمات خلق کے فیصلے کے لیے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے
باشندون سے خالی ہوجاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا
اور شہدا کو بلوا کر لوگون کے بارے مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو
شایان ہین جو سب عالمون کا پروردگار ہے تو بہت سے تو رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی
اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتون پر عذاب ہوگا اور بہتون پر رحم مجھکو معلوم
نہین کہ اوس روز میرا اور تیرا کیا حال ہونا ہے اسی سے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل
کوتاہ ہوگئے سوتے بیدار ہوے غافل چوکنے ہوے خداے تعالی اس بڑے خوف پر ہماری اور
تمھاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمھارے دل مین ایسی کرے جیسی متقیون کے دل مین
کرتا ہے اسلیے کہ ہم اوسی کے ہین اور اوسیکے باعث موجود والسلام - اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے
خطبہ پڑھا اور خداے تعالی کی حمد و ثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاؤگے
تمکو ایک اوٹھنے کی جگہ ہین خداے تعالے حکم اور فیصلے کیواسطے اکٹھا کریگا پس نا امید اور بدبخت کل کو
وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالی اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانون
اور زمین کے برابر ہے نکالدے اور کل کو امن اوس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور
ناپایدار چیز اور بدبختی کو بہت پایدار اور سعادت کے عوض مین بیچ ڈالے دیکھو مرے ہوونکا سوگ تم کرتے ہو
اسیطرح تمھارے پس ماندہ تمھارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خداے تعالی کے پاس لوگ چلے جاتے ہین
اونکا وقت پورا ہوگیا اور امل جاتے رہے تم اونکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش بے تکیہ کے دیتے ہو
کہ نہ کوئی سامان اونکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق وغمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تم سے
کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اوتنے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہین جانتا لیکن
اللہ تعالی کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین اوسمین اوسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع
کرتا ہون اور خداے تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین مونہہ پر رکھکر اتنا روے کہ آنسوؤن سے
داڑھی بھیگ گئی اور پھر اوس مقام پر آنے کی نوبت نہوئی یہانتک کہ وفات پائی - اور قعقاع بن حکیم
کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہے تو جب موت آویگی تو مین اتنی دیر بھی

اچھی سمجھا تو فقط ایک چیز کو دوسری سے تیز سمجھے کر دون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی
مسجد مین مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون
کہ آئے میرا اب اگر آوے گی تو مین اوسکو کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میرے کسیکے پاس
کوئی چیز ہے نہ کسیکی میرے پاس - اور عبداللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمہارا کفن
دھوبی کے یہان سے آچکا ہو - اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ
نکلے اور داؤد طائی رح بھی اوسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے
مین اونکے پاس جا بیٹھا تو مین نے سنا کہ یون کہتے تھے جو وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دور کی چیز کو نزدیک
جانتا ہی اور جسکا امل زیادہ ہوتی ہے اوسکا عمل ضعیف ہوتا ہی اور جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہے اے بھائی جان
یاد رکھو کہ جو شی خدای تعالی سے تجکو اور کامون مین لگائے وہ تیرے اوپر منحوس ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ دنیا کے
باشندے جو قبرون مین ہین اونکا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے اوس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیجا اوس سے
اوس سے شادان مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اوسی پر لڑتے مرتے ہین اور اوسی پر غیبت اور
حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین - اور روایت ہی کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور
محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھاو تو اونہون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز
کوئی نہین پڑھانیکا حضرت معروف رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین سمجھتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا
ہم اللہ تعالی سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کو مانع ہے - اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح
نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خدای تعالی نے
اونپر فنا لکھدی ہے اور اونکے رہنے والون پر اوسمین سے چلا جانا تو بہت سے بستی آباد چند روز مین اجڑ
جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اونکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس اب خدای تعالی
تم پر رحم کرے اوسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمہارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون اونمین سے
عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لو کہ بہتر توشہ تقوی ہی دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سایہ کہ چلا جاتا ہی
ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اوس سے خنک چشم بیٹھا ہے کہ اتنے مین خدای تعالی اوسکو اپنے حکم سے
طلب فرمالیا اور اوسکے سر پر موت کا دونا لا ڈالا تو سب اوسکے نشان چھین لیے اور اوسکی عمارت اور دولت
دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہی اوتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہی اور رنج بہت زیادہ دیکر

اگر ہو عیش سدا کا اک دن تو عشرت [illegible]	جہان مین عرصہ عشرت سہی سواوہ چند ہی کم تھا

اور حضرت ابوبکر صدیق رض اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہان گئے وہ لوگ جنکے منہ خوب صورت [illegible]

اونچے تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے شہر بنائے اور شہر پناہ چنی
انکو مضبوط کیا کہاں ہیں وہ بہادر کہ لڑائی میں بڑھ چڑھکر رہا کرتے تھے زمانے نے انکو پست کر دیا قبر کے
اندھیرے میں جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانوں کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان طول امل کے سبب اور اوسکے علاج میں - جاننا چاہیے کہ طول امل کے دو سبب ہیں ایک
جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت سکا یہ حال ہے کہ آدمی جب اوس سے اور اوسکی شہوات و
لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہے تو اوسکے دل پر اوسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی
مفارقت کا ہے اوس سے اوسکا دل متنفر ہوتا ہے اور اوسمیں فکر نہیں کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت
کیا کرتا ہی اوسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزوؤں میں مشغول رہتا ہے اپنے نفس کے لیے
ایسی ہی آرزو کرتا ہے جو اوسکی مراد کے موافق ہو اور اوسکی مرضی کے موافق دنیا میں رہنا ہو تو اوسیکا
خیال رکھتا ہی اور اوسیکو اپنے لیے فرض کر لیتا ہے اور جو لوازم یہاں رہنے کے ہیں اور جنکی اوسکو ضرورت
ہوتی ہی یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریاں وغیرہ سامان کو فرض کر لیتا تو اوسکا دل اسی
فکر پر رک جاتا ہے موت کی یاد نہیں رہتی اوسکا قریب ہونا خیال میں نہیں گذرتا اور اگر کبھی کسیوجہ سے
موت کا معاملہ اور اوسکی تیاری کا حال جو دل میں گذرتا ہے تو اوسکا نفس وعدہ کر لیتا ہی اور لیت و لعل میں
ڈالتا ہے اور کہتا ہی کہ ابھی بہت دن باقی ہیں بڑا ہو کر توبہ کر لیجیو اور بڑا ہونے پر کہتا ہی کہ بوڑھا ہو کر توبہ
کر لیجیو اور بوڑھا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مکان بنا کر اور زمین آباد کر کے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس
لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اس دشمن کے قہر سے جو بدگوئی کرتا رہتا ہے چھٹکارا
پاکر توبہ کر لینا غرض کہ ہمیشہ اسیطرح ٹالنا اور تاخیر اوسکا شیوہ رہتا ہے اور جس کام میں لگتا ہی اوسکے
پورا کرنے میں دس کام اور لگ جاتے ہیں اور روز کے بعد دوسرا اور دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہے اور ایک کام
دوسرے کام آتا جاتا ہی یہاں تک کہ موت ایسے وقت میں اوچک لیتی ہے کہ اوسکو گمان بھی نہیں ہوتا
اوسوقت سمجھ حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے
کہا ہے کہ کیوں تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہے وہ کل کو
بھی تو اوسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو اوسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہو جاویگی اور اوسکو یہ
گمان ہی کہ دنیا میں خوض کرنے والے کو اور اوسکی حفاظت کرنے والے کو کبھی فراغ ہو سکتا ہی اور یہ اوسکی
خام خیالی ہے اوس سے فارغ وہی ہوتا ہے جو اوسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

کار دنیا کسے تمام نکرد	ہر چہ گیرید مختصر گیرید

دوسرا اصل ان سب آرزوؤن کی دنیا کی محبت ہے اور اس حدیث کے معنون سے غفلت أحبب من أحببت
فانك مفارقه اور جہالت کا حال یہ ہے کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہے تو جوان ہو کے
موت کا آنا بعید جانتا ہے اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھون کو گنے تو دس پانچ
ہونگے اور اونکے کم ہونے کی یہی وجہ ہے کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہے جب تک ایک بوڑھا
مرتا ہے ہزار جوان اور لڑکے مر جاتے ہین — اور کبھی موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہے
اور اچانک موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہو اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مر جانا کچھ دشوار نہین اور اگر بالفرض
دشوار ہو تو یکایک بیمار ہو جانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہو اور جب بیمار ہوا تو
موت کیا دور ہے اور اگر یہ غافل سوچے اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص
جوانی اور بڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہین
تب البتہ بہت چونکنا ہو اور اوسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین
گرفتار ہے اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہے کہ موت میرے سامنے ہی ہو گی
اپنے اوپر اوسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہے کہ مین جنازون کے ساتھ چلونگا یہ نہین فرض کرتا
کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھ ہی رہتے ہین اوسی سے الفت
ہو رہی ہے دوسرون کو مرتے دیکھا اور دیکھنے ہی مرنے کا عادی ہے اپنے مرنے سے انس نہین اور ممکن ہی
نہ کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے وہ واقع نہین ہوتی اور اگر ہو گی تو ایکہی دفعہ ہو گی وہی اول ہی
وہی دوم پہلا اور پھر الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اوسکا علاج یہی ہے کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس
کرے اور جانے کہ یقینا میرا جنازہ بھی اوٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاونگا اور کیا عجب ہے کہ جو اینٹ تختہ
میری گور مین لگیگا وہ بن چکا ہو اور مجکو علم نہو اس صورت مین تاخیر کرنی محض نادانی ہے اور جب یہ
معلوم ہو چکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہے تو ظاہر ہے کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا پس
جہل کو تو اسطرح دور کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف دل
والون سے سنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہو اور یہ وہ مرض لاعلاج ہے جسکے علاج مین
اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اوسکا علاج یہی ہے کہ ایمان اللہ تعالی پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا
عذاب اور عمدہ ثواب اوس روز ہونا ہے اوسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اوس یقین ہی سے دنیا کی محبت دل سے
جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دور کر دیتی ہے تو جس صورت مین
دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو برا جانیگا کہ دنیا پر نظر کرے الا کسی کو سلامت تمام

روحی زمین ہی کی کیون نہو اسلیے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہے تو وہ بھی کدورت اور
تیرگی سے خالی نہین ہوتی تو ایسی چیز سے کسطرح خوش ہوگا یا اوسکی محبت دل مین کیسے جمے گی بشرطیکہ
آخرت پر یقین ہو ہم خدا ہی تعالی سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین ایسا کرے جیسا اوپنے
نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہے اور موت کے دل پر بیٹھنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو
لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے مرگئے ہین انکے حال پر غور کرے کہ اونپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ اونکو
خیال وہم بھی نہ تھا تو جو شخص اوسکے لیے تیار تھا اوسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل کے مغالطے مین تھا
اوسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیے کہ اپنے ہاتھ پاؤن اور اعضا کیطرف دیکھے اور
تامل کرے کہ ان اعضا کو کیڑے کیسے کھا جائینگے اور ہڈیان انکی کسطرح علیحدہ اور متفرق ہو جائینگی اور تامل
کرے کہ کیڑے اول میری آنکھ کا ڈھیلا یا بائین کا کھانا شروع کرینگے اور جو اعضا میرے بدن پر ہین کوئی ایسا
نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم کے ایسے عمل کے جو خالص خدا ہی تعالی کے لیے ہوا اور
کچھہ نہ رہیگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر
اور قیامت کے اہوال اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہین کہ آدمی
کے دل پر موت کو تازہ کرتی ہے اور اوسکی تیاری مین لگاتی ہے۔

تیسرا بیان لوگون کے مراتب کا طول امل کے باب مین۔ واضح ہو کہ اس باب مین لوگ متفاوت مراتب پر
ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہین جیسے خدا ہی تعالی فرماتا ہے یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ
اور بڈھے ہوکر بھی زندگی کے حریص ہوتے ہین یعنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی اونکی
دیکھی ہوتی ہی اسکے خواہان ہوتے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہے حدیث شریف مین ہے کہ
بوڑھا آدمی دنیا کی طلب مین جوان ہوتا ہے گو بوڑھا ہو سبب یہ ہے اوسکے ہاتھ پاؤن گر گئے ہون مگر تقوی والے
اور وہ کمتر ہین اتقی۔ اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہین اور اوس سے زیادہ کے سامان کی
تدبیر نہین کرتے اور آیندہ سال اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے اور جاڑے مین
گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہین پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول ہوتے ہین
اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہین تو اسی نظر سے گرمیون مین
جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے۔ اور بعض کے امل کا مآل صرف ایک دن
اور رات کا ہوتا ہے تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہے کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسی علیہ السلام
فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کو تمکو مہلت ملیگی تو تمھارا رزق اور

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے میں - واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہوں
اور ایک کا انتظار تو اوسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا کئی برس کے بعد تو وہ شخص اس
دوسرے کی آمد کا انتظار نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اوسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ تیاری
قرب انتظار سے ہوا کرتی ہے اس صورت میں جو شخص موت کے آنیکا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اوسکا دل
اوسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنوں پر دھیان نہ دیگا اور اونکو بھول جاویگا ہر روز صبح کو اسی بات کا
منتظر رہیگا کہ ابھی برس روز کامل پڑا ہے اور شروع اوسکا اوسی دن کو جانتا ہے جس میں موجود ہے جو دن
گذرتے جاتے ہیں اونکو کم نہیں کرتا اور یہ امر اوسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہیں کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے
نفس کے لیے ہمیشہ گنجائش اوسی برس میں تصور کرتا ہے اور اسلیے جو عمل ہیں تاخیر کرتا ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں انتظار کرتا تم میں سے کوئی دنیا میں سے مگر تو انگری جو
مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھولادے یا مرض مفسد یا بڑھاپا کہ عقل کو خبط کردے یا موت
جلدی کی جسکے باعث کوئی کار ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال برا غائب ہے کہ انتظار کیا جاوے
یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت و تلخ ہے انتہی اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہیں فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے
غنیمت جان جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تو انگری کو مفلسی سے اور فارغ
ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ
فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ یعنی آدمی ان دونوں نعمتوں کو غنیمت نہیں جانتا اور جب جاتی
رہتی ہیں تب اونکی قدر سمجھتا ہے جیسا کہ مشہور ہے قدر نعمت بعد زوال + اور ایک حدیث
میں ارشاد فرمایا جو خوف کرتا ہے وہ اول شب میں چلا جاتا ہے اور جو اول شب میں جاتا ہے وہ منزل
پہونچ جاتا ہے سن لو کہ خداے تعالی کی متاع بھاری مول ہے اور آگاہ ہو کہ خداے تعالی کی متاع جنت ہے
اور فرمایا جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَتِ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب
اپنے اصحاب رض سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو اونمیں باواز بلند پکارتے أَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ
رَاتِبَةً لَازِمَةً إِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَإِمَّا بِسَعَادَةٍ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور موت غارت کرنے والی ہے اور قیامت وعدہ کی جگہ ہے
اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختوں کی
شہنیوں پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا میں سے اسیقدر رہا ہے جتنا کہ اس دن کے باقی ہے بہ نسبت

اوس مقدار سے کہ گذر گیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ
شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہگیا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جائے
اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھنے مین قیامت کا ذکر فرماتے
تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے
آیا اور شام ہوتے آگئے اور مین قیامت ان دونون کیطرح بھیجی گئی ہین اور اپنی دونون انگلیون کو ملا لیتے
اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَن یُّرِدِ اللّٰہُ
اَن یَّھدِیَہٗ یَشرَح صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ پھر فرمایا کہ جب نور دل مین داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے لوگون نے
عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہوجائے آپنے فرمایا کہ ہان اس دغا کے
گھر سے علیحدہ رہنا اور دار باقی کیطرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اوسکی تیاری کرنی - اور
سدی رح اس آیت کی تفسیر مین اَلَّذِی خَلَقَ المَوتَ وَالحَیٰوۃَ لِیَبلُوَکُم اَیُّکُم اَحسَنُ عَمَلًا فرماتے ہین
کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کونسا موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اوسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہے اور اوس
خوف اور دہشت بہت رکھتا ہے - اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین
کہ ایک پکارنے والا یہ پکارتا ہو کہ کوچ کوچ کوچ اور مضمون مذکورہ بالا کی تصدیق یہ آیت ہے اِنَّھَا
لَاِحدَی الکُبَرِ نَذِیرًا لِّلبَشَرِ لِمَن شَآءَ مِنکُم اَن یَّتَقَدَّمَ اَو یَتَاَخَّرَ یعنی موت ہے اور تمیم مولی بنی تمیم
کہتے ہین کہ مین عامر بن عبد اللہ کے پاس جاکر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اونھون نے جلدی
سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہو کہ مین ایک تاک مین ہون مین نے پوچھا کہ
کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ سنکر مین کھڑا ہو گیا
اور وہ نماز مین مصروف ہوے - اور حضرت داؤد طائی رح چلے جاتے تھے ایک شخص نے اونسے کسی
بات کا سوال کیا اونھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون
اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہے بجز اعمال آخرت کے - اور منذر رح کہتے ہین
کہ مین نے مالک بن دینار کو سنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کمبخت عمل پر مبادرت کر پہلے
اس سے کہ وہ امر آجائے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہانتک کہ مین نے ساٹھ بار اونسے سنا
اور وہ مجکو نہین دیکھتے تھے - اور حضرت حسن رح نے اپنی وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی
کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رک گئے تو تم سے وہ عمل نہ ہوسکینگے جنسے اللہ تعالی کیطرف تقرب کرو
خدا اوس تعالی رحم کرے اوس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر روئے پھر یہ

اور راہ راست پر رہو کہ یہ تھوڑے سے دن زندگی کے ہین تم مسافر ٹھہرے ہوئے ہو ایک کی طلبی
ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور مڑ کر نہین دیکھتا تو یہان سے جو تمہارے سامنے ہے عمدہ چیز لیکر
نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ تم سب مہمان ہو اور تمہارا مال عاریت ہے پس مہمان
جانیوالا ہے اور عاریت جنکی ہے اونکے پاس جانے والی ہے۔ اور ابو عبیدہ باجی کہتے ہین کہ ہم حضرت
حسن بصری رح کے مرض موت مین اونکے پاس گئے تو اونھون نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب
تشریف لائے خدا تعالی تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت مین نازل کرے یہ ایک
کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچے رہو اور تقوی اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے
سے نکالدو جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ اونکے پاس جو چیز صبح کو آئی
اور شام کو چلی گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ نرسل پر نرسل یعنی مکان کسی قسم کا نہین بنوایا بلکہ آپکے لیے
علم اونچا کیا گیا اوسیکی طرف آپ متوجہ ہوئے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر مہل کرتے ہو سبحان اللہ
کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خدا تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو عیش کو ایک ہی عیش سمجھے
آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھالے اور پرانا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت مین کوشش
کرے اور خطا پر روئے اور عذاب سے گریز کرے رحمت کا خواہان رہے یہانتک کہ اوسکی موت اسی
حال پر آوے۔ اور عاصم احول رح کہتے ہین کہ مجھے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب مین فرمایا
کہ میان صاحب لوگون کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اسلیے کہ معاملہ خاص تمسے
ہوگا نہ اونسے اور یہ نہ کہو کہ وہان جاؤن وہان پھر آؤن کہ اس صورت مین دن مفت جاتا رہیگا
اور موت تمہارے اوپر متعین ہے وہ معلوم نہین کسوقت آوے اور جیسے نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ
ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تمنے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

تیسری فصل موت کی شدت اور سختیون مین اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہین اونکے ذکر مین

واضح ہو کہ اگر بندہ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جانکندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا
کہ اوسکا عیش تلخ اور سرور بکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے
باب مین کرکے اوسکی تیاریان بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوصا ایسی صورت مین کہ وہ ہر دم اسکے درپے ہو
چنانچہ بعض علما فرماتے ہین کہ سختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجکو معلوم نہین کہ وہ تجپر
کب آکر ٹوٹینگی۔ اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجکو معلوم نہین کہ کب آویگی
تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجکو آدبا دے تو اوسکی تیاری کرلے۔ اور تعجب ہے کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی

لذت مین اور عمدہ مجلس تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیان مارینگا
تو وہ لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہے کہ ملک الموت جانکنی
کی سختیان عین غفلت کیوقت مین لاڈالیگا مگر اوس سے کچھ عیش مانع نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت
اور دہوکے کے اور کیا کہنا چاہیے۔ اور جسقدر تکلیف کہ جانکندنی مین ہوتی ہے اوسکی ماہیت
بجز اوس شخص کے کہ اوسکو چکہے اور کسیکو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اوسکو نہین چکہتا وہ دو طرح پر معلوم
کرسکتا ہے یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اوسکو پہونچے ہون اور یا لوگون کا حال نزع مین
نہایت کرب پر دیکھنے سے۔ پس قیاس کی صورت تو یہ ہے کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اوسکو
درد معلوم نہین ہوتا اور جبمین جان ہوتی ہے تو درد معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ درد کی
معلوم کرنے والی روح ہے جب کسی عضو مین زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اوسکا اثر روح پر
پہونچتا ہے اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہے اوسیقدر اوسکو درد ہوتا ہے اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہے
تو روح کو صرف تھوڑا ہی سا صدمہ ہوتا ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری
چیز پر نہو تو ظاہر ہے کہ یہ درد نہایت بڑا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہے
اور اوسکے تمام اجزا مین وہ پھیل جاتا ہے یہان تک کہ اجزاء روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی
ہوئی ہے کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہوتا ہو مثلاً اگر آدمی کے کانٹا لگتا ہے تو درد جو اوسکو معلوم
ہوتا ہے اوسیمین ہوتا ہے وہ صرف روح کے اوس حصے مین ہے جو اوس جگہ پھیلی ہوئی ہے جہان کانٹا لگا ہے اور
جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر
و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو وہ روح کہ اون اجزا مین پھیلی ہوئی ہے اوسکے اجزا
روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اوسی جگہ ہوتا ہے جہان لوہا وغیرہ لگا ہے
اسیوجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کر کم ہوتی ہے۔ اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہے اور اوسکے
تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہے اسلیے کہ ہر ایک رگ و پے مین سے کچھ کھینچکر وہی نکلتی ہے کوئی جز اور جوڑ اور
بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اوسکی تکلیف اور سختی کو
مت پوچھو اسیلیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرہ سے چیرنے اور مقراضون سے کترنے کی نسبت کہ
بہت سخت ہے کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیے تکلیف دیتا ہے کہ اوسمین روح ہوتی ہے تو جب خاص
روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہے اور جانکنی مین
فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہے

اور دوسری صورت مین موت کی سختی دل و زبان اور ہر عضو پر چڑھجاتی ہے اور تمام قوتون کو ضائع کردیتی ہے ہر ایک عضو سست پڑجاتا ہے قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی عقل کو جدا پریشان کردیتی ہے اور زبان کو جدا گونگا بنادیتی ہے اور ہاتھ پاؤن کو جدا ڈھیلا کردیتی ہے آدمی اوسوقت چاہتا ہے کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہوسکتا اگر کچھ اوسمین قوت رہتی ہے تو جان نکلنے کے وقت اور اوسکے کھنچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے رنگ بدلکر مٹیالا ہوجاتا ہے گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اوس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے یہانتک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر کو چڑھجاتے ہین اور ہونٹ سکڑجاتے ہین زبان جڑ کیجانب کو کھنچ جاتی ہے خصیے اوپر کیطرف کو ہوجاتے ہین اونگلیان سبز پڑجاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ کھنچتی ہو

رگ رگ مین کھنچ غم ہے کہئے کہان کہان کی		کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتوان کی

اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اوسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہین بلکہ تمام رگون سے تو اوسکی تکلیف کیونکر زیادہ ہوگی

کہ از دہانش برون میکشند دندانے کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے		ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت

پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے اول دونون پاؤن ٹھنڈے ہوتے ہین پھر پنڈلیان پھر رانین اور ہر ایک عضو مین نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اوسوقت اوسکی نظر دنیا سے اور اوسکے باشندون سے علیحدہ ہوتی ہے اور دروازہ توبہ کا اوسپر بند ہوجاتا ہے اور حسرت وندامت اوسپر چھاجاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر اور حضرت مجاہد رح اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن کہ مراد وہ وقت ہے کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دین غرضکہ تلخی موت کا مزہ اور اوسکی سختی شدت جان کنی کے وقت قابل بیان نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللھم ھون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہین مانگتے اور اوسکو برا نہین جانتے اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہین اسلیے کہ چیزون کا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے اور یہین وجہ انبیا اور اولیا موت سے بہت خوف

رکھتے تھے یہان تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حواریین خدائے تعالی سے دعا مانگو کہ مجھپر
موت کی سختی کو آسان فرمادے اسلیئے کہ مین موت سے اتنا ڈرتا ہون کہ اوسکے خوف کے مارے مرجاتا ہون
اور روایت ہے کہ چند لوگ بنی اسرائیل مین سے ایک قبرستان پر گذرے اور آپس مین کہا کہ آؤ دعا مانگین کہ
ان قبرون مین سے ایک شخص نکلے اور اوس سے کچھہ پوچھین لوگون نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اوٹھا
جسکی آنکھون کے درمیان مین سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر مین سے نکلکر آیا تھا اوسنے پوچھا کہ لوگو
تمھاری کیا غرض مجھسے ہے مجھکو پچاس برس ہوئے کہ موت کو چکھا ہے ابھی تک اوسکی تلخی میرے سے دور نہہ
نہین گئی۔ اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسیکی موت کی
آسانی پر مجھے غبطہ نہین ہوتا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو رگو
اور ہڈیون اور انگلیون مین سے لیتا ہے تو مجھپر موت کو آسان فرما۔ اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور گلا گھونٹنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اوسکی تکلیف مین سو
چوٹ تلوار کی برابر ہے اور آپ سے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان ہی آسان موت ایسی ہے
جیسے اون مین کو کھرو ہو کہ جب وہ اوسمین سے نکلتا ہے تو بدون اونکے نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتا ہے مجھے معلوم ہے کوئی رگ اسکی ایسی نہین جسکو موت کی
تکلیف علیحدہ نہو۔ اور حضرت علی رض لوگون کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی
مروگے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے ہزار تلوارون کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی
نسبت کہ آسان ہین۔ اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے
دوبارہ اوٹھنے تک رہا کرتا ہے۔ اور شداد بن اوس رح فرماتے ہین کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت
مین موت سے بڑھکر نہین اور وہ آرون سے چیرنے اور قینچیون سے کترنے اور ہانڈیون مین ابالنے کی
نسبت کہ زیادہ ہے اور اگر بالفرض مردہ زندہ ہوکر دنیا والون کو موت کی تکلیف سنائے تو وہ اپنی زندگی
سے نفع نہ اوٹھاوین نہ خواب سے راحت پاوین۔ اور زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب
مومن کو کچھہ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث اونپر نہین پہونچ سکا تو اوسپر موت سخت کردی جاتی ہے
تاکہ اوسکی جہت سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جسکا بدلہ انہین
دیا جائیگا تو اوسپر موت مین آسانی کردی جاتی ہے تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر پھر دوزخ مین چلا جاوے
اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ اکثر مریضون کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے ہو جب
وہ خود مرض موت مین مبتلا ہوئے تو لوگون نے اونسے پوچھا کہ تمھین موت کیسی معلوم ہوتی ہے کہا کہ

پہلے گذر چکی ہے ۱۲
ابن ابی الدنیا ...
ابن ابی الدنیا ...

کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملا ہے اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَوْتُ الْفَجْاَۃُ رَاحَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَسَفٌ عَلَی الْفَاجِرِ اور حضرت مکحول رض
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مردے کے بالون مین سے
آسمان اور زمین کے باشندون پر رکھدیا جاوے تو خداے تعالی کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ
ہر بال مین موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے۔ اور روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ
موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو گلجاوین۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا
حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین کیجاوے اور پھر اوسکو کھینچا جاوے حکم ہوا
کہ ہمنے تجپر تو موت مین آسانی فرمائی ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی روح
جب اللہ تعالی کے پاس گئی تو خداے تعالی نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے
نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑدین کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ
اوڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی
کھال قصاب کے ہاتھ سے اوترے اور روایت صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ
پانی وفات شریف کیوقت رکھا ہوا تھا آپ اوسمین ہاتھ ڈالکر اپنے مونہہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے
اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اور حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین کہ بابا جان آہ کیسی کتنی سختی ہے
اور آپ جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہے۔ اور حضرت عمر رض نے
حضرت کعب احبار سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال بیان کرو اونھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہے
جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دی جاوے اور ہر ایک کانٹا اوسکی ساری رگون مین
چبھ جاوے اور پھر اوس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑ کر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ موت کی سختی کھینچتا ہے اور اوسکے جوڑ ایک دوسرے پر
سلام کرتے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا اللہ تعالی
کے اولیا اور دوستون پر ہے اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہونا ہے ہمارے اوپر
تو موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی
سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہے اور اوس سے خوف اور
دہشت کا دل پر آنا اوسکی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زورآور آدمی ملک الموت کی وہ

صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگارون کی جان نکالتا ہے تو اوسکو تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپنے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تم سے ہوسکتا ہے کہ مجکو وہ صورت دکھاؤ جسمین تم بدکار کی روح قبض کرتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر تمکو تاب نہو گی آپنے فرمایا کہ تاب کیون نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو مونھ پھیر لو جب آپنے منہ پھیرا اور پھیر کر دوبارہ اونکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہے اور اوسکے مونھہ اور نتھنون مین سے آگ کی لپٹ اور دھوان نکلتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپنے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کے وقت بجز تمہارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اوسکو یہی کافی ہے اور حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے ایک روز دروازہ بند کرکے باہر گئے اونکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہے اونھون نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہے اگر داؤد علیہ السلام آوینگے تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اوس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ نہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانون سے رکون آپنے فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل مین لپٹ گئے اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک کھوپری پر گذرے اور اوسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اوسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجکو ملک الموت نظر پڑا اوسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہوگئے پھر میری جان اوسکی طرف نکل پڑی پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت متفرق ہوتی اور وہ انس و الفت وحشت و نفرت سے بدل جاتی غرضکہ یہ مصیبت گناہگارون کو بھگتنی پڑتی ہے اور اطاعت کرنے والے اوس سے محفوظ رہتے ہین اور انبیاء علیہم السلام نے صرف شدت جان کنی کی بیان کی ہے وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہے اوسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اوسکو خواب مین بھی دیکھ لے تو باقی عمر عیش تلخ ہوجاوے تو جو اوس حال مین اوسکو دیکھتے ہونگے اونکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اوسکو نہایت حسین اور شکیل صورت مین دیکھتا ہے چنانچہ حضرت عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے اونکا ایک حجرہ تھا جسمین عبادت کیا کرتے تھے جب

احمد وابن ابی الدنیا

باہر جاتے تو اوسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہے آپ نے
پوچھا کہ تجھکو میرے گھر میں کسنے داخل کیا اوسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہے اوسنے کہا
کہ مجھے اوسنے بھیجا ہے جو تجھسے اور مجھسے دونوں سے زیادہ مالک ہے آپ نے پوچھا کہ تو فرشتوں میں سے
کون ہے اوسنے عرض کیا کہ میں ملک الموت ہوں آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح
نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اوسنے عرض کیا کہ ہاں ذرا منہ پھیر لو آپنے منہ پھیر لیا پھر جو مڑکر
دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اوسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھ
ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اوسکو کافی ہے اور اسی میں شامل ہے دو فرشتوں نگہبانوں کا دیکھنا حضرت
وہیب کہا کرتے ہیں کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ جو مردہ مرتا ہے تو اوسکے سامنے دو فرشتے اوسکے
عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہیں پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہے تو اوس سے کہتے ہیں کہ خدا تعالے
ہماری طرف سے تجھکو جزاے خیر دے بہت سی اچھی مجلسوں میں تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کاموں میں
ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں کہ خدا تعالی تجھکو ہماری طرف سے خیر کا بدلا نہ دے
کہ بہت سی بری مجلسوں میں تو نے ہمکو بٹھایا اور برے کاموں میں ہمکو حاضر کیا اور بری باتیں ہمکو سنوائیں
خدا تجھکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اوسوقت ہوتا ہے جب مردہ کی آنکھ اوپر پھر جاتی ہے اور پھر کبھی دنیا کی طرف
نہیں پھرتا تیسری مصیبت یہ ہے کہ گنہگاروں کو اونکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہے اور دیکھنے سے پہلے ہی
ڈرتے ہیں اسلیے کہ حالت جانکنی میں اونکے قوی سست ہو جاتے ہیں اور جانیں نکلنے کے لیے
منقاد ہوتی ہیں مگر اونکی روحیں جب تک ملک الموت کا ایک نغمہ نہیں سن لیتیں تب تک نہیں نکلتیں
اوسکے نغمے دو ہیں ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو بہشت
کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی
دنیا میں سے ہرگز نہ نکلیگا جب تک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور اپنی جگہ جنت یا دوزخ میں سے
نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ
لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہیں
آپنے فرمایا کہ اوس سے یہ مراد نہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ مومن پر جو چیز آنے والی ہے اگر آسان کر دی جاتی ہے
تو اللہ تعالی کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعالی اوسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے - اور روایت ہے
کہ حذیفہ بن الیمان نے شب اپنی جانکنی کی حالت میں حضرت ابن مسعود رض سے فرمایا کہ اوٹھکر دیکھو کیا وقت ہے

۱ع جو شخص اللہ تعالیٰ کا ملنا محبوب جانتا ہو اللہ تعالیٰ اوس کا ملنا محبوب جانتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اوس سے ملنا برا جانتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم نے روایت کیا عبادہ بن صامت سے

وہ اوٹھکر دیکھنے لگے اور فرمایا کہ اول تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون
خداے تعالی سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن - اور مروان حضرت ابو ہریرہ رض کے پاس نزع کے وقت مین
گیا اور کہا کہ الہی اوسپر آسانی کر آپنے فرمایا کہ الہی سختی کر پھر آپ رو دیے اور فرمایا کہ بخدا مین اسوجہ سے
نہین روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمھاری جدائی کا رنج ہے بلکہ مین اپنے رب کیطرف سے دو خبرون مین
ایک پر نظر کر رہا ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا [۱] کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان
بندے کے پاس جا اور اوسکی روح میرے پاس لا تاکہ مین اوسکو چین دون اوسکے عمل سے مجھے یہی بس ہے
کہ مین نے اوسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا اوسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے
اوس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین ہوتی ہین ہر فرشتہ
اوسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اوسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفون مین گلدستے لیکر کھڑے
ہوجاتے ہین جب ابلیس شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخین اور دھاڑین مارتا ہے اور اوسکا لشکر اوس سے
پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہان
تھے کہ اسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہین کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر وہ بچ گیا - اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الہی کے نہین اور جبکی راحت خداے تعالی کے ملنے مین ہوتی ہے
تو موت کا دن اوسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے - شعر

عروسی بود نوبت ماتمت ۔۔۔ اگر نیک روزی بود خاتمت

اور کسیقدر جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو اونھون نے فرمایا کہ حسن بصری کو
دیکھنا چاہتا ہون جب وہ اونکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضرت حسن بصری رح موجود ہین
اونھون نے اپنی آنکھ اونکی طرف اوٹھائی اور کہا کہ او بھائی اب ہم تم سے جدا ہوکر جنت یا دوزخ کیطرف
جاتے ہین - اور محمد بن واسع رح نے موت کیوقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے یا اوس
صورت مین کہ خداے تعالی مجھے درگذر فرماوے اور بعض کا یہ تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی مین رہین ثواب کیلیے
اوٹھین نہ عذاب کے لیے غرضکہ خاتمہ کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل ٹکڑے کردیے ہین
اور واقع مین موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمے کے برا ہونے کا حال اور اوسکے جاننے کا
شدت سے خائف رہنا ہم باب خوف و رجا مین لکھ آئے ہین اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے سے ہم طول نہین کرتے
اب اون حالات کو سننا چاہیے جو موت کے وقت مرنے والے کے حق مین سخت ہین - واضح ہو کہ بہتر صورت

[۱] ابن ابی الدنیا بروایت تمیم داری اور ابو یعلی اور ... ابو نعیم ... یہ مضمون نقل کیا ہے

مرنے کے وقت آدمی سے لیہ ہو کہ ساکن ہوا اور اوسکی زبان کلمہ شہادت سے گویا ہو اور دل خدا تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میت کیواسطے تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اوسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوؤن سے تر ہون سوم لب خشک ہون یہ علامتین خدا تعالیٰ کی رحمت کی ہین جو اوسپر اوتری ہین اور اگر گلا گھوٹے ہوئے کیطرح خرانے لے اور رنگ سرخ ہوا اور لب میلے ہون تو یہ علامتین خدا تعالیٰ کے عذاب کی ہین جو اوسپر نازل ہوا۔ اور زبان سے کلمہ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہے حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حضرت حذیفہ رضہ کی روایت مین اسکے بعد یہ ہے فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور عبید اللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اوسکو کلمہ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندے کا خاتمہ اس کلمے پر ہوگا وہ اوسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اپنے مردون کے پاس جاؤ اور اونکو نصیحت کرو اور کلمہ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو دلکو دیکھا تو اوسمین کچھہ نپایا پھر اوسکے جبڑے جدا کیے تو دیکھا تو اوسکی زبان کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہے اور وہ کلمہ طیبہ کہرہا ہے پس اسکی بدولت اوسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنیوالے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نکرے بلکہ نرمی سے کہے اسلیے کہ بعض اوقات مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اوسوقت اوسپر یہ امر گران گذرتا ہے اور آخر کو تعلیم کو کراہت جاننے لگتا ہے اور کلمے کو برا سمجھتا ہے اس سے خوف ہے کہ کہین خاتمہ برا نہوجاوے اور معنی اس کلمے کے یہ ہین کہ آدمی مرے اور اوسکے دل مین کوئی چیز خدا تعالیٰ کے سوا نہو پس جس صورت مین کہ اوسکا مطلوب سواے واحد برحق کے اور کچھہ نرہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اوسکے حق مین نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اوسکی طرف التفات رکھنے والا اوسکی لذتون پر متاسف ہوگا اور کلمہ اوسکی زبان ہی پر ہوگا دل مین اوسکا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطر مین پڑجاویگا کہ خدا چاہے تو راحت دیجاوے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ اور حسن ظن کا حال یہ ہے کہ وہ بھی اوسوقت مین مستحب ہے اور اوسکا حال ہم باب الرجا مین لکھہ آئے احادیث مین حسن ظن کی فضیلت آئی ہے واثلہ بن الاسقع رضہ ایک بیمار کے پاس گئے

اور پوچھا کہ تمہارے خدای تعالیٰ سے کیا گمان ہے اوسنے کہا کہ میری گناہوں نے تو مجھے تباہ کیا
اور ہلاکت کے کنارے لگا دیا ہے مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر واثلہ رضی اللہ عنہ نے
اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے اونکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے
مجھپر گمان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان نزع کی حالت مین داخل ہوئے اور فرمایا
کہ تو اپنے آپکو کیسا پاتا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین خدای تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے
ڈرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہ دونون باتین اس وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوتی ہین اللہ تعالیٰ
اوسکو وہی دیتا ہے جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اوسکو امن دیتا ہے۔ اور ثابت بنانی رح
فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اوسکی ماں اوسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک دن آنا ہے
وہ دن یاد کر جب اوسپر موت آئی تو اوسکی ماں اوسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجھکو اسی دن سے ڈرایا کرتی تھی
ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اوپر ایک دن آنے والا ہے اوسنے کہا کہ ای ماں مشفقہ میرا رب بہت احسان
کرنے والا ہے مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسیقدر احسان سے مجھکو محروم نفرمایگا راوی کہتے ہین کہ خدای تعالیٰ
نے اوس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا۔ اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک جوان کو کہ بے ادب تھا
جب وہ مرنے لگا تو اوسکی ماں نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہے اوسنے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت
نکالیو کہ اوسمین خدای تعالیٰ کا نام ہے شاید خدا تعالیٰ مجھپر رحم کرے جب وہ دفن ہوا تو خواب مین کسی نے
اوسکو دیکھا اوسنے کہا کہ میری مان سے کہدیجیو کہ مجھکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خدای تعالیٰ نے مغفرت فرمائی
اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اوس سے کہا کہ تو مرجاویگا اوسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان لیجاوینگے
لوگون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اوسنے کہا کہ اوسکے پاس جانے کو مین برا نہین جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ
سلوک ہی کرتا رہا ہے۔ اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھسے فرمایا کہ میرے سامنے
معاملے کی آسانی کا ذکر کرنا تا کہ مین خدای تعالیٰ سے حسن ظن کے ساتھ ملون۔ اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے
کہ موت کیوقت بندے کے سامنے ذکر اوسکے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے
فائدہ اون حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت
کی ملاقات کیوقت ہوتی ہے اشعث بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے
پوچھا جسکا نام عزرائیل ہے اور اوسکی دو آنکھین ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ ای ملک الموت
جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپسمین لڑتے ہون

ف۵ یہ حدیث [illegible] ابن ماجہ نے روایت کی ۱۲
ف۶ بیہقی نے روایت کی ۱۲

فقط تم ایسی صورتون مین کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ مین روحون کو خدای تعالی کے حکم سے پکارتا ہون
وہ میری ان دونون انگلیون مین ہوجاتی ہین اور راوی کہتے ہین کہ زمین ملک الموت کے سامنے
مثل طشت کے کھلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہے اوسمین سے لیتا ہے اور کہتے ہین کہ ملک الموت
حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالی کے خلیل ہین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام
نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگون مین عدل نہین کرتے ایک کو لیتے ہو
اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اونہون نے عرض کیا کہ اس بات کو مین آپسے زیادہ نہین جانتا مجھکو نوشتے
دیجاتے ہین کہ اونمین نام مردون کے ہوتے ہین۔ اور وہب بن منبہ کہتے ہین کہ ایک بادشاہ تھا
اوسنے کہین جانیکو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوے دوسرا
جوڑا منگایا یہان تک کہ سب مین عمدہ جوڑا پہنا اسیطرح پھر سواریان منگایا اور جو سب سے عمدہ
سواری تھی اوسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اوسکے نتھنون مین پھونک دیا اور غرور سے بھر دیا پھر
وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگون کیطرف منہ بھی نہ دیکھتا تھا اتنے مین اوسکے پاس ایک
آدمی برانی صورت کا آیا اور اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب نہ دیا اوس شخص نے گھوڑے کی باگ
پکڑلی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی اوسنے کہا کہ مجھکو تجھسے ایک کام ہے اوسنے
کہا کہ جب تک مین اترون اسقدر ٹھہر جا اوسنے کہا کہ نہین ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے
کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہے اوسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اوسنے کان مین
آہستہ سے کہدیا کہ مین ملک الموت ہون بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے
اتنی مہلت دے کہ مین اپنے گھر جا کر اپنی حاجت پوری کرلون اور گھر والون سے رخصت ہولون اوسنے
کہا کہ اب مہلت نہین اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہوگا یہ کہکر اوسکی روح قبض کرلی
بادشاہ لکڑی کے کندے کیطرح گر پڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور
اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجھکو تجھسے کچھ کان مین کہنا ہے اوسنے
کہا بہت بہتر اوسنے آہستہ سے کان مین کہدیا کہ مین ملک الموت ہون اوسنے کہا کہ بہت خوب کیا
آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روی زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہین کہ مجھے
تم سے زیادہ اوسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کرلے جسکے لیے گھر سے
نکلا ہے اوسنے کہا کہ مجھکو خدای تعالی کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہین ملک الموت
نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت پسند کرلے کہ جیسے حال مین تیری جان قبض کرون

اوسنے پوچھا کہ یہ بات تم کیسے جانتے ہو کہا کہ ہان مجکو یہی حکم ہے اوسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین
وضو کر کے نماز پڑھون جب تک سجدے مین ہون اوسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے
ایسا ہی کیا۔ اور بکر بن عبد اللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل مین سے بہت سامان جمع کیا
جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اوسکے سامنے گھوڑے اور
اور اونٹ اور غلام اور دوسری اشیا کر دی گئین جب اوسنے ان مالون کو دیکھا تو افسوس سے حسرت کرکے
رو دیا ملک الموت نے جو اوسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون ہے قسم ہے اوس ذات کی جسنے تجکو یہ
سب دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اوسنے کہا
کہ تو اتنی مہلت دے کہ مین انکو بانٹ دوالون اوسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت پوری ہوگئی موت سے پہلے
کیون نہ دیدیا یہ کہکر اوسکی روح قبض کر لی۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی
قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بنا کر اوسمین دو دروازے مضبوط لگا کر
اور اوسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اوسنے اپنے کنبہ کو اکٹھا کیا اور اونکے لیے کھانا پکوایا
اور اپنے تخت پر پانون پر پانون رکھکر بیٹھ گیا اور وہ کھا رہے تھے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا
کہ اے نفس اب تو کئی برسون مزے اڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کریگا ابھی یہ کلام
ختم نہ کر چکا تھا کہ اوسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھولی
ڈالے آیا اور کواڑون کو ایسے زور سے کھٹکھٹایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا غلام اوس فقیر پر دوڑے
کہ تجھے کیا ہوا ہے اوسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ وہ بولے کہ ہمارا آقا تجھ جیسے کی
خاطر نکلیگا اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے جا کر یہ آقا سے کہا اوسنے کہا کہ تمنے اوسکی خدمت کی تقصیر کی
دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پھر دربان اوسکی طرف دوڑے اوسنے کہا
کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور آقا پر ذلت اور
خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اوس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اوسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے ملک الموت
اوسکے سامنے گھس گیا اور کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہو سو کر لے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری
جان نکال لونگا اوسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھکر کہا کہ اے مال خدا تجکو لعنت کرے تو نے ہی مجکو
میرے رب کی عبادت سے روکا اور اوس سے تخلیہ کرنے دیا اللہ تعالی نے مال کو گویا کر دیا اوسنے جواب دیا
کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہے تو خود مجکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے
ہٹا دیا کرتا تھا۔ اور طرح طرح کے مزے جیسے اوڑاتا تھا اور بادشاہون کی مجلسون مین بیٹھتا تھا اور

اور سب ہی راہ میں اوٹھایا کرتا تھا تو میں تجھے نہیں بچا سکتا اگر تو مجھے خیر میں خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے
کام آتا اے آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہے چاہے نیکی کرے یا گناہ پھر ملک الموت نے اوسکی روح قبض
کر لی وہ گر پڑا ۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر کی روح
قبض کی کہ زمین پر اوس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اوسکی روح کو لیکر آسمان کو گئے تو اونسے فرشتوں نے
پوچھا کہ جن لوگوں کی تمنے جان نکالی ہے اونمیں سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہے ملک الموت
نے کہا کہ مجھکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل میں ہوا تھا میں جب اوسکے پاس آیا تو دیکھا
کہ اوسکے اوسی وقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اوس پر ترس آیا کہ تنہا ہے اور سفر میں مرتی ہے اور اوسکے لڑکے پر
ترس آیا کہ چھوٹا ہے جنگل میں پڑا رہیگا اور اسکا کوئی خبرگیران نہیں ہے فرشتوں نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح
تم نے اب قبض کر لائے ہو وہی لڑکا ہے جسپر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف
فرماوے ۔ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک نوشتہ
ملتا ہے اور کہدیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسمیں مندرج ہیں اونکی روح اس سال میں قبض کرلیو پس آدمی درخت
لگاتا ہے اور شادی کرتا ہے اور عمارت بناتا ہے حالانکہ نام اوسکا اوس نوشتہ میں ہوتا ہے اور اوسکو
خبر نہیں ہوتی ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر میں پانچ بار تجسس کرتا ہے
جس شخص کو دیکھتا ہے کہ اوسکا رزق پورا ہوچکا اور دن گذر چکے اوسکی روح قبض کرلیتا ہے جسوقت قبض کرتا ہے تو اوسکے
گھر والے رونے چلانے لگتے ہیں ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہے کہ بخدا میں نے اسکی
روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اسکے گھٹائے اور میں تو تم میں آتا رہونگا یہانتک کہ تم میں
کسیکو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہیں کہ بخدا اگر وہ لوگ اوسکو کھڑے ہوئے دیکھیں اور اوسکی گفتگو سنیں
تو اپنے مرنے کو بھول جاویں اور اپنے نفسوں پر روویں ۔ اور یزید رقاشی رح کہتے ہیں کہ ایک
بادشاہ ظالم بنی اسرائیل میں کا اپنے گھر میں بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے خلوت کر رہا تھا اتنے میں
دیکھا کہ ایک شخص دروازے میں سے چلا آتا ہے اوسکو دیکھکر غضبناک و ہیبت زدہ ہوکر اوسکی طرف
لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرے گھر میں تجھے کسنے پہونچایا اوسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے
مجھے یہاں داخل کیا ہے اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو میں وہ ہوں کہ دربان مجھے نہیں روک سکتے
بادشاہوں سے اجازت میں نہیں مانگتا نہ کسی دبدبہ والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش
مجھے نہیں منع کرسکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن میں اتنا
لرزہ پڑا کہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور شکست کی راہ سے اوسکی طرف اوٹھا کر

کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ تو ملک الموت ہے اوسنے کہا کہ ہان مین ہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اتنی مہلت
دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کر لون اوسنے کہا کہ اب نہین تیری مدت پوری ہو گئی
اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہو گئین مہلت کی کوئی سبیل نہین بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجاویگا
اوسنے کہا کہ تیرے عمل کیطرف جو پہلے کر لیا ہوگا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین
نے تو کوئی عمل پیشتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاونگا جو گوشت پوست
کو چھیل ڈالے پھر اوسکی جان نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا اوسکے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی
چیخنے یزید راوی کہتے ہین کہ اگر اون لوگون کو اسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرنے کی نسبت کر اوسے
بھی زیادہ واویلا کرتے - اور اعمش خیثمہ سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام
کے پاس گئے اور اونکے ہمنشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب چلے گئے تو اون صاحب نے حضرت سلیمان
سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت تھا اوسنے کہا کہ یہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان
کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو بچاوین
اور ہوا کو حکم کر دین کہ مجھکو زمین کے سب سے دور طرف پہونچا دے آپنے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجا لائی جب
دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اونسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے فلان
مصاحب کو بہت تاکتے تھے اونھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجھکو حکم ہوا تھا کہ اوسکی روح کو تھوڑی ہی
دیر کے بعد زمین کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپکے پاس بیٹھا تھا لیکن مینے وقت مقررہ پر اوسکو وہین پایا
چوتھی فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رض کی وفات شریف کے ذکر مین

حال وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ
اقتدا ہے اسلیے کہ آپکے حالات ناظرین کے لیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ
کوئی شخص اللہ تعالی کے نزدیک آپ سے بڑھکر برگزیدہ نہ تھا آپ ہی اوسکے خلیل اور حبیب اور مناجات
کرنیوالے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری
ہو گئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر نہوئی بلکہ نزع
کیوقت اللہ تعالی نے آپکے پاس اپنے بزرگ فرشتون کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا
جنھون نے نہایت جد و جہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح کو جسم اقدس و اطہر سے منتقل
کر کے خداے تعالی کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوبصورتون بلکہ مکان خاطر خواہ مین خداے تعالی کے

ہمسایہ مین پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت نزع مین کرب آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور بہم قلق ہوا اور کلمات شوق زبان پر آگئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطراب مین کبھی کھینچے کبھی پھیلے یہانتک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدہ نبوت کے باعث تقدیر ادسے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپکے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپسے باوجود یکہ گذرنیکی آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہین ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اوسکی فرمان برداری کی اور جو لوح محفوظ مین معاینہ فرما چکے تھے اوسکے موجب کار بند ہوئے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر مین اور آپ ہی قبر سے پیشتر اوٹھینگے اور آپ ہی قیامت مین لسفارش مجرمون کے لیے کھڑے ہونگے شعر

	فردا لوائے حمد بدست محمد است		منبوع اوست وجملہ جہان ش جنابعت	

پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمکو آپ کے حالات سے عبرت نہین ہوتی اور جو کیفیت ہم پر گذرنے کی اوسپر یقین نہین کرتے بلکہ شہوتون مین گرفتار اور گناہون اور برائیون کے بارے ہین ہمین کیا ہوا کہ ایسے سید المرسلین و امام المتقین اور حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہین پاتے شاید ہم یہ سمجھے ہوے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم دامنگیر ہے کہ باوجود برا فعالی کے خدا تعالیٰ کے نزدیک ہم برگزیدہ ہین سو یہ بات نہین بلکہ ہم تو یقینًا جانتے ہین کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہونگے اور اوس سے بجز پرہیزگارون کے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود مین تو ہمکو کلام ہی نہین مگر وہان سے پھر آنیکا وہم کرتے ہین اور اگر ہم آنیکا ظن غالب کرین تو اپنی جانون کے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہین پھر وہان سے پھرنے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس مین غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہے یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے کہ تم اکابر سلف کی سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ اون لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونے کے وقت کیسا کرب آپکو ہوا اور جنت ماوی مین تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب ایمانداروں کی مان یعنی حضرت عایشہ صدیقہؓ کے گھر مین وفات شریف کے وقت گئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوب ہوا تم نے

اور کوئی نہین وارد ہونیوالا اوسپر تمین سے مگر وہ ہے تمہارے رب پر لازم اور مقرر پھر بچادینگے ہم اون لوگون کو کہ ڈرتے ہین اور چھوڑ دینگے ظالمون کو اوسمین اوندھے گرے ہوئے ۱۲ ع ۱۲

خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے میں تمکو خداے تعالی سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں
اور تمھارے بابت میں خداے تعالی سے وصیت کرتا ہوں میں اوسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہوں
وصیت یہ ہی کہ اللہ تعالی پر اوسکے شہروں اور بندوں میں چڑھائی نہ کرو اور موت کا وقت
آلگا ہے اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت ماوی اور بھرپور جام وصال کیطرف ہے
تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص میرے بعد تمھارے دین میں داخل ہو اوسکو سلام اور
رحمت خدا کہیو۔ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل کو وحی بھیجی
کہ میرے حبیب کو خوشخبری سنا دے کہ میں اوسکو اوسکی امت کے بابت میں رسوا نہ کرونگا اور یہ بھی بشارت
دی کہ جب لوگ زمین سے اوٹھینگے تو یہ سب سے پہلے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو یہی
اونکا سردار ہوگا اور جنت اور امتوں پر حرام ہے یہانتک کہ اوسمیں اوسکی امت نہ جاوے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور خوش ہو گیا

جانم فداے تو کہ ترا ہست بے گمان	از مہد تا بہ لحد ہمہ جہان را امتنان

اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ حالت مرض مین ہمکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ سات کنوؤں سے سات مشک مین پانی کی منگوا کر نہلاؤ ہم نے ایسا ہی کیا آپکو کچھ آرام معلوم ہوا
پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے اونکے لیے دعا مغفرت فرمائی
اور انصار کے بابت مین وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو
اور انصار ایسے ہوگئے ہین کہ جس حیثیت پر کہ آج ہین اوس سے زیادہ نہ ہونگے وہ لوگ میرے خاص
ہین کہ انہین مین نے آکر جگہ لی پس اونکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنے والے کی خطا سے درگذر
پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خداے تعالی کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اوسنے خداے تعالی
کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابوبکر رض روئے اور سمجھے کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کرو گھبراؤ نہیں یہ دروازے جو مسجد مین کھلے ہین سب
بند کر دو مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے
بڑھکر نہیں جانتا ہوں حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح
نے میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلی علیین کو پرواز فرمایا
اور مرنے کے وقت اللہ تعالی نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کر دیا اسطرح کہ اوسوقت میرے پاس میرا بھائی

بن ابی بکر الرحمن ایک مسواک ہاتھ میں لیے آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس مسواک کیطرف دیکھنے لگے میں نے
سمجھا کہ یہ آپکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپ سے پوچھا کہ یہ آپکے لیے دون آپنے سر مبارک سے
اشارہ فرمایا کہ ہان میں نے مسواک لیکر آپکو دیدی آپنے اوسکو منہ میں ڈالا تو کڑی معلوم ہوئی میں نے
پوچھا کہ میں نرم کردون آپنے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا میں نے دانتون سے ملائم کردی اور آپکے
سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اوس میں ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ
موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپنے اپنا دست مبارک اوپر کو اوٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ میں نے
تب اپنے دل میں کہا کہ خدا اب ہمکو آپ پسند نکرینگے ۔ اور سعید بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
کہ جب انصار رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے تو مسجد
شریف کا گرد لیا پس حضرت عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپسے جاکر
عرض کیا کہ لوگ جمع ہیں اور ڈرتے ہیں پھر آپکے پاس حضرت فضیل رض گئے اور یہی کہا پھر حضرت علی رض
گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپنے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لیکو اونہون نے ہاتھ تھام لیا آپنے پوچھا
کہ لوگ کیا کہتے ہیں اونہون نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمکو خوف ہے آپکے مرنے کا ہے اور آپکے پاس
مردون کے اکٹھا ہونے سے اونکی عورتین چیخنے لگین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھے اور حضرت علی اور
فضیل رض پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رض آگے آگے تھے اور آپکا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا
اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہانتک کہ منبر کے سب نیچے کے تختے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپکی طرف متوجہ
ہوئے آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو میں نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گویا
موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تمکو اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہاری
عمر کی خبر مرگ نہیں پہونچی جو انبیا کہ مجھسے پہلے تم میں بھیجے گئے اون میں سے کوئی ہمیشہ رہا اور تم میں ہمیشہ کو رہا ہو
سن لو کہ میں اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اوس سے ملوگے اور میں تمکو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ
پہلے ہجرت کرکے آئے اونکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنے والون کو انصار لوگ کے ساتھ رہنے کی
وصیت کرتا ہون اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور سب حالات خدا تعالیٰ کے حکم سے
ہوا کرتے ہیں تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اوسمیں جلدی ہونے کی درخواست کرو کیونکہ
اللہ تعالیٰ کسیکی جلدی کے باعث جلدی نہیں کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہیگا
اللہ تعالیٰ اوسکو مغلوب کریگا اور جو خدا تعالیٰ سے دغا کریگا اللہ تعالیٰ اوسکو دھوکا دیگا وہ خود

فرماتا ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اور مین تمکو انصار
کے باب مین خیر کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ انھون نے تم سے پہلے اپنے گھرون مین اقامت اور ایمان کا
خاصہ حاصل کیا تم اونکے ساتھ احسان کرنا دیکھو اونھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیے تمکو گھرون مین
وسعت کر دی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانون پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو
آدمیون پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ اونکے محسن کیطرف سے جو کچھ وہ دین قبول کرے اور اگر
کوئی اونمین سے کچھ برائی کرے تو اوس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ اونپر اپنے آپکو ترجیح مت
دینا اور معلوم کرو کہ مین تمھارا آگے جانیوالا ہون اور تم مجھسے ملنیوالے ہو اور خبردار رہو کہ تمھارے وعدہ کی جگہ
حوض ہے میری حوض اوس فاصلہ سے بھی زیادہ چوڑی ہے جو درمیان شام کے اہرہ اور یمن کے صنعا مین ہے
اوسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ
میٹھا ہے جو کوئی اوسمین سے پانی پیئیگا کبھی پیاسا نہوگا اوسکی کنکرین موتی ہین اور خاک مشک اگر تمہارے
مین کوئی اوس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اوس
حوض پر آئے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف اوسنے وہی کام لے جسکے جو لائق کرنے ہون
پھر حضرت عباس رضنے عرض کیا کہ اے رسول خدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے فرما دیجیے آپ نے
فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک لوگ نیک کا
تابع ہے اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتکو بدل ڈالتے ہین
اور اخلاق کو متغیر کر دیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو اونکے امام بھی اونکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب
بدکار ہونگے تو حاکم بھی اونپر رحم نکرینگے اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ اور حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوبکر رض سے فرمایا کہ اے ابوبکر کچھ پوچھ لے اونھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا موت قریب آگئی
آپنے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی اونھون نے کہا کہ اے نبی اللہ خدا تعالی کے پاس کی چیزین
آپکو مبارک ہون کاش ہمکو معلوم ہو جاتا کہ آپ کہان تشریف لیجاوینگے آپنے فرمایا کہ خدا تعالی کیطرف
اور سدرۃ المنتہی کیطرف پھر جنت الماوی اور فردوس اعلی اور جام اوفی اور رفیق اعلی اور بہرہ پایدار اور
عیش خوشگوار کیطرف حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپکو غسل کون دیگا آپنے فرمایا کہ میرے اہل بیت
کے مرد جو سب سے قریب تر ہون پھر وہ جو اونسے قریب ہو اونھون نے عرض کیا کہ آپکو کفن کیا
دین آپنے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفید اونھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز

کہتے ہیں یہ کہکر حضرت ابوبکر رض اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے ۔

نہ در ہجر تو نہ چہرہ شدہ ہست آب نگم	کہ سیل اشک ز دیدہ غمی شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدا تعالی تمکو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی عوض میں تمکو جزاء خیر دے
جب تم مجکو نہلا کر کفنا چکو تو چارپائی پر میرے اسی حجرے میں قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر
چلے جانا کہ اول مجہپر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ تمہیں وہ اور اوسکے فرشتے رحمت بھیجتے
رہتے ہیں پھر خدا تعالی فرشتوں کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا میں اول جبریل
علیہ السلام آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت بہت سے لشکروں سمیت پھر تمام باقی
فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجہپر اندر آکر نماز پڑہیو اور ایک ایک جتہا جدا جدا صلوٰۃ وسلام مجھپر
کہتے جائیو اور میری تعریف کرکے مجکو ایذا مت دیجیو چیخ مار یا رونے پکار کر رونیو اور مناسب ہیکہ اول امام نماز
شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہوں اونکے بعد وہ جو اونسے دور ہوں پھر اسیطرح پھر اوروں کی
جماعتیں پھر لوگوں کے گروہ حضرت ابوبکر رض نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اوترے آپ نے فرمایا کہ میرے
اہلبیت کے کچھہ لوگ جو قریب ترین ہوں بہت سے فرشتوں کے ساتھہ کہ تم اونکو نہ دیکھوگے اور وہ تمہیں
دیکھینگے۔ اب میرے پاس سے اوٹھہ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگوں کو دین کا حال بتاؤ
اور عبد اللہ بن ربیعہ رض فرماتے ہیں کہ شروع ربیع الاول میں حضرت بلال نے نماز کے لیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے میں باہر نکلا اور دروازہ
کے سامنے صرف حضرت عمر رض کو مع چند لوگوں کے جنمیں حضرت ابوبکر رض نہ تھے دیکھا میں نے حضرت
عمر رض سے کہا کہ آپ کھڑے ہو کر نماز کو پڑھاویں حضرت عمر رض نے اوٹھکر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ
آپکی آواز بلند تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی اور فرمایا کہ ابوبکر
کہاں ہیں عمر کے آگے ہونے کو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے
کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں
جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ اونپر غالب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف کے ساتھ والی ہو
ابوبکر ہی سے کہو کہ نماز پڑھائے عبد اللہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت
ابوبکر رض نے نماز پڑھائی اس حضرت عمر رض مجھسے کہا کرتے کہ اے زمعہ کے بیٹے تونے یہ کیا کیا اگر مجکو یہ
گمان نہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو ارشاد فرمایا ہوگا تو میں ہرگز تیرے کہنے سے کبھی نماز
نہ پڑھاتا میں کہا کرتا کہ مجھے اوسوقت تم سے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عائشہ رض

[illegible]

ربیع الاول کی قید میں او حضرت عائشہ کا یہ قول اور حدیث صحیح میں بروایت عائشہ رض وارد ہے ۱۲

فرماتی ہیں کہ میں نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر کیا تھا تو اسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے رخ سے
علاوہ اسکے خلافت میں اندیشہ اور خطرہ بہت ہے مگر جسکو خدا بچا دے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز
کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی میں کوئی آپکی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدا ہی تعالیٰ چاہے
اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ انپر حسد کرینگے اور انسے سرکش ہو جاوینگے اور فال
لینگے مگر چونکہ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے
محفوظ کیا اور جس چیز سے میں ڈرا کرتی تھی اوس سے صاف بچایا۔ اور فرماتی ہیں کہ جب وہ دن ہوا
جسمیں آپکی وفات ہوئی ہے تو لوگوں نے کچھ مزاج مبارک میں صبح کیوقت ہلکا پن اور مرض میں تخفیف
پائی اسلیے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو گئے اور خوشی خوشی کاموں میں مصروف ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں ہمارا حال اوس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو اوس روز تھی ایسی کبھی پہلے
نہ ہوئی تھی اسی اثنا میں آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت
چاہتا ہے اور عورتیں تو باہر چلی گئیں میں آپکا سر مبارک گود میں لیے تھی جب آپ بیٹھ گئے تو میں بھی
حجرے کے گوشے میں ہو گئی پھر آپنے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجھکو بلا کر سر مبارک
میری گود میں رکھ لیا اور عورتوں سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ میں نے عرض کیا کہ یہ آہٹ تو
جبریل علیہ السلام کی نہ تھی آپنے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہ یہ ملک الموت ہیں کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدون اذن آپکے پاس نہ آؤں تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو
پھر جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آؤنگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپکی روح بدون آپکے ارشاد کے
نہ قبض کروں اب آپکا ارشاد کیا ہے میں نے اوس سے کہدیا ہے کہ جب تک جبریل علیہ السلام آ نہ لیں
جب تک مجھ سے علیحدہ رہو اب جبریل کے آنے کی ساعت ہے حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ یہ آپنے
ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہم نے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا گویا
ہم پر سخت حادثہ وارد ہوا اور کسی کو طاقت نہ تھی کہ کچھ آپ سے کہیں ہم اوس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسی کو
تاب گویائی کی نہ رہی ہمارے دل مضطرب تھے کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام ایک ساعت میں تشریف لائے
اور سلام کیا میں نے انکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپکی خدمت میں عرض کیا
کہ خدا ہی تعالیٰ آپکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپ کا حال آپ سے
زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپکی کرامت اور شرف بڑھا کر مخلوق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کر دے
اور یہ امر آپکی امت میں سنت ہو جاوے آپنے فرمایا کہ میں اپنے آپکو دردمند پاتا ہوں حضرت جبریل نے کہا کہ

کہ آپکو مژدہ ہو کہ خدای تعالی چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپکے لیے تیار کیے ہین اونپر آپ کو پہونچا دے
آپنے فرمایا کہ ای جبرئیل ملک الموت نے مجھسے اجازت چاہی وہ یہ حال کہا حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا کہ
ای محمد آپکا رب آپکا مشتاق ہے اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہے وہ مین بتلا ہی چکا ہون بخدا کہ
ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خدای تعالی کو آپکا شرف
پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپکا مشتاق ہے آپنے فرمایا کہ تو اب تم اوسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ
پھر فرمایا کہ عورتون کو اندر بلا لیا اور حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کہ میرے پاس آو وہ آپکے اوپر جھک گئین
آپنے کچھ اونکے کان مین کہا اونھون نے جو سر اوٹھایا تو آنکھون مین آنکھ آنکھ آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو
نتھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کرو اونھون نے منہ سے کان ملا دیا پھر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پھر
جو اونھون نے سر اوٹھایا تو ہنستی تھین اور بول نسکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو ہمنے اونسے ماجرا
پوچھا تو اونھون نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاؤنگا اس سبب سے مین روئی اور دوبارہ
ارشاد فرمایا کہ مینے خدای تعالی سے دعا مانگی ہے کہ سب سے اول میرے گھر والون مین تجھکو مجھسے ملا دے اور
میرے ساتھ کردے اسلیے مین ہنسی پھر حضرت فاطمہ رض نے دونون صاحبزادون کو آپکے پاس کیا آپنے
دونون کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپنے اجازت دی اونھون نے حاضر ہو کر
عرض کیا کہ آپ مجھکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مجھکو میرے رب سے ابھی ملا دو اونھون نے عرض کیا کہ
آج ہی ملادونگا اور تمھارے رب کا یہ حال ہے کہ تمھاری طرف مشتاق ہے اور جتنا تردد آپکی طرف سے
پروردگار کو ہے اتنا اور کسیکی طرف سے نہین کیا اور مجھکو بدون اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس
منع نہین فرمایا بجز آپکے لیکن آپ کی ساعت آپکے آگے ہی ہے یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور
عرض کیا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اوترنا ہے پھر کبھی نہین اترونگا وحی بھی
تہ ہو چکی اور دنیا بھی زمین مین مجھکو آپکے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپکی حضوری کے اور کوئی غرض

رفت در بوی سر زلف تو خاطر چمن | ورنہ کی بوے نسیم سحری بود غرض

اب مین ہون اور میری جگہ ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا گھر مین کسیکو تاب یک لفظ کے
بولنے کی نتھی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسلیے کہ حضرت جبرئیل ع کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم
ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترسان تھے پھر مین نے اوٹھکر آپکے سر مبارک کو اپنی گود مین رکھ لیا اور
آپکے سینہ مبارک کو تھام لیا اور آپکو بیہوشی ہونی شروع ہوئی یہان تک کہ دبا لیتی تھی اور آپکی پیشانی
مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکھا اور پسینہ اونگلی سے اوسکو پونچھتی جاتی

اور کوئی خوشبو میں نے اوس سے زیادہ نہیں دیکھی اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں کہتی کہ میں اور میرے
ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہوں آپکی پیشانی اتنا پسینا کیوں دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ اے عایشہ
مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے اور کافر کی جان باچھوں کی راہ گدہے کی جانکیطرح نکلتی ہے
اسوقت ہم ڈر گئے اور اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے
نہ مل سکا اوسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اوسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف فرمای عالم بریں ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپکی روح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور
خدا ہی تعالی ہی نے لوگوں کو آپکے پاس نہ آنے دیا اسلیے کہ جبرایل و میکایل کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا
اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بلکہ رفیق اعلی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کئی بار
اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ جمع رہو گے
جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عایشہ
فرماتی ہیں کہ آپکی وفات دوشنبے کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان میں ہوئی حضرت فاطمہ
نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھ پر مبارک نہیں خدا کی قسم ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کرے گی اور جس روز
کہ حضرت علی پر مصیبت ہوگی تو حضرت ام کلثوم نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ میں میرے لیے
خیر نہیں اوسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اوسی میں میرے شوہر یعنی حضرت عمر شہید ہوئے
اور اوسی میں میرے باپ یعنی حضرت علی شہید ہوئے تو اس دن میں میرے واسطے کچھ خیر نہیں ہے اور حضرت
عایشہ رضی فرماتی ہیں کہ جب آپ نے خلد بریں کو تشریف فرمایا ہوئے تو لوگ نہایت سختی میں پڑے یہانتک
کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں نے آپکے کپڑوں میں ڈھانپ دیا اب لوگ
مختلف حال پر ہو گئے بعضے موت سے منکر ہوے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ بات تک نہ بول سکے
بعضے عقل سے خارج ہوے کہ بات خلط ملط کہنے لگے اور کچھ لوگوں کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ
بیٹھے رہ گئے حضرت عمر بن خطاب رضی اونہی لوگوں میں تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علی رضی
بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضی گونگے ہو گئے حضرت عمر رضی نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی اللہ تعالی اونکو پھیر دیگا اور منافق لوگوں کے ہاتھ اور پانوں
کاٹ دیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہیں جیسے خدای تعالی نے حضرت موسی
علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی آپکے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمھارے پاس پھر
آنیوالے ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حال نے

اپنی زبان رد کو وہ مرے نہین سمجھا کہ اگر اب کسیکو کہتے سنونگا تو ابھی تلوار سے اوسکے دو کردونگا
اور حضرت علی رض گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہگئے اور حضرت عثمان رض کچھ نہ بولتے تھے لوگ اونکا ہاتھ
پکڑ کر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یار مین اونکو کچھ بھی نہ معلوم ہوتی تھی

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست	ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برود

مسلمانون مین سے جیساحال حضرت ابوبکر رض اور حضرت عباس رض کا تھا ایسا اور کسیکا نہ تھا کہ
اللہ تعالی نے ان دونون کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رض کے
قول سے اپنی حرکات سے باز رہے تھے حضرت عباس رض نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اوس ذات کی
جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی مین تمھارے
درمیان فرمایا کرتے تھے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ
اور حضرت ابوبکر رض بنی حارث بن خزرج مین تھے جب اونکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپکے دیدار سے مشرف ہوئے پھر آپکے اوپر جھک کر
بوسہ دیا پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ فدا ہون یارسول اللہ اللہ تعالی آپکو دوبار تو موت نہ چکھائیگا موت
ایک ہی بار ہونا تھا سو آپ وفات پاگئے پھر حضرت ابوبکر لوگون کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو اونکی تو وفات ہوگئی اور جو کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا تو وہ
البتہ زندہ ہے نہین مریگا اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا
پس لوگونکا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اوسی دن سنا تھا اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت ابوبکر کو
جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف مین درود پڑھتے داخل ہوئے آنکھون سے آنسو جاری تھے اور ہچکی
کی آواز اشکون کی رکاوٹ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے مین بہادر تھے آئی ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے اور آپکے روی مبارک کو کھولکر پیشانی اور رخسارون پر
بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اور میری جان اور ماں باپ
اور گھر بار آپ پر فدا ہون آپ زندہ بھی اچھے تھے اور مر کر بھی اچھے آپکے موت سے وہ بات ختم ہوگئی
جو کسی نبی کی موت سے نہ ہوئی تھی یعنی نبوت یا وحی تو آپکا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے
برتر ہے آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب رنجون سے تسلی ہوگئی اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم
سب آپکے بابت مین برابر ہین یعنی آپکی رسالت تمام آدمیون کے لیے ہے اور اگر آپکی موت آپکے اختیار سے

ہونگی تو آپ ہم مین ہم اپنی جانین فدا کرتے اور اگر آپ وصیت نہ فرماتے تو آنکھون کا پانی ختم
کر دیتے مگر یہ بات آپ ہم سے دور نہین کرسکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ بلکیگا الٰہی تو یہ باتین اپنے
حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھیو اور
گوشہ خاطر مین جگہ دین آپ اپنے پیچھے اگر وقار چھوڑ جاتے تو کسکی کیا مجال تھی جو آپکے بعد کی مشقت
کا متحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچا دے اور ہمارے درمیان مین اوسکی نگاہبانی
فرما اور حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رض حجرہ شریفہ مین داخل ہوے اور سارا قصہ
سنا گئی تو گھر والون نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والون نے سنی جب آپ کچھہ کہتے تھے جبھی آواز
اور زیادہ ہوتی تھی اور اونکی آواز کسیطرح پست ہوتی نہ تھی اوسی حال مین ایک شخص بلند آواز زور آور نے
دروازے پر یہ کہا کہ اے گھر والو السلام علیکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ خداے تعالیٰ
موجود رہنے مین ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنی جو جاتا رہتا ہے اوسکا عوض وہ خود موجود ہے اور ہر رغبت
کے لیے ملنا اور ہر خوف سے نجات حاصل ہو تو اوسی سے توقع رکھو اور اوسی پر اعتماد کرو جب گھر والون
نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہے رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی
موقوف ہوگئی کسینے باہر نکلکر دیکھا تو کسیکو نہ پایا پھر گھر مین چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک اور پکارنیوالے نے
آواز دی کہ اوسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے اوسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خداے تعالیٰ کو یاد کرو اور اوسکا شکر
کرو ہر حال مین تاکہ تم مخلصون مین سے ہو جاؤ اوسکے باقی رہنے مین ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اوسکے حکم کے بموجب عمل کرو حضرت
ابوبکر رض نے فرمایا کہ یہ دونون خضر اور الیاس علیہما السلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر
حاضر ہوے تھے ۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابوبکر رض کی اوپر لکھی ہے وہ کہتے ہین
کہ حضرت ابوبکر رض لوگون مین خطبہ پڑھنے کو اوٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کیے سارا خطبہ
متضمن درود شریف پر تھا اول خداے تعالیٰ کی حمد وثنا ہر حال مین بیان کی اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون
کہ اوسکے سوا کوئی معبود نہین وہ واحد برحق ہے اوسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور
تنہا کفار کی جماعتون کو شکست دی تو خداے تعالیٰ یکتا کا شکر ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اوسکے بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنے والے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ کتاب
ایسی ہی ہے جیسی اوتری اور دین ایسا ہی ہے جیسا مشروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان
فرمائی اور قول وہی ہے جو اونھون نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ حق ہے کھلا ہوا الٰہی بس رحمت کر محمد اپنے

بندے اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور برگزیدہ ہوئے اور بہترین پر ایسی رحمت کر کہ تو نے
کسی پر اپنی مخلوق میں سے کی ہو اور سب سے بڑھکر ہو الٰہی اپنی رحمتین اور عفو اور مغفرت اور بخشش سب سے
مخصوص کرئے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پیشوا نیکی کے اور
خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہیں الٰہی تو اونکا قرب زیادہ فرما اور اونکی دلیل بڑا کر اور اونکا مقام
اچھا کر اور اونکو ایسے مقام محمود میں اوٹھا کہ اگلے پچھلے اونپر غبطہ کریں اور اونکے مقام محمود سے
ہمکو نفع دے قیامت کے دن نفع پہونچا اور دنیا اور آخرت میں اونکی عوض تو ہمارے درمیان
رہ اور اونکو جنت میں درجہ اور وسیلہ پر پہونچا الٰہی تو محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما
جس طرح کہ تو نے ابراہیم اور اونکی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہے اچھے کام والا اور
بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اونھوں نے تو
وفات پائی اور جو کوئی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہین مریگا اور اللہ تعالیٰ
نے اونکے باب میں پہلے ہی تمکو کہدیا ہے پس تم اونکو بے صبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عزوجل نے
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اپنے پاس کی چیز بنسبت تمھارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور اپنا
ثواب عنایت فرمانے کو اونکو اوٹھا لیا اور تمھین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی پس جو شخص
کہ ان دونون پر تمسک کریگا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونون میں فرق کریگا وہ اس آیت کا
منکر ہے یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط اور تمکو شیطان تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے
تمکو غافل نہ کر دے اور دین میں تمھارے اوپر کوئی بلا نہ لاوے خیریت سے جلدی کرو شیطان پر کہ اوسکو
تم عاجز کر دو اور اوسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تم سے ملجاویگا اور تمکو فتنے میں ڈال دیگا اور حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے
کہا کہ یہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان دن ایسا اور فلان دن ویسا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب
مجید میں فرماتا ہے انک میت وانہم میتون تا حضرت عمرؓ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ
معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ میں آج سے سوا اور کبھی سنا ہی نہین میں گواہی دیتا ہون کہ قرآن جیسا
اوترا ہے وہی حق ہے اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے اور اللہ زندہ ہے کہ
نہین مریگا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اوسکے رسول پر نازل
ہون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس جانتے ہین پھر حضرت ابوبکرؓ

بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہین ۱۲

کہا انی فعال لما یرید یعنی جو چاہونگا سو کرونگا۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ آپ کی
عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر کچھ ہمکو وصیت کیجیے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے لیے دنیا
فتح کریگا تو تم اوس میں سے بقدر ہی لینا کہ تمہارا قوت کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے
وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوجاتا ہے تو ایسا نکرو کہ خدا تعالیٰ سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے
بل دوزخ میں ڈالدے اور جب حضرت ابوبکرؓ بہت بیمار ہوے کہ باہر نکل سکے اور لوگوں نے چاہا کہ اپنا
نائب کسیکو کردیں تو آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا نائب کیا لوگوں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اپنا
نائب ایک شخص تند مزاج سخت مزاج کو کیا ہے خدا تعالیٰ کو کیا جواب دو گے آپ نے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق
میں سے جو سب سے بہتر تھا اوسکو نائب کیا ہے پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں تمکو
ایک وصیت کرتا ہوں یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حق کچھ دن میں ہیں کہ اونکو رات میں قبول نہیں کرتا اور
رات کے حقوق کچھ ایسے ہیں کہ اونکو دن میں قبول نہیں کرتا اور وہ نفل کو قبول نہیں فرماتا جب تک
کہ فرض ادا نکرو اور قیامت کے روز جنکے پلے بھاری ہونگے اونکے پلے بھاری ہونیکی وجہ یہی ہوگی کہ اونہوں نے
دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور پلڑا اونکا اوسکی وجہ سے بھاری سمجھا ہوگا اور واجب ترازو کے لیے جس میں حق
رکھا جاے اور کچھ نہ رکھا جاے شایان یہی ہے کہ وزنی ہو اور جنکے پلڑے ہلکے ہونگے قیامت میں پلڑے ہلکے ہونگے
تو اوسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں اونہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اوسکو اونپر ہلکا معلوم کیا ہوگا
اور جس ترازو میں کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جاے اوسکو ہلکا ہی ہونا چاہیے اور خدا تعالیٰ نے اہل جنت کا
ذکر اونکے اعمال میں سے بہتر کے ساتھ کیا ہے اور اونکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یون کہتا ہے
کہ میں اون لوگون سے کم ہوں اور اونکے درجہ کو نہیں پہونچا اور دوزخ والون کا ذکر اونکے بدترین
اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک اونہوں نے کیا ہے اوسکو اونپر واپس کردیا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ میں
اون لوگون سے افضل ہوں اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف
دونوں ہوں اور اپنا ہاتھ ہلاکی میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمرؓ اگر
تم میری یہ وصیت یاد رکھوگے تو تمہارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب نہوگی اور اوسکا
آنا ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کردوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بری معلوم
نہوگی اور اوس سے تم بھاگ نسکوگے نہ اوسکو تھکا سکو۔ اور حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت
ابوبکرؓ مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھ لوگ صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کر دیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا حال [illegible] آپ نے فرمایا

کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مرجاوے گا تو اللہ تعالی اوسکی روح کو افق مبین میں کر دیگا لوگوں نے عرض کیا
کہ افق مبین کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے اوسمیں باغ اور نہریں اور
درخت اور سبزہ ہیں ہر روز اوسکو سو رحمتیں خدا تعالی کی چھپا لیتی ہیں تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا
اللہ تعالی اوسکی روح کو اوسی مکان میں رکھیگا وہ کلمات یہ ہیں الٰہی تو نے خلق کو بغیر حاجت
پیدا کیا اور تجھکو کچھ حاجت اونکی نہ تھی پہر تو نے اونکے دو فریق کر دیے ایک جنت کے لیے اور ایک دوزخ
کے لیے تو مجھکو جنت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الٰہی تو نے خلق کو کئی قسم پیدا کیا اور پیدایش سے پہلے
اونکی علامت کر دیا کہ بعضوں کو بدبخت اور بعضوں کو نیکبخت اور خوش اور رنجیدہ بنایا ہے مجھکو اپنی
طاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجھکو اوسکی
پیدایش سے پہلے معلوم ہے تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اوس سے گریز نہیں پس مجھکو اون لوگوں میں کر دے
جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہے الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا تو تو اپنی خواہش اس امر
کی کر کہ میں ایسی بات چاہنے لگوں جو مجھکو تجھسے قریب کر دے الٰہی تو نے بندوں کی حرکات کا اندازہ کیا ہے
کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہیں حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقوی میں کر دے الٰہی تو نے
خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا اور دونوں کے کرنے والوں کو بنایا ہے مجھکو دونوں قسموں میں سے بہتر قسم
میں کر دے الٰہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور ہر ایک کے لیے باشندے بنائے تو مجھکو
تو اپنی جنت کے باشندوں میں سے کر دے الٰہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور اونکے سینوں کو
کھول دیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور اونکے سینوں کو تنگ بنایا تو میرا سینہ ایمان کے
لیے کھول دے اور ایمان کو میرے دل میں اچھا کر دکھا اور مجھکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا
اور مجھکو نیک چال والوں میں سے کر الٰہی تو نے امور کی تدبیر کی اور اونکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد
موت کے مجھکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے میں مجھکو اپنے نزدیک فرما کر الٰہی جو شخص صبح اور شام
کرتا ہے اسطرح کہ اوسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عز و جل میں ہیں

وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخم لگا میں کھڑا تھا کہ میرے اور آپکے
درمیان میں صرف حضرت عبد اللہ بن عباس تھے آپ جب دو صفوں کے بیچ میں گذرتے تو کھڑے
ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہانتک کہ جب کچھ اور نقصان نہ دیکھتے

آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت مین سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تا کہ لوگ
اکٹھے ہو جاوین پس آپنے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ مین نے سنا کہ آپ فرماتے ہین کہ مجھکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا
جب آپکے ابولولوہ نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا دہنے
بائین زخمی کرتا گیا یہان تک کہ تیرہ آدمیون کو زخمی کیا جنمین سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت مین
سات ہوئے ہین جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اوسپر اپنا کپڑا ڈالدیا جب اوس کافر نے دیکھا کہ
مین پکڑا گیا اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا اودھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ
کا ہاتھ پکڑ کے آگے کر دیا کہ نماز پڑھاوین اوس وقت جو حضرت عمرؓ کے پاس کے لوگ تھے اونھون نے تو یہ ماجرا
دیکھا اور جو لوگ مسجد کے کنارون مین تھے اونکو اس حال کی کچھ خبر نہوئی سمجھا اسقدر کہ حضرت عمرؓ کی آواز
آنی موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے نماز
مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کسنے زخمی کیا
حضرت ابن عباسؓ ایک ساعت کو غائب ہوے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے
آپنے فرمایا کہ خدا اوسکو قتل کرے مین نے تو اوسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ
اوسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمھارے باپ یہی بہت چاہتے ہے کہ مدینہ منورہ
مین کفار عجم کی کثرت ہو اسلیے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا
کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالین آپنے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمھاری بولی بولنے لگے تمھارے
قبلہ کیطرف کو نماز پڑھنے لگے تمھارا سا حج کرنے لگے غرضکہ آپکو مسجد شریف سے آپکے گھر اوٹھا کر لائے
اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگون کا یہ حال تھا کہ گویا اوس دن سے پیشتر کبھی اونپر مصیبت آئی ہی نہ تھی
کہنے لگے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہین اتنے مین آپکو نبیذ
عرق انگور پلائے آپنے جو پیا تو پیٹ مین سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگون نے
جان لیا کہ اب نہین بچینگے اور لوگ آکر آپکی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اوسنے یون کہا کہ اے
امیر المومنین آپکو خدا ہی تعالی کی طرف سے بشارت ہو کہ آپکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور
اسلام مین وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ کو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی
آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ یہ سب باتین میرے گذر ہی کے لائق ہو جاوین نہ نفع نہ نقصان
نہ فائدہ جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو اوسکا پاجامہ زمین کو لگتا تھا آپنے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لایا
لاؤ جب وہ پھر کر آیا تو آپنے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر کہ اس سے کپڑا بہت دیر تک پاک رہیگا اور خدا سے

سے نقشی کے بھی قریب نہ تھے پھر اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھو کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے
حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم و بیش پایا آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے
تب تو انہیں سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر اونکا مال بھی وفا نہ کرے تو
قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اوروں کی طرف مت بڑھنا اور میری طرف سے یہ قرضہ دیدینا
اور اب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی کے پاس جا اور کہہ کہ عمر تمکو سلام کہتے ہیں یہ مت کہنا کہ امیر المومنین
اسلیے کہ میں آج مومنوں کا سردار نہیں ہوں اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے
پاس دفن ہوں حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عائشہ رض کے پاس گئے اور سلام کر کے اجازت مانگی اور
اونکے پاس جاکر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپکی اجازت
چاہتے ہیں کہ میں اپنے دونوں یاروں کے پاس دفن ہوں حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنے لیے
رکھی تھی مگر آج میں اپنے نفس پر عمر رض کو ترجیح دیتی ہوں جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رض کی خدمت میں
آئے تو لوگوں نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہیں حضرت عائشہ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجھکو اٹھاو
ایک شخص نے اونکو اپنے سہارے سے بٹھلا دیا آپ نے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے
اونھوں نے عرض کیا کہ جو بات آپ کو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رض نے منظور کر لی اور اجازت دیدی
آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ
لیجانا اور دروازے پر پہونچکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہیں اگر وہ اجازت دیں تو مجھکو اندر لیجانا
اور اگر مجھکو پھیر دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لیجاکر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رض تشریف
لائیں عورتیں اونکو ڈھانکے ہوئے تھیں جب ہم نے اونکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رض کے
پاس آئیں اور ایک ساعت بیٹھی رہیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئیں اونکے
رونے کی آواز اندر سے ہم نے سنی پھر لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسیکو
مقرر کیجیے آپ نے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے ان لوگوں سے بڑھکر اور کسیکو مستحق نہیں جانتا ہوں ان لوگوں کا
حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہیں پھر آپ نے حضرت علی
اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رض کا نام لیا اور فرمایا کہ
عبداللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آویگا مگر خلافت سے اوسکو کچھ سروکار نہیں یہ ایسی صورت سے فرمایا
کہ عبداللہ بن عمر رض کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر خلافت سعد کو پہونچے تو فبہا ورنہ جو کوئی
امیر ہو اوس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ میں نے اوسکو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا

اور وصیت اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہین اونکی فضیلت پہچانے
اور اونکی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھہ
خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہین کہ اس جگہ مین اور ایمان مین سب سے پہلے اونھون نے جگہ پکڑی ہے اونکی محسن
کی طرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ
اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنے والے اور
موجب دشمنون کے جلانے کے ہین اور یہ کہ اونسے کچھ نہ لے مگر جو اونکے مال سے زائد ہو اور یہ بھی وصیت
اور عرب البادیہ کے ساتھ خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون باینوجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہین اور انکو
زوائد مال مین سے لیا کرے اور انھین کے فقیرون کو دیا کرے اور اوسکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالی کے
عہد اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور مسلمان لوگون سے عہد پورا کیا کرے
اور اونکی حمایت کے لیے اونکے دشمن سے لڑا کرے اور اونکی طاقت سے زیادہ اونسے کام لیا کرے ۔ راوی
کہتے ہین کہ جب آپکی روح خلد برین کو پرواز کرگئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبد اللہ بن عمر رض
نے حضرت ام المومنین عایشہ رض کی خدمت مین جاکر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر رض اجازت چاہتے ہین
حضرت عایشہ رض نے فرمایا کہ اندر لے آؤ غرضکہ اندر لیجاکر اونکو دونون یارون کے پاس دفن کیا آخر
حدیث تک ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے
کہا ہے کہ عمر کی موت پر اسلام روویگا ۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب حضرت عمر رض کو چارپائی
پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا اور دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اس سے کہ جنازہ اوٹھے اور
مین بھی اون لوگون مین تھا اتنے مین ایک شخص نے میرے دونون مونڈھے پکڑکر مجھکو ڈرا دیا مین نے جو
پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونھون نے کلمات رحم حضرت عمر رض کے اوپر کہے اور
فرمایا کہ تمنے اپنے بعد کسیکو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھکو اوس جیسا عمل کرکے مرنا محبوب تر ہو تمھارا ہی سا
عمل کرکے خدا تعالی سے ملنا مجھکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجھکو گمان غالب تھا کہ
اللہ تعالی تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھہ کریگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مین اکثر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اور ابوبکر اور عمر گئے اور مین اور ابوبکر
اور عمر نکلے اور مین اور ابوبکر اور عمر اندر آئے غرضکہ ہر ایک بات مین اسیطرح فرماتے تھے تو مجھکو قسم ہے اور
گمان غالب تھا کہ اللہ تعالی تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھہ کریگا ۔

بخاری و مسلم

وفات حضرت عثمان رض کی حدیث آپکی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رض

فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر سے ہو رہے تھے تو میں آپکو سلام کرنے آیا اور اونکے پاس اندر گیا
آپنے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
دیکھا کہ اس طاق میں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عثمان تجھے لوگوں نے گھیر لیا میں نے عرض کیا کہ ہاں
پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر آپنے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا میں نے اوس میں سے
پانی پیٹ بھر کر پیا یہاں تک کہ اوسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیوں اور مونڈھوں میں پاتا ہوں اور فرمایا کہ
اگر تو چاہے تو تجھکو مدد ملے اور ان پر غالب ہو جا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر میں نے آپ ہی کے
پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپکی شہادت اوسی روز ہوئی ۔ اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اون
لوگوں سے پوچھا جنہوں نے حضرت عثمان کو زخمی ہونے پر خون میں لوٹتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اپنے خون میں لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگوں نے کہا کہ ہمنے سنا تھا کہ یوں فرماتے تھے الٰہی امت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنی اتفاق دے تین بار یہی بار بار ارشاد فرمایا حضرت عبد اللہ بن سلام
نے فرمایا کہ قسم ہے خدای تعالی کی اگر یہ دعا مانگتے کہ کبھی انہیں اتفاق ہو تو قیامت تک اتفاق نہ ہوتا
اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکان کے اوپر سے لوگوں کیطرف جھانک کر
دیکھا تھا میں بھی موجود تھا آپنے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونوں شخصوں کو لاؤ جنہوں نے تمکو لاکر یہاں
لاکر جمع کیا ہے وہ دونوں بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہیں پھر حضرت عثمان
نے لوگوں کیطرف دیکھکر فرمایا کہ میں تمکو خدای تعالی اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے
کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینہ میں میٹھا پانی بجز چاہ
رومہ کے اور جگہ نہ تھا تو آپنے فرمایا کوئی ہے کہ اس کنوئیں کو خریدکر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ
اسمیں ڈالے اور جنت میں اس سے بہتر پاوے پس میں نے خاص اپنے مال سے اوسکو مول لیا اور تم آج اوسکا
پانی مجھے نہیں پینے دیتے نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگوں نے کہا کہ یہ درست ہے آپنے فرمایا کہ میں تم سے
بقسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگوں نے کہا کہ ہاں
دیا تھا آپنے فرمایا کہ میں تمسے پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیوں سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلاں لوگوں کی زمین خریدکر مسجد بڑھا دے اور اوس سے بہتر جنت میں
پاوے تو میں نے خاص اپنی گرہ سے اوسکو خرید لیا اور تم آج مجھکو اوسمیں دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگوں
نے کہا کہ درست ہے آپنے فرمایا کہ میں تمسے بقسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مکہ معظمہ میں جبل ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں تھا اتنے میں

ترمذی [illegible] ۵

پہاڑ نے حرکت کی سو ان کو کہا کہ اوسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپ نے اوسکو ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر
اسی پہاڑ پر سوا ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں لوگوں نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی ان لوگوں نے میری گواہی دی ہیں بیشک شہید ہوں۔ اور ایک شیخ
ضبہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جو کہ جس وقت زخمی کیا اور خون آپکی ریش مبارک پر بہتا تھا
آپ اس وقت فرماتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ الٰہی ان لوگوں کے
ہاتھ سے میں تجھی سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے سب کاموں میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں اور جس امر
میں تو نے مجھکو مبتلا کیا ہے اوس پر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہوں

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی سے کہتے ہیں کہ جس رات کی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہیں تو ابن
نباح موذن آپکے پاس اوس وقت آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے دوبارہ
وہ پھر آئے پھر آپ ویسے ہی لیٹے رہے جب تیسری بار آئے تو آپ اوٹھکر چلے اور ایک شعر پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہے

موت کی تیاری کر اسلئے کہ وہ تجھ کو ملنے والی ہے | موت سے گھبرا مت جب تیرے پاس آوے

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے تو ابن ملجم ملعون نے آپ پر حملہ کیا اور مار ڈالا حضرت ام کلثوم
آپکی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمرؓ بھی اسی نماز میں
شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا
اور حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر
مرتے دم تک سوائے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اور کچھ نہ بولے۔ اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت
کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اونکے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیوں گھبراتے ہو
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالبؓ سے ملوگے وہ دونوں تمہارے باپ ہیں اور
خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ زہراؓ سے ملوگے وہ دونوں تمہاری مائیں ہیں اور حمزہ اور جعفرؓ سے ملوگے وہ
دونوں تمہارے چچا ہیں حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں ایسے معاملے سے ملونگا کہ اوس
سے پیشتر کبھی نہیں ملا اور حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام
کو گھیرا اور آپکو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو اپنے یاروں میں کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اللہ
کی حمد وثنا کرکے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی سلوک کرنے

موت منہ موڑلیا دنیا اتنی تھوڑی ہے جیسے برتن مین پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار ہے مجکو موت ہی
پسند ہے کیا دیکھتے نہین کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسلیے ہے کہ ایماندار خداے تعالی کے
ملنے کی رغبت کرے اور مجکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالمون کے ساتھ زندگی محرومی ہے

پانچوین فصل ان اقوال کے ذکر مین جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہین

جب امیر معاویہ رضی کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے خداے تعالی کی
تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا اے معاویہ بوڑھاپے اور شکستگی کے وقت خداے تعالی کا ذکر
سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شباب کی ڈالی ترو تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روئے یہانتک آواز رونے کی
بلند ہوئی اور کہا کہ الٰہی اس بوڑھے کم بخت سنگدل پر رحم فرما الٰہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف
کر اور اپنے حلم سے اوس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہین کرتا نہ غیر پر اعتماد
کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش مین سے بیان کرتا ہے کہ اونکی مرض موت مین لوگون کے ساتھ
مین بھی اونکے پاس گیا تھا لوگون نے اونکے بدن مین جھریان دیکھین اونھون نے بعد حمد وثنا کے فرمایا کہ
دنیا سب کی سب یہی ہے جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تونگری اور عیش سے لذت پانے کے
باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی جتنے بنائی تھی کہ دنیا نے اوسکو پھر ایک حال مین توڑ ڈالا
اور رسی کے ایک ایک رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہو گئی کہ ہمکو کچھ کہنا کہ پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی
تو تف ہے ایسے گھر پر اور افسوس ہے ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہ رضی نے پڑھا
یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور مین تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تمپر ہوگا وہ مجھسے
برا ہی ہوگا جیسے مجھسے پیشتر کے حاکم مجھسے بہتر تھے اور اے یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو
کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خداے تعالی کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے اوس سے کہیو کہ غسل
اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے مین ایک رومال ہے اوسمین ایک کپڑا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑون مین سے اور کچھ ریزے آپکے بالون اور ناخنون کے رکھے ہین تو
ریزونکو لیکر میری ناک اور منہ اور کان اور آنکھ مین رکھنا اور کپڑے کو کفنون کے اندر میرے بدن پر
رکھدینا اور اے یزید خداے تعالی کا حکم ماں باپ کے باب مین یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے کپڑون
یعنی کفن مین لپیٹ چکو اور میری قبر مین رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد
بن عقبہ کہتے ہین کہ جب امیر معاویہ رضی پر موت آئی تو کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ مین ایک شخص قریش کا
ذی طوی مین ہوتا اور امر خلافت مین سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا اور جب عبدالملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی

تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف میں کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لپیٹکر پتھر سے پر مار رہا ہے عبد الملک
نے کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا میں
کسی چیز کا والی نہوتا یہ بات ابو حازم رحمہ نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اوسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ
اپنے مرنے کے وقت اوسی حال کی تمنا کرتے ہیں جسمیں ہم ہیں اور ہمکو جب موت آتی ہے تو ہم اونکے
احوال کی تمنا نہیں کرتے اور کسینے عبد الملک سے اوسکے مرض موت میں پوچھا کہ تم اپنے آپکو کیسا پاتے ہو
اوسنے کہا کہ میں ایسا پاتا ہوں جیسا خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ فاطمہ بنت عبد الملک جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کی بی بی
تھیں کہتی ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے مرض موت میں دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگوں
پر پوشیدہ رکھ دن میں سے ایک ہی گھڑی سہی چنانچہ جس دن کہ آپکی وفات ہوئی میں اونکے پاس
اوٹھکر ایک اور گھر میں چلی گئی کیونکہ میں اور آپ میں ایک ہی دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک حجرہ میں تھے
میں نے سنا کہ آپنے یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ
وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ پھر ساکت ہوے جب مجھکو نہ آپکی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو میں نے
آپکے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھتا آپ کیا سوتے ہیں جب وہ آپکے پاس گیا تو چیخ ماری میں جھپٹی دیکھا تو
آپ مرچکے ہیں غرضکہ خدا تعالیٰ نے آپکی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپکی موت ظاہر نہوئی۔ اور
اوسے مرنے سے پیشتر کسینے سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین کچھ وصیت فرمایئے آپنے فرمایا کہ میں تمکو اپنے
اس حال سے ڈراتا ہوں کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے اور منقول ہے کہ جب آپ سخت بیمار ہوے تو
آپکے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اوسنے آپکا حال دیکھکر کہا کہ آپکو زہر دیا گیا ہے اور انکی موت سے
میں مامون نہیں آپنے اپنی آنکھ اوپر کو اٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہیں دیا جاتا اوسکی موت پر بھی تو
تم مامون نہیں اوسنے پوچھا کہ آپکو زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپنے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ میں
پڑا تھا جبھی مجھکو معلوم ہوگیا تھا اوسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجھکو خوف ہے کہ آپکی جان
جاتی رہیگی آپنے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائیگی جو سب سے بہتر جانیکی جگہ ہے بخدا اگر
مجھکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اوٹھا کر اوسکو نہ لیتا
الٰہی عمر کے لیے اپنی ملاقات میں خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنوں میں راہی ملک بقا ہوے
اور روایت ہے کہ جب آپکی موت قریب پہونچی تو روئے کسینے کہا کہ اے امیر المؤمنین رونے کا کیا
مقام آپکو مژدہ ہو کہ خدا تعالیٰ نے آپکے باعث بہت سے سنتوں کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا

آپنے رو کر فرمایا کہ کیا میں میدان محشر میں کھڑا نہیں کیا جاونگا اور بعض خلق کے بیچ میں پوچھا جاونگا سمجھو اگر میں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی حجت پیش نہ کر سکونگا مگر یہ کہ خدا تعالیٰ ہی اوسکو تعلیم فرماوے اور جس صورت میں کہ اکثر عدل سے ناحق ہوگیا ہے تو اب نہایت خوف کا مقام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جئے اور منقول ہے کہ مرنے کے وقت آپنے فرمایا کہ مجھکو بٹھلا دو لوگوں نے بٹھلا دیا آپنے فرمایا کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ تو نے حکم کیا میں نے اوسکی بجا آوری میں کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو میں نے نہ مانا یہ جملے تین بار فرمایا کہ لیکن لا الٰہ الا اللہ یعنی توحید میں میں نے کوتاہی نہیں کی پھر آپنے سر اوٹھاکر تیز نگاہ سے دیکھا لوگوں نے جو سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ میں کچھ لوگ موجود دیکھتا ہوں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن پھر آپکی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے حال میں لکھتے ہیں کہ اونھوں نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اوسکو دیکھکر کہتے تھے مَا اَغْنٰى عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ اور زمین پر بچھا کر اوسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جسکی سلطنت کبھی نہ جاویگی تو اوس شخص پر رحم کر جسکا ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ اپنے موت کیوقت کہتے تھے کہ اگر میں یہ جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ میں نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کیوقت بہت مضطرب تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہیں کہا بس یہی نہیں کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت صندوقوں کو دیکھکر کہا کہ انکو مع انکے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش انمیں مینگنیاں ہوتیں اور حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الٰہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تو میری مغفرت نہیں کریگا حضرت عمر بن عبد العزیز کو حجاج کی یہ تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اوسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت حسن بصری سے کہا گیا تو آپنے کہا کہ کیا حجاج نے یوں ہی کہا تھا لوگوں نے کہا ہاں آپنے فرمایا کہ تو کیا عجب کہ خدا تعالیٰ اوسکے حال پر رحم کرے

ق: یعنی کام نہ آیا مجھکو میرا مال اور کھو گئی مجھ سے حکومت میری ۱۲

اقوال خاص لوگوں کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین کے کہ جاں کنی کے وقت جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الٰہی میں تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہوں الٰہی تو جانتا ہے کہ میں دنیا کو اور اوسمیں بہت جینے کو اسلیے پسند نہیں کرتا تھا کہ نہریں جاری کروں یا درخت لگاؤں بلکہ گرمیوں کی دوپہر میں پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقوں میں دو زانو علما کے پاس بیٹھنے کیلیے پسند کرتا تھا۔ اور جب آپ پر جانکنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ اور کسی پر نہ ہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھول دیتے تھے اور فرماتے تھے

کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھے محبت رکھتا ہے۔ اور جب
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگوں نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا
کہ میں کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہیں رویا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اقرار لیا تھا
کہ مقدار زاد دنیا میں سے ہم میں سے کسی کے لیے اتنی ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہوئی
تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اوسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درم یعنی چار روپے کے قریب تھی اور
جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کان میں موت کی اذان کی آواز پہونچی تو انکی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے
اونھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کی
جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے مرنے کے وقت آنکھیں کھول کر
ہنس پڑے اور فرمایا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ اور حضرت ابراہیم نخعی رح کو جب موت قریب
ہوئی تو روئے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہوں کہ مجھکو
بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رح کی وفات قریب پہنچی تو رونے لگے اور لوگوں نے
پوچھا کیا فرمایا کہ میں کسی اپنے گناہ کے لیے نہیں روتا کہ مجھکو اوسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ
کہیں میں نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست میں اوسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو
اور عامر بن عبد القیس کی جب وفات پہونچی اونسے پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو فرمایا کہ میں موت سے
گھبرا کر روتا ہوں نہ دنیا پر حریص ہو کر بلکہ یہ ہے کہ اب مجھے چھوٹ جائیگی دوپہر کی پیاس اور جاڑے کی
رات کو جاگنا اوسکے لیے روتا ہوں۔ اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہو گئے پھر
آنکھیں کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا لمبا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ۔ اور جب حضرت عبد اللہ بن مبارک رح کی موت
قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھدے اور نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے
کہا کہ مجھکو آپکی آسایش اور عیش یاد آئی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہیں آپ نے فرمایا
کہ چپ رہ میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ زندگانی میری تو انگروں کی سی کرے اور موت فقیروں
کی سی عنایت فرمائے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا کہ جب تک میری زبان سے
دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا۔ اور عطا بن یسار رح کہتے ہیں کہ ایک شخص کے
سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اوس سے کہا کہ تو بچ گیا اوسنے جواب دیا کہ میں ابھی تک
تجھ سے مامون نہیں ہوں۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کہ ایک
آیت کلام مجید کی رولاتی ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اور حضرت حسن بصری رح ایک شخص کے

یا الٰہی گر کشایش ہے کسی سے میں مری	جب تلک تجھ بن دل میں ہے کہ او سے تجھ پر رہے

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رحمہ کے یاروں میں سے موت کے وقت اونکے پاس گئے
اور کہا کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اونھوں نے یہ قطعہ پڑھا ؎

جس گھر میں کہ تو مقیم ہووے	واں شمع کی کچھ نہیں ہے حاجت
بس ہے ہمیں تیری ذات کا میل	جسدن کریں پیش لوگ حجت
اس حال سے چاہوں گر کشایش	وہ دن نکرے خدا عنایت

اور روایت ہے کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنید کے پاس اونکی نزع کے وقت گئے اور سلام کیا
اونھوں نے اوسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھکو معذور رکھو کہ میں اپنے
وظیفے میں مشغول تھا پھر قبلہ کیطرف منہ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوئے۔ اور کتانی رحمہ سے
کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہوتی تو میں ہرگز نہ بتاتا
میں اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب اوسمیں غیر اللہ آتا تو میں اوسکو اوسکے پاس سے
ہٹا دیتا۔ اور معتمر کہتے ہیں کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو میں بھی وہاں موجود تھا میں نے
کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیوں کو آسان فرما کہ یہ شخص ایسا ویسا تھا اور اسکی بہت سی خوبیاں
بیان کیں اوسکو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا میں نے کہا کہ میں فرمایا کہ ملک الموت مجھسے کہتے ہیں
کہ میں ہر سخی پر نرمی کرتا ہوں یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت
حذیفہ اونکے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے
اونھوں نے فرمایا کہ میں کیسے نہ گھبراؤں کہ میں یقینًا جانتا ہوں کہ اپنے کسی عمل میں میں نے خدا تعالیٰ
کی تصدیق نہیں کی حذیفہ نے فرمایا کہ اس شخص سے بڑا تعجب ہے کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے
کہ اپنے کسی عمل میں خدا تعالیٰ کی تصدیق نہیں کی اور مغازلی رحمہ کہتے ہیں کہ میں اس ... کے
ایک بزرگ کے پاس گیا جو حالت موت میں تھا اوسکو سنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجھے سب کچھ کرنا ممکن ہے
تو مجھ سے نالی پر رحم فرما۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت میں گئے اور اونکو
دعا کی کہ خدا تعالیٰ آپکے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرماوے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت
ہے اوسکے اندر کی چیزوں سمیت میرے سامنے کیجاتی ہے میں نے نظر بھر کے بھی اوسکو نہیں دیکھا
اور رویم رحمہ سے مرتے وقت کہا گیا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اونھوں نے کہا کہ میں اس سے بہتر اور کوئی چیز
نہیں کہہ سکتا۔ اور جب سفیان ثوری رحمہ کی وفات آئی تو لوگوں نے کہا گیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو

جنازہ نصیحت کا باعث ہے اور غفلت جلدی سے پہلا جاتا ہے اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھہ اور گذرا ہو کہ اس مردے کے ساتھہ کیا معاملہ ہوگا اور اسکا انجام کیا ہوتا ہے اور جب کہ مالک بن دینار رحمہ کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ اوسکے جنازے کے ساتھہ نکلے اور رو کر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھہ ٹھنڈی نہو گی جب تک یہ نجانونگا کہ تیرا مآل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بہر نجانونگا - اور اعمش رحمہ کہتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نجانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سبکا غم یکسان ہوتا تھا اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو سبکو منہہ ڈھانپے روتے ہوئے لوگون کے سوا کسیکو نہین دیکھتے تھے غرضکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہے جو لوگ جنازے کے ساتھہ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اوسکی میراث ہی کی کرتے ہین کہ وارثون کے لیے کیا چھوڑا اور جو مردے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین کہ کس حیلے سے کچھہ اوسکا ترکہ ہمکو بھی پہونچے اسکی یہ فکر نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اوٹھیگا تو خداے تعالی کو کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے گذریگی اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھہ معلوم نہین ہوتا گناہ کثرت سے کرنے کے سبب دل ہمارے کڑے ہو گئے یہان تک کہ خداے تعالی کو اور قیامت کے دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑ گئے اور ایسی چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خداے تعالی سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس خواب غفلت سے جگادے سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا حال یہ ہوتا ہے کہ میت پر روین لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہہ اپنے حال پر رونا چاہیے کہ میت پر رونے کی نسبت اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیات نے کچھہ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہتے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر روؤ تو تمہارے لیے بہتر ہو اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک ملک الموت کی صورت کہ اوسنے دیکھہ لی دوسرے موت کی تلخی اوسنے چکھہ لی تیسرے خاتمے کا خوف اوس سے بھی وہ بیخوف ہو چکا اور ہمکو یہ سب باقی ہین - اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بتا کر لکھواتے تھے اتنے مین ایک جنازہ آیا فرمایا کہ مجھکو تو ان جنازون نے بوڑھا کر دیا پھر یہ قطعہ پڑھا قطعہ

سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین
دیکھہ جون بھیڑیے کو بکریان ڈر جاتی ہین

لہو مین پڑتے ہین پر آنکھہ سے جب ہون اوجھل
اوسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کود اچھل

اور جنازے مین شریک ہونے کے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری

کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اوسکے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان میں لکھ آئے ہیں
اور ایک اوسکے آداب میں سے یہ ہے کہ میت پر حسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا
گو ظاہر میں نیک ہو اسلیے کہ خاتمے کا حال پر خطر ہے اوسکی حقیقت معلوم نہیں - اور اسیواسطے عمر بن ذر سے
منقول ہے کہ کوئی شخص اونکے ہمسایوں میں سے مر گیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیوں نے
اوسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اوسکی نماز پڑھی جب وہ قبر میں رکھا گیا تو اوسکی قبر پر
کھڑے ہوکر فرمایا کہ ای فلان تجھپر خدای تعالی رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھہ رہا اور اپنے ماتھے کو
سجدوں سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہیں کہ تو گناہگار اور خطا وار ہے تو ہم میں سے کون ایسا ہے جسنے
گناہ نکیا ہو اور خطا وار نہو اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ میں مر گیا
اوسکی عورت کو کوئی نملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گرد نہ پھٹکتا اوسنے
پلہ داروں کو اجرت دیکر جنازہ اوٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسینے اوسکی نماز نپڑھی وہ جنازے کو جنگل میں
دفن کرنے کیلیے لیگئی وہاں سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اوسکو دیکھا کہ گویا جنازے کا
منتظر ہے جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اوسکی نماز پڑھنی چاہی شہر میں شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے
فلان شخص کی نماز کو اوترا ہے پس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھہ نماز میں شریک ہوے مگر تعجب کرتے تھے کہ زاہد
نماز کیسے پڑھی اوس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجکو خواب میں کسینے کہا کہ فلان جگہ اوترکر جا وہاں تجکو ایک
جنازہ ملیگا کہ اوسکے ساتھہ بجز اوسکی بی بی کے اور کوئی نہیں اوسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہے
اس سے لوگوں کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اوس میت کی بی بی کو بلاکر اوس شخص کا حال اور اوسکی
عادت پوچھی اوسنے کہا کہ سیرت اوسکی مشہور ہے دن بھر شراب خانے میں شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا
کہ تامل کرکے کہہ کچھہ اوسکے اعمال خیر میں سے بھی تجھے معلوم ہے اوسنے کہا کہ ہاں تین باتیں تھیں
اول یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدلکر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت میں پڑھتا
پھر میخانہ میں جاکر فسق میں مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اوسکا گھر یتیم سے خالی نہیں رہتا تھا ایک دو یتیم
رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت اونکے ساتھہ زیادہ سلوک کرتا تھا اور اونکے حال کا نہایت جویا رہتا تھا
تیسرے یہ کہ جب رات کو اوسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری میں روتا اور کہتا کہ الہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ
مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہے زاہد کا شک یہ سنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا - اور صلہ بن اشیم سے
مروی ہے کہ اوسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اوسنے اوسکی قبر پر یہ شعر پڑھا شعر

گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا ۔۔۔ ورنہ مجھے یقین نہیں تیری نجات کا

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبروں پر لوگوں کے اقوال میں۔ ضحاک سے مروی ہے کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے زاہد تر کون ہے آپ نے فرمایا کہ
جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی چیز کو فانی پر ترجیح دے
اور فردا آئندہ کو اپنی زندگی میں نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مردوں میں گنے اور حضرت علی سے کسی نے
پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے کہ قبرستان میں بیٹھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو عمدہ ہمسایہ پایا
ہیں انکو سچے ہمسایے جانتا ہوں کہ زبان کو روکتے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا إِلَّا الْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ اور حضرت عمر بن خطاب رضی
فرماتے ہیں کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گورستان میں گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے
اور میں لوگوں کی نسبت آپ سے قریب تر تھا میں بھی آپکو دیکھکر رو دیا اور لوگ بھی روئے آپ نے
ہم سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کے باعث ہم روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری
ماں آمنہ بنت وہب کی ہے میں نے خدا تعالی سے اذن مانگا تھا کہ زیارت اونکی کروں مجھکو اجازت دیدی
پھر میں نے اونکی مغفرت کے لیے دعا کی تو خدا تعالی نے نا منظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت ہوئی جو اولاد کو
ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان جب کبھی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی بھیگ جاتی کسی نے
پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہیں روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں اول منزل ہے
اگر اوس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلیں اوس سے آسان ہیں اور اگر اوس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلیں اوس سے بھی کڑی
کڑی ہیں۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اوترکر دو رکعت نماز پڑھی لوگوں
نے پوچھا کہ آپ نے ایسی بات کی ہے کہ کبھی نہیں کی تھی فرمایا کہ میں نے قبر والوں کو اور اوس چیز کو جو اون میں اور
خدا تعالی کے درمیان حائل ہوگی یاد کیا تو میں نے اچھا جانا کہ دو رکعت سے خدا تعالی کی نزدیکی حاصل کروں۔ اور مجاہد
فرماتے ہیں کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے کہ اوس سے یوں کہتا ہے میں کیڑوں کا
گھر ہوں اور تنہائی کا مکان ہوں اور غربت و تاریکی کی جگہ ہوں یہ چیزیں تو میں نے تیرے لیے تیار کی ہیں
تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذر رضی فرمایا کرتے ہیں کہ میں تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاؤں جس دن
وہ ہوگا جس دن مجھکو قبر میں رکھا جاویگا۔ اور حضرت ابو درداء قبروں میں بیٹھا کرتے تھے لوگوں نے
جب سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب میں
چلا آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔ اور حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام رات کو قبرستان میں

آتے اور قبر والوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہے کہ جب میں پکارتا ہوں جواب نہیں دیتے پھر فرماتے کہ ہاں اونکو میرے جواب دینے میں کوئی شے مانع ہو گئی ہے اور گویا کہ میں بھی انہیں جیسا ہوں پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے بعض ہمنشینوں کو فرمایا کہ اے فلانے میں رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اوسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر تو مردہ کا حال تین دن بعد قبر میں دیکھے تو اوسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی انس اوسکے ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اوسمیں کیڑے دوڑتے ہیں پیپ بہ رہی ہے رنگ مردے کا بدل گیا ہے بو بگڑی ہوئی کیڑے بدن کھا رہے ہیں کفن پرانا ہو گیا ہے اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ اور یزید رقاشی رح کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے میں دفن ہو اور قبر میں اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال کا مانوس ہے اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تجھکو کونسے عملوں سے بشارت ملی اور کونسے بھائیوں پر تو نے غبطہ کیا پھر روتے یہانتک کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تو فرماتے کہ سچ ہے اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے اون بھائیوں پر غبطہ کیجو خدا تعالی کی عبادت پر مدد کیا کرتے تھے اور راوی نے کہا ہے کہ یہ دستور تھا کہ جب قبروں کو دیکھا کرتے تو بیل کی طرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں گذرے اور اپنا حال نسوچے نہ مردوں کے لیے دعا کرے تو وہ اپنے اور اونکے حق میں خیانت کرتا ہے۔ اور بکر عابد رح اپنی ماں سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق میں بانجھ ہوتیں کیونکہ تمہارے بیٹے کو قبر میں بہت دنوں بند رہنا پڑیگا اور پھر وہاں سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تجھکو پروردگار دار السلام کی طرف بلاتا ہے تو دیکھ کہ تو اوسکو کہاں سے جواب دیتا ہے اگر تو اوسکو دنیا میں سے جواب دیگا اور اوسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب تو دار السلام میں داخل ہوگا اور اگر قبر میں سے جواب دیگا تو اوس گھر میں جانے نہ پاویگا۔ اور حسن بن صالح رح جب قبروں پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر میں تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمہارے پیٹ میں ہے۔ اور عطاء سلمی رح جب رات ہو جاتی تو قبرستان میں جا کر کہتے کہ اے قبر والو تم مر گئے ہائے ری موت اور تم نے اپنے عمل دیکھے وائے ری اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبروں میں ہوگا کل کو عطا بھی قبروں میں ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا تو جنت کے باغوں میں سے اوسکو ایک باغ پاویگا اور جو اوس سے غافل رہیگا اوسکو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پاویگا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل میں سختی پاتے تو اوسکے اندر جا کر لیٹ رہتے اور جب تک پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ اسکو کئی بار دہراتے پھر اپنے

لغت
[illegible]

قبر کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ سچ اب تو تو وہاں بھیجا گیا اب عمل کر۔ اور احمد بن حرب کہتے ہیں کہ شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہے اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہے اوس سے زمین تعجب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ای ابن آدم تو اپنے بہت دنوں سڑنے کو کیوں نہیں یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ میں کوئی چیز حائل نہیں۔ اور میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ قبرستان میں گیا جب اونھوں نے قبروں کو دیکھا تو روئے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ای میمون یہ میرے باپ دادوں کی یعنی بنی امیہ کی قبریں ہیں گویا دنیا والوں سے کبھی اونکی لذت و عیش میں شریک ہی نہ تھے دیکھو کیسے پچھڑے پڑے ہیں اونپر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور کیڑوں نے اونکے بدنوں میں کیڑوں نے گھر بنا لیے پھر روئے اور فرمایا کہ میرے نزدیک ان قبر والوں میں سے ایسا شخص نہیں جانتا کہ وہ بیچ النعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رحمہ کہتے ہیں کہ میں قبرستان میں گیا جب وہاں سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ای ثابت قبر والوں کے سکوت سے دھوکا مت کھانا انمیں بہت سے نفس مغموم ہیں۔ اور منقول ہے کہ فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام نے قبرستان میں جا کر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسن علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا منہ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا ۔ شعر

تھی جو حال کہ ہو گئی اندوہ	اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے

اور مروی ہے کہ اونھوں نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ لگا رکھا اور برس دن وہاں بیٹھی معتکف رہیں جب برس دن پورا ہو چکا تو خیمہ اوٹھا لیا اور مدینہ منورہ میں آئیں اتنے میں ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اوسکو پایا دوسرے نے جواب دیا کہ نا امید ہو کر پھر آئی۔ اور ابو موسیٰ تمیمی کہتے ہیں کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اوسکے جنازہ کیساتھ بصرے کے رؤسا نکلے اونمیں حضرت حسن بصری بھی تھے آپنے فرزدق سے فرمایا کہ تو نے اس دن کیواسطے کیا سامان کر رکھا ہے اوسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصے سے اسی دن کیلیے ہے جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اوسکی قبر پر کہا ۔

عفو تیرا جو نہ ہو تو پھر قبر کے بعد	سخت ہے ڈر کی سختی سے نہیں کوئی اوس سے بڑھکر
جکڑ کے آوے قیامت میں گرا سا پیادہ	لے چلے باندھ کر فرزدق کو سوئے محشر
طوق گردن میں ہو اور آنکھیں نیلی سی ہوں	بھایا دوزخ کو تو کب پاوے وہ مطلب کیونکر

اور اہل قبور کے باب میں لوگوں نے یہ بھی کہا ہے ۔

ہو گئے اقربا میں پہ مردوں کو تو اسطرح سے پکار	کون تم میں سے ہے گرفتار عذاب الالام
کون ساتھی ہوا قبر کے ڈر سے تم میں	کسکو تم میں سے ہوا قبر میں جاکر اکرام

اور خاموشی ہے سب مردوں کے منھ پر کیا — کس طرح فضل کا اونکے کوئی جانے انجام
ایک سنتے ہیں جواب اپنی زبان سے تجکو — جس سے معلوم حقائق کے ہوں حالات تمام
یعنی ہم میں سے کیفر اطاعت کی ہے — باغ جنت میں جہاں چاہے پھرے باآرام
وہیں الوہ اگر ہم سے رکھتا ہے تو وہ — لوٹے قعر جہنم میں بہت ہو ناکام
سانپ بچھو جو ستے ہیں دوزخ کے وہ اوسپر دوڑے — روح پر پیش کے صدمے یہ گذرتے ہیں مدام

اور حضرت داود طائی رحمہ ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر رو کر کہتی تھی

جان تیری کھوئی اور چھپ گئی ہائے دریغ — لوگوں سے تیری جھلک میں کی ہائے دریغ
تیری آنکھیں مٹی میں ملا کیسی لگ گیا خواب کا ہے — جب کہ تکیہ تیرا ہے مٹی بنی ہائے دریغ

پھر اوسنے کہا کہ یہ معلوم نہیں کہ کیڑوں نے تیرے دونوں رخساروں میں سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داود طائی یہ سنکر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رحمہ فرماتے ہیں کہ میں گورستان میں گیا اور یہ قطعہ پڑھا قطعہ

مزار پر میں آیا تو میں نے کہا — کہاں ہیں امیر اور کدھر ہیں فقیر
کہاں ہیں جنہیں سلطنت پر تھا ناز — کدھر ہیں جو تھے کبر والے امیر

میں نے اونکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو یہ کہتا تھا اور آواز آتی تھی کہ سب

فنا اور جسمیں تم دونوں رہے — ہوئے ہیں پڑے موت میں سب اسیر
سے کیڑوں کی آمد صبح اور شام — وہ کرتے ہیں ان صورتوں کو حقیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتوں کا حال — تجھے اوس نے عبرت نہیں اے خبیر

آپ کہتے ہیں کہ میں سکتہ پر روتا ہوا چلا آیا

تذکیر بیان چند نوشتوں کے بیان میں جو قبروں پر لکھے ہوے ہیں ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا

قبریں جنگل میں ہیں دیتے تجکو سناتی ہیں راز — اونکے باشندے ہیں مٹی کے تلے کو خاموش
آخرت کے لیے کو جمع نہیں کرتا تو — تجکو تو مرنا ہے پھر کیسے لیے ہے یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا قطعہ

خانۂ تو اگر چہ ہست فراخ — قبرت آباد و جا بش محکم
از چنین قبر گو چہ سود ترا — منہدم گشت بود مرسوم

اور ابن سماک رحمہ کہتے ہیں کہ میں قبرستان میں گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر لکھا تھا

بگورستان گذر کن گہہ کہ سپکنند اقارب من	نظر چہ بینا کہ تعارف بمن نمیدارند
بنمودہ اند بجز و ہاستانے من تقسیم	بسے ادا اے دیونم تقتیل نمیدارند
گرفت ہر کسی سہم خود و خوش نشست بلیک	بیا ورند بیادم تو گوئی اغیارند

اور ایک قبر پہ لکھا پایا

دوست کو یار اون سے کہ اندر سے اپنا کہتی ہو	موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
کسطرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے	لکھتے ہین تجھپر کرام کاتبین سب داستان
وہ عمر تیرے دمون مین ہوتی جاتی ہے کمی	عمر کرتا ہے تو فنا فسل الذنون مین ایگان
معتاد اہل پہ جہالت سے نہین کرتی ہو رحم	علم ہو عالم کے بھی اوسکو نہین ہو ارمان
موت نے قبرون مین کو مگا کردیا کیا دین حواس	جنہین گو ساتھے ہین کا کچھ کام سے نہ تھا ہر گذشتگان
کتنا ہی تیرے مکان مین تھے لگے آباد تھا	آج قبر مین پرانی قبر ہے تیری نشان

اور ایک اور قبر پہ لکھا دیکھا

یارو نیہ گذرین سے کیا جب مین اونکی	گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھون سے مری آنسو گرے خوب سا رویا	پھر دیکھا تو اونمین ہی لگا اپنا ٹھکا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پہ لکھا دیکھا گیا مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو سنا	قبر مین لقمان گیا تب مین نے اوس سے یہ کہا
وہ تو تھا مشہور طب مین کمال طب مین کی	اوسکی نباضی و قارورہ شناسی کیا ہوئی
وہ ہنر تکو کیسے وہ اور انبیق دیتا چھوڑا	مین نہ آیا ہو علاج اوس سے جو اہی موت کا

اور دوسری قبر پہ لکھا ملا

لوگو میرے دل مین تھی ایک آرزو	جس سے مانع ہو گئی میری اجل
ارجاء آکا خوف ہے اوسکو ضرور	کر سکے دنیا مین جو کوئی عمل
یہان نہین آیا ہون تنہا گور مین	ایسے ہی سب آوینگے یہان آج کل

تو یہ بیتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ اونکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتی تھی اور ہوشیار شخص جو دوسرون کی قبر دیکھکر اپنے آپ کو اونمین ہی تصور کرے اونمین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جب تک مین انمین نہ ملونگا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور یقین لے کہ جن دنونکو مین ضائع کر رہا ہون اونمین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجائے تو اونکے نزدیک تمام

فرمایا کہ خواہ بیٹا ہو — اور والد کو چاہیئے کہ اپنے لڑکے کے حق میں موت کیوقت دعا کرے اسلیے کہ اوسکی دعا
زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہے محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا
کہ الٰہی آج میں تجھسے اوسکے لیے توقع رکھتا ہوں اور اوسکے بابمیں تجھسے ڈرتا ہوں تو میری امید کو ثابت کر اور
میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اوسکے ذمہ
واجب تھا وہ میں نے اوسکو بخشدیا تو جو تیرا حق اوسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخشدے کہ تو زیادہ جواد اور
زیادہ کریم ہے — اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھہ اسنے میرے ساتھہ سلوک
کہ نہیں قصور کیا وہ میں نے اوسکو معاف کیا پس جو کچھہ تیری طاعت میں اوسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما
اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اوسکے باپ عمر اوسکی لحد میں رکھے جانیکے بعد کھڑے ہوے اور کہا کہ
اے ذر مجکو تیرے بابمیں اتنا خوف ہے کہ اوس سے ہم تجھپر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہیں کہ تجھسے کیا سوال
ہوا اور تو نے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی یہ ذر ہے کہ جبتک تو نے چاہا اوس سے مجکو نفع دیا اور اب اوسکی مدت
اور روزی تو نے پوری کی اور اوسپر ظلم نہیں کیا الٰہی تو نے اوسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی
جو کچھہ تو نے اس مصیبت پر صبر کرنیکا ثواب مجکو دینا کیا ہے وہ میں نے اوسکو بخشدیا پس تو اوسکا عذاب مجکو
دیدال اور اوسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یوں کہا کہ اے ذر تیرے
بعد ہمکو کسی کی احتیاج نہیں نہ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اب ہم جاتے ہیں اور تجکو تنہا
چھوڑے جاتے ہیں اور اگر ٹھہرے بھی رہیں تو تجکو کچھہ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ میں ایک عورت کو
دیکھا کہ کہا کہ اس جیسی تازگی میں نے کبھی نہیں دیکھی اسکی وجہہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسکو رنج کم ہے اوس عورت
نے کہا کہ اے بندہ خدا ایسی تو اپنے غم میں ہوں کہ کوئی میں میرا شریک کوئی نہیں اوسنے پوچھا کہ کس طرح
عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید اضحی کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے
خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہے کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح
کی اوسنے کہا کہ اچھا پس اوسنے چھوٹے کو پکڑکے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جبتک وہ پڑا خون میں لوٹ
رہا تھا جب چیخ اور رونا بہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کیطرف چھپنے چلا گیا وہاں کہیں بھیڑیا موجود
تھا اوسنے اوس لڑکے کو کھا لیا اوسکا باپ جو اوسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس
کے مارے مرگیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرضکہ اسطرحکی مصائب کو لڑکوں کے مرنیکے وقت
یاد کرنا چاہیئے تاکہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ اوس سے بڑی خیال میں نہ آسکتی ہو
اور خدا تعالیٰ اوسکو ہر حال میں دور فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب ایسے بھی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ

توقع کرتا ہے پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اوسکے متعلقات کے ذکر مین

قبرون کی زیارت خواہ کسی کی ہون موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لیے مستحب ہے اور صلحا کی قبرون کی زیارت عبرت
کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا
پھر اوسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے
فرمایا کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبرون کی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت
یاد دلاوینگی لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت ہزار
آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ اوس روز روتے معلوم ہوے اوس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے
اور اسی روز مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اجازت زیارت کی ملی نہ بخشش کی درخواست کرنیکی جیسا کہ
ہم پہلے لکھ چکے ہین اور ابن ابی ملیکہ فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان
تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین اونھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبد الرحمن
کی قبر سے مین نے عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا اونھون نے فرمایا کہ ہان
فرمایا تھا پھر اجازت دیدی تھی۔ اور اس قسم کی عورتون کو قبرستان مین جانے کی اجازت نہ دینی چاہیے
اسلیے کہ وہ قبرون پر جاکر کلمات ناشایستہ بہت کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو اونکو بہتری ہوتی ہے وہ بدی سے
کمتر ہے علاوہ ازین اثناے راہ مین پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیرون پر ظاہر ہونا بھی اونسے سرزد ہوتا ہے
اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت صرف مسنون ہے تو اداے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا
کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنکر نکلے کہ کوئی مرد اوسکی طرف توجہ نکرے اور قبر پر جاکر
صرف دعا کرے اور کوئی بات نکہے تو کچھ مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قبرون کی زیارت کر اور اوس سے آخرت کو یاد کر اور مردون کو نہلا اسواسطے کہ بدن خالی
از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی پکی نصیحت ہے اور جنازون کی نماز پڑھ شاید اس سے تمکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خدا کے
سایہ مین ہوگا۔ اور ابن ابی ملیکہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زیارت کرو اپنے مردونکی اور اونپر سلام کرو اور اونکے لیے
دعا کرو اسلیے کہ تمکو اونسے عبرت ہوگی۔ اور حضرت نافع رض سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رض جب قبر پر گذرتے
اوسپر کھڑے ہوکر سلام کرتے۔ اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہین
کہ حضرت فاطمہ زہرا رض اپنے دادا حضرت حمزہ رض کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور اوسکے پاس
نماز پڑھتین اور رویا کرتین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے مان باپ خواہ

اوسکی قبر کی زیارت کیا کرے تو اوسکے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہے — اور حضرت ابن سیرین
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ مرجاتے ہین اور وہ اونکا نافرمان تھا
اور اونکے لیے اونکے حق مین دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اوسکو فرمانبردارون مین لکھدیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین من زار قبری فقد وجبت له شفاعتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من زارنی
بالمدینة محتسبا کنت له شفیعا وشہیدا یوم القیامة اور حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ جو صبح
طلوع ہوتی ہے اوسمین ستر ہزار فرشتے آسمان سے اوترکر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہین
اور اپنے بازو پھیلا کر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہان تک کہ شام ہوجاتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کو چلے جاتے
اور اونکی جگہ اور فرشتے اوترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہان تک کہ جب زمین پھٹیگی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نکلینگے اور آپکے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپکی تعظیم کرتے ہونگے — اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ
ہے کہ قبلہ کیطرف پشت کرکے اور میت کیطرف منہ کرکے کھڑا ہو اور میت پر سلام کرے اور قبر کو نہ چھوئے نہ ہاتھ لگاوے
نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاری کی عادت سے ہین — حضرت نافع رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رض
کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہے کہ آپ روضہ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
السلام علی ابی بکر رض السلام علی ابی اور لوٹ آتے تھے — اور ابو امامہ رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رض
کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونون ہاتھ اوٹھائے یہانتک کہ
مین گمان کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے — اور
حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے
اور اوسکے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اوس سے انس حاصل کرتا ہے اور اوسکے سلام کا جواب دیتا ہے جبتک کہ وہ وہان سے اوٹھے
اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
یہ لوگ آپکے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ اونکے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان سمجھتا ہون اور اونکا جواب دیتا ہون ؎

کہ صد سلام مرا بس یکی جواب از تو	بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب

اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ
اوسکو پہچانتا ہے اور جب نا آشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہے
اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے کہتا ہے کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا
پوچھا کہ تم مر گئے تھے اونھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو اونھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے

با بھون مین سے ایک باغ مین رہتے ہین ہم اور چند ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اوسکی صبح کو ابو بکر بن
عبد اللہ مزنی رح کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمہارے جسم
ملتے ہین یا روحین اونھون نے فرمایا کہ جسم تو پڑے سوتے ہین اونکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہے
مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو اونھون نے فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام
روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمہاری زیارت کی خبر ہوتی ہے مین نے کہا کہ اور دنون
کیون نہین خبر ہوتی اونھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اسمین اطلاع ہوتی ہے اور محمد
بن واسع رح جمعہ کے روز قبرون کی زیارت کیا کرتے اونسے کہا گیا کہ آپ دوشنبہ کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے
آپنے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ مردے اپنی زیارت کرنے والون کو جمعہ کے روز اور ایک دن اوس سے پیشتر
ایکدن اوسکے بعد پہچانا کرتے ہین - اور ضحاک رح کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی
قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اوسکی زیارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے لوگون نے کہا کہ اسکی کیا وجہ
اونھون نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اوس وقت تک یہ اثر رہتا ہے - اور بشر بن منصور کہتے ہین کہ طاعون
یعنی وبا کے دنون مین ایک شخص قبرستان مین آمدرفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا شام کو
قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر یون کہا کرتا کہ خدای تعالی تمہاری وحشت کو انس سے بدلدے اور تمہاری غربت پر
رحم فرمائے اور خطاؤن سے درگذرے اور حسنات تمہاری قبول کرے - ان کلمات سے زائد کچھ نہ کہتا تھا
وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کیطرف نگیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب رات ہوئی
تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مین نے اونسے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون آئے
اونھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے اونھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھر آئے
تو تمنے عادت کرلی تھی کہ کچھ تحفہ ہمکو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا اونھون نے کہا کہ کچھ دعا
مانگا کرتے تھے آج تمنے اوس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے پاس مراد ہم آئے ہین -

شعر	برو سے خود در طلسلع باز نتوان کرد		چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد

مین نے کہا کہ اچھا اب مین پھر یہ تمہارا پہونچایا کرونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نکیا اور بشار بن غالب
نجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہ رح کے حق مین بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے اونکو خواب مین دیکھا
کہ فرماتی ہین کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس پہونچے نور کے طباقون مین حریر کے رومالون مین لپیٹے ہوئے
آتے ہین مین نے کہا کہ انکی یہ کیفیت کیون ہوتی ہے اونھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوستون کے
حق مین دعا کیا کرتا ہے اور وہ قبول ہو جاتی ہے تو وہ دعا اسیطرح نور کے طباقون مین رکھکر حریر کے رومالون

یعنی جاتی ہو پھر مردے کو دی جاتی ہے اور اوس سے کہدیا جاتا ہی کہ یہ فلاں شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہے
اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مردہ قبر میں مثل ڈوبتے ہوئے فریاد خواہ کے ہے دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا
دوست کیطرف سے پہونچے اور جب دعا اوسکو کسی کی جانب سے پہونچتی ہے تو اوسکے نزدیک دنیا و مافیہا سے
محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مردوں کیلیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا میں نے اوسکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر میں رکھا تیرا کیا حال ہوا اوسنے
کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نکرتا تو مجھے یقین تھا کہ
وہ آگ کی شہاب مجھکو مارتا۔ اور یہاں سے مستحب ہے دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اوسکے لیے دعا کرنی
سعید بن عبد اللہ ازدی کہتے ہیں کہ میں ابو امامہ باہلی رح کی نزع کیوقت اونکی خدمت میں گیا اونھوں نے فرمایا
کہ اے سعید جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھہ وہ معاملہ کیجیو جسکا امر ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یعنی
آپنے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجاوے اور اوسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے کہ ایک شخص تم میں سے
اوسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہیں دیگا پھر
دوبارہ اسیطرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا تعالی تجھ پر
رحم کرے مگر تم لوگ اس جواب کو نسنوگے پھر اوس سے کہے کہ یاد کر اوس چیز کو جسپر تو دنیا سے اوٹھا ہے یعنی
گواہی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہی اور دین
اسلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور قرآن امام ہے ایسا کہ اگر یہ اوسکو سناوے گا تو منکر اور نکیر ایک دوسرے کے
پاس ہٹ جاوینگے اور یوں کہینگے کہ یہاں سے چلو اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اسکو تو حجت بتلا دی گئی
اور اللہ تعالی اوس شخص کیطرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اگر اوسکی ماں کا نام
معلوم نہو آپنے فرمایا کہ اوسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی۔ اور قبروں پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھہ مضائقہ
نہیں علی بن موسی الحداد کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رح کے ساتھہ ایک جنازے میں شریک تھا اور محمد بن
قدامہ جوہری بھی ساتھہ تھے جب جنازہ دفن ہوچکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح
نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ
آپکے نزدیک مبشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہے آپنے فرمایا کہ معتبر ہے اور اونسے پوچھا کہ تمنے اوسنے کچھہ یاد کیا ہی
اونھوں نے کہا کہ ہاں مجھکو خبر دی مبشر بن اسمعیل نے عبد الرحمن بن علاء بن لجلاج سے کہ عبد الرحمن کے باپ علاء بن
لجلاج نے وصیت کی کہ جب میں دفن ہوچکوں تو میری قبر پر سر کیطرف شروع سورہ بقر کا اور اوسکا آخر
پڑھا جاوے اور علاء رح نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضرت ابن عمر رض سے کہ اونھوں نے بھی اسکی وصیت کی تھی

تب امام احمد نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اوس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن
احمد مروزی کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستانون مین جاؤ
تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھکر اسکا ثواب قبرستان والونکو
بخش دیا کرو کہ اونکو پہونچیگا - اور ابو قلابہ کہتے ہین کہ مین شام سے بصرہ مین آیا اور خندق پر اوترکر وضو
کرکے رات کو دو رکعتین پڑھین اور ایک قبر پر سر رکھکر سو گیا خواب مین دیکھا کہ قبر والا مجھسے شکایت کرتا ہے
کہ تمنے رات بھر مجھکو ایذا دی پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین وہ دو رکعتین
جو تمنے پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر کہا کہ دنیا والون کو خدا تعالی ہماری طرف سے
جزاء خیر دیوے اونکو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی اونکی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کی
برابر آیا کرتا ہے - غرض کہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہے کہ عبرت ہو اور مردہ کو یہ فائدہ ہو
کہ دعا پہونچے اسلیے زیارت کرنے والیکو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل نہونا چاہیے
نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے اور عبرت حاصل کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اپنے دل مین مردہ کی
صورت جمائے کہ اوسکے اعضا کیسے علیحدہ ہو گئے اور وہ قبر سے کیسے اوٹھیگا اور یہ بھی تصور کرے کہ ہم بھی عنقریب
ایسا ہی ہو جاوینگے جیسے کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد القیس کی اولاد مین سے ایک عورت عابدہ تھی
جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اوٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرون مین
چلی جاتی مین نے سنا ہے کہ لوگون نے اوسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اوسنے جواب دیا
کہ دل سخت جب جفا کرتا ہے تو اوسکو پرانے کھنڈر ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو دیکھتی ہون
کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین منہ اونکے خاک آلودہ اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہین تو ایسی نظر کا
کیا کہنا ہے اگر اسی طرح کی نظر بندون کے دلون مین جم جاوے تو افسوس ہے اسکی تلخی کیا کچھ ہو اور بدن اسکو یا
کیا کچھ تلف ہو بلکہ چاہیے کہ صورت مردے کی وہ دل مین یاد کرے جیسا حضرت عمر بن عبد العزیز نے
بیان کیا تھا یعنی ایک فقیہ نے آکر آپکی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادت اور
سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہو گیا تھا آپنے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد اگر مجھکو تین دن
پیچھے دیکھوگے تو اور بھی تعجب کروگے کہ آنکھین نکلکر رخسارون پر گری ہونگی اور ہونٹھ دانتون سے جدا
ہونگے منہ کھلا ہوا ہوگا اور مین سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھول کر سینے سے اونچا ہوگا پیٹھ یا گدی کی ہڈی
نکلی ہوگی اور ناک سے رطوبت اور کیڑے نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے اور
مستحب ہے کہ میت کی تعریف کرے اور جب اوسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کرے حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اوسکو چھوڑ دو اور اوسکی برائی مت کرو اور ایک شریف میں فرمایا کہ مردوں کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہیں اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اپنے مردونکا ذکر بہتری ہی سے کیا کرو اسلیے کہ اگر وہ جنتی ہیں تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہیں تو اونکو وہ جو اونمیں کی ہیبت کافی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس گذرا تو لوگوں نے اوسکی برائی بہت سی بیان کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر اور جنازہ آیا تو اوسکی بھلائی ذکر کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی حضرت عمر رضی نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی آپنے فرمایا کہ اس جنازے کی تم نے بھلائی بیان کی اوسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اوسپر دوزخ واجب ہوگئی اور تم خدای تعالی کے گواہ ہو زمین میں یعنی جس چیز کی گواہی دیدوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اور لوگ اوسکا وہ حال بیان کرتے ہیں جو علم الہی میں ویسا نہیں ہوتا تو اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اپنے بندونکی گواہی اس بندے کے باب میں قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہوں اونکو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت میں اور جو حال کہ میت پر قبر میں صور کے پھونکنے تک گذرتا ہے اوسکے ذکر میں

اس فصل میں چار بیان ہیں

بیان اول موت کی حقیقت میں واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان میں جھوٹے گمان اور خیالات کرتے ہیں اور غلطی پر ہیں مثلاً بعض گمان کرتے ہیں کہ موت نیست ہو جانا ہے نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ رای ملحدین اور اون لوگوں کی ہے جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ موت سے آدمی نیست ہوجاتا ہے گو قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے دردپاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہیں کہ روح باقی رہتی ہے موت سے نیست نہیں ہوتی اور ثواب اور عذاب روحوں ہی کو ہے جسموں کو نہیں اور جسم ہرگز نہ اوٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پھرے ہوئے ہیں اور جو بات کہ اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہے اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب میں مبتلا یا آسایش میں چین کرتی باقی رہتی ہے اور روح کی جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اوسکی اطاعت سے باہر جاتا ہے یعنی اعضا سب روح کے آلات ہیں کہ اونسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہے آنکھ سے دیکھا کرتی ہے اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہے اور

بخاری روایت جنازہ
نسائی روایت جنازہ دلیلہ سراقی ۱۲

دل سے غرض یہاں روح ہے تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہے کبھی آلہ کی ضرورت نہیں
اسیطرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہے اور انواع خوشی سے سکھ اور جو امور متعلق اعضا جسم ہیں جیسے محسوسات
تو جتنی باتیں ایسی ہیں کہ اونکے خود روح موصوف ہوتی ہے وہ تو بعد جسم کے جدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ
رہتی ہیں اور جو باتیں روح کو بواسطہ اعضا کے ہوا کرتی ہیں وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہیں یہانتک کہ دوبارہ
پھر جسم میں روح آئے اور روح کا جسم میں دوبارہ آنا قبر میں کچھ دشوار ہے نہ قیامت کے روز تک کی دیری کچھ
بعید ہے اللہ تعالی نے جیسا جس بندے کیواسطے حکم کر دیا ہے وہی اوسکو ہونا ہے اور موت کی غرض یہ
جسم کا بیکار ہونا ایسا ہے جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھوں میں سدہ واقع ہونے کی
باعث نکمے ہو جاتے ہیں اور اون میں روح نہیں اثر کر سکتی تو اس صورت میں روح کا عالم ہونا اور عاقل اور
ہونا باقی رہتا ہے اور بعض اعضا سے کام لیتی رہے اور بعض اوس سے نافرمان ہو جاتے ہیں اور موت کے معنی
سب اعضا کی روح سے نافرمان ہونے کے ہیں اور اعضا تو روح کے آلات تھے جن سے وہ کام لیتی تھی اور روح
غرض وہ چیز ہے جو انسان کے اندر علوم اور غموں کی تکلیف اور خوشیوں کی لذت معلوم کرتی ہے تو جب
روح کا تصرف اعضا میں باطل ہو گیا تو اوسکے علوم اور ادراکات اور خوشیوں اور غم اور اندوہ اور درد کا قبول کرنا
تو نہیں جاتا رہا اور انسان واقع میں وہی چیز ہے جو علوم کو ادراک کرتی ہے اور رنج و راحت کو پاتی اور
یہ صفت نہیں مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اوسکا تصرف اوٹھ جاتا ہے اور بدن اوسکا آلہ نہیں رہتا
جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہیں کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اوسکے کام کا نہ رہا اسیطرح گویا سارے
اعضا کا اپاہج ہو جانا ہے کہ کوئی اوسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اوسکا نفس اور روح ہے وہ بدستور موجود ہے
ہاں اوسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہے اول تو یہ کہ اوس سے اوسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پانوں
اور جملہ اعضا چھین گئے اور اہل و اقارب اور زن و فرزند اور تمام اشیاء اور گھوڑے اور سواریاں اور غلام اور گھر اور
تمام جائداد چھین گئی اور اسمین کچھ فرق نہیں کہ آدمی سے یہ چیزیں چھین جاویں یا خود اوسکو ان چیزوں سے چھین لیا جاوے
سو اسکا اپنا چھٹنے والی چیز تو جدائی ہے اور جدائی دونوں صورتوں میں حاصل ہے ایسا ہوتا ہے کبھی تو آدمی کا
مال لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہے اوس مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہے دونوں صورتوں میں دکھ
یکسان ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اوسکے جمیع اموال و علایق سے لیکر ایک اور عالم میں لیجاتے ہیں
جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا میں اوسکی کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے اوسکو انس اور راحت تھی تو بعد موت
کے اوس چیز کی حسرت اوسپر بڑی ہو گی اور اوسکی جدائی میں اوس شخص کو نہایت تکلیف ہو گی بلکہ اوسکا دل ایک ایک
چیز کیطرف التفات کریگا مال کیطرف جدا اور جاہ کیطرف جدا اور جائداد غیر منقول کیطرف جدا یہانتک کہ اگر

کوئی کرتا پہننا تھا نحرم ہو اگر یا ہوگا تو اوسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر بجز خدای تعالی کے ذکر کے اور چیز سے
خوشی نہ تھا اور نہ اوسکو سوا اوسکے کسی سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش ملیگی اسلیے کہ موانع برطرف
ہونگے اور محبوب مین اور اسکے اپنے آپ مین تخلیہ ہو جائیگا تمام اسباب دنیاوی خدای تعالی کے ذکر سے شاغل ہیں جن
وہ سب برطرف ہونگے یہی ایک وجہ زندگی اور موت کے حال مین اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری
وجہ حال کو بدلنے کی یہ ہے کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتین کھلجاتی ہین جو زندگی مین نہین کھلتی تھین
جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے اور آدمی سب مردہ ہین جب مرینگے
تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اوسکی نیکیون کا نفع یا برائیون کا ضرر ہوگا حالانکہ یہ حال اوسکے
دل کے اندر کی بیاض مین لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اوسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف
ہوگئے تو سارے اعمال اسپر کھلگئے اب جو برائی دیکھتا ہے اوسپر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اوسکے جسم سے اوسکے سینہ
کے لیے آگ مین گھس جانے کو اختیار کرسکتا ہے اور ایسے حال مین اوس سے کہا جاتا ہے کفی بنفسک الیوم
علیک حسیبا اور یہ بات اوسوقت کھلتی ہے کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہین ہوتا اور
جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہو یعنی اس دنیای ناپایدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور بمقدار زاد اوسکے پہونچا اوسکی
قدر ابس مر اور جتنا اوسکی جدا ہونے کی آگ لگی ہوتی ہے اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا
طالب ہوتا ہو تو اوسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہے کہ
زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اوسکی خوشی کی یہ ہے کہ اوسکی غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے
شخص ورت کا ہوتا ہی جو دنیا مین سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ کسیطرح اتنی ضرورت بھی نہ ہو
پس انکی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اوسقدر سے بھی مستغنی ہو جاتے ہین اور یہ عذاب کی اقسام اور
رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور جسم کے اندر اسکے
اوسکی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کردیا جاتا ہے اور جو شخص دنیا سے ارت پاپا در
اوسپر ملتفت ہوتا ہو اوسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اوسکے محل اور سلطنت
اور پایہ تخت مین چین سے اوڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتنے کا یا
کچھ پوچھ ہی نہ کریگا اسکا علم بادشاہ کو نہوگا اور بادشاہ اوسکو اچانک پکڑلے اور اوسپر ایک فرد
پیش کرے جسمین اوسکی خطائین اور بدافعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور بادشاہ بھی بڑا زبردست
اور غیرت والا ہو اور جو لوگ اوسکے محل مین یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہوتے ہین اونسے عوض لینے والا ہو
اور کسی کی سفارش یا فریاد نہ سنتا ہو تو ایسی صورت مین اوس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ

ف تو ہی اپنی جان آج کے دن
اپنا حساب لینے کو کافی ہے ۱۲

پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اوسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال ہے کار میت کا نہ
ہونا پر چشم وپر اوسکا عمل پورا ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ نہیں مرنے کیوقت خوف وشرم
وحسرت وندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کا ایذا اور کاٹنے کی نسبت کہ رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش
ہونے کا عذاب اسپر اوسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کیوقت مردہ کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت نے
اوسکے باطن کا مشاہدہ سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اسپر قرآن وحدیث کی دلائل
بھی موجود ہیں ہان کہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہیں اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی
معرفت کے ممکن نہیں اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اوسکے ذات کی پہچاننے
موقوف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے باب میں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا قل الروح من
امر ربی اسکے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسیکو علماء دین میں سے نہیں پہنچتا کہ
کہ روح کے [illegible] اور اوسپر مطلع ہو وہ اسرار میں سے ہے [illegible] اجازت ہو کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر
کریں اور اس باب میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ موت سے روح معدوم نہیں ہوتی
اوسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی شہیدوں کے باب میں ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا
فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین اور جب جنگ بدر میں سرداران قریش
مارے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو ایک ایک کو پکارا اے فلان اور اے فلان مجھ سے جو میرے رب نے
وعدہ کیا تھا اوسکو میں نے سچا پایا تم سے جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی سچا پایا کہ نہیں لوگون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان لوگوں کو پکارتے ہیں وہ تو مرے ہیں آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی کہ
قبضہ میں میری جان ہے وہ اس کلام کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر وہ جواب پر قادر نہیں تو یہ حدیث نص ہے
شقی کی روح کے باقی رہنے اور اوسکے ادراک ومعرفت بحال رہنے کے باب میں اور آیت نص ہے شہدا کی ارواح
میں اور میت کی دو ہی قسمیں ہیں یا سعید ہوتا ہے یا شقی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا ایک
گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یہ حدیث صریح نص ہے اس بات میں
کہ موت کے معنی صرف حال کے بدلنے کے ہیں اور اسمیں میت کیواسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونی کو
ہوتی ہے وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہوجایا کرتی ہے مگر بعض قسم کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے رہتے ہیں
لیکن اونکی اصل اوسیوقت ہوجاتی ہے اور حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں کہ
آپ نے فرمایا الموت القیامۃ فمن مات فقد قامت قیامتہ اور ایک حدیث شریف میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مرجاتا ہے تو اوسکا ٹھکانا صبح وشام اوسپر پیش کیا جاتا ہے

موت قیامت صغری ہے پس جو مرا اوسکی قیامت قائم ہوگئی ابن ابی الدنیا وطبرانی

بخاری ومسلم ابن عمر ۱۲

اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت مین اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ مین سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے
کہ تیرا ٹھکانا ہے یہان تک کہ خداے تعالیٰ تجکو اسمین قیامت کے دن پہونچاے اور جو کچھ ان ٹھکانون کے
دیکھنے کی لذت یا عذاب اوسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہین ۔ اور ابو قیس کہتے ہین کہ ہم حضرت علقمہ رض کے
ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپنے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہوگئی ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین
کہ کسی کو دنیا سے نکلنا حرام ہے جبتک کہ یہ نہ جان لے کہ جنت والون مین سے ہون یا دوزخ والون مین سے
اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَاتَ غَرِیبًا مَاتَ شَہِیدًا
وَوُقِیَ فَتَّانَ الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیحَ عَلَیْہِ بِرِزْقِہٖ مِنَ الْجَنَّۃِ اور حضرت مسروق رح فرماتے ہین کہ
مجھے اتنی غبطہ اور کسی چیز مین آتی جتنی اوس ایماندار پر آتی ہے کہ لحد مین جا کر دنیا کے تعب سے آرام پاتا ہو
اور خداے تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو ۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہین کہ مین ایک روز حضرت ابو درداء رض کے
ساتھ چلا جاتا تھا مین نے آپسے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اوسکے لیے آپ کونسا حال پسند
کرتے ہین آپنے فرمایا کہ موت اوسکے لیے پسند کرتا ہون مین نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپنے فرمایا کہ تو وہ
پسند کرتا ہون کہ اوسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہون کہ موت کی محبت مومن ہی کو
ہوا کرتی ہے اور موت مومن کے حق مین قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہون
کہ یہ چیزین آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ انس کے باعث ہین اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوڑنا
ضروری ہو نہایت بدبختی ہے اور جو چیز خداے تعالیٰ کے اور اوسکے ذکر اور انس کے سوا ہے اون سب کو مرتے وقت
چھوڑ دینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ مومن کی مثال اوسکے دم یا روح
نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے مین ہو اور اوسمین سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین مین سیر کرتا
کودتا پھرتا ہو ۔ اور یہ جو آپنے ذکر فرمایا ہے یہ اوسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو
اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز سے انس نرکھتا ہو اور دنیا کے علائق اوسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہون
اور شہوتون کی سختی بھگتنی اوسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت مین سب ایذاؤن سے چھٹی ہوجاتی ہے اور جس
محبوب سے اوسکو انس تھا اوسے بے روک ٹوک اوس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہے اور بہت ہی چاہیے کہ یہ امر منتہاے آسایش اور
کمال لذت اون شہیدون کے لیے ہو جو خدا کی راہ مین مقتول ہوے ہین اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرأت کرتے ہین
تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقون سے قطع کر لیتے ہین اور مشتاق دیدار الہی کے ہوکر اوسکی رضا جوئی
مین قتل پر راضی ہوتے ہین پس اگر دنیا کیطرف نظر کریگا تو اپنی خوشی سے اوسکو آخرت کے بدلے مین بیچ ڈالیگا
اور بیچنے والا بیع کیطرف التفات نہین کیا کرتا اور اگر آخرت کیطرف نظر کریگا تو اوسکو خرید لیا ہے

اور اوسیکا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اوسکو جب دیکھیگا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جس چیز کو
چھوڑ آیا ہے اوس سے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا - اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی میں کبھی اتفاقاً
ہو جایا کرتا ہے ضرور نہیں کہ موت بھی اوسی پر ہو کیونکہ بدلجاتا ہے اور خدا کی راہ میں قتل ہونا موت کا سبب
تو اوسی حالت پر موت کے آنیکا سبب ہوگا اور یہی وجہ اوسکی لذت زیادہ ہونی کی ہو کیونکہ معنی لذت کے
یہی ہیں کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جائے اور جو چاہتی بات ہے سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَکُمْ فِیهَا مَا تَشْتَهِی
اس آیت میں سب لذتیں جنت کی آگئیں اور بڑے سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے
چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَحِیلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُونَ یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابوں کی جامع ہے
اور آسایش مذکورہ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہو یا اگر
اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب میں جتنی احادیث ہیں وہ سب اسپر دال ہیں بلکہ ہر ایک حدیث
میں شہدا کی انتہائی لذت کو اوسی لفظ سے تعبیر فرمایا ہے حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی کو فرمایا اور اونکا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا تھا کہ میں تجھکو خوش خبری سناؤں
اونھوں نے عرض کیا کہ بہت بہتر کہ خداے تعالیٰ بشارت دے آپنے فرمایا کہ خداے عزوجل نے تیرے باپ کو زندہ
کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھسے تمنا کر میں تجھکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا
کہ الٰہی میں نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہیں کی میں تجھسے یہ تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھکو پھر دنیا میں بھیجے
تاکہ میں تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لڑوں اور دوسری دفعہ تیری راہ میں مارا جاؤں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہے کہ تو دنیا میں لوٹ کر نجاویگا - اور حضرت کعب رضی فرماتے ہیں کہ جنت میں
ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اوس سے کہا جاویگا کہ تو جنت میں ہو کر کیوں روتا ہے وہ کہیگا کہ میں اسلیے روتا ہوں
کہ خدا کی راہ میں صرف ایک ہی بار مارا گیا میں یہ چاہتا تھا کہ پھر جا کر لڑوں اور کئی بار مارا جاؤں اور جاننا چاہیے

ابن ابی الدنیا بروایت عمرو بن دینار مرسلاً

کہ ایماندار کو مرنے کے بعد خداے تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہے جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قیدخانہ
کے معلوم ہوتی ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی اندھیرے قیدخانے میں محبوس ہو اور اوسپر ایکبار
دروازہ ایسے باغ وسیع کیطرف کو کھول دیا جائے کہ اوسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اوسمیں طرح طرح کے
درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ شخص اوس باغ میں پہونچکر اوس اندھیرے قیدخانے میں
پھر آنا نچاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہے یعنی ایک شخص مر گیا تھا اوسکو
آپنے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہے تو اسی دنیا میں پھر آنا اچھا
نہ معلوم ہوگا جیسے ہم میں سے کوئی اچھا نہیں جانتا کہ دوبارہ اپنی ماں کے پیٹ میں جاوے اسیطرح شہید

بتلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کیطرف نسبت ہے۔ اور ایک
حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مومن کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں کہ جب پیٹ سے باہر نکل
سکتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے مگر جب روشنی دیکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہیں کرتا یہی حال مومن کا ہے کہ
موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں
جانا نہیں چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح
اور مستراح منہ یعنی یا اوسکو راحت ملی یا اوس سے دوسروں کو راحت ہوگئی اسمیں مستریح سے اشارہ مومن کیطرف ہے کہ اوسکو بعد موت کے
رحمت الٰہی اور مستراح منہ سے فاجر کیطرف اشارہ ہے کہ دنیا والے اوس سے راحت میں ہو جاتے ہیں اور ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہیں
کہ ہم لڑکے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر گذرے اور ایک قبر کیطرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپری کھلی ہوئی ہے
ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اوسنے اوسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خیال نہ کرو کہ ان ہڈیوں کو کچھ ضرر نہیں کرتی خبر کہ ثواب اور
عذاب قیامت تک ہوتا ہے وہ ارواح ہی پر ہے اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ جو شخص مرتا ہے وہ جو کچھ اوسکے گھر اوسکے بعد ہوتا ہے
جانتی ہے یہانتک کہ لوگ مردہ کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور وہ اونکو دیکھتا ہے۔ اور مالک بن انس فرماتے ہیں کہ مجھے سنا ہے
کہ مومنوں کی روحیں چھوٹی رہتی ہیں جہاں چاہتی ہیں وہاں جاتی ہیں۔ اور نعمان بن بشیر رضہ فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ آگاہ رہو دنیا میں صرف اسقدر رہا ہے جیسے مکھی کہ اوسکی
جو میں اٹکی ہوئی ہو پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیوں کے بارہ میں اسلیے کہ تمھارے اعمال ونپر پیش
ہوتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو
اپنے برے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمھارے اعمال بد تمھارے مردہ دوستوں پر پیش ہوا کرتے ہیں
اور اسیلیے حضرت ابو درداء رضہ نے دعا میں فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا کام کروں جس سے
عبداللہ بن رواحہ رضہ کے سامنے فضیحت ہوں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضہ حضرت ابو درداء رضہ کے ماموں تھے
اور پہلے مر چکے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنوں کی
روحیں کہاں رہتی ہیں آپ نے فرمایا کہ سفید جانوروں کی صورت میں عرش کے سایہ میں رہتی ہیں اور
کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں رہتی ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اوٹھانے والے اور قبر میں
اوتارنے والے کو پہچانا کرتا ہے۔ اور صالح مری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ روحیں موت کے وقت ملا کرتی ہیں
پہلے مردوں کی روحیں اس مرنے والے کی روح سے کہتی ہیں کہ تیرا ٹھکانا کہاں ہوا اور تو پاک جسم میں تھا
یا ناپاک میں۔ اور عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہیں جب کوئی مردہ اونکے پاس جاتا ہے

کہ فلان شخص کا کیا حال ہے وہ کہتا ہے کہ وہ تو دنیا سے گیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا وہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر
کہتے ہیں کہ انا للہ و انا الیہ راجعون اوسکو کسی اور راستے لیگئے ہمارے پاس نہیں لائے۔ اور جعفر
بن سعید سے مروی ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اوسکا لڑکا اوسکے استقبال کو آتا ہے جیسے کسی مسافر کا
استقبال کیا کرتے ہیں۔ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی نیکبختی کی بشارت
اوسکو قبر میں دیجاتی ہے۔ اور ابو ایوب انصاری رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اوس سے خداے تعالی کے پاس کی رحمت والے مردے ایسے ملتے ہیں جیسے
دنیا میں خوشخبری سنانیوالے کے پاس آتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اسکو تسکین ہوجاوے
کہ یہ شخص بڑی سختی میں تھا پھر اوس سے پوچھتے ہیں کہ فلان شخص کا کیا حال اور فلانی عورت کیسی ہے اور تو فلانی
فلانی عورت سے نکاح کیا کہ نہیں پھر جب اوس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ اوس سے پہلے
مرگیا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہے تو کہتے ہیں کہ انا للہ و انا الیہ راجعون
اوسکو اوسکی مان دوزخ میں لے گئی۔

وہ سرا بیان قبر کا اور مردون کا کلام بہت سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہیں یا حال تقریر کرتے ہیں
اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہے بہ نسبت زبان قال کے زندونکے سمجھانے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اوس سے کہتی ہے کہ اے خانہ خراب
آدمی تجھکو کس چیز نے مجھسے غافل رکھا تو نے سمجھا نا کہ میں آزمائش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی
کی جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے پاس سے تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا
پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ تو دیکھتی نہیں یہ شخص اچھی
بات کا امر کیا کرتا تھا اور بری بات سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہے کہ تو اب میں اسپر سبز ہوئی جاتی ہون اور
اوسکا جسم نور بنجاویگا اور روح خداے تعالی کے پاس چلی جاویگی انتہی۔ اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہیں کہ جو
مردہ مرتا ہے اوسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اوس سے کہتا ہے کہ میں تنہائی اور تاریکی اور اکیلے رہنے کا
مکان ہون اگر تو اپنی زندگی میں خداے تعالی کا مطیع رہا ہوگا تو میں آج تجھپر رحمت ہونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہو
تو عذاب ہونگا میں وہ ہون کہ جو مجھمین مطیع ہوکر گھسیگا وہ خوش ہوکر نکلیگا اور جو عاصی ہوکر آویگا وہ
تباہ ہوکر نکلیگا۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہیں کہ جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اوسکو عذاب یا اور کوئی بری
بات پہنچتی ہے تو اوسکی پڑوس کے مردے اوس سے کہتے ہیں کہ اے اپنے قریبون اور پڑوسیون کے دنیا میں پیچھے
رہنیوالے کیا تجھکو ہم سے عبرت نہوئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والون کا حال تو نے دیکھا تو نے دیکھا کہ

کہ ہمارے اعمال مرنے سے تمام ہو گئے تجھے تجھکو تو مہلت تھی تو نے تدارک اوس چیز کا کیون نہ کر لیا جو ہم
اقارب سے نکلی تھی اور زمین کے حصے اوس سے کہتے ہین کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے
گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے اون سے تو نے عبرت کیون نہ پکڑی اونکو دنیا نے تجھ سے پہلے
دھوکا دیا پھر اونکی موت اونکو قبرون مین لیگئی تو اونکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اوس منزل مین
چلے جاتے ہین جو اونکے لیے ضروری تھی - اور یزید رقاشی کہتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہے
تو اوسکے اعمال اوسکو آگھیرتے ہین پھر اونکو خدای تعالی گویا کرتا ہے وہ کہتے ہین کہ اے اکیلے بندے گزر گئے تیرے
پیارے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس کچھ تیرا کوئی انیس نہین ہے
اور حضرت کعب فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوۃ
جہاد اوسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اوسکے پاؤن کی طرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہے کہ اسکے
الگ رہو یہ شخص اللہ کیواسطے اونپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کی طرف سے آتے ہین تو روزہ کہتا ہے
کہ ادھر کو تمکو راہ نہین دنیا مین یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد
کہتے ہین کہ یہان سے الگ ہو کہ اسنے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت مشقت اوٹھائی اور اللہ کی راہ مین
جہاد کیا تمکو راہ نہین پھر فرشتے ہاتھون کی طرف آتے ہین تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص کو جانے دو بہت سا صدقہ اسکے
ان ہاتھون سے دیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کو مقبول ہوا اور اوسکی رضا جوئی کو دیا تھا تو تمکو یہان راہ نہین پھر اوس سے
کہا جاتا ہے کہ مبارک ہو تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اوسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور اوسکے لیے
جنت کا بستر بچھاتے ہین اور حلہ بہشتی لاتے ہین اور اوسکی قبر کو جہان تک نظر کام کرے وہان تک کشادہ
کر دیتے ہین جنت مین سے ایک قندیل آجاتا ہے کہ اوسکی روشنی مین قبر مین سے اوٹھنے تک رہتا ہے - اور عبد اللہ
بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہے اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پاؤن کی سنتا ہے اور اوس سے بجز اوسکی قبر کے
اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہے کہ اے خانہ خراب تجھکو جسوقت تیسنے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا
کہ مین تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑون سے بھری ہون پس تو نے میرے لیے کیا سامان کیا
تنبیہ بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین حضرت براء بن عازب رض (۲) فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازے پر نکلے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک
نیچے کو ڈالکر اوسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الہی مین تجھ سے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون پھر فرمایا
کہ جب مومن ابتدای آخرت کی ہستی مین ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایسے فرشتون کو بھیجتا ہے کہ گویا اونکے منہ آفتاب

(۱) ابن ابی الدنیا باسناد ضعیف

(۲) ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم مختصرا

ہوتے ہین اونکے ساتھہ مین اوسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اوسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین
اور اوسکی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اوسپر رحمت
بھیجتے ہین اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اوسکی روح اوسکے اندر ہوکر
جانا نہ چاہتا ہو جب اوسکی روح اوپر چڑھتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی تیرا فلان بندہ پھر حکم ہوتا ہے
کہ اسکو پھیرا لیجاؤ اور جو کچھ نعمت اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہے دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کر چکے ہین
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیون کی آواز
سنتا ہے یہانتک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور دین کیا اور نبی کون ہے وہ جواب دیتا ہے
کہ میرا رب اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین یہ سوال اوس سے
نہایت سختی کے ساتھہ پوچھتے ہین یہ آخر جانچ ہے جو مرنے کے پیچھے ہوتی ہے سو جب جواب دیدیا ہے
تو پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو سچ کہتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ پھر اوسکے پاس ایک خوبصورت خوش لباس
خوشبو دار آکر کہتا ہے کہ تجھکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور جنتون کا کہ جنمین نعمت دائمی ہے
کہتا ہے کہ تجھکو بھی بشارت خیر کی خدا تعالیٰ دے تو کون ہے وہ کہتا ہے کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا
مین تیرا حال یہی جانتا کہ تو خدا تعالیٰ کی طاعت مین جلدی اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خدا
تجھکو جزاء خیر دے پھر ایک منادی پکارتا ہو کہ اسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کر دو اور ایک دروازہ
جنت کیطرف کو کھول دو پس بستر جنت مین سے بچھا دیا جاتا ہے اور دروازہ جنت کیطرف کو کھولدیا جاتا
ہے اوسوقت کہتا ہے کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ مین اپنے اہل و مال کیطرف رجوع کرون۔ اور کافر کا حال
یہ ہوتا ہے کہ جب کہ آخرت کے سامنے ہوتا ہے اور دنیا سے علیحدہ ہوا چاہتا ہے تو اوپر فرشتے تند خو کڑے
اوترتے ہین اور انکے ساتھہ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہے وہ اوسکو گھیر لیتے ہین جب اوسکی
جان نکلتی ہے تو اوسپر تمام فرشتے ادھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہین اور دروازے آسمانون کے
بند کر دیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر کو اوسکی روح کا جانا برا نہ جانتا ہو جب اوسکی روح
چڑھتی ہے تو پھینک دی جاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے قبول کیا
نہ زمین نے اللہ عز و جل فرماتا ہے اسکو پھیرا لیجاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہم نے مہیا کیا ہے اسکو دکھاؤ
کہ ہم نے اس سے وعدہ کر لیا ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگون کی پھرتے
کیوقت سنتا ہے یہانتک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہے

کہیں تو نہیں جاتا اوس سے کہا جاتا ہے کہ تو نجا ہو پھر اوسکے پاس ایک آنیوالا بدصورت بدبودار بدلباس
آتا ہی اور کہتا ہی کہ تجکو خبر دہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہی کہ خدای تعالی تجکو بدی کی خبر
سناوے تو کون ہی وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل بد ہون سمجھا تو خدای تعالی کی نافرمانی مین جلد باز اور طاعت الٰہی مین
تاخیر کرنیوالا تھا خدای تعالی تجکو جزای بد دیوے وہ کہتا ہے کہ تجھے بھی خدای تعالی جزای بد دیوے پھر اوسپر
ایک بہرا اندھا گونگا معین کیا جاتا ہے جسکے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ اگر جن و انسان اوسکے اوٹھانے پر
متفق ہون تو نہو سکے اگر اوسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی ہو جاوے وہ اوس سے اوسکو مارتا ہے تو وہ مٹی ہو جاتا ہے
پھر اوسمین جان آجاتی ہے پھر اوسکی آنکھون کے بیچ مین ایک چوٹ لگاتا ہی کہ اوسکی آواز سوای جن و انسان کے
سب زمین پر کے رہنے والے سنتے ہین پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھاوو
اور ایک دروازہ دوزخ کیطرف کھولدو اوسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھادیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ
کیطرف کو کھولدیا جاتا ہی — اور محمد بن علی رحمہ کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہے موت کیوقت اوسکے اعمال نیک و بد
اوسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیون کو دیکھتا ہے اور بدیون سے آنکھین بند کرلیتا ہے
اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہے تو اوسکے
پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی ٹہنی لیکر آتے ہین اور اوسکی روح ایسے نکال لیتے ہین
جیسے گوندھے ہوئے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ای نفس مطمئنہ خدای تعالی کی کرامت اور راحت کی
طرف نکل تو اوس سے راضی اور وہ تجسے خوش اور جب اوسکی جان نکلتی ہے تو اوسے مشک و ریحان مین رکھکر
اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہی اور اوسکو علیین مین بھیجدیا جاتا ہے اور کافر کی نسبت آیا ہی کہ
اوسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین ایک انگارا لیکر آتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہے
کہ ای نفس خبیثہ خدای تعالی کے عذاب اور خواری کیطرف نکل کہ تو اوس سے خفا اور وہ تجھپر خفا پھر جب اوسکی جان
نکلتی ہی تو اوسی چنگاریون مین رکھدیجاتی ہے اور روح اوسمین چھپاتی رہتی ہے اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹکر
سجین کے زندان مین بھیجدی جاتی ہے — اور محمد بن کعب قرظی رحمہ نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا حتی اذا جاء
احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کی مراد یہہ ہے کہ خدای تعالی پوچھتا ہے کہ
تو کیا چاہتا ہی کس چیز کی رغبت کرتا ہے کیا یہ چاہتا ہے کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت
بناوے اور نہرین کھدواوے وہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اوسمین اچھا کام کرون خدای تعالی
فرماتا ہی کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا یعنی موت کیوقت یہ کلام کرتا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر مین ایک سرسبز باغ مین رہتا ہے اور اوسکی قبر ستر گز

بچھو یا سانپ کاٹتا ہی اور او سکو اسکا درد بھی اُٹھا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نیند ہی مین چیخ پڑتا ہے اور پیشانی پر
پسینا آجاتا ہو اور کبھی اپنی جگہ سے اوچھل پڑتا ہے تو سونے والیکو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور ویسا ہی
پاتا ہی جیسے کہ جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ایسا جاتا نہین معلوم ہوتا نہ اوسکے گرد کوئی سانپ بچھو دیکھتا ہے اور
اوسکو حق پر سانپ بھی موجود ہی اور تکلیف بھی ہے مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہو اور جبکہ عذاب کی تکلیف
کا نتیجہ حاصل ہو تو سانپوں کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکسان ہی تیسری صورت یہ ہو کہ تمکو معلوم ہو
کہ سانپ بچھو کی تکلیف بعینہ نہین پہونچتا بلکہ ایذا اوسکے زہر سے ہوتی ہے پھر زہر بھی درد نہین بلکہ زہر کا اثر جو تمہین
ہو جاتا ہی تکلیف اوسسے ہوتی ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن مین پایا جاوے تو ظاہر ہے کہ تکلیف
توبہت ہوگی مگر اس تکلیف کو اوس طرح بیان نہین کیا جا سکتا بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادتاً پیدا ہوتی ہے
اوسی سبب کی طرف منسوب کر دیا جاوے مثلاً اگر انسان مین لذت صحبت کی پیدا ہو جاوے بدون اسکے کہ ظاہر مین
ہم بستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاوے بجز اسکے کہ صحبت کی لذت ہی اوس اضافت سے سبب کی
شناخت ہوجاویگی اور اوسکا ثمرہ معلوم ہو جاویگا اور صورت سبب کی موجود ہو سبب کو ثمرے ہی کے لیے
چاہتے ہین او سکی ذات سے غرض نہین ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کے وقت ایذا دینے والے
بنجاتے ہین تو اونکی ایذا سانپ اور بچھو کی سی ایذا کے مثل ہو جاتی ہے بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا
موذی ہو جانا ایسا ہے جیسے عشق معشوق کے مرنے پر موذی ہو جاتا ہے یعنی پہلے سے تو مزہ اوٹھاتا اب وہ بھی
ایسی حالت آگئی کہ وہی لذت موذی بن گیا یہانتک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا کرتا ہے کہ کاش
عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہے کیا اوسپر دنیا مین عشق مسلط کر دیا
زیادہ مال و متاع اور جاہ اور مال اور اقارب اور ہمسایوں سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزون کو اوسکے پاس سے
زندگی مین کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ اوسکا کیا برا حال ہوتا اور کیسا
عذاب کھینچتا اور تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی کچھ نہ ہوا ہوتا کہ آج اس قدر سیاہ کا منہ نہ دیکھتا اور انکی جدائی
کا درد نہ ہوتا اور موت کے معنی یہی ہین کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جدا ہو جاوین تو جو شخص صرف
دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اوس سے چھینکر اوسکے دشمنون کو دیدیجاوے اوسکا کیا حال ہوگا سے

جسکا اکلوتا ہی غائب ہو جاوے	اوسکا کیا جانیے کیسا ہو حال

پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نکلنے کی حسرت ہوگی اور خدای عزوجل سے محجوب ہونا پڑیگا
اسلیے کہ غیر اللہ کی محبت خدای تعالی سے بھی روک دیتی ہے اور دولت اخروی سے بہرہ مند ہونے سے
باز رکھتی ہی حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت اخروی کے نکلنے کی حسرت اور درگاہ

الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اوسکو ابدالآباد تک ایکدوسری کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے
عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ نار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہو اور خدا تعالیٰ کے
سوا اور کسی سے محبت نہ رکھتا ہو اور دیدار الٰہی کا مشتاق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھوٹ جاویگا اور دنیا میں
شہوات کے شدائد جھگڑنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقوں اور موانع سے پاک ہوکر
آویگا اور ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے محفوظ ہوکر خوب چین اڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسی ہی
ذریعے کے لیے کرے اب اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہیں کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہے
کہ اگر اوسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتوں میں سے ایک پسند کر یا گھوڑا دے ڈال یا بچھو کو اپنے اوپر ڈنک لگوا تو وہ
بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اوسکے نزدیک
بچھو کے کاٹنے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہو جاتا ہے تو اوس کی محبت اوسکو کاٹا کرتی ہے تو جاننا چاہیے
کہ انھیں نیشوں کے لیے تیار ہو رہے ہیں اسواسطے کہ موت تو اوسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین اور
اور دوست آشنا اور جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں سے الگ کر دیگی اور پھر ملنے
دینے سے نا امیدی ہو اس صورت میں اگر ان چیزوں کے سوا اور کسی سے محبت نہ ہوگی اور یہ سب چیزیں
لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف بچھوؤں اور سانپوں سے بڑھکر ہوگی جیسے کہ زندگی میں اگر کوئی سارا مال
چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسیطرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ ہم تو لکھ ہی چکے ہیں کہ انسان مرتا نہیں
چیز ہے کہ سچ درحقیقت کی ہے وہ نہیں مرتی بلکہ عذاب ان اشیا کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے کہ زندگی میں
چند اسباب ہو سکتے ہیں جنسے دل بہل جاتا ہے مثلاً لوگوں کے پاس بیٹھنے اور اونسے گفتگو کرنے اور اوسکے
اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہو سکتی ہے مرنے کے بعد تو تسلی کے
راستے بند ہو گئے اور نا امیدی آموجود ہوئی اب تسلی کہاں اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کسی چیز کی بار دل سے
محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اوسکو ناگوار ہوتا تو وہ اوسپر افسوس کریگا اور تکلیف اوٹھاویگا اگر
دنیا میں ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے نجا المخففون
اور اگر دنیا میں گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا میں اگر کسیکا ایک درہم چوری جاوے اور دوسرے کے
دس چوری جاویں تو اول کا حال بنسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال ایک درہم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت
دو درہم والے کے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے کہ ایک درہم والا حساب میں ہلکا ہے
بنسبت دو درہم والے کے اور جو چیز دنیا میں سے مرنے کے وقت تیرے بعد رہتی ہے وہ مرنے کے بعد تجھے

حسرت ہوگی اسے چاہیے تو اپنا مال زیادہ کرے چاہے کم کرے اگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم
کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا۔ اور سانپ اور بچھو تونگرون کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی
زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اوسپر راضی اور مطمئن ہین غرضکہ ایمان کی صورتین قبر کے سانپ اور
بچھوؤن اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین۔ حضرت ابو سعید خدری نے اپنے
ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجھکو نصیحت کر اوسنے کہا کہ جو اللہ تعالی کو منظور ہو
اوسمین اوسکا خلاف مت کرو آپنے پوچھا کہ اور کچھہ کہو اوسنے کہا کہ تمکو تاب اوسپر عمل کرنے کی نہوگی آپ نے
فرمایا کہ تم کہدو اوسنے کہا کہ اپنے اور خدای تعالی کے درمیان مین کرتہ مت کرو یعنی کرتہ مت پہنو ورنہ موجب
حجاب ہیگا ابن سعید نے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہے تو
معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کو منکر
اور دوسری کو مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہے کہ تینون صورتین ممکن ہین اور
ہمکو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھہ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے
باعث سے ہوا اور قدرت الہی کی وسعت اور اوسکی عجائب تدبیر کے نجاننے سے اسلیے افعال الہی مین سے
جس بات کا مانوس امر عادی نہین اوسکو انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہے بلکہ اصل یہی ہے
کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور اونکو سچ جاننا واجب ہے کسی بندے کو کسیطرح عذاب دیا جاتا ہے اور
اور کسیکو کسیطرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ اونپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہے خدای تعالی ہمکو اپنے
تفضل سے تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہے اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ
روی زمین پر کوئی ایسا نہین جو اس بات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تمکو یہ وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر
اس امر کی تفصیل مین بہت نکیا کرو اور نہ اوسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی
تدبیر مین کرو خواہ کسیطرح کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑکر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول
ہوگے تو تمھاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑکر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کرے اور وہ
رات بھر سوچتا ہو کہ بادشاہ چھری سے کاٹیگا یا تلوار سے یا اُسترے سے اور یہ نسوچے کہ اس عذاب کے
بچنے کا حیلہ کیا ہو تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقینا معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت
عذاب یا آسائش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اوسکی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی
اور اونکی تفصیل معلوم کرنی محض فضول اور تضیع اوقات ہے

تیسرا بیان منکر نکیر کے سوال اور اونکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین

حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہے تو اوسکے پاس
دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اوس سے پوچھتے ہین
کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ اللہ کا
بندہ اور اوسکا رسول کہا کرتا تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ وہ دونون فرشتے کہتے ہین
کہ ہم پیشتر سے جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اوسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہے اور اوسکی قبر مین روشنی
کر دیجاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین اپنے گھر والون مین جا کر اونسے حال
کہہ آؤن اوس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا وہ دلہن کیطرح سو جاتا ہے کہ اوسکو وہی جگاتا ہے جو گھر والون مین اوسکا زیادہ
محبوب ہو یہان تک کہ اس خوابگاہ سے اوسکو خدا ہی تعالیٰ اوٹھا دیگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے
کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہینگے کہ ہمکو پہلے
معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اوسپر مل جا زمین اسطرح اوسکو بھینچتی ہے کہ اوسکی پسلیان ادہر کی
اودہر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیا جاتا ہے یہان تک کہ اللہ تعالیٰ اوسکو اوس جگہ سے
اوٹھاتے اور عطاء بن یسار رحمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی سے فرمایا
کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مر جاویگا اور تیری قوم تجھکو لیجا کر تیرے لئے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ
عرض کا گڑھا تجویز کرینگے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دیکر اور خوشبو لگا کر تجھکو اوٹھا کر لیجاوینگے پھر تجھکو
اوس گڑھے مین رکھکر تیرے اوپر مٹی ڈالینگے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھر جاوینگے تو تیرے پاس
قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین اچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال
اونکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے اُدھیڑ کر تجھے جھنجھوڑا اور ہلا ڈالینگے اوسوقت اے عمر تیرا کیا حال
ہوگا حضرت عمر رضی نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اوسوقت میرے ساتھ ہوگی جیسی اب ہے آپ نے فرمایا کہ ہان
حضرت عمر رضی نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نہ فرمایئے مین اونکو کافی ہونگا انتہی۔ یہ حدیث نص صریح ہے اسبات مین
کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدلجاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک درد و راحت کا رہتا ہے
جیسا اپنی زندگی مین تھا اوسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک ان اعضا کا نام نہین ایک باطنی
چیز ہے جسکے طول و عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہے اور اگر بالفرض
انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزء مدرک جسکے حصے نہین ہو سکتے وہی رہجاوے تو انسان عاقل
پورے کا پورا باقی رہیگا اور یہی حال اوسکا بعد موت کے ہوتا ہے اسلیے کہ اوس جزو پر موت نہین آتی
اور محمد بن منکدر رحمہ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کافر پر اوسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا مقرر ہوتا ہے

ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کی ہے اور احمد اور ابن حبان نے سند جید سے روایت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے ۱۲

جسکے ہاتھ میں لوہے کا تازیانہ ہوتا ہے اوسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہے وہ اوس تازیانہ سے کافر کو
قیامت تک مارتا رہتا ہے نہ اوسکو دیکھتا ہے کہ بچا کر مارے نہ آواز سنتا ہے کہ رحم کرے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی
نے فرمایا ہے کہ جب مردہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک اوسکو آگھیر لیتے ہیں پس اگر عذاب
سر کیطرف سے آتا ہے تو قرآن مجید کی قراءت روکتی ہے اور اگر دونوں پاؤں کیطرف سے آتا ہے تو کھڑا ہونا
روکتا ہے اور اگر ہاتھوں کیطرف سے آتا ہے تو ہاتھ کہتے ہیں کہ بخدا یہ شخص ہمکو صدقہ اور دعا کیواسطے پھیلایا
کرتا تھا تمکو اوس پر راہ نہ ملیگی اور اگر منہ کیطرف سے آتا ہے تو ذکر اور روزہ آگے ہو جاتا ہے اسیطرح ایک طرف کو نماز
اور صبر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہونگے حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں
کہ آدمی کے اعمال نیک اوسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہیں اور عذاب کو روکتے ہیں جیسے کوئی اپنے بھائی یا
زن و فرزند کیطرف سے لڑا کرتا ہے پھر اوسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی تیری خوابگاہ میں برکت کرے تیرے
دوست اور رفیق بہت خوب ہیں۔ اور حضرت عبداللہ رضی سے مروی ہے[۱] کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ایک جنازہ میں شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اوسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمیں ایسا دبایا جاتا ہے
کہ اوسکا سینہ اور پسلیاں اور ہڈیاں چور ہو جاتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں[۲] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہے اگر اوسکے دباب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رضی بچتے۔ اور حضرت انس رضی فرماتے ہیں
کہ جب حضرت زینب دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں آپ اونکے جنازہ
کے ساتھ تھے اور کچھ تغیر آپکے چہرہ مبارک پر ہمکو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر اوتر گئے
اور آپکا چہرہ گوندنا یا زرد ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف و روشن ہو گیا ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم نے جو حال
آپکا دیکھا یہ کسواسطے تھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اپنی بیٹی کا بیچاری ہونا یاد آیا تھا اور سختی عذاب قبر دل میں گذری تھی جب
میں قبر میں اوترا تو مجھکو خبر دی گئی کہ اللہ تعالی نے اوس پر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اوسکی
آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگوں نے سنی بجز سوا انسان اور جنات کے۔

آٹھویں فصل مردوں کے اون حالات میں جو خواب میں مکاشفہ سے معلوم ہوئے ہیں
جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور عبرت کی
راہ بتاتا ہے اوس سے ہمکو مردوں کا احوال مجملا معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سعید ہیں یا شقی مگر کسی شخص
خاص کا حال بعینہ معلوم نہیں ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید و عمر وغیرہ کے ایمان پر مثلا اعتماد کریں تو یہ
نہیں معلوم کہ اونکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہری نیکبختی پر اونکے اعتقاد
کو سکتے ہیں مگر تقوی کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقوے والے کو نہیں معلوم ہوتی

[۱] احمد بسند ضعیف ۱۲
[۲] احمد بروایت عائشہ وبسند لا بأس بہ ۱۲

تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہر کی نیکبختی پر بدون باطن کے تقویٰ کے نہیں کیا جا سکتا
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کی حکم کی معرفت
بدون انکے حال دیکھنے کے نہیں ہو سکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت میں
چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل میں
پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اوس آنکھ پر اپنی شہوات اور کاموں کا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہے اسلیے اوس
آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اوسکو نظر آوے جب تک وہ پردہ دلکی
آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسلیے اونھون نے
ملکوت کیطرف نظر کی اور اوسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت میں ہیں اسلیے
انبیاء علیہم السلام نے اونکو بھی دیکھکر اونکا حال بتایا اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا
حضرت سعد بن معاذ رضی کے حق میں اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضی کے حق میں ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت
جابر رضی کو اونکے باپ کا حال سنایا جو شہید ہو گئے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اونکو اپنے سامنے
بٹھلایا اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیاء کے سوا اور اون اولیاء کے سوا جو انبیاء کے درجے سے قریب ہیں اور لوگو
نہیں ہو سکتا بلکہ ہم جیسوں کو ایک اور مشاہدہ نصیب ہوا کرتا ہے مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی ہے اور وہ مشاہدہ
خواب کا ہے جو نبوت کے انوار میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ
جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہے اور جبھی ہوا کرتا ہے
جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے سچے آدمی نیکبخت راست باز کے اور کی خواب کا اعتبار
نہیں ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اوسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد اور گناہ بہت کرتا ہو
اوسکا دل تاریک ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا کہ آدمی پاک ہو کر سووے اور اسمیں اشارہ طہارت باطن
کیطرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اوسکے تتمہ کے ہے اور جب باطن صاف ہو تو دلکی
آنکھ میں وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں تشریف لیجانا
خواب میں معلوم ہو گیا تھا یہانتک کہ پھر اوسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اوتری لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ
رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ اور آدمی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہے جنمیں کچھ سچی باتیں نظر آجاوین اور خواب کا
سچ ہونا اور اوسمیں غیب کا حال معلوم ہو جانا خدا تعالیٰ کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون
میں سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلون میں سے عالم ملکوت پر اور لوگ اوس سے غافل ہیں جیسے دل کی

ح بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲

تمام عجائبات اور عالم کے غرائب سے غافل ہیں اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک
باتوں میں سے ہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھہ اسکا ذکر ضمیمہ کرکے بیان کیا جاوے لیکن جس قدر کہ
بیان کیا جا سکتا ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تمکو مقصود سمجھہ میں آجاویگا وہ یہ ہے کہ یوں جانو کہ دل کی مثال
مانند آئینہ کے ہے جسمیں صورتیں اور امور کی حقیقتیں منعکس ہوتی ہیں اور جو کچھہ کہ اللہ تعالی نے شروع پیدایش
عالم سے آخر تک مقدر فرمایا ہے وہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین
بولتے ہیں چنانچہ یہ تینوں نام قرآن مجید میں بھی خدا تعالی نے فرمائے ہیں غرضکہ جو کچھہ عالم میں ہو چکا ہے
اور ہوئیگا وہ سب اوسمیں منقوش اور لکھا ہوا ہے مگر وہ نقش ایسا نہیں جو اس آنکھہ سے سوجھے اور یہ
گمان مت کرو کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور کتاب کاغذ یا پٹھے کی ہے بلکہ یوں سمجھہ لینا چاہیے
کہ خدا تعالی کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہیں اور نہ اوسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جسطرح کہ اوسکی ذات
اور صفات خلق کی ذات و صفات سے نہیں ملتی بلکہ اگر تم اوسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمہاری سمجھہ میں
آوے تو یوں سمجھو کہ لوح محفوظ میں تمام چیزوں کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف
حافظ قرآن کے دل و دماغ میں ہوتے ہیں وہ بھی اسی طرح لکھے رہتے ہیں کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا
جاتا ہے حالانکہ اگر اوسکی دماغ کو ذرا ذرا سا ڈھونڈھکر دیکھو تو اوس خط میں سے کوئی حرف نہ ملے نہ دل میں
نشان پایا جاویگا تو اسیطرح سمجھہ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ میں
منقوش ہیں اور لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہے کہ اوسمیں تمام اشیا کی صورت منعکس اور ظاہر ہوتی ہے پس اگر ایک
آئینے کے مقابل میں دوسرا آئینہ رکھا جاوے تو ظاہر ہے کہ ایک کی صورت دوسرے میں ظاہر ہو جاویگی
بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کی بیچ میں پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہے جسمیں آثار علوم کے پیدا ہوتے ہیں اور لوح محفوظ
وہ آئینہ ہے جسمیں تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہیں اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات اور حواس کی
خواہشوں میں ان دونوں آئینوں میں حجاب ہے اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہیں کر سکتا جو عالم
ملکوت ہے پس اگر کوئی ہوا چلے جس سے بیچ کا پردہ ہلے اور سامنے سے علیحدہ ہو جاوے تو آئینہ دل میں
کچھہ چیز عالم ملکوت میں بجلی کیطرح چمک جاویگی اور کبھی وہ چمک ثابت اور پایدار ہو جاتی ہے کبھی جلد چلی جاتی ہے
اور اکثر یوں ہی ہوتا ہے کہ جلد جاتی رہتی ہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہے جبتک جو کچھہ حواس کے ذریعہ سے
عالم ظاہری میں سے اوس پر پہنچتا ہے اوسمیں لگا رہتا ہے اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ میں رہتا ہے
اور سونے کے معنی یہی ہیں کہ حواس سب ساکن ہو جاویں اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاویں پس جب دل حواس کی
طرف سے اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اوسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اوسکے اور لوح محفوظ کے

پیچ ہین سے پردہ اوٹھ جاتا ہے اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین پڑجاتی ہے جیسے ایک آئینہ مین کی صورت
دوسرے مین پڑجاتی ہے بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے روکدیتا ہے
لیکن خیال کو اوسکے کام سے نہین روکتا اور اوسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسوجہ سے جو بات دل مین
پڑتی ہے خیال اوسکی طرف دوڑ جاتا ہے اور اوس بات کی مشابہت کسی ایسی چیز سے دے لیتا ہے جو اوسکے
قریب ہو اور اسیطرح خیالات دوسری چیزون کی نسبت کہ حافظہ مین زیادہ جمکر رہتے ہین اسلیے خیال ہی حافظہ مین
باقی رہجاتا ہے پس جب آدمی جاگتا ہے تو خیال کے سوا کچھہ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والیکو یہ دیکھنا پڑتا ہے
کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہے اور مناسبت ہی سے اوس بات کا پتا پالیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر پر
نظر رکھتا ہے اوسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکہدینی کافی ہوگی وہ یہ کہ ایک شخص نے
خواب مین دیکھا کہ اوسکے ہاتھہ مین انگوٹھی ہے اور اوس سے مردون کے منہ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مہر کرتا ہے
اوسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین سے بیان کیا آپنے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو موذن ہے رمضان مین صبح
ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اوس شخص نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر
کرنے سے غرض روکنا ہے اور اوسکے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال وہی اوسکا ظاہر ہونا
کھلا کرتا ہے مثلاً اس مثال مین آدمیون کا کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہے مگر خیال اوسکا پتا
عادی ہے کہ انگوٹھی سے مہر لگانے ہی سے منع کیا کرتے ہین اسلیے اوس روکنے کی ایک صورت خیالی باقی رہی مین
اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہی کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہے پس یہ علم خواب ایک
تھوڑا سا بیان ہے اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہے اور موت خود
ایک عجیب امر ہے اور خواب اور موت کی مشابہت اسوجہ سے ہے کہ خواب مین بھی کچھہ تھوڑا سا حال عالم غیب کا
معلوم ہوجاتا ہے یہان تک کہ سوتا جان لیتا ہے کہ آیندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہے
اور موت سے تو بالکل پردہ دور ہوجاتا ہے اور حال معلوم ہوجاتا ہے حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدون خبر کیے
اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت پایدار اور سلطنت بڑی
بے انتہا پر حاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو اونسے یون کہا جاویگا لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ
مِنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ اور کہا جاویگا أَفَسِحْرٌ هٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا
أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور انہین کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ غرضکہ جو سب سے بڑھکر عالم اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اوسکو مرنے کے بعد
عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اوسکے دل مین اونکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس عاقل کو

کوئی رنج اور غم ہو تو سمجھ لیسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز پر سے اوٹھیگا اور کیا معلوم ہوگا
بدبختی لازمی یا سعادت دائمی ہمین سے کوئی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہے اور بڑا تعجب ہے کہ
یہ مصیبتین ہمارے سامنے ہین اور ہم غفلت مین ہین اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ہم اپنے مالون اور گھر والون
اور سامان یا اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہین حالانکہ ہم یقینا جانتے ہین
کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہان ہے جسکے دل مین روح القدس ڈالدے اور وہ وہ بات
کہ جو سید المرسلین نے ارشاد فرمائی اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ اور از انجا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرون مین بدیہی تھے
سمجھتے تھے تو دنیا مین اسطرح مسافرون کیطرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نئی پہنے اور نہ پیچھے دینار چھوڑا
نہ درہم کسیکو حبیب بنایا نہ خلیل چنانچہ یون ارشاد فرمایا لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيلًا
وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ اس ارشاد مین بیان فرمایا کہ خداے تعالی کی خلت دل کے اندر وطن کر گئی ہے
اور اوسکی محبت سویدای دل پر چھا گئی ہے اسواسطے کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجایش نہین
چھوڑی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور امت آپکی
وہی ہے جو آپکی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے روگردان ہو کر آخرت پر متوجہ ہو
اسواسطے کہ آپ نے بجز خداے تعالی اور روز آخرت کے اور چیز کی طرف نہین بلایا اور دنیا اور چیز نہین سمجھی بجز دنیا
اور ہمیشہ کی لذتون سے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے
اوسیقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رستہ چلوگے اور جسقدر آپ کا طریق اختیار کروگے اوسیقدر پیروی ہوگی
اور جتنی آپکی پیروی کروگے اوتنی ہی آپکی امت مین سے ہوگے اور جسقدر دنیا کیطرف میل کروگے اوسیقدر
آپکی سنت سے انحراف کروگے اور آپکی متابعت سے روگردانی کروگے اور اون لوگون مین ہو جاؤگے
جنکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى پس اگر
تم فریب کی گھات سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل مین انصاف کرو اور تم کیا ہم سب ایسے ہی ہین اگر
گریبان مین منہ ڈالکر دیکھین تو جانین کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتون کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہین
اور تمام حرکت سکون صرف اس دنیای ناپایدار کے لیے ہو پھر یہ طمع رکھتے ہین کہ کل کو آپ کی امت اور
تابعین مین سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہے اور کتنی سرد طمع ہے نہین دیکھتے کہ خداے تعالی فرماتا ہے
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اب بات کہین کی کہین جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خوابین ذکر
کرتے ہین جنکو معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہو اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف بشارت دینے والی چیزین خوابین ہی رہ گئی ہین

بیان اون خوابون کا جو مردون کے حالات اور اون اعمال کو متضمن ہین کہ آخرت مین کام آوینگے
اونمین سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو اگر کسیکو نصیب ہوجاے جیسے آپ فرماتے ہین
مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ اور حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین فرماتے ہین
مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہے آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا
کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضے مین میری جان ہے مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نلونگا — اور حضرت عباس فرماتے ہین
کہ مجھکو حضرت عمر رض سے دوستی تھی مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون اپس برس کے بعد آپ کو
خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھکو فراغت ہوئی ہے میرا
تختہ اولٹ ہی چکا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نملا ہوتا — اور حضرت امام حسن رض فرماتے ہین کہ مجھسے میرے
والد حضرت علی رض نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا
کہ آپکی امت سے مجھکو کچھ بھلائی نہ پہونچی آپ نے فرمایا کہ اونکے حق مین بددعا کرو مین نے کہا کہ الٰہی مجھکو
اونکے عوض مین وہ لوگ عنایت فرما جو اونسے بہتر ہون اور مجھسے بدتر اونکو وہ شخص دے جو مجھسے
برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپکو زخمی کیا اور یوسف بن اسباط سے
مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعاے مغفرت
فرماوین آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے ہمسے
حدیث بیان کی اور راویون نے محمد بن منکدر سے اور اونھون نے جابر بن عبد اللہ رض سے کہ آپ سے کوئی
چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپ نے نہین فرمایا ہو یہ سنکر آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ خداے تعالی
تیری مغفرت فرماوے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رض فرماتے ہین کہ مجھمین اور ابو لہب مین بھائی چارہ تھا
اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالی نے اوسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھہ کہ قرآن مین ہے مین نے
اوسپر بہت غم کیا اور اوسکے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خداے تعالی سے برس روز تک
دعا مانگی کہ اوسکو خواب مین مجھے دکھلاوے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہک رہا ہے مین نے اوسکا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھسے ہلکا نہین ہوتا نہ راحت
ملتی ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون مین تخفیف ہوجاتی ہے مین نے پوچھا کہ کسطرح
کہا کہ اوس رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشخبری سنائی کہ آمنہ کے

ایسا کیا ہوا میں نے خوش ہو کر اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ سے اوسکے بدلے میں مجھکو یہ ثواب ملا
کہ مجھسے پیر و شنبہ کی رات کو عذاب اوٹھالیا - اور عبد الواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے
نکلا ایک شخص میرے ہمراہ تھا ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے اور حرکت و سکون میں درود شریف پڑھتا تھا میں نے
اوس سے اسکی وجہ پوچھی اوسنے کہا کہ میں اول دفعہ مکہ معظمہ کیطرف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا
جب ہم مکہ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل میں سوئے میں سوتا ہی تھا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھسے کہا
کہ اوٹھ تیرے باپکو خدا نے موت دی اور اوسکا منہ کالا کر دیا میں ڈرتا ہوا اوٹھا اور والد کے چہرے سے
کپڑا اوٹھا کر دیکھا تو مردہ اور منہ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اسی غم میں ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو
نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی لوہے کے سونٹے لیے کھڑے ہیں اتنے میں ایک شخص
بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا پہنے ہوئے آئے اور اونسے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منہ پر
پھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اوٹھ تیرے باپکا منہ اللہ تعالیٰ نے سفید کر دیا میں نے اونکی
خدمت میں عرض کیا کہ آپکے اوپر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کون ہیں اونہوں نے فرمایا کہ میں محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں نے اونکے جو باپ کا منہ کھولا تو واقع میں نورانی براق پایا اوس
روز سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہیں کیا - اور حضرت عمر بن عبد العزیز
سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض
کو آپکی خدمت میں بیٹھا پایا میں سلام کر کے اون دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور حضرت معاویہ حاضر خدمت ہوئے اون دونوں کو ایک کوٹھری میں میرے سامنے کر کے دروازہ بند
کر دیا گیا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت علی رض یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرے لیے
حکم ہوا اونکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہ رض یہ کہتے ہوئے نکلے کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میری خطا بخشدی گئی
اور ایکبار حضرت ابن عباس سوتے تھے نیند سے بیدار ہوئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا
کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے اور یہ معاملہ آپنے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپکے
یاروں نے اسکو نہ مانا تو آپنے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شیشے میں خون
لیے ہوئے اور فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا میرے لڑکے حسین رض کو شہید کیا
اور یہ اوسکا اور اوسکے ساتھیوں کا خون ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے سامنے لیجاونگا چوبیس روز بعد آپکی
شہادت کی خبر آئی کہ جس روز حضرت ابن عباس نے دیکھا تھا اوسی روز شہید ہوئے - اور حضرت ابوبکر صدیق
کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجھکو

تباہی کی جگہون مین پہونچایا ہے پس اللہ تعالی نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا آپنے فرمایا کہ مین اہل
زبان سے لا الہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجکو جنت مین وارد کیا - اب مشائخ کرام رحمہم کے خوابونکا ذکر کیا جاتا ہے
کسی شیخ سے نقل ہے کہ اونھون نے منصور دوقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپسے کیا کیا
اونھون نے فرمایا کہ مجکو جنتون مین پھروایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجکو اچھی معلوم ہوئی مین نے عرض کیا
کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجکو اوسکے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا - اور
کسیلئے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تم سے خدا نے فرمایا اونھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا
اوس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے کبھی ٹھٹھے کی بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا - اور منصور بن
اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ گذرا اونھون نے کہا
کہ خداے تعالی نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہون کا مین نے اقرار کیا اونکو بخشدیا مگر ایک
گناہ کو اوس سے کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا
مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا اونھون نے کہا کہ مین نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اوسکو پسند کیا اسلیے مجکو
حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون - اور ابو جعفر صیدلانی رح کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب
دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپکے گرد ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اوس سے دو فرشتے اترے ایک کے
ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اور طشت لاکر انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے رکھدیا آپنے ہاتھ مبارک دھوے پھر ارشاد فرمایا تو اور سبھون نے بھی ہاتھ دھوے پھر طشت میرے
سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ اونمین سے نہین ہے مین نے
آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپسے کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپنے فرمایا ہے المرء مع من احب
آپنے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپسے اور ان درویشون سے محبت رکھتا ہون تب
اوس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی اونمین سے ہے - اور جعفر خلدی رحمہ
فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتے نے میرے پاس آکر
پوچھا کہ جن چیزون سے خداے تعالی کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین اونمین سے اللہ تعالی کو بہت پسند
کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ
شخص کا ہے - اور جمع کو کسیلئے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسے پایا آپنے فرمایا کہ جو لوگ دنیا
زاہد تھے اونکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لیگئے - اور ایک شام کے آدمی نے حلال بن زیاد کو کہا کہ مین
خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی کسی بات سے اترے اور اوس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر

تم روتے تھے مین نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہے اوسنے کہا کہ مین نے تمہارے آنسو لیکر اپنے منہ کو لگا لیے
ووہی سے میرا منہ ایسا چمکنے لگا - اور کتانی رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت جنید رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ خدای تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونہون نے فرمایا کہ وہ اشارات تباہ ہو گئے اور نہ وہ عبارتین کام
آئین صرف دو رکعتین جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی کام آئین - اور زبیدہ رح کو کسینے خواب مین دیکھکر
پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا اونہون نے کہا کہ ان چار کلمون کی بدولت خدای تعالی نے مغفرت فرمائی
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُفْنِیْ بِهَا عُمْرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُدْخِلُ بِهَا قَبْرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَخْلُوْ بِهَا وَحْدِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّیْ
اور بشر رح کو کسینے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خدای تعالی نے تم سے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور اتنا
کہا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہم سے اتنا ڈرتا تھا - اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسینے خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ خدای تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونہون نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اور مجھکو ضرر کسیکا لوگون کے اشارہ
یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوا - اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین نے
خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اوس سے بہتر کبھی نہین دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ
تقوی ہون مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر مین نے دیکھا
تو ایک عورت کالی کلوٹی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین ہنسی ہون مین نے
پوچھا تو کہان رہتی ہے اوسنے کہا کہ ہر دل خوش اور آزاد مین رہتی ہون پھر مین جاگ پڑا اور عہد کیا
کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسون گا - اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان مجھ
اوپر چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اوسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اوس وقت غیب سے آواز آئی
کہ یہ اس سے نہین ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے - اور سوجی کہتے ہین کہ مین نے
شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اوسنے کہا سبحان اللہ
یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین انکے صبح شام کیون کھلونا بنا بنا پھرتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہین
بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنھون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفیون کی
طرف کیا - اور حضرت ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض پر تکیہ کیے ہوے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے اوس وقت
مین کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے مین ضرب لگاتا تھا آپنے فرمایا کہ اسکی برائی بہتری کی نسبت کر زیادہ ہے اور
ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایک درخت سے دوسرے پر
اوڑتے ہین اور کہتے ہین لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ مین نے اونسے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے

فرمایا کہ لوگونکی شناسائی کم کرو۔ اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہین کہ اونھون نے سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

جو دیکھا سامنے سے مین نے رب کو تو یہ فرمایا	مبارک ہو تجھے ابن سعید اسدم رضا میری
تہجد تو پڑھا کرتا راتون کو اندھیری مین	بہا تا شوق کے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی
پسند اپنے لیے جنت کا مکان تو چن لینا چاہیے	ملاکر فور مجھ سے کیونکہ اب جاتی رہی دوری

اور شبلی رحمہ اللہ کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھ سے ایسا مطالبہ کیا کہ مین نا امید ہو گیا جب میری نا امیدی ملاحظہ فرمائی تو مجھکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیا اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا کیا کہا کہ مجھکو بخشدیا اور محبین کے لیے مجھکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوری رح کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمسے خداے تعالی نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اوس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دو دفعہ جایا کرتے ہین اور بعض اکابر کو کسی نے خواب مین دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ ہمسے جو حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسان کرکے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انس رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفان رض جنازہ کو دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اور جس رات حضرت حسن بصری کا وصال ہوا تو کسی نے خواب مین دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہین اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اور اس حال مین کہ خدا اون سے راضی ہے۔ اور جاحظ کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو اونھون نے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر

لکھو اپنی قلم سے کچھہ تو ایسی چیز کو لکھو	کہ کر دیکھو قیامت مین تو ہووے خوش تمہارا دل

فائدہ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف مین کچھہ عمدہ الفاظ آخرت کے کار آمد لکھے ہونگے اسلیے اس شعر مین اوسطرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہیے اور حضرت جنید بغدادی نے ابلیس لعین کو خواب مین برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اوسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہین بلکہ وہ لوگ آدمی ہین جو مسجد شونیزی واقع بغداد مین ہین اونھون نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہے حضرت جنید فرماتے ہین کہ جب مین جاگا تو مسجد مذکور مین گیا دیکھا تو کچھہ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے فکر مین لگے ہین جب اونھون نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اوس خبیث کے کہنے سے تم فریب مین نہ آنا اور نبہیر آبادی کو بعد وفات کے مکہ معظمہ مین کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ

کیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجھکو فرمایا گیا کہ اے ابو القاسم ملنے کی بعد
کیا جدائی ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ نہین اے عظمت والے الٰہی مجھکو لحد ہی مین پہنچنے پائے تھے
کہ مین اپنے رب سے جا ملا - اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب مین دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے
عتبہ مین تیرے اوپر عاشق ہون تو خبردار ایسی بات نکرنا جو مجھ مین اور تجھ مین حجاب ہو جاوے عتبہ نے جواب دیا
کہ مین نے دنیا کو تین طلاق دیدی جبتک تجھسے نہ ملونگا اوسکی طرف رجوع نکرونگا - اور منقول ہے کہ ایوب سختیانی
کسی گنہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے مین گھسگئے تاکہ اوسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصون نے اوس
مرنے کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اوسنے کہا کہ خدای تعالی نے مجھکو بخشدیا اور ایوب سے کہنا
کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمھارے قابو مین ہوتے تو تم بخیل ہوجانے کے ڈر سے تم اونکو روکے رکھتے - اور بعض
اکابر سے مروی ہے کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا مین نے خواب مین دیکھا کہ فرشتے آسمان
اوترتے اور چڑھتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہے اونھون نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی
نے وفات پائی ہے اور اونکی روح کے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین - اور ابو سعید شحام کہتے ہین کہ مین نے
سہیل صعلوکی رح کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ اے شیخ اونھون نے فرمایا کہ اے شیخ کہنا چھوڑدو مین نے پوچھا کہ
حالات جو مین نے تمھارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہون اونھون نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے مین نے پوچھا
کہ پھر آخر خدای تعالی نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجھکو اون مسائل کے ثواب مین بخشدیا جو فلان بڑھیا
پوچھا کرتی تھی - ابو بکر رشیدی رح کہتے ہین کہ مین نے محمد طوسی معلم کو خواب مین دیکھا تو اونھون نے مجھسے کہا
کہ ابو سعید زرکار ادیب سے یہ کہدینا کہ

باز یاران چشم یاری داشتیم	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جب مین جاگا تو ابو سعید سے جاکر مضمون بیان کیا اونھون نے کہا کہ مین ہر جمعہ کو اونکی قبر پر جایا کرتا تھا
اس جمعہ کو نہین گیا ہون اوسکی شکایت ہے - ابن راشد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب مین
دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہین گئے تھے اونھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تو خدای تعالی نے تمسے کیا کیا
اونھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا مین نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری رح کا کیا حال ہے
اونھون نے کہا کہ اوسکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہین مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ
مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاۤءِ وَالصّٰلِحِیْنَ اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ مین نے حضرت امام شافعی رح
کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے آپسے کیا کیا آپنے فرمایا کہ مجھکو ایک سونے کی
کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر موتی نثار کیے - اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کے مریدون مین سے

جب رابعہ کی وفات ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالی نے آدم اور نوح
اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو اونکے وقت کے لوگون سے اچھا اور
برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ
لوگ اوسکے پیچھے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین لوگون نے کہا کہ حضرت اویس قرنی رح ہین مین بھی
آپکے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھے ناک چڑھائی مین نے عرض کیا کہ مین راہ
نہین جانتا آپسے رہنمائی چاہتا ہون اگر آپ مجھے راہ دکھاوینگے خدای تعالی آپکو جزا دیگا آپ میری طرف
متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی رحمت کو اوسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اوسکے بلا لینے سے
نافرمانی کے وقت خوف کرو اور اس اثنا مین اوس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلے گئے اور مجھکو
چھوڑ گئے۔ اور ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہین کہ مین نے ورقا بن بشر حضرمی کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمہارا کیا
حال ہوا اونھون نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی مین نے پوچھا کہ تم نے کونسے عمل کو افضل پایا اونھون نے
فرمایا کہ خدای تعالی کے خوف سے رونے کو۔ اور یزید بن نعامہ کہتے ہین کہ طاعون یعنی وبای عام مین ایک عورت
مرگئی تھی اوسکے باپ نے اوسکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھسے آخرت کا حال کہہ اوسنے کہا کہ بابا ہم ایک
بھاری کام پر پہونچے ہین ہم جانتے ہین اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہین بخدا کہ
ایکبار یا دو بار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامہ اعمال مین ہونا مجھکو دنیا اور ما فیہا سے
محبوب تر ہے۔ اور بعض مریدان عتبہ غلام رح کے کہتے ہین کہ مین نے عتبہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی
نے تمسے کیا معاملہ کیا اونھون نے فرمایا کہ مین برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین لکھی
ہوئی تھی جب مین اوٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یا ہادی المضلین
وَيَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِيْنَ وَيَا مُقِيْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِيْنَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِيْمِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ كُلَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ الْمَرْزُوْقِيْنَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اٰمِيْنَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ
اور موسی بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اوڑتے پھرتے ہین
مین نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم رح کا
حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارے۔ اور کسی تابعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر وہ شخص نقصان کا جو یا نہین رہتا وہ
نقصان میں رہتا ہو اور جو نقصان مین ہے اوسکے لیے موت بہتر ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہین

کہ مجھکو ان دنون مین ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جسنے مجھکو درد و رنج دیا اور خداے تعالی کے سوا
اور کسیکو اوسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنے والا آیا اور خواب مین مجھسے کہا کہ
صبح مین اور یسین یون دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیَاتًا
وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ فَوَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِیْ عَافِیَۃٍ جب مین صبح کو اوٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب ان پڑھا اللہ تعالی نے میرا مطلب مجھکو
عنایت فرمایا اور جس مصیبت مین مین تھا اوس سے نجات آسان فرمائی — تو تمکو چاہیے کہ ان امور
کو ہمیشہ پیش نظر رکھو اور اپنے تئین غافل نہ ہونے دو کیونکہ مکاشفات سے مردون کا احوال معلوم ہوتا ہے
اور اون اعمال پر دلالت کرتے ہین جو اللہ تعالی سے قریب کردین اسکے بعد ہم وہ حالات ذکر کرتے ہین
جو صور کے پھنکنے سے لیکر آخر تک یعنی جنت خواہ دوزخ مین ٹھہر جانے تک مردون کو پیش ہوتے ہین
دوسرا حصہ باب ذکر موت کا اون حالات مین جو بعد صور کے پھنکنے سے لیکر جنت یا
دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھہ ہول اس درمیان مین پیش ہوتے ہین اونکی تفصیل مین
اس قسم مین چند بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جسمین خداے تعالی کی رحمت کے وسیع ہونے کا
ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہو انشاء اللہ تعالی

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بابون مین تمکو اپنے حالات معلوم ہو چکے ہین یعنی مرنیکے
حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمہ کے فوت کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اوسکے
کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور اونکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ اون لوگون مین ہو
جنپر غضب ہوا ہے اور ہیبت ناک احوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مرنے کے سامنے
ہین یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اوٹھنا اور خداے تعالی کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑی
بہت کی پوچھہ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور
تیزی کے پل صراط پر سے اوترنا پھر مقدمہ کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال
اور خطرات ایسے ہین کہ تمکو اونکا سمجھنا ضروری ہے پھر اونپر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان
لانا پھر انمین بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمہارے دل مین سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہوون اور
اکثر لوگون کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان اونکے خالص دلون مین نہین بیٹھا اور
سویداے ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی
سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ اونمین

نہایت مخفی اور مخطرات ہونگے جھٹلایا کرتے ہیں ہان اتنا ہے کہ جب آخرت کا حال و سے پوچھیے
تو زبان سے اوسکا اقرار کرتے ہیں مگر دل ونکے اوس سے غافل ہوتے ہیں اور جو شخص دوسرے
سے کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے میں زہر ہے اور وہ دوسرا اوسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہو
پھر کھانا کھائے تو زبان سے تو اوسکو سچا کہا اور عمل سے اوسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا
زبان کے جھٹلانے کی نسبت کہ زیادہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ مجھکو آدمی نے گالی دی اور اوسکو زیبا نہ تھا کہ مجھکو گالی دے اور اوسنے مجھکو جھٹلایا اور
اوسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاتے اوسکا گالی دینا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی لڑکا ہے اور جھٹلانا
اسطرح ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہے اسطرح کبھی نہ اوٹھاویگا۔ اور دلوں میں جو
پھر سے اوٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہیں تو اوسکی وجہ یہی ہے کہ لوگ اس جہان میں اسطرح کی
باتیں کم سمجھتے ہیں اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اوس سے کہا جاتا کہ ایک
بنانے والا ہے کہ وہ نطفہ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہے جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو
اوسکے باطن کو اسکی تصدیق نہایت مشکل ہوتی اور اسی واسطے خدا تعالی فرماتا ہے اَوَلَمْ
يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ اور فرمایا أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ
سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى
غرضکہ آدمی کی پیدایش میں باوجود کثرت عجائب اور انتشار و انہا کی ترکیب کے عجیب عجیب
باتیں اوسکے اوٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے میں ہیں تو جو شخص اوسکی صنعت اور قدرت میں
عجائب کو دیکھ کر پھر خدا تعالی کی قدرت و حکمت سے اوسکا انکار کیسے کرتا ہے پس اگر تمھارے
ایمان ہی میں ضعف ہو تو پہلی پیدایش کو غور کرکے ایمان کو سچا کرلو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدایش
اول ہی کیطرح بلکہ اوس سے سہل ہے اور اگر تمھارا ایمان دوبارہ اوٹھنے پر قوی ہے تو دل میں ان
دنوں کو خوب مقرر کرلو اور اسباب میں اتنا فکر اور غور کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور
خدا تعالی کے سامنے جانے کی تیاری میں لگ جاؤ اول اوس دن کا فکر کرو کہ قبر کے باشندوں کے
کان میں پڑے گی یعنی صور کا زور سے پھونکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبروں میں سے
مردے نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پاؤں تک
غبار آلود قبر کی مٹی میں سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کیطرف کو نگران ہو اور
تمام خلق اپنی اپنی قبروں سے یکبارگی نکل پڑی ہے کہ جو مدتوں تک اونمیں پڑے سڑتے تھے اور

ح ۱ بخاری بروایت ابو ہریرہ

ف ۱ کیا دیکھتا نہیں آدمی کہ ہم نے اوسکو بنایا ایک بوند سے پھر تبھی وہ ہوگیا جھگڑنے والا بولتا ۱۲

کہ پھونک سے ذرو والشق ہیں ایسے حال میں خلق کی کیفیت اور اونکی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی
اور اوس پیچ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی اونکے درمیان
فرض کرو کہ جیسے وہ لوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی
تم بھی ہوگے بلکہ دنیا میں جو لوگ امیر اور تونگر اور ناز پروردہ اور بادشاہ ہونگے وہ اوس روز سب
زمین کے باشندوں سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اوسوقت وحشی
جنگلوں سے اور پہاڑوں سے آکر اپنے سر جھکا کر باوجود وحشت کے لوگوں میں مل جاوینگے اور گو
اونمیں کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اوس ڈر کے او ٹھنے اور شدت پیچ اور ہول سے کچھ پاس کے ڈر کر
سب وحشت بھول جاوینگے اور چوکڑی بھول کر لوگوں میں آ ملینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور بندوں کو سامنے
پیش ہونے کی ہیبت سے گردن جھکا دینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا پس اپنے حال میں اور انکی کیفیت میں اوس مقام پر فکر کرو کہ کیسی ہوگی

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اوسکے لوگوں کے ذکر میں پھر غور کرو کہ جی او ٹھنے کے بعد
ننگے بدن بے ختنہ کیے زمین محشر میں ہنکائے جاوینگے وہ ایک میدان نرم ہموار سفید ہوگا
کہ جسمیں کچھ اونچ نیچ نہیں نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اوسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اوسکے اندر
آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے کچھ اوسمیں فرق نہیں اوسکی طرف لوگ
گروہ کے گروہ پہونچائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگوں کو باوجود اقسام مختلف ہونے کے
اطراف زمین سے پہلی اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور اون دلوں کو زیبا ہے
کہ اوس روز پھٹے ہوں اور آنکھوں کو شایان ہے کہ نیچی کیے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند کہ وہ صاف کی ہوئی
اور اوسمیں کوئی عمارت کسیکی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نکرے اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام میں شریک ہے اللہ تعالی
فرماتا ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ زمین میں
کچھ کمی بیشی کیجاویگی اور اوسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزیں جاتی رہینگی اور عکاظ کے
چمڑے کیطرح پھیلائی جاویگی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور
آسمانوں کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اوس روز کے ہول اور شدت کو

ظہور کرکے جب شگاف اوس زمین پر اٹھی ہو جاویگی تو اونکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور
اور چاند بے روشن ہو جاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہو جاویگا لوگ اسی
حال میں ہونگے کہ دفعۃً سر پر کے اوپر سے آسمان چاک کیا باوجود سختی اور پانسو برس کی مٹاپے کے
پھوٹ جاوینگے اور فرشتے اوسکے کناروں اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو یہ معلوم اوسکے پھٹنے کی
آواز سخت تیرے کان میں کیسی ہول پیدا ہوگی اور اوس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے
موٹے اور سخت ہو کر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کیطرح بہنے لگینگے پھر گلابی رنگ
سرخ چمڑے کیطرح اور رنگے ہوئے تانبے کیطرح ہو جاوینگے اور پہاڑ دھنی اون کیطرح اور آدمی مثل بکھری ہوئی
پتنگوں کے ہونگے اور برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی
ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اوٹھینگے پسینا اونکے منہ تک مثل لگام کے کانوں کی
لو تک پہنچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رضی راوی اس حدیث کی فرماتی ہیں کہ میں نے آپکی
خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کیطرف دیکھینگے آپ نے
فرمایا کہ اوس دن آدمیوں کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہوگی لکل امرء منہم یومئذ شان یغنیہ
پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیاں اوسمین عیاں ہونگی اور باوجود اسکے دیکھنا التفات نہ ہوگی
نامرد ہونگے اور کیونکر نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو اونکو دوسری طرف
التفات کی قدرت کہاں ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہو کر اوٹھینگے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اونکو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ
قادر ہے کہ سر کے بل بھی چلا سکے۔ اور یہ آدمی کی عادت ہے کہ جس چیز سے مانوس نہیں ہوتا
اوسکا انکار کیا کرتا ہے مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو
یہی کہے کہ بدون پاؤں کے رفتار نہیں ہوسکتی اور جسنے پاؤں چلتے کسیکو نہ دیکھا ہو وہ پاؤں سے
چلنے کو بھی دشوار جانیگا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی
قیاس کے مخالف ہو اوسکا انکار نکرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائبات و مشاہدے میں
نگاہ سے نہوں اور پھر دفعۃً اوسکے دیکھنے میں آتے ہیں تو اونکا بھی انکار کرنے لگتا ہے
حالانکہ واقعی بات ہوتی ہے اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل میں خوب باندھ
لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے ننگے ذلیل اٹھینگے حیرت زدہ ہکا بکا اس بات کے منتظر کھڑے ہونگے

کہ ہمکو سعادت اور شقاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جانتی جایگی کہ نہایت سختی ہو
تھیمر ایمان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے ازدحام کو سوچو کر اوس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون
آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنی فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحشی و درندے اور
پرند جمع ہونگے پھر اونپر آفتاب نہایت تیزی سے چمکیگا اور جیسا اب کچھہ اوسکا ہلکا معاملہ ہے اوس سے
بدل دیا جاویگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ
سوا عرش کے سایہ کے نہوگا اور بدون مقربون کے اوسکے سایہ مین اور کوئی نرہنے پاویگا
اوسوقت کچھہ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھہ آفتاب کی تپش مین سکتے ہونگے کہ مارے
گرمی اور دھوپ کے کلیجا منہ کو آتا ہوگا اور اوسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث
اتنی ہوگی کہ ایک دوسرے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خدا تعالی کے
سامنے جانے سے ہوگی اوسکے خوف سے جدا شرم و حیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک
آفتاب کی گرمی دوسری سانسون کی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا و خوف کی آگ سے آخر
جہت سے ہر بال کی جڑ مین سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہانتک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا
اور پھر بدنون کیطرف کو اوپر چڑھنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک ہوگا اوسیکے مقدار
اوسکا پسینا اوپر چڑھیگا پس بعضونکا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی
لو تک اور بعضون کا قریب ہے کہ ڈوب جاوینگے تک — حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا اتنا ہوگا
کہ نصف کانتک اوسمین ڈوب جاویگا اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آویگا یہانتک کہ اونکا پسینا زمین مین ستر گز جاویگا اور
اور لوگون کے منہ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور اونکے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری
اور مسلم نے صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہے کہ لوگ کھڑے
چالیس برس تک آسمان کیطرف کو ٹکی لگاتے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا اونکے منہ کا لگام
ہوجاویگا — اور عقبہ بن عامر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے
روز آفتاب زمین سے قریب ہوجاویگا اور آدمیون کو پسینا آویگا پس بعضون کے ٹخنون تک اور
بعضون کے آدھی ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کی رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک
اور بعضون کے منہ تک اوپہونچیگا اور اپنے ہاتھہ مبارک کو منہ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منہ تک پہونچیگا

بخاری و مسلم ع
دونون ہاتھون کو دائین بائین پھیلاو تو اس مقدار کو فاصلہ باع کہلاتا ہے جو دو گز کے برابر ہوتا ہے

فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ اونکو پسینا ڈھانپ لیگا اور اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے
اونکے سر پر ہو کر بہ جاویگا پس اے مسکین اہل حشر کے پسینے اور اونکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ
اس تکلیف میں بعض لوگ یوں عرض کرینگے کہ الٰہی ہمکو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ
ہی میں ڈالے جاویں اور یہ تکلیف وہ ہیں کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہیں آئی اور تو بھی
اونہیں میں سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہیں کہ تیرا پسینا کہاں تک پہونچیگا اور جان لے کہ اگر دنیا میں
کسیکا پسینا خدا کی راہ میں اپنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کارروائی کیواسطے اور
امر بالمعروف اور نہی منکر کی مشقت اوٹھانے میں نکلا ہوگا تو اوسکا پسینا اوس وزن یا خوف حیا کے
باعث قیامت کے میدان میں نکلیگا اور اوسکی تکلیف بہت دنون تک رہیگی اور اگر آدمی جہالت
اور دغا اور اوس سے محفوظ رہ تو پسینا جان لے کہ طاعات الٰہی میں تھوڑے دن کا اوٹھانا اور پسینے کا آنا آسان
بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب و انتظار قیامت میں پسینا آنا بہت زیادہ اور دیر پا ہے اسلیے کہ
وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی مصیبت اور شدت دونون زیادہ ہیں

چوتھا بیان قیامت کے دن کی درازی کے ذکر میں جب کہ خلق اوس دن ننگی ننگی کھڑی
ہونگے اور اونکے دل جہیسے ہوئے ہونگے نہ اون سے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ اونکے معاملہ میں نظر
کیجاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانے کا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ
پیونگے نہ ہوا کا جھونکا اونپر چلیگا حضرت کعب رضی اور حضرت قتادہ رضی اس آیت کی تفسیر میں
يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ فرماتے ہیں کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمر رضی
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا
جب خداوند تعالیٰ تمکو اسطرح جمع کریگا جیسے ترکش میں تیر کہ پھر رہے جاتے ہیں پچاس ہزار برس
تک تمہاری طرف نظر نہیں کریگا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہیں کہ تم اوس دن کو کیا خیال
کرتے ہو جس قدر کہ اپنے پانوں پر برابر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے
نہ کوئی گھونٹ پانی پیونگے یہانتک کہ جب پیاس کے مارے گردنیں جدا ہوجاوینگی اور بھوک سے
پیٹ جلجاوینگے تو اونکو دوزخ میں لیجاکر ایک چشمہ حمیم سے پانی پلایا جاویگا جسکی حرارت اور لپٹ انتہا کو
ہوگی جب اونپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب اونکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی
خدا کے نزدیک عزت اور پاس ہو اوسکو ڈھونڈھیں تاکہ ہمارے حق میں شفاعت کرے پس
جس پیغمبر کے پاس کہ جاوینگے وہی اونکو ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملہ سے دوسری فکر

معاملہ کی فرصت نہین اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالی کی غضب اتنا زور پر ہے کہ کبھی ایسا نہین ہوا تھا
نہ آگے کو ہوگا یہانتک کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جسشخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے
اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا
اب اسدن کے طول کو سوچ اور اوسکے انتظار کی سختی کو غور کرتا کہ تجکو اپنی چھوٹی سی عمر مین گناہون پر
صبر کرنیکا انتظار آسان ہوجاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا مین بہت سا انتظار موت کا کریگا
اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اوسکو اوسدن مین خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف مین
وارد ہے کہ جب آپ سے اوسدن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین
میری جان ہے وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت مین نماز فرض
دنیا مین پڑھا کرتا تھا اوس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا۔ پس تو کوشش کر کہ اونمین یا نمازیون مین
ہو اسلیے کہ جبتک تجھ مین دم ہے اور زندگی مین سے سانس باقی ہین تبتک معاملہ تیرے اختیار
مین ہے اور عمل اور عداوت تیرے ہاتھ مین ان چھوٹے دنون مین اون بڑے دنون کے لیے
کچھ کرلے کہ تجکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھ نہین اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات
ہزار برس کی ہے حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اسوجہ سے کہ اوسدن
رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے تب بھی ظاہر ہے کہ تجکو بہت سا فائدہ ملا اور
مشقت کم اوٹھانی پڑی چہ جائیکہ پچاس ساٹھ برس ہی محنت کرکے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچا ہوتا ہو

پانچوان بیان روز قیامت اور اوسکے مصائب اور نامون کے ذکر مین

اے مسکین اوسدن کی
تیاری کر جسکی شان بڑی اور اوسکا زمانہ دراز اور اوسکا رہ وسعت اور وہ عنقریب ہے اوسدن بڑے واقعات
ایک ایک بڑھکر ہونگے آسمانون کو دیکھیگا کہ چرجاوینگے اور ستارے اوسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے
اور اونکے نور میلے ہوجاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہوجاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور
بیابانی اونٹنیان چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیون مین رہل پڑیگی اور دریا اوبلنے لگینگے اور نفس
بدنون سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اوڑائے جاوینگے
اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اوسکی بھونچال سے ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھ
سونا چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اوسدن آدمی بھانت بھانت کے ہوجاوینگے کہ اپنے
کیے کو دیکھین اوسدن پہاڑ اور زمین اوٹھائے جاوینگے پھر ایک ٹکر سے دبا دینگے اور ہونے والی
چیز ہوپڑیگی اور آسمان چھٹکر اوس روز سست بنیاد ہوجاویگا اور فرشتے اوسکے کنارون پر ہونگے

اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتون کے آٹھ اوٹھاوینگے اوس روز تمہارا سامنا ہوگا تمہارا
کوئی بھید چھپا نہ رہیگا۔ اوس دن پہاڑ چلائے جاوینگے اور زمین کو تو کھلی دیکھے۔ اوس روز زمین
لرزنے کی کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہوکر ٹوٹ کر اور اوڑ کر گرد ہو جاوینگے۔ اوس روز آدمی بکھرے ہوے
پتنگون کی طرح ہو وینگے اور پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کی طرح۔ اوس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلانے والی
اپنے بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے مین دیکھیگا حالانکہ اون پر نشا نہ ہوگا
بلکہ خدا تعالی کا عذاب سخت ہوگا۔ اوس روز بدل جاویگی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور اوسکے
سب کھڑے ہون سامنے اللہ یکتا زبردست کے۔ اوس روز پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاوینگے
اور زمین چٹیل میدان کر دی جاویگی کہ اوسمین نہ اونچا اور نیچا کچھ نظر آویگا۔ اوس روز تو پہاڑون کو
دیکھکر جانتا ہے کہ جمے ہوے ہین وہ بادل کی طرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی لال چمڑے کی طرح
ہو جاوینگے اور اوس روز پوچھنا نہوگا اوسکے گناہ کی کسی آدمی سے نہ کسی جن سے۔ اوس روز گنہگار کہ چہرہ سے پہچانے
جاوینگے اور نہ گناہون کی پرسش ہوگی بلکہ ماتھے کے بالون اور پاؤن سے پکڑا جاویگا۔ اوس روز ہر
آدمی اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھمین اور اوسمین فرق بہت سا پڑ جاوے
اوس روز معلوم کریگا نفس جو لیکر آیا اور حاضر ہوا آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ اوس روز زبانین گونگی
ہو جاوینگی اور ہاتھ پاؤن بولنے لگینگے۔ وہ دن ایسا ہے کہ اوسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کر دیا
یعنی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے ہو گئے
آپنے فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود اور اوسکی ہمچون (یعنی سورہ واقعہ اور مرسلات اور عم اور کورت) نے
بوڑھا کر دیا۔ پس اے قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرات سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اوسکے الفاظ زبان پر
چلا لے اور جیبہ کو اونسے حرکت دے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہے اوسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا
پھٹ جاتا اون احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر
اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھ جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہے اونمین سے ایک
قیامت ہے اللہ تعالی نے اوسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہے اور اوسکے نام بہت سے ارشاد کیے ہین
تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے
نام اور القاب معلوم ہون بلکہ اوسمین عقل والون کی تنبیہ منظور ہے اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے
ایک بھید ہے اور اوسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی ہین تو تجھکو چاہیے کہ اون معانی کی پہچان کا حریص ہو
نام اونکے سب ہم تجھے بتاے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت روز حساب

روز محاسبہ روز سوال روز مسابقت جوئی جھگڑے کا دن ہیبت کا دن زلزلے کا دن اولٹ پلٹ کا
کڑک کا دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ
روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز مساق روز قصاص روز تناد روز مآب روز عذاب
روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر روز وعید روز
وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم
روز عسیر روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ
روز دہشت روز خوف روز اضطراب روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق
روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز وقوف روز خروج روز خلود
روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین
امتحان دل کے بھیدونکا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آئے وہ روز جسمین آنکھین
اوپر کو تکین وہ روز کہ اوسمین کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آئے وہ روز جسمین بھلا نہ کر سکے کوئی
کسیکا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کیطرف کو دھکیلے جاوین جس روز کہ آگ مین منہ کے بل گھسیٹے جاوینگے
جس روز کہ آگ مین اونکے منہ اونا سے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور انکو اجازت نہوگی کہ عذر کرین
جس روز کہ لوگ نکل کھڑے ہونگے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دئیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد
فائدہ نکرے جس روز کہ ظالمون کا عذر اونکے کام نہ آئیگا اور اونکو لعنت اور خراب گھر کا ملیگا جس روز
کہ عذر نا منظور ہون اور بھیدون کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہو جاوین اور پردے
کھل جاوین جس روز کہ آنکھین نیچی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو اور
چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور اونکے ساتھ گواہ
ہون اور لڑکے بوڑھے ہو جاوین اور بڑے نشے مین تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر
اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کیجاویگی اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی
اور کافر ناامید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پانون بولتے
ہونگے پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خدای تعالی کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کرا اور پردے
چھوڑا اور خلق سے چھپکر گناہ کیے اب بتا کیا کریگا کہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت
خرابی ہے ہم سب غافلون کی کہ خدای تعالی تو ہمارے پاس سید المرسلین کو بھیجے اور اوسپر کتاب مبین

دلون کا اوسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر پڑینگے
اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منہ کے بل اوندھے گرینگے
اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہائے تباہ ہوئے ہائے مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے
وہ اسی حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور دہاڑیگی اوسوقت لوگون کا خوف دونا ہوجاویگا اور قوی
سست ہوجاوینگے اور جانینگے کہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ منہ کے بل گر پڑینگے
اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور چھپی نگاہ سے دیکھتے ہونگے اوسوقت ظالمون کے تو دل ٹوٹ کر
غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سہمی ہوئی اور بدبختون کی سب کی جاتی رہینگی بعد اسکے
اللہ تعالی رسولون کیطرف متوجہ ہوکر سوال فرماویگا کہ ماذا اجبتم جب لوگ یہ سیاست اور خوف
انبیاء علیہم پر دیکھینگے تو گنہگارون پر خوف سے بڑا انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے
اور شوہر بیوی سے بھاگینگے اور ہر کسیکو اپنی ہی فکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑ کر اللہ تعالی
کے روبرو کھڑے کرینگے اور بہت ادر ظاہر اور پوشیدہ ہر ایک عمال سے پوچھیگا اور اوسکے ہاتھ پاؤن اور تمام
اعضا سے بازپرس فرماویگا حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ بھلا جب دوپہر کو
آفتاب کے درمیان کوئی بادل نہو تم اوسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین
آپ نے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی بادل حائل نہو تو اوسکے دیکھنے مین کچھ شک کرتے ہو
لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے خدا
کے دیکھنے مین بھی کچھ شک تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اوس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے تیرے اوپر
اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اور اونٹ تیرے تابع نہین کیے
تجھکو رئیس نہین بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ بیشک یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے
گمان تھا کہ مجھسے ملنا ہے وہ عرض کریگا کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھول جاتے ہین جیسا تو
ہمکو بھول گیا پس اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور تو خداے تعالی کے
سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی
بتا کس چیز مین اوسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اوسکو کونسی چیز مین فنا کیا مال جو
مین نے تجھکو دیا اوسکو تونے کہان سے حاصل کیا اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی
تو اپنے علم سے تونے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالی اسطرح اپنے انعام اور احسان اور تیری

نافرمانیان اور برائیان ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم وحیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے تو مین نہ چھوڑونگا کہ تیرے اعضا خود اعمال بد پر گواہی دینگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو مین کس چیز سے ہنستا ہون ہم نے عرض کیا کہ خدا ہی تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ الہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ ہان ظلم نہوگا وہ عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور کراما کاتبین گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منہ پر مہر کر دی جاویگی اور اوسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اوسکے اعمال سب کہہ سنا دینگے پھر جب اوسکے منہ پر سے مہر کھول دیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمہیر تباہی اور بربادی ہو مین تو تمہاری ہی طرف سے لڑتا تھا پس ہم خدای تعالی سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمکو سب خلق کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالی نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے کہ اوسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اوسکے حال پر مطلع نہین کریگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ تم مین کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اوسپر رکھیگا اور پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان ہو گیا پھر پوچھے گا کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ یا اللہ جل شانہ فرماویگا کہ مین نے اون خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہونے دی آج اونکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون۔ اور یہ حدیث شریف ہین ہوکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالی قیامت کے روز اوسکے عیب چھپاویگا اس حدیث کا مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپائے اور اگر وہ اوسکے حق مین کچھہ کمی کرین تو اس تقصیر کی برداشت کرے اور اپنی زبان کو اونکی برائیون کے ذکر مین نہ ہلاوے نہ اونکے پیٹھہ پیچھے ایسی بات کہے کہ وہ سنین تو برا مانین تو اسطرح کا شخص اس بات کے شایان ہے کہ قیامت کے روز اسیطرح کا بدلہ پاوے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ اوسنے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو تو تیرے کان مین تو پکار پہنچنے کے لیے حاضری کی پہنچ چکی ہے تیکو تو یہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہے اسلیے کہ تیری ماتھے کے بال پکڑ کر کھینچینگے اوسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اوڑی ہوئی ہوگی شانے تھراتے ہونگے ہاتھہ پاؤن مین کل چل ہوگی رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا

اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے

اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے کیطرح تجھے لیے جاتے ہونگے
ساری خلقت تیری طرف دیکھ رہی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و ہیئت میں فرض کر لے اور خیال کر
کہ فرشتون کے قبضہ میں اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہانتک کہ خدا تعالی کے عرش کے سامنے
لیجا کر تجھکو اپنے ہاتھون سے ڈالدینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے
آدم کے بیٹے مجھسے قریب ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل
اوسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ میں تیرا نامہ اعمال جسمین ادنی سے اعلی تک سب حفظ میں
لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی برائیان کہ جنکو بھول گیا ہوگا اوسکو دیکھکر یاد کریگا اور بہت سی طاعتون کی آفتون سے
تو غافل ہوگا اونکی برائیان تجھپر کھل جاوینگی اوسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو عارض ہوگی اور کتنی
حاجت اور زبان کی جنبش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کونسے پاؤن سے خدا تعالی کے سامنے کھڑا رہیگا
اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور کونسے دل سے جو کہیگا اوسکو سمجھیگا پھر سوچ کہ جب خدا تعالی
روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ اے میرے بندے
تو نے مجھسے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق سے حیا کی اور انکے واسطے اچھا کام
کھلا کھلی کیا تھا کیا میں تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کمتر ذلیل تھا کہ تو نے میرے دیکھنے کو
اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا میں نے تجھپر انعام
نہیں کیا تھا پس کس چیز نے تجھکو میرے باب میں مغالطہ ہوا کیا تو نے یہ جانا کہ میں تجھے نہیں دیکھتا تھا
یا تو مجھسے نہ ملیگا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین ہر کسی سے خدا تعالی اسطرح سوال
کریگا کہ اوسکو اور تمہارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ میں بیان کرنے والا - اور ایک حدیث میں آپنے
فرمایا کہ تم میں سے ہر کوئی خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اوسکے اور خدا تعالی کے درمیان
کوئی پردہ نہوگا اللہ تعالی اوس سے ارشاد فرماویگا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا کیا تجھکو
میں نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کہ کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین
بھیجا تھا وہ عرض کریگا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنے داہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا
اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑیگی پس چاہیے کہ ہر کوئی تم مین سے اوس آگ سے بچے گو آدھے خرما کا
صدقہ دیکر ہو اور اگر یہ بھی نپاوے تو کلمہ طیبہ سے بچے - اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ تم مین
ہر ایک خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے کوئی اکیلا ہوتا
ہے پھر اللہ تعالی فرماویگا کہ اے ابن آدم تجھکو کس چیز نے فریب دیا اے ابن آدم تو نے جو کچھ

جاتا اور سمجھ کیا عمل کیا ہوا ہے اے آدم تو نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا اور ہم آیا ہوا ہے اور کیا میں نے آنکھ کو نہیں دیکھتا تھا جب تو وہی چیز
دیکھتا تھا کہ جو تجھ کو جائز نہ تھی کیا میں نے تیرے کانوں کو نہیں دیکھا تھا جب تو ان سے ناجائز باتیں سنتا تھا اسی طرح فرماتا جاوے گا
یہانتک کہ تمام اعضا کو شمار کر لیگا۔ اور حضرت مجاہد رحمہ فرماتے ہیں کہ بندے کے پاؤں خدای تعالی کے
سامنے سے نہ ہلینگے جب تک اوس سے چار باتوں کی پوچھ نہ ہو لے گی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز میں
گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اوس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز میں اوسکو مبتلا رکھا
چوتھے مال کا حال کہ کہاں سے اوسکو پیدا کیا اور کس چیز میں خرچ کیا پس اے مسکین تجکو اوس وقت کیسی
بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو تجھے یہ کہا جاویگا کہ ہم نے
تیری خطا پر دنیا میں پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہیں اس صورت میں تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا
اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتوں کو حکم کیا جاویگا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے میں طوق
ڈالو پھر دوزخ میں داخل کر دو اس صورت میں اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر روویں تو زیبا ہے
کہ تیری مصیبت بہت بڑی ہے اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خدای تعالی کی طاعت میں تو نے
قصور کیا اور دنیای دنی کی بدولت جو ساتھ تیرے نہ رہی آخرت میں پول کھلا

ساتواں بیان میزان کے ذکر میں پھر میزان کے باب میں فکر کرنے سے غفلت نہ کرنی چاہیے
اور نامہای اعمال کے دہنے بائیں اڑنے میں تامل سے بے خبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد
آدمی تین گروہ ہو جاوینگے ایک لوگ تو وہ ہونگے کہ اونکے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اونکے لیے ایک
سیاہ گردن دوزخ سے نکلے گی اور جیسے پرند دانہ چن لیتا ہے اسطرح وہ اونکو اوٹھا کر دوزخ میں ڈالدیگی
اور دوزخ اونکو نگل جاویگی اور اونپر بدبختی کی ندا ہو جاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہ ہو دوسرے وہ لوگ
ہونگے کہ اونکے پاس کوئی بدی نہ ہوگی پس ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال میں خدای تعالی کی
حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہوں پس اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے
پھر یہی معاملہ تہجد گذاروں کے ساتھ کیا جاویگا پھر اون لوگوں کے جنکو خدای تعالی کی یاد سے نہ دنیا کی
تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور اونپر سعادت کا پکار دیا جاویگا جسکے بعد بدبختی نہ باقی رہے گی
تیسری قسم اسطرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنہوں نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور اونپر تو خفیہ ہوگا مگر خدای تعالی
سے پوشیدہ نہ ہوگا کہ اونکی نیکیاں زیادہ ہیں یا برائیاں لیکن اللہ تعالی کو منظور ہوگا کہ اون لوگوں کو
بھی حقیقت حال بتلا دے تاکہ معاف کرنے کے وقت اوسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اوسکا عدل
ظاہر ہو اسلیے وہ نامہ اعمال جنمیں نیکیاں اور برائیاں ہونگی اڑائے جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی

اور انکھیں لوگوں کی نامہ اعمال کو لگی ہونگی کہ دیکھیے داہنے ہاتھ میں پڑتا ہے یا بائیں میں پھر ترازو کی
کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیوں کیطرف کو جھکتا ہے یا بدیوں کیطرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہے
جس میں خلق کی عقل اوڑ جائیگی۔ اور حضرت حسن رح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت
عائشہ رضہ کی گود میں تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا میں حضرت عائشہ رض نے آخرت کو یاد کیا اور روئیں
یہانتک کہ اونکے آنسو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا
کہ اے عائشہ کیوں روتی ہو انھوں نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد کر روتی ہوں بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والوں کو بھی یاد کریں گے
آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے مگر تین جگہ میں کہ وہاں آدمی صرف اپنے نفس ہی
کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو میں رہا ہوں اور تلنے لگیں یہانتک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو
ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامہ اعمال کے اوڑنے کے وقت حتی کہ دیکھے کہ میرا نامہ داہنے ہاتھ میں آتا ہے
یا بائیں میں اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آدمی کو قیامت کے روز لاکر میزان
کے دونوں پلوں کے بیچ میں کھڑا کر دینگے اور اوسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اوسکا پلہ بھاری ہوا تو
فرشتہ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنے گی کہ فلان شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی جسکے
کبھی شقاوت نہیں اور جو اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگوں کو سنا کر پکاریگا کہ فلان شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا
اور نیکی کے پلے کے ہلکا ہونے کی صورت میں دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ میں لیے اور آگ
کے کپڑے پہنے ہوئے دوزخ کے حصے کے لوگوں کو پکڑ کر دوزخ میں لیجاوینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز خدا تعالی حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرمائیگا کہ اے آدم
کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ میں جانے کے ہیں اونکو دوزخ میں بھیج وہ پوچھینگے کہ الہی وہ کتنے لوگ
ہیں اللہ تعالی فرمائیگا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے ہیں جب صحابہ رض نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوئے
یہانتک کہ کبھی ہنسی ظاہر کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپ نے فرمایا کہ عمل
کرو اور خوش ہو اسلئے کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ تمہارے ساتھ میں وہ
مخلوق ایسے ہیں کہ جب کبھی کسیکے مقابل ہوئے ہیں تو اوسنے بڑھکر ہی رہے ہیں اور جو لوگ آدم کی اولاد
اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہیں وہ بھی اسیمیں آگئے (یعنی اونسے بھی بڑھکر ہیں) صحابہ نے عرض کیا
کہ وہ کونسی قومیں ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہیں کہ آدمی سے کہتے ہیں کہ اسکو سنکر صحابہ رض خوش
ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے
تم لوگ قیامت میں ایسے ہو گے جیسے اونٹ کی پہلو میں سیاہ داغ ہوتا ہے یا گدھے وغیرہ کی ٹانگوں میں گول نشان ہوتا ہے

ج بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

آٹھواں بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر میں ترازو کے ہول تو تو معلوم کر چکا اور ہر ایک کو
یہ اندیشہ اور تاکنا کہ اوسکا میل کس طرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہوگیا تو چین چاہان میں ہوا اور اگر
ہلکا ہوا تو جلتی آگ میں گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اوسی شخص کو نجات
ہوگی جو دنیا میں اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت میں اوسکے اعمال اور اقوال اور تمام
خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ
تم سے حساب لیا جاوے اور اوسکو تول لو پہلے اس کے کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے
کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اوسکی اللہ تعالی کے فرائض میں
ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے اور حقوق لوگوں کے دام دام کوڑی کوڑی دیدے اور جسکی ہتک اپنی
زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اوس سے معاف کرائے اور لوگوں کے دل خوش
رکھے یہانتک کہ مرے تو اسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اوسکے ذمے نہ ہو تو ایسا شخص بے حساب
جنت میں داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت میں اوسکو آگھیرینگے
کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تو نے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تو نے مجھکو گالی
دی کوئی کہیگا تو نے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہیگا تو نے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ
تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تو نے مجھے معاملے میں دغا کی کوئی کہیگا تو نے خرید و فروخت میں مجھے
لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپا رکھا کوئی کہیگا تو نے اپنے اسباب کا مول بتلانے میں جھوٹ
بولا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تو نے
مجھکو مظلوم پایا اور گو تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظالم سے درگذر کی اور میری پچ نکی
پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن میں ناخن گاڑے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے
مضبوط پکڑے ہونگے اور تو اونکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہانتک کہ اپنی عمر بھر میں جس سے
تو نے ایک درم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس میں کسیکے پاس بیٹھا ہوگا اور اوسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا
خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اوسکو کم نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد
ہونگے اور تو اونکے مقابلے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کیطرف اس توقع سے
اوٹھائے ہوگا کہ وہی اونکے ہاتھ سے چھڑائے تو اوسی حال میں تیرے کان میں آواز جبار جل جلالہ
کی آویگی کہ یہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اوسوقت تیرا دل مارے
ہیبت کے نکل پڑیگا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہو جاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدا تعالی نے

اپنے رسول کی زبانی تجھکو ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ

پس دنیا میں لوگوں کی ہتک اور ان کے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اوس وقت تجھکو اسکی کیسی حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجھکو فرش عدل پر کھڑا کر کے خطاب سیاست رو برو ہوگا اور تو اوس وقت مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کر سکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری نیکیاں جنکے لیے تو نے مشقتیں عمر بھر اوٹھائی ہونگی لیکر حقداروں کے حقوق کے عوض انکو دیدی جاوینگی حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ مفلس ہم میں وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری امت میں وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ زکوۃ لیکر آویگا اور کسیکو گالی دی ہوگی اور کسیکو تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسیکا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون کیا ہوگا اور کسیکو مارا ہوگا تو اوسکے سب حسنات ان سب حقداروں کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اوسکے پاس نیکیاں نرہینگی اور ابھی حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقداروں کی خطائیں لیکر اوسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ میں ڈالدیا جاویگا تو اب اے درویش ذرا اپنی مصیبت میں تامل کر کہ اول تو دنیا میں کوئی نیکی ریا اور شیطان کے مکروں کی آفت سے ثابت نہیں بچتی اور اگر بہت دنوں کے بعد ایک دو بچی بھی تو اوسپر حقدار دوڑینگے اور سب لینگے اور اگر تو دن کے روزے کا اور رات کے جاگنے کا اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالباً یہی پاویگا کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا ہوگا جسمیں مسلمانوں کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیوں کو حاوی ہو جاوے باقی برائیاں علیحدہ ہیں کہ کہیں حرام کھاتا ہے اور کہیں شبہہ کا مال چکھتا ہے اور طاعتوں میں کوتاہی کرتا ہی ہے تو ایسی صورت میں بھلا حقوق سے خلاص کی کیا توقع ہو اوس روز میں کہ جسمیں بے سینگ کے یعنی منڈے چوپائے کا حق سینگ دار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ٹکریں مارتی ہیں میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب انکے درمیان میں قیامت کے روز حکم کریگا اور حضرت ابو ہریرہ رض نے اس آیت کی تفسیر میں وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اوٹھیگی چوپائے اور چرند پرند اور سب چیزیں پس اللہ تعالی کا عدل اس نوبت کو پہونچیگا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہو جا تو اوسوقت کافر کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا

جس وقت کہ تو اپنا نامہ اعمال نیکیون سے خالی پاویگا بیشک اسپر بہت سی مشقتین اوٹھانی ہونگی اور کہیگا
کہ میری نیکیان کہان گئین تجھے کہا جاویگا کہ تیرے حقدارون کے دفتر مین چلی گئین اور دیکھیگا کہ نامہ اعمال
بالکل بدیون سے پُر ہے حالانکہ دنیا مین اوسنے سمجھے مین بہت تکلیفین سہی تھین پھر پوچھیگا کہ الٰہی ان شغلون کا
تو مین کبھی مرتکب نہین ہوا حکم ہوگا کہ یہ برائیان اون لوگون کی ہین جنکی تو نے غیبت کی اور اونکو گالیان
دین اور برائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس
اور تمام قسم کے معاملون مین زیادتی کی حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شیطان زمین عرب مین بتون کی پرستش سے تو نا امید ہوا لیکن وہ تم سے ایسی چیز پر راضی ہوگا
کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور باتین حقیر ہین لیکن سب مہلک ہین پس ظلم سے بچو جتنا تم سے
ہوسکے اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کی برابر طاعتین لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچاوینگی لیکن ایک
دوسرا بندہ آکر کہیگا کہ الٰہی فلان شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی سے لیا اللہ تعالی حکم فرماویگا
کہ اوسکی نیکیون مین کم کرے اسیطرح حقدار آتے جاوینگے اور نیکیان لیتے جاوینگے یہان تک کہ اوسکے پاس
نیکیون مین سے کچھہ نہ رہیگا اوسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل مین اوترین اور اونکے پاس ایندھن
نہو اسلیے سب ادہر اودہر ہوجاوین اور لکڑیان جمع کرلاوین اور فوراً آگ جلا کر جو منظور تھا وہ کرین
اسیطرح گناہ بھی ہین (یعنی ساری کمائی کو ایک دم مین خاک سیاہ کردیتے ہین) اور جب یہ آیت اوتری
اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ تو حضرت زبیر رضہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
گناہون کے ساتھ کیا وہ معاملے بھی ہمپر اضافہ کیے جاوینگے جو دنیا مین ہمارے آپس مین ہوے ہین
آپنے فرمایا کہ ہان بیشک یہ معاملات بھی بھگتنے پڑینگے یہان تک کہ سب حقدارون کو اونکا حق دیدو
حضرت زبیر رضہ نے عرض کیا کہ بخدا اب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے
جسمین ایک قدم سے بھی درگذر نہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہان تک کہ ظالم سے
مظلوم کا بدلہ لیا جاوے حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
کہ فرماتے تھے يُحْشَرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا مینے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپنے فرمایا
کہ اونکے پاس کچھہ نہوگا پھر ندا اونکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب
یکسان سنینگے اور یہ فرماویگا کہ مین بادشاہ بدلا لینے والا ہون نہین ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت مین سے
جنت مین جاوے اور اوسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جبتک مین اوس جنتی سے عوض اوسکا
نہ لے لیون اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ مین داخل ہوسکتا ہے اوس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اوسپر

حق ہو یہانتک کہ اوس دوزخی سے اوس جنتی کا عوض دلوادونگا حتی کہ طمانچہ کا بھی ہمنے عرض کیا
کہ یہ عوض کسطرح ہوگا ہم تو اللہ تعالی کے پاس ننگے بے ختنہ کئے مفلس جاوینگے آپنے فرمایا کہ عوض
نیکیوں اور بدیوں سے دلایا جاویگا انتہی پس بندگان خدا اللہ تعالی سے خوف کرو اور بندوں کے حقوق
یعنی اونکے مال لینے اور بیٹک عزت کرنے اور اونکے دل تنگ کرنے اور معاملے میں بدخلقی کرنے سے
احتراز کیجیو اسلیے کہ جو قصور بندہ کے اور خاص خدای تعالی کے درمیان ہونگے تو اونکی طرف مغفرت جلد ہوگی
اور بندوں کے حقوق جلد معاف نہونگے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہوں اور زبردستی سے لوگونکی
چیزیں لیے ہوں اور پھر اوسنے توبہ کی ہو اور حقداروں سے اونکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیاں
بہت سی کرے کہ قصاص کے دن کام آوین اور بعض نیکیاں خاص اپنے اور خدای تعالی کے درمیان میں
چھپا رکھے کمال اخلاص کے ساتھ ایسے طرح کہ سوا خدای تعالی کے اور کسیکو اوسپر واقفیت نہو اسلیے کہ
شاید یہی صورت اوسکی نزدیکی کی خدای تعالی سے ہو جاوے اور اوسکے باعث سے مستحق اوس لطف کا
ہو جاوے جسکو خدای تعالی نے اپنے مومنین محبین کے لیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے اونکے ذمہ سے
رکھ چھوڑا ہے چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ
ہنسے یہانتک کہ آپکے دانت ظاہر ہوے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ آپ پر میرے
ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ آپ کو کس بات سے ہنسی آئی آپنے فرمایا کہ دو شخص میری امت میں سے
خدای تعالی کے سامنے دو زانو ہوے اور ایک نے جناب الہی میں عرض کی کہ الہی میرا حق اس بھائی
سے دلا دے خدای تعالی نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دیدے اوسنے عرض کیا کہ بار الہا
میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی اللہ تعالی نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا اوسکے پاس تو
کوئی نیکی نہیں رہی اوسنے عرض کیا کہ الہی تو یہ شخص میرے گناہوں میں سے اپنے اوپر لے لے راوی
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت
بڑا ہے اس دن میں آدمی اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی اونکی طرف سے اونکے گناہ اپنے اوپر لے لے
پھر فرمایا کہ اللہ تعالی نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا کر جنت میں دیکھ اوسنے سر اوٹھایا اور
عرض کیا کہ الہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیوں سے جڑے معلوم ہوتے ہیں یہ
کونسے نبی کے ہیں یا کونسے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اوسکے ہیں جو انکا
مول ادا کرے اوسنے عرض کیا کہ انکے مول کا مالک کون ہے کس سے دیا جا سکتا ہے فرمایا کہ انکا مول
تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اوسنے عرض کیا کہ الہی میں نے

اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کہ اللہ تعالی ایمانداروں میں خود میل کراتا ہے انتہی
اس حدیث میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ خداے تعالی کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے
یعنی آپس میں میل کرانے اور دیگر اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تو اپنے نفس کے باب میں نظر کر اگر
تیرا نامہ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خداے تعالی تیرے لیے لطف فرما کر معاف فرماویگا اور تجھکو یقین
سعادت ابدی کا ہوگا تو تو انصاف کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا اور تجھکو خلعت رضا ملیگا
اور ایسی سعادت پر پہنچ کریگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ پھٹکے اور
اسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل اڑیگا اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے
چاند چودھویں رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر اٹھائے ناز سے چلتا ہوگا
کہ تیری پیٹھ گناہوں سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونوں پہلو سے
دمکتی ہوگی اور تمام خلائق انکی تجھپر نگاہ پڑتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال پر غبطہ کرتی ہوگی اور
فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع میں کہتے ہونگے کہ یہ فلان ابن فلان ہے کہ
اللہ تعالی اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کر دیا اور ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی
بھلا تیرے نزدیک کیا یہ مرتبہ اس مرتبے سے برا نہیں جسکو تو دنیا میں لوگوں کے دلوں میں حاصل کرتا ہوا اور اسکے لیے
ریا اور تکلف اور دوستان میں سختی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ مرتبہ دنیا کے مرتبے سے بہتر ہے
بلکہ دنیا کے مرتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اس مرتبے کے حاصل کرنے کے واسطے اخلاص صفائی
اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ مرتبہ بدون اخلاص اور سچی نیت کے
تجھکو نہ ملیگا اور اگر معاملہ دگرگون ہوا یعنی معاذ اللہ تیرے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا
جانتا تھا اور خداے تعالی کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اسکے باعث تجھپر غضب ہوکر کہا گیا کہ اے بندے
بدبخت تجھپر میری لعنت ہے میں تجھسے تیری عبادت قبول نہیں کرتا تو اس کی ندا کے سنتے ہی تیرا منہ سیاہ
ہو جاویگا اور اللہ تعالی کے غصے کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور
تمام خلائق کی لعنت ہوا اور اسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غضب کے باعث غصہ ہوکر تجھپر جھپٹ
پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بری صورتوں کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑینگے
اور تجھکو منہ کے بل مجمع میں گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور رسوائی کے ظاہر ہونے کو تاکتے
ہونگے اور تو تباہی اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ بہت

بہت سی ہلاکیوں کو اور فرشتے پکارتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے اللہ تعالی نے اسکی فضیحتون اور رسوائیون کو کھول دیا اور اسکے برے عیبون کے باعث اوسکو لعنت کیا اگر ایسا پیشتر ہوا کبھی شکست نہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث سے ہو جسکو تو نے بندون کے خوف سے کیا ہوا اور انکے دلون مین جگہ ڈھونڈنے کے لیے کیا اور انکے سامنے رسوائی کے خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالی کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے یعنی فانی دنیا مین احتراز کرتا ہے مگر اوس بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خدا تعالی کے غصہ کا سامنا ہوگا اور اوسکا عذاب جو اسکا لیف دیگا اور دوزخ کے فرشتون کے ہاتھون مین گرفتار ہوکر آگ کی طرف جاتا ہوگا پس یہ حال اور احوال تیرے ہین اور تجھکو ابھی بڑے اندیشے کی خبر نہین

وہ اندیشہ پل صراط کا ہے جسکے ذکر یہ ہوتا ہے

تو ان حالات پل صراط کے ذکر مین حیران ہوا اون کے بعد اس آیت مین تامل کر یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور اس آیت مین فاہدوہم الی صراط الجحیم وقفوہم انہم مسئولون یعنی لوگ بعد احوال مذکورہ بالا کے صراط کی طرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک پل ہے کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا رستہ چھوڑ کر عدول کریگا اور گناہون سے اوسکی پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور ہلاک ہوجاویگا اب سوچ کہ جب تو اپنا سر اونچا کرکے دیکھیگا اور اوسکی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اوسکے نیچے دوزخ کی سیاہی پر نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جوش کی آہٹ سنیگا تو تیرے دل مین کیسا خوف بھریگا اور پشت پر رکھا جاویگا کہ اوسپر چل باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پاؤن ڈگمگاتے اور گناہون کے باعث پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجھے زمین پر چلنا بھاری تھا پل صراط تو علیحدہ ہے پھر تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا ایک پاؤن اوسپر رکھیگا اور اوسکی تیزی پاؤن کو معلوم ہوگی اور دوسرا پاؤن اوٹھانے کے لیے مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے فرشتے اونکو کانٹون اور آنکڑون سے کھینچتے ہونگے اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پاؤن اوپر آگ مین چلے جاتے ہونگے تو کیا کچھ خوف اس حال سے نہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ رستے مین کو جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ کہ جب تو اوسپر چلیگا اور چڑھیگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی دیکھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے کہتے ہونگے کہ الہی بچائیے الہی بچائیے اور فریاد

اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگلون پچھلون
سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کیطرف کو نگاہین کیے کھڑے رہینگے اور منتظر
حکم فیصل کے رہینگے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایمانداروں کے سجدے کیوقت تک بیان کیا
اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالی مومنین کو حکم کریگا کہ اپنے سر اوٹھاؤ وہ سر اوٹھاوینگے پس انکو انکے اعمال
کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کی برابر نور ملیگا کہ اوسکے سامنے چلیگا اور
بعضون کو اس سے کچھ کم دیا جائیگا اور بعضون کو درخت خرما کی برابر ملیگا اور بعضون کو اوس سے کچھ کم یہانتک
کہ اخیر کو ایک شخص کو نور اوسکے پاؤن کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجایا کریگا
جب چمکیگا تب تو وہ پاؤن بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پلصراط سے گذرنے کو
ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اوسپر سے گذرینگے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح
اور بعضے بادل کیطرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کیطرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی
دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہانتک کہ جس شخص کے پاؤن کے انگوٹھے پر نور
ملا ہوگا وہ اپنے منہ اور دونون ہاتھ پاؤن پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا لٹکا رہجاویگا
اور ایک پاؤن آگے کریگا تو دوسرا اوٹھا رہیگا اور اوسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسیطرح سے
جاتے جاتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھکو ایسی طرح
نجات دی کہ کسیکو نہین دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا جبکہ مین اوسکا نور دیکھ چکا پھر اوس شخص کو جنت کے
دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالک سے روایت کی
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پلصراط تلوار کی تیزی کیطرح یا دھار کی تیزی کی
مثال ہے اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری
کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ الہی بچا لے بچا لے مگر لغزش کرنیوالے مرد اور عورتین اوس
روز بہت ہونگی۔ تو پلصراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین اونمین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے
اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچیگا جو دنیا مین اوسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدا تعالی ایک بندہ پر دو
خوف جمع نہین فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال سے دنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین اون سے مامون ہوگا
اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کیطرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے
رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو و لعب مین مصروف ہوگئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل
نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہے اوسکو

طلب کیا کرتا ہے اس صورت مین وہی خوف اوس فریفتات دنیا کا جسکے باعث آدمی خدای تعالے کی
نافرمانی سے باز رہے اور اوسکی طاعت پر آمادہ ہوا ور عورتون کے رونے کی نسبت کچھ بھی زیادہ تر
بیفائدہ ہو وہ قول احمقون کا ہے کہ جب یہ حال کو سنتے ہین تو فوراً زبان سے استعاذہ نکالتا ہے کوئی
کہتا ہے استعیذ باللہ کوئی کہتا ہے نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے اون گناہون
اوراون گھٹتی مین جو سبب اونکے ہلاک ہونے کا ہے تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہی
جیسے اوس شخص پر ہنستا کہ زمین جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اوسکے پیچھے ایک قلعہ یا گڑھی
رہے ہو تو جب وہ اوس درندہ کے دانت اور حملہ کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ
اس گڑھی کی اور ... ہے اسکے سخت عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور
اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتون سے درندہ تجھے کیا ہٹا جاتا ہے اسیطرح آخرت کے احوال کی گڑھی بجز
لا الٰہ الا اللہ کے اور کچھ نہیں مگر اسکا صرف زبانی کہنا کار آمد نہین بلکہ اوسکا سچ جاننا بھی ضرور ہے اور
سچ جاننا اسطرح ہے کہ آدمی کا کوئی مقصود سوای خدای تعالی کے نہو اور نہ کوئی معبود اوسکے سوا اور جو
شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو وہ سچ توحید سے ابھی دور ہے اور اوسکا معاملہ
خوفناک ہے پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور اونکی
سنت کی بزرگی بجا لاوے اور آپ کی امت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور اونکی دعاؤن سے برکت حاصل کرے
شاید ایسی حرکت سے آپکی شفاعت کا یا اون صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملیگی
دسوان بیان شفاعت کے ذکر مین واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایمانداروں کی عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالی اپنے
فضل سے اونکے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا
خدای تعالی کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہے قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور
دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ اون
لوگون کے نزدیک مرتبہ شفاعت حاصل کرے اوسکی صورت یہ ہو کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نجانے کہ اللہ تعالی
نے اپنی ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ کیا ہی تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہو وہ اللہ کا ولی ہو

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نسجانے کہ اللہ تعالی نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہے
تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہو اوسی مین خدای تعالے کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جان کہ
اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ رکھی ہے تو شاید اوسی طاعت مین اوسکی رضا ہو کہ وہ

طاعت کلمہ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست پا گئی اور اسکے قائم مقام ہوا۔ شفاعت کی
دلیلیں قرآن شریف اور حدیث میں بہت ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى
حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا پڑھا رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
اور قول حضرت عیسی علیہ السلام کا إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ پھر ہاتھ اوٹھا کر فرمایا امتی امتی
پھر آپ روئے اللہ عز وجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ
اور پوچھو کہ کیوں روتے ہو چنانچہ حضرت جبرئیل نے خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ خدا ہی تعالی سبب کو
پوچھتا ہے آپ نے فرمایا کہ امت کے باعث روتا ہون حالانکہ یہ سبب خدا ہی تعالی کو معلوم تھا
جب حضرت جبرئیل نے جناب احدیت میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ جا کر میرے حبیب کو کہو کہ ہم تمکو تیری
امت میں راضی کرینگے ناخوش نہین کرینگے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ پانچ باتین ہین کہ مجکو عنایت ہوئی ہین مجھسے پہلے کسیکو عنایت نہین ہوئی تھین اول یہ کہ
ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجکو غنیمتین حلال کی گئین مجھسے پہلے کسیکو حلال نہین ہوئین تھین سوم
میرے لیے زمین مسجد کر دی گئی اور اوسکی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس شخص پر میری امت مین سے
نماز آجاوے تو چاہیے کہ پڑھ لے یعنی پانی کے نہ ملنے سے حرج نہین اسلیے کہ مٹی ہر جگہ تیمم کے لیے موجود ہے
نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہے کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہے چہارم مجکو شفاعت ملی پانچوین یہ کہ ہر ایک نبی
خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہے اور مین سب کے لیے بھیجا گیا ہون۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ
جب قیامت کا دن ہوگا تو مین نبیون کا امام ہونگا اور اونکی طرف سے بولنے والا اور اونکی سفارش
کرنے والا ہونگا اور اسمین کچھ فخر نہین کرتا ہون۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین اولاد آدم کا
سردار ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اول ہون ان لوگون کا جو زمین پھٹکر نکلینگے اور مین اول سفارش
کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ مین حمد کا نشان ہوگا آدم اور ان کے سوا
اور سب نبی ہونگے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو مین چاہتا ہون
کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کیواسطے رکھ چھوڑون اور حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے
اور وہ اونپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا مین اوسپر نہین بیٹھونگا اور اپنے پروردگار کے سامنے
کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا مین جنت مین بھیجدیا جاؤن اور میری امت پیچھے باقی رہجاوے

لیں میں عرض کرونگا کہ یا رب امتی امتی اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اے محمد تو کیا چاہتا ہے جو تیری امت کو
ساتھ کروں میں عرض کرونگا کہ الہی انکا حساب جلد ہو جاوے پس میں سفارش کیے جاؤنگا یہاں تک
کہ جن لوگوں کو دوزخ میں بھیجا گیا ہوگا انکے لیے برأت نامہ مجھکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے
کہیگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اپنی امت میں خدا تعالی کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا
اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن روئے زمین پر پتھروں اور ڈھیلوں سے
بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس گوشت آیا اور باتھ آپ کے سامنے کیا گیا آپ کو باتھ اچھا معلوم ہوا کرتا تھا آپ نے اوسمیں سے دانتوں سے
کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن میں آدمیوں کا سردار ہونگا اور تمکو معلوم ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے حق تعالی
سب اگلوں اور پچھلوں کو ایک میدان میں جمع کریگا اور پکارنے والے کی آواز اونکو سنائی دیگی اور نظر
سامنے رکھیگا اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیوں پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اونکی برداشت نکر سکینگے
تب وہی ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا نوبت پہونچی ہے کسی ایسے کو کیوں نہیں تجویز کرتے
جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپس میں کہینگے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں چنانچہ حضرت آدم
علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خدا تعالی نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم میں اپنی
روح پھونکی اور فرشتوں سے تمکو سجدہ کرایا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو
ہمارا کیا حال ہے اور ہماری کیا نوبت پہونچی ہے حضرت آدم علیہ السلام اونکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار
ایسا غضبناک ہے کہ نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ آگے کو ہوگا اور اوسنے مجھکو درخت جنت سے منع کیا تھا میں نے
اوسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے
پاس جاؤ لوگ حضرت نوح کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندوں کے پاس اول
رسول ہوکر آئے اور اللہ تعالی نے تمکو بندہ شکرگزار فرمایا ہے آپ ہمارے باب میں اپنے پروردگار سے سفارش
کرو دیکھو ہمارا کیا حال ہے وہ جواب دینگے کہ آج خدا تعالی ایسا غصہ ہو رہا ہے کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا
نہ آگے کبھی ایسا ہوگا اور میں اپنی قوم پر ایک بددعا کر چکا ہوں میں اپنی ہی جان کے بچاؤ میں ہوں
تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالی کے پیغمبر اور زمین کے لوگوں میں سے
اوسکے خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال میں ہیں حضرت ابراہیم
جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غصہ ہوا ہے کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا نہ آیندہ کو ہوگا اور میں تین بار

بہوشت بولا تہا اور اوسکا آپ ذکر کر دینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسی علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپکو خدا تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے ہمارا کیا حال ہے حضرت موسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے کہ ویسا نہ کبھی پہلے ایسا ہوا اور مین نے ایک شخص کو مار ڈالا تہا جسکے مار ڈالنے کا مجکو حکم نہ تہا مجھے اپنی ہی فکر ہے تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسی کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ اللہ کے رسول اور اوسکے کلام ہین کہ مریم کیطرف ڈالدیا اور اللہ تعالی کی روح ہین اور آپ نے لوگون سے گود مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہے حضرت عیسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصہ مین ہے کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا اپنی ذکر نہین فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہینگے کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالی نے آپکے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرما دیے اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت فرمایے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمایے

	مست گر بہ گناہ و طاعت ما		لب بکشا بان سپے شفاعت ما	

مین روانہ ہو کر عرش کے نیچے آونگا اور اپنے رب کے لیے سجدے مین جا پڑونگا پھر اللہ تعالی میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھولدیگا کہ مجھسے پہلے کسیکے اوپر نہین کھولی پھر کہا جاویگا کہ ای محمد اپنا سر اوٹھا مانگ تجکو دیا جاویگا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہو گی پس مین اپنا سر اوٹھاؤنگا اور کہونگا امتی امتی یا رب یعنی الٰہی میری امت کو بخشدے مجکو حکم ہوگا کہ ای محمد اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہین اونکو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچا دے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہے جتنا درمیان مکہ اور ہجیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرے کے ہے اور ایک دوسری حدیث مین بہی مضمون جون کا تون ہے اور اوسمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بہی مذکور ہین یعنی اول کواکب کے باب مین فرمانا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمانا بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا یہ کام انہین سے اس بڑے بت نے کیا ہے تیسرے آپ کا فرمانا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ مین بیمار ہون

اسکو مسلم نے نقل کیا ہے ۸۵

غرضکہ یہ حال ہے شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپکی امت کے لوگ عالم اور نیکبخت بھی سفارش
کرینگے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے
جنت مین ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث مین آپنے ارشاد فرمایا کہ
آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اوٹھ اور سفارش کر وہ اوٹھکر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک دو شخصون
کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کریگا - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ایک شخص جنتیون کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جھانکیگا اوسکو ایک دوزخی پکاریگا
کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہیگا کہ مین تو نہین پہچانتا تو بتا کون ہے وہ کہیگا کہ دنیا مین فلانے روز
تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی مجھ سے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا تھا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے
پہچانا وہ کہیگا کہ تو اوسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالی سے
اوسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الہی مین دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین سے
مجھے پکارا اور کہا کہ تجھے تو پہچانتا ہے مین نے کہا کہ نہین تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ تونے
مجھسے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلادیا تھا اوسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے
پروردگار سے کر پس الہی تو اوسکے باب مین میری سفارش قبول فرما اللہ تعالی اوسکی سفارش قبول فرماویگا
اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آویگا - اور حضرت انس رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب آدمی قبرون سے اوٹھینگے تو سب سے اول مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو
مین اونکا خطیب یعنی اونکی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا جناب الہی مین ہونگا اور جب
وہ ناامید ہونگے تو مین اونکو بشارت دونگا حمد کا علم اوس روز میرے ہاتھہ مین ہوگا اور مین سب اولاد
آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونگا اور ایک لباس بہشت کے حلون مین سے پہنونگا
پھر عرش کے داہنی طرف کھڑا ہونگا جس مقام پر کہ خلق مین سے میرے سوا کوئی کھڑا نہوگا - اور حضرت
ابن عباس رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپکا انتظار کرتے تھے آپ
باہر نکلے یہانتک کہ جب اونکے قریب پہنچے تو سنا کہ وہ باتین کرتے ہین آپنے اونکی باتین سنین
کسی نے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعالی نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ
یہ امر کچھ حضرت موسی علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعالی نے اونسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے
کہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھو وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو

۱ ح ابو عمرو بن سماک کی کتاب مین بروایت ابو امامہ یہ حدیث ... ۱۲
۲ ح ترمذی کی روایت ... بزار نے روایت انس
۳ ح ابو یعلی و بیہقی ...

خدای تعالی نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے سامنے ہوے اور سلام کیا اور فرمایا
کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین
اور موسی علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسی علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ
ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام کو خدای تعالی نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب
سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھہ فخر نہین اور مین اوٹھانے والا لواء حمد کا قیامت کے دن ہون
اور کچھہ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول ہونے والی
اور کچھہ فخر نہین اور مین لوگون مین سب سے پہلے جنت کے دروازون کی کڑے ہلاونگا اور میرے لیے دروازہ
خدای تعالی کھولیگا اور مین اندر جاونگا اور فقرای مومنین میرے ساتھہ ہونگے اور کچھہ فخر نہین اور مین
سب اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھہ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ السلام کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اخبار اوسکے وصف پر مشتمل ہین ہم اللہ تعالی سے
توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اوسکا علم اور آخرت مین اوسکا ذائقہ نصیب کرے اسلیے کہ اوسکی یہ
صفت ہے کہ جو کوئی اوس مین سے پیوے تو کبھی پیاسا نہو حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ہلکی نیند سوے پھر سر اوٹھایا تو تبسم کر رہے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون مسکرائے
آپ نے فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اوتری ہے اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر
یہانتک کہ تمام کیا سورت کو پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اوسکا
رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا وعدہ مجھے میرے پروردگار نے جنت مین
کیا ہے اوسپر برکت بہت ہی اوسپر ایک حوض ہی کہ جسپر میری امت قیامت کے دن آویگی اوسکے
برتن اتنے ہین جتنے آسمان کے ستارے ہین۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اوس حال مین کہ مین جنت مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرف قبے موتیونکے
بیچ مین سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے اونھون نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپکے رب نے
آپکو مرحمت کی ہے پھر فرشتے نے اوسپر اپنا ہاتھہ مارا تو دیکھا کہ اوسکی مٹی مشک اذفر ہے اور یہی راوی
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرفون کی پہنائی ایسی
ہین جتنا فاصلہ ہے مدینہ منورہ اور صنعا مین یا جتنا مدینہ منورہ اور عمان مین ہے
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ جب سورہ انا اعطینا اوتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں جسکے دونوں کنارے سونے کے ہیں اوسکا پانی دودھ سے زیادہ
سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہے موتی اور مونگے کی کنکریوں پر بہتا ہے
اور ثوبان مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
حوض عدن سے لیکر عمان بلقاء شام کے برابر ہے اوسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ
میٹھا ہے اور اوسکے کوزے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں جو شخص اوسمیں سے ایک گھونٹ
پی لیگا کبھی پیاسا نہوگا لوگون میں سے اوسپر سب سے پہلے فقرای مہاجرین آوینگے حضرت عمر رضنے عرض کیا
کہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ جنکے سر کے بال الجھے ہوئے اور کپڑے میلے ہیں اور جو عورتیں نعمت والیون
سے نکاح نہیں کرتے اور اونکے لیے ڈیوڑھیون کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اس حدیث کو سنکر
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے فرمایا کہ میں نے تو فاطمہ بنت عبد الملک دولت والی ناز پروردہ سے نکاح کیا ہے
اور میرے لیے دروازے ڈیوڑھیون کے بھی مفتوح ہیں مگر یہ کہ خدا ہی تعالی مجھپر رحم کرے ضرور ہوا کہ میں
سر میں تیل نڈالونگا تاکہ بال الجھ جاویں اور یہ کپڑے دھلاونگا تاکہ میلے رہیں۔ اور حضرت ابوذر رضی سے
روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہیں
آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اوسکے برتن آسمان کے ستارون کی
شمار سے زیادہ ہیں جبکہ رات اندھیری ہو اور آسمان گرد و غبار سے صاف ہو جو کوئی اوسمیں سے پیویگا
آخر تک پیاسا نہوگا اوسمیں دو پرنالے جنت میں سے گرتے ہیں اور اوسکا عرض طول کے برابر ہے اور
وہ اتنا ہے جتنا فاصلہ عمان اور ایلہ کے درمیان ہے اور اوسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد کی
زیادہ شیرین ہے۔ اور حضرت سمرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک
نبی کیواسطے ایک حوض ہے اور انبیا آپسمیں فخر کرینگے کہ کسکے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہیں اور میں توقع
کرتا ہون کہ اون سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہون۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توقع
ہے اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والون میں سے ہو اور اس بات سے اعتراز کرے
کہ براہ مغالطہ تمنا کرے اور جانے کہ میں توقع کرتا ہون اسلیے کہ توقع غرس کی اوس شخص کو ہوتی ہے جو
زمین میں بیج ڈالے اور اوسکو صاف کرے اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعالی کے فضل سے توقع کرے
کہ وہ اوگاویگا اور کاٹنے کیوقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا مگر جو شخص نہ زمین جوتے نہ بوئے نہ اوسکو
صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خداے تعالی اپنے فضل سے دانہ جما دیگا اور میوہ لگا دیگا تو یہ
شخص توقع والا نہیں بلکہ مغالطہ والا اور جاہ کرنے والا ہے اور اکثر لوگون کی توقع کا یہی حال ہے

وہ احمقوں کے سے مغالطہ میں پڑے ہیں ہم پناہ مانگتے ہیں خدای تعالی سے اس غفلت اور مغالطہ سے
اسلیے کہ خدای تعالی پر مغالطہ ہونا دنیا کے باب میں دغا اوٹھانے کی نسبت کہیں زیادہ ہے اللہ تعالی
فرماتا ہے فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور

بارھواں بیان دوزخ کے حال اور اوسکے ہولوں اور عذابوں کے ذکر میں۔ اے لوگو تم
دنیای فانی اور قریب الزوال کے دھندھوں پر فدا ہوا کئے اپنے نفس سے غافل ہو تم ایسی چیز میں جسکو
کہنا چھوڑ دو جسمیں سے کوچ کرجاوگے اور اوس چیز میں فکر کرو کہ جسمیں وارد ہوگے یعنی تمکو اطلاع
مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اوترنے کی جگہ ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا وان منکم الا واردھا
کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا
اس آیت سے اوترنا تو یقینا ثابت ہوا اور نجات میں شک ہے پھر اب اپنے دل میں اوس جگہ کا خوف
سوچو کہ شاید اوس سے نجات پانے کی امید منقطع ہو جاوے اور لوگوں کے حال کو خیال کرو کہ قیامت کی ساعت میں
جو اوپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اوسکی سختی اور اہوال میں گرفتار ہیں منتظر ہونگے کہ اوسکی
حقیقت حال اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منتظر ہونگے [illegible] سیاہ
شاخ در شاخ اگھیرینگی اور اوسپر آتش شعلہ انگیز چھا جاویگی آواز اور چیخ [illegible] کان میں آویگی
اور شدت غضب پر دال ہوگی اسوقت میں مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاویگا اور سب لوگ گھٹنے
کے بل گر جاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے اونکو اپنے برے انجام سے خوف ہونے لگیگا۔ اور
دوزخ کے فرشتوں میں سے ایک پکارنیوالا یوں کہتا ہوا نکلیگا کہ کہاں ہے فلاں بیٹا فلاں کا جسکا
نفس دنیا میں طول امل کے باعث لیت ولعل کیا کرتا تھا اور برے کاموں میں اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا
پھر اوسپر لوہے کے گرز لیکر بڑھینگے اور بڑی بڑی دھمکیاں دینگے اور سخت عذاب میں کو کھینچینگے
اور اوسکو منہ کے بل دوزخ کے قعر میں ڈال دینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو بڑی عزت والا اور بزرگی والا تھا
ایسے گھر میں رہینگے کہ جسکے کنارے تنگ اور راہ تاریک اور ہلاک کرنیوالے ہیں اسیر اوسمیں ہمیشہ رہینگے
اور ہمیشہ آتش دہکتی رہتی ہے انکے قیدیوں کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور اونکا ٹھکانا دوزخ
آگ کے فرشتے اونکو جدا کر رہے ہیں اور آگ اونکو جلا رہی ہے اونکی تمنا اوسمیں مرجانے کی ہے مگر
اوس سے رستگاری کہاں اونکے پاؤں ماتھے کے بالوں سے بندھے ہونگے اور گناہوں کی تاریکی
سے منہ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے میں پکارینگے اور چلاوینگے کہ ای مالک ہم سے جو وعدہ خدای تعالی
نے کیا تھا وہ پورا ہو چکا ہم پر بیڑیاں بھاری پڑ گئیں ہمارے چمڑے جل گئے ہم کو یہاں سے نکال لے کہ ایسا نہ کرینگے

دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ بس اب یہان سے دن دور ہے تمکو اس ذلت کے گھر سے نکلنا نصیب نہوگا
اسیمین پڑے رہو اب نکلنا کہان ہے پڑے رہو پہلے تمکو منع کیا تھا اگر تم یہان سے نکال بھی دیے جاوگے تو تم پھر اپنے کردار سے باز
نہ آوگے جس چیز سے تمکو روکا گیا ہے وہی عمل مین لاوگے اسکے سننے سے نا امید ہونگے اور خدای تعالی
کے مقابل مین جو باتین کی ہونگی اوسپر افسوس کرینگے مگر اب کیا ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی
سے بچاو ہے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منہ کے بل گلون مین طوق پڑے ہوے دوزخ مین قید ہونگے کہ آگ ہی
اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائین ہوگی غرضکہ آگ مین ڈوبے رہینگے کہ کہانا ہوگا تو آگ کا اور
پینا ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور گندہک کے
کرتے پہنے گرز کہاتے ہونگے اور بھاری بیڑیان پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہون مین آواز کرتے
اور اوسکے طبقات مین شکستہ ہوتے ہونگے اور اطراف و جوانب مین اضطراب کرتے ہونگے آگ اونکو
ہانڈی کی طرح ابال کی طرح ابالتی ہوگی اور وہ خرابی اور تباہی اور فریاد اور واویلا کا غل کرتے ہونگے جبھی
ہلاک کا لفظ اونکے منہ سے نکلیگا تو اونکے سر کے اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جاویگا جس سے اونکی آنتین اور چمڑا
نکل جاوینگے اور اوسکے گرز لوہے کی مار ہوگی جس سے اونکے ماتھے چور ہو کر منہ سے پیپ نکلیگی اور پیاس سے کلیجے
ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے آنکہون کے ڈیلے رخسارون پر بہ نکلینگے اور رخسارون کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ
پاؤن پر سے گوشت اور پوست اور بال سب جہلس پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے
بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے ہڈیان خالی ہونگی اور جان صرف رگون اور پٹھون مین لگی رہجاویگی
اور اوسمین آگ کی لپٹین مین سنسناہٹ ہوتی ہوگی اور وہ لوگ اس حال مین موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے
پس جب تم اون لوگون کا حال دیکھو کہ منہ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے ہین اور آنکہون سے
اندہے اور زبانون سے گونگے ہڈیان اور پٹہین ٹوٹی ہوئین ناک کان کٹے ہوے چمڑے پہٹے ہوے
ہاتھ گردن کے طوق گردنون مین پڑے ہوے اور پیشانی کے بالون سے پاؤن بندہے ہوے ہین
اور آگ پر اپنے چہرون سے چلتے ہین اور لوہے کے کانٹون پر اپنی آنکہ کے ڈیلون سے چلتے ہین تو تمہارا
کیا حال ہو تمکو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ اونکے اندر کے اجزا مین دوڑ رہا ہو اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے
سانپ بچھو لپٹے ہین یہ تو حالات مجمل ہونگے اب اونکی تفصیل کو دیکھو یعنی اول دوزخ کے جنگلون اور
اوسکی گھاٹیون مین فکر کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم مین ستر ہزار جنگل ہین اور ہر
جنگل مین ستر ہزار شعبے اور ہر شعبہ مین ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچہو ہین کافر اور منافق جبتک ان
سب مین ملتا نہیگا تب اپنے انجام کو نہ پہونچیگا اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وادی حزن یا جاہ حزن سے پناہ مانگو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپنے
فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہے اوسکو اللہ تعالی نے ریا والے
قاریون کے لیے بنایا ہے - یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اوسکے جنگلون کے شاخ در شاخ ہونے کا ہے
اور اوسکے جنگلون کی شمار اتنی ہی ہے جتنی دنیا کے جنگل اور اوسکی خواہشین ہین اور جہنم کے دروازہ
کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہے جنسے آدمی گناہ کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوپر ہین
سب سے اوپر والا جہنم ہے پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے پھر اب ہاویہ کے
عمق کو تامل کرو کہ اوسکے عمق کی کچھ حد نہین جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہین یعنی جیسے
دنیا کی ایک حاجت پوری نہین ہوتی کہ دوسری اوس سے بڑھکر پیش آجاتی ہے اسیطرح دوزخ کا ایک گڑھا
تمام نہین ہوتا کہ دوسرا اوس سے گہرا آتا ہے - حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعۃ ایک دھماکا سنا آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے کہا کہ اللہ تعالی اور
اوسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپنے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم مین ستر برس ہوئے جب چھوڑا گیا تھا
اسوقت اوسکی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقون کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے درجات مین بڑا
بڑے درجے اور بڑا تفاوت ہین اسیطرح لوگون کا دنیا پر گرنا مختلف ہے یعنی بعضے تو غرق ہو گئے ہین بالکل ڈوب
ہوئے کیطرح مصروف رہتے ہین اور بعضے ایک حد مین تک اوس مین گھسے ہین اسیطرح آگ کا لگنا بھی اونپر
متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعالی ذرہ بھر بھی ظلم نہ کریگا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ مین جاویگا
یہ ضرور نہین کہ اوسپر ہر قسم کا عذاب پے در پے ہو اور دوزخ مین کسیطرح سے جاتے بلکہ ہر شخص پر عذاب کی
ایک حد خاص مقرر ہوگی جو اوسکی نافرمانی کے موافق ہوا پھر بھی جسکو سب سے کم عذاب ہوگا اوسکا یہ
حال ہوگا کہ اگر بالفرض اوسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت کے عوض مین اوسکو
دیڈالے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب دوزخ کا یہ ہوگا
کہ اوسکو دو جوتیان آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اوسکا مغز اوبلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب ہوگا
اوسکی تو یہ کیفیت ہے جسپر سخت ہوگا اوسکی کیا صورت ہوگی اور اگر تمکو عذاب آتش مین کچھ شک ہو تو اپنی
انگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اوس سے قیاس کر لو مگر یہ یاد رہے کہ تمہارا قیاس درست نہوگا
اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہین مگر چونکہ دنیا مین کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت
نہین تو عذاب جہنم کو بتلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیون کو بجای آتش
دوزخ کے دنیا کی آگ دیجاوی تو بیشک دوڑ کر اپنی خوشی سے اوسمین کود پڑین اسلیے کہ دوزخ کی

مسلم نے نقل کیا ۲

بخاری و مسلم بروایت نعمان بن بشیر ۳

تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی آگ اوسکی نسبت گرگو یا رحمت ہے اور اسیلیے بعض احادیث میں
آیا ہے کہ دنیا کی آگ رحمت سے ستر پانی میں دھوئی گئی ہے یہانتک کہ دنیا کے لوگوں کے کام کی
ہوئی ہے بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالی کے
حکم سے وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہانتک کہ لال ہو گئی پھر جھونکی گئی یہانتک کہ سفید ہو گئی
پھر جھونکی گئی یہانتک کہ سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ
دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ الٰہی میرے حصے بعض کو کھا لیا اوسکو اجازت
دی کہ دو سانس لے لیا کرے ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس جو سخت گرمی تمکو معلوم ہوتی ہے
وہ اوسکے سانس کی حرارت ہوا اور جاڑے میں جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو وہ بھی اوسکے سانس کی
تاثیر ہے - اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کافروں میں سے سب زیادہ ناز پرورده
دولت مند شخص کو لاوینگے اور اوسکو حکم ہوگا کہ اوسکو آگ میں غوطہ دیدو غوطے کے بعد اوس سے پوچھا جائیگا
کہ کبھی تونے آرام دنیا میں پایا تھا وہ کہیگا کہ نہیں اور مسلمانوں میں سے جسکو دنیا میں سب سے
زیادہ تکلیف پہونچی ہوگی اوسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اوسکو جنت میں غوطہ دیدو پھر اوس سے پوچھا جاویگا
کہ تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے وہ کہیگا کہ نہیں - اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ اگر
مسجد میں لاکھ آدمی یا زیادہ ہوں پھر ایک آدمی دوزخیوں میں سے سانس لے تو سب مر جاویں
اور بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ کہا ہے کہ آگ اونکو ایک لپٹ
دیگی جس سے کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرا دیگی - پھر اوس پیپ کی بدبو میں نال کر
دوزخیوں کے بدن میں سے بہیگی یہانتک کہ اوسمیں ڈوب جاوینگے اور اوسکا نام غساق ہے
حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کی
غساق کا دنیا میں ڈالا جاوے تو تمام باشندے بدبو ہو جاویں - اور یہی اونکو پینے کو ملیگا جب
پیاسے ہو کر فریاد کرینگے چنانچہ قرآن مجید میں ہے يُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ
وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور دوسری جگہ ہے وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ
كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا پھر اونکے کھانے کو دیکھو کہ زقوم ہوگا چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ اور فرمایا إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ
فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ اور فرمایا تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ اور فرمایا إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے سمندرون مین گر پڑے تو دنیا کے لوگون پر اونکی زندگی خراب ہوجاوے پس کیا حال ہوگا اون لوگون کا جنکی یہ غذا ہوگی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدا تعالی نے دلائی ہے اوسمین تو رغبت کرو اور جس چیز کی خوف دلایا اور ڈرایا ہے اوس سے ڈرو یعنی اوسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا تمہاری دنیا مین جسمین کہ تم موجود ہو تمہارے پاس ہو تو دنیا کو تمہارے لیے اچھا کردے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمہارے ساتھ اس دنیا مین کہ تم موجود ہو موجود ہو تو تمہارے اوپر اوسکو میلا اور برا کردے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والون پر بھوک ڈالدی جاویگی تاکہ اونپر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پس کھانے کے لیے فریاد کرینگے تو غذا کانٹون کی دیجاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور کھانے کے لیے جو فریاد کرینگے تو کھانا گلے مین اٹکتا ملیگا پھر یاد کرینگے کہ ہم دنیا مین گلے مین اٹکی چیزون کو پانی سے اوتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے آنکڑون سے لٹکا کر اونکی قریب کیا جاویگا جبکہ اونکے منہ کے پاس جاویگا تو منہ بھن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ مین جاویگا تو پیٹ کے اندر کے اعضا کے ٹکڑے کردیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے دارونغون کو بلاؤ اونکو بلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ ہمکو کسی روز عذاب مین تخفیف کردے وہ کہینگے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزے نہین لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے دارونغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافرون کا پکارنا محض گمراہی کا ہے پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرنا ہو کرچکے مالک جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی مین ہوگے اعمش کہتے ہین کہ مالک سے کہنے اور اوسکے جواب دینے مین مینے یہ سنا ہے کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اوس سے بہتر اور کوئی نہین چنانچہ خدا تعالی سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہونگے جناب الٰہی سے اونکو جواب ملیگا کہ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ یعنی دوزخ ہی مین پھٹکارے پڑے رہو اور مجھسے نہ بولو یہ جواب سنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہونگے اور چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابو امامہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ترمذی از ابن عباس رض

ابن ماجہ و ابو یعلی ... عن ام الدرداء عن ابی الدرداء ۱۲

ترمذی از ابی امامہ ۱۲

اس آیت کی تفسیر میں وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ فرمایا کہ پانی اوسکے پاس کیا جاویگا
تو اوس سے ناک چڑھاویگا مگر جب اوسکے منہ سے لگایا جاویگا تو منہ کو جھلس دیگا اور سر کے کھال گر پڑیگی
اور جب پیویگا تو آنتیں کٹ کٹ کر پاخانے کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالی فرماتا ہے وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ
اور فرمایا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ پس بھوک اور پیاس کے وقت یہ غذا
اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑے قد کے نہایت زہریلے بری صورت کے دوزخیوں پر
مسلط ہونگے اور اونپر برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نہ چھٹے اور کاٹنے سے معاف نہ کرینگے
حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدا تعالی نے مال
دیا اور اوسنے اوسکی زکوۃ نہ دی تو اوسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت کا بنایا جاوے گا
جسکی آنکھوں پر دو نقطے سیاہ ہونگے وہ اوس شخص کے گلے میں پڑکر اوسکی دونوں باچھیں پکڑ کر کہیگا کہ میں تیرا
مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر یہ آیت پڑھی وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سانپ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ہونگے وہ اگر
ایک دفعہ کاٹینگے تو اوسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اوسمیں بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان
کسے خچر اونکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی - اور یہ سانپ اور بچھو اوس شخص پر مسلط کیے جاوینگے
جسپر دنیا میں بخل اور بد خلقی اور لوگوں کی ایذا مسلط رہے اور جو ان باتوں سے دنیا میں محفوظ رہے وہ اون
سانپوں سے محفوظ رہیگا اوسکے لیے سانپ بچھو نہ کیے جاوینگے - پھر ان سب کے بعد دوزخیوں کے جسم کی
بڑائی میں فکر کرو کہ اللہ تعالی اونکا جسم طول اور عرض دونوں میں بڑھا دیگا تاکہ اسکے باعث اونکو
زیادہ عذاب ہو اور آگ کی لپٹ اور سانپ بچھوؤں کا کاٹنا بہت جگہ ہوسکے اور سب کی تکلیف
ایکبارگی برابر ہوتی رہے حضرت ابوہریرہ رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
کافر کی داڑھ دوزخ میں مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اوسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کی برابر ہوگی
اور ایک حدیث میں ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اوسکے چہرہ
کو ڈھانپ لیگا - اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے بند کھانے میں
گھسیٹینگے اور لوگ اوسکو اپنے پاؤں تلے پاینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کی آگ اونکو بار بار پھونکتی رہیگی
سے نئے گوشت پوست اونپر آتے رہینگے - حضرت حسن رح اس آیت کی تفسیر میں کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ
بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا فرماتے ہیں کہ آگ دوزخیوں کو ایک دن میں ستر ہزار بار کھالیا کرے گی جب کھالیگی جبھی

کہدیا جاویگا کہ پھر تمہیں ہی ہوجاؤ وہ فورا جوان کے توان ہو جاوینگے - پھر اب دوزخیون کے رونے مین
فکر کیا اور انکی ہنگامہ اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کر کہ یہ باتین اونپر اُس وقت مسلط کیجاوینگی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم کو اوس روز لاوینگے کہ اوسکی ستر ہزار باگین ہونگی اور
ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دوزخیون پر رونا بھیجا جاویگا تو اتنا روینگے کہ آنسو ختم ہوجاوینگے پھر خون رووینگے یہان تک کہ چہرون مین
درارین سی ہوجاوینگی ایسی کہ اگر اونمین کشتیان چھوڑی جاوین تو بہنے لگین اور جبتک کہ اونکو
رہنے اور چیخنے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تب تک اونکو کچھ راحت ملتی رہیگی مگر پھر
ان باتون سے بھی روک دئے جاوینگے - اور محمد بن کعب رض فرماتے ہین کہ دوزخ والے پانچ بار درخواست
کرینگے چار بار کا تو خدا تعالی اونکو جواب دیگا جب پانچوین ہوگی تو پھر کبھی بولنا نصیب نہوگا اول بار یہ کہینگے
رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ
حق تعالی اونکو یون ارشاد فرماویگا ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا
فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ دوسری بار یہ عرض کرینگے رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
اللہ تعالی جواب دیگا اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ تیسری بار کہینگے
رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اللہ تعالی جواب دیگا اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ
مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ چوتھی بار التجا کرینگے رَبَّنَا غَلَبَتْ
عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ
اللہ تعالی اونکے جواب مین ارشاد فرماویگا اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اسکے بعد پھر نہ بولینگے
اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہے مثل مشہور ہے کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے - حضرت مالک بن انس رض
فرماتے ہین کہ حضرت زید بن اسلم رض نے اس آیت کی تفسیر مین سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ
ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پھر کہا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو حاضر کرینگے ایسی صورت مین کہ گویا سفید مینڈھا ہے پھر وہ
جنت اور دوزخ کے درمیان مین ذبح کیجاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاویگا کہ اب ہمیشہ رہنا ہے
بلا موت کے اور دوزخ والون کو سنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہے بے مرنے کے - اور حضرت حسن بصری
سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس کے بعد دوزخ سے نکلیگا اور وہ شخص مین ہی ہوون تو کیا اچھا ہو
اور ایکبار کسینے آپکو ایک گوشے مین بیٹھے ہوئے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین

آپ نے فرمایا کہ مجھے یہہ خوف ہے کہ کہین مجھے دوزخ مین ڈالدے اور کچھہ پروا نکرے۔ غرضکہ مجملا عذاب
اہل جہنم کی قسمین یہہ ہین اور اوسکے غمون اور محنتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھہ انتہا نہین۔ شدت عذاب
کے ساتھہ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہہ ہی کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خدا تعالی کے
نملنے کی حسرت اور اوسکی خوشنودی سے کہو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہہ سب نعمتین ہم نے
چند کہوٹے داموں کی عوض مین دیڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کہویا تو صرف دنیا کے چند چہوٹے دنون
کی شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف از کدورت نتہین بلکہ کدورت آمیز تہین اسلیے
کہینگے کہ ہای افسوس ہمنے اپنے نفسونکو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے کیسے ہلاک کیا اور چند چہوڑے دنون
کی صبر کی تکلیف نہ اوٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور
چین چان سے خدا تعالی کے سایہ مین ہوتے پس جب لذات آخرت تو جاتے رہے اور ان مکروہات
مین مبتلا ہوئے اور اونکے پاس دنیا کی آسائش اور لذات سے کچھہ نرہا تو اس حسرت کا کیا ٹہکانا ہے پھر اگر وہ
جنت کی آسایش کو مشاہدہ نکرتے تب بھی اونکو زیادہ حسرت نہوتی مگر جنت کی بہار بھی اونکے سامنے
کیجاویگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھہ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت
کی طرف لیجاو جب وہ اوسکے پاس جاوینگے اور اوسکی خوشبو سونگہینگے اور اوسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ اللہ تعالی نے
جنت والون کیواسطے تیار کین ہین اونپر اونکی نگاہ پڑیگی تو آواز ہوگی کہ انکو وہان سے ہٹالو جنت مین
انکو کچھہ بہرہ نہین پس وہان سے ایسی حسرت لیکر پہرینگے کہ ایسی اگلون پچہلون مین کسیکو نہوئی ہوگی
اور عرض کرینگے کہ الٰہی اگر تو ہمکو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین اور اپنے دوستون کے لیے
جو کچھہ تونے تیار کی ہین ہمکو نہ دکہاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا
کہ مین نے قصدا ایسا کیا ہے اسلیے کہ تم دنیا مین جب علیحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نافرمانیون سے
میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو اونسے فروتنی سے ملتے اونکو دکہلانیکو
وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نکرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھسے نہ ڈرتے اونکی تعظیم
کرتے اور میری نکرتے اونکی خاطر سے کوئی چیز چہوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چہوڑتے تو آج مین
تمکو عذاب دردناک چکہاونگا اور ثواب پایدار سے بیبہرہ کر دیا ہے۔ احمد بن حرب کہتے ہین
کہ عجیب بات ہے کہ ہم لوگ دہوپ اور سایہ کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت
کے روز دوزخ کی تہہ مین فریاد کرینگی۔ اور حضرت داود علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی

گرمی پر تو صبر ہی نہیں پھر دوزخ کی گرمی پر تجھکو کیسے صبر ہوگا اور تیری یہی مہربانی کی آواز پر تو تجھکو تعجب
ہوتا ہے پھر تجھ سے عذاب کی آواز پر تجھے کیسے صبر ہوگا۔ پس اے مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ
خدا ہی تعالی نے دوزخ کو مع اوسکے ہولون کے پیدا کیا ہے اور اوسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ
نہ زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے سے ہوچکی ہے اور اس سے فراغت ہوگئی اور اللہ تعالی
جو فرماتا ہے وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اسمین اشارہ اوسی بات
کیطرف ہے مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل الازال مین ہوچکا اوسکا ظہور قیامت کے روز
ہوگا تو تجھے نہایت تعجب ہے کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہے اور یہ نہین
جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہوچکا ہے۔ اب اگر یہ تو پوچھے کہ مجھکو کیا معلوم ہے کہ میرا ٹھکانا
کہان ہوگا اور میرا انجام اور مآل کس چیز کیطرف ہے اور حکم قضا ہمارے بارے مین کیا ہوچکا ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ اس امر کی ایک پہچان ہے جس سے کہ تجھکو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوسکتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے احوال اور اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہے جسکے لیے
وہ پیدا ہوا ہے پس اگر تیرا یہ حال ہے کہ بھلائی تیرے لیے میسر ہوگئی ہے تو تجھکو خوش ہونا چاہیے کہ تو دوزخ سے
دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آگئے اور اونکو دور کرتا رہا اور جہان
شر کا قصد کیا تو فوراً اوسکے لوازم تجھکو میسر ہوگئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم دگرگون ہوچکا اسلیے
کہ ان باتون کی دلالت انجام الہی پر ایسی ہے جیسے مینہ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر
اور چونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ تو اپنے نفس کو
دونون آیتون پر پیش کر دونون گھرون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہو جاوے گا۔

تیرھوان بیان جنت کی کیفیت اور اوسکی راحت کے اقسام مین۔ واضح ہو کہ جس گھر کے غمون
اور مصائب کا حال اوپر گذرا اوسکے مقابل ایک اور گھر ہے اب اوسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے
اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجھکو چاہیے
کہ دوزخ کے احوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کیلیے جو جنت دائمی
کا وعدہ ہے اوسمین بہت سا فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی
باگ سے راہ راست کیطرف کھینچ اسکے باعث تجھکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہیگا
پس جنت والون کے حال مین فکر کر کہ اونکے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سربمہر پلائی جاتی
ہوگی اور یاقوت سرخ کے منبرون پر در شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے

بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک بدکار لوگ دوزخ میں ہیں

ایسے دار فانی مین کیسے دل لگاتا ہے جسکے خراب کرنے کا حکم خدای تعالی نے دیا ہے اور اوسکو
زندگی یہان کی کیسی خوشگوار معلوم ہوتی ہے بخدا کہ اگر بالفرض جنت مین بجز تندرستی اجسام کے
اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھہ نہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو
اوسکے سبب چھوڑ دیا جاوے اور ایسی چیز کو جسکا منقطع ہو جانا اور بگڑ رہنا ضروری ہے جنت پر
ترجیح نہ دیجاوے اور جس صورت مین کہ جنت والے بادشاہ سب باتون سے مامون اور ہر ایک طرح کی
خوشی سے بہرہ ور ہون اور سب دل چاہتی باتین اونکو میسر ہون اور ہر روز عرش الہی پر حاضر ہو کر
دیدار الہی کی وہ لذت پاتے ہون جو تمام لذات جنت سے اعلی اور اشرف بلکہ اوسکے سامنے اونکی
کچھہ اصل ہی نہین اور ہمیشہ اسی آسایش اور اقسام آرام مین گذارتے ہون اور زوال سے بےخوف ہون
تب تو دنیا مین دل لگانا کمال ہی حماقت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ ای جنت والو تمکو وہ تندرستی ہے کہ کبھی بیمار نہوسکو اور
تمکو وہ زندگی ہے کہ کبھی نہ مروگے اور تمکو وہ جوانی ہے کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ توانگری ہے
کہ کبھی محتاج نہوگے تو یہی ہے اللہ تعالی کا فرمانا وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اوس سے زیادہ اور کوئی بیان
نہین اور اس آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ سے لیکر آخر سورہ رحمن تک تلاوت کرو اور
سورہ واقعہ وغیرہا کو پڑھو اور اگر منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث
کی رو سے کئی امور جنت کے قابل بیان ہین اول جنتون کے شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت
مذکورہ بالا کی تفسیر مین ارشاد فرماتے ہین کہ وہ دونون جنتین چاندی کی ہونگی اونکے برتن اور
اونمین کی چیزین سب چاندی کی ہونگی اور دو جنتین مع برتنون اور اونکے اندر کی چیزون کے سونے کی
ہونگی اور لوگون مین اور اپنے پروردگار کے دیکھنے مین بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حائل نہین
چادر اوسکی وجہ کریم پر بہشت عدن مین ہے دوم جنت کے دروازون کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول
طاعات کے بہت ہین جسطرح کہ دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی تھے حضرت ابو ہریرہ رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال مین خدای تعالی کی راہ مین جوڑا جوڑا
خرچ کریگا وہ جنت کے دروازون مین سے بلایا جاویگا اور جنت کے آٹھ دروازے ہین پس جو کوئی
نمازی ہوگا وہ باب الصلوۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے
پکارا جاویگا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا

بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

وہ باب الجہاد سے بلایا جاویگا پس حضرت ابوبکر رضنے عرض کیا کہ یہ تو ضروری نہین کہ کوئی کسی دروازے سے
بلایا جاوے الا کوئی ایسا بھی ہے کہ اون سب دروازون سے بلایا جاوے آپنے فرمایا کہ ہان ایسے
لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوین اور مجکو توقع ہے کہ تو اونہین سے ہو
اور عاصم بن ضمرہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علی رض نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اوسکے
باب مین ایسی طویل تقریر کی کہ مجکو یاد نہین بعد اوسکے یہ آیت پڑھی وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اوسکے کسی دروازے پر پہونچینگے تو اوسکے پاس ایک درخت
دیکھینگے جسکی جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے اون دونون مین سے ایک کا قصد کرینگے اور اوسکا پانی پینگے اور
پیٹ مین جو ایذا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کیطرف قصد کرینگے اور اوس سے نہاوینگے اونپر خوشی کی
شادابی عیان ہوگی پھر کبھی اونکے بالون مین فرق آویگا اور اونکے بدن میلے ہونگے ہر وقت ایسے معلوم ہونگے کہ تیل لگا ہوا
پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ اونسے کہینگے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ
پھر اونسے لڑکے ملینگے اور اونکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دور سے آیا کرتا ہے
اور اوسکے گرد پھرا کرتے ہین وہ لڑکے اونسے کہینگے کہ تمکو بشارت ہو اوس کرامت کی کہ خدا تعالی
نے تمہارے لیے تیار کی ہے پھر ایک لڑکا ان لڑکون مین سے جا کر اوس جنتی کی کسی حور سے کہیگا
کہ فلان شخص آیا ہے اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اوسکا تھا وہ کہیگی کہ تو نے اوسکو دیکھا ہے لڑکا
کہیگا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے آتا ہے وہ حور خوشی کے مارے اوٹھیگی اور اپنے دروازے
کی دہلی پر پیشوائی کو کھڑی ہوگی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہوگا تو دیکھیگا کہ پتھرون کی جگہ موتی
ہین اور اونپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہے پھر اپنا سر اوٹھاویگا تو
چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی اور اگر خدا تعالی نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اوسکی چمک سے
نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کریگا تو دیکھیگا کہ اوسکی بیبیان ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش
بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگا کر کہیگا کہ خدا تعالی کا شکر ہے جسنے ہمکو اسپر ہدایت
کی اگر خدا تعالی ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ
رہوگے کبھی نہ مروگے اور ٹھیروگے کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اصلا کبھی بیمار نہوگے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اوسکو کھلواؤن
داروغہ کہیگا کہ تم کون ہو مین کہونگا کہ محمد ہون وہ کہیگا کہ مجکو بھی حکم ہے کہ آپ سے پیشتر کسیکے لیے دروازہ نہ کھولون
تنبیہ جنت کی کثرت اون مین تامل کرو اور اوسکے درجون کی بلندی کے مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین

بڑے بڑے درجے اور فضیلتیں ہیں اور جسطرح کہ آدمیوں میں ظاہری طاعتوں اور باطن کی عمدہ عادتوں
فرق ہوتا ہے اسیطرح جو اونکو ثواب ملیگا اوسمیں تفاوت ہوگا پس اگر کسیکو یہ منظور ہو کہ سب سے
اعلی درجہ ملے تو چاہیے کہ اسباب میں کوشش کرے کہ کوئی شخص اوس سے خدای تعالی کی طاعت میں
بڑھنے نہ پاوے کیونکہ اللہ تعالی نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اس بابمیں حرص کرنیکا
حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ اور فرمایا وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُونَ اور تعجب ہے کہ اگر آدمی پر اوسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ میں خواہ اونچا مکان بنانے میں
بڑھجاویں تو یہ امر اوسپر شاق ہو اور اوس سے نہایت دلتنگ ہو اور حسد کے مارے زندگی تلخ ہوجاوے
اور جنت میں عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہونگے کہ اوس سے ایسی ایسی باتوں میں بڑھے
ہونگے کہ جنکے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہیں چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کھڑکیوں والوں کو اپنے اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو
مشرق اور مغرب کے کنارے میں جاتا دیکھتے ہو اور وہ واسطے اسی تفاوت کے ہوگا کہ جنت والوں میں
اور اونمیں رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ انبیا ہی
ہونگے اونکے سوا اوروں کو نہ ملینگے آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں ملینگے قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں
میری جان ہے اس رتبے والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالی پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی
اور ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والوں کو اونکے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے
تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہو اور ابو بکر اور عمر رضی اونہیں بلند درجے والوں میں
ہیں اور فضل میں بڑھکر ہیں۔ اور حضرت جابر رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے
فرمایا کہ تم سے میں جنت کی کھڑکیوں کا بیان کروں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے ماں باپ
فدا ہوں آپنے فرمایا کہ جنت میں کھڑکیاں ہیں جوہر کی قسم سے جنمیں سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر
معلوم ہوتی ہے اور اونمیں راحت اور لذت اتنی ہے کہ نہ آنکھوں دیکھی نہ کانوں سنی نہ کسی آدمی کے
دلمیں گذری میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کھڑکیاں کن لوگوں کو ملینگی آپ نے فرمایا اون لوگوں کو جو
سلام کو پھیلا دیں اور کھانا کھلاویں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور رات کو لوگوں کے سوتے ہوئے نماز پڑھیں راوی
کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان باتوں کی طاقت کسکو ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت رکھتی ہے
اور اب میں تمکو اسکا حال بتاتا ہوں جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اوسکو سلام کرے خواہ سلام کا
جواب دے تو اوس نے سلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والوں اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ اونکا پیٹ

بھر دیا تو اوسنے کہانا کھلایا اور جسنے رمضان کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے گویا
اوسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی اوسنے رات کو نماز پڑھی کہ
لوگ سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاری اور مجوس — اور کسینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس
آیت کے معنی پوچھے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ تو آپنے فرمایا کہ مساکن سے غرض محل ہین کہ
محل ہین ہر محل مین ستر گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین
ستر تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین ہر فرش پر ایک بی بی حور ہے ہر کوٹھری مین
ستر دسترخوان ہین ہر دسترخوان پر ستر رنگ کا کھانا ہے ہر کوٹھری مین ستر لونڈیان ہین اور ایماندار کو
ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہم بستر ہو جاوے — جو کوئی جنت کی دیوار اور زمین اور
درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہے اور سوچنا چاہیے کہ جو لوگ اوسمین ہونگے وہ کیسے اوسکی صورت
دیکھکر خوش ہونگے اور جو لوگ اوس سے محروم رہینگے اونکو بھی کچھ حسرت ہوگی کہ اوسکے بدلے انہون
دنیا پر قناعت کی — حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی
ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی اور اوسکی مٹی زعفران ہے اور گارا مشک ہے — اور کسینے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ سفید میدہ اور مشک خالص ہے
اور حضرت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جسکو منظور ہو
کہ آخرت مین اوسکو خدا تعالی شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو منظور ہو کہ
خدا تعالی اوسکو آخرت مین حریر پہناوے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے — جنت کی نہرین
مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنت کے لوگون مین سے
کسیکے پاس سب سے کمتر زیور ہو اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو ضرور ہو کہ اللہ تعالے
آخرت مین دیگا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا — اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اوسکے سایے مین سو برس چلے
تب بھی اوسکو تمام نکر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے وَظِلٍّ مَمْدُودٍ پڑھ لو — اور حضرت ابو امامہ رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی ہمکو اعراب اور اونکے
مسائل سے نفع دیتا ہے ایکبار ایک عرب آیا اور اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین
درخت ایذا دہندہ کو ذکر فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہ تھا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہے جو جنتی کو
ایذا دے آپنے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہے اوسنے عرض کیا کہ بیری جسمین کانٹے ہوتے ہین آپنے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فی سبیلہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ اوسکے کانٹے کا شجرہ اور ہر کانٹے
کی جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل میں بہتر طرح کا مزا ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہ ہوگا۔ اور
جریر بن عبد اللہ رح کہتے ہیں کہ ہم صفاح میں ٹھہرے دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہے
اور دھوپ اوس پر آنے کو تھی میں نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا لیجا اور اوسپر سایہ کر لے اوسنے جاکر
سایہ کر لیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض ہیں میں نے اونکی خدمت میں جا کر
سلام کیا آپ نے فرمایا کہ ای جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا میں خدای تعالیٰ کے واسطے
تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکو قیامت میں بزرگی دیتا ہے تجکو معلوم ہے کہ قیامت میں تاریکیاں
کیا ہونگی میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک
چھوٹی سی لکڑی اوٹھائی کہ چھوٹی ہونے کی جہت سے گویا مجھے معلوم نہ ہوتی تھی پھر فرمایا کہ ای جریر
اگر تو اسکے موافق جنت میں ڈھونڈھیگا تو نہ پائیگا میں نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے درخت
کہاں جاوینگے فرمایا کہ وہ لکڑی کے نہوینگے اونکی جڑیں موتی اور سونے کی ہونگی اور اوپر انکے پھل
یا ... اہل جنت کے لباس اور فرش اور [illegible] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ الخ آیتون میں [illegible]
تفصیل ہے اور حدیثون میں بھی تفصیل ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ نہ محتاج ہوگا نہ کپڑے پرانے ہونگے
نہ جوانی گھٹیگی اور جنت میں وہ نعمتیں ہونگی نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل میں
گذریں۔ اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے جنت والون کے کپڑون کا حال بیان فرمایئے
کہ وہ مخلوق ہونگے کہ پیدا کیے جاوینگے یا بنائے جاوینگے کہ بنے جاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے ہنستے ہو کہ جو شخص
نہیں جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہے پھر فرمایا کہ جنت کے میوون میں سے نکلا کرینگے دو بار اسکو
ارشاد فرمایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ
جو جنت میں داخل ہوگا اونکی صورتیں چودھوین رات کے چاند کی ہونگی وہ نہ جنت میں تھوکینگے
نہ سنکینگے نہ پاخانہ پھرینگے اونکے برتن اور کنگھیاں سونے چاندی کی ہونگی اور اونکا پسینا مشک کا ہوگا
ہر ایک کے لیے اونمیں سے دو بیبیاں ہونگی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت میں سے حسن اور لطافت کی باعث
معلوم ہوتا ہوگا نہ اونمیں اختلاف رہیگا نہ دلون میں بغض بلکہ ایک دل ہو کر صبح شام خدای تعالیٰ کی تسبیح

نسائی ۱۲
بخاری و مسلم ۱۲

کرینگے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس آیت کی تفسیر میں یُحَلَّوْنَ فِیْہَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ فرمایا ہے کہ اون لوگوں کے تاج ایسے ہونگے
کہ اونکے ادنی موتی کی چمک سے پورب سے لیکر پچھم تک روشن کریگی - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا
کہ جنتیوں کا موتی کا خیمہ بیچ میں سے خالی ہوگا جسکی لمبائی ساٹھ میل کی ہوگی اوسکے ہر ایک کونے میں
مومن کی گھر والی ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھیگی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہے حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کہ خیمہ موتی کا مجوف ہے اوسکا طول عرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے
اور حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی میں وَ
فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ فاصلہ درمیان دو فرشوں کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین میں ہے
چوتھی جنت والوں کے کھانے پینے کا حال کہ وہ کھانے کا حال قرآن مجید میں مذکور ہے کہ میوے اور کوئی پرند
اور مینہ اور پانی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بیشمار ہونگے اللہ تعالی فرماتا ہے کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا
مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا
اور اہل جنت کے پینے کی چیز کا حال بھی خدا تعالی نے بہت سی جگہوں میں ذکر فرمایا ہے اور ثوبان مولی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ ایک
عالم علماء یہود میں سے آیا اوسنے چند سوال پوچھے یہانتک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگوں میں سے اول کون
اوتریگا آپنے فرمایا کہ فقراء مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت میں جاینگے تو اونکو تحفہ کیا ملیگا
آپنے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اوسنے عرض کیا کہ اسکے بعد اونکی غذا کیا ہوگی آپنے فرمایا کہ جنت کا
بیل جو اوسکے کناروں میں کھاتا پھرتا ہے وہ اونکے لیے ذبح ہوگا اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد پانی کیا ہوگا
آپنے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہے اوس میں سے پانی پئینگے اوسنے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں
اور زید بن ارقم رضی فرماتے ہیں کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ ای ابو القاسم آپ فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ اوس میں کھاوینگے پیوینگے
اور اپنے یاروں سے کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھسے اقرار کر لینگے تو میں اعتراض کرونگا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنتیوں میں سے
ایک ایک کو طاقت سو مردوں کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی یہودی نے کہا کہ
جو شخص کھاتے پیویگا اوسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپنے فرمایا کہ پاخانہ کی عوض یہ ہوگا کہ اوسکے
پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہو جاویگا - اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت میں پرند کو دیکھیگا اوسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے
ذبح ہو کر بھن جاویگا۔ اور حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں
کچھ پرندے مثل بختی اونٹ کے ہیں حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ وہ خوب ہیں یا رسول اللہ آپنے فرمایا
کہ اونسے خوب زیادہ وہ ہیں جو انکو کھاوینگے اور تو اے ابوبکر اون لوگون میں سے ہے جو اونکو کھاوینگے
اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اس آیت کی تفسیر میں يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ ارشاد فرماتے ہیں
کہ جنت والون پر ستر پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک میں ایسی قسم کا کھانا ہوگا جو
دوسرے میں نہوگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ملونی اونکے
کے لیے ملائی جاویگی اور مقرب لوگ اوسکو خالص بے ملونی کے پیوینگے۔ اور حضرت ابو درداء خِتَامُهُ
مِسْكٌ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہوگی جس سے جنت والون کی
آخر شراب پر مہر کرینگے اگر کوئی شخص دنیا والون میں سے اوسمیں اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار باقی نرہے
کہ اوسکی خوشبو اوسکو نہ پہونچے سو ان ہی امور اور انکے کی کیفیت کو سوچ کر قرآن مجید میں انکا وصف
بیان کیا ہے اور احادیث میں کچھ زیادہ شرح سے وارد ہیں چنانچہ حضرت انس راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے راوی ہیں کہ آپنے فرمایا کہ خدا کی راہ میں ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے
اور تم میں سے کسیکی مقدار قوس یا پاؤں رکھنے کی جگہ جنت میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی
عورت جنت والون کی عورتون میں سے زمین کیطرف آجاوے تو آسمان و زمین کے درمیان اوجالا ہو جاوے
اور خوشبو سے بھر جاوے اور اوسکے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ کی
تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اونکی صورتین پردون میں سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوینگی اور اونکے زیور
میں سے ادنی موتی مشرق سے لیکر مغرب تک روشن کردیگا اور اونپر ستر کپڑے ایسے ہونگے جنمیں سے
آدمی کی نظر پار ہو جاوے یہانتک کہ اونکی پنڈلیون کا مغز اونکے اندر سے معلوم ہوگا۔ اور حضرت انس
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر میں ایک جگہ میں گیا
جسکو بیذخ کہتے ہیں اوسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے اونکی عورتون نے مجھسے کہا کہ
السلام علیک یا رسول اللہ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے اونھون نے
کہا کہ یہ عورتیں خیمون میں پردہ نشین ہیں اونھون نے اپنے پروردگار سے آپکو سلام کرنے کی اجازت
مانگی تھی چنانچہ اونکو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگیں کہ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہونگی

اور ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی سفر نہ کرینگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حُورٌ
مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ اور حضرت مجاہد وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پاک ہے حیض
سے حیض اور بول و براز اور تھوک اور رینٹ اور منی اور بچہ جننے سے کہ ان سب سے پاک ہونگی۔ اور
اوزاعی رحمۃ اللہ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ اونکا کام باکرہ عورتوں کی بکارت دور
کرنے کا ہوگا۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع بھی کرینگے
آپنے فرمایا کہ ایک شخص کو اوس روز ستر انسان میں اتنی قوت ملیگی کہ تم میں سے ستر مردوں سے زیادہ ہو
اور حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ادنی درجہ وہ شخص ہوگا کہ اوسکے ساتھ ہزار
خادم ہونگے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہ ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اہل جنت میں سے ایک شخص کی پانسو حوروں اور چار ہزار باکرہ عورتوں اور آٹھ ہزار بیوہ عورتوں
سے نکاح کریگا اور ہر ایک سے اتنی مقدار معانقہ کریگا جتنا دنیا میں جیتا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ
آپنے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے کہ اوس میں خرید و فروخت کچھ نہیں بجز مردوں اور عورتوں کی
صورتوں کے پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اوس بازار میں جاویگا اور اوس میں حور
بڑی آنکھ والیوں کا مجمع ہوتا ہے کہ وہ ایسی بلند آواز سے گاتی ہیں کہ لوگوں نے ایسی نہیں سنی
ہم ہمیشہ رہینگی کبھی فنا نہ ہونگی اور ہم نعمت والی ہیں کبھی محتاج نہ ہونگی اور ہم خوش ہیں کبھی خفا نہ ہونگی پس
اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہووے اور ہم اوسکی ہوں۔ اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوریں جنت میں گاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم خوبصورت لونڈیاں ہیں اور کریم
مردوں کے لیے ہمکو چھپا رکھا ہے اور یحیی بن کثیر فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جنت میں
راگ ہوگا۔ اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ
جنت میں داخل ہوتا ہے اوسکے سر اور پاؤں کے پاس دو حوریں بیٹھی نہایت خوش آوازی سے
گیت گاتی ہیں جسکو انسان اور جن سنتے ہیں اور وہ گیت شیطان کے مزامیر یعنی شعر نہیں ہوتا

بلکہ خدای تعالیٰ کی حمد اور تقدیس کا حال ہوتا ہے۔

چودھواں بیان چند متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث میں وارد ہیں۔ حضرت اسامہ
بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ سنو کوئی ہے
کہ جنت کی تیاری کرے جنت کی کچھ مثل نہیں وہ بخدا کعبہ ایک نور ہے چمکتا ہوا اور ایک گلدستہ
ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوئے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال

خوشی اور نعمت مین مقام ابد مین یا مقام نصرت مین مکان عالیشان مخصوص ہین لوگون نے عرض کیا
کہ ہم ہین اوسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہو انشاء اللہ تعالی پھر آپنے جہاد کا
ذکر فرمایا اور اوسکی رغبت دلائی۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا
کہ جنت مین گھوڑا بھی ہوگا وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر تجھکو گھوڑا پسند ہے تو یاقوت
سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت مین جہان تو چاہے تجھکو لیے ہوے اوڑتا پھریگا۔ اور ایک اور شخص نے
آپ سے پوچھا کہ کیا جنت مین اونٹ بھی ہوگا آپنے فرمایا کہ او بندہ خدا جب تو جنت مین داخل ہوگا
تو جو تیرا نفس چاہیگا اور جس سے تیری آنکھون کو لذت ہو وہ سب کچھ ملیگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اوسکے اولاد ہوگی اور
اوسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت مین ہوجاوے گی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل
جنت مین جب جا پہنچینگے تو بھائی بھائیون کے مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جاویگا
اور ملاقات کرینگے اور وہ باتین کرینگے جو دنیا مین دونون مین ہوئی تھین ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے
کہ فلان روز فلان مجلس مین ہمنے خدا تعالی سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالی نے ہمکو بخشدیا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ بِيضٌ جِعَادٌ مُكَحَّلُونَ اَبْنَاءُ ثَلَاثٍ
وَثَلَاثِينَ عَلَى خَلْقِ آدَمَ طُولُهُمْ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي عَرْضِ سَبْعَةِ اَذْرُعٍ اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ اہل جنت مین سے ادنی وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیان ہونگی اور
اوسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا کھڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے
درمیان ہے اور اونکے سرون پر تاج ہونگے اور اونمین کا ادنی موتی پورب پچھم تک کو روشن
کردیگا۔ اور فرمایا کہ مین نے جنت کو دیکھا تو اوسکے انارون مین کا انار مثل پشت اونٹ پالان کسے
ہوئے کے تھا اور اوسمین کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اوسمین ایک لونڈی کو دیکھا اور اوس
مین نے پوچھا کہ تو کسکی ہے اوسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہون اور جنت مین جو چیزین نظر پڑین وہ
ایسی ہی تھی کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی اور نہ کسی بشر کے دل مین گذری۔ اور حضرت کعب
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے
ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر اوسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ یعنی ایمانداروں کی بن پڑی۔ پس جنت کی صفتین مین جنکو ہمنے
اول مجملا بیان کیا پھر مفصل نقل کیا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ نے اون سب کو دو کرکے یہی چنانچہ فرمایا

کہ اوسکے انار ڈول جیسے ہیں اور اوسکی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو نہیں سڑتا اور وہ نہریں دودھ کی ہیں
جسکا مزہ نہیں بدلتا اور نہریں شہد صاف کی جسکو آدمیوں نے صاف نہیں کیا اور نہریں ایسی شراب کی
ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی ہیں نہ نشہ سے اوسکا سر پھوٹے نہ اوس سے سر میں درد ہو اور جنت میں
وہ ہے کہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری اوسکے لوگ بادشاہ
حشمت والے تینتیس برس کے ایک ہی سن میں ہونگے اونکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمہ لگی ہوئی آنکھیں بال نہ ہونگے
صاف چہرہ بشرہ سے خالی ہوگا عذاب سے مامون فکر کو اوٹھا لیا اور اوسکی نہریں یاقوت
اور زبرجد کے کنکروں پر پھرتی ہیں اور اوسکے درخت اور گھاس اور انگور موتی ہیں اور پہلو انکا ایسا
سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا اور اوسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور
جنت والوں کو جنت میں گھوڑے اور اونٹ سفید مانند برف کے سبک رفتار چلینگے انکا سامان اور گھر
اور زین یاقوت کے ہونگے جنت میں سیر کرینگے اور اونکی بیبیاں حوریں ہونگی جیسے موتی اندر پردہ
نور اور جمال کے سبب سے سفید اور وہ عورت اپنی دونوں آنکھوں میں ستر لباس پہنکر پھرینگی
اور اوسکی پنڈلی کا مغز اون سب لباسوں کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعالی نے اخلاق کو برائی سے
پاک فرمایا اور جسموں کو موت سے جنت میں ناک صاف کرنے سے اور پیشاب پاخانے بلا اور تھوک سے
پاک کیا اور پسینا مثل مشک کے ہوگا اونکا رزق صبح و شام دیا جائیگا اگرچہ رات نہوگی پر صبح شام ہوگی
شام صبح پر غیبت نہ ہوتا آتی ہے اور سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا اور جسکا مرتبہ کی
کم ہوگا اوسکا یہ حال ہوگا کہ آنکھ اوٹھا دیگا سو برس کی راہ تک دیکھ لیگا اور اوسکی سلطنت چاندی سونے
کے محلوں اور موتی کے خیموں میں اوسقدر فاصلہ تک ہوگی اور اوسکی آنکھ کو قدرت دیجائیگی کہ دور اور
نزدیک کی چیزیں یکساں دیکھے صبح کو جنت والوں کے پاس ستر ہزار پیالے لائے جاوینگے اور شام کو
بھی ایسے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے میں جداہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے لیکر آخر تک سب کا مزہ
چکھیگا اور جنت میں ایک یاقوت ہے جسمیں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کوٹھریاں ہیں جنمیں
کہیں شگاف نہیں نہ سوراخ ہے - اور حضرت مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ جنت میں ادنی مرتبہ کا شخص وہ
ہوگا کہ اپنی سلطنت میں ہزار برس سفر کرے اور وہ دور و نزدیک کی اشیا کو برابر دیکھیگا اور سب میں
اعلی درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا - اور حضرت سعید بن المسیب
فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ میں تین کنگن نہوں ایک سونے کا ہوگا ایک
موتی کا ایک چاندی کا - اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک حور ہے جسکا نام عیناء ہے

جب وہ چلتی ہے تو اوسکے دہنی اور بائیں طرف سے ستر ہزار لونڈیاں ساتھ چلتی ہیں اور وہ کہتی ہے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہیں اور بری بات سے منع کرنے والے۔ اور یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے مگر جنت کا ہاتھ سے نکلنا سب سے زیادہ سخت ہے اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ دنیا کی طلب میں نفس کی ذلت ہے اور آخرت کی طلب میں اوسکی عزت تو تعجب ہے اوس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب میں ذلت کو پسند کرے اور باقی چیز کی طلب میں عزت کو ترک کرے

پندرہواں بیان خداے تعالی کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر میں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ اس زیادتی سے مراد دیدار الہی اور شرف رویت ہے جو ایک بڑی لذت ہے کہ اوس میں جنت کی آسایش بھول جاتی ہے اور ہمنے رویت کی حقیقت باب المحبت میں بیان کی ہے اور اوسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے نکالا ہے اوس میں جو سب کچھ اہل سنت لکھتے ہیں۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رض روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپنے چودھویں رات کے چاند کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اوسکے دیکھنے میں تم ایک دوسرے پر ہجوم نہیں کرتے نہ بسبب ہجوم کے تکلیف اوٹھاتے ہو بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تم سے ہو سکے کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نمازیں تمکو تو اوسکو ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے اور مسلم نے اپنی کتاب میں حضرت صہیب رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تمکو خداے تعالی کا ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اوسکو تمسے پورا کرے وہ عرض کرینگے وہ کونسا وعدہ ہے کیا ہمارے وزن بھاری نہیں کر چکا اور منہ سفید نہیں کیے اور جنت میں نہیں داخل کیا اور دوزخ سے نہیں بچایا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اوٹھا لیا جاویگا اور لوگ خداے تعالی کی صورت کیطرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز اونکو خداے تعالی کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ملی ہوگی اور حدیث رویت کو چند صحابہ رض نے بھی روایت کیا ہے غرضکہ شرف دیدار نہایت خوبی اور نہایت درجہ کی نعمت ہے اور جتنی لذتوں کی شرح ہمنے اوپر کی ہے وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہیں اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اوسکی کچھ انتہا نہیں بلکہ لذات جنت کو

لذت دیدار کیطرف کچھہ نسبت ہی نہین اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا مین خوب لکھہ چکے ہین اسلیے اس باب مین مختصر طور پر کچھہ کہدیا لیکن آدمی کو چاہیے کہ جنت مین اوسکی ہمت سواے دیدار الہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتون مین جنت کے تو بہائم بھی شریک ہین جو چراگاہون مین چھوٹے پھرتے ہین۔

خاتمہ خدای تعالی کی رحمت کی وسعت کے ذکر مین اوس سے فال نیک لینے کے طور پر

ازانجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہین جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسلیے ہم فال نیک لینے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہین اور توقع رکھتے ہین کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت مین خیر کے ساتھہ کرے جیسے اس کتاب کو اوسکی رحمت کے ذکر پر تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور فرمایا وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

اور ہم خدای تعالی سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہوا اور اون اپنے قولون سے بھی امرزش چاہتے ہین جنکے موافق ہمارے اعمال نہون اور اوس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہمنے خدای تعالی کے دین مین کیا ہو اور اوس قصور کیا ہوا اور اوس علم و عمل سے جس سے ہمنے خاص اوسکی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اوسمین کوئی دوسرا لگگیا ہوا اور اوس وعدہ سے جسکو ہمنے اپنی جی سے اوس سے کیا ہو اور پھر اوسکے پورا کرنے مین ہمنے کوتاہی کی ہو اور اوس نعمت سے جسکو اوسنے ہمکو دیا اور ہمنے اوسکو اوسکی نافرمانی مین برتا اور اوس عیب سے جسکے ساتھہ ہم متصف تھے اور ہمنے اورون پر اوسکو صریح لفظا یا اشارہ سے لگایا اور اونکو ناقص اور قصوروار ٹھہرایا اور اوس خطرہ سے جو ہمکو موجب تکلف اور بناوٹ اور لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب لکہنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور اون لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑہین یا لکہین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشے اور ہمارے سب ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرمائے اسلیے کہ اوسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسام خلق پر جاری ہے اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعالی کے ہین ہمارا وسیلہ اوسکی طرف بجز اوسکے فضل

کرم سے اور کوئی نہیں چنانچہ اوسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں اونمیں سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرندا ور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان اوتارا ہے اوسی سے یہ چیزیں آپس میں رحم اور مہر کرتی ہیں اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے اونسے اپنے بندوں پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالیگا جسمیں یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے غضب سے اور میں سب مہربانوں سے زیادہ تر مہربان ہوں پس دوزخ میں سے جنت والوں کے دو آدمی باہر ہو جاوینگے۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ خوش ہو جاؤ کہ اے گروہ مسلمانوں کے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکی عوض میں نے یہودی یا نصرانی کو دوزخ میں نہ ڈالا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت اونکی تمام اولاد میں سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے باب میں منظور فرماویگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایمانداروں سے پوچھیگا کہ تمکو میرا ملنا محبوب تھا وہ عرض کرینگے کہ خدایا ہاں اللہ تعالیٰ فرماویگا کیوں وہ عرض کرینگے کہ ہمنے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کرلی تھی ہیں فرماویگا کہ میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کر دی۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ میں سے اون لوگوں کو نکال لو جنھوں نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھسے ڈرے ہوں۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ میں اکٹھے ہونگے اور اونکے ساتھ جسقدر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا اوسقدر اہل قبلہ ہونگے تو کافر مسلمانوں سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیوں نہیں کافر کہینگے کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ میں ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس گناہ بہت تھے اونکے باعث ہم ماخوذ ہوے اللہ تعالیٰ اونکی تقریر سنیگا اور حکم فرماویگا کہ جو شخص اہل قبلہ سے دوزخ میں ہے نکال لیے جاویں وہ بموجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو کہینگے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہے بہ نسبت ماں مشفقہ کے اپنی اولاد پر۔ اور جابر بن عبد اللہ رضی فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جسکی نیکیاں برائیوں سے بڑھ کر ہونگی

ترجمہ: کسی وقت آرزو کرینگے یہ لوگ جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان ۱۲

تو وہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا اور جسکی نیکیاں اور بدیاں قیامت کو برابر ہونگی اوس سے تھوڑا
تھوڑا حساب لیا جاویگا پھر جنت میں داخل ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اوس شخص کے
لیے ہے جسنے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اوسکی پیٹھ گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہو۔ اور روایت ہے
کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھسے فریاد
کی تو نے اوسکی نہ سنی۔ اور مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اگر وہ مجھسے فریاد کرتا تو میں
اوسکی فریاد کو پہنچتا اور اوسکا قصور معاف کر دیتا۔ اور سعید بن بلال کہتے ہیں کہ قیامت کو دو
آدمیوں کو دوزخ میں سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعالیٰ اونکو فرماویگا کہ یہ تمہارا بدلہ اعمال کا ہے
اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں پھر فرماویگا کہ انکو دوزخ میں لیجاؤ پس ایک تو اپنی زنجیر میں
دوڑیگا یہاں تک کہ دوزخ میں گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پاؤں پھیلاتا جائیگا پھر اون دونوں کے
واپس لانے کا حکم ہوگا اور اونسے اونکی حرکت کا سوال ہوگا کہ ایک کیوں دوڑ کر گیا اور دوسرا
کیوں دیر لگاتا ہے تو جو دوڑ کر گیا تھا وہ عرض کریگا کہ ابھی میں نافرمانی کے وبال سے ڈر اٹھا اب
خوف کیا کہ بار دیگر میں دوبارہ تیرے غضب میں نہ پڑ جاؤں اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ الٰہی
تیرے ساتھ حسن ظن تھا جسنے میں یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ میں سے نکال چکا ہے تو دوبارہ اوسمیں
نہ بھیجیگا اللہ تعالیٰ اون دونوں کو جنت میں جانیکا حکم فرماویگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے امت محمد جو حقوق میرے تمہارے
ذمہ تھے وہ میں نے تمکو معاف کیے اب تمہارے آپس کے حقوق رہے اونکو آپس میں ایک دوسرے کو
بخشدو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رض
کو یہ آیت پڑھتے سنا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا اعرابی نے کہا کہ خدا اوس سے
بچایا تو نہیں وہ تو چاہتا ہے کہ اوسمیں ڈالے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت کو بھی سمجھ
والوں سے پوچھا کرو۔ اور صنابحی رح کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادۃ بن الصامت رض کے مرض موت میں
اونکی خدمت میں گیا اور رویا اونھوں نے فرمایا کہ ٹھہرو تم کیوں روتے ہو سنو جو حدیث کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور اوسمیں تمہاری بہتری ہوئی وہ میں نے تمسے بیان کر دی ہے
مگر ایک حدیث ہے وہ بھی آج کہے دیتا ہوں کہ میری جان اب نکل گئی ہے میں نے سنا ہے رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص گواہی دے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کی
اللہ تعالیٰ اوسپر دوزخ حرام فرما دیتا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت کے سب مجمع کے
سامنے چھوڑے گا اور ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا
ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اوس سے پوچھیگا کہ ان دفترون مین تجکو کسیکا انکار تو نہین تیرے اوپر میرے
لکھنے والون محافظون نے زبردستی تو نہین لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہین پھر ارشاد فرماویگا
کہ تجھے کچھ عذر کرنا ہے عرض کریگا کہ نہین پھر خداے تعالیٰ فرماویگا کہ ہان ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہے
اور تجپر آج ظلم نہوگا پس ایک چھوٹا سا پرچہ نکالیگا جسمین ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا ان طومارون کے سامنے کیا کریگا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تجپر ظلم نہین ہوگا
پس وہ طومار ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ دوسرے پلے مین پس طومار ہلکے ہوجاوینگے
اور وہ پرچہ بھاری اوتریگا کیونکہ خداے تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہین ہوسکتی۔ اور ایک
حدیث طویل مین جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہے آخر کو
ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتونکو ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل مین دینار کی برابر خیر پاؤ اوسکو دوزخ سے
نکال لو تو فرشتے حکم کے بموجب بہت سے لوگون کو نکال لینگے اور خدایا ہمارے عرض کرینگے کہ
جن لوگون کو تونے حکم کیا تھا اونمین سے ہمنے کسیکو نہین چھوڑا حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین
آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اوسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا
جن لوگون کے لیے تونے حکم دیا تھا اونمین سے ہمنے کسیکو نہین چھوڑا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ پھر جاؤ
اور جسکے دل مین ذرہ کی برابر خیر پاؤ اوسکو نکال لو پس بہت سے لوگون کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے
کہ خدایا جنمین سے تونے ہمکو امر فرمایا تھا اونمین سے ہمنے کوئی نہین چھوڑا۔ پس حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ
فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث مین مجکو سچا سمجھنا نہ چاہو تو قرآن مین پڑھ لو اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتون نے سفارش کی اور نبیون نے سفارش کی اور مومنون نے سفارش کی
اور کوئی باقی نہین بجز ارحم الراحمین کے پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ مین سے ایسے لوگون کو نکالیگا
جنھون نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہوگئے ہونگے پس ونکو اوس نہر مین ڈالیگا جو جنت کے دروازہ پر
ہے اور نہر الحیات کہلاتی ہے پھر اوسمین سے ایسے نکلینگے جیسے رو کے پانی سے سبزہ نکل آتا ہے
تم دیکھتے نہین کہ سبزہ چونکہ پتھر اور درخت سب کے متصل ہوتا ہے تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہے
وہ زرد اور سفید ہوتا ہے اور جو اوسمین سے سایہ مین ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا

اللہ تعالیٰ ظلم نہین کرتا کسیکا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اسکو دوگنا کرے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا ثواب

کہ یا رسول اللہ گویا آپ نے جنگل میں چرایا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ پھر اللہ تعالیٰ نکالیگا جیسے موتی اونکی
گردنوں میں مہریں ہونگی جنسے اہل جنت اونکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے
ہیں اللہ تعالیٰ نے اونکو جنت میں داخل کیا بدون اسکے کہ اونہوں نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی
پھر اللہ تعالیٰ اونکو ارشاد فرمادیگا کہ تم جنت میں داخل ہوا اور جو دیکھو وہ تمہارے ہی لیے ہے وہ عرض کرینگے
کہ الٰہی تو نے ہمکو وہ چیز دی ہے جو کسیکو لوگوں میں سے نہیں دی اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ تمہارے لیے میرے پاس
وہ چیز ہے جو اس سے بھی افضل ہے وہ عرض کرینگے کہ الٰہی اس سے افضل کونسی چیز ہے وہ ارشاد فرمادیگا
کہ وہ میری رضامندی ہے کہ میں تم سے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین میں
روایت کیا ہے اور بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اونہوں نے فرمایا کہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر میں سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتیں پیش
کی گئیں ایک نبی جاتا تھا کہ اوسکے ساتھ ایک شخص ہے ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی
بھی نہ تھا اور کسی نبی کے ساتھ دس پانچ تھے پھر میں نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت
ہوگی پس مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور اونکی قوم ہے پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھو میں نے ایک ایسا انبوہ کثیر
دیکھا کہ اوسنے کناروں کو آسمان کے روکدیا پھر مجھے کہا گیا کہ ایسے ہی دیکھیں میں نے بڑی بھاری
جماعت کو دیکھا پھر مجھے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار بہشت میں بے حساب
داخل ہونگے اسکے بعد لوگ جدا ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی تصریح نہ فرمائی کہ بے حساب
کون لوگ جنت میں داخل ہونگے اسکا چرچا صحابہ نے آپس میں کیا اور کہا کہ ہم تو شرک میں پیدا ہوے
لیکن اللہ تعالیٰ اور اوسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہونگے جو بے حساب جنت میں
جاوینگے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگاتے ہیں نہ منتر پڑھتے ہیں
نہ بدفالی کریں اور اپنے رب پر بھروسا کریں پس عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا
کیجیے کہ خدا تعالیٰ مجھکو ان لوگوں میں سے کرے آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے ہے پھر ایک اور شخص
کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اب تو عکاشہ کی حق میں
تجھ پر سبقت وہ دعا ہو چکی ۔ اور محمد بن حزم انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تین روز غائب رہے کہ صرف فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا
تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہمیں روک رکھا ہے یہانتک کہ ہم نے
گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا کوئی بات نہیں ہوئی مجھ سے میرے پروردگار نے

مجھسے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار بے حساب داخل کریگا میں نے ان تینون مین
اپنے رب سے درخواست کی کہ اور زیادہ لوگ بے حساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی والا ہر چیز موجود
رکھتا اور کریم پایا کہ اوسنے ستر ہزار مین سے ہر شخص کے ساتھ مین ستر ہزار مجھکو عطا فرمائے مین نے عرض کیا
کہ الہی میری امت اس تعداد کو پہونچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لیے شمار اعراب مین سے پوری کر دینگے
اور حضرت ابوذر رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام پتھریلی زمین کی طرف
یعنی مدینہ منورہ کے متصل ظاہر ہوئے اور مجھسے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دیجئے کہ جو کوئی مریگا اس طرح کہ
نہ شریک کیا کرے اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت میں داخل ہوگا پس مین نے کہا کہ اے جبریل اگر
کوئی زنا کرے اور چوری کرے جبریل نے کہا ہان گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا گو زنا کرے اور
چوری کرے جبریل نے جواب دیا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا گو زنا کرے اور چوری کرے جبریل نے
کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے اور حضرت ابودرداء رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ
زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پھر مین نے عرض کیا کہ
گو زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ گو زنا
اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ گو ابودرداء کو برا معلوم ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ کیا جاویگا اور اوس سے
کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلہ ہے دوزخ سے اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابوبردہ سے روایت کی ہے کہ
اونہون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے سامنے حدیث بیان کی مجھسے میرے باپ حضرت ابوموسی اشعری
نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] کوئی مسلمان [illegible]
[illegible] حضرت عمر بن عبد العزیز رحم
[illegible] مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کر دیتا ہے
دلائی کہ تمکو قسم ہے اوس معبود کی جسکے سوا کوئی معبود نہین تمہارے باپ نے
یہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونہون نے قسم کھائی کہ ہان مجھسے بیان کی
[illegible] ایک لڑکا کسی جہاد مین گیا تھا اور اوسپر لو لگی ہوئی تھی کہ جو زیادہ [illegible]
[illegible] گرمی شدت حرارت کا تھا اوسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمہ کے اندر سے دیکھا اور وہ
دوڑتی آئی اور ساتھی اوسکے پیچھے آتے تھے یہان تک کہ اوس لڑکے کو اوٹھا کر چھاتی سے
لگا لیا پھر اوس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ گئی اور [illegible] اوس لڑکے کو اپنے [illegible] لیا

اور کہنے لگی اپنے بچے میرے لئے پس آدمی روئے اور جس حال میں تھے اوسکو چھوڑ دیا اتنے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے لوگوں نے ماجرا آپکی خدمت میں
عرض کیا آپ اونکے ترس کھانے سے خوش ہوئے پھر اونکو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے
اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ جل شانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہاں
نہایت مسرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوئے۔ تو یہ حدیثیں اور جو کچھ ہم باب الرجا میں
لکھ آئے ہیں ہمکو بشارت خداے تعالی کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہیں اسلیے ہم اوس سے توقع رکھتے ہیں
کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نکرے جسکے ہم سزاوار ہیں بلکہ ہمپر اپنے فضل و کرم سے وہ انعام و احسان کرے جسکے لائق اوسکی جود و رحمت ہے

بخاری و مسلم نے بروایت عمر بن خطاب اس قصہ کو وعظ میں نقل کیا ہے ۱۲

والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم عفی اللہ لہ ولوالدیہ

مرا احباب جب اس سے او ٹھینگے تو بولینگے
نہ تھک آسان کچھ کوزے میں لانا بحر سالم کا

لکھا جب ترجمہ عمدہ کہا احسن یہ لکھو تاریخ
عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا

۱۲۹۲ھ